جلد دوّم

عام فہم

درسِ قرآن

مؤلف

حضرت مولانا غیاث احمد رشادی صاحب

منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا

نوٹ: مصنف کی جانب سے تحریری اجازت کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی جاسکتی ہے۔

نام کتاب	:	**عام فہم درسِ قرآن** (جلد دوم)
نام مؤلف	:	**غیاث احمد رشادی**
صفحات	:	......۷۵۲......
تاریخ اشاعت جلد دوم	:	ماہِ جون ۲۰۲۱ء ماہِ شوال ۱۴۴۲ھ
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
طابع و ناشر	:	منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا
جلد	:	(دوم)
کمپوزنگ		**عبدالسلام** (کمپیوٹر آپریٹر صفا بیت المال انڈیا)
قیمت	:	-/425 روپئے
پتہ	:	دفتر منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036
فون	:	9989666811
ای میل	:	mmfi.info@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.mmfi.info

مولانا غیاث احمد رشادی کی تمام تصنیفات کو اس ویب سائٹ پر دیکھئے:

www.payaamerashadi.org

ملنے کا پتہ

رشادی پبلشرز: مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036

ویب سائٹ: **www.payaamerashadi.org**

سیل نمبر: **9989666811**

فہرست

سلسلہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱	عام فہم درسِ قرآن سے متعلق اکابر علماء کرام کے تاثرات کے اقتباسات	۲۱
۲	عرضِ مؤلف......مولانا غیاث احمد رشادی صاحب (بانی و منیجنگ ٹرسٹی منبر و محراب فاؤنڈیشن)	۲۲

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۳	۴۷۳	۱	المائدہ	معاہدوں کو پورا کرو	۲۵
۴	۴۷۴	۲	"	اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو	۲۶
۵	۴۷۵	۳ (الف)	"	تم پر یہ چیزیں حرام ہیں	۲۹
۶	۴۷۶	۳ (ب)	"	آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا	۳۰
۷	۴۷۷	۴	"	تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں	۳۴
۸	۴۷۸	۵	"	پاکدامن مومن عورتیں حلال ہیں	۳۶
۹	۴۷۹	۶	"	قرآنِ مجید میں وضو کا حکم	۳۸
۱۰	۴۸۰	۷	"	اللہ کی نعمتوں اور اس کے عہد کو یاد کرو	۴۰
۱۱	۴۸۱	۸	"	احکامِ الٰہی کی پابندی کیلئے ہر وقت تیار رہو	۴۱
۱۲	۴۸۲	۹۔۱۰	"	ایمان اور اعمالِ صالحہ پر مغفرت اور اجر کا وعدہ	۴۳
۱۳	۴۸۳	۱۱	"	ایمان والے اللہ ہی پر توکل کریں	۴۴
۱۴	۴۸۴	۱۲	"	بنی اسرائیل کے بارہ نگران	۴۶
۱۵	۴۸۵	۱۳	"	عہد شکنی باعثِ لعنت	۴۸
۱۶	۴۸۶	۱۴	"	نصاریٰ سے بھی عہد لیا گیا	۵۰
۱۷	۴۸۷	۱۵۔۱۶	"	تمہارے پاس روشنی اور کتابِ مبین آ چکی ہے	۵۱
۱۸	۴۸۸	۱۷	"	مسیح بن مریم کو خدا کہنے والے کافر ہیں	۵۲
۱۹	۴۸۹	۱۸۔۱۹	"	یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں	۵۴
۲۰	۴۹۰	۲۰۔۲۱	"	تم میں نبی بھی پیدا کئے اور حکمران بھی	۵۶

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۲۱	۴۹۱	۲۲۔۲۳	المائدہ	تم ہی غالب رہو گے	۵۸
۲۲	۴۹۲	۲۴۔۲۵۔۲۶	"	تم اور تمہارا رب جاؤ اوران سے لڑو	۵۹
۲۳	۴۹۳	۲۷۔۳۱	"	حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ	۶۱
۲۴	۴۹۴	۳۲	"	ایک شخص کا قتل پوری انسانیت کا قتل	۶۴
۲۵	۴۹۵	۳۳۔۳۴	"	فساد پھیلانے کی سزا	۶۵
۲۶	۴۹۶	۳۵۔۳۷	"	تقویٰ اور جہاد باعثِ فلاح	۶۷
۲۷	۴۹۷	۳۸۔تا۔۴۰	"	چوری کرنے کی سزا	۶۹
۲۸	۴۹۸	۴۱	"	نافرمانی کی وجہ سے دل پاکیزگی سے محروم ہو جاتے ہیں	۷۱
۲۹	۴۹۹	۴۲۔۴۳	"	جھوٹی باتیں سننا اور حرام کھانا یہودیوں کی برائیاں	۷۴
۳۰	۵۰۰	۴۴	"	تورات میں ہدایت تھی اور نور تھا	۷۶
۳۱	۵۰۱	۴۵	"	ایسے ہی لوگ ظالم ہیں	۷۸
۳۲	۵۰۲	۴۶۔۴۷	"	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی	۸۰
۳۳	۵۰۳	۴۸	"	خواہشات کے پیچھے مت چلیے	۸۱
۳۴	۵۰۴	۴۹۔۵۰	"	لوگوں کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیجئے	۸۴
۳۵	۵۰۵	۵۱۔۵۲	"	یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار مت بناؤ	۸۶
۳۶	۵۰۶	۵۳۔۵۴	"	کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں	۸۸
۳۷	۵۰۷	۵۵۔۵۶	"	مومنوں کی شان یہ ہوتی ہے	۹۰
۳۸	۵۰۸	۵۷۔۵۸	"	دین کا مذاق اڑانے والوں کو دوست نہ بناؤ	۹۱
۳۹	۵۰۹	۵۹۔۶۰	"	اللہ کی لعنت اور غضب کس پر؟	۹۳
۴۰	۵۱۰	۶۱۔تا۔۶۳	"	حرام کھانے اور گناہ کی باتوں سے کیوں نہیں روکتے؟	۹۵
۴۱	۵۱۱	۶۴	"	اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں	۹۶
۴۲	۵۱۲	۶۵۔۶۶	"	ایمان اور تقویٰ گناہوں کے مٹنے کا باعث	۹۸

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۴۳	۵۱۳	۶۷	المائدہ	اللہ تعالیٰ لوگوں کی سازشوں سے آپ کو بچائے گا	۱۰۰
۴۴	۵۱۴	۶۸	"	آپ ان کافر لوگوں پر افسوس نہ کیجئے	۱۰۲
۴۵	۵۱۵	۶۹	"	ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ثمرات	۱۰۳
۴۶	۵۱۶	۷۰ـ۷۱	"	بنی اسرائیل کا باطل خیال	۱۰۵
۴۷	۵۱۷	۷۲ـ۷۳	"	جس نے شرک کیا اس پر جنت حرام ہے	۱۰۶
۴۸	۵۱۸	۷۴	"	اللہ کے آگے توبہ کیوں نہیں کرتے؟	۱۰۸
۴۹	۵۱۹	۷۵ـ۷۶	"	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سچی فرمانبردار تھیں	۱۱۰
۵۰	۵۲۰	۷۷	"	دین میں غلو مت کرو	۱۱۲
۵۱	۵۲۱	۷۸ـتاـ۸۱	"	بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت	۱۱۴
۵۲	۵۲۲	۸۲	"	یہودی اور مشرک مسلمانوں کے کٹر دشمن	۱۱۶
۵۳	۵۲۳	۸۳ـتاـ۸۶	"	قرآنِ مجید کا سننا آنکھوں سے آنسو بہا دیتا ہے	۱۱۸
۵۴	۵۲۴	۸۷ـ۸۸	"	حد سے تجاوز کرنے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتے	۱۲۰
۵۵	۵۲۵	۸۹	"	قسم کا کفارہ	۱۲۲
۵۶	۵۲۶	۹۰ـتاـ۹۲	"	شراب اور جوئے، بت اور پانسں ناپاک کام	۱۲۴
۵۷	۵۲۷	۹۳	"	تقویٰ، ایمان اور نیک عمل	۱۲۶
۵۸	۵۲۸	۹۴	"	شکار کے ذریعہ آزمائش	۱۲۷
۵۹	۵۲۹	۹۵ـ۹۶	"	احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت	۱۲۹
۶۰	۵۳۰	۹۷ـتاـ۹۹	"	کعبۃ اللہ محترم گھر اور پُرامن مقام	۱۳۱
۶۱	۵۳۱	۱۰۰	"	ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے	۱۳۳
۶۲	۵۳۲	۱۰۱ـ۱۰۲	"	سوالات کرو مگر!	۱۳۵
۶۳	۵۳۳	۱۰۳	"	کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں	۱۳۷
۶۴	۵۳۴	۱۰۴	"	مشرکوں نے کہا ہمارے لیے ہمارے باپ دادا کافی ہیں	۱۳۹

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
٦٥	٥٣٥	١٠٥	المائدہ	تم اپنے اعمالِ خیر میں لگے رہو	١٤٠
٦٦	٥٣٦	١٠٦	"	وصیت کے وقت دو عادل گواہ رکھ لیں	١٤١
٦٧	٥٣٧	١٠٧۔١٠٨	"	اللہ سے ڈرو اور سنو	١٤٣
٦٨	٥٣٨	١٠٩۔١١٠	"	جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کریں گے	١٤٥
٦٩	٥٣٩	١١١۔تا۔١١٣	"	اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو	١٤٧
٧٠	٥٤٠	١١٤۔١١٥	"	آسمان سے مائدہ کا نزول	١٤٩
٧١	٥٤١	١١٦۔١١٧	"	اللہ تعالیٰ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے	١٥١
٧٢	٥٤٢	١١٨۔تا۔١٢٠	"	قیامت کے دن سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا	١٥٣
٧٣	٥٤٣	١۔تا۔٣	الانعام	آسمان اور زمین، تاریکی اور روشنی کی تخلیق	١٥٥
٧٤	٥٤٤	٤۔٥	"	انہوں نے اللہ کی آیتوں اور حق کو جھٹلایا	١٥٨
٧٥	٥٤٥	٦	"	ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کیا گیا	١٥٩
٧٦	٥٤٦	٧۔تا۔٩	"	فرشتوں کے نزول کا مطالبہ	١٦١
٧٧	٥٤٧	١٠۔١١	"	آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا	١٦٣
٧٨	٥٤٨	١٢۔١٣	"	اللہ نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کر لیا	١٦٥
٧٩	٥٤٩	١٤۔تا۔١٦	"	اللہ سب کو کھلاتا ہے اس کو کوئی نہیں کھلاتا	١٦٧
٨٠	٥٥٠	١٧۔١٨	"	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے	١٦٩
٨١	٥٥١	١٩۔٢٠	"	قرآنِ مجید سب کو آگاہ کرنے کیلئے اُتارا گیا ہے	١٧١
٨٢	٥٥٢	٢١۔تا۔٢٤	"	جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا وہ سب سے بڑا ظالم	١٧٣
٨٣	٥٥٣	٢٥۔٢٦	"	دلوں پر پردہ اور کانوں میں ڈاٹ	١٧٥
٨٤	٥٥٤	٢٧۔تا۔٣٠	"	کافر کیا تمنا کریں گے؟	١٧٧
٨٥	٥٥٥	٣١۔٣٢	"	وہ خسارہ میں پڑ گیا جس نے قیامت کا انکار کیا	١٧٩
٨٦	٥٥٦	٣٣۔٣٤	"	نبیوں نے ایذاءوں پر صبر کیا	١٨١

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۸۷	۵۵۷	۳۵	الانعام	اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا	۱۸۳
۸۸	۵۵۸	۳۶ـ۳۷	"	اللہ ہر قسم کی نشانی ظاہر کرنے پر قادر ہے	۱۸۴
۸۹	۵۵۹	۳۸ـ۳۹	"	آیتوں کو جھٹلانے والے بہرے اور گونگے ہیں	۱۸۵
۹۰	۵۶۰	۴۰ـ۴۱	"	عذاب آجائے تو تم کس کو پکاروگے؟	۱۸۷
۹۱	۵۶۱	۴۲ـ۴۳	"	نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ کا عذاب آتا ہے	۱۸۹
۹۲	۵۶۲	۴۴ـ۴۵	"	نصیحتوں کو فراموش کرنے کا انجام	۱۹۰
۹۳	۵۶۳	۴۶ـ۴۷	"	دیکھئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں؟	۱۹۲
۹۴	۵۶۴	۴۸ـتاـ۵۰	"	رسولوں کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا جاتا ہے	۱۹۴
۹۵	۵۶۵	۵۱ـ۵۲	"	وحی کے ذریعہ لوگوں کو خبردار کیجئے	۱۹۶
۹۶	۵۶۶	۵۳ـتاـ۵۵	"	اللہ نے اپنے اُوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے	۱۹۹
۹۷	۵۶۷	۵۶ـ۵۷	"	پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری خواہشات کی اتباع نہیں کرتا	۲۰۱
۹۸	۵۶۸	۵۸ـ۵۹	"	اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا	۲۰۳
۹۹	۵۶۹	۶۰ـتاـ۶۲	"	حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے	۲۰۵
۱۰۰	۵۷۰	۶۳ـتاـ۶۵	"	اللہ تم پر ہر طرف سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے	۲۰۷
۱۰۱	۵۷۱	۶۶ـتاـ۶۸	"	ہر ایک چیز کا وقت مقرر ہے	۲۰۹
۱۰۲	۵۷۲	۶۹ـ۷۰	"	متقیوں کو چاہئے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کریں	۲۱۱
۱۰۳	۵۷۳	۷۱ـ۷۲	"	ہدایت تو بس اللہ ہی کی دی ہوئی ہے	۲۱۳
۱۰۴	۵۷۴	۷۳	"	اللہ ہی نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے	۲۱۵
۱۰۵	۵۷۵	۷۴ـ۷۵	"	بتوں کی عبادت کرنا گمراہی ہے	۲۱۷
۱۰۶	۵۷۶	۷۶ـتاـ۷۸	"	چاند، سورج، ستارے یہ معبود نہیں ہوسکتے	۲۱۸
۱۰۷	۵۷۷	۷۹ـ۸۰	"	حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم نے جھگڑا کیا	۲۲۰

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۸	۵۷۸	۸۱_۸۲	الانعام	میں باطل معبودوں سے کیسے ڈروں؟	۲۲۲
۱۰۹	۵۷۹	۸۳_۸۴	"	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دلیل دی گئی	۲۲۴
۱۱۰	۵۸۰	۸۵_تا_۸۷	"	انبیاءکرام علیہم السلام کو دنیاجہاں پر فضیلت	۲۲۶
۱۱۱	۵۸۱	۸۸_تا_۹۰	"	شرک اعمالِ صالحہ کو ضائع کر دیتا ہے	۲۲۷
۱۱۲	۵۸۲	۹۱	"	یہودی تورات کے مضامین کو چھپاتے ہیں	۲۲۹
۱۱۳	۵۸۳	۹۲	"	قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے	۲۳۱
۱۱۴	۵۸۴	۹۳	"	اللہ پر جھوٹ باندھنے سے بھی بڑھ کر کیا کوئی گناہ ہوسکتا ہے؟	۲۳۲
۱۱۵	۵۸۵	۹۴	"	اللہ کے یہاں سب کو اکیلا ہی جانا ہے	۲۳۴
۱۱۶	۵۸۶	۹۵_۹۶	"	زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنے والا اللہ ہے	۲۳۶
۱۱۷	۵۸۷	۹۷_۹۸	"	ستارے ذریعہ ہوتے ہیں راہ تک پہنچانے کا	۲۳۹
۱۱۸	۵۸۸	۹۹	"	وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا	۲۴۱
۱۱۹	۵۸۹	۱۰۰_۱۰۱	"	اللہ ہر طرح کے شرک سے پاک ہے	۲۴۳
۱۲۰	۵۹۰	۱۰۲_۱۰۳	"	ان آنکھوں سے اللہ کا دیدار ممکن نہیں	۲۴۴
۱۲۱	۵۹۱	۱۰۴_۱۰۵	"	تمہارے پاس بصیرت کا سامان پہنچ چکا ہے	۲۴۶
۱۲۲	۵۹۲	۱۰۶_۱۰۷	"	اللہ کی نازل کردہ وحی کی اتباع کرو	۲۴۸
۱۲۳	۵۹۳	۱۰۸	"	تم ان کے معبودوں کو بُرا مت کہو وہ نا سمجھے اللہ کو بُرا کہیں گے	۲۵۰
۱۲۴	۵۹۴	۱۰۹_۱۱۰	"	ساری نشانیاں اللہ کے قبضے میں ہیں	۲۵۲
۱۲۵	۵۹۵	۱۱۱	"	سارے معجزے دیکھ کر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے	۲۵۴
۱۲۶	۵۹۶	۱۱۲_۱۱۳	"	شیطان نما انسان اور جنات ہر نبی کے دشمن ہوتے ہیں	۲۵۶
۱۲۷	۵۹۷	۱۱۴	"	سب سے بڑا منصف تو اللہ ہی ہے	۲۵۸
۱۲۸	۵۹۸	۱۱۵_تا_۱۱۷	"	اللہ کے کہنے کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے	۲۶۰
۱۲۹	۵۹۹	۱۱۸_۱۱۹	"	جس جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو وہ کھاؤ	۲۶۳

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۱۳۰	۶۰۰	۱۲۰۔۱۲۱	الانعام	جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ	۲۶۵
۱۳۱	۶۰۱	۱۲۲	"	کیا ایمان والے اور بے ایمان برابر ہو سکتے ہیں؟	۲۶۷
۱۳۲	۶۰۲	۱۲۳	"	اکثر مالدار لوگ سرکش ہوتے ہیں	۲۶۹
۱۳۳	۶۰۳	۱۲۴	"	مجرموں کے لیے ذلت اور عذاب	۲۷۰
۱۳۴	۶۰۴	۱۲۵	"	اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے	۲۷۲
۱۳۵	۶۰۵	۱۲۶۔۱۲۷	"	اسلام کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے	۲۷۳
۱۳۶	۶۰۶	۱۲۸۔۱۲۹	"	اللہ کی مقرر کردہ میعاد پر ہر کسی کو پہنچنا ہے	۲۷۵
۱۳۷	۶۰۷	۱۳۰۔۱۳۱	"	دنیاوی زندگی نے انسان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے	۲۷۸
۱۳۸	۶۰۸	۱۳۲۔۱۳۳	"	اعمال کے بقدر درجات ملیں گے	۲۸۰
۱۳۹	۶۰۹	۱۳۴۔۱۳۵	"	انسانوں سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ آکر رہے گی	۲۸۲
۱۴۰	۶۱۰	۱۳۶	"	بہت بُرا فیصلہ ہے جو یہ کر رہے ہیں	۲۸۴
۱۴۱	۶۱۱	۱۳۷	"	مشرکوں کو اپنی اولاد کو قتل کرنا اچھا لگتا تھا	۲۸۶
۱۴۲	۶۱۲	۱۳۸	"	حلال و حرام کا فیصلہ آفاقی ہے	۲۸۷
۱۴۳	۶۱۳	۱۳۹۔۱۴۰	"	مشرکین کے بدترین عقیدے	۲۸۹
۱۴۴	۶۱۴	۱۴۱	"	اللہ تعالیٰ نے باغات اور کھیتیاں پیدا کیں	۲۹۱
۱۴۵	۶۱۵	۱۴۲	"	چوپایوں کی دو قسمیں	۲۹۳
۱۴۶	۶۱۶	۱۴۳۔۱۴۴	"	چوپایوں کی آٹھ قسمیں	۲۹۴
۱۴۷	۶۱۷	۱۴۵	"	مُردار، بہتا خون اور سور کا گوشت حرام	۲۹۶
۱۴۸	۶۱۸	۱۴۶	"	یہودیوں پر کیا کیا چیزیں حرام تھیں؟	۲۹۷
۱۴۹	۶۱۹	۱۴۷۔۱۴۸	"	اللہ کی رحمت بہت زیادہ وسیع ہے	۲۹۸
۱۵۰	۶۲۰	۱۴۹۔۱۵۰	"	اللہ ہی کی حجت غالب ہے	۳۰۰

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۱۵۱	۶۲۱	۱۵۱	الانعام	مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو	۳۰۱
۱۵۲	۶۲۲	۱۵۲	"	یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ	۳۰۳
۱۵۳	۶۲۳	۱۵۳_۱۵۴	"	یہ سیدھا راستہ ہے اِسی پر چلو	۳۰۴
۱۵۴	۶۲۴	۱۵۵_۱۵۶	"	قرآنِ مجید بابرکت کتاب ہے اس کی اتباع کرو	۳۰۵
۱۵۵	۶۲۵	۱۵۷	"	تمہارے رب کی طرف سے دلیل، ہدایت اور رحمت آچکی ہے	۳۰۶
۱۵۶	۶۲۶	۱۵۸	"	تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں	۳۰۸
۱۵۷	۶۲۷	۱۵۹	"	دین میں تفرقہ ڈالنے والوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں	۳۰۹
۱۵۸	۶۲۸	۱۶۰	"	جو ایک نیکی کرے گا اسے دس کے برابر ثواب دیا جائے گا	۳۱۰
۱۵۹	۶۲۹	۱۶۱_۱۶۲	"	ہمارا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہو	۳۱۱
۱۶۰	۶۳۰	۱۶۳	"	اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے	۳۱۲
۱۶۱	۶۳۱	۱۶۴	"	قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا	۳۱۳
۱۶۲	۶۳۲	۱۶۵	"	وہی ہے جس نے تم کو جانشین بنایا	۳۱۴
۱۶۳	۶۳۳	۱_۲	الاعراف	قرآنِ مجید مومنوں کیلئے نصیحت ہے	۳۱۵
۱۶۴	۶۳۴	۳	"	اللہ کی نازل کردہ کتابوں کی پیروی کرو	۳۱۶
۱۶۵	۶۳۵	۴_تا_۶	"	کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر ڈالا	۳۱۷
۱۶۶	۶۳۶	۷_تا_۹	"	قیامت کے دن کامیاب کون؟	۳۱۹
۱۶۷	۶۳۷	۱۰	"	تمہیں رہنے کیلئے زمین اور زندگی کا سامان دیا گیا	۳۲۱
۱۶۸	۶۳۸	۱۱_۱۲	"	ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا	۳۲۲
۱۶۹	۶۳۹	۱۳_تا_۱۵	"	ابلیس نے مہلت مانگی	۳۲۴
۱۷۰	۶۴۰	۱۶_تا_۱۸	"	سیدھے راستے سے گمراہ کرنے کیلئے بیٹھوں گا	۳۲۵
۱۷۱	۶۴۱	۱۹	"	اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو	۳۲۷
۱۷۲	۶۴۲	۲۰_۲۱	"	شیطان کا وسوسہ ڈالنا اور اس کی جھوٹی قسم	۳۲۸

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۱۷۳	۶۴۳	۲۲	الاعراف	شیطان نے آدم وحوّا علیہما السلام کو دھوکہ میں ڈال دیا	۳۲۹
۱۷۴	۶۴۴	۲۳_۲۴	"	حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کی دعاء	۳۳۰
۱۷۵	۶۴۵	۲۵	"	قیامت کے دن تم زمین ہی سے نکالے جاؤ گے	۳۳۱
۱۷۶	۶۴۶	۲۶	"	لباس بدن چھپانے اور زینت کا ذریعہ	۳۳۲
۱۷۷	۶۴۷	۲۷	"	شیطان غیر مومن کا دوست ہے	۳۳۳
۱۷۸	۶۴۸	۲۸	"	اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا	۳۳۴
۱۷۹	۶۴۹	۲۹	"	اللہ تو انصاف کرنے اور عبادت کا حکم دیتا ہے	۳۳۵
۱۸۰	۶۵۰	۳۰	"	اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنانا گمراہی کا سبب	۳۳۶
۱۸۱	۶۵۱	۳۱	"	نماز کے وقت عمدہ لباس پہنو اور اسراف نہ کرو	۳۳۷
۱۸۲	۶۵۲	۳۲	"	جو رزق وزینت کی چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اسے کس نے حرام قرار دیا؟	۳۳۸
۱۸۳	۶۵۳	۳۳	"	اللہ نے ظاہری وباطنی سب گناہوں کو حرام قرار دیا	۳۳۹
۱۸۴	۶۵۴	۳۴	"	ہر ایک کا وقت متعین ہے	۳۴۰
۱۸۵	۶۵۵	۳۵_۳۶	"	متقی بننا اور نیک اعمال کرنا کامیابی کا سبب ہے	۳۴۱
۱۸۶	۶۵۶	۳۷	"	اللہ کی جانب جھوٹ منسوب کرنا سب سے بڑا گناہ ہے	۳۴۳
۱۸۷	۶۵۷	۳۸	"	دوزخ میں جانے پر دوزخیوں کا حال	۳۴۴
۱۸۸	۶۵۸	۳۹	"	ہر کسی کو اس کے کیئے کی سزا ملے گی	۳۴۵
۱۸۹	۶۵۹	۴۰_۴۱	"	اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے جہنم میں جائیں گے	۳۴۶
۱۹۰	۶۶۰	۴۲	"	ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والے جنت میں جائیں گے	۳۴۸
۱۹۱	۶۶۱	۴۳	"	جنت میں جانے سے پہلے ہر کسی کے دل سے کینہ کو نکال دیا جائے گا	۳۴۹
۱۹۲	۶۶۲	۴۴_۴۵	"	جنتی لوگ دوزخیوں سے کیا کہیں گے؟	۳۵۱

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۱۹۳	۶۶۳	۴۶۔۴۷	الاعراف	جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ایک حجاب ہوگا	۳۵۲
۱۹۴	۶۶۴	۴۸۔۴۹	"	جنت میں داخل ہونے کے بعد نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی غم	۳۵۴
۱۹۵	۶۶۵	۵۰	"	دوزخی جنتیوں سے کیا مانگیں گے؟	۳۵۵
۱۹۶	۶۶۶	۵۱۔۵۲	"	کافروں نے دین کو لہو ولعب بنالیا تھا	۳۵۶
۱۹۷	۶۶۷	۵۳	"	ہے کوئی جو آج ہماری سفارش کرے؟	۳۵۷
۱۹۸	۶۶۸	۵۴	"	آسمانوں اور زمین کی چھ دن میں پیدائش	۳۵۹
۱۹۹	۶۶۹	۵۵۔۵۶	"	تنہائی میں گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارو	۳۶۰
۲۰۰	۶۷۰	۵۷	"	اللہ ہی اپنی رحمت سے ہواؤں کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجتا ہے	۳۶۲
۲۰۱	۶۷۱	۵۸	"	مومن اور کافر کی مثال کھیتی کی سی ہے	۳۶۳
۲۰۲	۶۷۲	۵۹۔۶۰	"	حضرت نوح علیہ السلام کو قوم نے کیا جواب دیا؟	۳۶۴
۲۰۳	۶۷۳	۶۱۔۶۲	"	میں سارے جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں	۳۶۶
۲۰۴	۶۷۴	۶۳۔۶۴	"	ہم نے ان کو غرق کردیا جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلادیا	۳۶۷
۲۰۵	۶۷۵	۶۵۔۶۷	"	حضرت ہود علیہ السلام نے کہا مجھ میں بے وقوفی نہیں ہے	۳۶۸
۲۰۶	۶۷۶	۶۸۔۶۹	"	میں تمہارے حق میں خیر خواہ اور امانتدار ہوں	۳۷۰
۲۰۷	۶۷۷	۷۰۔۷۱	"	حضرت ہود علیہ السلام سے قومِ عاد نے کیا کہا؟	۳۷۱
۲۰۸	۶۷۸	۷۲	"	ان کی جڑیں کاٹ دیں جنھوں نے جھٹلایا	۳۷۳
۲۰۹	۶۷۹	۷۳	"	قومِ ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا	۳۷۴
۲۱۰	۶۸۰	۷۴	"	تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو	۳۷۵
۲۱۱	۶۸۱	۷۵۔۷۶	"	قومِ ثمود کے مغرور سرداروں نے کیا کہا؟	۳۷۶
۲۱۲	۶۸۲	۷۷۔۷۸	"	قوم نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں	۳۷۸

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۲۱۳	۶۸۳	۷۹	الاعراف	حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب	۳۷۹
۲۱۴	۶۸۴	۸۰۔۸۱	"	قومِ لوط حد سے نکلی ہوئی قوم	۳۸۰
۲۱۵	۶۸۵	۸۲۔تا۔۸۴	"	قومِ لوط پر پتھروں کی بارش	۳۸۱
۲۱۶	۶۸۶	۸۵	"	ناپ اور تول پورا پورا کرو	۳۸۳
۲۱۷	۶۸۷	۸۶	"	دیکھو! فسادیوں کا انجام کیا ہوا؟	۳۸۴
۲۱۸	۶۸۸	۸۷	"	اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے	۳۸۶
۲۱۹	۶۸۹	۸۸	"	حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم نے دھمکی دی	۳۸۷
۲۲۰	۶۹۰	۸۹	"	ہدایت کے بعد گمراہ ہونا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے	۳۸۹
۲۲۱	۶۹۱	۹۰۔۹۱	"	قومِ شعیب پر اللہ کا عذاب	۳۹۰
۲۲۲	۶۹۲	۹۲۔۹۳	"	قومِ شعیب کی بربادی کا تذکرہ	۳۹۲
۲۲۳	۶۹۳	۹۴۔۹۵	"	ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا	۳۹۳
۲۲۴	۶۹۴	۹۶	"	ایمان وتقویٰ نعمتوں کے نزول کا سبب	۳۹۵
۲۲۵	۶۹۵	۹۷۔۹۸	"	کیا لوگ اللہ کے عذاب سے غافل ہو گئے؟	۳۹۷
۲۲۶	۶۹۶	۹۹۔۱۰۰	"	ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں	۳۹۸
۲۲۷	۶۹۷	۱۰۱۔۱۰۲	"	یہی وہ بستیاں ہیں جن کے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں	۴۰۰
۲۲۸	۶۹۸	۱۰۳	"	دیکھو! فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟	۴۰۲
۲۲۹	۶۹۹	۱۰۴۔۱۰۵	"	اے فرعون! میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے	۴۰۳
۲۳۰	۷۰۰	۱۰۶۔تا۔۱۰۸	"	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے	۴۰۵
۲۳۱	۷۰۱	۱۰۹۔تا۔۱۱۲	"	قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا یہ بڑا ماہر جادوگر ہے	۴۰۶
۲۳۲	۷۰۲	۱۱۳۔تا۔۱۱۶	"	جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ	۴۰۸
۲۳۳	۷۰۳	۱۱۷۔تا۔۱۲۰	"	حق ثابت ہو گیا اور فرعونی مغلوب ہو گئے	۴۰۹
۲۳۴	۷۰۴	۱۲۱۔تا۔۱۲۳	"	جادوگروں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے	۴۱۱

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۲۳۵	۷۰۵	۱۲۴۔تا۔۱۲۶	الاعراف	میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر لٹکاؤں گا	۴۱۳
۲۳۶	۷۰۶	۱۲۷	"	فرعون کی قوم نے فرعون کو بھڑکایا	۴۱۵
۲۳۷	۷۰۷	۱۲۸	"	بھلائی تو پرہیزگاروں کیلئے ہے	۴۱۶
۲۳۸	۷۰۸	۱۲۹	"	بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت اور تسلی	۴۱۸
۲۳۹	۷۰۹	۱۳۰۔۱۳۱	"	فرعونیوں کو قحط سالی اور میووں کی کمی میں مبتلا کیا گیا	۴۱۹
۲۴۰	۷۱۰	۱۳۲۔۱۳۳	"	کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی فرعونی ایمان نہیں لائے	۴۲۱
۲۴۱	۷۱۱	۱۳۴۔۱۳۵	"	قومِ فرعون کی حالت	۴۲۳
۲۴۲	۷۱۲	۱۳۶۔۱۳۷	"	ہم نے اُن سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا	۴۲۴
۲۴۳	۷۱۳	۱۳۸۔تا۔۱۴۰	"	قومِ موسیٰ کی نامعقول فرمائش	۴۲۶
۲۴۴	۷۱۴	۱۴۱	"	ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے بچایا	۴۲۸
۲۴۵	۷۱۵	۱۴۲	"	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا	۴۲۹
۲۴۶	۷۱۶	۱۴۳	"	حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے	۴۳۰
۲۴۷	۷۱۷	۱۴۴۔۱۴۵	"	اللہ کے دیئے ہوئے احکام کو قبول کرو	۴۳۳
۲۴۸	۷۱۸	۱۴۶۔۱۴۷	"	تکبر کرنے والے اللہ کی رحمت سے محروم	۴۳۴
۲۴۹	۷۱۹	۱۴۸۔۱۴۹	"	حضرت موسیٰ کی قوم نے بچھڑے کو معبود بنالیا	۴۳۶
۲۵۰	۷۲۰	۱۵۰۔۱۵۱	"	حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں اپنی قوم کے پاس آئے	۴۳۸
۲۵۱	۷۲۱	۱۵۲۔۱۵۳	"	غیر اللہ کی عبادت اللہ کے غضب اور ذلت کا سبب	۴۴۰
۲۵۲	۷۲۲	۱۵۴۔۱۵۵	"	ستر لوگوں کا انتخاب	۴۴۲
۲۵۳	۷۲۳	۱۵۶	"	میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے	۴۴۵
۲۵۴	۷۲۴	۱۵۷	"	تورات وانجیل میں رسولِ رحمت ﷺ کا ذکرِ خیر	۴۴۶
۲۵۵	۷۲۵	۱۵۸	"	اللہ کے نبی ﷺ کی اتباع میں ہی ہدایت ہے	۴۴۹

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۲۵۶	۷۲۶	۱۵۹	الاعراف	قومِ موسیٰ کے کچھ لوگ نیک تھے	۴۵۱
۲۵۷	۷۲۷	۱۶۰	"	بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے انعامات	۴۵۲
۲۵۸	۷۲۸	۱۶۱۔۱۶۲	"	بنی اسرائیل پر اللہ کا عذاب	۴۵۴
۲۵۹	۷۲۹	۱۶۳	"	ہفتہ کے دن کے ذریعہ بنی اسرائیل کی آزمائش	۴۵۶
۲۶۰	۷۳۰	۱۶۴	"	شاید کہ نصیحت سے وہ لوگ پرہیزگار بن جائیں	۴۵۸
۲۶۱	۷۳۱	۱۶۵۔۱۶۶	"	ذلیل بندر بن جاؤ	۴۵۹
۲۶۲	۷۳۲	۱۶۷	"	یہودیوں پر اللہ کی جانب سے عذاب دینے والا مسلط	۴۶۰
۲۶۳	۷۳۳	۱۶۸	"	ہم نے یہودیوں کو مختلف جماعتوں میں بانٹ دیا	۴۶۲
۲۶۴	۷۳۴	۱۶۹	"	آخرت کا گھر متقیوں کے لیے	۴۶۳
۲۶۵	۷۳۵	۱۷۰	"	اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے	۴۶۵
۲۶۶	۷۳۶	۱۷۱	"	جو ہم نے تم کو دیا اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو	۴۶۶
۲۶۷	۷۳۷	۱۷۲۔تا۔۱۷۴	"	اللہ کا اولادِ آدم سے عہد	۴۶۸
۲۶۸	۷۳۸	۱۷۵۔۱۷۶	"	اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کی مثال	۴۷۰
۲۶۹	۷۳۹	۱۷۷۔۱۷۸	"	ہدایت وضلالت اللہ کے ارادے پر موقوف ہے	۴۷۲
۲۷۰	۷۴۰	۱۷۹	"	دل، آنکھ اور کان ہیں مگر!	۴۷۳
۲۷۱	۷۴۱	۱۸۰۔۱۸۱	"	اللہ کے بہت اچھے نام ہیں	۴۷۶
۲۷۲	۷۴۲	۱۸۲۔تا۔۱۸۴	"	میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں	۴۷۸
۲۷۳	۷۴۳	۱۸۵۔۱۸۶	"	آخر وہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟	۴۸۰
۲۷۴	۷۴۴	۱۸۷	"	قیامت بہت بھاری چیز ہے	۴۸۱
۲۷۵	۷۴۵	۱۸۸	"	میں کسی نفع وضرر کا خود اپنے لئے اختیار نہیں رکھتا	۴۸۴
۲۷۶	۷۴۶	۱۸۹۔۱۹۰	"	وہی ہے اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا	۴۸۵
۲۷۷	۷۴۷	۱۹۱۔تا۔۱۹۳	"	کیا تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو معبود بناتے ہو؟	۴۸۸
۲۷۸	۷۴۸	۱۹۴۔۱۹۵	"	یہ باطل معبود تمہاری ہی طرح کی مخلوق ہیں	۴۹۰

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۲۷۹	۷۴۹	۱۹۶_تا_۱۹۸	الاعراف	میرا کارساز تو اللہ ہی ہے جس نے کتاب نازل کی	۴۹۱
۲۸۰	۷۵۰	۱۹۹_۲۰۰	"	درگزر کیا کرو اور نیکی کا حکم کرو	۴۹۴
۲۸۱	۷۵۱	۲۰۱_۲۰۲	"	اللہ کا ذکر شیطانی وسوسوں سے بچنے کا ذریعہ	۴۹۶
۲۸۲	۷۵۲	۲۰۳	"	میں تو وحی کی اتباع کرتا ہوں	۴۹۷
۲۸۳	۷۵۳	۲۰۴	"	قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو	۴۹۹
۲۸۴	۷۵۴	۲۰۵_۲۰۶	"	دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کرو	۵۰۰
۲۸۵	۷۵۵	۱	الانفال	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو	۵۰۳
۲۸۶	۷۵۶	۲_۴	"	قرآنِ مجید کی تلاوت سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے	۵۰۵
۲۸۷	۷۵۷	۵_۶	"	جنگِ بدر کے حالات	۵۰۷
۲۸۸	۷۵۸	۷_۸	"	حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کردے	۵۱۰
۲۸۹	۷۵۹	۹_۱۰	"	میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا	۵۱۲
۲۹۰	۷۶۰	۱۱_۱۲	"	میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کردوں گا	۵۱۵
۲۹۱	۷۶۱	۱۳_۱۴	"	اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کا انجام	۵۱۷
۲۹۲	۷۶۲	۱۵_۱۶	"	میدانِ جنگ میں پیٹھ نہ دکھاؤ	۵۱۹
۲۹۳	۷۶۳	۱۷_۱۸	"	وہ مٹی اللہ نے پھینکی تھی	۵۲۱
۲۹۴	۷۶۴	۱۹	"	اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے	۵۲۳
۲۹۵	۷۶۵	۲۰_۲۱	"	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو	۵۲۵
۲۹۶	۷۶۶	۲۲_۲۳	"	اللہ کے نزدیک بدترین جانور	۵۲۶
۲۹۷	۷۶۷	۲۴_۲۵	"	اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کرو	۵۲۷
۲۹۸	۷۶۸	۲۶	"	کمزوری و ناتوانی کی حالت میں اللہ کی مدد	۵۲۹
۲۹۹	۷۶۹	۲۷	"	خیانت سے بچنے کا حکم	۵۳۱
۳۰۰	۷۷۰	۲۸	"	مال اور اولاد آزمائش کا ایک ذریعہ	۵۳۳
۳۰۱	۷۷۱	۲۹	"	تقویٰ کفارۂ سیِّات اور مغفرت کا سبب	۵۳۵

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۳۰۲	۷۷۲	۳۰	الانفال	جب کافر منصوبے بنارہے تھے	۵۳۶
۳۰۳	۷۷۳	۳۱_۳۲	"	قرآن کے بارے میں کفار کا قول	۵۳۹
۳۰۴	۷۷۴	۳۳_۳۴	"	عذابِ الٰہی سے بچنے کا فارمولہ	۵۴۱
۳۰۵	۷۷۵	۳۵_۳۶	"	کفر سببِ عذاب ہے	۵۴۴
۳۰۶	۷۷۶	۳۷_۳۸	"	کافروں کیلئے اللہ کی طرف سے ایک موقع	۵۴۶
۳۰۷	۷۷۷	۳۹_۴۰	"	فساد کو ختم کرنے تک لڑنے کا حکم	۵۴۸
۳۰۸	۷۷۸	۴۱	"	مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا حکم	۵۴۹
۳۰۹	۷۷۹	۴۲	"	جسے زندہ رہنا ہو وہ واضح دلیل دیکھ کر زندہ رہے	۵۵۱
۳۱۰	۷۸۰	۴۳_۴۴	"	اللہ نے کافروں کی تعداد کو کم کرکے دکھایا تاکہ تم ہمت نہ ہارو	۵۵۳
۳۱۱	۷۸۱	۴۵_۴۶	"	کثرتِ ذکر ثابت قدمی اور کامیابی کا باعث	۵۵۵
۳۱۲	۷۸۲	۴۷_۴۸	"	شیطان نے کافروں کے بُرے اعمال کو مزین کرد کھایا	۵۵۷
۳۱۳	۷۸۳	۴۹_تا_۵۱	"	کافروں کی جان نکالنے کا منظر	۵۶۰
۳۱۴	۷۸۴	۵۲_تا_۵۴	"	ہم نے آلِ فرعون کو غرق کردیا	۵۶۳
۳۱۵	۷۸۵	۵۵_تا_۵۷	"	سب سے بدتر مخلوق کون؟	۵۶۵
۳۱۶	۷۸۶	۵۸_تا_۶۰	"	اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے	۵۶۶
۳۱۷	۷۸۷	۶۱_تا_۶۳	"	اگر کوئی صلح پیش کرے تو اسے قبول کرلیں	۵۶۹
۳۱۸	۷۸۸	۶۴_تا_۶۶	"	بیس ثابت قدم آدمی دو سو پر بھاری	۵۷۱
۳۱۹	۷۸۹	۶۷	"	اللہ تمہارے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے	۵۷۳
۳۲۰	۷۹۰	۶۸_۶۹	"	انسان وہی پاتا ہے جو مقدر میں لکھا ہوتا ہے	۵۷۵
۳۲۱	۷۹۱	۷۰_۷۱	"	اگر تمہارے دلوں میں نیکی ہے	۵۷۷
۳۲۲	۷۹۲	۷۲_۷۳	"	مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے وارث ہیں	۵۸۰
۳۲۳	۷۹۳	۷۴_۷۵	"	حقیقی مومن کون ہے؟	۵۸۳

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۳۲۴	۷۹۴	۱_۲	التوبہ	مشرکوں کو چار مہینے کی مہلت	۵۸۵
۳۲۵	۷۹۵	۳_۴	"	اللہ کا حکم مشرکوں کے لیے	۵۸۷
۳۲۶	۷۹۶	۵_۶	"	مشرکوں سے متعلق مسلمانوں کو ہدایات	۵۸۹
۳۲۷	۷۹۷	۷_۸	"	کس قسم کا عہد پورا کیا جائے	۵۹۲
۳۲۸	۷۹۸	۹_۱۲	"	سب سے بُرا عمل اللہ کے نزدیک	۵۹۵
۳۲۹	۷۹۹	۱۳_تا_۱۵	"	اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو	۵۹۷
۳۳۰	۸۰۰	۱۶_تا_۱۸	"	کیا آزمائش کے بغیر جنت میں داخلہ ہو جائے گا؟	۶۰۰
۳۳۱	۸۰۱	۱۹_تا_۲۲	"	کونسا عمل اللہ کے نزدیک بڑا اجر والا ہے؟	۶۰۴
۳۳۲	۸۰۲	۲۳_۲۴	"	سب سے زیادہ محبت کس سے ہونی چاہئے؟	۶۰۶
۳۳۳	۸۰۳	۲۵_تا_۲۷	"	جنگِ حنین کے موقع پر اللہ کی مدد	۶۰۹
۳۳۴	۸۰۴	۲۸_۲۹	"	اگر تم کو مفلسی کا خوف ہے تو!	۶۱۲
۳۳۵	۸۰۵	۳۰_۳۱	"	یہود و نصاریٰ کا شرک	۶۱۵
۳۳۶	۸۰۶	۳۲_۳۳	"	اللہ کے نور کو مٹانا ناممکن ہے	۶۱۸
۳۳۷	۸۰۷	۳۴_۳۵	"	یہود و نصاریٰ کے علماء اور مشائخین کا انجام	۶۲۱
۳۳۸	۸۰۸	۳۶	"	مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک کتنی ہے؟	۶۲۴
۳۳۹	۸۰۹	۳۷	"	اللہ کی مقررہ ترتیب کو الٹنے کا انجام	۶۲۷
۳۴۰	۸۱۰	۳۸	"	کیا تم دنیوی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟	۶۲۸
۳۴۱	۸۱۱	۳۹_۴۰	"	اللہ کی نصرتوں کا بیان	۶۳۰
۳۴۲	۸۱۲	۴۱_۴۳	"	منافقوں کی حالتوں کا بیان	۶۳۴
۳۴۳	۸۱۳	۴۴_۴۵	"	آپ سے کون اجازت مانگتے ہیں؟	۶۳۷
۳۴۴	۸۱۴	۴۶_۴۷	"	منافقوں کا جہاد میں نکلنا اللہ نے پسند نہیں کیا	۶۳۹
۳۴۵	۸۱۵	۴۸_تا_۵۰	"	ایک منافق کا واقعہ کہ جس نے نہ چلنے کی اجازت مانگی	۶۴۱
۳۴۶	۸۱۶	۵۱_۵۲	"	جو مقدر میں ہے وہی ملتا ہے	۶۴۳

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۳۴۷	۸۱۷	۵۳_تا_۵۵	التوبہ	منافقوں کا صدقہ قابلِ قبول نہیں	۶۴۶
۳۴۸	۸۱۸	۵۶_۵۷	"	یہ منافق تم میں سے نہیں ہیں	۶۴۹
۳۴۹	۸۱۹	۵۸_۵۹	"	طعنہ دینا منافقوں کی خصلت ہے	۶۵۰
۳۵۰	۸۲۰	۶۰	"	زکوٰۃ کے اصل مستحق یہ ہیں	۶۵۳
۳۵۱	۸۲۱	۶۱_۶۲	"	رسول ﷺ کو تکلیف دینے کا انجام	۶۵۷
۳۵۲	۸۲۲	۶۳_۶۴	"	جہنم میں داخلہ رسوائی کا سبب	۶۶۰
۳۵۳	۸۲۳	۶۵_۶۶	"	منافقوں کا عذر قابلِ قبول نہیں	۶۶۱
۳۵۴	۸۲۴	۶۷_۶۸	"	منافقین ایک دوسرے کے دوست ہیں	۶۶۳
۳۵۵	۸۲۵	۶۹	"	منافقوں کے اعمال اکارت ہو گئے	۶۶۶
۳۵۶	۸۲۶	۷۰	"	گزری قوموں کے واقعات نصیحت کا سبب	۶۶۸
۳۵۷	۸۲۷	۷۱	"	نیک کام کرنا اور برائیوں سے روکنا مومنوں کی شان	۶۷۰
۳۵۸	۸۲۸	۷۲	"	مومنوں سے جنت کا وعدہ	۶۷۳
۳۵۹	۸۲۹	۷۳_۷۴	"	اگر وہ توبہ کرلیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے	۶۷۵
۳۶۰	۸۳۰	۷۵_۷۶	"	اللہ نے اپنے فضل سے نوازا تو بخل کرنے لگے	۶۷۹
۳۶۱	۸۳۱	۷۷_۷۸	"	اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرنے کا انجام	۶۸۰
۳۶۲	۸۳۲	۷۹_۸۰	"	منافقوں کے حق میں رسولِ رحمت ﷺ کا استغفار بے فائدہ	۶۸۱
۳۶۳	۸۳۳	۸۱_۸۲	"	غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے منافقوں کا حال	۶۸۴
۳۶۴	۸۳۴	۸۳	"	منافقوں کو جہاد میں نہ لے جانے کا حکم	۶۸۶
۳۶۵	۸۳۵	۸۴_۸۵	"	منافق کی نماز جنازہ مت پڑھیئے	۶۸۷
۳۶۶	۸۳۶	۸۶_۸۷	"	ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں	۶۸۹
۳۶۷	۸۳۷	۸۸_۸۹	"	ایمان اور جہاد کی فضیلت	۶۹۱
۳۶۸	۸۳۸	۹۰_تا_۹۲	"	حقیقی معذور اور بناوٹی معذور کون ہیں؟	۶۹۳
۳۶۹	۸۳۹	۹۳	"	طاقت کے باوجود جہاد میں نہ جانے کا انجام	۶۹۵

سلسلہ نمبر	درس نمبر	آیت نمبر	نام سورت	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷۰	۸۴۰	۹۴	التوبہ	آپ کہہ دیجئے کہ عذر مت کرو	۶۹۶
۳۷۱	۸۴۱	۹۵۔۹۶	"	جھوٹی قسم ناراضگی کا سبب	۶۹۹
۳۷۲	۸۴۲	۹۷۔۹۸	"	منافق دیہاتیوں کی عادتوں کا ذکر	۷۰۰
۳۷۳	۸۴۳	۹۹	"	اللہ ان کو عنقریب رحمت میں داخل کرے گا	۷۰۳
۳۷۴	۸۴۴	۱۰۰	"	ہجرت میں سبقت کرنے پر اللہ کے انعام	۷۰۴
۳۷۵	۸۴۵	۱۰۱	"	منافقوں پر دوہرا عذاب	۷۰۶
۳۷۶	۸۴۶	۱۰۲	"	غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے مومنوں کا ذکر	۷۰۹
۳۷۷	۸۴۷	۱۰۳۔۱۰۴	"	غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے مومنوں کے صدقات کا حکم	۷۱۱
۳۷۸	۸۴۸	۱۰۵۔۱۰۶	"	ان سے کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ	۷۱۳
۳۷۹	۸۴۹	۱۰۷	"	مسجدِ ضرار بنانے کا مقصد	۷۱۶
۳۸۰	۸۵۰	۱۰۸۔تا۔۱۱۰	"	مسجد تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کی جائے	۷۱۸
۳۸۱	۸۵۱	۱۱۱	"	اللہ نے مومنوں کے جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے	۷۲۱
۳۸۲	۸۵۲	۱۱۲	"	مومنوں کے اوصاف	۷۲۳
۳۸۳	۸۵۳	۱۱۳۔۱۱۴	"	مشرکین کیلئے استغفار کی ممانعت	۷۲۵
۳۸۴	۸۵۴	۱۱۵۔۱۱۶	"	اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے	۷۲۷
۳۸۵	۸۵۵	۱۱۷	"	اللہ تعالیٰ نے پیغمبر، مہاجرین وانصار پر مہربانی فرمائی	۷۲۹
۳۸۶	۸۵۶	۱۱۸۔۱۱۹	"	وہ تین صحابہ جو جنگِ تبوک میں شریک نہیں ہوئے	۷۳۲
۳۸۷	۸۵۷	۱۲۰	"	اللہ کی راہ میں نکلنے کا اجر	۷۳۸
۳۸۸	۸۵۸	۱۲۱۔۱۲۲	"	اللہ کی راہ میں مشقتیں اُٹھانے پر اجر	۷۴۰
۳۸۹	۸۵۹	۱۲۳۔۱۲۴	"	کافروں سے قتال کا حکم	۷۴۳
۳۹۰	۸۶۰	۱۲۵۔۱۲۶	"	دل میں نفاق کا ہونا کفر کی علامت	۷۴۴
۳۹۱	۸۶۱	۱۲۷	"	اللہ کے حکم کو نظر انداز کرنا دل کی تباہی کا ذریعہ	۷۴۵
۳۹۲	۸۶۲	۱۲۸۔۱۲۹	"	کہہ دیجئے کہ اللہ میرے لئے کافی ہے	۷۴۶

عام فہم درسِ قرآن سے متعلق اکابر علماء کرام کے تاثرات کے اقتباسات

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا صغیر احمد خان رشادی صاحب دامت برکاتہم

امیر شریعت کرناٹک، مہتمم وشیخ الحدیث دار العلوم سبیل الرشاد، بنگلور

الحمدللہ، مولانا غیاث احمد صاحب رشادی جونہایت جید عالمِ دین ہیں، کئی فنون پر عبور رکھتے ہیں، اللہ نے ان کو ہر فن میں گیرائی وگہرائی عطا فرمائی ہے، تقریر اور تحریر میں ایک خاص ملکہ رکھتے ہیں، ان کی بیسیوں تصنیفات اس پر دلالت کرتی ہیں اور تقریر بھی بہت پُر مغز اور تحقیقی ہوتی ہے، بے سند باتوں سے پاک۔ ان کی یہ کتاب ''عام فہم درسِ قرآن'' جو سلسلہ وار دروسِ قرآن کا مجموعہ ہے، بہت لاجواب ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن مفتاحی صاحب دامت برکاتہم

صدر مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ وآندھرا وسرپرست منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ مولانا غیاث احمد رشادی صاحب نے ''عام فہم درسِ قرآن'' کو مرتب فرما کر شائع فرمانے کا ارادہ فرمایا ہے۔ کہیں کہیں سے دیکھا بہت مفید پایا ہے۔ مختصر درس ہونے کے سبب ہر گھر میں اس کے سننے سنانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

خطیبِ بے مثال حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت برکاتہم

ناظم جامعہ اشرف العلوم حیدرآباد تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے دوست مولانا غیاث احمد رشادی زید فضلہ ماشاء اللہ اپنی رفاہی اور سماجی خدمات کے وسیع وعریض سلسلے کے باوجود تعلیمی وتبلیغی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتے رہے ہیں۔ انہوں نے قرآنِ مجید سے عوام الناس کے بہ سہولت استفادہ کرنے کے لئے ایک سلسلہ شروع کیا تھا جسے اب کتابی شکل میں بھی مرتب کر کے مزید سہولت بہم پہنچادی ہے۔ میں نے اس تفسیر کو مختصراً ملاحظہ کیا اور اسے آسان عام فہم معتبر اور مؤثر پایا؛ حق تعالیٰ مولانا موصوف کو بہترین اجر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب مدظلہ

استاذ دار العلوم حیدرآباد وخلیفہ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب دامت برکاتہم

مؤلفِ کتاب مولانا غیاث احمد رشادی صاحب محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ ان کا کام ان کے نام سے زیادہ لوگوں میں متعارف ہے۔ لوگ انہیں ان کی ہمہ جہت خدمات کے حوالہ سے خوب جانتے ہیں۔ علمی کام اور انتظامی مصروفیات بہت کم ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں، لیکن مولانا غیاث احمد رشادی صاحب ان دونوں کا حسین سنگم ہیں۔ ایک طرف صفا بیت المال جیسے کل ہند نوعیت کے بافیض ادارہ کے وہ صدر ہیں جس کی خدمات کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ دوسری جانب وہ ایک کہنہ مشق مؤلف بھی ہیں جنہوں نے تاحال ایک سو سے زائد علمی واصلاحی کتابیں تحریر کی ہیں۔ انتظامی مصروفیات کے ساتھ وہ علمی کاموں کے لئے بھی خوب وقت نکالتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح ان کے ادارے صفا بیت المال نے پورے ملک میں قبولیت حاصل کر لی ہے اسی طرح ان کا یہ تفسیری مجموعہ بھی قبولِ عام حاصل کرے گا۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محترم کے فیض کو عام وتمام فرمائے اور ان کی اس علمی کاوش کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

عرضِ مؤلف

الحمدلله الذی انزل علیٰ عبده الکتب والصلوٰة والسلام علیٰ من انزل علیه الکتاب

ماہِ جون ۲۰۲۰ء م شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ عام فہم درسِ قرآن جلد اول زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں کی رونق بن گئی، اس طرح میری بڑی تمناؤں میں سے ایک اہم تمنا کا ایک حصہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ عام فہم درسِ قرآن جلد اول سورۂ بقرہ تا سورۂ نساء جس سے آپ نے یقیناً استفادہ کیا۔ جلد اول کے دو ہزار نسخے ملک کی مختلف ریاستوں کے متعدد شائقین وقارئین تک پہنچ گئے۔ الحمدللہ، ملک کے ممتاز اکابر علماء کرام نے اس نہج کی تفسیر کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا اور اپنے زرین تاثرات کا اظہار بھی فرمایا۔ امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا صغیر احمد خان رشادی صاحب شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ جمال الرحمٰن صاحب مفتاحی سرپرست منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا، حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد، حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب خلیفہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب نے تقریظی کلمات سے نوازا اور احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی جو جلد اول کے ابتدائی صفحات میں درج ہیں۔ جلد دوم میں ان تاثرات کے صرف اقتباسات شامل ہیں۔ عوام نے بھی اس کی افادیت کو محسوس کیا اور گھروں میں روزانہ سننے سنانے کا معمول بھی بن چکا ہے۔ مساجد کے ائمہ کرام نے اپنی اپنی مساجد میں بطور درس قرآن اس کتاب کو پڑھنے کا سلسلہ جاری کیا۔ منبر ومحراب فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شہر حیدرآباد کے تقریباً ساٹھ مراکز نسوان میں بطورِ نصاب پڑھایا جارہا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار خواتین اس سے استفادہ کررہی ہیں۔ نیز تلنگانہ اور کرناٹک کے بعض اضلاع میں بھی مراکزِ نسوان میں عام فہم درسِ قرآن نصاب میں داخل ہے۔

متعدد مقامات سے عام فہم درسِ قرآن کی دوسری جلد کے تقاضے آنے لگے ہیں۔ عام فہم درسِ قرآن سہل انداز میں تحریر کی گئی ہے، لفظی ترجمہ اور ترجمہ کے بعد اس درس سے متعلق آیات میں کتنی باتیں بیان کی گئی ہیں اس کو واضح انداز میں لکھا گیا ہے۔ نیز سہل انداز میں آیات کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ عام آدمی بھی آسانی سے سمجھ جائے۔

عام فہم درسِ قرآن کی دوسری جلد سورۃ المائدہ، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۃ الرعد، سورۂ ابراہیم، سورۃ الحجر، سورۃ النحل، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف پر مشتمل ہوگی جو زیر تالیف ہے، ان شاء اللہ بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اس طرح تقریباً ہر پانچ پاروں کی ایک جلد ہوگی اور مکمل چھ جلدوں میں عام فہم درسِ قرآن مکمل ہوگی۔

واضح ہو کہ احقر نے ۲۳ رفروری ۲۰۱۷ء کو یوٹیوب چینل پر روزانہ درسِ قرآن **Daily Dars-e-Quran** کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا۔ الحمد للہ، اس وقت سے اب تک بلا ناغہ یوٹیوب چینل پر درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے جس کو اس لنک پر سرچ کیا جا سکتا ہے: **www.youtube.com/c/MoulanaGayasAhmedRashadi**

الحمد للہ اب تک تقریباً گیارہ سو پچاس درس مکمل ہو چکے ہیں۔ جس طرح عام فہم درسِ قرآن کی پہلی جلد کی اشاعت میں میرے ہمدرد و محسن محترم ڈاکٹر امجد حسین صاحب نے تعاون فرمایا اسی طرح جلد دوم کی اشاعت میں بھی ڈاکٹر صاحب کا خصوصی تعاون رہا، یوں تو ڈاکٹر امجد حسین صاحب کا تعلق احقر سے تقریباً تیس سال سے ہے جنہوں نے علمی و رفاہی کاموں میں بالعموم میری تالیف کردہ دینی کتابوں کی اشاعت میں بالخصوص ہمیشہ ہی تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی جمیع خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

میں جمیع مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اپنے گھروں میں ''عام فہم درسِ قرآن'' کی تعلیم کا سلسلہ شروع کریں۔ ایک وقت مقرر کرلیں اور روزانہ ایک درسِ قرآن اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر پڑھیں۔ قرآنِ مجید کی تلاوت جس طرح ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ہم قرآنِ مجید کو سمجھ کر پڑھیں اور اس پر غور و تدبر کریں اور اس پر عمل بھی کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور میرے لئے اس کاوش کو ذخیرۂ آخرت بنادے اور میرے لئے کفارۂ سیأت بنادے۔ آمین

عاجز و عاصی

خادمِ قرآن

غیاث احمد رشادی

عام فہم درسِ قرآن کی یہ خصوصیات ہیں:

۱۔ایک درس میں عموماً ایک آیت یا دو آیتیں یا تین آیتیں لی گئی ہیں۔

۲۔سورۂ فاتحہ سے تسلسل کے ساتھ سورۂ ناس تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

۳۔ ہر آیت میں موجودہ تمام الفاظ کا لفظی ترجمہ بھی لکھا گیا ہے تاکہ استفادہ کرنے والے کو ہر لفظ کا ترجمہ بھی واضح طور پر معلوم ہو۔

۴۔لفظی ترجمہ کے بعد ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔درس میں جتنی آیتیں لی گئی ہیں ان آیتوں میں کتنی باتیں بتلائی گئی ہیں نمبر وار ان باتوں کو واضح انداز میں تحریر کیا گیا ہے تاکہ استفادہ کرنے والے کو احکامِ الٰہی واضح طور پر معلوم ہو جائیں۔

۶۔آیتوں کی تشریح عام فہم انداز اور آسان زبان میں کی گئی ہے۔

۷۔تفسیر و تشریح میں علمی دقائق اور پیچیدہ اختلافی اقوال سے گریز کیا گیا ہے۔اس دور میں قاری کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ ان تمام اختلافی امور میں غور کرے۔

۸۔جن آیتوں کی تشریح کی جارہی ہے ان آیات سے متعلقہ موضوع والی آیتیں جو قرآنِ مجید میں دوسری جگہ موجود ہیں عموماً ایک دو آیتوں کو ترجمہ اور حوالہ کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے تاکہ اس آیت کے سمجھنے میں قاری کو آسانی ہو اور مضمون بھی واضح ہو۔

۹۔ہر درس کے آخر میں یا جہاں مناسب ہو درمیان ہی میں اس آیت سے ملنے والے سبق کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۱۰۔بعض ایسی آیتیں جن کا تعلق اقوام و احوال سے ہے وہاں ہمارے ملک بھارت کے مسلمانوں کو کچھ مفید اور اہم باتیں بتلادی گئی ہیں، مطالعہ کے دوران قاری کو اس کا علم و احساس ہوگا۔

سورۃ المائدۃ مَدَنِیَّۃٌ

یہ سورت سولہ رکوع اور ایک سو بیس آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر (۴۷۳) **معاہدوں کو پورا کرو** المائدہ:۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! أَوْفُوا تم پورا کرو بِالْعُقُودِ عہدوں کو أُحِلَّتْ حلال کر دیئے گئے ہیں لَكُم تمہارے لیے بَهِيمَةُ چوپائے الْأَنْعَامِ مویشی إِلَّا سوائے مَا ان کے جن کی يُتْلَىٰ تلاوت کی جائے گی عَلَيْكُمْ تم پر غَيْرَ مُحِلِّي اس حال میں کہ نہ حلال جاننے والے ہو الصَّيْدِ شکار کو وَأَنتُمْ جبکہ تم حُرُمٌ حالتِ احرام میں ہو إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ يَحْكُمُ فیصلہ کرتا ہے مَا جو يُرِيدُ چاہتا ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے معاہدوں کو پورا کرو۔ تمہارے لئے چرنے والے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں، بجز ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ مگر حالتِ احرام میں شکار کو حلال نہ جاننا۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔

۲۔ تمہارے لئے وہ چوپائے حلال کر دیئے گئے ہیں جو مویشیوں میں داخل ہوں سوائے ان کے جن کے بارے میں تمہیں پڑھ کر سنایا جائے گا بشرطیکہ جب تم احرام کی حالت میں ہو اس وقت شکار کو حلال نہ سمجھو۔

۳۔ اللہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ نزول کے اعتبار سے سورۂ مائدہ قرآن مجید کی سب سے آخری سورت ہے، اس لئے جو چیز تم اس میں حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور جس چیز کو حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو۔ (احمد: ۲۵۵۴۷/۱)

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ المائدہ اور سورۃ الفتح سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورتیں ہیں ۔(ترمذی: ۳۰۶۳)

ابو عبیدہ نے محمد بن کعب قرظی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سورۃ المائدہ مکہ اور مدینہ کے درمیان حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس وقت رسولِ رحمت ﷺ اونٹنی پر سوار تھے۔ وحی کے بوجھ سے جب اونٹنی کا کاندھا کھنے لگا تو رسولِ رحمت ﷺ اونٹنی سے اتر پڑے۔ (الدر المنثور)

سورۂ مائدہ کی پہلی آیت کا پہلا حکم ایمان والوں کو یہ دیا گیا کہ اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔ معاہدوں

سے وہ وعدے مراد ہیں جو قرآن مجید کے اوامر اور نواہی کی پابندی سے متعلق ہیں اور وہ وعدے بھی مراد ہیں جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان طے پاتے ہیں اور وہ معاہدے جو لوگوں کے درمیان آپس میں ہوں۔عقود عقد کی جمع ہے اور عقد کے معنیٰ ہیں وہ عہد جو مضبوط ہو۔اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اپنی آسمانی کتاب میں حلال قرار دیا اس کو حلال ماننا اور تسلیم کرنا اور جس چیز کو حرام قرار دیا اس کو حرام ماننا اور تسلیم کرنا یہ بھی عقود میں داخل وشامل ہے۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ اُحِلَّتُ لَکُم بَھِیمَۃُ الأَنعَامِ تمہارے لئے چوپائے حلال کردیئے گئے ہیں اس سے معلوم یہ ہوا کہ اونٹ گائے بکری وغیرہ حلال ہیں۔إِلَّا مَا یُتلٰی عَلَیکُم ہاں!وہ جانور حلال نہیں ہیں جن کی تلاوت کی جارہی ہے۔مردار جانور اور وہ جانور جن کو بتوں کی بھینٹ کے طور پر ذبح کیا گیا ہو یا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو یا چوٹ کے صدمہ سے مرے ہوئے جانور،کسی اونچی جگہ سے لڑھک کر گرنے کی وجہ سے مرے ہوئے جانور اور وہ چوپائے جن کا کچھ حصہ درندوں نے کھالیا ہو یہ سب حرام ہیں۔

تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ حالتِ احرام میں جب تم ہو تو شکار کو حلال مت سمجھو یعنی احرام کی حالت میں شکار کرنا حرام ہے۔یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس چیز کو چاہے حرام قرار دے۔

درس نمبر (٤٧٤) **اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو** المائدہ:٢

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّھرَ الحَرَامَ وَلَا الھَدیَ وَلَا القَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّینَ البَیتَ الحَرَامَ یَبتَغُونَ فَضلًا مِّن رَّبِّھِم وَرِضوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلتُم فَاصطَادُوا ؕ وَلَا یَجرِمَنَّکُم شَنَاٰنُ قَومٍ اَن صَدُّوکُم عَنِ المَسجِدِ الحَرَامِ اَن تَعتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَی البِرِّ وَالتَّقوٰی ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الاِثمِ وَالعُدوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیدُ العِقَابِ ۝٢ الربع

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یَا أَیُّھَا الَّذِینَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! لَا تُحِلُّوا نہ تم بے حرمتی کرو شَعَآئِرَ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں کی وَلَا الشَّھرَ الحَرَامَ اور نہ حرمت والے مہینے کی وَلَا الھَدیَ اور نہ حرم والی قربانی کی وَلَا القَلَآئِدَ اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی وَلَا آمِّینَ اور نہ قصد کرنے والوں کی البَیتَ الحَرَامَ بیت الحرام کی طرف یَبتَغُونَ وہ تلاش کرتے ہیں فَضلًا فضل مِّن رَّبِّھِم اپنے رب کا وَرِضوَانًا اور رضامندی وَإِذَا اور جب حَلَلتُم تم احرام کھول دو فَاصطَادُوا تو (اب) تم شکار کرسکتے ہو وَلَا یَجرِمَنَّکُم اور تمہیں آمادہ نہ کرے شَنَآنُ دشمنی قَومٍ کسی قوم کی أَن صَدُّوکُم اس وجہ سے کہ اس نے تم کو روک دیا تھا عَنِ المَسجِدِ الحَرَامِ مسجد حرام سے أَن تَعتَدُوا کہ تم زیادتی کرو وَتَعَاوَنُوا اور تم ایک دوسرے کی مدد کرو عَلَی البِرِّ نیکی (کے کاموں) پر وَالتَّقوٰی اور تقویٰ (کے کاموں پر) وَلَا تَعَاوَنُوا اور تم ایک دوسرے کی مدد نہ کرو عَلَی الإِثمِ گناہ پر وَالعُدوَانِ اور زیادتی (پر) وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ سے ڈرو

إِنَّ اللّٰهَ بےشک اللہ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ترجمہ: مومنو! اللہ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی جو اللہ کی نذر کر دیئے گئے ہوں کہ جن کے گلوں میں پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو حرمت والے گھر یعنی بیت اللہ کو جارہے ہوں اپنے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار بنے ہوئے اور جب احرام اتار دو تو پھر اختیار ہے کہ شکار کرو اور کچھ لوگوں کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم زیادتی کرنے لگو اور دیکھو نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دس باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو۔

۲۔ حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی مت کرو۔

۳۔ قربانی کے لئے حرم لے جائے جانے والے جانوروں کی بے حرمتی مت کرو۔

۴۔ اور نہ ان جانوروں کی بے حرمتی کرو جن جانوروں کے گلے میں پٹے پڑے ہوں۔

۵۔ اور نہ ان لوگوں کی بے حرمتی کرو جو اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر بیت اللہ کا ارادہ کر کے جارہے ہوں۔

۶۔ جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

۷۔ کسی قوم کے ساتھ تمہاری یہ دشمنی کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا تمہیں وہ دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو۔

۸۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔

۹۔ گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔

۱۰۔ اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ شریح بن ضبیعہ کندی یمامہ سے مدینہ منورہ کے باہر آیا اس نے اپنے ان ساتھیوں کو جو گھوڑوں پر سوار تھے مدینہ منورہ کے باہر چھوڑ دیا اور تنہا رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا میں لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دیتا ہوں اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی دعوت دیتا ہوں، کہنے لگا کہ یہ تو اچھی بات ہے مگر میرے چند امراء ہیں میں ان کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا امید ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا اور ان کو بھی ساتھ لے آؤں گا اس کے آنے سے پہلے ہی رسولِ رحمت ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرما دیا تھا کہ ایک آدمی آرہا ہے جو شیطان کی زبان سے بات کرے گا جب وہ چلا گیا تو رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ کافر کا چہرہ لے کر داخل ہوا اور دھوکہ

باز کے پاؤں کے ذریعہ باہر چلا گیا اور یہ شخص مسلمان نہیں ہے جب یہ شخص مدینہ سے باہر نکلا تو وہاں جو جانور اونٹ وغیرہ چر رہے تھے انہیں لے کر چلا گیا صحابہ کرامؓ نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ اسے پکڑ نہ سکے، اسکے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ جب رسول رحمت ﷺ عمرۃ القضاء کے موقع پر تشریف لے جا رہے تھے تو یمامہ کے حجاج کے تلبیہ کی آواز سنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ حُطَم ہے اور اس کے ساتھی ہیں (یعنی وہی شخص شریح بن ضبیعہ کندی ہے) ان لوگوں نے ان جانوروں کے گلے میں قلادے یعنی پٹے ڈال رکھے تھے جو مدینہ کے باہر چرنے والے جانوروں میں سے لوٹ کر لے گئے تھے اور ان جانوروں کو کعبۃ اللہ کی طرف لے جا رہے تھے اور اس کے ساتھ بہت سارا تجارت کا سامان بھی تھا صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ حُطَم جا رہا ہے حج کے لئے نکلا ہے آپ اجازت دیجئے ہم اس کو لوٹ لیں، رسول رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ان جانوروں کو قلادہ ڈال رکھا ہے لہٰذا ان کا لوٹنا سہی نہیں ہے، صحابہ کرامؓ نے فرمایا یہ کام تو ہم جاہلیت میں کیا کرتے تھے؟ رسول رحمت ﷺ نے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا گیا کہ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ (تفسیر بغوی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شعائر اللہ سے مناسکِ حج مراد ہیں۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے اللہ تعالیٰ کے حدود اور اوامر ونواہی اور فرائض مراد ہیں، سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ کہ جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ قلوب کے تقویٰ کی بات ہے۔

اسی طرح الشَّهْرَ الْحَرَامَ یعنی حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی سے بھی منع کیا گیا یعنی ان مہینوں میں جنگ کرنے سے روکا گیا، اسی طرح ھدی کی بے حرمتی سے بھی منع کیا گیا، ھدی وہ جانور ہے جو کعبۃ اللہ کی طرف لے جایا جائے اور حدودِ حرم میں اللہ کی رضا کے لئے ذبح کر دیا جائے، اسی طرح قلائد کی بے حرمتی سے بھی منع کیا گیا، قلائد قلادہ کی جمع ہے یعنی ھدی کے جانوروں کے گلوں میں جو پٹے ڈالے جاتے ہیں ان کی بے حرمتی سے بھی منع کیا گیا کہ ایسے جانوروں کو لُوٹا نہ جائے، اسی طرح جو لوگ بیت اللہ کا ارادہ کر کے جا رہے ہوں ان کی بھی بے حرمتی نہ کی جائے اس میں حج یا عمرہ کی نیت سے جانے والے بھی مراد ہیں۔ اگر کوئی حج یا عمرہ کی نیت سے جا رہا ہو تو اس کو بھی روکا نہیں جائے گا اور نہ ہی اس کو لُوٹا جائے گا اس لئے کہ یہ حج یا عمرہ کے لئے جانے والے افراد اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر جا رہے ہیں۔

ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ ۶ ہجری کو جب رسولِ رحمت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کیلئے تشریف لے جا رہے تھے تو حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو روک دیا اور آپ ﷺ جانور ذبح کر کے وہیں احرام سے نکل گئے اور مشرکینِ مکہ سے صلح کر لی۔ پھر آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا تو یہ وہ وقت تھا کہ صحابہ کرامؓ ان مشرکینِ مکہ سے انتقام لے سکتے تھے، مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس انتقام اور ظلم وزیادتی سے روک دیا اور ارشاد فرمایا کہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روک دیا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو۔

کس قدر پیاری تعلیمات ہیں رب ذوالجلال اور محسنِ انسانیت ﷺ کی کہ دشمن کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی اور بے انصافی سے روکا گیا اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ہم ایک دوسرے کی مدد کیا کریں اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد سے گریز کریں۔

اس معاملہ میں وسعتِ ظرفی کی ضرورت ہے کہ ہم دین کے مختلف شعبہ جات میں جو تنظیمیں یا افراد نیکی کے کام انجام دے رہے ہیں ہم ان کے رفیق اور معاون بنیں اور اپنی طرف سے جس قدر ممکن ہو تعاون کریں جب ہم دوسروں کے اچھے کاموں میں مدد کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوں تو دوسرے سے مدد ملنے کی توقع اور امید بھی نہ رکھیں۔

درس نمبر (۴۷۵) **تم پر یہ چیزیں حرام ہیں** المائدہ: ۳ (الف)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ ۗ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: حُرِّمَتْ حرام کیا گیا عَلَيْكُمْ تم پر الْمَيْتَةُ مردہ جانور وَالدَّمُ اور خون وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اور سور کا گوشت وَمَا اور وہ (جانور) کہ أُهِلَّ نام پکارا جائے لِغَيْرِ اللّٰهِ غیراللہ کا بِهٖ اس پر وَالْمُنْخَنِقَةُ اور گلا گھٹنے سے مرجانے والا وَالْمَوْقُوْذَةُ اور چوٹ لگنے سے مرجانے والا وَالْمُتَرَدِّيَةُ اور گر کر مرنے والا وَالنَّطِيْحَةُ اور جو کسی کے سینگ سے مرجائے وَمَا اور جس کو أَكَلَ کھاجائیں السَّبُعُ درندے إِلَّا مگر مَا جس کو ذَكَّيْتُمْ تم ذبح کرلو وَمَا اور جو (جانور) ذُبِحَ ذبح کیا جائے عَلَى النُّصُبِ تھانوں پر وَأَن تَسْتَقْسِمُوا اور یہ کہ تم قسمت معلوم کرو بِالْأَزْلَامِ فال کے تیروں کے ساتھ ذَالِكُمْ یہ سب فِسْقٌ گناہ (کے کام) ہیں

ترجمہ: تم پر مرا ہوا جانور اور بہتا لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مرجائے اور جو چوٹ لگ کر مرجائے اور جو گر کر مرجائے اور جو سینگ لگ کر مرجائے یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں۔ مگر جس کو تم مرنے سے پہلے ذبح کرلو اور وہ جانور بھی جو غیراللہ کے آستانے پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پاسوں سے قسمت معلوم کرو یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

تشریح: اس آیت کے پہلے حصہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ تم پر یہ چیزیں حرام ہیں:

(۱) مردار جانور حرام ہے (۲) خون حرام ہے (۳) سور کا گوشت حرام ہے (۴) وہ جانور حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو (۵) وہ جانور حرام ہے جو گلا گھٹنے سے مرا ہو (۶) وہ جانور حرام ہے جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو (۷) وہ جانور حرام ہے جو اوپر سے گر کر مرا ہو (۸) وہ جانور حرام ہے جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا ہو (۹) وہ جانور حرام ہے جسے کسی درندے نے کھالیا ہو ہاں! اگر اس کے مرنے سے پہلے تم نے اس کو ذبح

کر دیا ہو تو حلال ہے (۱۰) وہ جانور حرام ہے جسے بتوں کی قربان گاہ پر ذبح کیا گیا ہو (۱۱) جوے کے تیروں سے گوشت وغیرہ تقسیم کرنا بھی حرام ہے۔

۲۔ان تمام حرام چیزوں کو بیان کرنے کے بعد یہ بھی بتلایا گیا کہ یہ ساری باتیں سخت گناہ کی ہیں۔

سورۂ مائدہ کی تیسری آیت کے پہلے حصہ میں ان چیزوں کی وضاحت کی گئی ہے جو حرام ہیں۔سب سے پہلے مردار کو حرام قرار دیا گیا ہے جس کو عربی میں مَیْتَۃ کہا جاتا ہے۔فقہ کی اصطلاح میں مَیْتَۃ ہر وہ جانور ہے جو شرعی طریقہ پر ذبح کئے بغیر مر جائے، جیسے کسی جانور کی طبعی موت ہو جائے تو وہ بھی مردار ہے، گائے بیل بھینس، اونٹنی اونٹ بکرا بکری، ہرن نیل گائے اور وہ سارے جانور جن کا کھانا حلال ہے یہ اسی وقت حلال ہیں جب کہ انہیں شرعی طور پر ذبح کیا جائے، ہاں! مچھلی کا حکم اس سے الگ ہے، مچھلی ذبح کئے بغیر ہی حلال ہے، اگر مچھلی خشکی میں آنے کے بعد اپنی موت مر جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، شرعی طور پر ذبح سے پہلے کسی زندہ جانور کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مردار ہے جس کا کھانا ناجائز ہے۔

دوسری چیز جس کا کھانا حرام ہے وہ اَلـدَّم یعنی خون ہے جس سے بہتا ہوا خون مراد ہے جس کی وضاحت سورۂ انعام کی اس آیت میں ہے اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون کی شرط لگانے کی وجہ سے تلی اور جگر کے حلال ہونے کی وضاحت ہوگئی، اس لئے کہ تلی اور جگر بہتا ہوا خون نہیں بلکہ جمے ہوئے خون ہیں۔

تیسری چیز جس کا کھانا حرام ہے وہ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ سور کا گوشت ہے۔سور کا ہر ہر جز ناپاک اور نجس ہے، اس کا کھانا بھی حرام ہے اور بیچنا خریدنا بھی حرام ہے۔

چوتھی چیز جس کا کھانا حرام ہے وہ مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ ہے، یعنی جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے وہ بھی حرام ہے، مشرکین بتوں کا اور دیوی دیوتاؤں کا نام لے کر جانور ذبح کرتے تھے ایسے جانور کا کھانا بھی حرام ہے۔

پانچویں چیز جس کا کھانا حرام ہے اَلْمُنْخَنِقَۃُ ہے۔ایسا جانور جس کا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو، اس جانور کا کھانا بھی حرام ہے، جانور اگر گلا گھٹنے سے مر جائے یا اس کا گلا گھونٹ کر مارا جائے دونوں صورتوں میں ایسے جانور کا کھانا حرام ہے۔

چھٹویں چیز جس کا کھانا حرام ہے اَلْـمَوْقُوْذَۃُ ہے، یعنی جس جانور کو لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مار کر ہلاک کیا جائے اس جانور کا کھانا بھی حرام ہے۔

ساتویں چیز جس کا کھانا حرام ہے اَلْـمُتَرَدِّیَۃُ ہے، یعنی ایسا جانور جو کسی پہاڑ یا ٹیلہ یا کسی بھی اونچی جگہ سے گر کر مر جائے اس جانور کا کھانا بھی حرام ہے۔اسی طرح دیگر کا بھی حکم ہے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔

درس نمبر (۴۷۶) **آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا** المائدہ: ۳ (ب)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِىْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلْيَوْمَ آج يَئِسَ ناامید ہوگئے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا مِنْ دِيْنِكُمْ تمہارے دین سے فَلَا تَخْشَوْهُمْ چنانچہ تم ان سے نہ ڈرو وَاخْشَوْنِ اور مجھ ہی سے ڈرو اَلْيَوْمَ آج أَكْمَلْتُ میں نے مکمل کردیا لَكُمْ تمہارے لیے دِيْنَكُمْ تمہارا دین وَأَتْمَمْتُ اور میں نے پوری کردی عَلَيْكُمْ تم پر نِعْمَتِىْ اپنی نعمت وَرَضِيْتُ اور میں نے پسند کرلیا لَكُمْ تمہارے لیے الْإِسْلَامَ اسلام کو دِيْنًا بطورِ دین کے فَمَنِ پھر جو اضْطُرَّ لاچار ہوجائے فِىْ مَخْمَصَةٍ بھوک میں غَيْرَ مُتَجَانِفٍ مائل نہ ہونے والا ہو لِّإِثْمٍ گناہ پر فَإِنَّ تو بے شک اللّٰهَ اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے۔

ترجمہ: آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں تو ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا، ہاں! جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت کے دوسرے حصہ میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ آج کافر لوگ تمہارے دین کے مغلوب ہونے سے ناامید ہو گئے ہیں۔

۲۔ لٰہذا ان سے مت ڈرو۔

۳۔ اور میرا ڈر دل میں رکھو۔

۴۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

۵۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

۶۔ تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر ہمیشہ کیلئے پسند کیا۔

۷۔ جو شخص شدید بھوک کے عالم میں بالکل مجبور ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی رغبت کی بنا پر ایسا نہ کیا ہو۔

۸۔ پس بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

یہ سورۂ مائدہ کی تیسری آیت کا دوسرا حصہ ہے، جس میں بطورِ خاص اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلائی کہ آج کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے۔ تم ان کافروں سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔ بات حرام چیزوں کی چل رہی تھی، درمیان میں یہ اہم باتیں بتلائی گئیں۔ اس کے بعد دوبارہ وہی بات بتائی جا رہی ہے جو چیزوں کے حرام وحلال ہونے سے متعلق ہے کہ اگر شدید بھوک اور فاقہ ہو تو دل کی چاہت اور گناہ کے ارادہ کے بغیر مجبوری میں ان چیزوں کو محدود مقدار میں کھانے کی اجازت ہے۔

یہ آیت دراصل حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن عرفات کے میدان میں نازل ہوئی۔ اس وقت صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا۔ مکۂ مکرمہ سن ۸ر ہجری میں فتح ہوا تھا اور فتح مکہ کے بعد عرب کے لوگ جوق درجوق مسلمان ہو رہے تھے۔ کچھ لوگ تھے جو اس انتظار میں تھے کہ مکہ والوں کی مخالفت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ اس انجام کو پہلے دیکھیں پھر یہ فیصلہ کریں کہ انہیں کیا کرنا چاہئے؟ ایسے لوگ بھی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔ جزیرۃ العرب کے مختلف قبیلے وفود کی شکل میں آتے رہے اور مسلمان ہوتے رہے۔ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا منظر لوگوں کے سامنے تھا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ مدینۂ منورہ کی جانب جو وفود آتے تھے یہ اپنی قوموں کے نمائندے بن کر آتے تھے، لیکن جب مدینۂ منورہ سے رخصت ہو کر جاتے تھے تو اسلام کے نمائندے بن کر جاتے تھے۔ اس طرح جزیرۃ العرب میں اسلام کے خلاف کافروں اور مشرکوں کی جو مخالفت تھی وہ ختم ہونے لگی اور کافر لوگ جو ایک عرصہ تک یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ دینِ اسلام کو دبا دیں گے اور اس مذہب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے، اُن کے یہ سارے خواب چکنا چور ہو گئے اور سارے ارادے خاک میں مل گئے اور ان کی ساری تدبیریں ملیامٹ ہو گئیں۔ وہ وقت آ گیا کہ یہ سارے کافر دینِ اسلام کو ختم کرنے کے سلسلہ میں ناامید ہو گئے اور وہ اس دینِ حق کی طاقت و قوت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اسی حقیقت کو یہاں بتلایا گیا کہ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے۔ اب انہیں یہ خیال کبھی نہیں آئے گا کہ یہ دینِ اسلام پر غالب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا کر دیا کہ وہ اپنے اس دین کو غالب کر دے گا۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ:۳۳) ''اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برا مانیں۔'' اس کے بعد ایمان والوں سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ''اے مسلمانو! تم ان کافروں اور مشرکوں سے مت ڈرو بلکہ تم سب مجھ ہی سے ڈرو۔'' یہ حکم قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی موجود ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۰ میں یوں کہا گیا: فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ''تم ان سے نہ ڈرو مجھ ہی سے ڈرو۔'' جب کوئی شخص اللہ سے ڈرنے کے بجائے کافروں اور مشرکوں سے ڈرنے کی بات کرتا ہے تو ایسے وقت ایک مومن کے دل و دماغ میں رب ذوالجلال کی قدرت و طاقت کا احساس پیدا ہو جانا چاہئے اور اس کے دل سے یہ آواز نکلنی چاہئے کہ میں تو بس اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۳ میں اس کیفیت کے پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور وہ کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

جس ملک میں ہم بھارتی مسلمان زندگی بسر کر رہے ہیں بعض ظاہری حالات کی وجہ سے ممکن ہے کہ مسلمانوں کے دل میں کافروں اور مشرکوں کا خوف طاری ہو، مگر ایمان کی یہ قوت ہمیں پکار کر کہتی ہے کہ ہم بھارتی مسلمان ان فرقہ پرستوں سے ہر

گز نہیں ڈریں گے۔ ہم تو اس رب ذوالجلال سے ڈرتے ہیں جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی سلطنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ کے ذریعہ یہ بتلا رہے ہیں کہ کافروں کی مخالفت کی وجہ سے ان سے مت ڈرو بلکہ تم مجھ سے ڈرو۔ میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہاری تائید کروں گا اور دنیا و آخرت میں تم کو فوقیت اور سربلندی عطا کروں گا۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر اختیار کرنے کے لئے پسند کر لیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسولِ رحمت خاتم النبیین ﷺ تک جتنے انبیاء بھیجے اور قوموں کی رہنمائی کے لئے جتنی آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے آج ان تمام آسمانی ہدایات و احکام کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ جتنے احکام تھے، جتنے مسائل تھے، ہدایات کا جس قدر سامان تھا، اللہ تعالیٰ نے ان آسمانی کتابوں اور نبیوں کے ذریعہ مکمل کر دیا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ کے ذریعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو اسی لئے بھیجا تاکہ برگزیدہ اخلاق اور اچھے افعال و اعمال کی تکمیل ہو۔ خود رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالُ (مشکوٰۃ: ۵۷۷۰) اللہ تعالیٰ نے مجھے عمدہ اخلاق اور اچھے افعال و اعمال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کی بات جہاں کہی وہیں اپنی نعمتوں کی تکمیل کی بات بھی کہی کہ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ''اور میں نے اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی۔'' یعنی مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ ایسے احکامات تم پر نازل کئے گئے کہ اب تمہارے ساتھ کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا، غلبہ بھی تمہارا ہو گیا، اجتماعی طاقت بھی تمہاری ہو گئی، مکہ بھی فتح ہو گیا، اللہ کے وعدے بھی پورے ہو گئے اور لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہو گئے۔ اس طرح اللہ کی مدد تمہارے اوپر ثابت ہو گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تم پر نعمتیں تمام ہو گئیں۔ نعمتوں کی تکمیل کی بات سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۰ میں بھی ہے: وَلأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ''اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور اس لئے بھی کہ تم راہِ راست پاؤ۔'' سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲ میں بھی نعمت کی تکمیل کا ذکر ہے: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے ہوئے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے اور تجھے سیدھی راہ چلائے۔''

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً ''میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔'' یہ دینِ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں امن و امان بھی ہے اور آخرت کی نجات و کامیابی بھی ہے۔ جس نے اس دین کو اپنا لیا وہ جنتی ہے اور جو اس دین سے محروم رہا وہ دوزخی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جو دین مقبول و معتبر ہے، پسندیدہ اور مستند ہے وہ صرف اور صرف دینِ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ اس کے بندے اسی مستند و معتبر دین کو پسند اور قبول کریں، اس پر عمل کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹ میں کہا گیا: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ ''بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی

ہے۔''سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۵ میں صاف طور پر کہہ دیا گیا: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ''اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کا طلبگار رہوگا تو اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

آخر میں یہ بات بتلائی گئی جو پچھلے مضمون کا ایک حصہ ہے کہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''جو شخص مجبور ہو جائے سخت بھوک میں جو گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو یقیناً اللہ غفور ہے رحیم ہے۔'' چونکہ پہلے ان چیزوں کا ذکر کیا گیا جو حرام ہیں اور ان سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ یہاں ایک خاص صورت میں رخصت اور گنجائش کی بات کہی جا رہی ہے کہ جو شخص سخت بھوک سے ایسا مجبور ہو کہ جان پر بن رہی ہو اور اس کے پاس حلال چیزوں میں سے کھانے کے لئے کچھ بھی نہ ہو تو وہ حرام چیزوں میں سے اپنی جان بچانے کے لئے اتنا کھالے کہ جس سے جان بچ جائے۔ وہ اپنی مجبوری کو گناہ کا ذریعہ نہ بنائے۔

درس نمبر (۴۷۷) تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں المائدہ: ۴

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسْأَلُوْنَكَ وہ آپ سے پوچھتے ہیں مَاذَا (کہ) کیا کیا چیزیں اُحِلَّ حلال کی گئی ہیں لَهُمْ ان کے لیے قُلْ کہہ دیجئے اُحِلَّ حلال کردی گئی ہیں لَكُمْ تمہارے لیے الطَّيِّبَاتُ پاکیزہ چیزیں وَمَا اور (ان کا شکار) جو عَلَّمْتُمْ تم نے سدھائے ہیں مِّنَ الْجَوَارِحِ شکاری جانور مُكَلِّبِيْنَ جنہیں تم شکاری بنانے والے ہو تُعَلِّمُوْنَهُنَّ تم ان کو سکھاتے ہو مِمَّا اس میں سے جو عَلَّمَكُمُ سکھلایا تمہیں اللّٰهُ اللہ نے فَكُلُوْا چنانچہ تم کھاؤ مِمَّا اس میں سے جو اَمْسَكْنَ وہ روک رکھیں عَلَيْكُمْ تمہاری خاطر وَاذْكُرُوْا اور ذکر کرو اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام عَلَيْهِ اس پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلد حساب لینے والا ہے

ترجمہ: اے نبی! تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کونسی چیزیں ان کے لیے حلال ہیں؟ ان سے کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تم پر حلال ہیں اور وہ شکار بھی حلال ہے جو تمہارے لیے ان شکاری جانوروں نے پکڑا ہو جن کو تم نے سدھا رکھا ہو اور جس طریق سے اللہ نے تمہیں شکار کرنا سکھایا ہے اس طریق سے تم نے ان کو سکھایا ہو تو جو شکار وہ تمہارے لیے پکڑ رکھیں اس کو کھالیا کرو اور شکاری جانوروں کے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ انکے لئے کونسی چیزیں حلال ہیں؟

۲۔ کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔

۳۔جن شکاری جانوروں کو تم نے اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق سکھا کر سدھالیا ہو وہ جس جانور کو شکار کر کے تمہارے لئے روکے رکھیں اس میں سے تم کھا سکتے ہو ہاں! اس پر اللہ کا نام لیا کرو۔

۴۔اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

پچھلی آیتوں میں حرام چیزوں کی فہرست بتلائی گئی تو سوال یہ تھا کہ پھر کیا کیا چیزیں حلال ہیں؟ اس سوال کے جواب میں کہ کیا کیا چیزیں انکے لئے حلال ہیں ایک جامع اور مختصر جواب پہلے یہ دیا گیا کہ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ یعنی پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔صاحبِ روح المعانی نے طیبات کا مفہوم یوں بیان کیا ہے کہ پاکیزہ چیزیں وہ ہیں جن کو سلیم طبیعتیں خبیث نہیں سمجھتیں جن سے سلیم الفطرت انسان نفرت نہیں کرتا۔اس جملہ سے مجموعی طور پر یہ نتیجہ نکلا کہ ہر پاکیزہ چیز حلال اور ہر خبیث چیز حرام ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کی طبیعت پاکیزہ ہوتی ہے وہی پاکیزہ چیزوں میں رغبت رکھتا ہے اور خبیث اور گندی چیزوں سے اس کو نفرت ہوتی ہے،جس کی طبیعت میں پاکیزگی ہوتی ہے وہ گائے،بیل،بھینس،بھینسا،بکرا،بکری،بھیڑ،دنبہ،دنبی، نیل گائے، خرگوش ، کبوتر ، فاختہ ، مرغی ، بطخ ، بلبل ، تیتر ، بٹیر ، مرغابی، چڑیا وغیرہ کو پاک سمجھتا ہے اور بندر، کتا ،سانپ،گرگٹ، چھپکلی ، کیڑے مکوڑے وغیرہ کو گندی چیز سمجھتا ہے طیبات کا لفظ بتاتا ہے کہ تمام ناپاکیوں اور غلاظتوں کا کھانا بھی حرام ہے۔یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ غذا کا اثر غذا کھانے والے کے اثرات پر پڑتا ہے چیر پھاڑ کرنے والے درندے کا گوشت کوئی کھائے گا تو اس کے اندر بھی ایسے ہی برے اخلاق پیدا ہوں گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر ایسے جانور کے کھانے سے منع فرمایا جو اپنے دانتوں سے چیر پھاڑ کر کھاتا ہے جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا، بلی، کتا وغیرہ، اور ہر ایسے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا جو پنجے والا ہو یعنی پنجے سے دوسرے جانور کو شکار کر کے کھاتا ہو جیسے گدھ، چیل، شکرہ، باز وغیرہ۔(مسلم:۱۹۳۴)

وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ عام طور سے کتوں کو جانوروں کا شکار کرنا سکھایا جاتا ہے اور انہیں سدھایا جاتا ہے۔صرف کتے پر ہی منحصر نہیں ہے، کسی بھی جانور کے ذریعہ جو شکار کیا جاتا ہے چند شرائط کے ساتھ اس کا کھانا بھی حلال ہے اس میں جانور کو خاص قسم کی تربیت کی جاتی ہے، جب اس جانور کو شکار کے لئے چھوڑا جاتا ہے تو وہ اسے پکڑ کر لاتا ہے یا اس کو قتل کرتا ہے لیکن اس میں سے خود کچھ نہیں کھاتا اگر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر کسی ایسے جانور پر چھوڑا جائے جس کا کھانا حلال ہے اور وہ اس جانور کو زندہ پکڑ کر لے آیا تو شکاری آدمی بسم اللہ پڑھ کر اپنے اختیار سے خود ذبح کرے تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر اس شکاری جانور نے اس کو زخمی کر دیا پھر وہ مر گیا تو وہ بھی حلال ہے اس لئے کہ کتے کو شکار کے لئے بھیجتے وقت ہی بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا گیا تھا۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو اللہ کا نام لے پھر اگر وہ شکار کو پکڑے اور تو اسے زندہ پالے تو ذبح کر لینا اور اگر تو نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ اسے قتل کر چکا ہے اور

اس میں سے اس کُتے نے کچھ نہیں کھایا تو اس کو کھالینا اور اگر کتے نے اس میں سے کھالیا تو اس میں سے نہ کھانا کیوں کہ اس نے وہ شکار اپنے لئے روک رکھا ہے۔ (مسلم:١٩٢٩)

درس نمبر (٤٧٨) **پاکدامن مومن عورتیں حلال ہیں** المائدہ:٥

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۟

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلْيَوْمَ آج أُحِلَّ حلال کردی گئیں لَكُمْ تمہارے لیے الطَّيِّبَاتُ پاکیزہ چیزیں وَطَعَامُ اور کھانا الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو أُوْتُوْا دیئے گئے الْكِتَابَ کتاب حِلٌّ حلال ہے لَّكُمْ تمہارے لیے وَطَعَامُكُمْ اور تمہارا کھانا حِلٌّ حلال ہے لَّهُمْ ان کیلئے وَالْمُحْصَنَاتُ اور (حلال ہیں تمہارے لیے) پاکدامن مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مومن عورتیں وَالْمُحْصَنَاتُ اور پاکدامن عورتیں مِنَ الَّذِيْنَ ان کی جو أُوْتُوْا دئے گئے الْكِتَابَ کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے إِذَا جب آتَيْتُمُوْهُنَّ تم ان کو دو أُجُوْرَهُنَّ ان کے مہر مُحْصِنِيْنَ (نیز) نکاح میں لانے والے ہو غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ نہ کہ بدکاری کرنے والے وَلَا مُتَّخِذِيْ اور نہ بنانے والے أَخْدَانٍ خفیہ آشنا وَمَنْ اور جو کوئی يَكْفُرْ انکار کرے گا بِالْإِيْمَانِ ایمان سے فَقَدْ تو یقیناً حَبِطَ برباد ہوگئے عَمَلُهُ اُس کے عمل وَهُوَ اور وہ فِي الْآخِرَةِ آخرت میں مِنَ الْخَاسِرِيْنَ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا

ترجمہ: آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور پاکدامن مومن عورتیں اور پاکدامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں جبکہ ان کا مہر انہیں دے دو اور نکاح سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو نہ کہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی اور جو شخص ایمان کا منکر ہوا اس کے عمل ضائع ہوگئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔

٢۔ جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔

٣۔ مومنوں میں سے پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔

٤۔ اور اہل کتاب میں سے پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں، جبکہ تم نے ان کو نکاح کی

حفاظت میں لانے کے لئے ان کے مہر دے دئے ہوں نہ تو صرف ہوس نکالنا مقصود ہو اور نہ خفیہ آشنائی پیدا کرنا۔

۵۔ جو شخص ایمان سے انکار کرے اس کا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے گا۔

۶۔ اور آخرت میں اس کا شمار خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔

پچھلی آیت میں بھی پاکیزہ چیزوں کے حلال ہونے کی بات کہی گئی تھی، اس آیت میں دوبارہ کہا جارہا ہے کہ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ (آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں۔) یہاں اَلْیَوْمَ کا جو لفظ استعمال کیا گیا اس کا مطلب یہ ہیکہ طیبات یعنی پاکیزہ چیزیں جو پہلے حلال تھیں اب بھی حلال ہیں اس کے علاوہ ایک اور بات یہ بھی بتلادی گئی کہ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں اہل کتاب کے کھانے سے مراد ان کا ذبیحہ حلال ہے، یعنی اگر اہل کتاب بسم اللہ پڑھ کر کسی ایسے جانور کو ذبح کریں جس کا کھانا اسلام میں حلال ہے اور اس گوشت میں سے مسلمانوں کو کھلائیں تو مسلمانوں کا اس میں سے کھانا حلال ہے یہودی اور نصرانی سے مراد وہ یہودی اور نصرانی ہیں جو اس دین پر قائم ہیں جو ان کا دین قرآن مجید کے نزول کے وقت تھا، آج کے جو یہودی اور نصرانی یعنی عیسائی وغیرہ ہیں چونکہ یہ اپنے اصل دین پر قائم نہیں ہیں اس لئے آج کے دور کے ان یہودیوں اور نصرانیوں کا ذبیحہ حلال نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے بنی تغلب کے نصاریٰ کے بارے میں فرمایا کہ بنی تغلب کے نصاریٰ کا ذبیحہ مت کھاؤ کیونکہ انہوں نے نصرانیت کا دین اختیار نہیں کیا سوائے شراب کے۔ انہوں نے اصل نصرانیت کے دین میں صرف شراب کی حرمت کو باقی رکھا باقی تمام امور میں نصرانیت سے محروم ہو گئے۔ (السنن الکبری)

اس کے بعد پاکدامن مسلمان عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا گیا اسکے علاوہ اہل کتاب میں جو پاکدامن عورتیں ہیں وہ بھی تمہارے لئے حلال ہیں کہ تم ان سے بھی نکاح کر سکتے ہو، اس میں بھی وہی بات ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے وہ یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو اپنے اصل اس دین پر قائم ہوں جو قرآن مجید کے نزول کے وقت تھا، رہی بات موجودہ دور کے جو یہود و نصاریٰ ہیں وہ مراد نہیں ہیں۔ موجودہ دور کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح حلال اس لئے نہیں ہے کہ یہ نام کے یہود و نصاریٰ ہیں اپنے اصل دین پر وہ قائم نہیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں یہود و نصاریٰ سے نکاح کرنے سے روک دیا تھا، حضرت حذیفہؓ نے مدائن میں ایک یہودی عورت سے نکاح کرلیا تھا، حضرت عمرؓ کو خبر ملی تو انہوں نے خط لکھا کہ اس کو چھوڑ دو، حضرت حذیفہؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ کیا یہودیہ سے نکاح کرنا حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب تحریر فرمایا کہ میں تمہیں مضبوطی کے ساتھ پختہ طور پر حکم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط پڑھ کر اس وقت تک نیچے نہ رکھنا جب تک تم اس عورت کو نہ چھوڑ دو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ دوسرے مسلمان بھی تمہارا اقتداء کریں گے اور اس طرح سے ذمی عورتوں سے نکاح کرنے کو ترجیح دینگے کیونکہ ان میں حسن و جمال ہے اور مسلمان عورتوں کو چھوڑ دیں گے جس سے بڑا فتنہ برپا ہوگا۔ (السنن الکبری)

آخر میں ایک اہم بات یہ بتلائی گئی کہ جو شخص ایمان کا انکار کرے گا یعنی مرتد ہو جائے گا تو اس کا سب سے پہلا نقصان یہ ہوگا کہ اس کے وہ سارے اعمال بے کار ہو جائیں گے جو اس نے ایمان کی حالت میں کئے تھے اور آخرت کا خسارہ تو طئے ہی ہے۔

درس نمبر (۴۷۹) قرآنِ مجید میں وضو کا حکم المائدہ:۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوْا ایمان لائے ہو! إِذَا جب قُمْتُمْ اُٹھو تم إِلَى الصَّلاةِ نماز کے لیے فَاغْسِلُوْا تو دھوؤ تم وُجُوْهَكُمْ اپنے چہرے وَأَيْدِيَكُمْ اور اپنے ہاتھ إِلَى الْمَرَافِقِ کہنیوں تک وَامْسَحُوْا اور مسح کرو بِرُؤُوْسِكُمْ اپنے سروں کا وَأَرْجُلَكُمْ اور (دھوؤ) اپنے پاؤں إِلَى الْكَعْبَيْنِ ٹخنوں تک وَإِن اور اگر كُنْتُمْ ہو تم جُنُباً جنبی فَاطَّهَّرُوْا تو غسل کرو وَإِن اور اگر كُنتُم ہو تم مَّرْضَى بیمار أَوْ یا عَلَى سَفَرٍ سفر میں أَوْ یا جَاءَ آئے أَحَدٌ کوئی مِّنكُم تم میں سے مِّنَ الْغَائِطِ قضائے حاجت سے أَوْ یا لَامَسْتُمُ تم نے ہم بستری کی ہو النِّسَاءَ عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا پھر نہ پاؤ تم مَاءً پانی فَتَيَمَّمُوْا تو تیمّم کرلو صَعِيْداً طَيِّباً پاک مٹی سے فَامْسَحُوْا پھر تم مسح کرو بِوُجُوْهِكُمْ اپنے چہروں کا وَأَيْدِيْكُم اور اپنے ہاتھوں کا مِّنْهُ اس (مٹی) سے مَا يُرِيْدُ ارادہ نہیں کرتا اللّٰهُ اللہ لِيَجْعَلَ کہ کرے عَلَيْكُم تم پر مِّنْ حَرَجٍ کوئی تنگی وَلٰكِن اور لیکن يُرِيْدُ وہ ارادہ کرتا ہے لِيُطَهِّرَكُمْ کہ تم کو پاک کردے وَلِيُتِمَّ اور تا کہ پوری کرے نِعْمَتَهُ اپنی نعمت عَلَيْكُمْ تم پر لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تا کہ تم شکر کرو

ترجمہ: مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولیا کرو اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جایا کرو اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو پھر تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح یعنی تیمّم کرلو۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تا کہ تم شکر کرو۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھوتو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں بھی ٹخنوں تک دھولیا کرو۔

۲۔اگر تم جنابت کی حالت میں ہوتو سارے جسم کو غسل کے ذریعہ خوب اچھی طرح پاک کرلو۔

۳۔اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔

۴۔اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اسی مٹی سے مسح کرلو۔

۵۔اللہ تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا۔

۶۔لیکن یہ ضرور چاہتا ہے کہ تم کو پاک صاف کردے۔

۷۔یہ بھی چاہتا ہے کہ تم پر اپنی نعمت تمام کردے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

اس آیت میں وضو اور غسل کا حکم بھی ہے اور تیمّم کے مشروع ہونے کا اعلان بھی ہے ظاہر ہے کہ آدمی اپنی دنیوی مصروفیات میں جب ہوتا ہے تو عموماً با وضو نہیں رہتا اس لئے جب نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں تو حکمِ ربانی یہ ہے کہ منہ ہاتھ اور پیر دھولیا کریں اور سر کا مسح کرلیا کریں انہی چار کاموں کا نام وضو ہے، یہاں ایک نکتہ ذہن میں رہے کہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوں تو وضو کرلو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر پہلے سے وضو کی حالت میں ہو اسکے باوجود وضو کرلو بلکہ اگر وضو کی حالت میں نہیں تھے ایسی صورت میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو وضو کرلیا کرو تو معلوم یہ ہوا کہ ہر نماز کیلئے وضو کرنا فرض نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسولِ رحمت ﷺ نے ایک وضو سے چار نمازیں پڑھی تھیں، حضرت زید بن اسلمؒ نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نیند سے اٹھ کر نماز کے لئے کھڑے ہوتو وضو کرلیا کرو کیونکہ اس وقت تو یقیناً آدمی بے وضو ہی ہوتا ہے، یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر پہلے سے آدمی باوضو ہے اور نماز کیلئے کھڑے ہو اور اس وقت بھی وضو کرلے تو یہ افضل ہے، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے وضو پر وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (ابوداود:۶۲)

فقہاء نے البتہ یہاں یہ بات لکھی ہے کہ جب پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھ لے یا ایسا کوئی عمل کرلے جو بلا وضو جائز نہیں تب یہ وضو پر وضو افضل ہے ورنہ نہیں۔

وضو کے بعد غسل کا حکم دیا گیا کہ وَإِن كُنتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُواْ (اگر تم جنابت کی حالت میں ہوتو خوب اچھی سے پاکی اختیار کرو) یعنی جس مرد یا عورت پر غسل فرض ہو جائے اور یہ غسل کا فرض ہونا میاں بیوی کے ملاپ کی وجہ سے ہو یا حالتِ نیند میں احتلام کی وجہ سے ہو دونوں صورتوں میں سر سے پاؤں تک پورے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اس طور پر کہ کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے۔

وضو اور غسل کا مکمل طریقہ فقہ کی کتابوں میں مفصل موجود ہے جس کو بغور پڑھ لیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے لہٰذا بالوں کو دھوؤ اور جس جگہ پر وہ نہیں ہیں اس کو صاف کرو یعنی اچھی طرح پانی پہنچاؤ تا کہ میل کچیل بھی دور ہو جائے۔ (ترمذی:۱۰۶)

درس نمبر (۴۸۰) **اللہ کی نعمتوں اور اس کے عہد کو یاد کرو** المائدہ:۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاذْكُرُوْا اور تم یاد کرو نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت عَلَيْكُمْ (جو ہوئی) تم پر وَمِيْثَاقَهُ اور اس کا عہد الَّذِیْ وہ جو وَاثَقَكُمْ اس نے تم سے معاہدہ کیا بِهٖ اس کا اِذْ جب قُلْتُمْ تم نے کہا سَمِعْنَا ہم نے سنا وَأَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں کے راز

ترجمہ: اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں ان کو یاد رکھو اور اس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا یعنی جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے اللہ کا حکم سن لیا اور قبول کیا اور اللہ سے ڈرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ دلوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو انعام فرمایا ہے اسے اور اس عہد کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا ہے۔

۲۔ جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے اللہ کے احکام کو اچھی طرح سن لیا ہے اور اطاعت قبول کر لی ہے۔

۳۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔

۴۔ یقیناً اللہ سینوں کے بھیدوں سے پوری طرح باخبر ہے۔

ہم سب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے درمیان زندگی بسر کر رہے ہیں، انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو بخوشی استعمال تو کرتا ہے مگر ان نعمتوں کو نعمت سمجھ کر استعمال نہیں کرتا اور نعمتوں کے دینے والے کی طرف اپنا دھیان نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور بیش بہا نعمتیں ہیں جن کا حساب ہم نہیں کر سکتے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل:۱۸) اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے کیلئے بیٹھ جاؤ تو تمہاری نشستیں ان نعمتوں کو گن نہیں سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی ہیں، جسمانی نعمتیں بھی ہیں اور مادی نعمتیں بھی ہیں، روحانی نعمتیں بھی ہیں اور نورانی نعمتیں بھی ہیں، بندہ کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرے اور یاد رکھے اور پھر ان نعمتوں کے دینے والے کو یاد کرے اور یاد رکھے اور اس رب ذوالجلال کا شکر ادا کرے جس نے محض اپنی قدرت

، طاقت اور فضل وکرم سے یہ نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری اوقات سے زیادہ ہمیں نعمتیں عطا کیں، اگر اللہ تعالیٰ ہمارے جرائم اور گناہوں کو دیکھ کر اس کے حساب سے نعمتیں دینے لگے تو حقیقت یہ ہے کہ ہم اسکی ایک نعمت کے بھی حقدار نہیں ہیں، وہ رحیم وکریم مولیٰ جس کی رحمت اسکے غصہ پر غالب ہے جو حلیم وبردبار ہے اس نے نعمتوں کے دیتے ہوئے ہمارے گناہوں، خطاؤں، لغزشوں اور جرائم پر نگاہ نہ فرمائی اور اپنی نعمتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (تم اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر کی گئی ہیں۔) جب تمہیں ہماری نعمتیں یاد آئیں گی تو ہماری یاد بھی ضرور آجائے گی اگر کوئی ہمیں تحفہ دیتا ہے تو تحفہ پر جب بھی نظر پڑتی ہے تحفہ دینے والے کی یاد آجاتی ہے بالکل اسی طرح نعمتوں پر نگاہ کا پڑ جانا اور نعمتوں کا دل سے یاد کر لینا نعمتوں کے دینے والے کی یاد دل میں بسا دیتا ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پختہ عہد کو یاد کرنے کا حکم دیا جو ہم نے اللہ تعالیٰ سے مضبوطی کے ساتھ کیا ہے: وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ اس پختہ عہد کو یاد کرو جو تم نے اس سے مضبوطی کے ساتھ کیا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے وہ عہد مراد ہے جو سن ۱۳ نبوت کو لیلۃ العقبہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے لیا تھا جس کا تذکرہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم بات سنیں گے اور فرمانبرداری کریں گے آسانی میں بھی اور سختی میں بھی، خوشی میں بھی اور ناگواری میں بھی۔ (مسلم: ۱۷۰۹) بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اس میثاق یعنی عہد سے بیعتِ رضوان بھی مراد ہوسکتی ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی، یہ بیعت اگرچہ کہ رسول رحمت ﷺ کے ہاتھ پر ہوئی تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کرنا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح: ۱۰) بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اس آیت کے آخر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ ہم زبان سے حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق کچھ بھی کہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دل میں جو کچھ ہے اس کا پورا پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

درس نمبر (۴۸۱) احکامِ الٰہی کی پابندی کیلئے ہر وقت تیار رہو المائدۃ: ۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! كُوْنُوا تم ہو جاؤ قَوَّامِيْنَ قائم رہنے والے

(حق پر) لِلّٰهِ اللہ کے لیے شُهَدَاءَ گواہی دینے والے بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ اور آمادہ نہ کرے تمہیں شَنَاٰنُ دشمنی قَوْمٍ کسی قوم کی عَلٰی اس بات پر اَلَّا تَعْدِلُوْا کہ تم عدل نہ کرو اعْدِلُوْا تم عدل کرو هُوَ یہی بات اَقْرَبُ زیادہ قریب ہے لِلتَّقْوٰى تقویٰ کے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ خَبِيْرٌ خوب خبردار ہے بِمَا اس کے ساتھ جو تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور کچھ لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ انصاف ہی نہ کرو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سات باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ کے احکام کی پابندی کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

۲۔ انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ۔

۳۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔

۴۔ انصاف سے کام لو۔

۵۔ یہی طریقہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

۶۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔

۷۔ اللہ تعالیٰ یقیناً تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کیلئے ہر وقت تیار رہیں زندگی کے تمام امور میں نورانیت اور روحانیت اور نتیجہ کے اعتبار سے فلاح و کامرانی اسی وقت ہوگی جبکہ ان امور میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی جائے معاملہ چاہے تجارت، ملازمت اور صنعت و حرفت سے متعلق ہو چاہے نکاح، طلاق، خلع اور وراثت سے متعلق ہو، معاملہ چاہے آپسی معاملات قرض، امانت، وعدہ اور دیگر امور سے متعلق ہو، ہر ہر معاملہ میں بندہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ کیلئے احکامِ الٰہی کی پابندی کرنے والا ہو اور جہاں بھی گواہی دینے کی بات آئے تو پیچھے ہٹ جانے اور اپنی ذمہ داری سے منہ موڑنے اور اپنے مفاد کی خاطر جھوٹی بات کہنے کے بجائے انصاف اور سچائی کو ملحوظ رکھے، یہ حکم صرف اپنے دوست واحباب رشتہ داروں اور قریبی لوگوں اور ہم مذہب افراد کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ اگر کسی قوم سے دشمنی ہو اور دشمن سے متعلق گواہی دینے کی بات آجائے تو گواہی دیتے ہوئے دشمن کی دشمنی کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا بلکہ انصاف کے ساتھ گواہی دینے کا وہ پابند رہے گا۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا کسی قوم کی دشمنی اے مسلمانو! تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو اور ظلم کر بیٹھو۔ یاد رکھو ہر حال میں تمہیں انصاف کرنا ہوگا "اِعْدِلُوْا" انصاف کرو۔ تقویٰ اور پرہیزگاری سے زیادہ قریب یہی بات ہے کہ تم انصاف

کرو، اگر انصاف کا دامن چھوڑ رہے ہو تو یاد رکھو کہ تم تقویٰ کا دامن چھوڑ رہے ہو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ان تمام حالات میں اللہ سے ڈرو تم انصاف کرو گے یا ظلم، تم جھوٹ بولو گے یا سچ، تم کھرا کھرا معاملہ کرو گے یا دھوکہ دو گے تمہارے ہر ہر عمل سے تمہارا پروردگار باخبر ہے۔

درس نمبر (۴۸۲) **ایمان اور اعمالِ صالحہ پر مغفرت اور اجر کا وعدہ** المائدہ: ۹-۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ کیا الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو آمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کیے الصَّالِحَاتِ نیک لَهُم ان کے لیے مَّغْفِرَةٌ مغفرت وَأَجْرٌ اور اجر ہے عَظِيْمٌ بہت بڑا O وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ یہ لوگ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ دوزخی ہیں

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے O اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر لیا ہے۔

۲۔ جن لوگوں نے کفر کو اپنایا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔

قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کا یہ مزاج بنایا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آخرت کے یقین پر اکتفاء کرتے ہوئے زندگی بسر نہ کریں بلکہ عقیدہ کی پختگی یعنی ایمان کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ بھی اپنی زندگی میں لے آئیں۔ پختہ اور مضبوط عقائد اور نیک اعمال دونوں جب کسی انسانی زندگی میں جمع ہو جاتے ہیں تو زندگی میں وہ مفید اثرات پیدا کرتے ہیں جس سے دل کو سکون، دماغ کو سرور اور جسم کو راحت نصیب ہوتی ہے، نیز زندگی کی فراوانی اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے، دنیوی نقد نفع کے علاوہ آخرت کی ابدی و دائمی کامیابی بھی ملتی ہے اور ایسی اخروی نعمتیں و راحتیں نصیب ہوتی ہیں جن کا تصور اس عارضی دنیا میں ناممکن ہے، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں ان لوگوں کو جو ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ اختیار کرتے ہیں ایسی جنت کی خوشخبری دی گئی جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اسی سورت کی آیت نمبر ۸۲ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کو جنتی قرار دیا گیا اور مزید وعدہ یہ بھی کیا گیا کہ وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اسی سورت کی آیت نمبر ۲۷۷ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والے ایسے

افراد کر جو خصوصیت کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ کا اہم فریضہ ادا کرتے ہیں انکے رب کی طرف سے اجر کی بشارت دی گئی اور انکی دنیا اور آخرت والی زندگی کو خوف اور حزن سے پاک قرار دیا گیا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۷ میں ایسے خوش نصیب لوگوں کو پورا پورا اجر دیئے جانے کی بشارت بھی دی گئی۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۷ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کے لئے صاف ستھری بیویوں اور گھنی چھاؤں کے دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا، اسی سورت کی آیت نمبر ۹ میں ایسے خوش نصیبوں کے حق میں یہ بات کہی گئی کہ رب ذوالجلال ان کے ایمان کے سبب انکے مقصد تک انہیں پہنچا دے گا اور نعمتوں کے ایسے باغوں میں انہیں رکھے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۲۹ میں ایمان پر قائم اور اعمالِ صالحہ کے پابند افراد کیلئے خوشحالی اور بہترین ٹھکانہ کی خوشخبری دی گئی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ کریمی سے ایمان رکھنے والوں اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کیلئے وعدہ فرمایا کہ انکے لئے مغفرت کا تمغۂ امتیاز دیا جائے گا اور اجرِ عظیم بھی عطا کیا جائے گا۔

اس کے بعد ان بدنصیب لوگوں کے حق میں یہ وعید بیان کی گئی جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور کافرانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں کہ وہ دوزخی ہونگے ان کا کفر اور ان کا اس دنیوی زندگی میں جھٹلانا ہمیشہ کیلئے آگ میں جلنے کا ذریعہ بن جائے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم و دائم رکھے اور کفر و شرک سے اور اسکی آیتوں کو جھٹلانے سے محفوظ رکھے۔

درس نمبر (۴۸۳) ایمان والے اللہ ہی پر توکل کریں المائدہ: ۱۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! اذْكُرُوا یاد کرو نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت عَلَيْكُمْ (جو ہوئی) تم پر إِذْ جب هَمَّ ارادہ کیا تھا قَوْمٌ ایک قوم نے اَنْ يَّبْسُطُوْٓا کہ وہ دراز کریں إِلَيْكُمْ تمہاری طرف أَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ فَكَفَّ تو اس نے روک دیئے أَيْدِيَهُمْ ان کے ہاتھ عَنْكُمْ تم سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ پس چاہئے کہ توکل کریں الْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ نے جو تم پر احسان کیا ہے اسکو یاد کرو۔ جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور مومنوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بیان کی ہیں:

۱۔اے ایمان والو! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔

۲۔جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ تم پر دست درازی کریں تو اللہ نے تمہیں نقصان پہنچانے سے ان کے ہاتھ روک دیئے۔

۳۔تم اللہ سے ڈرو۔

۴۔مومنوں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

یہ بات واقعی قابلِ غور وفکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی آفاقی کتاب قرآن مجید میں بار بار اپنے بندوں کو اس جانب متوجہ کررہے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کریں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ تم میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا ہے۔پھر یہی بات اسی سورت کی آیت نمبر ۴۷ اور ۱۲۲ میں دہرائی گئی۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳ میں صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔اسی سورت کی آیت نمبر ۷ میں بھی کہا گیا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں نازل ہوئی ہیں انہیں یاد کرو۔چند آیتوں کے بعد آپ دوبارہ اسی سورت کی آیت نمبر ۲۰ میں پھر پڑھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۔اسی سورت کی آیت نمبر ۱۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے بطورِ خاص فرمایا کہ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَ الِدَتِكَ اے عیسیٰ! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے۔اللہ کی نعمتوں کو یاد کرنے کا بکثرت حکم اس بات کی ترغیب ہے کہ بندے ہمیشہ اپنے پروردگار کی نعمتوں کو یاد کرتے رہیں۔

اس آیت میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو اور یہاں ایک خاص قسم کی نعمت کا تذکرہ کیا گیا کہ اس نعمت کو یاد کرو جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا پس اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا،اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت جابرؓ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ کیا میں محمد ﷺ کو قتل نہ کردوں؟ وہ لوگ کہنے لگے کہ تو کیسے قتل کرے گا؟ اس نے کہا کہ اچانک ایسی صورت بنا کر قتل کردوں گا کہ اس کی طرف دھیان بھی نہ جائے گا، یہ کہہ کر وہ شخص رسول رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ کی گود میں تلوار تھی۔یہ شخص کہنے لگا کہ کیا میں آپ کی تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا ہاں! دیکھ لے،اس نے تلوار لے لی اور نیام سے باہر نکالی وہ ہاتھ میں تلوار لے کر ہلاتا رہا اور ارادہ کرتا رہا کہ آپ ﷺ پر حملہ کرے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ارادہ میں ناکامی ہوتی رہی پھر وہ کہنے لگا اے محمد! کیا آپ مجھ سے نہیں ڈرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! کہنے لگا کہ آپ مجھ سے ڈرتے نہیں حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ میری حفاظت کرے گا اس کے بعد اس نے تلوار نیام میں رکھ دی اور آپ ﷺ کو واپس کردی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(ابنِ کثیر و تفسیر بغوی)

رسولِ رحمت ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان کہ آپ ﷺ کو اس دشمن سے محفوظ فرما دیا حقیقت میں اس امت کے تمام افراد پر احسان ہے۔

درس نمبر (۴۸۴) **بنی اسرائیل کے بارہ نگران** المائدہ: ۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق أَخَذَ اللّٰهُ اللہ نے لیا مِيْثَاقَ عہد بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بنی اسرائیل سے وَبَعَثْنَا اور ہم نے مقرر کیے مِنْهُمْ ان میں سے اثْنَيْ عَشَرَ بارہ نَقِيْباً سردار وَقَالَ اللّٰهُ اور اللہ نے کہا إِنِّيْ بے شک میں مَعَكُمْ تمہارے ساتھ ہوں لَئِنْ أَقَمْتُمُ البتہ اگر تم قائم رکھو گے الصَّلَاةَ نماز وَآتَيْتُمُ اور ادا کرو گے الزَّكَاةَ زکوٰۃ وَآمَنتُم اور ایمان لاؤ گے بِرُسُلِيْ میرے رسولوں کے ساتھ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور ان کو تقویت پہنچاؤ گے وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ اور تم اللہ کو قرض دو گے قَرْضاً حَسَناً قرضِ حسن لَّأُكَفِّرَنَّ تو میں ضرور دور کر دوں گا عَنْكُمْ تم سے سَيِّئَاتِكُمْ تمہاری برائیاں وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ اور میں ضرور داخل کروں گا تمہیں جَنَّاتٍ (ایسے) باغوں میں تَجْرِيْ (کہ) چلتی ہیں مِن تَحْتِهَا ان کے نیچے الْأَنْهَارُ نہریں فَمَن پھر جس نے كَفَرَ کفر کیا بَعْدَ ذَالِكَ اس کے بعد مِنكُمْ تم میں سے فَقَدْ ضَلَّ تو تحقیق وہ بھٹک گیا سَوَآءَ السَّبِيْلِ سیدھی راہ سے

ترجمہ: اور اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے تھے اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان رکھو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ کو قرض دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا۔

۲۔ ہم نے ان بنی اسرائیل میں سے بارہ نگران مقرر کئے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

۴۔ اگر تم نے نماز قائم کرلی، زکوٰۃ ادا کرلی، میرے پیغمبروں پر ایمان لے آئے اور ان کا ساتھ دیا اور اللہ کو اچھا

قرض دیا تو میں تمہاری برائیوں کا کفارہ کردوں گا اور تمہیں ان باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

۵۔اس کے بعد بھی تم میں سے جو کوئی کفر کرے گا تو وہ درحقیقت سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔

بنی اسرائیل سے عہد لئے جانے کی بات قرآن مجید میں متعدد بار کہی گئی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۳ میں یوں فرمایا گیا: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا۔اسی سورت کی آیت نمبر ۸۳ میں یوں فرمایا گیا: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔الخ۔اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔اسی طرح رشتہ داروں،یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔الخ۔اسی سورت کی آیت نمبر ۸۴ میں یوں فرمایا گیا: اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں خون نہ بہانا اور آپس والوں کو جلاوطن نہ کرنا۔الخ۔اسی سورت کی آیت نمبر ۹۳ میں بھی بنی اسرائیل سے وعدہ لئے جانے کی بات کہی گئی ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۷ میں اہلِ کتاب سے عہد لئے جانے کی بات یوں کہی گئی: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اور اسے نہیں چھپاؤ گے۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۴ میں فرمایا گیا کہ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (اور ہم نے ان سے سخت سے سخت قول وقرار لیا)۔بنی اسرائیل سے قول وقرار کا تذکرہ گویا قرآن مجید میں کئی بار کیا گیا ہے۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْباً کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ سردار مقرر کردیئے۔چونکہ بنی اسرائیل میں بارہ قبیلے تھے،ان میں سے ہر ایک قبیلے کے لئے ایک سردار مقرر کردیا جوان کو اللہ کے عہد یاد دلاتا رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عہد پر چلنے کی تلقین کرتا رہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ بھی کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی مجھے تمہارے ہر عمل کی خبر ہے،تم نیک کام کرو یا برا کام' مجھے ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلاَةَ سے مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ تک کے اس جملہ میں یہ بات بتائی گئی کہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور رسولوں کی مدد کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیتے رہے تو میں تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم صرف امتِ محمدیہ ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ پچھلی امتوں کیلئے بھی تھا۔

وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً تم اللہ تعالیٰ کو قرضۂ حسنہ دوگے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے رہوگے۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرضۂ حسنہ سے تعبیر اس لئے کیا گیا کہ اس کا بدلہ آخرت میں ضرور ملے گا۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ نماز، زکوٰۃ، رسولوں پر ایمان اور ان رسولوں کی مدد اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا صلہ یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے گناہوں کو مٹائے گا اور انہیں ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جو کفر کرے گا تو اس کا انجام یہی ہوگا کہ وہ سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا۔

درس نمبر (۴۸۵) **عہد شکنی باعث لعنت** المائدہ:۱۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَبِمَا بسبب نَقْضِهِم ان کے توڑنے کے مِّيْثَاقَهُمْ اپنے عہد کو لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان پر لعنت کی وَجَعَلْنَا اور ہم نے کردیا قُلُوْبَهُمْ ان کے دلوں کو قٰسِيَةً سخت يُحَرِّفُوْنَ وہ بدل ڈالتے ہیں الْكَلِمَ باتوں کو عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے وَنَسُوْا اور وہ بھول گئے حَظًّا ایک حصہ مِّمَّا اس چیز سے کہ ذُكِّرُوْا وہ نصیحت کیے گئے تھے بِهٖ اس کی وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ اور آپ ہمیشہ مطلع ہوتے رہتے ہیں عَلٰى خَآئِنَةٍ خیانت پر مِّنْهُمْ ان کی اِلَّا مگر قَلِيْلًا تھوڑے (لوگ) مِّنْهُمْ ان میں سے فَاعْفُ چنانچہ آپ معاف کردیں عَنْهُمْ ان کو وَاصْفَحْ اور درگزر کریں اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ يُحِبُّ پسند کرتا ہے الْمُحْسِنِيْنَ احسان کرنے والوں کو

ترجمہ: پس ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلماتِ کتاب کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم ان کی ایک نہ ایک خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔ انہیں معاف رکھو اور ان سے درگزر کرو اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بنی اسرائیل کی اس عہد شکنی ہی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

۲۔ اور انکے دلوں کو سخت کر دیا۔

۳۔ بنی اسرائیل باتوں کو اپنے موقع محل سے ہٹا دیتے ہیں، جس بات کی انہیں نصیحت کی گئی تھی یہ اس کا ایک بڑا حصہ بھلا چکے ہیں۔

۴۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب سے تمہیں آئے دن کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔

۵۔ فی الحال انہیں معاف کردو اور درگزر سے کام لو۔

۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ سے لئے گئے مضبوط عہد کو توڑنا جرمِ عظیم ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جیسا کہ اس آیت میں بنی اسرائیل کی عہد شکنی کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ سنائی کہ ہم نے ان پر لعنت کی یعنی اپنی رحمت سے انہیں دور کر دیا، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷ میں اللہ کے عہد کو توڑنے والوں، قطع رحمی کرنے والوں اور زمین میں فساد کرنے والوں کو نقصان اٹھانے والے قرار دیا گیا۔

ہم سے عالمِ ارواح میں یہ عہد لیا گیا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ ہم سب نے یہ اقرار کیا کہ بَلٰی جی ہاں! اس قول وقرار کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے رب کی بندگی میں زندگی گزاریں، اگر ہم اس قول وقرار کو فراموش کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے رب کی رحمت سے دور ہیں۔ بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ وہ اللہ کی لعنت کے مستحق ہوگئے اور دوسرے ان کے دلوں کو سخت بنادیا گیا، کسی بندہ کے دل کا سخت ہوجانا اسکے محروم القسمت ہونے کی علامت ہے، آدمی کا دل جب سخت ہوجاتا ہے تو ایمان کی کیفیت سے وہ محروم ہوجاتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۴ میں بنی اسرائیل کے دلوں کی سختی کی کیفیت یوں بیان کی گئی ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً اور پھر تمہارے دل سخت ہوگئے وہ پتھروں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں، جب انسان کا دل سخت ہوجاتا ہے تو اس کے دل کے اندر کی عاجزی، تواضع، اور انکساری، ختم ہوتی جاتی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۳ میں یہ بات یوں بتائی گئی: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہوگئے۔

جہاں ہم نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، عمرہ وغیرہ کی ادائیگی کی کوشش اور فکر کرتے ہیں وہیں بنیادی سطح پر اس بات کی کوشش بھی ہونی چاہیے کہ ہم اپنے دل کی دنیا میں غور کریں کہ ہمارے دل کس حالت میں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کو وہ دل مطلوب ہیں جن دلوں میں عاجزی وانکساری ہو، نرمی ہو، خوف وخشیت ہو، انابت الی اللہ سے وہ دل سرشار ہوں۔ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۶ میں یہ بات بتائی گئی کہ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور قرآن جو حق کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے سنتے وقت ان کے دل نرم ہوجائیں؟

بنی اسرائیل کی دوسری برائی یہ بیان کی گئی کہ یہ لوگ کلمات کو بدلتے ہیں ان کے مواقع سے اور انہوں نے ایک بڑا حصہ چھوڑ دیا جس کے ذریعہ انہیں نصیحت کی گئی، بنی اسرائیل کی سخت دلی نے انہیں اتنا بے خوف بنادیا تھا کہ وہ اللہ کی کتاب میں تبدیلی کرتے تھے، یہودی علماء نے تورات میں تحریف کرلی جو باتیں اپنی ذات سے کہتے تھے اس کو تورات کی طرف منسوب کرتے تھے، یہودیوں کی خیانت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے فرمایا اے پیغمبر! ہمیشہ ان کی طرف سے کسی نہ کسی خیانت کا آپ کو علم ہوتا رہے گا۔ ہاں! ان میں چند لوگ ہیں جو اس جرم سے

بالکل پاک ہیں، اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز آجائیں اور توبہ کرلیں تو آپ ان کو معاف کردیں، ان کے ساتھ درگزر سے کام لیں، اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ خوبی کا معاملہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

درس نمبر (۴۸۶) **نصاریٰ سے بھی عہد لیا گیا** المائدہ: ۱۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنَ الَّذِيْنَ اوران لوگوں سے جنہوں نے قَالُوْٓا کہا اِنَّا بے شک ہم نَصَارٰى نصاریٰ ہیں أَخَذْنَا ہم نے لیا مِيْثَاقَهُمْ ان سے عہد فَنَسُوْا پھر وہ بھول گئے حَظًّا ایک حصہ مِّمَّا اس چیز سے کہ ذُكِّرُوْا نصیحت کیے گئے تھے وہ بِهٖ اس کی فَأَغْرَيْنَا تو ہم نے ڈال دی بَيْنَهُمُ ان کے درمیان الْعَدَاوَةَ دشمنی وَالْبَغْضَاءَ اور بغض إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ روزِ قیامت تک وَسَوْفَ اور عنقریب يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ خبر دے گا ان کو اللہ بِمَا اس چیز کے ساتھ جو كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے تھے

ترجمہ: اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا مگر انہوں نے بھی اس نصیحت کا جو ان کو کی گئی تھی ایک حصہ فراموش کردیا تو ہم نے ان میں قیامت تک کے لئے دشمنی اور کینہ ڈال دیا اور جو کچھ وہ کرتے رہے اللہ عنقریب ان کو اس سے آگاہ کردے گا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا تھا ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا۔

۲۔ پھر جس کی نصیحت انہیں کی گئی تھی وہ بھی اس کا ایک بڑا حصہ بھلا بیٹھے۔

۳۔ چنانچہ ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کیلئے دشمنی اور بغض پیدا کردیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ انہیں عنقریب بتادے گا کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں؟

جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے عہد لیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ سے بھی عہد لیا تھا مگر نصاریٰ بھی یہودیوں کی طرح اس چیز کا بڑا حصہ بھول گئے جس کے ذریعہ ان کو نصیحت کی گئی تھی، نصاریٰ کے یہ دو جرم بتلائے گئے ایک یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑ ڈالا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیا اس طرح کہ وہ آپس میں دشمن رہیں گے اور ایک دوسرے سے بغض رکھیں گے چنانچہ نصاریٰ سے متعلق تحقیق یہ بتلاتی ہے کہ ان میں متعدد فرقے تھے اور اب بھی ہیں۔ نصاریٰ کا آپس میں خود ایک دوسرے کے درمیان کئی امور میں زبردست اختلاف ہے، نصاریٰ میں سے بعض کا یہ کہنا تھا کہ (نعوذ باللہ) اللہ خود مسیح بن مریم ہے اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ تین معبود ہیں اللہ، مریم اور عیسیٰ بن مریم، یہ فرقہ تینوں کو الگ الگ خدا تسلیم کرتا تھا۔ نصاریٰ کی آپس

میں دشمنی اور بغض. اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ سزا کے ہے۔ آخر میں یہ بات بتلائی گئی کہ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ عنقریب اللہ انہیں جتلا دے گا جو وہ کام کیا کرتے تھے۔

درس نمبر (۴۸۷) **تمہارے پاس روشنی اور کتابِ مبین آ چکی ہے** المائدہ: ۱۵۔۱۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب! قَدْ تحقیق جَاءَ كُمْ آیا ہے تمہارے پاس رَسُوْلُنَا ہمارا رسول يُبَيِّنُ وہ بیان کرتا ہے لَكُمْ تمہارے لیے كَثِيْراً بکثرت مِّمَّا ان چیزوں سے کہ كُنتُمْ تھے تم تُخْفُوْنَ چھپاتے مِنَ الْكِتَابِ کتاب میں سے وَيَعْفُو اور درگزر کرتا ہے عَنْ كَثِيْرٍ بہت سی باتوں سے قَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آ گئی تمہارے پاس مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے نُوْرٌ روشنی وَكِتَابٌ مُّبِيْنٌ اور واضح کتاب O يَهْدِيْ دکھاتا ہے بِهِ اس کے ساتھ اللّٰهُ اللہ مَنِ اس شخص کو جو اتَّبَعَ پیروی کرتا ہے رِضْوَانَهُ اس کی رضامندی کی سُبُلَ السَّلَامِ سلامتی کی راہیں وَيُخْرِجُهُم اور ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمَاتِ اندھیروں سے إِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف بِإِذْنِهِ اپنے حکم سے وَيَهْدِيْهِمْ اور رہنمائی کرتا ہے ان کی إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھی راہ کی طرف

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آخر الزماں آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب الٰہی میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے جو پیغمبر آئے ہیں جو تورات و انجیل کی بہت سی باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جن باتوں کو تم چھپایا کرتے ہو اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتے ہیں۔

۲۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی آئی ہے اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو حق کو واضح کر دینے والی ہے۔

۳۔ جس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتے ہے جو اسکی خوشنودی کے طالب ہیں اور انہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید میں کبھی يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے تو کبھی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب

کیا ہے، کبھی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے تو کبھی یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ سے خطاب کیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۴، ۶۵، ۷۰، ۷۱ نیز آیت نمبر ۹۸ اور ۹۹ میں بھی اہل کتاب سے یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۹، ۵۹، ۶۸ اور ۷۷ میں بھی اہل کتاب کو اسی طرح خطاب کیا گیا ہے۔

اس آیت میں اہل کتاب کو اس حقیقت سے باخبر کیا جارہا ہے کہ تمہارے پاس جو آخری پیغمبر رسولِ عربی محمد مصطفیٰ ﷺ آئے ہیں ان کا یہ علمی کمال ہے کہ تورات کے مضامین میں سے جن چیزوں کو تم چھپا لیتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف بتا دیتے ہیں۔ ان کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ جن چیزوں کو تم نے چھپا لیا تھا ان میں سے بہت سے امور کو جاننے اور باخبر ہونے کے باوجود ان کے اظہار سے اخلاقاً درگزر فرماتے ہیں، رسولِ رحمت ﷺ کا یہ علم اور آپ ﷺ کے یہ اخلاق آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

اے اہل کتاب! ہوش میں آؤ اور دنیا کے معمولی نفع اور فائدہ کیلئے آخرت کی ابدی نعمتوں سے محروم مت ہو جاؤ۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور وہ روشن چیز ایک واضح کتاب یعنی قرآن مجید ہے کہ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سلامتی کی راہ بتلاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ضامندی اور خوشنودی کے طالب ہوں۔ سلامتی کی راہیں بتلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے اعمال اور عقائد کی تعلیم دیتے ہیں جن کے ذریعہ تم جنت جیسی سلامتی والی دائمی قیامگاہ حاصل کرسکو اور تمہیں کفر وضلالت کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لے آتے ہیں اور سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی، سلامتی کی راہ، ایمان کی روشنی اور صراطِ مستقیم کا حصول اسی وقت ممکن ہے جبکہ رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو تسلیم کرلیا جائے اور آپ ﷺ پر جو کتابِ حق قرآن مجید کی شکل میں نازل ہوئی ہے اس کتاب مبین کی ہدایات کو بھی تسلیم کرلیا جائے اور ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔

درس نمبر (۴۸۸) مسیح بن مریم کو خدا کہنے والے کافر ہیں المائدہ: ۱۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدْ البتہ تحقیق کَفَرَ کفر کیا الَّذِیْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے قَالُوْٓا کہا إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ هُوَ وہی الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ مسیح ابن مریم ہے قُلْ کہہ دیجئے فَمَن پھر کون يَّمْلِكُ اختیار رکھتا ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ کے آگے شَيْـًٔا کچھ بھی إِنْ أَرَادَ اگر وہ ارادہ کرلے اَنْ يُّهْلِكَ ہلاک کرنے کا الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ

مسیح ابن مریم کو وَأُمَّهُ اوران کی ماں کو وَمَن اوران کو جو فِي الْأَرْضِ زمین میں ہیں جَمِيعاً سارے؟ وَلِلّٰهِ اوراللہ ہی کے لیے ہے مُلْكُ بادشاہی السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی وَالْأَرْضِ اورزمین کی وَمَا اورجوکچھ بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان ہے يَخْلُقُ وہ پیدا کرتا ہے مَا يَشَاءُ جو وہ چاہتا ہے وَاللّٰهُ اوراللہ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ: جولوگ کہتے ہیں کہ اللہ جو ہے وہی مسیح ابن مریم ہے وہ بیشک کافر ہیں۔ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ عیسیٰ ابن مریم کواوران کی والدہ کواور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کون ہے جواللہ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟اورآسمان اورزمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اوراللہ ہر چیز پر پورا قادر ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔

۲۔اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کوااور انکی ماں مریم کواور زمین میں جتنے لوگ ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کون ہے جواللہ کے مقابلہ میں کچھ کرنے کی طاقت رکھتا ہو؟

۳۔تمام آسمانوں اورزمین پراوران کے درمیان جو کچھ موجود ہے اس پر تنہا اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے وہ جو چیز چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

۴۔اوراللہ ہر چیز پر پوری پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔

قومِ نصاریٰ کے ایک گروہ کا یہ فاسد عقیدہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کواللہ تصور کرتا تھا،جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں،اسکے بندۓ رسول اورکلمہ ہیں۔نصاریٰ کے اس بدترین عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک سوال کھڑا کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کواور انکی ماں مریم علیہا السلام اورروئے زمین کے تمام افراد کو ہلاک کرنا چاہے تو انہیں کون بچاسکتا ہے؟ نصاریٰ کی بدعقلی پر ماتم کیا جائے کہ ایک طرف تو نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم کواللہ تعالیٰ کا درجہ دیتے تھے اور دوسری طرف وہ اس بات کے بھی قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ اورانکی ماں مریم علیہا السلام کوموت بھی آئے گی۔سوال یہ ہے کہ جوموت کا شکار ہوجائے اورفنا ہوجائے وہ اللہ کیسے ہوسکتا ہے؟

اس آیت کے آخر میں یہ بات بتلائی گئی کہ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہےاورزمین میں ہےاور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے۔اللہ تعالیٰ ساری چیزوں کے مالک ہیں،ان میں حضرت عیسیٰ بھی اور حضرت مریم بھی کہ ان کے بھی خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔جب یہ دونوں اللہ کی ملکیت میں ہیں اور مملوک اور مخلوق ہیں تو انکے معبود ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جہاں خالق اور مالک ہیں وہیں مختارکل بھی ہیں اسی نے مریم علیہا السلام کو بھی پیدا کیا اور مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی پیدا کیا، چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عام بچوں کی طرح نہیں ہوئی، ہر بچہ ماں اور باپ کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم کے بطن مبارک سے اپنے خاص حکم کلمۂ کُن سے پیدا کیا۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے تو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

درس نمبر (۴۸۹) یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں المائدہ: ۱۸۔۱۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَتِ اور کہا الْيَهُوْدُ یہود نے وَالنَّصَارٰى اور نصاریٰ نے نَحْنُ ہم اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ اللہ کے بیٹے ہیں وَأَحِبَّاؤُهٗ اور اس کے پیارے ہیں قُلْ کہہ دیجئے فَلِمَ پھر کیوں يُعَذِّبُكُمْ وہ تمہیں عذاب کرتا ہے بِذُنُوبِكُمْ تمہارے گناہوں کی وجہ سے بَلْ بلکہ أَنْتُمْ تم (بھی) بَشَرٌ انسان (ہی) ہو مِّمَّنْ ان میں سے جن کو خَلَقَ اس نے پیدا کیا يَغْفِرُ وہ بخشتا ہے لِمَنْ جسے يَشَاءُ چاہتا ہے وَيُعَذِّبُ اور وہ عذاب کرتا ہے مَنْ يَشَاءُ جسے چاہتا ہے وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لیے ہے مُلْكُ السَّمَاوَاتِ بادشاہی آسمانوں کی وَالْأَرْضِ اور زمین کی وَمَا اور جو کچھ بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان ہے وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف الْمَصِيْرُ پھر کر جانا ہے ○ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب! قَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آیا تمہارے پاس رَسُوْلُنَا ہمارا رسول يُبَيِّنُ وہ بیان کرتا ہے لَكُمْ تمہارے لیے عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں کے موقوف ہوجانے کے بعد أَنْ تَقُوْلُوْا کہ کہو تم مَا جَآءَنَا نہیں آیا ہمارے پاس مِنْ بَشِيْرٍ کوئی خوشخبری دینے والا وَلَا نَذِيْرٍ اور نہ ڈرانے والا فَقَدْ جَآءَكُمْ تحقیق تمہارے پاس آ گیا بَشِيْرٌ خوشخبری دینے والا وَنَذِيْرٌ اور ڈرانے والا وَاللّٰهُ اور اللہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ: اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ کہو کہ پھر وہ تمہارے گناہوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ نہیں بلکہ تم اس کی مخلوقات میں دوسروں کی طرح کے انسان ہو۔ وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○ اے اہلِ کتاب! پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ جو ایک عرصے تک منقطع رہا تو اب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر

آ گئے ہیں جو تم سے ہمارے احکام بیان کرتے ہیں تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری یا ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ سو اب تمہارے پاس خوشخبری اور ڈر سنانے والے آ گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔

۲۔ ان سے کہہ دیجئے کہ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ اے یہود و نصاریٰ! تم بھی انہی انسانوں کی طرح انسان ہو جو اس نے پیدا کئے ہیں۔

۴۔ وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

۵۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ موجود ہے اس پر تنہا ملکیت اللہ ہی کی ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

۶۔ اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر ایسے وقت دین کی وضاحت کرنے آئے ہیں جب پیغمبروں کی آمد رکی ہوئی تھی۔

۷۔ پیغمبر اس لئے آتے ہیں تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی جنت کی خوشخبری دینے والا آیا نہ کوئی جہنم سے ڈرانے والا آیا۔

۸۔ اب تو تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے۔

۹۔ اور اللہ ہر بات پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔

یہود و نصاریٰ دونوں کا یہ متفقہ جھوٹا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے بھی ہیں اور اسکے محبوب اور پسندیدہ بھی ہیں، پیار و محبت کا یہ ایک طرفہ باطل دعویٰ بھی ایک عجوبہ ہے یَالَلْعَجَبُ۔

شیطان نے ان کو یہ سبق سکھایا ہے کہ یہ اللہ کی اولاد ہیں ورنہ تو سورۂ اخلاص میں دو اور دو چار کی طرح یہ بات بتلا دی گئی کہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا باپ ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں یہ بات کہی گئی کہ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ وہ پاک ہے اس بات سے کہ اسکی اولاد ہو۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے ایک پیغمبر کے بارے میں یہ حقیقت بتلا دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں وہ اللہ کے رسول ہیں۔

یہود و نصاریٰ اپنے آپ کو اللہ کا پسندیدہ اور محبوب قرار دے کر یہ بتلانا چاہتے تھے کہ انہیں ان کا رب اور ان کا باپ (نعوذ باللہ) عذاب نہیں دے گا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۵ میں یہود و نصاریٰ کا یہ جھوٹا دعویٰ بھی بتلایا گیا کہ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو چند روز ہی جہنم میں رہیں گے۔ واہ رے واہ! یہ تو مہمانِ خصوصی ہیں جو تھوڑی دیر ہی کے لئے جہنم میں تشریف لے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ کے جھوٹے اور باطل دعویٰ کا منہ توڑ جواب اس آیت میں دیا ہے کہ (قل) پیغمبر آپ ان سے فرمائیے کہ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ پھر اللہ تمہیں تمہارے

گناہوں کے سبب کیوں عذاب دے گا؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے ہاں سارے ہی انسانوں کے لئے ایک ہی قانون ہے۔ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ بلکہ تم بھی اللہ کی مخلوق میں سے بشر ہو۔ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ جس کو چاہے گا معاف کرے گا اور جسکو چاہے گا عذاب دے گا۔ وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی ساری سلطنت اور حکومت۔ یہ بھی یاد رکھو کہ وَإِلَیْهِ الْمَصِیْرُ اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۱۹ میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبیوں کے اس دنیا میں تشریف لانے کا جو سلسلہ جاری تھا وہ یہ کہ ایک نبی وفات پا جاتے تو ان کی جگہ دوسرے نبی تشریف لاتے تھے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک برابر جاری رہا۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد نبیوں کے اس دنیا میں آنے کا سلسلہ رُک گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ خوشخبری اپنی قوم کو دی کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ أَحْمَدُ (الصّف:٦) اور یہ لفظِ احمد رسولِ رحمت ﷺ کا دوسرا نام ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کا پہلا نام محمد اور دوسرا نام احمد ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسولِ رحمت ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے خود فرمایا کہ لَیْسَ بَیْنَنَا نَبِیٌّ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (مسلم:۲۳٦۵) امام بخاریؒ نے حضرت سلمانؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ تھا۔ یہ جو چھ سو سال کا زمانہ گزرا اس زمانہ کو زمانۂ فترت کہتے ہیں۔ ان چھ سو سالوں میں نبیوں کے نہ آنے کی وجہ سے دنیا میں کفر و شرک کا غلبہ ہو چکا تھا۔ فساد و بگاڑ اور بے حیائی عام ہو چکی تھی۔ سرکشی اور جہالت شباب پر تھی۔ اس زمانہ میں چند ہی لوگ تھے جو توحید پر قائم تھے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کو حضرت عیاض بن حمار مجاشعیؓ نے روایت کیا ہے۔ (مسلم:۳۹۴۸) اس آیت میں یہ حقیقت بتلائی گئی کہ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول ایسے وقت میں آئے ہیں جبکہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا اور اس آخری نبی کو اس لئے بھیجا گیا ہے تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ پس تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی قدرت و طاقت رکھتے ہیں۔

درس نمبر (۴۹۰) **تم میں نبی بھی پیدا کئے اور حکمران بھی** المائدہ: ۲۰۔۲۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ۖ وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قَالَ کہا مُوْسٰی موسیٰ نے لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے یَا قَوْمِ اے میری قوم! اذْکُرُوْا

تم یاد کرو نِعۡمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت عَلَيۡكُمۡ (جو ہوئی) تم پر اِذۡ جب جَعَلَ اس نے بنائے فِيۡكُمۡ تمہارے اندر أَنۡبِيَاءَ انبیاء وَجَعَلَكُمۡ اور اس نے تمہیں بنایا مُّلُوۡكًا بادشاہ وَآتَاكُمۡ اور تمہیں دیا مَّا لَمۡ يُؤۡتِ جو نہیں دیا اس نے أَحَدًا کسی کو مِّنَ الۡعَالَمِيۡنَ جہانوں میں سے O يَا قَوۡمِ اے میری قوم! ادۡخُلُوا تم داخل ہو جاؤ الۡأَرۡضَ الۡمُقَدَّسَةَ مقدس زمین میں الَّتِيۡ وہ جو كَتَبَ اللّٰهُ اللہ نے لکھ دی ہے لَكُمۡ تمہارے لیے وَلَا تَرۡتَدُّوۡا اور تم نہ پھرنا عَلٰى أَدۡبَارِكُمۡ اپنی پیٹھوں پر فَتَنۡقَلِبُوۡا تب تم پلٹو گے خَاسِرِيۡنَ نقصان اٹھانے والے بن کر

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو! تم پر اللہ نے جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ اہلِ عالم میں سے کسی کو نہیں دیا O اے بھائیو! تم ارضِ مقدس یعنی ملکِ شام میں جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے داخل ہو جاؤ اور دیکھنا مقابلے کے وقت پیٹھ نہ پھیر دینا ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کا دھیان کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہے۔

۲۔ وہ نعمت یہ ہے کہ اس نے تم میں نبی پیدا کئے اور تمہیں حکمران بنایا اور تمہیں وہ سب کچھ عطا کیا جو تم سے پہلے دنیا جہاں کے کسی فرد کو عطا نہیں کیا تھا۔

۳۔ اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے اور اپنی پشت کے بل پیچھے نہ لوٹو ورنہ پلٹ کر نامراد ہو جاؤ گے۔

جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں ڈوب کر ختم ہو گیا اور بنی اسرائیل سمندر پار ہو کر شام کے علاقہ میں داخل ہو گئے تو اب انہیں اپنے وطن فلسطین میں جانا تھا۔ یہ لوگ کئی سو سال کے بعد مصر سے واپس لوٹے تھے، اس وقت تک قوم عاد کا ایک بچا ہوا عمالقہ نامی طبقہ ان کے وطن پر قبضہ کر چکا تھا۔ عمالقہ بڑے طاقتور اور قد و قامت والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ سرزمین بنی اسرائیل کو ملے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دلائی اور انہیں یہ احساس دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑی بڑی مہربانیاں کی ہیں اور یہ بات بھی بتائی کہ اے بنی اسرائیل! آئندہ چل کر تم میں کثرت سے نبی ہوں گے اور تم میں بہت سے بادشاہ بھی ہوں گے، یعنی مستقبل میں نبوت اور بادشاہت تم میں ہوگی اور اس نبوت اور بادشاہت کے میدان کے لئے تمہیں اپنی جگہ ہونی چاہئے جس جگہ پر انبیاء کرام علیہم السلام آزادی کے ساتھ دین کی دعوت دے سکیں اور تمہارے بادشاہ اپنے اقتدار کو کام میں لاسکیں اور سارے معاملات کو نمٹا سکیں، مصری قوم قبطیوں نے اب تک تم کو غلام بنا رکھا تھا، آئندہ تمہیں آزادی کے ساتھ اپنی زمین میں زندگی بسر کرنی ہے، اس لئے اے بنی اسرائیل! تم سب اس مقدس سرزمین فلسطین میں داخل ہو جاؤ جو تمہارا

اپنا وطن ہے، اس سرزمین کو اللہ نے تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے تمہیں کسی بھی صورت میں پیٹھ نہیں پھیرنا ہے بلکہ آگے بڑھنا ہے، اب تمہیں اس عمالقہ قوم سے جنگ کرنا ہے وہ وہاں سے نکل جائیں گے، تمہیں حوصلہ اور ہمت سے کام لینا ہے اور اگر اب حوصلہ اور ہمت نہیں کرو گے تو ہمیشہ کیلئے نقصان اٹھاؤ گے۔ اس موقع پر عمالقہ قوم کی اصل حالت دریافت کرنے کیلئے بنی اسرائیل کے چند آدمیوں کو بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے جب طاقتور اور بڑے ڈیل ڈول والے حامل عمالقہ قوم کے افراد کو دیکھا تو واپس آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ تو بڑے ڈیل ڈول والے اور قوت وطاقت والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ ان کا حال تم پوشیدہ رکھو، بنی اسرائیل کے لوگوں کو مت بتاؤ، ورنہ یہ بزدلی اختیار کریں گے اور لڑنے سے باز آجائیں گے۔

درس نمبر (۴۹۱) تم ہی غالب رہو گے المائدہ: ۲۲-۲۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوا انہوں نے کہا يَا مُوسَى اے موسیٰ! إِنَّ بے شک فِيهَا اُس میں قَوْمًا ایک قوم ہے جَبَّارِينَ بڑی زورآور وَإِنَّا اور بیشک ہم لَن نَّدْخُلَهَا ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے حَتَّىٰ یہاں تک کہ يَخْرُجُوا وہ نکل جائیں مِنْهَا اس میں سے فَإِن پھر اگر يَخْرُجُوا وہ نکل جائیں مِنْهَا اس میں سے فَإِنَّا تو ہم ضرور دَاخِلُونَ داخل ہوجائیں گے O قَالَ کہا رَجُلَانِ دو آدمیوں نے مِنَ الَّذِينَ ان میں سے جو يَخَافُونَ ڈرتے تھے (اللہ سے) أَنْعَمَ اللّٰهُ اللہ نے انعام کیا تھا عَلَيْهِمَا ان دونوں پر ادْخُلُوا تم داخل ہوجاؤ عَلَيْهِمُ ان پر الْبَابَ دروازے میں سے فَإِذَا پھر جب دَخَلْتُمُوهُ تم داخل ہوجاؤ گے اس میں فَإِنَّكُمْ تو تم ہی غَالِبُونَ غالب ہوگے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی پر فَتَوَكَّلُوا پس تم بھروسہ کرو إِن كُنتُم اگر ہو تم مُّؤْمِنِينَ مومن

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ موسیٰ! وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں جا نہیں سکتے ہاں! اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم جا داخل ہوں گے O جو لوگ اللہ سے ڈرتے تھے ان میں سے دو شخص جن پر اللہ کی عنایت تھی کہنے لگے کہ ان لوگوں پر دروازے کے راستے سے حملہ کر دو۔ پھر جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو فتح تمہاری ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم واقعی ایمان والے ہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ موسیٰ کی قوم نے کہا: اے موسیٰ! اس ملک میں تو بڑے طاقتور لوگ رہتے ہیں جب تک وہ لوگ وہاں سے

بالکل نہ جائیں ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ ہاں! اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو بیشک ہم اس میں داخل ہو جائیں گے۔

۲۔ جو لوگ اللہ کا خوف رکھتے تھے ان میں سے دو مرد جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا تھا وہ بول اٹھے کہ تم ان پر چڑھائی کر کے شہر کے دروازے میں گھس تو جاؤ جب گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔

۳۔ تم صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر واقعی تم صاحبِ ایمان ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن چند لوگوں کو عمالقد قوم کی حالت دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا تو ان کی واپسی کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ تم نے عمالقد کی جو حالت دیکھی ہے وہ بنی اسرائیل کے عام لوگوں کو مت بتلاؤ۔ لیکن ان میں چند آدمیوں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو اصل حقیقت بتلادی۔ مگر ان میں صرف دو حضرات ایسے تھے جنھوں نے عمالقہ کا یہ حال پوشیدہ رکھا جن کے نام یہ ہیں: حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوقنا۔ ان دونوں نے اس راز کو راز رکھا اور بنی اسرائیل کو ہمت اور حوصلہ دلایا کہ چلو آگے بڑھو اور دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ دیکھو جب تم داخل ہو جاؤ گے تو اللہ کی مدد آئے گی اور وہ عمالقہ نکل بھاگیں گے اور تم کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ تمہیں اب اللہ پر ہی بھروسہ کرنا ہے۔ مومن کا کام اللہ پر توکل کرنا ہے پیچھے ہٹنا نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی سمجھایا۔ لیکن بنی اسرائیل نے کسی کی بات نہیں مانی اور آپس میں کہنے لگے کہ کاش! ہم مصر سے نہ آتے تو اچھا ہوتا، اس سے تو وہی غلامی کی زندگی بہتر تھی، پھر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

درس نمبر (۴۹۲) تم اور تمہارا رب جاؤ اور ان سے لڑو المائدہ: ۲۴۔۲۵۔۲۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوا انہوں نے کہا يَا مُوسَى اے موسیٰ! إِنَّا بے شک ہم لَنْ نَّدْخُلَهَآ ہرگز داخل نہ ہوں گے اس میں أَبَداً کبھی بھی مَّا دَامُوا جب تک وہ موجود ہیں فِيهَا اس میں فَاذْهَبْ لہٰذا جا أَنتَ تو وَرَبُّكَ اور تیرا رب فَقَاتِلَا اور تم دونوں لڑو إِنَّا تحقیق ہم هَاهُنَا یہیں قَاعِدُونَ بیٹھے ہیں O قَالَ (موسیٰ نے) کہا رَبِّ اے رب! إِنِّي بیشک میں لَآ اَمْلِكُ اختیار نہیں رکھتا إِلَّا مگر نَفْسِي اپنی جان کا وَأَخِي اور اپنے بھائی کا فَافْرُقْ چنانچہ تو تفریق کر دے بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ اور نافرمان قوم کے درمیان O قَالَ (اللہ نے) فرمایا فَإِنَّهَا بیشک وہ (زمین) مُحَرَّمَةٌ حرام کر دی گئی ہے عَلَيْهِمْ ان پر أَرْبَعِينَ سَنَةً چالیس

برس تک يَتِيهُونَ وہ سرگرداں پھریں گے فِي الْأَرْضِ زمین میں فَلَا تَأْسَ لہٰذا تو غم نہ کھا عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ نافرمان قوم پر

ترجمہ: وہ بولے کہ موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جائیں گے اگر لڑنا ہی ضرور ہے تو تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے O موسیٰ نے اللہ سے التجا کی کہ پروردگار! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔ سو تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کردے O اللہ نے فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کیلئے حرام کر دیا گیا کہ وہاں جانے نہ پائیں گے یہ اسی علاقے میں جہاں اب ہیں سرگرداں پھرتے رہیں گے تو ان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کہنے لگی: اے موسیٰ! ہم اس وقت تک اس ملک میں قدم نہیں رکھیں گے جب تک وہ لوگ اس ملک میں موجود ہیں۔

۲۔ اگر تم کو ان سے لڑنا ہی ہے تو تم اور تمہارا رب چلے جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! میری اپنی جان اور میرے بھائی کے سوا کوئی بھی میرے قابو میں نہیں ہیں اب آپ ہی ہمارے اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان الگ الگ فیصلہ کر دیجئے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اچھا! اگر ایسی بات ہے تو وہ سرزمین میں بھٹکتے پھریں گے۔

۵۔ اے موسیٰؑ! آپ ان نافرمان لوگوں پر ترس نہ کھانا۔

صاف طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ہرگز اس سرزمین میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ عمالقہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ اگر وہ نکل جائیں تو ہم داخل ہو سکتے ہیں۔ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ حال دیکھا تو اپنے رب سے کہا کہ اے اللہ! میرا بس ان لوگوں پر نہیں چلتا مجھے اپنے نفس پر قابو ہے اور میرا بھائی ہارون بھی فرمانبردار ہے ہم دونوں کیا کر سکتے ہیں؟ ہمارے درمیان اور ان فاسقوں کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سرزمین بنی اسرائیل پر چالیس سال تک حرام ہے۔ انکی ان حرکتوں کی وجہ سے اس وقت اس شہر میں داخلہ سے محروم کئے جا رہے ہیں۔ چالیس سال تک بنی اسرائیل اس زمین میں حیران و پریشان پھرتے رہے۔ چھ لاکھ کی تعداد میں یہ لوگ تھے۔ اس عرصہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں کی وفات ہوگئی۔ جب چالیس سال پورے ہوگئے اور نئی نسل تیار ہوگئی تو حضرت یوشع علیہ السلام کی نگرانی میں وہ مقدس سرزمین فتح ہوئی اور بنی اسرائیل اس میں داخل ہوئے۔

درس نمبر (۴۹۳)

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ

المائدہ: ۲۷-۳۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ
لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۷ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ
اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ
اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۹ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۳۰
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ
مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝۳۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتْلُ اور آپ تلاوت کریں عَلَيْهِمْ ان پر نَبَأَ خبر ابْنَيْ آدَمَ آدم کے دو بیٹوں کی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ إِذْ جب قَرَّبَا دونوں نے پیش کی قُرْبَاناً (ایک) ایک قربانی فَتُقُبِّلَ تو مقبول ہوئی مِنْ أَحَدِهِمَا ان میں سے ایک کی وَلَمْ يُتَقَبَّلْ اور مقبول نہ ہوئی مِنَ الآخَرِ دوسرے کی قَالَ اس نے کہا لَأَقْتُلَنَّكَ میں ضرور تجھے قتل کروں گا قَالَ (پہلے نے) کہا إِنَّمَا بس يَتَقَبَّلُ قبول کرتا ہے اللّٰهُ اللہ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں ہی سے O لَئِنْ البتہ اگر بَسَطتَ تو دراز کرے گا إِلَيَّ میری طرف يَدَكَ اپنا ہاتھ لِتَقْتُلَنِيْ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَا أَنَاْ میں نہیں بِبَاسِطٍ دراز کروں گا يَدِيَ اپنا ہاتھ إِلَيْكَ تیری طرف لَأَقْتُلَكَ تاکہ میں تجھے قتل کروں إِنِّيْ بیشک میں أَخَافُ اللّٰهَ اللہ سے ڈرتا ہوں رَبَّ الْعَالَمِيْنَ جو رب العالمین ہے O إِنِّيْ بے شک میں أُرِيْدُ ارادہ کرتا ہوں أَن تَبُوْءَ کہ تو لوٹے بِإِثْمِيْ میرے گناہ کے ساتھ وَإِثْمِكَ اور اپنے گناہ کے ساتھ فَتَكُوْنَ پھر تو ہو جائے مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ دوزخیوں میں سے وَذَالِكَ اور یہ جَزَاءُ بدلہ ہے الظَّالِمِيْنَ ظالموں کا O فَطَوَّعَتْ پھر پسندیدہ بنا دیا لَهُ اس کے لیے نَفْسُهُ اس کے نفس نے قَتْلَ أَخِيْهِ اپنے بھائی کے قتل کرنے کو فَقَتَلَهُ تو اس نے اسے قتل کر دیا فَأَصْبَحَ اور وہ ہو گیا مِنَ الْخَاسِرِيْنَ نقصان اُٹھانے والوں میں سے O فَبَعَثَ اللّٰهُ پھر اللہ نے بھیجا غُرَاباً ایک کوّا يَبْحَثُ وہ کھودتا تھا فِي الأَرْضِ زمین کو لِيُرِيَهُ تاکہ وہ اسے دکھلائے كَيْفَ (کہ) کیسے يُوَارِيْ وہ چھپائے سَوْءَةَ لاش أَخِيْهِ اپنے بھائی کی قَالَ اس نے کہا يَا وَيْلَتَا ہائے افسوس! أَعَجَزْتُ کیا میں عاجز ہوں أَنْ أَكُوْنَ کہ ہوں میں مِثْلَ هَـذَا الْغُرَابِ مثل اس کوّے کے فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ کہ چھپا دیتا میں لاش أَخِيْ اپنے بھائی کی فَأَصْبَحَ تو وہ ہو گیا مِنَ النَّادِمِيْنَ پچھتانے والوں میں سے

ترجمہ: اور اے نبی! ان کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات جو بالکل سچے ہیں پڑھ کر سنا دو کہ جب ان دونوں نے بارگاہ الٰہی میں ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی، اب قابیل ہابیل

سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کردوں گا، اس نے کہا کہ اللہ پرہیزگاروں ہی کی نیاز قبول فرمایا کرتا ہے O اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ چلائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے لئے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا، مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے O میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ کو بھی سمیٹ لے اور اپنے گناہ کو بھی' پھر تو اہلِ دوزخ میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے O آخر اس کے یعنی قابیل کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر خسارہ پانے والوں میں ہو گیا O اب اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تا کہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے؟ کہنے لگا ہائے کمبختی! مجھ سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ اس کوّے جیسا ہی ہوتا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ پھر وہ پشیمان ہو گیا۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پیغمبر! آپ ان کے سامنے حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا واقعہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا دیجئے۔

۲۔ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی اور ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی۔

۳۔ جس کی قربانی قبول نہ ہوئی اس نے کہا کہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔

۴۔ جس کی قربانی قبول ہو گئی اس نے کہا اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کی قربانی قبول کرتا ہے جو متقی ہوں۔

۵۔ پھر اس نے کہا اگر تم نے مجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ انجام کار تم اپنے اور میرے دونوں کے گناہ میں پکڑے جاؤ اور دوزخیوں میں شامل ہو جاؤ اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

۶۔ آخر کار اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا اور نامرادوں میں شامل ہو گیا۔

۷۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے؟

۸۔ قاتل بھائی نے کہا ہائے افسوس! کیا میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا اس طرح بعد میں وہ بڑا شرمندہ ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام دنیا کے سب سے پہلے انسان ہیں، انکے دو بیٹوں کا واقعہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ مشہور تو یہی ہے کہ یہ دونوں بیٹے حضرت آدم علیہ السلام کے حقیقی بیٹے تھے۔ بعض مفسرین کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے۔

ابنِ کثیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی جو اولاد ہوتی تھی اس میں ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی جڑواں پیدا ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں چونکہ ان کے علاوہ دوسروں کی کوئی اولاد نہیں تھی اور دنیا میں نسلوں کو بڑھانے کیلئے اسکے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی کہ انہی بھائی بہنوں کے درمیان

نکاح کر دیا جائے۔اب اس میں ایک ہی صورت تھی کہ ایک ہی بطن سے ایک ساتھ جو جڑواں لڑکا لڑکی پیدا ہوتے ان کا آپس میں نکاح نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے وقت میں جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نکاح دوسرے وقت میں پیدا ہوئی لڑکی سے اور پہلے وقت میں جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نکاح دوسرے وقت میں پیدا ہوئے لڑکے سے کر دیا کرتے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو لڑکے تھے، ان میں ایک قابیل تھا جو کھیتی کرتا تھا اور دوسرا ہابیل تھا جس کے پاس روزگار کیلئے دودھ دینے والے مویشی تھے۔قابیل بڑا بھائی تھا اور ہابیل چھوٹا تھا۔اصول کے اعتبار سے اب قابیل کے ساتھ والی بہن کا نکاح ہابیل سے ہونا تھا اور ہابیل کے ساتھ والی بہن کا نکاح قابیل سے ہونا تھا، لیکن قابیل کے ساتھ جو بہن پیدا ہوئی تھی وہ زیادہ خوبصورت تھی۔ضابطہ کے مطابق ہابیل نے چاہا کہ قابیل کے ساتھ والی بہن سے نکاح کرے، مگر قابیل اس کیلئے تیار نہ ہوا۔اس نے کہا کہ یہ بہن میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے، میں اس سے نکاح کروں گا، تو اس سے نکاح کر جو تیرے ساتھ پیدا ہوئی۔حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو سمجھایا مگر قابیل نہ مانا۔

اس جھگڑے کو ختم کرنے کیلئے دونوں نے اللہ کی بارگاہ میں اپنی نیاز پیش کی کہ جس کی نیاز قبول ہوگی وہ اس لڑکی سے نکاح کرے گا۔معاملہ یہ ہوا کہ ہابیل جو حق پر تھا اسکی نیاز قبول ہوگئی۔اس دور کا طریقہ یہ تھا کہ جو چیز نذر و نیاز میں رکھ دی جاتی تھی اسکی قبولیت کی علامت یہ ہوتی کہ آسمان سے آگ آتی اور اس کو جلا دیتی، یہ خدائی فیصلہ شمار ہوتا تھا۔ جب آسمانی فیصلہ آ گیا تو قابیل نے ہابیل سے کہا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے کہا کہ جو متقی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کی نذر و نیاز کو قبول فرما لیتے ہیں۔ہابیل نے قابیل سے یہ بھی کہا کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کیلئے تیری طرف ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ہابیل کی قوت و طاقت قابیل سے زیادہ تھی لیکن اس نے حملہ کے بدلہ حملہ کرنے کو گوارا نہ کیا اور مظلوم بن کر مقتول ہو جانے کو ترجیح دی۔آخرکار قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔قابیل نے ہابیل کو قتل تو کر دیا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس مردہ بھائی کو کیا کرے؟ قابیل اس حیرانی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے، دونوں آپس میں لڑنے لگے اور ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ پھر مارنے والے کوے نے زمین کرید کر مردہ کوے کو دفن کر دیا۔ قابیل کو طریقہ سمجھ میں آ گیا اور اس نے بھی ہابیل کو اسی طرح دفن کر دیا اور افسوس و ندامت کے ساتھ کہنے لگا کہ ہائے افسوس! میری ذات پر، کیا میں اس سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوے کی طرح ہو جاؤں، پھر اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں؟ اپنی ناسمجھی پر قابیل نادم ہوا کہ میں کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنی سمجھ سے اپنے بھائی کی لاش کو کہیں ٹھکانہ لگا دیتا۔ دوسرے بعض مذاہب کے لوگ اپنے مردوں کو یا تو جلا ڈالتے ہیں یا اپنی نعشوں کو پرندوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔انسان کا اکرام اسی میں ہے کہ موت کے بعد اسے احترام کے ساتھ سلیقہ سے دفن کر دیا جائے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔

درس نمبر (۴۹۴) **ایک شخص کا قتل پوری انسانیت کا قتل** المائدہ:۳۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۚ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ اسی وجہ سے كَتَبْنَا ہم نے لکھا (فرض کر دیا) عَلٰى بَنِیْٓ إِسْرَائِيْلَ بنی اسرائیل پر أَنَّهٗ (یہ کہ) تحقیق مَن جو کوئی قَتَلَ قتل کرے نَفْساً کسی جان کو بِغَيْرِ نَفْسٍ کسی جان کے بغیر أَوْ یا فَسَادٍ (بغیر) فساد کے فِی الْأَرْضِ زمین میں فَكَأَنَّمَا تو گویا قَتَلَ اس نے قتل کر دیا النَّاسَ جَمِيْعاً سب لوگوں کو وَمَنْ اور جو کوئی أَحْيَاهَا بچائے اس (ایک جان) کو فَكَأَنَّمَا تو گویا أَحْيَا اس نے بچالیا النَّاسَ جَمِيْعاً سب لوگوں کو وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَاءَتْهُمْ آئے ان کے پاس رُسُلُنَا ہمارے رسول بِالْبَيِّنَاتِ واضح دلائل کے ساتھ ثُمَّ پھر إِنَّ بے شک كَثِيْراً بہت سے (لوگ) مِّنْهُم ان میں سے بَعْدَ ذَالِكَ اس کے بعد فِی الْأَرْضِ زمین میں لَمُسْرِفُوْنَ البتہ حد سے نکل جانے والے ہیں

ترجمہ: اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے ذمے یہ بات لکھ دی کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو ایک انسان کی جان بچالے تو گویا اس نے سارے انسانوں کو زندگی دے دی اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کے بدلے کیلئے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان لے لی۔

۲۔جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔

۳۔ہمارے پیغمبران کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے مگر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں ہی کرتے رہے ہیں۔

پچھلی آیت میں حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے قابیل کا دوسرے بیٹے ہابیل کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ قتل قابیل کی طرف سے ظلم و زیادتی تھی۔ اس قتل کے واقعہ کو یاد دلا کر اس آیت میں بنی اسرائیل پر اس معاملہ میں لگائی گئی پابندی کا تذکرہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کو کسی جان کے عوض کے بغیر یا بغیر کسی ایسے فساد کے

جوزمین میں ہو قتل کردے گا گویا اس قتل کرنے والے نے سب لوگوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی جان کو زندہ کردیا یعنی کسی جان کو ہلاکت سے بچالیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کردیا۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے یہ باتیں بتلائی ہیں۔ حضرت مجاہد تابعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بھی ایک جان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے قصداً یا ارادتاً قتل کردے تو اسکی سزا دوزخ کا داخلہ ہے اور اس پر اللہ کا غضب بھی ہے اور اسکی لعنت بھی اور اس کے لئے بڑا عذاب بھی ہوگا۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک جان کو قتل کرنے والے کو ایسا گناہ ہوتا ہے جیسا کہ سب لوگوں کو قتل کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بھی کسی کو ناحق قتل کرے گا آدمؑ کے پہلے بیٹے قابیل پر بھی اس کے قتل کی شرکت رہے گی کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کی بنیاد ڈالی۔ (بخاری: ۳۳۳۵) علامہ قرطبیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ سزا بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس قدر سختی کی وجہ یہ ہے کہ تورات شریف میں سب سے پہلے قتل ہی کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور چونکہ بنی اسرائیل میں سرکشی اور زیادتی بہت زیادہ تھی اور بنی اسرائیل نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی قتل کیا اس لئے ان پر قتل کی یہ سخت ترین سزا مقرر کی گئی۔

اسی طرح کسی ایک شخص کی جان بچانا کوئی معمولی نیک کام نہیں ہے بظاہر ایک شخص ایک آدمی کی جان بچالیتا ہے، مثلاً قتل کا ارادہ کرتا ہے مگر اپنا ہاتھ روک لیتا ہے یہ اور اس قسم کی جو بھی شکل پیش آئے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس نے کسی کی جان بچائی یہ ایک آدمی کی جان بچانا سارے انسانوں کی جان بچانے کے برابر قرار دیا گیا۔

اسکے بعد یہ حقیقت بتلائی گئی کہ بنی اسرائیل کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آتے گئے اور ان کے سامنے اپنی نبوت کی کھلی کھلی دلیلیں بتلاتے گئے۔ ان سب حقیقتوں کے باوجود بنی اسرائیل کی سرکشی کا یہ عالم رہا کہ وہ زمین میں حد سے تجاوز کرنے والے بن کر ہی ابھرے، جس کا انجام یہ ہوا کہ ذلت، رسوائی، ناکامی اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوگئے۔

درس نمبر (۴۹۵) فساد پھیلانے کی سزا المائدہ: ۳۳۔۳۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّمَا بس جَزَاء بدلہ الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ لڑتے ہیں اللہ سے وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول سے وَيَسْعَوْنَ اور کوشش کرتے ہیں فِي الْأَرْضِ زمین میں فَسَادًا فساد کرنے کی أَن يُقَتَّلُوْا کہ وہ قتل کردیئے جائیں أَوْ یا يُصَلَّبُوْا وہ سولی دیئے جائیں أَوْ یا تُقَطَّعَ کاٹ دیئے جائیں أَيْدِيْهِمْ ان کے

ہاتھ وَأَرْجُلُهُم اوران کے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ مخالف جانب سے أَوْ یا یُنفَوْا وہ نکال دیئے جائیں مِنَ الْأَرْضِ اس علاقے سے ذَالِکَ یہ لَهُمْ ان کے لئے خِزْیٌ ذلت ہے فِی الدُّنْیَا دنیا میں وَلَهُمْ اوران کے لیے فِی الآخِرَةِ آخرت میں عَذَابٌ عذاب ہے عَظِیمٌ بہت بڑا O إِلَّا مگر الَّذِینَ وہ لوگ کہ تَابُوا انہوں نے توبہ کرلی مِن قَبْلِ اس سے پہلے أَن تَقْدِرُوا کہ تم قابو پالو عَلَیْهِمْ ان پر فَاعْلَمُوا توجان لو أَنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ غَفُورٌ بہت بخشنے والا رَّحِیمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے۔

ترجمہ: جولوگ اللہ اوراس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ بُری طرح قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے غائب کردیئے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب تیار ہے O ہاں! جن لوگوں نے اس سے پیشتر کہ تمہارے قابو آ جائیں توبہ کرلی تو جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

تشریح: یہ آیتیں ایک واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ بنی عقل اور بنی عرینہ کے چند لوگ رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا اور رسول رحمت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت بھی کرلی۔ مگران لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی اور وہ بیمار ہوگئے رسولِ رحمت ﷺ کے سامنے ان کی بیماری کی کیفیت رکھی گئی۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے کہا کہ وہ صدقہ کی اونٹوں کی طرف نکل جائیں جو آبادی سے دور چرتے ہیں اوران اونٹوں کے ساتھ ہی رہیں ان اونٹوں کا پیشاب پئیں اوران کا دودھ بھی پئیں۔ ان لوگوں نے اسے منظور کرلیا اور صدقہ کے اونٹوں کے پاس رہنے لگے اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیتے رہے۔ جب تندرست ہوگئے تو چرواہے کو قتل کرکے اونٹوں کو ہانک کرلے چلے گئے۔ رسول رحمت ﷺ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمیوں کو دوڑایا۔ وہ ان سب کو پکڑ کرلے آئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول رحمت ﷺ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا اوران کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیردی گئی جس سے وہ اندھے ہوگئے، پھر دھوپ میں ڈال دئے گئے یہاں تک کہ وہ مرگئے۔ (ابوداود: ۴۳۶۴، نسائی: ۴۰۲۵، ترمذی: ۷۲)

سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں پیشاب پینے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ چونکہ رسول رحمت ﷺ کو ان کے مرتد ہونے اور صرف ظاہری طور پر ہی مسلمان ہونے کی اطلاع دے دی گئی تھی، اس لئے انہیں پیشاب پینے کی اجازت دی گئی، اس لئے کہ ایسی صورت میں وہ اسلام کے احکام کے مکلّف ہی نہیں ہیں۔

اس آیت میں ڈکیتی کی چار سزائیں سنائی گئی ہیں۔

۱۔ قتل کردیا جائے۔

۲۔ سولی پر چڑھا دیا جائے۔

٣۔مخالف جانب سے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔

٤۔زمین سے دور کیا جائے یعنی یا تو جلاوطن کیا جائے یا قید کر دیا جائے۔

علماء نے لکھا ہے کہ امیر المومنین کو اختیار ہے کہ چاروں سزاؤں میں سے جو بھی سزا جس ڈاکو کیلئے وہ اختیار کرے کرسکتا ہے۔ان دنیوی سزاؤں کے بعد یہ بات بھی بتائی گئی کہ یہ ان لوگوں کی اس دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب بھی ہوگا۔

ہاں! وہ لوگ جنہوں نے اس سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی کہ تم ان پر قابو پاؤ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔ مفسرین نے اس سلسلہ میں یہاں یہ وضاحت کی ہے کہ حکومت کے گھیراؤ میں آنے اور قابو پانے سے پہلے ہی اگر ڈاکو توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی توبہ قبول ہے۔اس توبہ سے صرف شرعی طور پر جو حد مقرر ہے وہ ساقط ہوجائے گی، لیکن جو بندوں کا حق ہے وہ ساقط نہیں ہوگا یعنی جو مال ڈاکوؤں نے ڈکیتی میں لیا ہے وہ تو انہیں دینا ہی پڑے گا۔ اسی طرح اگر کسی کو عمداً قتل کیا ہے تو مقتول کے اولیاء کو اختیار ہوگا کہ بدلہ میں اسے قتل کردیں یا معاف کردیں۔

درس نمبر (٤٩٦) تقویٰ اور جہاد باعثِ فلاح المائدہ: ٣٥۔٣٦۔٣٧

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوْا ایمان لائے ہو! اتَّقُوْا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو وَابْتَغُوْا اور تلاش کرو إِلَيْهِ اس کی طرف الْوَسِيْلَةَ ذریعۂ قرب وَجَاهِدُوْا اور جہاد کرو فِيْ سَبِيْلِهٖ اس کی راہ میں لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤO إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَوْ أَنَّ اگر ہو لَهُمْ ان کے لیے مَّا جو کچھ فِي الْأَرْضِ زمین میں ہے جَمِيْعاً سارا (ہی) وَمِثْلَهٗ اور اتنا ہی اور مَعَهٗ اس کے ساتھ لِيَفْتَدُوْا تاکہ وہ معاوضے میں دے دیں بِهٖ اس کو مِنْ عَذَابِ عذاب سے يَوْمِ الْقِيَامَةِ روزِ قیامت کے مَا تُقُبِّلَ قبول نہیں کیا جائے گا مِنْهُمْ ان سے وَلَهُمْ اور ان کے لیے عَذَابٌ عذاب ہے أَلِيْمٌ بہت دردناک O يُرِيْدُوْنَ وہ ارادہ کریں گے أَنْ يَخْرُجُوْا کہ نکل جائیں مِنَ النَّارِ آگ سے وَمَا اور نہیں ہوں گے هُمْ وہ بِخَارِجِيْنَ نکلنے والے مِنْهَا اس سے وَلَهُمْ اور ان کے لیے عَذَابٌ عذاب ہے مُّقِيْمٌ ہمیشہ رہنے والا

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرتے رہو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تاکہ کامیاب ہوجاؤO جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس روئے زمین کا سب مال ومتاع ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو

تا کہ قیامت کے روز عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کا بدلہ دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کو درد دینے والا عذاب ہوگاO وہ ہر چند چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں مگر اس سے نہیں نکل سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستہ میں جہاد کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح حاصل ہوگی۔

۲۔یقین رکھو کہ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے اگر زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب اسکے پاس ہوں اور اتنی ہی اور بھی ہوں تا کہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کیلئے وہ سب فدیہ میں پیش کر دیں تب بھی ان کی یہ پیشکش قبول نہیں کی جائے گی اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

۳۔وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کو ایسا عذاب ہوگا جو قائم رہے گا۔

ان تین آیات میں سے پہلی آیت میں کامیابی پانے کے تین فارمولے بیان کئے گئے ہیں جو ایمان والوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہے گئے ہیں۔(۱) اللہ سے ڈرو یعنی تقویٰ اختیار کرو (۲) اللہ تک پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو (۳) اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔

اے ایمان والو! یہ تین کام اگر تم کرلو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔قرآنِ مجید میں تقویٰ کا حکم بار بار دیا گیا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۹ میں فرمایا: وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تم اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ) اور آیت نمبر ۱۹۴ میں فرمایا: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (اللہ سے ڈرو اور یہ جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے)۔گویا یہاں ایک اور فارمولہ یہ دیا گیا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی زندگی کے ساتھ ہو وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔آیت نمبر ۱۹۷ میں تقویٰ کو بہترین توشہ قرار دیا گیا: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى اور اپنے ساتھ (سفر میں) سفر خرچ لے لیا کرو سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔دوسری بات یہ کہی گئی کہ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو) یعنی اللہ تعالیٰ کی نزدیکی تلاش کرو جس کو قربِ خداوندی کہا جاتا ہے۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۷ میں یہ بات کہی گئی کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ جن فرشتوں اور جنات کو مشرکین نے خدا کا درجہ دے رکھا ہے وہ جنات اور فرشتے خود اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کون اللہ کے زیادہ قریب ہو جائے؟ اور وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔اللہ کا وسیلہ اور قرب حاصل کرنے کے ذرائع اللہ تعالیٰ کی اطاعت، فرائض اور واجبات کی ادائیگی اور سنتوں اور نوافل کا اہتمام ہے۔

تیسری بات یہ کہی گئی کہ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ (اے ایمان والو اللہ کی راہ میں جہاد کرو) سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۱ میں بھی فرمایا گیا: وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو)۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۴ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی کہ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (یہ صحابہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں)۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۵ میں مجاہدوں کی فضیلت یوں بیان کی گئی کہ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً (اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے)۔

آیت نمبر ۳۶ میں یہ بات کہی گئی کہ جب کافروں کو قیامت کے دن عذاب میں ڈال دیا جائے گا تو ان کی یہ آرزو ہوگی کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اس کے بقدر اور بھی ہو اور یہ سب دے کر عذاب سے رہائی پالیں اور اپنی جان چھڑالیں یہ ہو نہ سکے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب کچھ دے دلا کر بھی کوئی اپنی جان چھڑا نہ سکے گا۔ وہاں دنیا کی طرح کوئی رشوت کا نظام بھی نہیں ہوگا اور نہ ہی وہاں ہدیہ یا فدیہ قبول کیا جائے گا۔ یہ کافر قائم و دائم عذاب میں گرفتار رہیں گے، وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

درس نمبر (۴۹۷) چوری کرنے کی سزا المائدہ: ۳۸ تا ۴۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالسَّارِقُ چور مرد وَالسَّارِقَةُ اور چور عورت فَاقْطَعُوْا پس تم کاٹ دو أَيْدِيَهُمَا ان دونوں کے ہاتھ جَزَاءً بدلے میں بِمَا اس کے جو كَسَبَا ان دونوں نے کمایا نَكَالًا عبرتناک سزا ہے مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے وَاللّٰهُ اور اللہ عَزِيْزٌ بہت غالب حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہے ○ فَمَن پھر جس نے تَابَ توبہ کرلی مِن بَعْدِ ظُلْمِهٖ اپنے ظلم کے بعد وَأَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کرلی فَإِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ يَتُوْبُ توجہ فرماتا ہے عَلَيْهِ اس پر إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ غَفُوْرٌ خوب بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ○ أَلَمْ تَعْلَمْ کیا نہیں علم ہوا آپ کو أَنَّ اللّٰهَ کہ بیشک اللہ لَهُ اسی کے لیے ہے مُلْكُ بادشاہی السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی وَالْأَرْضِ اور زمین کی يُعَذِّبُ وہ عذاب کرتا ہے مَن جس کو يَشَاءُ چاہتا ہے وَيَغْفِرُ اور مغفرت کرتا ہے لِمَن يَشَاءُ جس کی چاہتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ: اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان کا ایک ایک ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے

کرتوتوں کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت کے طور پر ہے اور اللہ زبردست ہے صاحب حکمت ہے O پھر جو شخص گناہ کے بعد توبہ کر لے اور نیکوکار ہو جائے تو اللہ اس کو معاف کر دے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے O کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے۔ جس کو چاہے عذاب کرے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے دونوں کے ہاتھ کاٹ دو تا کہ ان کو اپنے کیئے کا بدلہ ملے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ اقتدار بھی ہے صاحبِ حکومت بھی ہے۔

۳۔ جو شخص اپنی ظالمانہ کارروائی سے توبہ کر لے اور معاملات درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

۴۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین میں حکمرانی صرف اللہ کے پاس ہے وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

ان تین آیتوں میں سے پہلی آیت میں چوری کرنے کی سزا بتلائی گئی ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تا کہ ان کو کیئے کا بدلہ مل جائے۔ جزاء اور سزا دونوں میں مرد اور عورت دونوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے احکامات موجود ہوں، مذکر ہو یا مؤنث (مرد ہو یا عورت) نیکی کا کام کریں تو دونوں کو جزاء ملے گی اور اگر یہ دونوں برے کام کریں تو دونوں ہی کو سزا بھی ملے گی۔ اگر مرد چوری کرے تو اسکے جس طرح ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے اسی طرح اگر عورت چوری کرے تو اسکے بھی ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ چوری بہت بڑا جرم ہے۔ سورۂ ممتحنہ کی آیت ۱۲ میں برائیوں میں شرک کے بعد چوری کا ذکر ہے اسکے بعد زنا اور قتل کا تذکرہ ہے، وغیرہ: يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ ۔ الخ۔ (اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو مار نہ ڈالیں گی، کوئی ایسا بہتان نہ باندھے گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت طلب کریں بیشک اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا بخشنے والا ہے)۔ اسی سورت کی پچھلی آیتوں میں ڈکیتی کی سزا سنائی گئی اور اس آیت میں چوری کی سزا سنائی جا رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کتنا کاٹا جائے گا اور کس قدر مال کے چوری کرنے پر یہ سزا جاری کی جائے گی؟ اور یہ بھی ایک اہم سوال ہے کہ چوری کی تعریف کیا ہے؟ لغت میں کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے ایسے مال کو جو کسی محفوظ جگہ میں ہو

اسکی اجازت کے بغیر چھپ کر لینے کا نام چوری ہے۔ شرعی طور پر بھی اسی کو چوری کہتے ہیں۔ چوری کے ثبوت کیلئے یہ اہم باتیں سامنے ہوں۔

پہلی بات یہ کہ وہ مال کسی فرد یا جماعت کی ذاتی ملکیت ہو، چرانے والے کی اس میں نہ ملکیت ہو اور نہ ہی ملکیت کا شبہ ہو اور نہ ایسی چیزیں ہوں جس میں عوام کے حقوق مساوی ہوں۔

دوسری بات یہ کہ جو چیز چوری کی گئی ہے وہ محفوظ ہو، یعنی مقفل مکان کے ذریعہ یا کسی نگران چوکیدار کے ذریعہ محفوظ ہو۔ جو مال کسی محفوظ جگہ میں نہ ہو اس کو کوئی شخص اٹھالے تو چوری کی یہ مذکورہ حد ثابت نہیں ہوگی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کا یہ عمل یقیناً گناہ ہوگا۔

تیسری بات یہ کہ بغیر اجازت کے لیا ہو، اگر کسی مال کے لینے یا اٹھا کر استعمال کرنے کی کسی کو اجازت دی گئی تھی اور وہ اس نے لے لیا تو ایسی صورت میں بھی چوری کی حد عائد نہیں ہوگی۔

چوتھی بات یہ کہ وہ چیز اس نے چھپا کر لی ہو اگر کسی نے علانیہ طور پر لوٹ لیا تو ایسی صورت میں یہ چوری کی تعریف میں نہیں آئے گا بلکہ ڈکیتی کی تعریف میں آئے گا اور ڈکیتی کی سزا پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

اس کے بعد والی آیت میں یہ بات بیان کی گئی کہ جو شخص اپنی اس زیادتی کے بعد توبہ کرلے اور آئندہ زندگی کے لئے اپنے اعمال کو درست کرلے اور چوری وغیرہ نہ کرے اور اپنی توبہ پر قائم رہے تو بیشک اللہ تعالیٰ اسکے حال پر اپنی رحمت کے ساتھ توجہ فرمائیں گے اور معاف فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ تو مختار کل اور قادر مطلق ہیں، زمین و آسمان کی ساری سلطنت انہی کے ہاتھ میں ہے، وہ چاہیں تو عذاب دیں چاہیں تو معاف کردیں۔

درس نمبر (۴۹۸) نافرمانی کی وجہ سے دل پاکیزگی سے محروم ہوجاتے ہیں المائدۃ: ۴۱

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَايَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ط يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ج يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ط وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ط لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۚ صلے وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـآ أَيُّهَا الرَّسُوْلُ اے رسول! لَا يَحْزُنْكَ آپ کو غمگین نہ کریں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُسَارِعُوْنَ جلدی کرتے ہیں فِي الْكُفْرِ کفر میں مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے جو قَالُوْا کہتے ہیں آمَنَّا ہم ایمان لائے بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں کے ساتھ وَلَمْ تُؤْمِنْ اور ایمان نہ لائے قُلُوْبُهُمْ ان کے دل وَمِنَ

الَّذِيْنَ اوران لوگوں میں سے جو هَادُوْا یہودی ہوئے سَمّٰعُوْنَ وہ بہت سننے والے ہیں لِلْكَذِبِ جھوٹ کو سَمّٰعُوْنَ بہت سننے والے ہیں لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ دوسری قوم کے لیے لَمْ يَأْتُوْكَ وہ آپ کے پاس نہیں آئی (ابھی) يُحَرِّفُوْنَ وہ بدل ڈالتے ہیں الْكَلِمَ باتوں کو مِنْ بَعْدِ بعد (ان کے ثابت ہونے کے) مَوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں اِنْ اگر اُوْتِيْتُمْ تم دیئے جاؤ هٰذَا یہ (حکم) فَخُذُوْهُ تو اسے لے لو وَاِنْ اوراگر لَّمْ تُؤْتَوْهُ نہ دیئے جاؤ تم یہ فَاحْذَرُوْا تو بچو وَمَنْ اور جو شخص کہ يُّرِدِ ارادہ کرے اللّٰهُ اللہ فِتْنَتَهٗ اسے گمراہ کرنے کا فَلَنْ تَمْلِكَ تو آپ اختیار ہرگز نہیں رکھتے لَهٗ اس کیلئے مِنَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں شَيْـًٔا کچھ بھی اُولٰٓئِكَ یہ الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں کہ لَمْ يُرِدِ ارادہ نہیں کیا اللّٰهُ اللہ نے اَنْ يُّطَهِّرَ کہ پاک کردے قُلُوْبَهُمْ ان کے دلوں کو لَهُمْ ان کے لئے فِي الدُّنْيَا دنیا میں خِزْيٌ رسوائی ہے وَلَهُمْ اوران کے لئے فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں ہے عَذَابٌ عذاب عَظِيْمٌ عظیم

ترجمہ: اے پیغمبر! جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں کچھ تو ان لوگوں میں سے وہ ہیں جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں اور کچھ ان میں سے جو یہودی ہیں ان کی وجہ سے غمناک نہ ہونا یہ لوگ جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں اوران دوسرے لوگوں کے لئے جاسوس بنے ہیں جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے باتوں کو ان کے مقامات میں ثابت ہونے کے بعد دور لے جاتے ہیں لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہی حکم ملے تو اسے قبول کر لینا اور اگر یہ نہ ملے تو اس سے بچنا اور جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اس کے لئے تم اللہ کی طرف سے ہدایت کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا۔ ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! جو لوگ کفر میں بڑی تیزی دکھارہے ہیں وہ تمہیں غم میں مبتلا نہ کریں۔

۲۔ ان میں ایک تو وہ ہیں جنہوں نے زبان سے تو کہہ دیا ہے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کھلے عام یہودیت کا دین اختیار کر لیا ہے۔

۳۔ یہ لوگ جھوٹی باتیں کان لگا لگا کر سننے والے ہیں اور تمہاری باتیں ان لوگوں کی خاطر سنتے ہیں جو تمہارے پاس نہیں آتے۔

۴۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب کے الفاظ کا موقع محل طے ہونے کے بعد بھی ان میں تحریف کرتے ہیں۔

۵۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو بچ کر رہنا۔

۶۔ اور جس شخص کو اللہ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرلے تو اسے اللہ سے بچانے کیلئے تمہارا کوئی زور ہرگز نہیں چل سکتا۔

۷۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

۸۔ ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں زبردست عذاب ہے۔

رسول رحمت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہودیوں نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور آپ ﷺ کو تکلیفیں دینے لگے انہی لوگوں میں سے وہ منافق بھی تھے جو ظاہر میں تو اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے مگر وہ دل کے اعتبار سے کافر تھے۔ یہ منافق بھی آپ ﷺ کیلئے مصیبت بنے ہوئے تھے، آپ ﷺ کیلئے یہ بات رنجیدہ اور غمگین ہونے کا باعث تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دی: یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا۔ الخ۔ (اے رسول! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو دوڑ دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں)۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۶ میں بھی آپ ﷺ کو دوسرے انداز سے تسلی دی گئی کہ وَلَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا (کفر میں آگے بڑھنے والے لوگ آپ ﷺ کو غمناک نہ کریں یقین مانو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے)۔ یہ آیت قیامت تک کے سارے ان مسلمانوں کیلئے بھی تسلی کا باعث ہے جن پر مختلف زمانوں میں مختلف ممالک میں مختلف شکلوں میں مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں بھی یہ حالات ان دنوں ہیں جن دنوں یہ عاجز اس آیت کی تشریح لکھ رہا ہے۔ اس ملک پر مسلمانوں کیلئے زلزلہ، طوفان اور سیلاب کا دور آیا ہے؛ ان دنوں سخت آزمائش کی ساعتیں ہیں۔ ملک وملت کے ان حالات پر دل غمگین ہے، آنکھیں نم ہیں، دل پر عجیب قسم کی کیفیت طاری ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ ان دنوں یہی فکر ہے کہ موجودہ ناگفتہ بہ حالات میں ہمیں عملاً کیا اقدام کرنا ہے؟ ہم مسلمان ہیں، ہم نہ ہمت ہاریں گے، نہ مایوس ہوں گے، نہ خوف کھائیں گے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ حالات ہمارے مستقبل کو پائیدار اور درخشاں بنانے کیلئے آئے ہیں۔ ہمارے لئے قرآنِ مجید کی آیات اور رسول رحمت ﷺ کا اسوہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم واولیاء امت کا طرز وطریق کافی ہے۔ ہم ان شاء اللہ ہر ناموافق اور مشکل گھڑیوں میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا پر عمل کرتے ہوئے اپنے دین پر قائم رہیں گے۔ ہمیں دنیا کی کوئی طاقت اپنے دین سے دور نہیں کرے گی، ان شاء اللہ۔

اس آیت میں یہودیوں کی خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ ایک خرابی یہودیوں کی یہ ہے کہ وہ جھوٹ بولنے کیلئے آگے بڑھ بڑھ کر سنتے ہیں یعنی وہ آپ ﷺ سے باتیں سنتے ہیں تاکہ آپ ﷺ کی طرف وہ باتیں منسوب کریں جو آپ ﷺ نے نہیں کہی ہیں۔ دوسری خرابی یہودیوں کی یہ بیان کی گئی کہ یہ ان لوگوں کے لئے سنتے ہیں اور کان دھرتے ہیں جو آپ ﷺ کے پاس نہیں آتے یعنی یہ دوسرے لوگوں کے جاسوس ہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل خیبر اور بنی قریظہ کے لوگ جاسوس بن کر آئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ یہودی رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تورات میں رجم کے بارے میں کیا لکھا ہوا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس میں تو یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کو رسوا کیا جائے اور

کوڑے مارے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ وہیں موجود تھے جو تورات کے عالم تھے اور علماء یہود میں سے تھے، مگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ تورات میں تو شادی شدہ مرد اور عورت کے زنا کی سزا رجم ہے۔ تم تورات لے آؤ۔ وہ تورات لے آئے۔ اسے کھولا، لیکن ان میں سے ایک شخص نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے اور اسکے بعد والا جو مضمون تھا اس کو پڑھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کا حکم موجود تھا۔ اب کہنے لگے کہ ہاں! اس میں رجم کا حکم ہے۔ اسکے بعد زنا کرنے والے مرد اور عورت دونوں کو رجم یعنی سنگسار کر دیا گیا۔ (بخاری:۳۶۳۵)

یہودیوں کی تیسری برائی اور خرابی اس آیت میں یہ بتلائی گئی کہ یہ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں۔ یہودیوں نے تورات کے احکامات کو بدل دیا تھا۔ یہ اپنی زندگی میں آسانیاں تلاش کرتے تھے اور اس کیلئے آسمانی کتاب تورات میں تبدیلی کر دیتے تھے۔ یہ یہودی آپس میں یہ کہتے تھے کہ دیکھو! اگر مطلب کے موافق حکم ہے تو مان لو اور اگر مطلب کے خلاف ہو تو انکار کر دو۔ یہ برائی ہمارے بعض مسلمانوں میں بھی موجود ہے۔ وراثت، طلاق، خلع اور دیگر حقوق کے سلسلہ میں اس وقت تک شریعت کی بات مانتے ہیں جب تک کہ ان کو اس میں فائدہ محسوس ہوتا ہے اور جب انہیں اندیشہ ہوتا ہے کہ شریعت کے فیصلہ میں ہمارا نقصان ہے تو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ رجوع ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ایسی حرکتوں سے گریز کرنا چاہیے۔

درس نمبر (۴۹۹) **جھوٹی باتیں سننا اور حرام کھانا یہودیوں کی برائیاں** المائدہ: ۴۲۔۴۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَمّٰعُوْنَ وہ بہت سننے والے ہیں لِلْكَذِبِ جھوٹ کو أَكّٰلُوْنَ اور بہت کھانے والے ہیں لِلسُّحْتِ حرام کو فَإِن پھر اگر جَآؤُوكَ وہ آپ کے پاس آئیں فَاحْكُم تو آپ فیصلہ کر دیں بَيْنَهُم ان کے درمیان أَوْ یا أَعْرِضْ منہ پھیر لیں عَنْهُمْ ان سے وَإِن اور اگر تُعْرِضْ آپ منہ پھیر لیں گے عَنْهُمْ ان سے فَلَنْ يَّضُرُّوكَ تو وہ ہرگز بگاڑ نہ سکیں گے آپ کا شَيْئاً کچھ بھی وَإِنْ اور اگر حَكَمْتَ آپ فیصلہ کریں فَاحْكُم تو فیصلہ کریں بَيْنَهُمْ ان کے درمیان بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ إِنَّ بے شک اللّٰهَ اللہ يُحِبُّ پسند فرماتا ہے الْمُقْسِطِيْنَ انصاف کرنے والوں کو ○ وَكَيْفَ اور کیونکر يُحَكِّمُوْنَكَ وہ منصف بنائیں آپ کو وَعِنْدَهُمُ جبکہ ان کے پاس التَّوْرَاةُ تورات ہے فِيْهَا اس میں حُكْمُ اللّٰهِ اللہ کا حکم ہے ثُمَّ پھر يَتَوَلَّوْنَ وہ پھر جاتے ہیں مِن بَعْدِ ذَالِكَ اس کے بعد وَمَا اور نہیں ہیں أُولٰٓئِكَ وہ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومن

ترجمہ: جھوٹی باتیں بنانے کیلئے جاسوسی کرنے والے اور رشوت کا حرام مال کھانے والے ہیں۔ اگر یہ تمہارے پاس کوئی مقدمہ فیصل کرانے کو آئیں تو تم ان میں فیصلہ کر دینا یا روگردانی کر لینا اور اگر ان سے روگردانی کرو گے تو وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے اور اگر فیصلہ کرنا چاہو تو انصاف کا فیصلہ کرنا کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے O اور یہ تم سے اپنے مقدمات کیونکر فیصل کرائیں گے جب کہ خود ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے یہ اسے جانتے ہیں پھر اس کے بعد اس سے پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ کان لگا لگا کر جھوٹی باتیں سننے والے ہیں، جی بھر کر حرام کھانے والے ہیں۔

۲۔ اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو چاہے تو ان کے درمیان فیصلہ کر دو یا چاہے تو ان سے منہ موڑ لو۔

۳۔ اگر تم ان سے منہ موڑ لو گے تو یہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

۴۔ اور اگر فیصلہ کرنا ہو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

۵۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۶۔ اور یہ کیسے تم سے فیصلہ لینا چاہتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا فیصلہ درج ہے؟ پھر اس کے بعد فیصلے سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اس آیت میں یہودیوں کی دو برائیاں بیان کی گئی ہیں۔

یہودیوں میں جو حکام قسم کے لوگ تھے جن کے ہاتھوں میں لوگوں کے درمیان فیصلوں کے اختیارات ہوتے تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ جو شخص رشوت دینے کا اشارہ کرتا تھا اس کی بات کی طرف کان دھرتے تھے، اس کی طرف کان لگا کر غور سے سنتے تھے اور اس کی مرضی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اور جو رشوت دینے کا اشارہ نہ کرتا خواہ وہ کیسا ہی مظلوم ہو نہ اسکی بات سنتے تھے اور نہ ہی اسکے حق میں فیصلہ دیتے تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حاکموں میں جب رشوت کا لین دین عام ہو جاتا ہے تو وہاں حق اور انصاف بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کی یہ دو برائیاں بیان کی گئی ہیں کہ یہ لوگ کان لگا لگا کر سنتے ہیں، جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور جی بھر کر حرام کھاتے ہیں۔ رشوت ایک ایسا جرم ہے جس کا انجام اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے اور اس پر بھی لعنت کی ہے جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ (مشکوٰۃ: ۳۷۵۳)

عام لوگوں کا رشوت لینا بھی جرم ہے اور اس سے بڑا جرم یہ ہے کہ کوئی حاکم اور قاضی اور مجسٹریٹ رشوت لے جس کے ہاتھ میں فیصلہ کا اختیار ہوتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی قوم میں بھی زنا کاری پھیل جائے تو قحط کے ذریعہ ان کی گرفت کی جائے گی اور جس کسی قوم میں رشوتوں کا لین دین رواج پا جائے تو رعب کے ذریعہ ان کی گرفت کی جائے گی، یعنی ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا جائے گا۔ (احمد: ۱۷۸۲۲)

رشوت صرف یہ نہیں ہے کہ حاکم کو یا آفسر کو کچھ دے دلا کر اپنے حق میں فیصلہ کرالیا جائے بلکہ ہر وہ کام جو کسی کے ذمہ شرعاً فرض یا واجب ہو اور ہر وہ کام جو تنخواہ لینے کی وجہ سے کسی نے اپنے ذمہ کرلیا ہو اس کام پر نقد رقم یا کچھ بھی لینا رشوت ہے۔ جو لوگ کسی عہدہ پر فائز ہوتے ہیں تو لوگ ان کے پاس تحفے تحائف اور ہدایا لے کر آتے ہیں، یہ اصل میں تحفہ نہیں بلکہ رشوت ہے، اگر چہ کہ ظاہری صورت ہدیہ اور تحفہ کی ہے۔

یہودیوں کے بارے میں رسولِ رحمت ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی: فَاِنْ جَآؤُوکَ فَاحْکُم بَیْنَھُم أَوْ أَعْرِضْ عَنْھُمْ اگر یہ یہودی آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے یا ان سے اعراض کر لیجئے اگر آپ ان سے اعراض فرمائیں تو آپ کو یہ لوگ ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ہاں! اگر فیصلہ کریں تو اگر چہ کہ یہ یہودی ہیں مگر آپ انکے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایئے اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہیں۔

اور یہ یہودی آپ سے کیسے فیصلہ کرائیں گے؟ اس لئے کہ ان کے پاس تو تورات ہے، جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے اور ان کا دعویٰ بھی ہے کہ وہ اس تورات کو مانتے بھی ہیں، تو ایسی صورت میں اسے چھوڑ کر آپ سے کہاں وہ فیصلہ کرائیں گے؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان یہودیوں کو حق کا فیصلہ منظور ہی نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں چور ہے۔ یہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کے موافق فیصلہ ہو تو مانیں گے ورنہ نہیں۔ ان کا مقصد حق پر چلنا ہے ہی نہیں اور حقیقت میں یہ مومن بھی نہیں ہیں۔

درس نمبر (۵۰۰) تورات میں ہدایت تھی اور نور بھی المائدہ: ۴۴

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّا بیشک ہم نے أَنزَلْنَا نازل کیا التَّوْرَاۃَ تورات کو فِیْھَا اس میں ھُدًی ہدایت وَنُورٌ اور روشنی ہے یَحْکُمُ فیصلہ کرتے تھے بِھَا اس کے ساتھ النَّبِیُّونَ انبیاء الَّذِیْنَ وہ جو أَسْلَمُواْ مطیع تھے (اللہ کے) لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کے لئے جو ھَادُواْ یہودی ہوئے وَالرَّبَّانِیُّونَ اور (فیصلہ کرتے تھے) اللہ والے وَالأَحْبَارُ اور علماء بِمَا اس لئے کہ اسْتُحْفِظُواْ وہ نگران بنائے گئے تھے مِن کِتَابِ اللّٰہِ کتاب اللہ کے وَکَانُواْ اور وہ تھے عَلَیْہِ اس پر شُھَدَآءَ گواہ فَلاَ تَخْشَوُاْ پھر تم نہ ڈرو النَّاسَ لوگوں سے وَاخْشَوْنِ اور مجھی سے ڈرو وَلاَ تَشْتَرُواْ اور تم نہ بیچو بِآیَاتِیْ میری آیتوں کو ثَمَناً قَلِیْلاً تھوڑے سے مول پر وَمَن اور جو شخص لَّمْ

يَحْكُم فیصلہ نہ کرے بِمَا اس کے ساتھ جو أَنزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کیا فَاُولٰٓئِکَ هُمُ تو یہی لوگ ہیں الْكَافِرُونَ کافر

ترجمہ: بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اسی کے مطابق انبیاء جو اللہ کے فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کئے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے یعنی حکمِ الٰہی کا یقین رکھتے تھے، سو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔

۲۔ سارے ہی فرمانبردار انبیاء اسی کے مطابق یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اور تمام اللہ والے اور علماء بھی اسی پر عمل کرتے رہے۔

۳۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی کتاب کا محافظ بنایا تھا اور وہ اس کے گواہ بھی تھے۔

۴۔ اے یہودیو! تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

۵۔ اور تھوڑی سی قیمت لینے کی خاطر میری آیتوں کا سودا نہ کیا کرو۔

۶۔ جو لوگ اللہ کے نازل ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ کافر ہیں۔

اس آیت میں تورات کی دو صفتیں بتلائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ کتاب تورات ایسی ہے کہ جس میں ہدایت ہے، یعنی رہبری ہے۔ یہ کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کو ظاہر کرتی ہے اور لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ یہ تورات ایک نور اور روشنی ہے جس کے ذریعہ سے ایک شخص راہِ نجات پا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام جو اللہ کے فرمانبردار بندے تھے، یہ اسی تورات کے ذریعہ یہودیوں کے حالات اور معاملات سے متعلق فیصلے فرماتے تھے۔ صرف انبیاء ہی نہیں بلکہ یہود کے علماء اور اللہ والے بھی اسی تورات کے ذریعہ ہی لوگوں کے درمیان فیصلے سناتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہونی چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر ہی چلتے تھے، یعنی تورات کے احکام کے مطابق ہی بنی اسرائیل کی رہبری کرتے تھے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ جو نیک لوگ تھے وہ اللہ والے تھے جن کو رہانیین کہا جاتا تھا اور جو اصحابِ علم تھے وہ احبار کہلائے جاتے تھے۔ گویا جو اللہ کی عبادت میں زیادہ مشغول رہتے تھے وہ ربانی تھے اور جو علم کے مشغلہ میں زیادہ مصروف تھے وہ احبار تھے۔ جب انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تو اب انجیل کے احکام پر عمل کرنا فرض ہو گیا۔ انجیل میں تورات کے بعض احکام کو باقی رکھا گیا اور بعض احکام کو منسوخ کر دیا گیا۔

بنی اسرائیل کے انبیاء اور احبار اور ربانی حضرات کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ تورات کی حفاظت میں لگے رہیں

اوراس کواپنی قوم میں نافذ کرتے رہیں۔ وہ لوگ اس پر گواہ بھی تھے کہ ہاں! ہمارے ذمہ حفاظت کی ذمہ داری دی گئی ہے اور ہم اس کے نگران اور محافظ ہیں۔ جب ان میں اس ذمہ داری کا احساس ختم ہوگیا تو تورات میں تحریف کرنا شروع کردیا اوراس کودنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا اوراپنی چودہراہٹ کوقائم رکھنے کیلئے یہ غلط بات لوگوں کو بتلادی کہ آخری نبی کی جوصفتیں تورات میں بیان کی گئی ہیں وہ پوری صفتیں رسولِ عربی ﷺ میں نہیں ہیں۔ (نعوذباللہ)

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ حکم بھی دیا کہ فَلاَ تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ اسی طرح کی بات سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۳ میں بھی کہی گئی کہ فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر۱۳ میں فرمایا گیا کہ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ کیاتم ان سے ڈرتے ہو اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو، پھراس بات سے منع کیا گیا کہ میری آیات کے بدلہ دنیا کا متاعِ قلیل حاصل مت کرو۔ اللہ کی آیتیں زندگیوں میں تبدیلی لانے کیلئے ہوتی ہیں نہ کہ دنیا کمانے کیلئے۔ جوشخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔

درس نمبر(۵۰۱) **ایسے ہی لوگ ظالم ہیں** المائدہ: ۴۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَتَبْنَا اور ہم نے لکھا عَلَيْهِمْ ان پر فِيْهَا اس (تورات) میں أَنَّ بیشک النَّفْسَ جان بِالنَّفْسِ جان کے بدلے ہے وَالْعَيْنَ اور آنکھ بِالْعَيْنِ آنکھ کے بدلے وَالْأَنفَ اور ناک بِالْأَنفِ ناک کے بدلے وَالْأُذُنَ اور کان بِالْأُذُنِ کان کے بدلے وَالسِّنَّ اور دانت بِالسِّنِّ دانت کے بدلے وَالْجُرُوحَ اور زخموں کا قِصَاصٌ قصاص ہے فَمَن پھر جوشخص تَصَدَّقَ معاف کردے بِهِ اس (زخم) کو فَهُوَ تو وہ كَفَّارَةٌ کفارہ ہوگا لَّهُ اس کا وَمَن اور جوشخص لَّمْ يَحْكُم فیصلہ نہ کرے بِمَا اس کے ساتھ جو أَنزَلَ اللَّهُ اللہ نے نازل کیا فَأُولَٰئِكَ هُمُ تو یہی لوگ ہیں الظَّالِمُونَ ظالم

ترجمہ: اور ہم نے ان لوگوں کے لئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے اب جوشخص بدلہ معاف کردے وہ اس کے لئے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ اور ہم نے ان کیلئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بھی اسی طرح بدلہ لیا جائے۔

۲۔ ہاں! جو شخص اس بدلے کو معاف کردے تو یہ اس کیلئے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

۳۔ جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکموں کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ ظالم ہیں۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے تھے، ایک قبیلہ بنونضیر اور دوسرا بنو قریظہ۔ ان دونوں میں آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت گری ہوتی تھی۔ بنو قریظہ کے مقابلہ میں بنونضیر اپنے آپ کو اعلیٰ اور بہت زیادہ شریف تصور کرتے تھے۔ اپنے آپ کو بہتر و برتر سمجھنے کی انتہا یہ تھی کہ اگر بنونضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو قصاص کے قانون کے اعتبار سے اس قاتل کو قتل کرنا ہوتا تھا۔ مگر بنونضیر کے لوگ قاتل کو قصاص میں قتل کرنے نہیں دیتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں جب بنو قریظہ کا کوئی شخص بنونضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو بنونضیر قصاص میں اس قاتل کو قتل بھی کرتے تھے اور ایک سو چالیس وسق کھجوریں دیت میں بھی لیتے تھے۔ اسی طرح دوسرے اور معاملات میں بھی بنونضیر اپنی برتری برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے، حالانکہ بنونضیر کا یہ عمل خود ان کی ہدایت کے لئے اتری ہوئی کتاب تورات کے احکامات کے خلاف تھا۔ تورات میں ایسا کوئی فرق کسی خاص قبیلہ کے لئے نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ناانصافی اور ظلم پر یہ آیت نازل فرمائی کہ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ۔ الخ۔ ہم نے ان پر تورات میں لکھ دیا کہ جان کے بدلہ جان اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور کان کے بدلہ کان، اور دانت کے بدلہ دانت اور زخموں کا بدلہ ہے، پس جو شخص معاف کردے وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو یقیناً ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

تورات کے ذریعہ جو شرعی احکام دیئے گئے تھے اس پر بنی اسرائیل نے عمل نہیں کیا اور انہوں نے برادری میں تقسیم ہو کر احکامات میں تفریق پیدا کر لی اور اپنی برادری کا امتیاز قائم کر لیا جبکہ شریعت کے احکام سب پر ہی ایک جیسے ہوتے ہیں۔ کسی برادری کیلئے ایک حکم اور دوسری برادری کیلئے دوسرا حکم ایسا کسی شریعت میں ہرگز نہیں ہوتا جیسا کہ بنونضیر نے اپنی طرف سے قصاص کے احکام میں عملاً تبدیلی کر لی تھی۔

چنانچہ ایسے ہی نافرمان اور حق مارنے والے، حق کو پامال کرنے والے اور اللہ کے حکموں میں تحریف و تبدیل کے قائل اشخاص کو ظالم قرار دیا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ جو شخص تورات کے اس حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے بس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

درس نمبر (۵۰۲) **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی** المائدہ: ۴۶۔۴۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَفَّيْنَا اور ہم نے پیچھے بھیجا عَلٰى آثَارِهِم ان کے قدم بہ قدم بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عیسیٰ بن مریم کو مُصَدِّقاً تصدیق کرنے والا لِّمَا اس کی جو بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے تھی مِنَ التَّوْرَاةِ تورات وَآتَيْنَاهُ اور ہم نے اس کو دی الإِنجِيْلَ انجیل فِيْهِ اس میں هُدًى ہدایت وَنُوْرٌ اور روشنی تھی وَمُصَدِّقاً اور تصدیق کرنے والی تھی لِّمَا اس کی جو بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے تھی مِنَ التَّوْرَاةِ تورات وَهُدًى اور ہدایت وَمَوْعِظَةً اور نصیحت لِّلْمُتَّقِيْنَ متقیوں کے لیے ○ وَلْيَحْكُمْ اور چاہئے کہ فیصلہ کریں أَهْلُ الإِنجِيْلِ اہلِ انجیل بِمَا اس کے ساتھ جو أَنزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کیا فِيْهِ اس میں وَمَن اور جو شخص لَّمْ يَحْكُم فیصلہ نہ کرے بِمَا اس کے ساتھ جو أَنزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کیا فَاُولٰئِكَ هُمُ تو یہی لوگ ہیں الْفَاسِقُوْنَ فاسق

ترجمہ: اور ان پیغمبروں کے بعد انہی کے قدموں پر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور ان کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اس سے پہلی کتاب ہے تصدیق کرتی ہے اور پرہیزگاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ ہم نے ان پیغمبروں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا۔

۲۔ اور ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔

۳۔ انجیل اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی اور متقیوں کیلئے سراپا ہدایت اور نصیحت بن کر آئی تھی۔

۴۔ جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی انبیاء آئے اور بنی اسرائیل میں یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اس دنیا میں تشریف لائے تو ان کے سامنے تورات موجود تھی، حضرت عیسیٰ علیہ

السلام نے تورات کے حق ہونے کی تصدیق کی جس کی تائید اس آیت کے اس جملہ سے ملتی ہے کہ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کی تصدیق کرنے والے تھے جو پہلے سے موجود تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الگ سے ایک آسمانی کتاب عطا کی جس کو قرآن نے انجیل کا نام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا وَ آتَيْنَاهُ الإِنْجِيلَ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی۔

اسکے بعد انجیل کی یہ خصوصیات بتلائی گئیں:

انجیل کی پہلی خصوصیت یہ کہ فِيْهِ هُدًى اس آسمانی کتاب انجیل میں ہدایت ہے یعنی حق کی رہنمائی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ کہ وہ انجیل روشنی ہے، نور ہے۔ تیسری خصوصیت انجیل کی یہ ہے کہ وَمُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ انجیل وہ کتابِ آسمانی ہے جو اس کے سامنے موجود آسمانی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والی ہے۔ آسمانی کتابوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں یعنی ان کو سچا بتلاتی ہیں۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۱ میں یوں کہا گیا کہ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے تمہاری کتابوں کی تصدیق میں نازل فرمائی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۹ میں یوں فرمایا گیا وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کی کتاب کو سچا کرنے والی آئی۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳ میں یوں فرمایا گیا: نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے اسی نے اس سے پہلے تورات وانجیل کو اتارا تھا۔ انجیل کی ایک اور خصوصیت بیان کی گئی کہ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ انجیل متقین کیلئے نصیحت ہے۔

ہر وہ قوم جس کو دین حق دیا گیا، نبی بھیجے گئے، آسمانی کتاب دی گئی، اس قوم کی نجات اور کامیابی اس میں ہے کہ وہ قوم اس دین وشریعت کو تسلیم کرے، اس نبی پر ایمان لائے اور اس کتاب کے سارے احکام کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرے اور سارے فیصلے اسی کتاب کے موافق کئے جائیں۔ یہی آسمانی کتابوں کی حقانیت کا تقاضا ہے جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام وشریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا وہ زمین وآسمان کے خالق و مالک کی نگاہوں میں فاسق وفاجر ہوگا۔

درس نمبر (۵۰۳) **خواہشات کے پیچھے مت چلیے** المائدہ: ۴۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَنزَلْنَا اورہم نے نازل کی إِلَيْكَ آپ کی طرف الْكِتَابَ کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والی لِّمَا ان کی جو بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے تھیں مِنَ الْكِتَابِ کتابیں وَمُهَيْمِنًا اور (یہ) نگہبان (ہے) عَلَيْهِ ان پر فَاحْكُم چنانچہ آپ فیصلہ کریں بَيْنَهُم ان کے درمیان بِمَآ اس کے ساتھ جو أَنزَلَ اللَّهُ اللہ نے نازل کیا وَلَا تَتَّبِعْ اورآپ اتباع نہ کریں أَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات کا عَمَّا اس کو نظرانداز کرکے جو جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ آیا آپ کے پاس حق لِكُلٍّ ہرایک کیلئے جَعَلْنَا ہم نے کیا مِنكُمْ تم میں سے شِرْعَةً ایک دستور وَّمِنْهَاجًا اورایک طریقہ وَلَوْ اوراگر شَآءَ اللَّهُ چاہتا اللہ لَجَعَلَكُمْ (تو) البتہ تمکو کردیتا أُمَّةً وَاحِدَةً ایک امت وَلَٰكِن اورلیکن لِّيَبْلُوَكُمْ تاکہ تمہیں آزمائے فِي مَا اس (کتاب) میں جو آتَاكُمْ اس نے تم کو دی فَاسْتَبِقُوا چنانچہ تم سبقت کرو الْخَيْرَاتِ نیکیوں میں إِلَى اللَّهِ اللہ ہی کی طرف مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا تمہاراسب کالوٹنا ہے فَيُنَبِّئُكُم پھروہ تمہیں خبردے گا بِمَا اس کی بابت کہ كُنتُمْ تھے تم فِيهِ اس میں تَخْتَلِفُونَ اختلاف کرتے

ترجمہ: اوراے پیغمبر! ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اوران سب پرنگہبان ہے تو جوحکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اورحق جوتمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑکران کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ہم نے تم میں سے ہرایک ملت کے لئے ایک دستوراورایک طریقہ مقررکیا ہے اوراگراللہ چاہتا توتم سب کوایک ہی شریعت پرکردیتا مگر جوحکم اس نے تم کو دیئے ہیں ان میں وہ تمہاری آزمائش کرناچاہتا ہے۔سونیک کاموں میں آگے بڑھوتم سب کواللہ کی طرف لوٹ کرجانا ہے پھرجن باتوں میں تم کواختلاف تھا وہ تم کو بتادے گا۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے پیغمبر! ہم نے آپ پر بھی حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے یعنی قرآن مجید جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اوران کی نگہبان بھی ہے۔

۲۔آپ ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ فرمایئے جو اللہ نے نازل کیا ہے۔

۳۔جوحق بات تمہارے پاس آگئی ہے اسے چھوڑکران کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔

۴۔تم میں سے ہرایک امت کیلئے ہم نے ایک الگ شریعت اورطریقہ مقررکیا ہے۔

۵۔اوراگراللہ چاہتا توتم سب کوایک ہی امت بنادیتا۔

۶۔لیکن یہ الگ شریعتیں اس لئے دیں تاکہ جوکچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں سے تمہیں آزمائے۔

۷۔لہٰذا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

۸۔اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ تمہیں وہ باتیں بتائے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

پچھلی آیتوں میں تورات وانجیل کا تذکرہ تھا اوران کی خصوصیات کا بھی ذکر تھا کہ ان میں ہدایت اور نور ہے نصیحت وموعظت ہے اور جو کوئی ان کے خلاف فیصلے کرے گا وہ ظالم' کافر اور فاسق ہے۔

اسکے بعد اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے آخری نبی پر آخری آسمانی کتاب کے دیئے جانے کی بات کہی جارہی ہے کہ پیغمبر! ہم نے آپ پر بھی حق پر مشتمل کتاب یعنی قرآن مجید نازل کی ہے یہ قرآن مجید اپنے سے پہلی جو آسمانی کتابیں تورات' زبور اور انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتی ہے اور یہ قرآن مجید ان کی نگہبان بھی ہے۔قرآنِ مجید گزشتہ آسمانی کتابوں کی نگہبان ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان پچھلی آسمانی کتابوں کے مضامین کی نگرانی کرتی ہے۔قرآن مجید کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ خود بھی محفوظ ہے اس لئے کہ اسکی حفاظت کا وعدہ خود اس قرآن میں کیا گیا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹) ہم نے ہی اس کتاب کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں اور یہ قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کے مضامین کی بھی حفاظت کرتی ہے چونکہ تورات وانجیل کو یہودیوں نے ادل بدل کر ڈالا ، اسکے احکامات میں ردوبدل کردیا قرآن مجید صاف طور پر تورات کے حقیقی مضامین کو قیامت تک کے انسانوں کے سامنے رکھ دیتا ہے اور ان ظالم وفاسق یہودیوں کی پول کھول دیتا ہے جنھوں نے ان آسمانی کتابوں کا نقشہ بدل ڈالا۔

رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ اور آپ ان کے درمیان اسکے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل فرمایا اور جو آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہشوں کی اتباع نہ کیجئے۔اس مضمون کے بعد ایک بات یہ بیان کی جارہی ہے کہ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجاً ہم نے تم میں سے ہر امت کیلئے ایک خاص شریعت اور ایک خاص طریقہ مقرر کردیا ہے۔ بنیادی عقائد تو سب کے ایک ہی ہیں' اوامر ونواہی بھی سب کے ایک ہی ہیں بعض جزئیات اور فروعی احکام میں تھوڑا سا اختلاف ضرور ہے۔جس نے بھی اللہ کی کتاب اور اسکے رسول کی ہدایتوں پر عمل کیا اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری کی۔اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، الگ الگ امت بنانے میں اللہ تعالیٰ کی کچھ حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ورنہ وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنادیتا، الگ الگ امتوں کا بنایا جانا درحقیقت ایک آزمائش کے طور پر ہے، انسان کی زندگی ایک امتحان ہے اور امتحان لینے والا بااختیار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں اور پہلوؤں سے اپنے بندوں کو آزماتے ہیں، بندوں کا کام یہ ہے کہ وہ نیکی کے

کاموں میں آگے بڑھیں، سچے عقائد اور توحیدِ خالص کے ذریعہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، قربانی، تلاوتِ قرآن، تسبیح واذکار، خدمتِ خلق، دعوت وتبلیغ کے ذریعہ آخرت کا توشہ تیار کریں، اس لئے کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہر مومن بندہ کا ایمان اس کو اس جانب راغب کرے کہ میری دوڑ ان بھلائیوں کی طرف ہے، جن سے میرا رب راضی اور خوش ہوتا ہے، جس کے پاس مجھے جانا ہے اور وہ مجھے ساری چیزوں کی حقیقت بتلادے گا۔

درس نمبر (۵۰۴) **لوگوں کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیجئے** المائدہ: ۴۹۔۵۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَنِ احْكُم اور یہ کہ آپ فیصلہ کریں بَيْنَهُم ان کے درمیان بِمَا اس چیز کے ساتھ جو أَنزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کی وَلَا تَتَّبِعْ اور آپ اتباع نہ کریں أَهْوَاءَهُمْ ان کی خواہشات کا وَاحْذَرْهُمْ اور ان سے ڈریں أَن يَفْتِنُوكَ اس سے کہ وہ آپ کو بہکا دیں عَن بَعْضِ مَا کسی ایسی بات سے جو أَنزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کی إِلَيْكَ آپ کی طرف فَإِن پھر اگر تَوَلَّوْا وہ روگردانی کریں فَاعْلَمْ تو آپ جان لیں أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ اللہ تو صرف چاہتا ہے أَن يُصِيبَهُم کہ پہنچائے ان کو (سزا) بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ بسبب ان کے بعض گناہوں کے وَإِنَّ اور بے شک كَثِيراً اکثر مِّنَ النَّاسِ لوگوں میں سے لَفَاسِقُونَ البتہ نافرمان ہیں۝ أَفَحُكْمَ کیا پھر فیصلہ الْجَاهِلِيَّةِ جاہلیت کا يَبْغُونَ وہ چاہتے ہیں وَمَنْ اور کون أَحْسَنُ زیادہ اچھا ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ سے حُكْماً فیصلہ کرنے میں لِّقَوْمٍ اس قوم کے لیے يُوقِنُونَ جو یقین رکھتی ہے۔

ترجمہ: اور ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے محتاط رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔ اب اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں ہی ۝ پس کیا یہ زمانہ جاہلیت کے سے فیصلے کے خواہشمند ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا فیصلہ کس کا ہوگا؟

تشریح: ان دونوں آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور آپ ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ فرمائیے جو اللہ نے نازل کیا ہے۔

۲۔ اور انکی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

۳۔اوران لوگوں کی اس بات سے بچ کررہو کہ وہ تمہیں فتنے میں ڈال کرکسی ایسے حکم سے ہٹادیں جواللہ نے نازل کیا ہو۔

۴۔اس پراگر وہ منہ موڑیں تو جان رکھو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا ارادہ کررکھا تھا۔

۵۔اوران لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

۶۔بھلا کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

۷۔جولوگ یقین رکھتے ہوں کہ ان کیلئے اللہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟

رسولِ رحمت ﷺ کو دوبارہ یہ حکم تاکید کے طور پر دیا جارہا ہے کہ فیصلہ طلب کرنے والوں کے درمیان ان کی خواہشوں کے مطابق فیصلہ مت فرمایئے بلکہ اللہ نے جو احکامات نازل فرمائے ہیں ان کے مطابق فیصلہ فرمایئے۔

پھر رسولِ رحمت ﷺ کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ کہیں یہ یہودی آپ کو کسی فتنہ اور آزمائش میں ڈال کر کسی ایسے حکم سے نہ ہٹادیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔

اگر یہ لوگ آپ کے کئے گئے فیصلہ سے منہ موڑلیں جو فیصلہ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق کیا ہے تو آپ جان لیں کہ ان کے گناہوں کی وجہ ان پر عذاب آنے والا ہی ہے اور اللہ کا ارادہ ہی یہ ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو عذاب میں مبتلا کردے، ویسے ان کے جرم تو بہت ہیں ان کے بعض جرموں کی سزا بھی ان کی ہلاکت، تباہی اور بربادی کے لئے یقیناً کافی ہے، ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

پیغمبر! کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ یہ سوال زجروتوبیخ وتنبیہ کیلئے ہے کہ جولوگ اللہ کے حکم کے خلاف دوسرا حکم تلاش کرتے ہیں کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اللہ کی مقدس کتاب جو فیصلہ بتارہی ہے اس مقدس فیصلے کے ہوتے ہوئے اس سے منہ موڑ رہے ہیں اور اللہ کے فیصلہ سے ہٹ رہے ہیں؟ ان لوگوں کا اللہ کے فیصلہ کو چھوڑ دینا اور جاہلیت کے فیصلہ کو اختیار کرنا آخر کس لئے ہے؟ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت کا فیصلہ اللہ کے فیصلہ سے بہتر ہے؟ نعوذ باللہ۔

یہ بات یادرہے کہ اللہ سے بڑھ کر اچھا فیصلہ دینے والا کوئی نہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بات کو وہی لوگ جانتے اور مانتے ہیں جن کے دل یقین کی کیفیت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

بعض اوقات ہم بھی ایسے بدنصیب ہوجاتے ہیں جو اللہ اور اسکے رسول کے فیصلہ کو چھوڑ کر غیر اسلامی فیصلوں کی جانب راغب ہوجاتے ہیں، وراثت، طلاق، خلع ودیگر نزاعی معاملات میں آج بھی بہت سے مسلمان اسلامی دارالقضاء کے فیصلوں کو ردکرتے ہیں اور دنیوی معمولی سے فائدے کیلئے جاہلانہ اور ہندوانہ قانون کو ماننے کیلئے برسوں عدالتوں کے چکر لگاتے ہیں، وکیلوں کے دربار میں جاجاکر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، اپنی سگی بہن کو ملنے والے وراثت کے مال کو دبالیتے ہیں اور ہڑپ کرجاتے ہیں اور بظاہر نماز، روزہ، حج اور عمرہ کے ایسے پابند ہیں کہ انہیں بہت بڑا پرہیزگار اور متقی کہا جاسکے۔

درس نمبر (۵۰۵) **یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار مت بناؤ** المائدہ: ۵۱۔۵۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو! لَا تَتَّخِذُوْا تم نہ بناؤ الْيَهُوْدَ یہودیوں کو وَالنَّصَارٰى عیسائیوں کو اَوْلِيَآءَ دوست بَعْضُهُمْ ان کے بعض اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ بعض کے دوست ہیں وَمَنْ اور جوکوئی يَتَوَلَّهُم ان سے دوستی رکھے گا مِّنكُمْ تم میں سے فَإِنَّهُ تو بے شک وہ مِنْهُمْ انہی میں سے ہے إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ لَا يَهْدِىْ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ظالم لوگوں کو O فَتَرَى چنانچہ آپ دیکھیں گے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو (کہ) فِىْ قُلُوْبِهِم جن کے دلوں میں مَّرَضٌ روگ ہے يُسَارِعُوْنَ وہ دوڑ کر جاتے ہیں فِيْهِمْ ان میں يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں نَخْشٰى ہم ڈرتے ہیں أَن تُصِيْبَنَا اس سے کہ ہمیں پہنچے دَآئِرَةٌ کوئی مصیبت فَعَسَى سو قریب ہے اللّٰهُ اللہ أَن يَأْتِىَ کہ لے آئے بِالْفَتْحِ فتح أَوْ یا أَمْرٍ کوئی اور حکم مِّنْ عِنْدِهٖ اپنی طرف سے فَيُصْبِحُوْا پھر وہ ہو جائیں عَلٰى مَا اس پر جو أَسَرُّوْا وہ چھپاتے تھے فِىْ أَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں میں نَادِمِيْنَ پچھتانے والے

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں شمار ہوگا۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے تم ان کو دیکھو گے کہ وہ ان میں دوڑ دوڑ کر ملے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آ جائے سو قریب ہے کہ اللہ فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر نازل فرمائے پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ۔

۲۔ یہ خود ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں۔

۳۔ تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہیں میں سے ہوگا۔

۴۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

۵۔جن لوگوں کے دل میں نفاق کی بیماری ہے تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر ان میں گھستے ہیں۔
۶۔اور کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آپڑے گا۔
۷۔کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا کرے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کر دے۔
۸۔اور اس وقت یہ لوگ اس بات پر پچھتائیں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھی۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسر ابن کثیرؒ نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ جو انصار کے مشہور قبیلہ خزرج میں سے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہودیوں میں میرے بہت سے دوست ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، میں ان کی دوستی سے بیزارگی کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی دوستی کو پسند کرتا ہوں، اس پر منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے کہا کہ مجھے تو زمانہ کی گردش کا خوف ہے جن لوگوں سے میری دوستی ہے میں ان سے بیزار نہیں ہوتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ۔ الخ۔ اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا یار و مددگار مت بناؤ۔ انسانیت کی بنیاد پر سارے ہی انسانوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ کافروں، یہودیوں اور نصرانیوں وغیرہ کی انسانیت کی بنیاد پر خدمت کرنا انہیں کھلانا، پلانا، پہنانا انکی تیمارداری کرنا اور مہمان نوازی کرنا نیز ضرورت پر کام آنا، ان کے ساتھ نرم گفتگو کرنا، ان کے ساتھ رحمدلی کرنا، رواداری، احسان اور ایثار کا برتاؤ کرنا، ان کے ساتھ صاف ستھرے معاملات رکھنا اور عمدہ اخلاق کا ان کے ساتھ مظاہرہ کرنا، یہ سب یقیناً اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے۔ خود رسولِ رحمت ﷺ نے بہتر سے بہتر سلوک غیر مسلموں کے ساتھ کیا ہے۔ اپنے اعلیٰ وارفع اخلاق و کردار کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ رہی بات یہ کہ فرقہ پرست کافروں، سازش رچنے والے یہودیوں اور تعصب پرست نصرانیوں وغیرہ سے اس قدر دوستی کا ہاتھ بڑھانا کہ ان کے کفر و ضلالت کو تقویت ملے اور انکی حوصلہ افزائی ہو اور مسلمانوں کے راز بتلا دئے جائیں اور کافروں کیلئے مخبری اور جاسوسی کی جائی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ کام بالکل غلط ہے اس کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دی جاسکتی، جو بھی ایسی دوستی ان سے کرے گا تو یہ صاف بتلا دیا گیا کہ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ جو شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے گا تو بلاشبہ وہ انہی میں سے ہوگا۔ یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ ظالم قوم ہدایت سے محروم رہتی ہے۔ یہ منافقانہ بات ہوگی کہ اگر ایسی حرکت کی جائے اس لئے کہ منافق لوگ ان یہود و نصاریٰ کے پاس دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور ان میں گھسے رہتے ہیں اور یہ دوستی ان منافقوں کی اس مفاد کے تحت ہے کہ پتہ نہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، کہیں مسلمان مغلوب ہوجائیں اور یہود و نصاریٰ غالب آجائیں تو ہمارا مسئلہ مشکل میں پڑ جائے گا۔ اس لئے یہ دورنگی چال چلتے ہیں۔ یہ منافق صاف طور پر کہتے تھے کہ اگر ہم یہودیوں سے تعلق نہیں رکھیں گے اور ان سے دوستی ختم کردیں گے تو ہمیں ڈر ہے کہ آڑے وقت پر ہمارے کام آنے والا کوئی نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ

مسلمانوں کی فتح وکامرانی کی صورت پیدا کردے یا کوئی اور صورتِ حال پیدا کردے۔ چنانچہ مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہوئیں اور یہودی ذلیل وخوار ہوئے۔

درس نمبر (۵۰۶) **کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں** المائدہ: ۵۳-۵۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَقُوْلُ اور کہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اللہ کی قسمیں کھائی تھیں جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ پختہ قسمیں اپنی (تاکید سے) إِنَّهُمْ کہ بے شک وہ لَمَعَكُمْ البتہ تمہارے ساتھ ہیں حَبِطَتْ برباد ہوگئے أَعْمَالُهُمْ ان کے اعمال فَاَصْبَحُوْا اور وہ ہوگئے خَاسِرِيْنَ خسارہ اٹھانے والے ○ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے ہو! مَنْ يَّرْتَدَّ جو شخص پھر جائے مِنْكُمْ تم میں سے عَنْ دِيْنِهٖ اپنے دین سے فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ تو عنقریب لے آئے گا اللہ بِقَوْمٍ ایسے لوگ (کہ) يُحِبُّهُمْ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے أَذِلَّةٍ نرم ہوں گے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر أَعِزَّةٍ سخت گیر ہوں گے عَلَى الْكَافِرِيْنَ کافروں پر يُجَاهِدُوْنَ وہ جہاد کریں گے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَلَا يَخَافُوْنَ اور وہ نہ ڈریں گے لَوْمَةَ لَآئِمٍ کسی ملامت گر کی ملامت سے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ کا فضل ہے يُؤْتِيْهِ وہ دیتا ہے یہ مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ وَاسِعٌ کشائش والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: اور اس وقت مسلمان تعجب سے کہیں گے کہ کیا یہ وہی ہیں جو اللہ کی سخت قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے عمل اکارت گئے سو وہ خسارے میں پڑ گئے ○ اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور اسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں پر نرمی کرنے والے اور کافروں پر سختی کرنے والے ہوں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت ایمان والے ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے بڑے زور وشور سے

اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔

۲۔ان کے اعمال غارت ہوگئے اور وہ نامراد ہوکر رہ گئے۔

۳۔اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کردے گا جن سے وہ محبت کرتا ہو اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے جو مومنوں کیلئے نرم اور کافروں کیلئے سخت ہوں گے اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

۴۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔

قیامت کے دن جب منافقوں کا نفاق کھل کر سامنے آئے گا تو ایمان والے تعجب سے یہ کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو بڑی مضبوطی کے ساتھ بار بار اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟ ان منافقوں کا باطن تو کچھ اور ہی نکلا، یہ تو اپنے ایمان کے بڑے بڑے دعوے قسمیں کھا کھا کر کیا کرتے تھے او یہ حقیقت ہے کہ سچے آدمی کو قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، آدمی اگر سچا ہوتا ہے تو اسکے اچھے اعمال اور بلند اخلاق ہی سے اسکے سچے اور اچھے ہونے کا پتہ چل جاتا ہے وہ اپنی سچائی کیلئے قسموں کا محتاج نہیں ہوتا چونکہ یہ منافقین اپنے ایمان کے دعویٰ میں جھوٹے تھے تو اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے بار بار قسمیں کھاتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ وہ کافروں اور یہودیوں میں سے تو ہوسکتے ہیں مگر مومنوں اور مسلمانوں میں سے نہیں ہوسکتے، ان کے اس نفاق کی وجہ سے ان کے وہ سارے ظاہری اعمال اکارت ہوگئے اس طرح یہ خسارے اور نقصان میں پڑ گئے۔

آیت نمبر۵۴ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں یہ بات بتلادی گئی کہ دین اسلام کی سربلندی اور اسلام کا غالب آنا تم پر موقوف نہیں ہے یہ بات یاد رکھ لو کہ اگر تم سب مرتد ہوجاؤ اور دینِ اسلام کو الوداع کردو تو یاد رکھو اسلام پھر بھی باقی رہے گا اللہ تعالیٰ کوئی مجبور و بے بس ذات نہیں وہ خالق، مالک و مختار ہے وہ قادر، مقتدر، عزیز و جبار ہے وہ تمہارے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو ایمان قبول کریں گے اور ایمان کے سارے تقاضوں کو پورا کریں گے اور یہ اس قدر نیک بخت ہوں گے کہ اللہ کے یہ محبوب ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور وہ نیک بندے اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔

ان نیک بندوں کی شان یہ ہوگی کہ یہ ایمان والوں کے ساتھ تواضع وانکساری، نرمی اور مہربانی سے پیش آئیں گے اور کافروں کے مقابلے میں قوت وطاقت اور عزت وغلبہ کی شان دکھائیں گے ان کا عمل مبارک یہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے دین اسلام کے غلبہ اور اعلاءِ کلمۃ الحق کیلئے اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی پیش کریں گے اور اپنے دین پر قائم ودائم رہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف بھی نہیں کریں گے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ ان مومنوں کو جو یہ توفیق خاص اور توفیقِ خیر نصیب ہوئی ہے یہ دراصل اللہ کا فضل وکرم ہے اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ

جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے۔اس دور کے مسلمانوں کو یہ آیت للکار رہی ہے اور اس بات کی دعوت دے رہی ہے کہ جس طرح تمہارے جسم کے تقاضے ہیں اور تمہاری رشتہ داریوں کے تقاضے ہیں بالکل اسی طرح دین وایمان کے بھی تقاضے ہوتے ہیں، تمہیں صرف دووقت کی روٹی کیلئے اپنی پوری زندگی قربان کرنا نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنا ہے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی جہدِ مسلسل کرنا ہے ان اوصاف کے ساتھ کہ تمہارے دلوں میں عاجزی بھی ہو، تواضع وانکساری بھی ہو، نرمی اور دوسروں کا احترام بھی ہو، اور غرور وگھمنڈ سے تمہارا دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ وسعت والے بھی ہیں اور ساری حقیقتوں کا علم بھی رکھتے ہیں اس وسیع رب کے وسیع دین کو وسیع پیمانہ پر پھیلانے کیلئے اپنے دل کی دنیا کو وسیع کرو، بڑی نیتوں کے ساتھ رہو اور حرکت میں آؤ اپنے دلوں میں ایک تحریک پیدا کرو پھر دیکھو حرکت میں برکت کے آثار کس طرح نمایاں ہوتے ہیں؟

درس نمبر (۵۰۷) **مومنوں کی شان یہ ہوتی ہے** المائدہ: ۵۵-۵۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝۵۵ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۵۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّمَا وَلِيُّكُمْ تمہارے دوست تو صرف اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اللہ اور اس کا رسول وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ (ہیں) جو اٰمَنُوْا ایمان لائے الَّذِيْنَ وہ جو يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز قائم کرتے ہیں وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے ہیں وَهُمْ اور وہ رَاكِعُوْنَ رکوع کرنے والے ہیں ○ وَمَنْ اور جو کوئی يَّتَوَلَّ اللّٰهَ اللہ سے دوستی رکھے گا وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول سے وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں سے جو اٰمَنُوْا ایمان لائے فَإِنَّ تو یقیناً حِزْبَ اللّٰهِ اللہ کا گروہ هُمُ الْغَالِبُوْنَ وہی غالب آنے والا ہے

ترجمہ: مسلمانو! تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے پیغمبر اور وہ مومن ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے آگے جھکتے ہیں ○ اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو وہ اللہ کی جماعت میں سے ہوگا اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ایمان والوں کے ولی یعنی دوست تو بس اللہ اور اسکے رسول اور ایمان والے ہیں، انکے علاوہ ان کا کوئی دوست نہیں۔

۲۔اور ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ نماز بھی قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں اس حالت میں کہ ان کے دل خشوع وخضوع سے جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔

۳۔ جو اللہ کو اور اسکے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا اس کو یہ یقین کے ساتھ جان لینا چاہئے کہ اللہ کا گروہ ہی غالب ہونے والا ہے۔

آیت نمبر ۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی دوستی کو صرف اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول محمد عربی ﷺ اور مؤمنوں میں ہی منحصر کر دیا اور دوستی کا ایک خصوصی دائرہ بنا دیا گیا اور مؤمن کے دل و دماغ کو ایک نشانہ دیدیا گیا کہ جب بھی دوستی کا عنوان قائم ہو تو یہ دوستی اللہ تعالیٰ سے ہو اور اسکے رسول سے ہو اور اسکے علاوہ دیگر تمام مخلوقات میں صرف ایمان والوں سے، یہاں یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ایمان والوں کے علاوہ باقی تمام کے تمام ہمارے دشمن ہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں ہے ایمان والوں کے علاوہ دیگر تمام اقوام کے لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے گا، ان کے ساتھ ایک داعی کی حیثیت سے انسانیت کی بنیاد پر ہمدردی بھی کی جائے گی اور ان کے وہ تمام حقوق ادا کئے جائیں گے جن کی تعلیمات قرآن مجید نے اور رسولِ رحمت ﷺ نے مسلمانوں کو دی ہیں کہ ان کے ساتھ احسان بھی کیا جائے گا ان کے ساتھ انصاف بھی کیا جائے گا ان کے ساتھ نفع بخش اور خیر خواہی کا معاملہ بھی کیا جائے گا۔

یہاں وہ قلبی دوستی مراد ہے جو مخصوص ہے اللہ او اسکے رسول اور تمام مؤمن بندوں کے ساتھ۔

یہاں ایمان والوں کے تین اعمال کا ذکر ہے ایک یہ کہ یہ وہ مؤمن ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں، قرآنِ مجید میں جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے عام طور پر یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ یا اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ یا اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ کے جملے آتے ہیں۔ اسکا واضح مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی شان یہ نہیں کہ وہ کبھی دل چاہا تو نماز پڑھ لیا اور کبھی جی چاہا تو نماز چھوڑ دیا بلکہ مؤمن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت نماز کی پابندی کرتا ہے یعنی نماز قائم کرتا ہے اور مؤمن کا دوسرا عمل یہ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے، یعنی مومن ایک طرف جانی عبادت کرتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے اور دوسری طرف مالی عبادت کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں اس کا دل ریا کاری یا غرور کی نجاست سے بالکل خالی اور عاری رہتا ہے اور عاجزی و انکساری کا پیکر بن کر یہ عبادت انجام دیتا ہے۔

بعض مفسرین نے وَهُمْ رٰكِعُونَ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ مؤمن بندے ایسے ہوتے ہیں کہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ معالم التنزیل جلد نمبر دوم صفحہ ۴۷ میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ حضرت علیؓ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے رکوع میں جا چکے تھے وہاں سے ایک سائل گزرا اس نے سوال کیا تو حضرت علیؓ نے رکوع ہی کی حالت میں اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار دی اور سائل کو دیدیا، حضرت علیؓ نے خیر کے کام میں سبقت فرمائی اور نماز ختم کرنے کا انتظار بھی نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی اس آیت میں تعریف فرمائی۔

درس نمبر (۵۰۸) دین کا مذاق اڑانے والوں کو دوست نہ بناؤ المائدہ: ۵۷۔۵۸

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٥٧ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝٥٨

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو! لَا تَتَّخِذُوْا نہ تم بناؤ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے بنالیا دِيْنَكُمْ تمہارے دین کو هُزُوًا ہنسی وَّلَعِبًا اور کھیل مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے کہ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وہ دیئے گئے کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ اور کافروں کو (اپنا) دوست (نہ بناؤ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو O وَاِذَا اور جب نَادَيْتُمْ تم پکارتے ہو اِلَى الصَّلٰوةِ نماز کی طرف اتَّخَذُوْهَا وہ اسے بنالیتے ہیں هُزُوًا وَّلَعِبًا ہنسی اور کھیل ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس سبب سے ہے کہ وہ قَوْمٌ ایسے لوگ ہیں لَّا يَعْقِلُوْنَ جو عقل نہیں رکھتے

ترجمہ: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو اللہ ہی سے ڈرتے رہو O اور جب تم لوگ نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اسے بھی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ سمجھ نہیں رکھتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایسے لوگوں کو اپنا یار و مددگار نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے۔

۲۔ اگر تم واقعی صاحبِ ایمان ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور جب تم نماز کے لئے لوگوں کو پکارتے ہو تو وہ اس پکار کو مذاق اور کھیل کا نشانہ بناتے ہیں۔

۴۔ یہ سب حرکتیں اس وجہ سے ہیں کہ ان لوگوں کو عقل نہیں ہے۔

دینِ اسلام قابلِ احترام مذہب ہے جو اپنے اندر صداقت اور حقانیت رکھتا ہے۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اس دین کا احترام کرے، اس کی قدر و منزلت کرے اور اس کو دل و جان سے تسلیم کرے۔ اس دین کی حقانیت کا تقاضہ یہ ہیکہ جو اس دین کو حق تسلیم کرتا ہے وہ اس کی توہین و تحقیر کو ہرگز برداشت نہ کرے۔ اگر کسی مسلمان کے سامنے کوئی شخص اس دین کو کھیل تماشہ بنا رہا ہو تو اس مسلمان کی غیرتِ ایمانی اس قدر پختہ ہونا چاہئے کہ وہ اس سے اپنا تعلق توڑ لے۔ اس سے ہرگز دوستی نہ کرے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۰ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا کہ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا پیغمبر! آپ ایسے لوگوں سے کنارہ کش رہیئے یعنی دور رہیئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۱ میں ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے دین کو کھیل کود بنا لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو انکی دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ قیامت کے دن ہم ان کا نام بھول جائیں گے جیسا کہ وہ اس دن کو بھول گئے۔

یہاں اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو! تم ان کو دوست نہ بناؤ جنہوں

نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنالیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اوران کے علاوہ جو کافر ہیں ان کو بھی دوست نہ بناؤ اگر تم مومن ہو۔

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ ایسے یہودیوں اور کافروں سے دوستی نہ رکھی جائے جو دین کو ہنسی مذاق کا ذریعہ بنالیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندے ہو تو اللہ سے ڈرنے والے بھی بن جاؤ۔

آج بھی اس قسم کے حالات آسکتے ہیں۔ بعض مرتبہ مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان مجالس میں ایسی بحث چھڑ جاتی ہے اور بحث ومباحثہ یا گفتگو کے درمیان دین کی تحقیر وتوہین اور دین کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہونے لگتی ہیں۔ ایسے وقت ہمیں اپنے آپ کو ان بدبختوں کے ساتھ بیٹھنے سے بچالینا چاہئے۔ اس کے علاوہ توہین وتحقیر کی ایک اور شکل بھی یہاں بتلائی گئی ہے کہ جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو تو وہ اس پکارنے کو ہنسی اور کھیل بنالیتے ہیں۔ ان کی یہ حرکت اس سبب سے ہے کہ یہ بیوقوف، ناسمجھ اور بے عقل ہیں۔ کوئی سمجھدار انسان اللہ تعالیٰ کی پکار کا مذاق نہیں اڑاسکتا۔

درس نمبر (۵۰۹) اللہ کی لعنت اور غضب کس پر؟ المائدہ: ۵۹-۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب! هَلْ تَنْقِمُوْنَ تم ناراض نہیں ہوتے مِنَّا ہم سے اِلَّآ اَنْ مگر اس وجہ سے کہ آمَنَّا ہم ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَمَا اور (اس چیز کے ساتھ) جو أُنْزِلَ نازل کی گئی إِلَيْنَا ہماری طرف وَمَآ اُنْزِلَ اور جو نازل کی گئی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَأَنَّ اور یہ کہ أَكْثَرَكُمْ تم میں سے اکثر فَاسِقُوْنَ فاسق ہیں ○ قُلْ کہہ دیجئے هَلْ اُنَبِّئُكُمْ کیا میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ زیادہ بدتر کی مِّنْ ذَالِكَ اس سے مَثُوبَةً جزا کے اعتبار سے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک؟ مَنْ وہ شخص کہ لَّعَنَهُ اللّٰهُ لعنت کی اس پر اللہ نے وَغَضِبَ اور غصہ ہوا عَلَيْهِ اس پر وَجَعَلَ اور بنائے مِنْهُمُ ان میں سے الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ بندر اور سُور وَعَبَدَ اور اس نے پوجا کی الطَّاغُوْتَ شیطان کی اُولٰۗىِٕكَ یہ لوگ شَرٌّ مَّكَانًا درجے میں بدترین ہیں وَأَضَلُّ اور زیادہ گمراہ ہیں عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ سیدھی راہ سے

ترجمہ: کہو کہ اے اہلِ کتاب! تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو سوائے اس کے کہ ہم اللہ پر اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اس پر اور جو کتابیں پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان لائے ہیں اور یہ کہ تم میں اکثر بدکردار ہیں ○ کہو کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے ہاں اس سے بھی بدتر جزا پانے والے کون ہیں؟ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر وہ غضبناک ہوا

اور جن کو ان میں سے بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی پرستش کی، ایسے لوگوں کا بُرا ٹھکانہ ہے اور وہ سیدھے راستے سے بہت دور ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ ان اہلِ کتاب سے کہیئے کہ اے اہلِ کتاب! تمہیں اس کے سوا ہماری کوئی بات بُری لگتی ہے کہ ہم اللہ پر اور جو کلام ہم پر اتارا گیا اس پر اور جو پہلے اتارا گیا تھا اس پر ایمان لے آئے ہیں جبکہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

۲۔ آپ ان سے یہ بھی کہیئے کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ جس بات کو تم بُرا سمجھ رہے ہو اس سے زیادہ بُرے انجام والے کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی، جن پر اپنا غضب نازل کیا جن میں سے لوگوں کو بندر اور سور بنایا۔

۳۔ اور جنہوں نے شیطان کی پرستش کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ بھی بدترین ہے اور وہ سیدھے راستہ سے بھی بھٹکے ہوئے ہیں۔

ان دو آیتوں میں اہلِ کتاب کو آسمانی ڈانٹ پڑ رہی ہے اور ان اہلِ کتاب سے بطورِ مواخذہ اور تنبیہ یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ اے اہلِ کتاب! تم ہم مسلمانوں سے کیوں ناراض ہو؟ یہ تو بتاؤ کہ تم کو ہمارے اندر کی کونسی چیز ناگوارسی محسوس ہو رہی ہے؟ وہ کونسا عیب ہمارے اندر ہے جو ہم سے تمہاری دشمنی کا سبب ہے؟ تمہارے دلوں میں جو ہم مسلمانوں سے نفرت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے جو کتاب ہماری طرف نازل کی اس پر ایمان لے آئے اور قرآنِ مجید سے پہلے جو آسمانی کتابیں تورات، زبور اور انجیل وغیرہ نازل ہوئیں ان پر بھی ایمان لے آئے۔ اے اہلِ کتاب! اس حقیقت کو یاد رکھو کہ یہ باتیں ناگواری اور ناراضگی کی نہیں ہیں اور ہمارا عمل کوئی عیب والا عمل نہیں ہے۔ عیب تو باطل کو قبول کرنے پر ہوتا ہے حق کو قبول کرنا عیب کی بات ہرگز نہیں ہے۔ یہ تمہاری بے وقوفی اور حماقت ہے کہ تم نے اچھی باتوں کو ناراضگی کا سبب بنالیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اہلِ کتاب کے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ اہلِ کتاب کے گنے چنے چند افراد ہی کو حق بات قبول کرنے کی توفیق ملی، باقی اکثر کی حالت یہ ہے کہ وہ حق سے محروم بے توفیقی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اے اہلِ کتاب! آؤ میں اس سے بُری چیز تمہیں بتاتا ہوں کہ جس میں تمہاری بدبختی بھی ہے اور وہ چیز تمہاری ہلاکت و بربادی کا باعث بھی ہے، سزا اور انجامِ بد کے اعتبار سے وہ بہت بُری ہے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب ہوا اور ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں اور شرارتوں کے سبب سور اور بندر بنا دیا۔ یہ وہ بدبخت اور بدقسمت لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر شیطان مردود کی عبادت کی۔ یہ لوگ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے بدترین لوگ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ سیدھے راستہ سے بہت دور جا گرے ہیں اور راستہ بھٹک کر گمراہی کے دلدل میں پھنس چکے ہیں۔ اے اہل کتاب! یہ بات جان لو کہ ہمارے پاس توحید کا سرمایہ ہے۔ ہمارا رشتہ آسمانی کتابوں سے ہے اور تم توحید اور دینِ حق سے محروم ہو اور اللہ کے غضب کا شکار ہو۔

درس نمبر (۵۱۰) **حرام کھانے اور گناہ کی باتوں سے کیوں نہیں روکتے؟** المائدہ: ۶۱-۶۲-۶۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب جَآءُوْكُمْ وہ آتے ہیں تمہارے پاس قَالُوْٓا (تو) کہتے ہیں آمَنَّا ہم ایمان لائے وَقَدْ دَّخَلُوْا حالانکہ تحقیق وہ داخل ہوئے تھے بِالْكُفْرِ کفر کے ساتھ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا اور وہ یقیناً نکل گئے بِهٖ اسی کے ساتھ وَاللّٰهُ اور اللہ أَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَا اس چیز کو کہ كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ وہ چھپاتے تھے ۝ وَتَرٰى اور آپ دیکھیں گے كَثِيْرًا بہتوں کو مِّنْهُمْ ان میں سے يُسَارِعُوْنَ وہ جلدی کرتے ہیں فِى الْاِثْمِ گناہ میں وَالْعُدْوَانِ اور زیادتی (میں) وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ اور اپنے حرام کھانے (میں) لَبِئْسَ البتہ بہت بُرا ہے (وہ) مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ عمل کرتے تھے ۝ لَوْلَا کیوں نہیں يَنْهَاهُمُ روکتے انہیں الرَّبَّانِيُّوْنَ رب والے وَالْاَحْبَارُ اور علماء عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ ان کے گناہ کی بات کہنے سے وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ اور ان کے حرام کھانے سے لَبِئْسَ البتہ بُرا ہے (وہ) مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ جو کچھ وہ کرتے تھے

ترجمہ: اور جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ کفر لے کر آتے ہیں اور اسی کو لے کر جاتے ہیں اور جن باتوں کو یہ چھپاتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے ۝ اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بیشک یہ جو کچھ کرتے ہیں بُرا کرتے ہیں ۝ بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتیں کہنے اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی بُرا کرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں حالانکہ یہ کفر ہی لے کر آئے تھے اور اسی کفر کو لے کر باہر نکلے ہیں۔

۲۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ کیا کچھ چھپاتے رہے ہیں؟

۳۔ ان میں سے بہت سارے لوگوں کو آپ دیکھو گے کہ وہ گناہ اور ظلم اور حرام خوری میں لپک لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔

۴۔ سچ تو یہ ہیکہ یہ جو حرکتیں کرتے ہیں وہ نہایت بُری حرکتیں ہیں۔

۵۔ ان کے مشائخ اور علماء ان کو گناہ کی باتیں کہنے اور حرام کھانے سے آخر کیوں منع نہیں کرتے؟

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ طرزِ عمل نہایت بُرا ہے۔

مدنی دور میں ایک طرف یہود اور نصاریٰ تھے تو دوسری طرف منافقین تھے جو بظاہر مسلمان تھے اور حقیقت میں کافر تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ کی مجلسِ بابرکت میں آکر یہ کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے جبکہ ان کا یہ کہنا سراسر جھوٹ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ میں ان منافقوں کا پول کھول دیا کہ وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ یہ منافق نہ مجلس میں آنے سے پہلے مسلمان تھے اور نہ مجلس میں بیٹھنے کی حالت میں مسلمان تھے اور نہ ہی مجلس سے اٹھ کر جانے کے بعد مسلمان تھے۔ یہ جب مسلمانوں کی مجلس میں داخل ہوئے تھے تو کفر ہی کی حالت میں داخل ہوئے تھے اور جب اس مجلس سے نکل کر باہر چلے گئے تو اسی کفر کے ساتھ باہر نکلے۔ ان کے دل میں کبھی ایمان داخل ہوا ہی نہیں۔ صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ ان کے دل میں کفر ہی کفر چھپا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کے کفر کا پورا پورا علم ہے۔ اگر یہ منافق مومن و مسلمان ہوتے تو بھلائی اور نیکی کے کاموں میں آگے بڑھتے۔ ان کے قدم اللہ کی رضامندی کی جانب چلتے۔ ان کے دل ایمان کے نور سے منور ہو جاتے۔ لیکن منافقوں کی حقیقت یہ ہے کہ ان منافقوں میں سے اکثر کو تم دیکھو گے کہ گناہوں کے کرنے میں جلدی مچاتے ہیں اور سرکشی کے کاموں میں دوڑتے ہیں، ظلم و زیادتی ان کا فن ہے، سودی لین دین اور رشوت کے بازار میں یہ بڑے فنکار اور ماہر ہیں۔ ان کا دل و دماغ سودی کاروبار میں چلتا ہے۔ رشوت لینے میں ان کی نگاہیں تیز رہتی ہیں۔ یہ یہود و نصاریٰ اور منافقین جو کچھ کر رہے ہیں بہت بُرا کر رہے ہیں، ان کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ جب گناہ، سرکشی اور حرام خوری تورات و انجیل کی ہدایت کے مطابق حرام ہے اور انہیں معلوم ہے کہ ان آسمانی کتابوں میں اس کی مذمت کی گئی ہے تو پھر ان یہود و نصاریٰ کے درویش اور علماء انہیں ان برائیوں سے کیوں نہیں روکتے؟ ان کا برائیوں سے نہ روکنا بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مشائخینِ قوم اور علماءِ امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی قوم کو گناہوں سے روکیں، حرام خوری سے منع کریں اور اگر یہ مشائخ اور علماء کرام لوگوں کو گناہوں سے اور حرام خوری سے روکیں تو قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی ہدایات کی جانب توجہ دیں اور ان کاموں سے رکیں جن سے وہ علماء اور مشائخ روک رہے ہیں۔

درس نمبر (۵۱۱) اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں المائدہ: ۶۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَتِ اور کہا الْيَهُوْدُ یہود نے يَدُ اللّٰهِ اللہ کے ہاتھ مَغْلُوْلَةٌ بندھے ہوئے ہیں غُلَّتْ بند ہو جائیں اَيْدِيْهِمْ انہی کے ہاتھ وَلُعِنُوْا اور وہ لعنت کئے جائیں بِمَا قَالُوْا بسبب ان کے قول کے بَلْ بلکہ يَدٰهُ اس کے تو دونوں ہاتھ مَبْسُوْطَتٰنِ کھلے ہیں يُنْفِقُ وہ خرچ کرتا ہے كَيْفَ جیسے يَشَآءُ چاہتا ہے

وَلَيَزِيدَنَّ اور یقیناً زیادہ کرے گا كَثِيراً بہتوں کو مِّنْهُم ان میں سے مَّا وہ (قرآن) جو أُنزِلَ اُتارا گیا إِلَيْكَ آپ کی جانب مِن رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے طُغْيَاناً سرکشی میں وَكُفْراً اور کفر میں وَأَلْقَيْنَا اور ہم نے ڈال دی بَيْنَهُمُ ان کے درمیان الْعَدَاوَةَ عداوت وَالْبَغْضَاء اور بغض إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن تک كُلَّمَا جب کبھی أَوْقَدُواْ وہ جلاتے ہیں نَاراً آگ لِّلْحَرْبِ لڑائی کے لیے أَطْفَأَهَا اللّهُ بجھا دیتا ہے اس کو اللہ وَيَسْعَوْنَ اور وہ دوڑتے پھرتے ہیں فِي الأَرْضِ زمین میں فَسَاداً فساد کرنے کو وَاللّهُ اور اللہ لاَ يُحِبُّ پسند نہیں کرتا الْمُفْسِدِينَ فسادیوں کو

ترجمہ: اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی اللہ بخیل ہے انہی کے ہاتھ باندھے جائیں اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو اصل یہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ وہ جس طرح اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور اے نبی! یہ کتاب جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی اس سے ان میں سے اکثر کی شرارت اور انکار اور بڑھے گا اور ہم نے ان کے درمیان عداوت اور دشمنی قیامت کے دن تک ڈال دی ہے۔ جب کبھی انہوں نے لڑائی کی آگ جلائی اللہ نے اس کو بجھا دیا اور یہ ملک میں فساد کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

تشریح: اس آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بخیل ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ان یہودیوں کے ہاتھ بند ہوئے ہیں۔

۳۔ یہودیوں کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی۔

۴۔ اس حقیقت کو سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ وہ جیسے چاہتا ہے ان دونوں ہاتھوں سے خرچ کرتا ہے۔

۵۔ آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر کے زیادہ ہونے کا سبب بن جائے گا۔

۶۔ ہم نے قیامت کے دن تک کے لئے ان کے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے۔

۷۔ انہوں نے جب بھی لڑائی کی آگ جلائی اللہ تعالیٰ نے اسے بجھا ڈالا۔

۸۔ اور یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۹۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ تفصیل لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو بہت مال و دولت عطا فرمائی تھی۔ جب ان یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، رسولِ رحمت ﷺ کا انکار کیا اور جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت عطا فرمائی تھی اس کے اسباب روک دیئے اور بڑی مقدار میں پیداوار جو ہوتی تھی وہ رک گئی۔ اس پر ایک یہودی جس کا نام مفسرین نے فخاص بتلایا ہے اس نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ خرچ کرنے سے بند ہو گیا ہے۔ فخاص کے اس جملہ کو دوسرے لوگوں نے پسند کیا اور

یہودیوں نے اس کو اس بدترین جملہ سے نہیں روکا تو اللہ تعالیٰ نے سب کو اس جرم میں شامل کردیا اور اس جملہ کو فنحاص کا جملہ نہیں بلکہ پورے یہود کا جملہ قرار دیا کہ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہے۔ تفسیر طبری اور المعجم الکبیر میں اس کا نام نبّاش بن قیس بتلایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بدترین اور حقیقت سے بعید جملہ کی تردید یوں فرمائی کہ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ حقیقت یہ ہے کہ ان یہودیوں کے ہاتھ صدقہ وخیرات سے رکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ازل سے ابد تک سخی ہی سخی ہیں۔ ان کی سخاوت نہ رکنے والی ہے اور نہ مٹنے والی ہے۔ اس کے بعد یہودیوں کے اس جملہ کی سزا بیان کی گئی کہ ان یہودیوں کا یہ جملہ ان پر لعنت کا باعث ہے۔ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا انہوں نے جو یہ جملہ کہا ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے۔ حقیقت سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو کھلے ہوئے ہیں، وہ جس طرح چاہے خرچ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ وہ دن رات خرچ کرتا ہے، مگر اس کا خزانہ کم نہیں ہوتا۔ تم ہی بتاؤ اس نے کتنا خرچ فرمادیا؟ جب سے آسمان وزمین کو پیدا کردیا جو کچھ اس کے ہاتھ میں تھا اس میں ذرا بھی کم نہیں ہوا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (بخاری ومسلم:۴۶۸۴۔ترمذی:۳۰۴۵)

خزانہ اور دولت میں کمی یا ختم ہونے کا ڈر اس وقت ہوتا ہے جب وہ خزانہ اور دولت محدود ہو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جو خزانے ہیں وہ لامحدود ہیں۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک اور گستاخی کی ہے جس کا ذکر سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۸۱ میں ہے کہ ان یہودیوں نے کہا کہ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ" وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ اللہ فقیر اور محتاج ہے اور ہم مالدار و بے نیاز ہیں۔ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ یہودی جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم اس کو لکھ رہے ہیں۔ جس دن حساب اور مواخذہ ہوگا اس دن انہیں پتہ چلے گا۔ ان اہلِ کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلادیا کہ ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت تک کے لئے ڈال دیا ہے۔ بس وہ قیامت تک آپس میں فرقے بن کر لڑتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک اور بات بتلائی کہ جب بھی یہ یہودی مسلمانوں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھادیتا ہے، وہ اپنی تیاریوں میں ناکام ونامراد ہوجاتے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ زمین میں فساد اور بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے سخت نفرت کرتے ہیں جو ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ اللہ کی اس زمین میں اللہ کے نیک بندے امن وسلامتی کا ماحول بنائے رکھتے ہیں اور جو ایمان سے محروم رہتے ہیں وہ اس امن کو بدامنی اور فساد و بگاڑ میں بدل دیتے ہیں۔

درس نمبر (۵۱۲) **ایمان اور تقویٰ گناہوں کے مٹنے کا باعث** المائدہ: ۶۵۔۶۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَ دْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۶۵ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝۶۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اور اگر أَنَّ بے شک أَهْلَ الْكِتَابِ اہل کتاب آمَنُوا ایمان لے آئیں وَاتَّقَوْا اور تقویٰ اختیار کریں لَكَفَّرْنَا تو یقیناً ہم دور کر دیں گے عَنْهُمْ ان سے سَيِّئَاتِهِمْ ان کی برائیاں وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ اور ضرور داخل کریں گے ان کو جَنَّاتِ النَّعِيمِ نعمت والے باغوں میں O وَلَوْ اور اگر أَنَّهُمْ بے شک وہ أَقَامُوا قائم رکھتے التَّوْرَاةَ تورات وَالْإِنْجِيلَ اور انجیل کو وَمَا اور جو کچھ أُنْزِلَ نازل کیا گیا إِلَيْهِمْ ان کی طرف مِنْ رَبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے لَأَكَلُوا (تو) یقیناً وہ کھاتے مِنْ فَوْقِهِمْ اپنے اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ اور اپنے پیروں کے نیچے سے مِنْهُمْ ان میں سے أُمَّةٌ ایک گروہ ہے مُقْتَصِدَةٌ درمیانی راہ چلنے والا وَكَثِيرٌ اور زیادہ لوگ مِنْهُمْ ان میں سے سَاءَ بُرا ہے مَا جو يَعْمَلُونَ وہ کر رہے ہیں

ترجمہ: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے O اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو کتابیں ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم کرتے تو ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں کچھ لوگ میانہ رو ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے اعمال بُرے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کر دیتے۔

۲۔ اور اگر اہلِ کتاب تورات اور انجیل کو اور جو کتابیں ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم کرتے تو وہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور پاؤں کے نیچے سے بھی کھاتے۔

۳۔ ان اہلِ کتاب میں چند لوگ اعتدال پر قائم ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں جن کے اعمال بُرے ہیں۔

اس آیت سے ایک زبردست فارمولہ ہم سب مسلمانوں کو یہ ملتا ہے کہ انسان جب ایمان والی اور تقویٰ والی زندگی اختیار کرتا ہے تو اس کا بہترین صلہ یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں یعنی ان تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں جو ان کی زندگی میں سرزد ہوئے تھے اور اس ایمان اور تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو نعمتوں والے باغات میں داخل فرما دیتے ہیں۔ ایمان اور تقویٰ کا ایک ساتھ تذکرہ قرآنِ مجید میں کئی جگہ موجود ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں فرمایا گیا کہ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ ط لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ اگر یہ لوگ صاحبِ ایمان متقی بن جاتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب انہیں ملتا اگر یہ جانتے ہوتے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۶ میں یوں کہا گیا کہ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ جب آدمی ایمان لے آتا ہے اور اس ایمان پر تقویٰ کی چادر اڑھا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دنیوی اور اخروی نعمتوں سے وہ سرشار ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک اور حقیقت سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ جس قوم کی ہدایت ونجات کیلئے جو آسمانی کتاب دی جاتی ہے اگر وہ قوم اس آسمانی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیتی ہے اور اس کتاب کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس قوم کے لیے ہر طرف سے رزق کی فراوانی کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کو تورات وانجیل عطا کی گئی، مگر ان دونوں قوموں نے اپنی اپنی آسمانی کتاب سے منہ موڑ لیا، اس میں تحریف کرلی اور چند کوڑیوں کی محبت میں ان آسمانی کتابوں کی روح کو مجروح کردیا جس کے نتیجہ میں وہ دونوں قومیں بالآخر ذلت ورسوائی کا شکار ہوئیں۔

آج ہماری نگاہوں کے سامنے وہ مقدس آسمانی کتاب اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں بغیر کسی تبدیلی وترمیم کے موجود ہے۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس کتاب کو ترتیل کے ساتھ پڑھیں، غور وتدبر کریں، اس کے معنی ومطلب کو جانیں، اس کے تقاضوں اور مطالبات پر توجہ دیں اور اس کتاب کی ہدایات پر عمل کریں اور اس کتاب کے پیغام کو دوسری قوموں اور افراد تک پہنچائیں۔

درس نمبر (۵۱۳) اللہ تعالیٰ لوگوں کی سازشوں سے آپ کو بچائے گا المائدہ: ۶۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ اے رسول! بَلِّغْ پہنچا دیجئے مَا جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا إِلَيْكَ آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے وَإِنْ اور اگر لَّمْ تَفْعَلْ آپ نے نہیں کیا (ایسا) فَمَا بَلَّغْتَ تو آپ نے نہیں پہنچایا رِسَالَتَهُ اس کا پیغام وَاللّٰهُ اور اللہ يَعْصِمُكَ آپ کی حفاظت کرے گا مِنَ النَّاسِ لوگوں سے إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ لَا يَهْدِىْ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ کافر لوگوں کو

ترجمہ: اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ بیشک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو دوسروں تک پہنچائیے۔

۲۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کی سازشوں سے بچائے گا۔

۴۔ یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسولِ رحمت خاتم النبیین ﷺ تک جتنے انبیاء اور رسل بھیجے ان تمام کی

ایک اہم ترین ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اپنی قوموں میں دعوت وتبلیغ کا کام کریں، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جو آسمانی ہدایات بھیجی ہیں ان ہدایات واحکامات کو قوم تک پہنچادیں ۔ چنانچہ سارے ہی انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنا اپنا فریضہ انجام دیا۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۹ میں تبلیغِ دین کے سلسلہ میں یہ بات بتلائی گئی کہ مَا عَلَى الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلٰغُ رسول کے ذمہ تو صرف پہنچادینا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یوں کہا کہ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ (الاعراف:۶۲) میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّىْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ (الاعراف:۷۹) میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچادیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی جملہ کہا تھا جس کو سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۳ میں بیان کیا گیا ہے: لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ میں نے میرے رب کے پیغام کو تم تک پہنچادیا ہے۔ رسول کی ذمہ داری تو بس پہنچادینا ہے ۔قوم اگر تسلیم نہیں کرتی تو اس کا حساب تو اللہ تعالیٰ لیں گے۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۴۰ میں یہی بات بتلائی گئی کہ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ آپ پر تو صرف پہنچادینا ہے، حساب تو ہمارے ذمہ ہے۔

سورۂ مائدہ کی اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ پیغمبر! آپ کی جانب آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا آپ اس کو پہنچادیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔ رہی بات اس پیغام کے پہنچانے کے بعد ردِعمل کے طور پر دشمنوں اور مخالفین کی جانب سے جو کچھ پیش آئے گا اس سلسلہ میں ہمارا وعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت ضرور فرمائے گا: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے گا تو جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی حفاظت کیا کرتے تھے ان سے رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ چلے جائیں اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (ترمذی:۳۰۴۶) آپ ﷺ کی حفاظت کرنے والوں میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے پہرہ دینا چھوڑ دیا۔ یہاں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اس کی راہ نہ دکھائے گا کہ وہ قتل کرنے کے لئے آپ تک پہنچ جائیں۔

رسولِ رحمت ﷺ کو دعوتِ دین کی اس اہم ترین ذمہ داری کا اس قدر احساس تھا کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں خطبہ دیا۔ اس میں یہ بات بھی بیان فرمائی کہ وَاَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّىْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا تو تم کیا جواب دوگے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ ہم گواہی دیں گے کہ بلاشبہ آپ نے پہنچایا اور اپنی ذمہ داری کو پورا فرمایا اور امت کی خیر خواہی کی۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر لوگوں کی طرف جھکائی پھر تین مرتبہ اللہ کے حضور میں فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اے اللہ تو گواہ رہ۔ (مسلم:۱۲۱۸)

درس نمبر (۵۱۴) **آپ ان کافرلوگوں پر افسوس نہ کیجئے** المائدہ: ۶۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب! لَسْتُمْ نہیں ہو تم عَلٰى شَيْءٍ کسی چیز پر حَتّٰى یہاں تک کہ تُقِيْمُوا تم قائم کرو التَّوْرٰةَ تورات کو وَالْاِنْجِيْلَ اور انجیل کو وَمَا اور جو کچھ اُنْزِلَ نازل کیا گیا اِلَيْكُمْ تمہاری طرف مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَلَيَزِيْدَنَّ اور یقیناً زیادہ کرے گا كَثِيْرًا بہتوں کو مِّنْهُمْ ان میں سے مَّا وہ (قرآن) جو اُنْزِلَ نازل کیا گیا ہے اِلَيْكَ آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے طُغْيَانًا سرکشی میں وَكُفْرًا اور کفر میں فَلَا تَاْسَ چنانچہ آپ غم نہ کھائیں عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر لوگوں پر

ترجمہ: کہو کہ اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو کتابیں تمہارے پروردگار کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھو گے کسی بھی راہ پر نہیں ہو سکتے اور یہ قرآن جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس سے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا تو تم قومِ کفار پر افسوس نہ کرو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل پر اور اس کتاب پر جو تمہارے پاس اب بھیجی گئی ہے اس کی پابندی نہیں کرو گے تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہوگی جس پر تم کھڑے ہو سکو۔

۲۔ جو وحی اے رسول! آپ پر نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کر کے رہے گی۔

۳۔ آپ ان کافر لوگوں پر افسوس نہ کیجئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہودی رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آپ دینِ ابراہیمی پر ہیں اور تورات پر بھی آپ کا ایمان ہے اور آپ گواہی بھی دیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ مگر تم نے دینِ ابراہیمی میں اپنے پاس سے بہت سی نئی چیزیں نکال لی ہیں اور تورات میں جو تم سے عہد لیا گیا تھا تم اس کا انکار کر چکے ہو اور تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا تھا اسے تم چھپا رہے ہو۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اسے مانتے ہیں اور ہم ہدایت پر ہیں اور حق پر ہیں اور ہم آپ پر نہ ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی ہم آپ کی اتباع کرتے ہیں۔ اس پر قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! تم کسی راہ پر نہیں ہو یہاں تک کہ

تورات کو اور انجیل کو اور اس چیز کو قائم کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی۔ (تفسیر الرازی)

اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جس قوم کیلئے جو آسمانی کتاب دی گئی اس قوم کو چاہئے کہ وہ اس آسمانی کتاب کی ہدایات پر قائم رہے۔ آسمانی کتابیں اس لئے نازل نہیں کی جاتیں کہ ان آسمانی کتابوں ہی کو بدل دیا جائے بلکہ یہ آسمانی کتابیں اس لئے آتی ہیں کہ ان کتابوں کی ہدایات واحکامات کے ذریعہ اپنے آپ کو بدلا جائے اور گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت، باطل کو چھوڑ کر حق، حرام کو چھوڑ کر حلال، شر کو چھوڑ کر خیر، فساد و بگاڑ کو چھوڑ کر امن وسلامتی اختیار کی جائے۔ یہودی اس لئے ذلیل ورسوا اور نامراد و ناکام ہوئے کہ وہ تورات وانجیل کے احکامات پر قائم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخری امت کو وہ آخری کتاب عطا کی ہے جس کو قرآنِ مجید فرقانِ حمید کہا جاتا ہے۔ جو اس کتاب کی ہدایات اور اس کے احکامات پر قائم رہے گا وہ نجات، عزت، کامیابی، ترقی اور امن وسلامتی حاصل کرے گا۔

یہ بدقسمت یہودی وہ ہیں جو قرآنِ مجید سے ہدایت حاصل کرنے والے نہیں ہیں بلکہ قرآن کا نازل ہونا ان کے لئے اور زیادہ سرکشی کرنے اور کفر وضلالت میں ترقی کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جوں جوں قرآنِ مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں یہ یہودی اس کا انکار اور اس کی مخالفت کرتے ہوئے سرکشی اور کفر میں آگے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اس آیت کے آخر میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ پیغمبر! آپ اس کافر قوم پر رنج نہ کریں جس کو ایمان قبول کرنا نہیں ہے وہ قبول نہیں کرے گا، اس کا نقصان اس کو ہوگا۔ آپ کے ان پر رنج کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

درس نمبر (۵۱۵) ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ثمرات المائدہ: ۶۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو آمَنُوْا ایمان لائے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو هَادُوْا یہودی ہوئے وَالصَّابِؤُونَ اور صابی (بے دین) وَالنَّصَارٰى اور نصاریٰ مَنْ (ان میں سے) جو (بھی) آمَنَ ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ پر وَالْيَوْمِ الآخِرِ اور یومِ آخرت پر وَعَمِلَ اور عمل کرے صَالِحاً نیک فَلَا خَوْفٌ کوئی خوف نہ ہوگا عَلَيْهِمْ ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور روز آخر پر ایمان لائیں اور عمل نیک کریں خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی ان کو قیامت کے دن نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

تشریح: اس آیت میں صرف ایک بات بتلائی گئی ہے:

۱۔ جو لوگ بھی چاہے وہ مسلمان ہوں یا یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا صابی ہوں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔

قرآنِ مجید نے ایمان اور نیک اعمال ان دونوں کو متعدد بار ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ کسی بھی شخص کیلئے اس کا صرف ایمان کافی نہیں ہے۔ ایمان کے ساتھ عملِ صالح یعنی نیک عمل مطلوب ہے اور اگر اس کے برعکس کوئی صرف نیک عمل اختیار کرلے اور ایمان اس کے دل میں نہ ہو تو اس کے ان نیک اعمال کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ایسی جنتوں کی بشارت دی گئی ہے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں: وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۲ میں بھی یہی بشارت دی گئی: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۷ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ پر اجر کی بشارت دی گئی: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ بیشک جو لوگ ایمان کے ساتھ نیک کام کرتے ہیں نمازوں کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اُداسی اور غم۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۷ میں یوں کہا گیا: وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا ثواب پورا پورا دے گا۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھنے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ وسعت وکشادگی اس کی مہربانی سے یہ ہے کہ اگر کوئی یہودی یا نصرانی یا صابی جو بھی ایمان لائے گا جیسا کہ ایمان لانا مطلوب ہے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر اور ایمان کے ساتھ نیک اعمال بھی اختیار کرے گا تو ایسے خوش نصیب اشخاص کو اس بات کی خوشخبری دی گئی ہے کہ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ کسی بھی شخص کیلئے خوف اور حزن بہت بڑا مسئلہ ہے، اس سنگین صورتحال سے بچنے کا بہترین فارمولہ یہ ہے کہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لایا جائے اور نیک اعمال کا سلسلہ باقی رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے رحمان ورحیم اور واسع وغفور ہونے کی یہ بھی ایک اہم دلیل ہے کہ اس نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ جو ایک مرتبہ یہودیت اختیار کرے یا نصرانیت اختیار کرے یا صابی بن جائے پھر اس کے لئے دینِ محمدی اختیار کرنے کا راستہ نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان ورحیم اور اس کے واسع وغفور ہونے کی وجہ سے بے دین یہودیوں اور گمراہ نصرانیوں اور صابیوں کے لئے بھی توبہ کا دروازہ باقی رکھا گیا اور ان کیلئے یہ گنجائش رکھی گئی کہ اگر وہ اپنی پرانی حرکتوں سے باز آجائیں اور سچی توبہ کرلیں اور دینِ محمدی کے مطابق ایمان اور اعمالِ صالحہ اختیار کرلیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ انہیں خوف اور حزن سے بچالے گا اور کامیابی اور نجات کی راہیں عطا فرمائے گا۔

درس نمبر (۵۱۶) **بنی اسرائیل کا باطل خیال** المائدۃ: ۷۰-۷۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدْ البتہ أَخَذْنَا ہم نے لیا تھا مِيْثَاقَ عہد بَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ بنی اسرائیل سے وَأَرْسَلْنَا اور ہم نے بھیجے إِلَيْهِمْ ان کی طرف رُسُلًا کئی رسول كُلَّمَا جب بھی جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس رَسُوْلٌ کوئی رسول بِمَا ایسی چیز کے ساتھ کہ (جسے) لَا تَهْوٰى نہیں چاہتے تھے أَنْفُسُهُمْ ان کے نفس فَرِيْقًا تو کچھ کو كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا وَفَرِيْقًا اور کچھ کو يَقْتُلُوْنَ وہ قتل ہی کر ڈالتے O وَحَسِبُوْا اور انہوں نے گمان کیا أَلَّا تَكُوْنَ کہ نہ ہوگی فِتْنَةٌ کوئی آزمائش فَعَمُوْا تو وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے ثُمَّ پھر تَابَ متوجہ ہوا اللّٰهُ اللہ عَلَيْهِمْ ان پر ثُمَّ پھر عَمُوْا وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے كَثِيْرٌ زیادہ لوگ مِّنْهُمْ ان میں سے وَاللّٰهُ اور اللہ بَصِيْرٌ خوب دیکھنے والا ہے بِمَا جو کچھ يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں

ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے لیکن جب کوئی پیغمبران کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ انبیاء کی ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے O اور یہ خیال کرتے تھے کہ اس سے ان پر کوئی آفت نہیں آئے گی تو وہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی لیکن پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے۔

۲۔ جب بھی کوئی پیغمبران کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ نبیوں کی ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔

۳۔ بنی اسرائیل کے یہ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ اس جرم سے ان پر کوئی آفت نہیں آئے گی تو وہ اندھے اور بہرے ہوگئے۔

۴۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی، لیکن پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے۔

۵۔ اور اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

بنی اسرائیل وہ ضدی، سرکش، نافرمان اور شریر قوم ہے جس کی سرکشی اور نافرمانی کا یہ عالم تھا کہ باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا کہ یہ نافرمانی نہیں کریں گے، سرکشی نہیں کریں گے۔ مگر بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ جب انبیاء کرام

علیہم السلام ان کے سامنے دین پیش کرتے تو یہ بنی اسرائیل پہلے یہ دیکھتے تھے کہ یہ دین اور اس کے احکامات ان کی مرضی کے مطابق ہیں یا نہیں؟ اگر ان کی مرضی کے مطابق بات ہوتی تو مان لیتے تھے، ورنہ اس سے منہ موڑتے تھے اور نبیوں سے اس قدر نفرت اور ناگواری ہو جاتی تھی کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی ہدایت اور بھلائی کے لئے بھیجا گیا انہی نبیوں کو جھٹلاتے تھے ۔ یہیں تک ان کی نافرمانی نہیں تھی بلکہ یہ وہ ذلیل و ظالم قوم تھی کہ ان نبیوں کو قتل ہی کر دیتی تھی ۔ بنی اسرائیل کی اسی ضد، سرکشی، ظلم، عناد، شرارت اور حد سے تجاوز کرنے والے کاموں کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے ۔ بنی اسرائیل سے عہد و پیمان کے تذکرے قرآنِ مجید کی مختلف آیتوں میں موجود ہیں ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۳ میں یوں ہے: وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَکُمُ الطُّوۡرَ اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تم پر طُور پہاڑ لا کھڑا کر دیا ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ میں یوں ہے: وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ قف وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ ۔ الخ ۔ اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۴ میں یوں فرمایا: وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ دِمَآءَکُمۡ وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں خون نہ بہانا اور آپس والوں کو جلاوطن مت کرنا ۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۵ میں بنی اسرائیل کی بدعہدی کی سزا بھی سنائی گئی: فَبِمَا نَقۡضِہِمۡ مِّیۡثَاقَہُمۡ وَکُفۡرِہِمۡ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَقَتۡلِہِمُ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ وَّقَوۡلِہِمۡ قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیۡہَا بِکُفۡرِہِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ان کی عہد شکنی کے سبب سے اور احکام الٰہی کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے اور اللہ کے نبیوں کو قتل کر ڈالنے کی وجہ سے اور اس سبب سے کہ یوں کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے حالانکہ دراصل ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے ۔ اس لئے یہ بہت کم ہی ایمان لاتے ہیں ۔

درس نمبر (۵۱۷) جس نے شرک کیا اس پر جنت حرام ہے المائدہ: ۷۲ ۔ ۷۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ؕ وَقَالَ الۡمَسِیۡحُ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ الۡجَنَّۃَ وَمَاۡوٰىہُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ ۘ وَمَا مِنۡ اِلٰہٍ اِلَّاۤ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہُوۡا عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدۡ البتہ تحقیق کَفَرَ کفر کیا الَّذِیۡنَ ان لوگوں نے جنہوں نے قَالُوۡۤا کہا إِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ ہُوَ وہی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ مسیح ابن مریم ہے وَقَالَ اور کہا الۡمَسِیۡحُ مسیح نے یَا بَنِیۡ إِسۡرَائِیۡلَ اے بنی اسرائیل! اعۡبُدُوۡا اللّٰہَ تم اللہ کی عبادت کرو رَبِّیۡ جو میرا رب ہے وَرَبَّکُمۡ اور تمہارا رب ہے إِنَّہٗ تحقیق مَن جو

يُشْرِكْ شریک ٹھہراتا ہے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ فَقَدْ تو یقیناً حَرَّمَ اللّٰهُ اللہ نے حرام کردی عَلَيْهِ الْجَنَّةَ اس پر جنت وَمَأْوٰهُ اور اس کا ٹھکانہ النَّارُ آگ ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ اور ظالموں کے لیے نہیں ہے مِنْ أَنْصَارٍ کوئی مددگار O لَقَدْ البتہ تحقیق كَفَرَ کافر ہوئے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے قَالُوْٓا کہا إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ ثَالِثُ تیسرا ہے ثَلٰثَةٍ تین میں سے وَمَا مِنْ إِلٰهٍ اور نہیں کوئی معبود إِلَّآ مگر إِلٰهٌ معبود وَاحِدٌ ایک وَإِنْ اور اگر لَّمْ يَنْتَهُوْا وہ باز نہ آئے عَمَّا اس سے جو يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں لَيَمَسَّنَّ (تو) ضرور پہنچے گا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا مِنْهُمْ ان میں سے عَذَابٌ عذاب أَلِيْمٌ دردناک

ترجمہ: وہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی اور جان رکھو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر بہشت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا O وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال وعقائد سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے وہ یقیناً کافر ہیں۔

۲۔ حالانکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

۳۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور ظالموں کا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا۔

۴۔ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔

۵۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۶۔ جو بات یہ لوگ کہہ رہے ہیں اگر وہ اس سے باز نہیں آئیں گے تو یاد رکھیں کہ دردناک عذاب ان تک پہنچ جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا اور اپنی قدرت کی شان بتلائی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ دیکھو ہماری قدرت کا یہ بھی ایک شاہکار ہے۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ، رسول اور کلمہ تسلیم کیا جائے۔ مگر افسوس کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یا تو اللہ ہی کہہ دیا یا انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ اللہ ہیں اور نہ ہی اللہ کے بیٹے، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا کہ يٰبَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ

السلام خود رب ہوتے تو اپنی قوم کو یہ کہتے کہ میں رب ہوں میری عبادت کرو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے بھی نہیں ہوسکتے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال ہے۔ وہ نہ بیوی کا محتاج ہے اور نہ ہی اولاد کا محتاج ہے، اَللّٰہُ الصَّمَدُ O لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۔ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے۔ ان تمام چیزوں سے جن کے ہم محتاج ہیں اور ان کے علاوہ دنیا کی ہر چیز سے ۔ جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ وہ بے نیاز ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہرگز نہیں ہوسکتے۔ جو کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا یا خود انہی کو اللہ سمجھے گا تو اس کے لئے یہ وعید بتلا دی گئی کہ اِنَّہٗ مَن یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اسے جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے مشرک پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ تو بس دوزخ ہے۔ ایسے مشرک ظالموں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔ ایسے مشرک قیامت کے دن بے یارومددگار رہوں گے۔ نصاریٰ کا یہ بھی بدترین عقیدہ تھا کہ وہ تین خدا کے قائل تھے، اللہ، مریم اور عیسیٰ۔ ان کے نزدیک یہ باطل عقیدہ تھا کہ اللہ، مریم اور عیسیٰ تینوں خدا ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ معبود تو بس ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ رب ذوالجلال کا یہ دستور اور قانون ہے کہ جو کوئی اس قسم کی مشرکانہ باتیں کرے گا اور اس سے باز نہیں آئے گا تو اس کے لئے تو دردناک عذاب ہے، جس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

درس نمبر (۵۱۸) **اللہ کے آگے توبہ کیوں نہیں کرتے؟** المائدہ: ۷۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَلَا کیا پھر نہیں یَتُوْبُوْنَ توبہ کرتے وہ اِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ اور (نہ) وہ اس سے استغفار کرتے؟ وَاللّٰہُ اور اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِیْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: تو یہ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے اور اللہ تو بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے کیوں گناہوں کی معافی نہیں مانگتے؟

۲۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

سورۂ مائدہ کی یہ مختصر سی آیت ہے، لیکن گمراہی میں مبتلا اور گناہوں میں لت پت اور جرائم میں مشغول غافل بندوں کیلئے رحمت کا پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ کس قدر اپنے بندوں پر مہربان ہیں اور کس طرح اپنے بندوں کو معاف کرنے والے ہیں اس کا اندازہ اس آیت کے اس پیارے جملہ سے کیا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ أَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے؟

جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ غفور بھی ہے کہ اپنے بندوں کو معاف کرنے کے لئے تیار ہے اور رحیم بھی ہے کہ رحمت کی بارش برسانے کے لئے تیار ہے۔ توبہ اور استغفار دو الفاظ اللہ کے ایک بندے کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجرم اور گنہگار بندوں کے لئے اپنی مہربانی سے توبہ اور استغفار کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے یہ خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو موت کا غرغرہ پیش آنے تک بھی معاف کر دیتا ہے۔ (ترمذی: ۳۵۳۷) حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی، اللہ تعالیٰ نے خود انہیں توبہ کے کلمات سکھلائے: فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡہِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ۔ (البقرہ: ۳۷) حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی، بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرکش وضدی قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِکُمۡ ۔ (البقرہ: ۵۴) تم اپنے پروردگار سے معافی مانگو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں کہا: وَتُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ (البقرہ: ۱۲۸) اور آپ ہماری توبہ قبول فرمائیے بیشک آپ توبہ قبول کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں معاف کر دیتے ہیں: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ بَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ (البقرہ: ۱۶۰) ہاں! وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی ہو اور اپنی اصلاح کر لی ہو اور چھپائی ہوئی باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہو تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحمت والا ہوں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب قرار دیا: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہی یہ ہیں کہ بندوں کی توبہ قبول کریں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۷ میں یہی بات کہی گئی: وَاللّٰہُ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے اور بندوں کیلئے اسی میں بہتری اور بھلائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳ میں یوں فرمایا: فَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ پس اگر تم اب بھی توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں فرمایا: اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ یَقۡبَلُ التَّوۡبَۃَ عَنۡ عِبَادِہٖ وَیَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرتے ہیں اور رحم فرماتے ہیں۔

اس آیت میں توبہ کے ساتھ استغفار کی ترغیب بھی ہے: اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَہٗ کیا وہ اللہ سے توبہ نہیں کرتے اور استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے: وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (البقرہ: ۱۹۹) اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ میں یوں فرمایا گیا: وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلَی الۡجَنَّۃِ وَ الۡمَغۡفِرَۃِ بِاِذۡنِہٖ اور اللہ اپنی مہربانی سے بہشت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۶ اور ۱۷ میں نیک بندوں کے اوصاف یہ بتلائے گئے: اَلَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا

فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿ﺀ﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ جو نیک بندے ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصہ میں بخشش مانگنے والے ہیں۔ یہ حقیقت بھی قرآنِ مجید میں بیان کی گئی کہ اللہ کے عذاب سے بچنے کا فارمولہ استغفار بھی ہے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر۳۳ میں فرمایا گیا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا جب تک کہ آپ ان میں موجود ہوں اور اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم استغفار کرو بیشک وہ بخشنے والا ہے تمہارے استغفار کی وجہ سے وہ موسلا دھار بارش برسائے گا۔ (نوح:۱۱)

درس نمبر (۵۱۹) **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سچی فرمانبردار تھیں** المائدہ: ۷۵-۷۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ط وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّا نہیں ہیں الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ مسیح ابنِ مریم إِلَّا مگر رَسُوْلٌ ایک رسول ہی قَدْ تحقیق خَلَتْ گزر چکے ہیں مِن قَبْلِهِ ان سے پہلے الرُّسُلُ بہت سے رسول وَأُمُّهُ اور ان کی ماں صِدِّيْقَةٌ صدیقہ تھیں كَانَا تھے وہ دونوں يَأْكُلَانِ کھاتے الطَّعَامَ کھانا انظُرْ دیکھئے كَيْفَ کیسے نُبَيِّنُ ہم بیان کرتے ہیں لَهُمُ ان کے لیے الآيَاتِ نشانیاں ثُمَّ پھر انظُرْ دیکھئے أَنَّى کہاں يُؤْفَكُوْنَ وہ پھیرے جاتے ہیں O قُلْ کہہ دیجئے أَتَعْبُدُوْنَ کیا تم عبادت کرتے ہو مِن دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کو چھوڑ کر مَا ایسی چیز کی جو لَا يَمْلِكُ اختیار نہیں رکھتی لَكُمْ تمہارے لیے ضَرّاً نقصان کا وَلَا نَفْعاً اور نہ نفع کا وَاللّٰهُ اور اللہ هُوَ وہی السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: مسیح ابنِ مریم تو ایک پیغمبر ہی تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ مریم اللہ کی ولی اور سچی فرمانبردار تھیں۔ دونوں انسان تھے اور کھانا بھی کھاتے تھے دیکھو! ہم ان لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں پھر یہ دیکھو کہ یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں؟ O کہو کہ تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں؟ اور اللہ ہی سب کچھ سنتا ہے جانتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تو ایک پیغمبر ہی تھے۔
۲۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔
۳۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سچی فرمانبردار تھیں۔
۴۔حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام دونوں کھانا کھاتے تھے۔
۵۔دیکھ لیجئے پیغمبر! ہم کیسے ان کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں؟
۶۔پھر دیکھئے کہ وہ لوگ کہاں الٹے جارہے ہیں؟
۷۔آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع اور نقصان کا اختیار ہی نہیں رکھتے؟
۸۔اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت میں نصاریٰ کے اس عقیدہ کی تردید کی جارہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اللہ نہیں ہیں۔ وہ کیسے اللہ ہوسکتے ہیں؟ وہ تو اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے۔ وہ بھیجے ہوئے انسان ہیں، جن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے بحیثیت رسول بھیجے گئے ہیں اور تمہیں چاہئے کہ اس بات پر بھی غور کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکیلے ہی رسول بن کر نہیں آئے، ان سے پہلے ہزاروں انسان بحیثیت رسول اور نبی اس دنیا میں مختلف قوموں اور زمانوں میں آئے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جو کہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے وہ خود اللہ اور معبود نہیں ہوسکتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے معبود اور اللہ ہوسکتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کی ماں اللہ کی نیک، صالح، متقی، پاکیزہ، فرمانبردار اور سچی بندی ہیں۔ نہ حضرت عیسیٰ اللہ ہیں اور نہ مریم اللہ ہیں۔ اگر تم ان کی زندگی کے اس پہلو پر غور کرو گے تو تمہیں یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ یقیناً حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم دونوں اللہ کی مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں حضرت مریم دونوں کھانا کھاتے تھے۔ جب یہ دونوں کھانے کے محتاج ہیں تو وہ کیسے اللہ اور معبود بن سکتے ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۷ میں یوں فرمایا گیا کہ وَاٰتَیۡنَا عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ الۡبَیِّنٰتِ وَاَیَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ اور ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں دیں اور روح القدس سے ان کی تائید کروائی۔ اس آیت سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ نہ ہونے اور اس کے بندے ہونے کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں دی گئیں اور ان کی تائید و مدد کی گئی۔ جو کسی کی جانب سے روشن دلیل کا محتاج ہو اور کسی کی تائید کا محتاج ہو وہ معبود یا الٰہ یا خدا نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا محتاج تو اللہ کا بندہ ہی ہوتا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں صاف طور پر یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ: اِنَّمَا الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ وَ کَلِمَتُهٗ ۚ اَلۡقٰهَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَ رُوۡحٌ مِّنۡهُ حضرت عیسیٰ ابن مریم تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جسے مریم کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے تذکرے قرآنِ مجید میں ہیں اور ان کی ولادت کا واقعہ قرآنِ مجید میں ہے، جس کی ولادت، بچپن، جوانی اور جس کے

آسمان پر اٹھا لئے جانے کے تذکرے آسمانی کتاب میں موجود ہوں وہ اللہ کیسے ہوسکتا ہے؟ دیکھئے! ان آیات میں کس قدر تفصیل سے وہ حقیقتیں موجود ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندے اور رسول ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ۝۲۹ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (مریم:۲۹:۳۰) تو مریم نے اس بچے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے کہ ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیسے بات کریں؟ بچے نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء:۱۵۷) حالانکہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھا پائے لیکن ان لوگوں کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا (النساء:۱۵۸) بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

درس نمبر (۵۲۰) دین میں غلو مت کرو المائدہ: ۷۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝۷۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے یَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب! لَا تَغْلُوْا تم غلو مت کرو فِیْ دِیْنِكُمْ اپنے دین میں غَیْرَ الْحَقِّ ناحق وَلَا تَتَّبِعُوْا اور تم پیروی مت کرو أَهْوَاءَ قَوْمٍ ان لوگوں کی خواہشات کی قَدْ ضَلُّوْا جو گمراہ ہوچکے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَأَضَلُّوْا اور انہوں نے گمراہ کیا كَثِیْرًا بہت سوں کو وَضَلُّوْا اور وہ بہک گئے عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ سیدھی راہ سے

ترجمہ: کہو کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین کی بات میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو خود بھی پہلے گمراہ ہوئے اور اکثروں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین کی باتوں میں ناحق مبالغہ نہ کرو۔

۲۔ اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو خود بھی پہلے گمراہ ہوگئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر گئے اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ کسی بھی معاملہ میں حد سے زیادہ بڑھ جانے کو غلو کہتے ہیں۔ کسی بھی چیز کا حد کے اندر رہنا وہ اس کا حق ہے اور اس چیز کو حد سے بیحد کر دینا ناحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حق پسند ہے ناحق پسند نہیں ہے۔ بیوی کی نگاہ میں شوہر، شوہر ہے۔ اس کا درجہ یقیناً بڑا ہے لیکن بیوی اگر شوہر کو اللہ تعالیٰ کا درجہ دے تو یہ غلو ہے۔ مرید کی نگاہ میں شیخ ایک مربی اور استاد کا درجہ رکھتا ہے۔ شیخ سے عقیدت اس قدر ہو کہ اگر وہ اس شیخ کو نبی کا درجہ دے تو ظاہر ہے

کہ یہ غلو ہے اور اس قسم کا ہر غلو ناحق اور ناپسندیدہ ہے جس کی دینِ اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اہلِ کتاب اپنے دینی معاملات میں غلو سے کام لیتے تھے۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کے سلسلہ میں غلو کیا کہ انہیں اللہ کا بندہ اور رسول تسلیم کرنے کے بجائے اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں غلو سے کام لیا۔ انہیں اللہ کا بندہ اور رسول سمجھنے کے بجائے انہیں اللہ کا بیٹا تصور کیا۔ اس طرح یہود و نصاریٰ غلو اور مبالغہ کے عادی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کی زبانِ مبارک سے ان اہلِ کتاب کو اس ناحق و نامناسب کام سے روکا اور کہا گیا کہ: قُلْ یَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُوا فِي دِيْنِكُمْ پیغمبر! آپ ان اہلِ کتاب سے کہئے کہ وہ اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کریں۔

اہلِ کتاب سے خطاب کرتے ہوئے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں بھی یوں کہا گیا کہ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اے اہلِ کتاب! اپنے دین کے بارے میں تم حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر حق کے سوا اور کچھ نہ کہو۔ غلو کی زندہ و تازہ مثال شیعہ طبقہ میں پائی جاتی ہے۔ شیعہ نے اہلِ بیت کے تقدس میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت میں دوسرے صحابہ وصحابیات کی گستاخی کی۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بہت بڑا ہے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا کہ یہ سب وہ ہیں جن کو صحابیت کا درجہ ملا۔ دوسرے یہ کہ حسب و نسب کے اعتبار سے ان کی نسبت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جانب ہے۔ لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ شیعہ طبقہ نے اور دیکھا دیکھی بعض سنی حضرات نے بھی اس معاملہ میں غلو سے کام لیا اور ان اہلِ بیت کی محبت و عقیدت میں اس قدر مبالغہ کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یارِ غار اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم کی گستاخی کی بلکہ ان کے ساتھ دشمنی کی اور ان کو گالی دینا شیعہ کے بعض طبقوں میں ثواب کا باعث سمجھا گیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یہی ہے وہ مبالغہ و غلو جس سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اعتدال یعنی میانہ روی پسند ہے۔ غلو اور مبالغہ ہرگز پسندیدہ نہیں ہے۔ دین احکامِ الٰہی کو تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کا نام نہیں ہے۔ بندۂ مومن کو چاہئے کہ وہ دل کی خواہش کو پورا کرنے میں مصروف نہ ہو جائے بلکہ وہ رب ذوالجلال کے احکامات کو تسلیم کرنے میں مشغول ہو جائے۔ دین پر عمل کرنے میں وہ لوگ نمونہ نہیں ہیں جو خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔ دین پر عمل کرنے میں نمونہ انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں، جو آسمانی ہدایات کی اتباع کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں وَلَا تَتَّبِعُوْا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِن قَبْلُ کہا گیا کہ تم ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ میں یہ بات کہی گئی کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (یعنی رسولِ رحمت ﷺ کی)۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۵ میں کہا گیا کہ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا تم سب ابراہیم حنیف کی ملت کی اتباع کرو۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۳ میں کہا گیا کہ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے اس راہ پر چلو۔ معلوم یہ ہوا کہ جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی اتباع کرنا چاہئے اور گمراہوں کے راستہ سے بچنا چاہئے۔

درس نمبر (۵۲۱) **بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت** المائدہ: ۷۸ - تا - ۸۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لُعِنَ لعنت کیے گئے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا مِن بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ بنی اسرائیل میں سے عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ بہ زبان داؤد وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اور عیسیٰ ابنِ مریم ذٰلِكَ یہ بِمَا بسبب اس کے جو عَصَوا انہوں نے نافرمانی کی وَّكَانُوْا اور تھے وہ يَعْتَدُوْنَ حد سے گزر جاتے O كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے عَنْ مُّنْكَرٍ بُرے کام سے فَعَلُوْهُ (کہ) انہوں نے جو کیا ہوتا لَبِئْسَ البتہ بُرا ہے مَا جو كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے تھے O تَرٰى آپ دیکھیں گے كَثِيْراً بہتوں کو مِّنْهُمْ ان میں سے يَتَوَلَّوْنَ وہ دوستی کرتے ہیں الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَبِئْسَ البتہ بُرا ہے مَا وہ جو قَدَّمَتْ آگے بھیجا لَهُمْ ان کے لیے أَنْفُسُهُمْ ان کے نفسوں نے أَنْ سَخِطَ کہ ناراض ہوا اللّٰهُ اللہ عَلَيْهِمْ ان پر وَفِي الْعَذَابِ اور عذاب میں هُمْ وہ خَالِدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے O وَلَوْ اور اگر كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہوتے بِاللّٰهِ اللہ پر وَالنَّبِيِّ اور نبی پر وَمَا اور (اس پر) جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا إِلَيْهِ اس کی طرف مَا اتَّخَذُوْهُمْ تو نہ بناتے وہ ان (کافروں) کو أَوْلِيَاءَ دوست وَلٰكِنَّ لیکن كَثِيْراً زیادہ لوگ مِّنْهُمْ ان میں سے فَاسِقُوْنَ فاسق ہیں

ترجمہ: جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ ابنِ مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کئے جاتے تھے O اور بُرے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔ بلاشبہ وہ بُرا کرتے تھے O تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے بُرا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے O اور اگر وہ اللہ پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر بدکردار ہیں

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بنی اسرائیل کے جو لوگ کافر ہوئے ان پر حضرت داود اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبان سے لعنت بھیجی گئی تھی۔

۲۔ یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ حد سے گزر جایا کرتے تھے۔
۳۔ بنی اسرائیل جس برائی کا ارتکاب کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔
۴۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ طرزِ عمل بہت ہی برا تھا۔
۵۔ تم ان بنی اسرائیل میں سے بہت سارے لوگوں کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے کافروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے۔
۶۔ یقیناً جو کچھ بنی اسرائیل کے ان بُرے لوگوں نے اپنے حق میں اپنے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت بُرا ہے۔
۷۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگیا ہے اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔
۸۔ اگر یہ لوگ اللہ پر اور نبی پر اور جو کلام ان پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھتے تو ان کافروں کو یہ دوست نہ بناتے۔
۹۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں زیادہ تعداد ان کی ہے جو نافرمان ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کفر باعثِ لعنت ہے۔ جب انسان کفر اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایمان رحمت کا سبب ہے۔ جب انسان ایمان لے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے اپنے آغوش میں لے لیتی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۸ میں یہی حقیقت بیان کی گئی کہ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۸۹ میں فرمایا گیا: فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کافروں پر۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۱ میں کفر پر مرنے والوں کے لئے اللہ کی، فرشتوں کی اور جملہ لوگوں کی لعنت کی وعید بیان کی گئی: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اور جس پر اللہ کی لعنت ہو جاتی ہے اس کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا۔ اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا: وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (النساء: ۵۲) یہاں اس بات کی خبر بھی دی گئی ہے کہ بنی اسرائیل پر حضرت داود اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی اور اس آیت میں اس لعنت کی وجہ بھی بتلا دی گئی کہ یہ لعنت بنی اسرائیل کو اس وجہ سے ہوئی کہ یہ بنی اسرائیل نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے اور زیادتی کرتے تھے۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کی ایک اہم وجہ یہ بھی بیان کی گئی کہ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کام سے نہیں روکتے تھے۔ یہ بات منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا۔ وہ لوگ گناہوں سے باز نہ آئے، پھر یہ منع کرنے والے ان کے ساتھ مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے اور اس میل جول اور تعلق کے برقرار رکھنے کی وجہ سے ان علماء نے ان کو گناہوں سے روکنا چھوڑ دیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو بعض پر مار دیا یعنی یکساں کر دیا اور ان کو حضرت داود اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی زبانی ملعون کر دیا۔ (مسند احمد: ۳۷۱۳) رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ عام عذاب لے آئے جس میں سب مبتلا ہوں گے۔ (ابوداود: ۴۳۳۸) جو بیماری اور کمزوری بنی اسرائیل میں تھی افسوس کہ یہ کمزوری اور بیماری آج ہمارے اندر بھی سرایت کرگئی ہے۔ گناہوں سے روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود آج ہم گناہوں سے روکنے سے گریز کرتے ہیں۔ آپسی تعلقات کشیدہ ہونے کے ڈر سے گناہوں سے روکنے کا سلسلہ

ہم نے ختم کر دیا ہے۔ آج استاذ اپنے شاگرد کو برائی سے روکنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ باپ اپنی اولاد کو، شوہر اپنی بیوی کو، بھائی اپنی بہن کو اور بڑا اپنے چھوٹے کو برائی اور گناہ سے روکنے کی ہمت کھو چکے ہیں۔ یہ امت کا اس دور کا بہت بڑا المیہ ہے۔ ان آیات میں بنی اسرائیل کے اس جرم کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ یہ لوگ کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ جبکہ اللہ پر، نبی پر اور قرآنِ مجید پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ شر پسند اور اسلام دشمن کافروں سے دوستی نہ کی جائے۔

درس نمبر (۵۲۲) یہودی اور مشرک مسلمانوں کے کٹر دشمن المائدہ: ۸۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۸۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَتَجِدَنَّ یقیناً آپ پائیں گے أَشَدَّ سخت ترین النَّاسِ سب لوگوں سے عَدَاوَةً عداوت میں لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جو آمَنُوا ایمان لائے الْيَهُوْدَ یہود کو وَالَّذِيْنَ اور ان کو جنہوں نے أَشْرَكُوْا شرک کیا وَلَتَجِدَنَّ اور یقیناً آپ پائیں گے أَقْرَبَهُمْ قریب ترین ان (سب) سے مَوَدَّةً دوستی میں لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جو آمَنُوا ایمان لائے الَّذِيْنَ ان کو جنہوں نے قَالُوْا کہا إِنَّا بے شک ہم نَصَارَى نصاریٰ ہیں ذٰلِكَ یہ بِأَنَّ اس سبب سے کہ بے شک مِنْهُمْ کچھ ان میں سے قِسِّيْسِيْنَ پڑھے ہوئے ہیں وَرُهْبَانًا اور (کچھ) زاہد ہیں وَأَنَّهُمْ اور بیشک وہ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر نہیں کرتے

ترجمہ: اے پیغمبر! تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور یہ کہ یہ تکبر نہیں کرتے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم یہ بات ضرور محسوس کر لو گے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو کھل کر شرک کرتے ہیں۔

۲۔ اور تم یہ بات بھی ضرور محسوس کر لو گے کہ غیر مسلموں میں مسلمانوں سے دوستی میں قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا ہے۔

۳۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے جب ہجرت کی اور مدینۂ منورہ میں قیام فرمایا، وہاں ایک طرف یہودی تھے تو دوسری طرف نصاریٰ تھے۔ ان دونوں کے درمیان منافقوں کی ایک جماعت تھی۔ چوتھے مکہ کے وہ مشرکین تھے جو رسولِ رحمت ﷺ اور اسلام

سے دشمنی کرنے میں اپنی پوری توانائی خرچ کررہے تھے۔اس آیت میں ان تمام طبقات میں سب سے زیادہ کون دشمن ہیں اور سب سے زیادہ عداوت کن کے دلوں میں ہے؟اس کی وضاحت کی جارہی ہے تاکہ مسلمانوں کو احتیاط رکھنے میں آسانی ہو۔

مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھنے میں سرفہرست یہودیوں کو قرار دیا گیا اور اس کے بعد مشرکین کا نمبر ہے۔اس لئے کہ جو یہودی مدینۂ منورہ میں آباد تھے انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے معاہدہ کیا تھا۔اس کے باوجود وہ مکہ کے مشرکوں کے ساتھ اندرونی طور پر دوستی قائم کئے ہوئے تھے اور یہ یہودی مکہ کے ان مشرکوں کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کررہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا تم ضرور محسوس کرلوگے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں اور دوسرے مشرک ہیں۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کے کٹر دشمن یہودی اور مشرک ہیں۔اگر ہم اس دور کے حالات کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت آج بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر عالم گیر پیمانہ پر اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت رکھنے میں پہلا نمبر یہودیوں ہی کا ہے۔قومی سطح پر ہم ہمارے ملک کے حالات سے یہ اندازہ بہت آسانی کے ساتھ لگا سکتے ہیں کہ یہ مشرک اور کافر ہمارے کھلے دشمن ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کے تقریباً اسّی فیصد ہندو یعنی غیر مسلم اسلام اور مسلمانوں کے دشمن نہیں ہیں۔ وہ یا تو خالی الذہن ہیں یا خاموش ہیں یا اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں عقیدت رکھتے ہیں یا دوسروں کی جانب سے پیدا کی گئی غلط فہمیوں کی وجہ سے مسلمانوں سے ناراض ہیں۔صرف پندرہ سے بیس فیصد غیر مسلموں کا طبقہ اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن ہے جو اپنے اقتدار کے لئے سیاسی پالیسی کے تحت یا اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کی صورت میں خواہ مخواہ کے خوف و بے چینی کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہے۔مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان اسّی (۸۰) فیصد غیر مسلموں میں اپنے اخلاق و کردار کے نقوش پیدا کریں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو حسنِ سلوک کیا ہے اس سنہری تاریخ کو اپنے ملک میں دہرائیں۔اگر ہندوستانی مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کاز کیلئے کھڑا ہوگا تو ہندوستان کا نقشہ بدلنے میں دیر نہیں لگے گی۔

اس آیت میں جو دوسری بات بتلائی گئی ہے کہ تم یہ بات ضرور محسوس کروگے کہ غیر مسلموں میں مسلمانوں سے دوستی میں قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا۔اس کا مطلب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے یوں لکھا ہے کہ چونکہ عیسائیوں میں بہت سے لوگ دنیا کی محبت سے خالی ہیں اس لئے ان میں حق بات کو قبول کرنے کا مادہ بھی زیادہ ہے اور کم ازکم ان عیسائیوں کو مسلمانوں سے اتنی سخت دشمنی نہیں ہے۔عیسائیوں کے مسلمانوں کے ساتھ نرم دل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے علم رکھنے والے عالم ہیں اور رہبانیت اختیار کرنے والے درویش ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان عیسائیوں میں غرور و گھمنڈ بہت کم ہوتا ہے۔انا، غرور، گھمنڈ، تکبر آدمی کو حق بات قبول کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔عیسائیوں کو مسلمانوں سے محبت میں قریب تر جو فرمایا گیا اس کا ایک اثر یہ تھا کہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر ظلم کیا تو بہت سے مسلمانوں نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پناہ لی جو عقیدہ میں عیسائی تھا۔نجاشی نے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والوں کے ساتھ بڑے ہی اعزاز واکرام کا معاملہ کیا اور سارے حالات دریافت کئے اور مسلمانوں کو پناہ دی۔عیسائیوں کی

اکثریت کے لحاظ سے یہ بات کہی گئی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر زمانے کے عیسائیوں کی یہی حالت ہے۔تاریخ میں ایسی بھی مثالیں ملتی ہیں جن میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ بدترین سلوک کیا ہے۔

درس نمبر (۵۲۳) قرآنِ مجید کا سننا آنکھوں سے آنسو بہا دیتا ہے المائدہ:۸۳۔تا۔۸۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب سَمِعُواْ وہ سنتے ہیں مَا أُنزِلَ جو نازل کیا گیا إِلَى الرَّسُولِ رسول کی طرف تَرَىٰ آپ دیکھتے ہیں أَعْيُنَهُمْ ان کی آنکھوں کو تَفِيضُ بہتی ہیں مِنَ الدَّمْعِ آنسوؤں سے مِمَّا اس وجہ سے کہ عَرَفُواْ انہوں نے پہچان لیا مِنَ الْحَقِّ حق کو يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب! آمَنَّا ہم ایمان لائے فَاكْتُبْنَا چنانچہ تو ہمیں لکھ لے مَعَ الشَّاهِدِينَ شہادت دینے والوں کے ساتھ O وَمَا اور کیا ہے لَنَا ہمیں لَا نُؤْمِنُ کہ ہم ایمان نہ لائیں بِاللّٰهِ اللہ پر وَمَا اور (اس پر) جو جَآءَنَا ہمارے پاس آیا مِنَ الْحَقِّ حق وَنَطْمَعُ اور ہم توقع رکھتے ہیں اَنْ يُّدْخِلَنَا کہ ہمیں داخل کرے گا رَبُّنَا ہمارا رب مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ قوم صالحین کے ساتھ O فَأَثَابَهُمُ پھر بدلے میں دے گا ان کو اللّٰهُ اللہ بِمَا بوجہ اس کے جو قَالُواْ انہوں نے کہا جَنَّاتٍ (ایسے) باغات تَجْرِیْ (کہ) بہتی ہیں مِن تَحْتِهَا ان کے نیچے الْأَنْهَارُ نہریں خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيهَا ان میں وَذٰلِكَ اور یہ جَزَاءُ جزا ہے الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کی O وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا وَكَذَّبُواْ اور جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو أُولَٰئِكَ یہ لوگ ہیں أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ دوزخ والے

ترجمہ: اور جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو پیغمبر محمد ﷺ پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور یہ اللہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہم کو ماننے والوں میں لکھ لیں O اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ اللہ پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں؟ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ بہشت میں داخل کرے گا O پس اللہ نے انکو اس کہنے کے سبب بہشت کے باغ عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور نیکوکاروں کا یہی صلہ ہے O اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔وہ لوگ جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو رسولِ عربی ﷺ پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا۔

۲۔اور یہ لوگ یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے۔ آپ ہم کو ماننے والوں میں لکھ لیجئے۔

۳۔اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ اللہ پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں۔

۴۔اور ہم سب اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرمائے گا۔

۵۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی وجہ سے ایسے باغ انہیں ثواب میں دے دیئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

۶۔اور یہ اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ ہے۔

۷۔جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

قرآنِ مجید آخری آسمانی کتاب ہے جو آخری پیغمبر پر نازل ہوئی۔ اس کتابِ الٰہی کی سچائی اور حقانیت کی تاثیر دلوں میں انقلاب پیدا کرتی ہیں۔ دل کی یہ انقلابی کیفیت آنکھوں سے آنسو برساتی ہے۔ جب دلوں میں ایمان کی لہر دوڑ جاتی ہے تو وہ آنکھوں کو نم کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ایسا پُر اثر ہوتا ہے کہ اس سے دل لرز جاتے ہیں: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً مومنوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیتِ الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے دلوں میں موجود ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ اس آیت میں اسی کیفیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ وَإِذَا سَمِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُواْ مِنَ الْحَقِّ جب وہ اس چیز کو سنتے ہیں جو رسولِ عربی ﷺ پر نازل کی گئی تو ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں۔ جن کے دلوں میں کفر رچ بس جاتا ہے وہ جب اللہ کی آیتوں کو سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں کفر بڑھ جاتا ہے اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔ ایسے بدترین لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا کہ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ ۔الخ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔

قرآنِ مجید جب پڑھا جائے تو اس کے تقدس وعظمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ایک تو غور سے سنا جائے اور خاموش رہ کر سنا جائے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۴ میں یہی ہدایت دی گئی وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُواْ لَهُ وَأَنصِتُواْ ۔الخ۔ اور جب قرآنِ مجید پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش ہو جاؤ۔ وحیِ ربانی کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو غور سے سنا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب مقدس وادی میں تورات دینے کیلئے بلایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى۔ (طٰہٰ:۱۳) میں نے اے موسیٰ تمہیں منتخب کر لیا ہے، اب جو وحی کی جائے اسے کان لگا کر سن لو۔ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی

آخری کتاب ہے، اس کو بھی ہم غور سے سنیں۔ لاپرواہی، کاہلی، بے توجہی اور سستی کے ساتھ قرآنِ مجید نہ سنیں۔ یہ بے ادبی کی بات ہے کہ قرآنِ مجید کو بے توجہی کے ساتھ سنا جائے۔

ان آیات سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پر ایمان لالیں تو اس ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کی جانب رجوع ہوں، اسی سے مانگیں، اسی سے اپنی حالت بیان کریں اور اسی سے امید لگائے رکھیں کہ وہی دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی اور بھلائی عطا فرمانے والا ہے۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب استقبال کرے گا۔

درس نمبر (۵۲۴) حد سے تجاوز کرنے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتے المائدہ: ۸۷۔۸۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۸۷

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! لَا تُحَرِّمُوا تم حرام مت ٹھہراؤ طَيِّبَاتِ وہ پاکیزہ چیزیں مَآ جن کو أَحَلَّ اللّٰهُ اللہ نے حلال کیا لَكُمْ تمہارے لیے وَلَا تَعْتَدُوا اور تم حد سے مت گزرو إِنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا الْمُعْتَدِينَ حد سے گزرنے والوں کو○ وَكُلُوا اور کھاؤ مِمَّا اس میں سے جو رَزَقَكُمُ اللّٰهُ اللہ نے تمہیں رزق دیا حَلَالًا حلال طَيِّبًا پاکیزہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو الَّذِي وہ ذات کہ أَنتُم تم بِهِ اس پر مُؤْمِنُونَ ایمان رکھتے ہو

ترجمہ: مومنو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا○ اور جو حلال وطیب روزی اللہ نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال کردی ہیں ان کو حرام نہ کرلو۔

۲۔ حد سے آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳۔ اور اللہ نے تم کو جو حلال اور پاکیزہ روزی عطا فرمائی ہے اسے کھاؤ۔

۴۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

مذہب اسلام میں پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام ہیں۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آسمانی کتاب میں اور رسولِ رحمت ﷺ نے اپنے ارشادات میں حلال قرار دیا ہو وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام قرار دیا ہو وہ حرام ہے۔ مومن و مسلمان کو چاہئے کہ وہ پاکیزہ اور حلال چیزوں کو استعمال کرے اور حرام چیزوں سے اجتناب کرے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۷

میں بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ جو کچھ ہم نے پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں انہیں کھاؤ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۸ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالاً طَيِّباً اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں کھاؤ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۲ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۸ میں ناحق اور ظلماً کھانے سے منع کیا گیا وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ ۔ الخ ۔ اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر مت لیا کرو۔ اس آیت میں جس کی تلاوت کی گئی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے اس بات سے روکا ہے کہ لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۔ (البقرہ: ۲۷۵) اگر کوئی شخص تجارت جو کہ حلال ہے اس کو حرام قرار دیتا ہے تو وہ گنہگار اور مجرم ہے۔ حرام وحلال کے جو احکامات ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے حدود وقوانین ہیں تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ (البقرہ: ۲۲۹) یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں۔ مومنوں کا کام یہ ہے کہ وہ ان حدوں کا لحاظ رکھیں۔ جو کوئی ان حدود کو پھلاندے گا اس کا انجام بتلایا گیا کہ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ جو اللہ کے حدود سے تجاوز کرے گا وہ سب ظالم ہوں گے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی بتلادی گئی کہ زمین وآسمان کے خالق ومالک کی جانب سے مقرر کئے گئے حدود کو پامال کرنے والا اللہ کا محبوب و پسندیدہ بن ہی نہیں سکتا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۰ میں بھی یہ بات بتلائی گئی وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴ میں حدود سے تجاوز کرنے والوں کو دوزخ کی وعید بیان کی گئی وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ اس آیت سے ایک سبق تو یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال قرار دیا اس کو حرام قرار نہ دیا جائے اور جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں ان میں حد درجہ احتیاط کیا جائے اور حد سے تجاوز ہرگز نہ کی جائے۔ کسی بھی حلال کو حرام قرار دینے کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایسی چیز جس کو اسلام نے قطعی طور پر حلال قرار دیا ہو اس کو اگر کوئی حرام قرار دے گا تو وہ ملتِ اسلامیہ سے نکل جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ایک صورت ہے کہ کوئی آدمی قسم کھا کر یا نذر مان کر کسی حلال چیز کو حرام قرار دے مثلاً یوں کہے کہ اللہ کی قسم میں فلاں ترکاری یا میوہ نہیں کھاؤں گا یا فلاں ترکاری یا غلہ یا میوہ کو میں اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں۔ اس قسم کی صورتوں سے منع کیا گیا ہے۔ اس آیت میں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال قرار دیا تم اس کو حرام قرار مت دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہے جس نے نذر

مانی ہے کہ کھڑا ہی رہے گا اور نہیں بیٹھے گا۔ سایہ میں نہیں جائے گا اور نہ ہی بولے گا اور روزہ رہے گا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے کہو کہ بات کرے اور سایہ میں جائے اور بیٹھ جائے اور روزہ پورا کرے۔ (بخاری:۶۷۰۴)

دوسری آیت میں حلال وطیب کے کھانے کا حکم دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ کہ گندی، ناپاک اور حرام چیزیں ہرگز نہ کھائیں اور اس معاملہ میں تقویٰ والی زندگی اختیار کریں۔ جس رب پر ہمارا ایمان ہے اس کا ڈر دل میں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایمان کے ساتھ تقویٰ کا بار بار حکم دیا ہے۔ بالخصوص حلال وطیب کھانے کی ترغیب کے موقع پر بھی تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ جو پاک وحلال مالِ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ اور پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۹۰ میں فرمایا گیا کہ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ جو شخص بھی پرہیزگاری اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

قسم کا کفارہ

درس نمبر (۵۲۵) المائدہ:۸۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۸۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ اللہ تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَانِكُمْ تمہاری لغو قسموں پر وَلٰكِنْ لیکن يُؤَاخِذُكُم وہ تمہارا مؤاخذہ کرے گا بِمَا ان پر جو عَقَّدْتُّمُ تم نے مضبوط باندھیں الْاَيْمَانَ قسمیں فَكَفَّارَتُهُ تو اس کا کفارہ إِطْعَامُ کھانا کھلانا ہے عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ دس مسکینوں کو مِنْ أَوْسَطِ اوسط درجے کا مَا جو تُطْعِمُونَ تم کھلاتے ہو أَهْلِيكُمْ اپنے اہل وعیال کو أَوْ یا كِسْوَتُهُمْ انہیں کپڑے پہنانا ہے أَوْ یا تَحْرِيرُ آزاد کرنا ہے رَقَبَةٍ ایک گردن کا فَمَن پھر جو لَّمْ يَجِدْ نہ پائے فَصِيَامُ تو روزے رکھنے ہیں ثَلاثَةِ أَيَّامٍ تین دن کے ذَالِكَ كَفَّارَةُ یہ کفارہ ہے أَيْمَانِكُمْ تمہاری قسموں کا إِذَا جب حَلَفْتُمْ تم قسم کھا بیٹھو وَاحْفَظُوا اور تم حفاظت کرو أَيْمَانَكُمْ اپنی قسموں کی كَذَالِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ بیان کرتا ہے اللّٰهُ اللہ لَكُمْ تمہارے لیے آيَاتِهِ اپنی آیتیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم شکر کرو

ترجمہ: اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر جن کے خلاف کرو گے مواخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس ناداروں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو اور اسے توڑ دو اور

اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس طرح اللہ تمہارے سمجھانے کیلئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ ایسی قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں فرماتا جو لغو ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ایسی قسموں پر مواخذہ فرماتا ہے جن کو تم باندھ دو یعنی پختہ کرلو۔

۳۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

۴۔ جو کھانا ان مسکینوں کو کھلاتے ہو وہ اس کھانے کا درمیانہ ہو جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔

۵۔ یا قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کپڑا پہنادو۔

۶۔ یا قسم کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کردو۔

۷۔ جو شخص ان میں سے کوئی چیز بھی نہ پائے وہ تین دن کے روزے رکھے۔

۸۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ۔

۹۔ تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

۱۰۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

عربی زبان میں قسم کو یمین کہتے ہیں اور قسم کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں ایک قِسم ''لغو'' ہے۔ یعنی بے کار قِسم کی قَسم۔ عرب حضرات کو گفتگو کرتے ہوئے آپ خود محسوس کریں گے کہ گفتگو کے دوران بار بار لَا وَاللّٰه یابَلیٰ وَاللّٰه یا صرف وَاللّٰه بکثرت کہتے ہیں۔ وَاللّٰه کے معنی عربی زبان میں اللہ کی قسم کے ہے، مگر گفتگو کے دوران اہلِ عرب نے اس کو تکیہ کلام بنالیا ہے، جس کی وجہ سے بار بار ہر بات پر وَاللّٰه یا لَا وَاللّٰه بکثرت کہتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد حقیقت میں قَسم نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قَسم کی نیت کے بغیر بات کرتے ہوئے اس قِسم کا جو جملہ کہا جاتا ہے وہ لغو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی قسم کے بارے میں فرمایا کہ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیۡ أَیۡمَانِکُمۡ اللہ تعالیٰ ایسی قَسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرتا جو لغو ہوں۔

قَسم کی دوسری قِسم یہ ہے کہ گزشتہ واقعہ پر جانتے بوجھتے جھوٹی قَسم کھالینا، مثلاً ایک شخص قَسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ میں کل بنگلور جا کر آیا، حالانکہ وہ گیا ہی نہیں۔ یا یوں قَسم کھاتا ہے کہ میں ممبئی گیا ہی نہیں، حالانکہ حقیقت میں گیا تھا تو اس قِسم کی قَسم کھانا جو سراسر جھوٹی ہے بہت بڑا گناہ ہے اور قابلِ مواخذہ ہے۔

قَسم کی تیسری قِسم یہ کہ آئندہ یعنی کسی آنے والے زمانہ میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قَسم کھالے، مثلاً یوں کہے کہ میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا یا فلاں چیز نہیں لوں گا۔ ایسی صورت میں اگر اس نے وہ چیز نہیں کھائی یا وہ چیز لے لی تو اس صورت میں وہ قَسم کو توڑنے والا ہوگیا۔ اب اس پر قَسم کا کفارہ دینا لازمی ہوگا۔ یہ قَسم قابلِ مواخذہ قَسم ہے۔ وَلٰکِن یُؤَاخِذُکُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الۡأَیۡمَانَ کے ذریعہ بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایسی قَسموں پر مواخذہ فرماتا ہے جن کو تم نے باندھ لیا یعنی پختہ اور مضبوط کرلیا۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ جھوٹی قَسم کھانا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) ماں باپ کو دُکھ پہنچانا (۳) کسی جان کو قتل کرنا (۴) کسی خلافِ واقعہ بات پر جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری: ۶۶۷۵) جب کوئی قسم کھالے، مثلاً یہ قسم کھائے کہ میں آج دوپہر کا کھانا نہیں کھاؤں گا، پھر اپنی اس قسم کو توڑ دے یعنی دوپہر کا کھانا کھالے تو ایسی صورت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ قسم کا کفارہ ادا کرے۔ قسم کا کفارہ ان میں سے کسی ایک صورت میں ادا کرے: (۱) یا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے (۲) یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا دے (۳) یا ایک غلام کو آزاد کردے (۴) یا تین روزے رکھ لے۔

درس نمبر (۵۲۶) شراب اور جوئے بت اور پانسے ناپاک کام المائدہ: ۹۰۔۹۱۔۹۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! إِنَّمَا یقیناً الْخَمْرُ شراب وَالْمَيْسِرُ اور جوا وَالْاَنْصَابُ اور بت وَالْأَزْلَامُ اور فال نکالنے کے تیر رِجْسٌ ناپاک ہیں مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ شیطان کے عمل سے ہیں فَاجْتَنِبُوْهُ لہٰذا تم اس سے بچو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ O إِنَّمَا یقیناً يُرِيْدُ چاہتا ہے الشَّيْطَانُ شیطان اَنْ يُّوْقِعَ کہ ڈال دے بَيْنَكُمُ تمہارے درمیان الْعَدَاوَةَ عداوت وَالْبَغْضَاء اور بغض فِى الْخَمْرِ شراب کے ذریعے سے وَالْمَيْسِرِ اور جوے (کے ذریعے سے) وَيَصُدَّكُمْ اور تمہیں روک دے عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کے ذکر سے وَعَنِ الصَّلَاةِ اور نماز سے فَهَلْ أَنْتُم کیا تم (ان شیطانی کاموں سے) مُّنْتَهُوْنَ باز آتے ہو؟ O وَأَطِيْعُواْ اللّٰهَ اور تم اطاعت کرو اللہ کی وَأَطِيْعُواْ اور اطاعت کرو الرَّسُوْلَ رسول کی وَاحْذَرُواْ تم ڈرو فَإِن پھر اگر تَوَلَّيْتُمْ تم پھر جاؤ فَاعْلَمُواْ تو جان لو أَنَّمَا عَلَى رَسُوْلِنَا (کہ) ہمارے رسول پر تو صرف الْبَلَاغُ پہنچادینا ہے الْمُبِيْنُ کھول کر

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ سب ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں، سو ان سے بچتے رہنا تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ O شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم لوگ ان کاموں سے باز آ وگے O اور اللہ کی فرمانبرداری اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو، اب اگر منہ پھیروگے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچادینا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں، شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔

۲۔تم ان گندی چیزوں سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

۳۔شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔

۴۔کیا تم باز آنے والے ہو؟

۵۔اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ڈرتے رہو۔

۶۔اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۰ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو گندی چیزیں اور شیطانی کام قرار دیا ہے۔یعنی یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے شیطان خوش اور رحمان ناراض ہوگا۔جن سے نفس کو تو مزہ ملے گا مگر روح کمزور ہوگی۔جس سے دنیوی کچھ نفع تو مل جائے گا مگر آخرت تباہ ہو جائے گی۔ان چار چیزوں میں پہلی دو چیزیں شراب اور جوا ہیں۔شراب اور جوئے کا ایک ساتھ تذکرہ اس کے علاوہ دوسری جگہ بھی موجود ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ میں فرمایا گیا کہ يَسْـأَلُـونَكَ عَنِ الْـخَـمْـرِ وَالْـمَيْسِرِ قُلْ فِيهِـمَـا إِثْـمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیوی فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

سورۂ مائدہ کی اس آیت میں جس کی تلاوت کی گئی شراب اور جوئے کو رِجس ”یعنی گندی چیز قرار دیا گیا اور اس کو شیطانی عمل قرار دیا گیا۔یہ دو وجوہات خود شراب اور جوئے کے ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہیں۔یہاں فَاجْتَنِبُوْهُ کا یہ حکم خود بتاتا ہے کہ شراب اور جوا حرام ہے۔فَاجْتَنِبُوْهُ کے معنی تم اس سے پرہیز کرو، اس سے بچو۔آگے یہ بات بھی بتلادی گئی کہ شراب اور جوئے سے آپسی دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سماج میں شراب اور جوا عام ہو جائیں اس سماج میں لڑائیاں، جھگڑے، فتنہ فساد، بگاڑ، قتل وغارت گری، ظلم وتشدد عام ہو جائے گا۔ایک سلیم الفطرت انسان اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کہ جس سماج میں لڑائی، جھگڑے، عداوت اور بغض، ظلم وستم ہو وہ سماج امن وسلامتی سے محروم ہو جائے گا۔ہر محلّہ کے ذی شعور ذمہ دار احباب اور مرکز اسلامی مسجد کے ذمہ داران اور ائمہ وخطباء اور باشعور سنجیدہ نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے سماج کا جائزہ لیں اور شراب اور جوئے کے عادی افراد کو ان کی اس بُری عادت سے دور رکھنے کی ایسی کامیاب تدبیریں اختیار کریں جن سے سارا محلّہ سکون محسوس کرے۔

شراب اور جوا دو ایسی برائیاں ہیں کہ جو بھی اس کا شکار ہوتا ہے اس کا خاندان تباہ وبرباد ہوتا ہے۔کتنے ظالم شرابیوں اور جواریوں نے اپنی معصوم بیویوں کی زندگیاں اجیرن کر دیں اور کتنے معصوم بچوں کی زندگی سے کھلواڑ کیا؟ شراب اور جوئے کی لت آدمی کو گونگا، بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے۔شراب اور جوئے سے آدمی کی عقل کمزور ہو جاتی ہے۔شراب اور جوئے سے

بندہ اپنے رب کا محبوب بننے سے محروم ہوجاتا ہے۔شراب اور جوا یہ دونوں آدمی کو نماز جیسے اہم ترین فریضہ کی ادائیگی سے روکتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے محروم کردیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے گنہگاروں اور مجرموں سے سوال کررہے ہیں کہ فَھَلْ أَنْتُم مُّنْتَھُوْنَ کیا اب بھی اپنے جرائم سے باز نہیں آؤگے؟ پھر کہا جارہا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو، بے خوفی کی زندگی سے پناہ مانگو اور آخرت، میزانِ عدل، میدانِ محشر، موت، عالمِ برزخ ان تمام مراحل میں کیا کچھ حالات آسکتے ہیں ان سب کا خوف پیدا کرو۔ یہ بات یادرکھو کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کے احکامات سے منہ موڑوگے تو نقصان تو تمہارا ہی ہوگا۔ رسول کے ذمہ تو بس پہنچادینا ہے۔انہوں نے اپنا کام کیا اور اپنی ذمہ داری پوری کی۔اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اپنی آخرت کیلئے توشہ تیار کرلو اور آخرت کی ناکامی اور رسوائی سے بچنے کی تدبیریں اس زندگی ہی میں کرلو، یہی سنہری موقع ہے۔یہ موقع ختم ہوجائے گا تو سوائے حسرت اور ندامت کے اور کچھ نہیں ملے گا۔

درس نمبر(۵۲۷) تقویٰ، ایمان اور نیک عمل المائدہ:۹۳

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۹۳

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَیْسَ نہیں ہے عَلَی الَّذِیْنَ ان لوگوں پر جو آمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوْا اور عمل کیے الصَّالِحَاتِ نیک جُنَاحٌ کوئی گناہ فِیْمَا اس چیز میں جو طَعِمُوْا وہ کھاچکے إِذَا مَا جب اتَّقَوْا وہ ڈرجائیں وَّآمَنُوْا اور ایمان لے آئیں وَعَمِلُوْا اور عمل کریں الصَّالِحَاتِ نیک ثُمَّ پھر اتَّقَوْا وہ تقویٰ اختیار کریں وَّآمَنُوْا اور ایمان لائیں ثُمَّ پھر اتَّقَوْا وہ تقویٰ اختیار کریں وَّأَحْسَنُوْا اور نیکی کریں وَاللّٰہُ اور اللہ یُحِبُّ محبت کرتا ہے الْمُحْسِنِیْنَ نیکی کرنے والوں سے

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھاچکے جبکہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیا پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے جو کھایا اور پیا جبکہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیک عمل میں لگ گئے۔

۲۔ اور اللہ اچھے عمل کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ خود یہ حقیقتِ حال بیان فرماتے ہیں کہ میں ابوطلحہ، ابو عبیدہ بن الجراح، معاذ بن جبل، سہیل بن بیضاء اور ابودجانہ کو شراب پلارہا تھا۔ میرے ہاتھ میں پیالہ تھا جسے میں بھر بھر کر ایک

دوسرے کو دے رہا تھا۔اسی حال میں ہم نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص پکار پکار کر یہ آواز دے رہا تھا اَلا اِنَّ الْخَمْرُ قَدْ حُرِّمَت خبردار! شراب حرام کردی گئی ہے۔اس آواز کا سننا تھا کہ نہ کوئی اندر آنے پایا اور نہ کوئی باہر نکلنے پایا تھا کہ ہم سب نے شراب کو گرادیا اور شراب کے مٹکے توڑ دیئے جس کی وجہ سے مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔ (درمنثور)

جب شراب حرام ہوگئی تو ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ان بھائیوں کی فکر ہوئی جو شراب پیتے تھے اور اسی حالت میں ان کی وفات ہوگئی۔ظاہر ہے کہ زمانۂ جاہلیت ہی سے عرب کے لوگوں میں شراب عام تھی اور اسلام کے ابتدائی دور میں بھی شراب پینے کا سلسلہ جاری تھا،اس لئے کہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے مرحوم بھائیوں کے بارے میں فکر ہوئی تو قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حقیقت بتلادی گئی کہ جو لوگ ایمان والے تھے اور نیک عمل کرتے تھے وہ لوگ شراب کے حرام ہونے سے پہلے ہی اس دنیا سے چلے گئے۔انہوں نے اس زمانہ میں جو شراب پی تھی اس پر انہیں کوئی گناہ نہیں ہے۔ جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے اور شراب کے علاوہ دوسری تمام حرام چیزوں سے بچتے ہوئے زندگی گزار رہے تھے،ان پر کسی بھی قسم کا گناہ نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ یہ اس وقت شراب پی رہے تھے جس وقت شراب کے حرام ہونے کا قانون نافذ ہی نہیں ہوا تھا۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں دو مرتبہ تقویٰ اور ایمان کا ذکر کیا گیا اور تیسری مرتبہ تقویٰ کے ساتھ اچھے عمل کا ذکر کیا گیا۔گویا تین مرتبہ تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں مفسرین کا خیال یہ ہے کہ پہلی بار جو تقویٰ کا ذکر ہے اس کا تعلق تمام منع کی ہوئی چیزوں سے ہے اور دوسری بار جو تقویٰ کا لفظ کہا گیا وہاں کسی حلال چیز کی حرمت نازل ہونے کے بعد اس سے پرہیز کرنا مراد لیا گیا۔ پھر تیسری بار جو تقویٰ کا لفظ استعمال کیا گیا وہاں یہ مراد ہے کہ جب کبھی کوئی چیز حرام ہوئی تھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس سے پرہیز کرتے تھے۔اس آیت کے آخر میں یہ حقیقت اجاگر کردی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں اور وہ چیزیں اختیار کرتے ہیں جن سے روکا گیا یا حرام قرار دیا گیا تو ایسے لوگ اللہ کے محبوب اور پسندیدہ ہو ہی نہیں سکتے۔

درس نمبر (۵۲۸) **شکار کے ذریعہ آزمائش** المائدہ:۹۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۹۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! لَيَبْلُوَنَّكُمُ البتہ تمہیں ضرور آزمائے گا اللّٰهُ اللہ بِشَيْءٍ کچھ مِّنَ الصَّيْدِ شکار سے تَنَالُهُ (کہ) پہنچ سکتے ہیں اس تک أَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھ وَرِمَاحُكُمْ اور تمہارے نیزے لِيَعْلَمَ اللّٰهُ تاکہ معلوم کرے اللہ مَن کون يَخَافُهُ اس سے ڈرتا ہے بِالْغَيْبِ بن دیکھے فَمَنِ پھر جو اعْتَدٰى حد سے گزرے بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَلَهُ تو اس کیلئے عَذَابٌ عذاب ہے

أَلِيمٌ بہت دردناک

ترجمہ: مومنو! کسی قدر شکار سے جن کو تم ہاتھوں اور نیزوں سے حاصل کرسکو اللہ تمہاری آزمائش کرے گا یعنی حالت احرام میں شکار کی ممانعت سے تاکہ معلوم کرے کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے سو جو اسکے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دُکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کسی قدر شکار کے ذریعہ کرے گا، اس طرح کہ تمہارے نیزے اور ہاتھ شکار کو پہنچیں گے۔

۲۔ایسی صورت لا کر اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تم میں کون اللہ کو دیکھے بغیر ڈرتا ہے؟

۳۔جس نے اس کے بعد زیادتی کی اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا ہے تو اس پر کچھ پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں۔ جیسے خوشبو کا نہ لگانا، بالوں کا نہ کاٹنا اور ناخن کا نہ تراشنا وغیرہ۔ انہی ممنوع چیزوں میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں آدمی کسی جانور یا پرندے وغیرہ کا شکار نہیں کرسکتا۔ یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتے ہیں۔ مختلف شکلوں اور صورتوں میں بندوں کا امتحان ہوتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح آزمایا تھا کہ ان کیلئے ہفتہ کا دن مچھلیوں کا شکار کرنا ممنوع تھا اور بنی اسرائیل کی آزمائش اس طرح ہوئی کہ ہفتہ کے دن ہی مچھلیاں خوب ابھرا ابھر کر پانی کے اوپر آجاتی تھیں۔ جبکہ دوسرے دنوں میں اس طرح ابھر کر مچھلیاں نہیں آتی تھیں۔ بالکل اسی طرح ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اسی شکل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آزمائش کی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حدیبیہ والے عمرہ کے موقع پر یہ صورت اور آزمائش ہوئی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم احرام کی حالت میں تھے اور وحشی جانور اور پرندے ان کی قیام گاہوں کی جگہوں میں چلے آرہے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے پہلے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان کے لئے ہاتھوں اور نیزوں سے ان جانوروں اور پرندوں کا شکار کرنا آسان ہوگیا تھا۔ مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم احرام کی حالت میں تھے اور احرام کی حالت میں شکار کرنا ممنوع تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک آزمائش تھی کہ کون آزمائش میں کامیاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کون شکار کرنے سے باز آتا ہے؟

اس آیت سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انسانی زندگی میں بعض مرتبہ ایسی آزمائش ہوتی ہے کہ ایک طرف حکمِ الٰہی یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز حرام ہے اور امتحان کے طور پر بندوں کے سامنے ایسے حالات آجاتے ہیں کہ وہ حرام چیز بآسانی دستیاب ہوجاتی ہے اور کسی قسم کی ظاہری رکاوٹ بھی نہیں رہتی۔ ایسے موقعوں پر وہاں اس کو کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہوتا اور بے عزتی اور بدنامی کا گمان بھی نہیں رہتا۔ اللہ کے نیک بندوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتے ہیں اور حرام سے دور رہتے ہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کا خوف انہیں اس برائی سے روکتا ہے۔ اس قسم کے حالات و مواقع انسانی زندگی میں بکثرت سامنے آتے ہیں۔ خوش نصیب اور قابلِ مبارکباد ہیں وہ لوگ جو ایسے موقعوں پر تقویٰ کی روش پر قائم رہتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں یہ وعید بیان کردی جو ایسے امتحانات کے مواقع پر برائیوں اور گناہوں میں ملوث ہو جاتے ہیں اور حرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔ایسے موقعوں پر حد سے تجاوز کرنے والے لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

درس نمبر (۵۲۹) **احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت** المائدہ: ۹۵-۹۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ۝۹۵ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوْا ایمان لائے ہو! لَا تَقْتُلُوْا تم مت قتل کرو الصَّيْدَ شکار کو وَأَنْتُمْ جبکہ تم حُرُمٌ احرام میں ہو وَمَن اور جو کوئی قَتَلَهُ اس کو قتل کرے گا مِنكُم تم میں سے مُّتَعَمِّداً جان بوجھ کر فَجَزَاء تو بدلہ ہے (اس پر) مِّثْلُ مَا اس کے مثل جو قَتَلَ اس نے قتل کیا مِنَ النَّعَمِ چوپاؤں سے يَحْكُمُ فیصلہ کریں گے بِهِ اس کا ذَوَا عَدْلٍ دو انصاف والے مِّنكُمْ تم میں سے هَدْياً بطور قربانی کے بَالِغَ پہنچنے والی الْكَعْبَةِ کعبہ میں أَوْ یا كَفَّارَةٌ کفارہ ہے طَعَامُ کھانا کھلانا مَسَاكِيْنَ کچھ مسکینوں کو أَو یا عَدْلُ برابر ذَالِكَ اس کے صِيَاماً روزے (رکھنے ہیں) لِّيَذُوقَ تاکہ وہ چکھے وَبَالَ سزا أَمْرِهِ اپنے کام کی عَفَا اللّٰهُ معاف کیا اللہ نے عَمَّا اس سے جو سَلَفَ گزر چکا وَمَنْ اور جو کوئی عَادَ پھر کرے فَيَنتَقِمُ تو انتقام لے گا اللّٰهُ اللہ مِنْهُ اس سے وَاللّٰهُ اور اللہ عَزِيْزٌ خوب غالب ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے O أُحِلَّ حلال کیا گیا ہے لَكُمْ تمہارے لیے صَيْدُ شکار الْبَحْرِ سمندر کا وَطَعَامُهُ اور اس کا کھانا مَتَاعاً فائدے کے لیے ہے لَّكُمْ تمہارے وَلِلسَّيَّارَةِ اور مسافروں کے وَحُرِّمَ اور حرام کیا گیا ہے عَلَيْكُمْ تم پر صَيْدُ شکار الْبَرِّ خشکی کا مَا دُمْتُمْ جب تک تم ہو حُرُماً احرام میں وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو الَّذِيَ وہ ذات کہ إِلَيْهِ اس کی طرف تُحْشَرُوْنَ تم اکٹھے کیے جاؤ گے

ترجمہ: مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کے جانور نہ مارنا اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اسے مارے تو یا تو اس کا بدلہ دے اور وہ یہ ہے کہ اسی طرح کا چوپایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی کرے اور یہ قربانی کعبے تک پہنچائی جائے یا کفارہ دے اور وہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا کا مزا چکھے اور جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا اور جو پھر ایسا کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ غالب ہے انتقام لینے والا ہے۔تمہارے لئے دریا کی چیزوں کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے یعنی تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے

اور جنگل کی چیزوں کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام ہے اور اللہ سے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ڈرتے رہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو قتل نہ کرو۔

۲۔ اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر اسے قتل کر دے تو اس کا بدلہ دینا واجب ہوگا۔

۳۔ جو جانور اس نے قتل کیا ہے اس جانور کے برابر چوپایوں میں سے کسی جانور کو کعبہ پہنچا کر قربان کیا جائے یا اس کی قیمت کا کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر ادا کیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں۔

۴۔ اس سلسلہ میں فیصلہ تم میں سے دو دیانتدار تجربہ کار آدمی کریں گے۔

۵۔ یہ بدلہ اور کفارہ اس لئے ہے کہ وہ شخص اپنے کئے کا بدلہ چکھے۔

۶۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔

۷۔ جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ اقتدار اور انتقام کا مالک ہے۔

۸۔ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔

۹۔ تاکہ وہ تمہارے لئے اور قافلوں کے لئے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بن جائے۔

۱۰۔ لیکن جب تم حالتِ احرام میں ہو تو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔

۱۱۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم سب کو جمع کر کے لے جایا جائے گا۔

احرام کی حالت میں جو چیزیں منع ہیں ان میں ایک شکار ہے۔ جو شخص احرام کی نیت کرے چاہے وہ احرام عمرہ کا ہو یا حج کا، دونوں صورتوں میں اس پر خشکی کا جانور شکار کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں جان بوجھ کر خشکی کا کوئی جانور شکار کر لے چاہے اس جانور کا گوشت وہ کھائے یا نہ کھائے ہر حالت میں اس کی سزا کیا ہے اس آیت میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ عربی زبان میں شکار کو صید کہا جاتا ہے اور صید کا یہ لفظ ان جانوروں کے شکار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو وحشی ہوں، یعنی ایسے جانور جو انسانوں سے مانوس نہیں رہتے بلکہ انسانوں کو دیکھ کر دور بھاگتے ہیں، جیسے شیر، گیدڑ، ہرن، خرگوش، نیل گائے، کبوتر اور فاختہ وغیرہ۔ ایسے جانور جو انسانوں سے مانوس ہیں اور ان انسانوں کے آس پاس ہی رہتے ہیں یہ شکار میں داخل نہیں ہیں، جیسے گائے، اونٹ، بھیڑ بکری اور مرغی وغیرہ۔ ہاں! بعض وحشی جانوروں کا احرام کی حالت میں مارنا بھی جائز ہے، ان میں کوّا، چیل، بھیڑیا، سانپ اور بچھو وغیرہ ہیں اور ایسے جانور کا قتل کرنا بھی احرام کی حالت میں جائز ہے جو جانور احرام کی حالت میں موجود آدمی پر حملہ کر دے۔

حالتِ احرام میں جن جانوروں کے شکار سے منع کیا گیا۔ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں ان جانوروں کا شکار کر لے تو ایسی صورت میں اس کی سزا یہ ہے کہ اس طرح کا ایک جانور خرید کر حدودِ حرم میں بھیج دے جسے وہاں ذبح کر دیا جائے۔ اگر اس طرح کا جانور نہ بھیج سکے تو اس کی قیمت مسکینوں کو دی جائے یا اس کے بدلے روزے رکھے۔

اس آیت میں اس مسئلہ کو مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ کے ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، یعنی جو جانور قتل کیا ہے اس جانور کا مثل بطور جزاء کے واجب ہوگا۔ اس سلسلہ میں ائمۂ کرام کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسامت میں اتنا بڑا جانور ہو جتنا بڑا جانور حالتِ احرام میں شکار کیا گیا ہو اور جس جانور کے برابر جسامت والا جانور نہ ہو تو اس کی قیمت لگادی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جسامت میں مثلیت کا اعتبار نہیں ہے، یعنی جسمانیت والی برابری مراد نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اس مقتول جانور کی قیمت لگادی جائے۔ پھر اس قیمت سے جانور خرید کر حدودِ حرم میں ذبح کردیا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس جانور کی قیمت کون طئے کرے گا؟ اس کی وضاحت اس آیت کے اس جملہ میں کی گئی ہے کہ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ مسلمانوں میں سے دو انصاف والے آدمی اس جانور کی قیمت کا اندازہ اور تخمینہ لگائیں گے اور یہ تخمینہ اس جگہ کے اعتبار سے ہوگا جہاں وہ جانور قتل کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر حالتِ احرام میں بھول کر یا غلطی سے کسی شکار کو قتل کردے جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس میں بھی جزاء ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ بھول کر یا غلطی سے جو شکار کا قتل ہوتا ہے اس پر جزاء واجب نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں جن حضرات کو جزئی مسائل معلوم کرنا ہو وہ مقامی مفتیانِ کرام وعلمائے شرعِ متین سے ربط کریں۔

درس نمبر (۵۳۰) **کعبۃ اللہ محترم گھر اور پُر امن مقام** المائدہ: ۹۷۔۹۸۔۹۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۹۷ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۹۸ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ۹۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: جَعَلَ اللّٰهُ اللہ نے بنایا ہے الْكَعْبَةَ کعبے کو الْبَيْتَ جو گھر ہے الْحَرَامَ حرمت والا قِيَاماً قیام کا سبب لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اور حرمت والے مہینوں کو وَالْهَدْيَ اور حرم والی قربانی کو وَالْقَلَائِدَ اور پٹوں (والے جانوروں) کو ذَالِكَ یہ لِتَعْلَمُوْا اس لیے کہ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا جو کچھ فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں ہے وَمَا اور جو کچھ فِي الْأَرْضِ زمین میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے ○ اِعْلَمُوْا جان لو أَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے وَأَنَّ اللّٰهَ اور بلاشبہ اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ○ مَا نہیں ہے عَلَى الرَّسُوْلِ رسول پر اِلَّا مگر الْبَلَاغُ پہنچادینا وَاللّٰهُ اور اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا جو تُبْدُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو وَمَا اور جو تَكْتُمُوْنَ تم چھپاتے ہو

ترجمہ: اللہ نے عزت کے گھر یعنی کعبے کو لوگوں کے لئے موجبِ قیام بنایا ہے اور عزت کے مہینے کو اور قربانی کے جانور کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں۔ یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ

سب کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے O جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور یہ کہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان بھی ہے O پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ مخفی کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بڑی حرمت والا گھر ہے لوگوں کے لئے قیامِ امن کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

۲۔ اسی طرح حرمت والے مہینے، نذرانے کے جانوروں اور ان کے گلے میں پڑے ہوئے پٹوں کو بھی امن کا ذریعہ بنادیا ہے۔

۳۔ تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے اور اللہ ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔

۴۔ یہ بات بھی جان رکھو کہ اللہ عذاب دینے میں سخت ہے اور یہ بھی کہ اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

۵۔ رسول پر سوائے تبلیغ کرنے کے کوئی اور ذمہ داری نہیں ہے۔

۶۔ اور جو کچھ تم علانیہ کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو اللہ ان سب باتوں کو جانتا ہے۔

کعبۃ اللہ وہ مقدس و محترم پاکیزہ گھر ہے جس کی نسبت زمین و آسمان کے خالق و مالک سے ہے۔ یہ اللہ کا محترم و نورانی گھر جس کو کَعۡبَۃُ الۡبَیۡتِ الۡحَرَام کہا گیا اس میں تین الفاظ ہیں، کعبہ، بیت اور حرام۔

عربی زبان میں کعبہ کا معنی ہے، اوپر کو اٹھا ہوا چوکور گھر۔ پہلے چونکہ کعبہ دور سے اٹھا ہوا معلوم ہوتا تھا، اگر چہ کہ کعبہ شریف کی جگہ نشیبی علاقہ میں تھی، پہلے کعبۃ اللہ کے اطراف مسجد الحرام بنی ہوئی نہیں تھی اس لئے یہ چوکور کعبہ دور سے اٹھا ہوا اور زمین سے ابھرا ہوا نظر آتا تھا، اسی بلندی کی وجہ سے اس کو کعبہ کہا گیا ہے۔ البیت الحرام یعنی محترم گھر۔ عربی زبان میں بیت گھر کو اور الحرام محترم یعنی حرمت والے کو کہتے ہیں۔ کعبۃ البیت الحرام دنیا کا وہ مقدس و محترم اللہ کا گھر ہے جو اپنے اندر بلندی لئے ہوئے ہے۔ یہ اپنی ساخت میں بھی بلند ہے اور اپنے مرتبہ اور مقام میں بھی بلند ہے۔ یہ وہ گھر ہے جس کی جانب ہر طرف سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ گویا یہ جمع ہونے کی جگہ بھی ہے اور امن کا گہوارہ بھی۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو امن کا گہوارہ بنا دیا ہے جو بھی یہاں داخل ہوتا ہے امن کی آغوش میں آجاتا ہے: وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران: ۹۷) جو کوئی اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۷ میں فرمایا گیا: اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِهِمۡ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنادیا اور ان کے گردو پیش لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے؟ اس دور میں عرب کا ہر علاقہ ظلم و ستم، چوری وڈکیتی، بدامنی و بدحالی کا شکار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حرم مبارک کو ان تمام چیزوں سے پاک امن کی جگہ بنادیا۔

سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۷ میں اسی حرم مقدس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجۡبٰٓى اِلَيۡهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ کیا ہم نے ان کو امن وامان والے گھر میں جگہ نہیں دی؟ جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے بطور رزق ان کو ملتے ہیں، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

کعبۃ اللہ زمانۂ جاہلیت میں بھی محترم تھا اور امن کا گہوارہ تھا۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کوئی شخص جرم کر کے حرم میں پناہ لے لیتا تھا تو اسے قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو لوگوں کے قائم رہنے کا بھی ذریعہ بنایا ہے۔ بہت سے لوگوں کی معیشت کا بھی یہ ذریعہ ہے۔ دنیا بھر سے لوگ یہاں آتے ہیں اور حج اور عمرہ ادا کرتے ہیں۔ ان لاکھوں لوگوں کے آنے کی وجہ سے مکہ والوں کی معیشت بنی رہتی ہے۔ گویا مکہ والوں کے لئے کعبۃ اللہ قیام کا ذریعہ اور بقاء کا سبب ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے نفع کا باعث بھی ہے۔ حج اور عمرہ سے لاکھوں کروڑوں لوگوں کے روزگار جڑے ہوئے ہیں۔ اگر ہم اس کی گہرائی میں جائیں تو ہمیں یہ ضرور محسوس ہوگا کہ کعبۃ اللہ لوگوں کے قیام و استحکام کا سبب ہے۔ کعبۃ اللہ سے منسوب بہت سی چیزیں بھی باعثِ احترام ہو جاتی ہیں۔ ھدی کا جانور یعنی وہ جانور جو حاجی حدودِ حرم میں ذبح کرتے ہیں۔ اسی طرح جو پٹے ان جانوروں کے گلوں میں ڈالے جاتے ہیں اور حج کے وہ محترم مہینے بھی قابلِ احترام مانے جاتے ہیں۔

یہاں رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں یہ بات بتلادی گئی ہے کہ رسول کے ذمہ تو حق بات کو اور توحید کے اس مقدس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے، قبول کرنا نہ کرنا یہ سامنے والے کے ارادہ پر منحصر ہے۔ جس نے آپ ﷺ کے پیغام کو تسلیم کر لیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہوگا اور جس نے انکار کیا اسے یہ بات جان لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جہاں رحمان و رحیم ہیں وہیں وہ ذوالقوۃ المتین ہیں اور ذوانتقام بھی ہیں۔ وہ اگر پکڑنے پر آجائیں تو کوئی اس کے ارادہ کو روک نہیں سکتا۔

درس نمبر (۵۳۱) ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوسکتے المائدہ: ۱۰۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُل کہہ دیجئے لَّا يَسْتَوِیْ برابر نہیں ہوسکتے الْخَبِيْثُ ناپاک وَالطَّيِّبُ اور پاک وَلَوْ اور اگرچہ أَعْجَبَكَ آپ کو تعجب میں ڈالے كَثْرَةُ كثرت الْخَبِيْثِ ناپاک کی فَاتَّقُوا اللّٰهَ چنانچہ تم اللہ سے ڈرو يَا أُولِي الْأَلْبَابِ اے عقل والو! لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ

ترجمہ: کہہ دو کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتیں گو ناپاک چیزوں کی کثرت تمہیں اچھی ہی لگے، تو عقل والو! اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاکیزہ چیزیں برابر نہیں ہوتیں۔

۲۔ چاہے تمہیں ناپاک چیزوں کی کثرت اچھی لگتی ہو۔

۳۔ اے عقل والو! اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف حق ہے تو دوسری طرف باطل ہے۔ایک طرف حلال ہے تو دوسری طرف حرام ہے۔ ایک طرف توحید ہے تو دوسری طرف شرک ہے۔ایک طرف خیر ہے تو دوسری طرف شر ہے۔ایک طرف طیب اور پاک ہے تو دوسری طرف خبیث اور ناپاک ہے۔قرآنِ مجید کی اس آیت میں یہ حقیقت دوٹوک انداز میں بیان کردی گئی ہے کہ خبیث اور طیب دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ یہ بات اس پس منظر میں بیان کی گئی ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ نے شراب کے حرام ہونے کا اعلان کروادیا تو دیہات کا رہنے والا ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ میں شراب کی تجارت کرتا تھا، اس کے ذریعہ سے میں نے مال حاصل کیا۔اگر یہ مال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کروں تو کیا یہ مال مجھے نفع دے گا؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَقْبَلُ اِلَّا الطَّيِّبَ اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔اس پر قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور صاف اعلان کردیا گیا کہ قُل لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہوسکتے۔(التفسیر الوسیط)

اس آیت کے ذریعہ شراب کی خباثت اور گندگی کا اظہار کیا گیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ذہن سازی کی گئی کہ شراب فی نفسہ بھی ناپاک ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام اور ناپاک ہے۔اچھے اعمال اور بُرے اعمال دونوں جس طرح برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح اچھے اموال اور بُرے اموال دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بندہ حرام مال کمائے گا پھر اس میں سے صدقہ کرے گا تو قبول نہ کیا جائے گا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت بھی نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ اس کے لئے دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا یعنی ناپاک مال کما کر اس میں سے صدقہ کردے تو اس صدقہ سے حرام مال پاک نہیں ہوگا اور حرام کمانے کا گناہ معاف نہ ہوگا۔(مشکوٰۃ المصابیح)

وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ کے ذریعہ یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی بھی چیز کا کثرت سے ہوجانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اچھی بھی ہو، مثلاً اگر دنیا میں مشرک اور کافر زیادہ ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مشرک اور کافر اچھے ہیں۔بعض مرتبہ کسی چیز کی کثرت فطری طور پر بھلی معلوم ہوتی ہے، مگر اس کے بھلے ہونے کی وہ دلیل نہیں ہوتی۔اگر آج دنیا میں بے حیائی کی کثرت ہے اور وہ بے حیائی بھی ایک فیشن کے طور پر ابھری ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ بے حیائی بہت اچھی چیز ہے۔حیاء اور شرم اچھی چیز ہے اور حیادار لوگ اچھے ہوتے ہیں، چاہے وہ تعداد میں بہت کم ہوں۔ بے حیا لوگ بُرے ہوتے ہیں، چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہوں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِى الْأَلْبَابِ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو عقلمند ہوتا ہے وہ تقویٰ والی زندگی گزارتا ہے۔ اس لئے کہ یہی تقویٰ اس کو کامیابی کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ جو عقل سے محروم ہوتے ہیں وہ تقویٰ سے محروم رہتے ہیں اور ناکام رہ جاتے ہیں۔

درس نمبر (۵۳۲) **سوالات کرومگر!** المائدہ: ۱۰۱-۱۰۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۱۰۱ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! لاَ تَسْأَلُواْ تم سوال نہ کرو عَنْ أَشْيَاءَ ایسی چیزوں کی بابت إِن اگر تُبْدَ وہ ظاہر کردی جائیں لَكُمْ تمہارے لیے تَسُؤْكُمْ (تو) ناگوار گزریں تمہیں وَإِن اوراگر تَسْأَلُواْ تم پوچھوگے عَنْهَا ان کی بابت حِينَ جب کہ يُنَزَّلُ اتارا جارہا ہے الْقُرْآنُ قرآن تُبْدَ (تو) وہ ظاہر کردی جائیں گی لَكُمْ تمہارے لیے عَفَا اللّٰهُ درگزر کیا اللہ نے عَنْهَا ان سے وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُورٌ بہت بخشنے والا حَلِيمٌ نہایت بردبار ہے ○ قَدْ تحقیق سَأَلَهَا پوچھا تھا ان کی بابت قَوْمٌ ایک قوم نے مِّن قَبْلِكُمْ تم سے پہلے ثُمَّ پھر أَصْبَحُواْ وہ ہوگئے بِهَا ان کے ساتھ كَافِرِينَ کفر کرنے والے

ترجمہ: مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر ان کی حقیقتیں تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھوگے تو تم پر ظاہر بھی کردی جائیں گی، اب تو اللہ نے ایسی باتوں کو پوچھنے سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ بخشنے والا ہے بردبار ہے ○ اس طرح کی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں مگر جب بتائی گئیں تو پھر وہ ان سے منکر ہوگئے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات نہ کیا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔

۲۔ اور اگر تم ان کے بارے میں ایسے وقت سوالات کروگے جب قرآن نازل کیا جارہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔

۳۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے پچھلی باتیں معاف کردی ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا بردبار ہے۔

۴۔ تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کئے تھے پھر ان کے جوابات دیئے گئے پھر وہ ان سے منکر ہوگئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ رحمت ﷺ سے مختلف ضروری مسائل دریافت کرتے تھے۔ قرآنِ مجید میں بھی ان سوالات کا ذکر موجود ہے: يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ (البقرہ:۲۲۲) يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ (بنی اسرائیل:۸۵) يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ (طٰہٰ:۱۰۵) يَسْئَلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ (المائدہ:۴) اور يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ (البقرہ:۲۱۵) وغیرہ۔ روح اور پہاڑوں کے بارے میں، حیض اور حلال چیزوں وغیرہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوچھا کرتے تھے۔

معلومات کیلئے اور اس سوال کے جواب کے ذریعہ اپنے معمولات میں اضافہ کیلئے سوال کرنا بہت اچھی بات ہے اور

آپ ﷺ ایسے مثبت اور تعمیری سوالات سے جس سے خود ان کا اور دوسروں کا فائدہ ہو پسند بھی فرماتے تھے۔ قرآنِ مجید نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ فَسْـئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۴۳) اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لیا کرو۔ لیکن ایسے سوالات جس کا مقصد عمل نہیں بلکہ گستاخی ہو یا شرارت ہو یا فتنہ وفساد ہو یا وقت گزاری ہو یا سامنے والے کو دق کرنا یا دل آزاری کرنا ہو، ظاہر ہے کہ اسلام میں ایسے سوالات کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ (البقرہ:۱۰۸) کیا تم اپنے نبی سے اس طرح سوال کرتے ہو جس طرح حضرت موسیٰ سے سوال کیا گیا؟ گویا ادب سکھایا گیا کہ تم بنی اسرائیل کی طرح مت بنو۔ بنی اسرائیل کی یہ کمزوری اور خرابی تھی کہ وہ اپنے سوالوں کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنگ کیا کرتے تھے جیسے گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا، مگر بنی اسرائیل نے سوال پر سوال کھڑا کر دیا اور یہ سوال کرنا خود بنی اسرائیل کیلئے بھی تکلیف واذیت نیز گھٹن اور مشکلات کا باعث بنا۔ سورۂ مائدہ کی اس آیت میں انہی ہدایات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی چیز کا پوشیدہ رہنا بھی موزوں ومناسب رہتا ہے اگر اس پوشیدہ چیز کا اظہار کسی سوال کی وجہ سے ہو جائے تو نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ وہ چیز جو ظاہر ہوگئی وہ بری لگ جائے، اس لئے اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہو۔ اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ ﷺ غصہ کی حالت میں تھے۔ چہرۂ انور لال ہو رہا تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا دوزخ میں ہے۔ پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا کرنے اور آپ کو راضی کرنے کیلئے یہ پڑھنے لگے: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْناً وَّ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا وَ بِالْقُرْآنِ اِمَامًا ہم راضی ہیں اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد عربی ﷺ کے نبی ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ جاہلیت اور شرک میں تھے، نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہمارے باپ کون ہیں۔ یہ سن کر رسولِ رحمت ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

بخاری کی روایت ہے کہ کچھ لوگ رسولِ رحمت ﷺ سے بطور تمسخر اور استہزاء پوچھا کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا میرا باپ کون ہے اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری:۴۶۲۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:۹۷) اللہ کے لئے لوگوں پر کعبۃ اللہ کا حج لازم ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو تو بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ حاضرین نے دوبارہ سوال کیا تو فرمایا نہیں! اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا اور اگر ہر سال واجب ہو جاتا تو تم اس کی طاقت نہ رکھتے، اس پر یہ آیت

نازل ہوئی۔(ترمذی:۸۱۴)

سببِ نزول کئی بھی ہو سکتے ہیں۔مقصود یہ ہے کہ سوال کرنے میں احتیاط برتی جائے، اس لئے کہ ایسے وقت جب رسولِ رحمت ﷺ پر اللہ کا کلام نازل ہورہا ہو اور سوال کیا جائے تو ضروری نہیں کہ سوال کرنے والے کی مرضی کے مطابق جواب ہو۔لہٰذا سوال کرنے میں احتیاط ہی بہتر ہے۔

اب تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ تم سے پہلے لوگوں نے سوالات کئے تھے۔ پھر ان کے منکر ہو گئے، یعنی جب ان کو ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے تو ان جوابوں سے انہوں نے استفادہ نہیں کیا بلکہ اس حکم پر انہوں نے عمل ہی نہیں کیا جیسا کہ بنی اسرائیل کی عادت تھی۔

درس نمبر (۵۳۳) کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں المائدہ:۱۰۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ لا وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَا جَعَلَ اللّٰهُ نہیں مقرر کیا اللہ نے مِن کوئی بَحِيْرَةٍ بحیرہ وَلَا اور نہ سَآئِبَةٍ سائبہ وَلَا اور نہ وَصِيْلَةٍ وصیلہ وَلَا اور نہ حَامٍ حام وَلٰكِنَّ اور لیکن الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا يَفْتَرُوْنَ باندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر الْكَذِبَ جھوٹ وَأَكْثَرُهُمْ اور اکثر ان کے لَا يَعْقِلُوْنَ عقل نہیں رکھتے

ترجمہ: اللہ نے نہ تو کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام لیکن کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور یہ اکثر عقل سے کام نہیں لیتے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ نے کسی جانور کو نہ بحیرہ بنانا طئے کیا ہے نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام۔

۲۔لیکن جن لوگوں نے کفر اپنایا ہوا ہے وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

۳۔اور ان میں سے اکثر لوگوں کو صحیح سمجھ نہیں ہے۔

شرک بہت بڑا بھاری ظلم ہے جس کو قرآنِ مجید نے یوں بیان کیا: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:۱۳) شیطان انسان کو سب سے زیادہ اسی گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔شیطان کو توحید اور موحدین سے نفرت ہے۔اس کا اصل نشانہ وہ ہیں جو توحید کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور کبھی نہ شرک کرتے ہیں اور نہ شرک کے قریب جاتے ہیں۔ ہر زمانہ میں شرک کی الگ الگ صورتیں اور شکلیں رہی ہیں۔بنی اسرائیل نے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا تھا جس کی سزا بھی قرآنِ مجید نے سنائی: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (الاعراف:۱۵۲) ''جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا ان پر ان کے پروردگار کا غضب واقع ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۶ میں یہ بات بتلادی کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ

بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوائے اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک کیا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک کیا۔ مشرکینِ عرب نے لات وعزیٰ اور منات نامی بتوں کو معبود قرار دے کر شرک کیا۔ کسی نے سورج کو اپنا معبود بنالیا، کسی نے ستاروں کو اپنا معبود بنالیا، کسی نے مورتیوں کو پوجا کرتے ہوئے شرک کیا۔ ہمارے ملک ہندوستان میں تو باطل معبودوں کا بڑا بازار ہے۔ یہاں ہر طرح کے چھوٹے بڑے باطل معبودوں کی بھرمار ہے۔ یہاں گائے کو بھی معبود کا درجہ دیا گیا۔ شیطان نے انسانوں کی خوب پٹی پڑھائی ہے۔ عرب کے مشرکین بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹتے تھے اور مختلف طریقوں سے جانوروں کو شرک کا ذریعہ بنا چکے تھے۔ جس طرح انہوں نے بتوں کے نام تجویز کر لئے تھے اسی طرح جانوروں کے نام بھی مقرر کر لئے تھے۔ اس آیت میں چار ناموں کا تذکرہ موجود ہے۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ یہ مشرکین کی اپنی پیداوار ہے۔ اس حقیقت کو اس آیت میں یوں بیان کیا گیا کہ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ اللہ نے نہ کوئی بحیرہ نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ ہی کوئی حام مقرر کیا ہے۔ یہ صاف طور پر اللہ پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور مشرک بے عقل ہیں انہیں کچھ سمجھ ہی نہیں، اگر انہیں سمجھ ہوتی تو بس اس ایک اللہ کی عبادت کرتے جس نے زمین، آسمان، چاند اور سورج وغیرہ کو پیدا کیا۔ یہ جو چار قسم کے جانوروں کی بات ہے اس کی تفصیل تفسیر کی کتابوں میں اس طرح ہے:

جب کسی اونٹنی سے پانچ مرتبہ بچے پیدا ہوجاتے اور پانچویں مرتبہ مذکر یعنی نر پیدا ہوتا تو اس اونٹنی کے کان چیر دیتے اور پھر اسے نہ ذبح کرتے اور نہ ہی اس پر سواری کرتے۔ اس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ اس اونٹنی کو بحیرہ کہا جاتا تھا۔ جب کسی اونٹنی کو دس بچے پیدا ہوجاتے، اسے بھی یوں ہی چھوڑ دیتے تھے، نہ اس کے بال کاٹتے تھے اور نہ ہی اس پر سوار ہوتے تھے اور نہ ہی اس کا دودھ دوہتے تھے۔ اس کو سائبہ کہا جاتا تھا۔ جب کسی بکری کے سات مرتبہ بچے پیدا ہوجاتے اور ساتویں نمبر پر مادہ بکری پیدا ہوتی تو اس سے عورتیں کچھ بھی نفع نہیں حاصل کرتی تھیں۔ اگر مرجاتی تو مرد اور عورت سب کھاتے تھے۔ ایسی بکری کو وصیلہ کہتے تھے۔ جس سانڈ کے بیٹے کا بیٹا اونٹنی کو حاملہ کردیتا تھا اس اونٹ کو حام یا حامی کہتے تھے۔ اس پر سواری نہیں کی جاتی تھی بلکہ آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اور کہتے تھے کہ اس نے اپنی کمر کی حفاظت کرلی۔ اسے کسی کی جگہ یا پانی سے یا چراگاہ سے ہٹایا نہیں جاتا تھا۔ اس قسم کے جانوروں کو گویا اس سماج میں مقدس مانا جاتا تھا۔ آج بھی ہمارے ملک میں بعض جانوروں کو مندروں کے نام چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایسے جانور بڑے مقدس مانے جاتے ہیں۔ گویا وہ کوئی دیوتا ہوں۔ اس قسم کی شرکیہ تمام چیزوں کو اختیار کرنے سے قرآنِ مجید نے روکا ہے۔ اس کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ سب جاہلانہ اور مشرکانہ چیزیں ہیں۔ جہالت کی وجہ سے دیہاتوں میں بعض مسلمانوں کے اندر بھی جانوروں سے متعلق بعض توہمات اور باطل خیالات موجود ہیں۔ اہلِ علم اور داعی حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں میں شعور بیدار کریں اور انہیں توحید کی بنیادی باتوں سے آگاہ کریں۔

درس نمبر (۵۳۴) **مشرکوں نے کہا ہمارے لیے ہمارے باپ دادا کافی ہیں** المائدہ: ۱۰۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب قِيْلَ کہا جاتا ہے لَهُمْ ان سے تَعَالَوْا تم آ ؤ إِلَى مَآ اس چیز کی طرف جو أَنزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کی وَإِلَى الرَّسُوْلِ اور (آ ؤ) رسول کی طرف قَالُوْا (تو) کہتے ہیں حَسْبُنَا ہمیں کافی ہے مَا وَجَدْنَا وہ جو پایا ہم نے عَلَيْهِ اس پر آبَآءَ نَا اپنے آباؤ اجداد کو اَوَلَوْ كَانَ کیا اور اگر چہ ہوں آبَاؤُهُمْ ان کے آباؤ اجداد لَا يَعْلَمُوْنَ نہ جانتے ہوں شَيْئًا کچھ وَلَا يَهْتَدُوْنَ اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہوں

ترجمہ: اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی طرف اور پیغمبر کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمیں کافی ہے۔ بھلا اگر ان کے باپ دادا نہ تو کچھ جانتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں تب بھی؟

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان کافروں سے یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی ہے اس کی طرف اور پیغمبر کی طرف رجوع کرو۔

۲۔ تو یہ کافر کہتے ہیں کہ جس راستے پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے ہمیں وہی کافی ہے۔

۳۔ اگر ان کافروں کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور سیدھے راستہ پر بھی نہ ہوں کیا جب بھی یہ راستہ کافی ہے۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کفار کی حالت بیان کر رہے ہیں کہ جب مسلمان ان کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے اور انہیں اس جانب بلاتے تو ان کا جواب یہ ہوتا تھا کہ کیا ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تمہارے دین کو اپنا لیں؟ جب کہ ان کا حال یہ تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے، صحیح اور غلط کیا ہے انہیں کچھ پتہ نہیں اور وہ لوگ جہالت کی زندگی گزارتے تھے، پھر بھی وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ کیا ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تمہارے دین کو اپنا لیں؟ جس کا مطلب یہ ہے کہ انکے نزدیک اللہ کے دین سے بڑھ کر انکے باپ دادا کی اہمیت زیادہ ہے جس کی بنا پر یہ لوگ اسلام لانے سے انکار کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آج کل کچھ لوگ اس وقت کہتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بھائی یہ کام تم جو کر رہے ہو یہ دین اسلام اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹا ہوا ہے، اسکا اسلام سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو ان کا جواب بھی یہی ہوتا ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا۔ آج کل کے بدعتیوں کی زبان سے اس قسم کے جملے ملتے ہیں کہ یہ ہمارے خاندان سے چلا آ رہا ہے یا یہ ہمارے باپ دادا سے چلا آ رہا ہے۔ اگر یہ لوگ باپ دادا اور خاندان کو بنیاد بنا کر زندگی گزارنے کے بجائے رسولِ رحمت ﷺ کی زندگی کو بنیاد بناتے تو کس قدر بہتر ہوتا؟

ہم مسلمان ہیں تو ہمیں کس کے طریقہ پر چلنا ہوگا، اللہ اور اسکے رسول کے یا پھر اپنے باپ دادا کے؟ ہمیں اس بارے میں خود سوچنا اور فیصلہ کرلینا چاہئے۔

درس نمبر (۵۳۵) تم اپنے اعمالِ خیر میں لگے رہو المائدہ: ۱۰۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! عَلَيْكُمْ لازم ہے تم پر بچاؤ أَنفُسَكُمْ اپنی جانوں کا لَا يَضُرُّكُم تمہیں نقصان نہ پہنچاسکے گا مَّن جو ضَلَّ گمراہ ہوگا إِذَا جب کہ اهْتَدَيْتُمْ تم (خود) ہدایت پر ہو إِلَى اللّٰهِ اللہ ہی کی طرف مَرْجِعُكُمْ تمہاری واپسی ہے جَمِيعاً سب کی فَيُنَبِّئُكُم پھر وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا اس کی جو كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو سنبھالے رہو۔ جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ تم کو تمہارے سب کاموں سے جو دنیا میں کئے تھے آگاہ کرے گا اور ان کا بدلہ دے گا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! تم اپنے نیک کاموں میں لگے رہو۔

۲۔ گمراہ لوگوں کی گمراہی سے تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوگا۔

۳۔ ایک دن ایسا آئے گا جس دن اللہ کے یہاں سب کو جمع ہونا ہوگا اور وہاں سب کے عمل انہیں بتلا دیئے جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں سے فرمارہے ہیں کہ اے ایمان والو! تم نے دینِ اسلام کی دعوت ان کفار کو دی انہیں اچھائی، بھلائی اور جنت کی جانب بلایا مگر پھر بھی ان لوگوں نے تمہاری دعوت کو قبول نہیں کیا تو ایسی صورت میں انکے ایمان نہ لانے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا، تم اپنی عبادات اور اعمال خیر میں لگے رہو، ایک دن تم سب کو اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، اور جب تمام لوگ اللہ کے پاس پہنچ جائیں گے تو اسوقت ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا، ایمان والوں کو ان کے ایمان کا اور کفار کو ان کے کفر کا۔

اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دین کی دعوت دینا چھوڑ دو اور اپنے اپنے اعمال میں لگے رہو جیسا کہ اس آیت کے ظاہر سے شبہ ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم انہیں دعوت دو اور انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور اگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں تو انہیں چھوڑ کر تم اپنے اعمال میں لگ جاؤ، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم لوگ یہ آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ پڑھتے ہو لیکن اسکا مطلب غلط

لیتے ہو، بلکہ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ جب لوگ کسی برائی کو ہوتا دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنے عام عذاب میں گرفتار کرے۔ (مسند احمد۔ مسند ابی بکر)

لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی لوگوں کو اسلام اور دین واصلاح کی دعوت دیں اور اگر وہ ہماری دعوت قبول نہ کریں تو ہم پر اس کا کوئی بوجھ یا عذاب نہیں ہوگا، ہمیں اپنے اعمالِ خیر میں لگے رہنا چاہیئے۔

درس نمبر (۵۳۶) وصیت کے وقت دو عادل گواہ رکھ لیں المائدہ: ۱۰۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! شَهَادَةُ شہادت ہونی چاہیئے بَيْنِكُمْ تمہارے درمیان إِذَا جب حَضَرَ آپہنچے أَحَدَكُمْ تم میں سے کسی کو الْمَوْتُ موت حِيْنَ الْوَصِيَّةِ وصیت کے وقت اثْنَانِ دو ذَوَا عَدْلٍ عادل شخصوں کی مِّنْكُمْ تم میں سے أَوْ یا آخَرَانِ دو اور ہوں مِنْ غَيْرِكُمْ تمہارے (مسلمانوں کے) سوا إِنْ اگر أَنْتُمْ تم ضَرَبْتُمْ سفر کر رہے ہو فِي الْأَرْضِ زمین میں فَأَصَابَتْكُمْ پھر پہنچے تمہیں مُّصِيْبَةُ مصیبت الْمَوْتِ موت کی تَحْبِسُوْنَهُمَا ان دونوں کو روک لو مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ نماز کے بعد فَيُقْسِمَانِ پھر وہ دونوں قسمیں کھائیں بِاللّٰهِ اللہ کی إِنِ اگر ارْتَبْتُمْ تم شک کرو لَا نَشْتَرِيْ نہیں لیتے ہم بِهٖ اس (قسم) کے بدلے ثَمَنًا کوئی قیمت وَلَوْ اور اگرچہ كَانَ ہو وہ ذَا قُرْبٰى رشتے دار وَلَا نَكْتُمُ اور ہم نہیں چھپاتے شَهَادَةَ اللّٰهِ اللہ کی گواہی إِنَّا یقیناً ہم إِذًا اس وقت لَّمِنَ الْآثِمِيْنَ البتہ گناہ گاروں میں سے ہوں گے

ترجمہ: مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت آموجود ہو تو گواہی کا نصاب یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم مسلمانوں میں سے دو مرد عادل یعنی صاحب اعتبار گواہ ہوں یا اگر مسلمان نہ ملیں اور تم سفر کر رہے ہو اور اس وقت تم پر موت کی مصیبت واقع ہو تو کسی دوسرے مذہب کے دو شخصوں کو گواہ کر لو اگر تم کو ان گواہوں کی نسبت کچھ شک ہو تو ان کو عصر کی نماز کے بعد کھڑا کرو اور دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم گواہی کا کچھ عوض نہیں لیں گے، گو ہمارا رشتہ دار ہی ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے، اگر ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو وصیت کے وقت تم مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ ہوں۔

۲۔ اگر مسلمان نہ ملیں اور تم سفر کر رہے ہو اور اس وقت تم پر موت کی مصیبت واقع ہو تو کسی دوسرے مذہب کے دو

اشخاص کو گواہ بنالو۔

۳۔ اگر تم کو ان گواہوں کے بارے میں کچھ شک ہو تو نماز کے بعد ان کو روکے رکھو۔

۴۔ وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم گواہی کے عوض کچھ نہیں لیں گے، چاہے وہ ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے۔

۵۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم گنہگار ہوں گے۔

انسان زندگی گزارتا ہے، جب اس کے مقدر کی زندگی کی سانسیں ختم ہو جاتی ہیں تو وہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ زندگی میں اس نے اپنی ضرورت کیلئے کچھ دولت جمع کی ہوگی۔ ایسی صورت میں اس انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ وصیت کردے۔ آدمی کے مال میں ایک تو وراثت کا معاملہ ہے اور دوسرے وصیت کا۔ شرعی اعتبار سے آدمی اپنے مال میں سے ایک تہائی مال میں وصیت کرسکتا ہے کہ یہ مال کسی مسجد کی تعمیر میں دیا جائے یا کسی مدرسہ کو دیا جائے یا کسی غریب کو دیا جائے یا کسی ایسے شخص کو جو اس کا وارث نہیں بنتا اس کو دیا جائے۔ اس آیت میں اس وصیت کی بات کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے جبکہ وصیت کا وقت اور موقع ہو یعنی اس کا اپنا مال ہو تو وہ دو دیندار و دیانتدار افراد کو اپنا گواہ بنالے اور ان کے سامنے اپنی وصیت والی بات کہہ دے یا لکھ دے۔ بہتر ہے کہ ایسی اہم ترین باتیں تحریر میں آجائیں اور ایسے امور میں فَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ کی تعلیم بھی دی گئی کہ تم میں ایک کاتب ایسے معاملات کو انصاف کے ساتھ لکھ دے۔ بعض مواقع ایسے بھی پیش آتے ہیں کہ آدمی سفر میں ہوتا ہے اور مسلمانوں میں سے کوئی دو گواہ میسر نہیں آتے تو ایسی صورت میں اس بات کی بھی گنجائش اس آیت میں دی گئی ہے کہ غیر مسلموں میں سے دو آدمی کو گواہ بنادیا جائے۔ اگر ان کی گواہی کے بارے میں شک کی صورت پیش آئے تو ان دونوں کو کسی نماز کے بعد روک لیا جائے۔ پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس گواہی کے بارے میں کسی بھی قسم کی ساز باز نہیں کریں گے اور کوئی قیمت اس قسم کے عوض نہیں لیں گے، اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ کی اس گواہی کو نہیں چھپائیں گے اور یہ بات بھی وہ گواہ کہیں کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہم گنہگاروں میں شامل ہو جائیں گے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں تفسیر رازی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنی سہم کے قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام بُدَیل بن اَبی مریم تھا۔ وہ تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر میں نکلا۔ بنی سہم کے اس شخص کی موت کا وقت آگیا۔ اس وقت وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے دو نصرانی ساتھی تمیم داری اور عدی بن بداء ان دونوں کو اس نے اپنے مال کی حفاظت اور وارثوں تک اس مال کے پہنچانے کے سلسلہ میں ذمہ دار اور گواہ بنایا۔ بنی سہم کے اس شخص نے اپنے مال کی فہرست بنا کر سامان میں رکھ دیا اور اپنے دونوں ساتھیوں سے (جو اس وقت وہ نصرانی تھے) کہا کہ میرا یہ مال میرے وارثوں تک پہنچا دینا۔ ان دونوں نے مال تو پہنچا دیا لیکن میت کے وارثوں نے سامان کی فہرست دیکھی تو اس میں چاندی کا ایک جام غائب پایا۔ یہ چاندی کا وہ جام تھا جس پر سونے کا بھی کام کیا گیا تھا۔

درس نمبر (۵۳۷) **اللہ سے ڈرو اور سنو** المائدہ: ۱۰۷-۱۰۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِنْ پھر اگر عُثِرَ اطلاع ہوجائے عَلٰىٓ أَنَّهُمَا اس پر کہ بے شک وہ دونوں اسْتَحَقَّا مرتکب ہوئے ہیں إِثْمًا گناہ کے فَآخَرَانِ تو دو اور (گواہ) يَقُومَانُ کھڑے ہوں مَقَامَهُمَا ان دونوں کی جگہ مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ جن کی حق تلفی ہوئی ہے الْأَوْلَيَانِ قریب تر (میت کے) فَيُقْسِمَانِ پھر وہ دونوں قسمیں کھائیں بِاللّٰهِ اللہ کی لَشَهَادَتُنَا کہ ہماری شہادت أَحَقُّ زیادہ سچی ہے مِنْ شَهَادَتِهِمَا ان دونوں کی شہادت سے وَمَا اعْتَدَيْنَا اور ہم نے زیادتی نہیں کی إِنَّا بے شک ہم إِذًا اس وقت لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ البتہ ظالموں میں سے ہوں گے O ذٰلِكَ یہ (طریقہ) أَدْنٰى قریب تر ہے أَنْ اس کے کہ يَأْتُوا دیں وہ بِالشَّهَادَةِ گواہی عَلٰى وَجْهِهَا ٹھیک طریقے پر أَوْ یا يَخَافُوا وہ ڈریں أَنْ تُرَدَّ اس سے کہ رد کردی جائیں گی أَيْمَانٌ (ان کی) قسمیں بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ان (ورثاء) کی قسموں کے بعد وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ سے ڈرو وَاسْمَعُوا اور تم سنو وَاللّٰهُ اور اللہ لَا يَهْدِىْ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ فاسق لوگوں کو

ترجمہ: پھر اگر معلوم ہوجائے کہ ان دونوں نے جھوٹ بول کر گناہ حاصل کیا تو جن لوگوں کا انہوں نے حق مارنا چاہا تھا ان میں سے ان کی جگہ اور دو آدمی کھڑے ہوں جو میت سے قریبی رشتہ رکھتے ہوں۔ پھر وہ اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ ایسا کیا ہو تو ہم بے انصاف ہیں O اس طریق سے بہت قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح گواہی دیں یا اس بات سے خوف کریں کہ ہماری قسمیں بھی ان کی قسموں کے بعد رد کردی جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور اس کے احکام کو توجہ سے سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر بعد میں اگر یہ پتہ چلے کہ انہوں نے جھوٹ بول کر اپنے اوپر گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے

۲۔ تو ان لوگوں میں سے دو آدمی ان کی جگہ گواہی کے لیے کھڑے ہوجائیں جن کے خلاف ان پہلے دو آدمیوں نے گناہ اپنے سر لیا تھا۔

۳۔ اور وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان پہلے دو آدمیوں کی گواہی کے مقابلے میں زیادہ سچی ہے۔

۴۔ اور ہم نے اس گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔

۵۔ورنہ ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔

۶۔اس طریقہ میں اس بات کی زیادہ امید ہے کہ لوگ شروع ہی میں ٹھیک گواہی دیں۔

۷۔یا اس بات سے ڈریں کہ جھوٹی گواہی کی صورت میں ہماری قسمیں بھی ان کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی۔

۸۔اور اللہ سے ڈرو اور سنو۔

۹۔اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تمیم داری اور ان کے بھائی عدی دونوں عیسائی تھے۔یہ اور ان کے ساتھ عمرو بن عاص کے غلام بدیل (جو مسلمان ہو چکے تھے) تجارت کے لئے شام گئے۔بدیل رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور انہیں اندازہ ہو گیا کہ ان کا آخری وقت آچکا ہے؛ چنانچہ انہوں نے اپنے سامان کی فہرست بنائی، سامان کے درمیان اس فہرست کو ڈال دیا، اپنے دونوں رفقاء کو اس کی اطلاع نہیں دی اور ان دونوں کو وصیت کی کہ ان کا یہ سامان جوں کا توں ان کے گھر پہنچا دیا جائے۔ اس کے بعد بدیل کا انتقال ہو گیا۔ان دونوں نے اس سامان سے چاندی کا ایک پیالہ نکال لیا، جس پر سونے کے نقش ونگار تھے۔غالبًا اس کی قیمت تین سو دینار کو پہنچتی تھی۔جب یہ حضرات واپس آئے تو بقیہ سامان ان کے گھر والوں کے حوالے کر دیا۔گھر کے لوگوں نے جب سامان کی تلاشی لی تو اس میں وہ فہرست مل گئی جس میں برتن کا ذکر تھا۔ان لوگوں نے تمیم اور عدی سے پیالے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ تھا ہم نے دے دیا، اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا؛ لیکن بعد میں ایسا ہوا کہ ایک تاجر کے پاس بدیل کے ورثہ کو یہ پیالہ مل گیا اور اس نے اقرار کیا کہ یہ عدی اور تمیم نے اس کے ہاتھ بیچا ہے۔بدیل کے ورثہ آئے۔انھوں نے قسم کھالی کہ ہماری گواہی ان لوگوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم نے اس میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے؛ چنانچہ ان ورثہ نے پیالہ لے لیا۔ اسی سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔(تفسیر قرطبی: ۶/۳۴۶-۳۴۷، مفاتیح الغیب: ۶/۱۷۲-۱۷۳) ترمذی کی روایت میں خود تمیم داری نے اس واقعہ کی تفصیل اس وقت بیان فرمائی، جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔(باب من سورۃ المائدۃ، حدیث نمبر: ۳۰۵۹) اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے۔(۱) یہ کہ جب آدمی کی موت کا وقت آجائے اور وہ اپنے مال کے بارے میں کسی کو وصی ونگراں بنانا چاہے تو معتبر مسلمانوں کو اس پر گواہ بنالینا چاہئے۔اگر سفر کی حالت ہو، مسلمان وہاں پر میسر نہ ہوں تو دو غیر مسلموں کو بھی وصی اور ذمہ دار نامزد کیا جا سکتا ہے۔(۲) اگر مرنے والے کے ورثہ کو ان لوگوں کے بیان پر اعتماد ہو، تب تو قسم کی ضرورت نہیں؛ لیکن اگر انہیں شبہ ہو تو انہیں حق ہے کہ وہ ان دونوں سے قسمیہ بیان لیں کہ ہم اس میں کچھ چھپا نہیں رہے ہیں؛ یہاں تک کہ جن دو آدمیوں کو ذمہ دار بنایا گیا ہے وہ باہم رشتہ دار ہیں تو یہ بھی کہیں کہ ہم اس میں قرابت داری کی بنیاد پر ایک دوسرے کی بات کو چھپا نہیں رہے ہیں۔نیز قسم کو مضبوط کرنے کے لئے ان کو یہ بھی حق ہے کہ وہ نماز کے بعد اس طرح کی قسم لیں، بعض فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے عصر کی نماز مراد ہے؛ کیوں کہ یہ وقت اکثر قوموں کے نزدیک عبادت کا ہوتا ہے اور مقدس سمجھا جاتا ہے۔اس طرح نماز کا وقت اور مسجد کا مقام انہیں جھوٹ بولنے سے روک سکے گا۔

اگر غیر مسلم ہوں تو ان سے ان کی عبادت کے وقت میں قسم لی جائے۔ (۳) اگر ان کے قسم کھانے کے بعد ان کے جھوٹ پر کوئی اور ثبوت مل جائے تو ورثاء ثبوت کو پیش کرتے ہوئے قسم کھائیں۔ ایسی صورت میں ان کی بات قابلِ قبول ہوگی اور پہلے لوگوں کی قسم رد کردی جائے گی۔ ایک قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اس آیت میں اگرچہ لفظ 'شہادت' (گواہی) کا استعمال کیا گیا ہے؛ لیکن اصل میں مراد اس سے نگران اور وصی بنانا ہے، جو غیر مسلم کو بھی بنایا جاسکتا ہے؛ اس لئے یہ آیت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کی گواہی معتبر ہے، گو بعض فقہاء نے بہ حالت مجبوری مسلمانوں کے معاملات میں غیر مسلم کی گواہی کو اسی آیت کی روشنی میں معتبر مانا ہے؛ لہٰذا جہاں مسلمانوں کی آبادی بہت تھوڑی ہو اور ایسے واقعات پیش آجائیں تو اس رائے سے بھی فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

درس نمبر (۵۳۸) المائدہ: ۱۰۹۔۱۱۰

جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کریں گے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۰۹ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَ الِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَوْمَ جس دن يَجْمَعُ اللّٰهُ اللہ جمع کرے گا الرُّسُلَ رسولوں کو فَيَقُوْلُ پھر کہے گا مَاذَا کیا أُجِبْتُمْ جواب دیئے گئے تھے تم قَالُوْا وہ کہیں گے لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں علم نہیں إِنَّكَ بے شک أَنْتَ تو ہی عَلَّامُ خوب جاننے والا ہے الْغُيُوْبِ غیبوں کا ○ إِذْ جس وقت قَالَ کہے گا اللّٰهُ اللہ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ ابنِ مریم! اذْكُرْ تو یاد کر نِعْمَتِيْ میری نعمت (جو ہوئی) عَلَيْكَ تجھ پر وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اور تیری والدہ پر إِذْ جب أَيَّدْتُّكَ میں نے تجھے قوت دی بِرُوْحِ الْقُدُسِ روح القدس کے ساتھ تُكَلِّمُ تو کلام کرتا تھا النَّاسَ لوگوں سے فِي الْمَهْدِ گود میں وَكَهْلًا اور پختہ عمر میں وَإِذْ اور جب عَلَّمْتُكَ میں نے تجھے تعلیم دی الْكِتَابَ کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور حکمت کی وَالتَّوْرَاةَ اور تورات کی وَالْإِنْجِيْلَ اور انجیل کی وَإِذْ اور جب تَخْلُقُ تو بناتا تھا مِنَ الطِّيْنِ گارے سے كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ پرندے کی مانند بِإِذْنِيْ میرے حکم سے فَتَنْفُخُ پھر تو پھونک مارتا تھا فِيْهَا اس میں فَتَكُوْنُ تو وہ ہوجاتا طَيْرًا پرندہ بِإِذْنِيْ میرے حکم سے وَتُبْرِئُ اور تو تندرست کرتا تھا الْأَكْمَهَ پیدائشی نابینے کو وَالْأَبْرَصَ اور برص والے کو بِإِذْنِيْ میرے حکم سے وَإِذْ اور جب تُخْرِجُ تو (زندہ) نکالتا تھا الْمَوْتٰى

مردوں کو بِإِذْنِي میرے حکم سے وَإِذْ اور جب كَفَفْتُ میں نے روکا بَنِي إِسْرَائِيلَ بنی اسرائیل کو عَنكَ تجھ سے إِذْ جب جِئْتَهُمْ توان کے پاس لایا تھا بِالْبَيِّنَاتِ واضح دلیلیں فَقَالَ تو کہا تھا الَّذِينَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَفَرُوا کفر کیا مِنْهُمْ ان میں سے إِنْ هَٰذَا یہ نہیں ہے إِلَّا مگر سِحْرٌ مُّبِينٌ ظاہر جادو

ترجمہ: وہ دن یاد رکھنے کے لائق ہے جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں، تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے O جب اللہ عیسیٰ سے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس یعنی جبرئیل سے تمہاری مدد کی، تم گود میں اور جوان ہو کر بھی لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے مٹی کے پرندے کی شکل بناتے، پھر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جاتا تھا اور پیدائشی اندھے کو اور برص کی بیماری والے کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر کے قبر سے نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا جب تم ان کے پاس کھلے ہوئے نشان لے کر آئے تو جو ان میں سے کافر تھے کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا اور پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں، پوشیدہ باتوں کا تمام تر علم تو آپ ہی کے پاس ہے۔

۲۔ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! تم میرا انعام یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیا تھا، جب میں نے روح القدس کے ذریعہ تمہاری مدد کی تھی۔

۳۔ تم لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرتے تھے اور بڑی عمر میں بھی۔

۴۔ اور جب میں نے تمہیں کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دی تھی۔

۵۔ جب تم میرے حکم سے گارا لے کر اس سے پرندے کی جیسی شکل بناتے تھے، پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جاتا تھا۔

۶۔ اور تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے۔

۷۔ اور جب تم میرے حکم سے مُردوں کو زندہ نکال کر کھڑا کر دیتے تھے۔

۸۔ اور جب میں نے بنی اسرائیل کو اس وقت تم سے دور رکھا جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔

۹۔ اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔

اس دنیا کی مدت جب ختم ہو جائے گی تو اس دنیا کا خالق و مالک ایک عظیم دن کا وجود بخشے گا جس دن کو قیامت کا دن کہا جاتا ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے سارے ہی انسانوں کو جمع کیا جائے گا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹ میں اس کا ذکر یوں ہے: رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ اے

ہمارے رب! آپ یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والے ہیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۷ میں یوں ہے: لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وہ تم سب کو یقیناً قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ جس دن دنیا کے سارے انسانوں کو جمع کیا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ ان رسولوں اور نبیوں کو بھی جمع کرے گا جن کو ان انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا اور ان رسولوں سے اللہ تعالیٰ ایک سوال یہ کریں گے کہ جن قوموں کو تم نے دعوتِ حق دی ان قوموں نے تمہیں کیا جواب دیا؟ سارے ہی انبیاء یہ جواب دیں گے کہ حقیقت کا علم تو ہمیں نہیں ہے، غیب کا علم جاننے والے تو حقیقت میں آپ ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے اس جواب کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم کو تو صرف ظاہر کا علم ہے، حقیقت میں لوگوں کے دلوں کا حقیقی علم تو آپ کو ہے کہ ان کے دل میں ایمان تھا یا کفر و شرک تھا؟

قیامت کے دن بطور خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ خطاب کرتے ہوئے فرمائیں گے کہ تم میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ مریم پر کی تھی۔ تمہاری والدہ پر یہ انعام کیا تھا کہ جب تمہاری ماں مریم حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں تو غیب سے ان کے پاس پھل آتے تھے۔ تمہاری ماں مریم کو ہم نے پاک وصاف رکھا۔ بغیر باپ کے انہیں فرزند عطا کیا اور اے عیسیٰ! ہمارا انعام واحسان تم پر یہ ہوا کہ تم کو ہماری برگزیدہ بندی مریم کے بطنِ مبارک سے پیدا کیا۔ بنی اسرائیل کی سازشوں سے تمہاری حفاظت فرمائی۔ گہوارہ میں بولنے کی قوت وطاقت ہم نے تم کو عطا کی۔ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ علم وحکمت عطا کی۔ تورات وانجیل کا علم تمہیں دیا گیا۔ حضرت جبرئیل روح القدس کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی گئی اور تمہیں وہ کھلے معجزات عطا کئے گئے جو یقیناً حیرتناک تھے۔ مٹی کے گارے سے تم پرندہ کی شکل کی چیز بنا کر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ حقیقت میں پرندہ بن کر اڑ جاتی تھی۔ تم مادر زاد نابینا پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ بینا ہو جاتا تھا۔ تم کوڑھی کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ بالکل تندرست ہو جاتا تھا۔ تم قبروں پر جا کر مُردہ کو یوں آواز دیتے تھے کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کہ اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ وہ مُردہ زندہ ہو کر نکل آتا تھا۔ ہم نے تمہیں یہ معجزہ بھی دیا تھا کہ لوگ جو گھروں میں کھاتے پیتے اور ذخیرہ بنا کر رکھتے تھے، تم انہیں بتلا دیتے تھے کہ وہ کیا کھا پی کر اور ذخیرہ کر کے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ساری نعمتیں ہیں جو تم پر ہوئیں اور جب تمہارے قتل کے ارادے سے آپ کے دشمن آئے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ احسان کیا کہ تم کو آسمانوں پر اٹھا لیا۔ تمہارے اس قدر معجزات کے باوجود تمہاری قوم نے ان ساری چیزوں کو جادو قرار دیا اور گمراہی کے دلدل میں پھنسے رہے۔

درس نمبر (۵۳۹) اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو المائدہ: ۱۱۱۔تا۔۱۱۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ الربع

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب أَوْحَيْتُ الہام کیا میں نے إِلَى الْحَوَارِيِّينَ حواریوں کو أَنْ آمِنُوا کہ ایمان لاؤ بِي مجھ پر وَبِرَسُولِي اور میرے رسول پر قَالُوا (تو) انہوں نے کہا آمَنَّا ہم ایمان لائے وَاشْهَدْ اور تو گواہ رہ بِأَنَّنَا کہ بے شک ہم مُسْلِمُونَ فرمانبردار ہیں○ إِذْ قَالَ جب کہا الْحَوَارِيُّونَ حواریوں نے يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ ابن مریم! هَلْ يَسْتَطِيعُ کیا طاقت رکھتا ہے رَبُّكَ تیرا رب أَنْ يُنَزِّلَ کہ نازل کرے عَلَيْنَا ہم پر مَائِدَةً دسترخوان مِّنَ السَّمَاءِ آسمان سے قَالَ اس (عیسیٰ) نے کہا اتَّقُوا اللَّهَ تم اللہ سے ڈرو إِن اگر كُنتُم ہو تم مُّؤْمِنِينَ مومن○ قَالُوا انہوں نے کہا نُرِيدُ ہم چاہتے ہیں أَن نَّأْكُلَ کہ ہم کھائیں مِنْهَا اس میں سے وَتَطْمَئِنَّ اور مطمئن ہو جائیں قُلُوبُنَا ہمارے دل وَنَعْلَمَ اور ہم جان لیں أَن یہ کہ قَدْ تحقیق صَدَقْتَنَا تو نے ہم سے سچ کہا وَنَكُونَ اور ہم ہو جائیں عَلَيْهَا اس پر مِنَ الشَّاهِدِينَ شہادت دینے والوں میں سے

ترجمہ: اور جب میں نے حواریوں کی طرف حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ، وہ کہنے لگے کہ پروردگار! ہم ایمان لائے آپ گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں○ وہ قصہ بھی یاد کرو جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل کرے؟ فرمایا کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو○ وہ بولے کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل تسلی پائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس خوان کے نزول پر گواہ رہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

۲۔ جب حواریوں نے کہا تھا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتارے۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

۴۔ حواریین نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور اس کے ذریعہ ہمارے دل پوری طرح مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے ہم سے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں شامل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ پاک پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں پر بھی ایمان لائیں۔ اس حکم کے جواب میں ان حواریین نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ ہمارے فرمانبردار ہونے کے گواہ بن جائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب حواریین کا ذکر سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۲ میں بھی ہے فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا

مُسۡلِمُونَ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والے کون ہیں؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم تابع دار ہیں۔ سورۂ صف کی آیت نمبر۱۴ میں بھی ان حواریین کا تذکرہ یوں موجود ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ کَمَا قَالَ عِیسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیِّینَ مَنْ أَنصَارِی إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِیُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت مریم (علیہا السلام) کے بیٹے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں۔

یہاں حواریین کے اس مطالبہ کا بھی تذکرہ ہے جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ هَلۡ یَسۡتَطِیۡعُ رَبُّکَ أَنۡ یُّنَزِّلَ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ کیا آپ کا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے مائدہ یعنی دسترخوان نازل فرمائے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعدد معجزات جو یقیناً حیران کن تھے، یہ معجزات ان کی قوم کے لئے کافی تھے کہ ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لے آتے۔ مگر حواریین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے اس معجزہ کے بارے میں مطالبہ کیا کہ کیا آپ کا رب آسمان سے ہمارے لئے مائدہ یعنی خوان نازل کر سکتا ہے جس میں پکا پکایا کھانا موجود ہو؟ حواریین کا یہ سوال گستاخانہ اور نامناسب تھا۔ وہ یوں کہہ سکتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ وہ ہم پر مائدہ نازل کرے۔ مگر انہوں نے جو جملہ کہا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف تھا کہ کیا تمہارا رب یوں کر سکتا ہے کہ آسمان سے مائدہ نازل فرمائے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں ناگواری کے ساتھ یہ جواب دیا کہ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ تم سب اللہ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ اپنی طرف سے کسی معجزہ کی فرمائش کرے۔ گزری ہوئی قوموں نے ایسی فرمائشیں کیں اور ان کی فرمائشوں کو پورا کرنے کے باوجود وہ ایمان نہ لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت کے جواب میں ان حواریین نے یہ کہا کہ نُرِیۡدُ أَنۡ نَّأۡکُلَ مِنۡهَا وَتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُنَا وَنَعۡلَمَ أَنۡ قَدۡ صَدَقۡتَنَا وَنَکُوۡنَ عَلَیۡهَا مِنَ الشَّاهِدِیۡنَ اس سوال سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان بھی ہو جائے اور عین الیقین کے طور پر ہم کو یہ معلوم بھی ہو جائے کہ آپ نے جو کچھ ہم سے فرمایا ہے وہ سب کچھ درست اور سچ ہے۔ حواریین نے یہ بھی کہا کہ اس مائدہ کے نازل ہونے کا یہ بھی فائدہ ہوگا کہ جن لوگوں نے اس کو نہیں دیکھا ہوگا ہم ان کے لئے گواہی دینے والوں میں سے بن جائیں گے۔

درس نمبر (۵۴۰) آسمان سے مائدہ کا نزول المائدہ: ۱۱۴۔۱۱۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنۡکَ ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیۡ مُنَزِّلُهَا عَلَیۡکُمۡ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بَعۡدُ مِنۡکُمۡ فَاِنِّیۡۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۱۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ کہا عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ عیسیٰ ابن مریم نے اللّٰهُمَّ اے اللہ! رَبَّنَا اے ہمارے رب!

أَنْزِلْ نازل فرما عَلَيْنَا ہم پر مَآئِدَةً دسترخوان مِّنَ السَّمَاءِ آسمان سے تَكُونُ (کہ) وہ بن جائے لَنَا ہمارے لیے عِيداً عید لِّأَوَّلِنَا ہمارے پہلوں کیلئے وَآخِرِنَا اور ہمارے بعدوالوں کیلئے وَآيَةً اور نشانی مِّنكَ تیری طرف سے وَارْزُقْنَا اور ہمیں رزق دے وَأَنتَ اور تو خَيْرُ الرَّازِقِينَ بہترین رزق دینے والا ہے ○ قَالَ اللّٰهُ اللہ نے فرمایا إِنِّي بے شک میں مُنَزِّلُهَا وہ نازل کروں گا عَلَيْكُمْ تم پر فَمَن پھر جو شخص يَكْفُرْ کفر کرے گا بَعْدُ (اس کے) بعد مِنكُمْ تم میں سے فَإِنِّي تو بالضرور میں أُعَذِّبُهُ عذاب دوں گا اس کو عَذَاباً ایسا عذاب لَّا أُعَذِّبُهُ کہ میں عذاب نہیں دوں گا (ویسا) أَحَداً کسی اور کو مِّنَ الْعَالَمِينَ جہانوں میں سے

ترجمہ: تب عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لئے وہ دن عید قرار پائے یعنی ہمارے اگلوں اور پچھلوں سب کے لئے اور وہ تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور تو بہترین رزق دینے والا ہے ○ اللہ نے فرمایا میں تم پر ضرور خوان نازل فرماؤں گا مگر جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا اسے ایسا عذاب دوں گا کہ اہلِ عالم میں کسی کو ایسا عذاب نہ دوں گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار دیجئے جو ہمارے لئے اور ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے ایک خوشی کا موقع بن جائے اور آپ کی طرف سے نشانی ہو جائے اور ہمیں یہ نعمت عطا فرمایئے اور آپ سب سے بہتر عطا فرمانے والے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اس درخواست کے جواب میں فرمایا کہ بیشک میں تم پر وہ خوان اتار دوں گا۔

۳۔ لیکن اس کے بعد تم میں سے جو شخص بھی کفر کرے گا اس کو میں ایسی سزا دوں گا جو دنیا جہاں کے کسی بھی شخص کو نہیں دوں گا؟

حواریین کے اس مطالبہ کے بعد کہ ان پر آسمان سے مائدہ یعنی پکا پکایا کھانا اتارا جائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یوں کہا رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيداً لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما دیجئے جو ہمارے موجودہ لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور آپ ہمیں عطا فرمایئے اور آپ تمام عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر عطا کرنے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ میں تم پر دسترخوان اتارنے والا ہوں، لیکن ایک بات تمہیں معلوم ہونی چاہئے کہ فَمَن يَكْفُرْ بَعْدُ مِنكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَاباً لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَداً مِّنَ الْعَالَمِينَ جو کوئی تم میں سے اس دسترخوان کے اتر جانے کے بعد ناشکری کرے گا اس کو وہ عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو بھی نہیں دوں گا۔

ان آیتوں میں یہ ساری تفصیلات ہیں کہ حواریین نے دسترخوان کا مطالبہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ

سے دعا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی دیا کہ میں دسترخوان نازل کروں گا۔لیکن ان آیات میں وضاحت کے ساتھ یہ بات موجود نہیں ہے کہ وہ مائدہ نازل ہوا یا نہیں؟ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ وہ مائدہ نازل ہی نہیں ہوا اور بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی ان آیتوں کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ وہ مائدہ نازل ہوا اور بعض احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ مائدہ نازل ہوا۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان سے مائدہ نازل کیا گیا تھا۔اس میں روٹی اور گوشت تھا۔ان کو حکم تھا کہ وہ خیانت نہ کریں اور کل کے لئے ذخیرہ کر کے نہ رکھیں۔لیکن ان لوگوں نے خیانت بھی کی اور ذخیرہ بھی بنا کر رکھا۔لہٰذا وہ بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے گئے۔(تفسیر الرازی)

ان آیات سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہر نعمت پر شکر ادا کریں اور ناشکری سے گریز کریں۔اللہ تعالیٰ کو شکر گزار بندے محبوب ہیں اور ناشکری کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بالکل ناپسند ہیں۔رب ذوالجلال کا دستور ہے کہ جو اس کی نعمتوں پر شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں میں اضافہ کرتے ہیں۔سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۷ میں یہ آفاقی قانون بتلایا گیا کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرو گے تو اور زیادہ دوں گا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر ناشکری کرو گے تو یہ جان لو کہ میرا عذاب سخت ہے۔قومِ سبا نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خصوصی نعمتوں پر ناشکری کی۔اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے بارے میں سورۂ سبا کی آیت نمبر ۱۷ میں فرمایا ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِيْ إِلَّا الْكَفُوْرَ ان کی ناشکری کی وجہ سے ہم نے ان کو بدلہ دیا اور ہم ناشکری کرنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔

درس نمبر (۵۴۱) ## اللہ تعالیٰ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے ## المائدہ: ۱۱۶۔۱۱۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قَالَ کہے گا اللّٰهُ اللہ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ ابنِ مریم! أَأَنْتَ کیا تو نے قُلْتَ کہا تھا لِلنَّاسِ لوگوں کو اتَّخِذُوْنِيْ (کہ) بنالو مجھے وَأُمِّيَ اور میری ماں کو إِلٰهَيْنِ دو معبود مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا قَالَ (تو) وہ (عیسیٰ) کہے گا سُبْحَانَكَ تو پاک ہے مَا يَكُوْنُ لائق نہیں تھا لِيْ میرے لئے أَنْ أَقُوْلَ کہ میں کہوں مَا وہ (بات) جس کا لَيْسَ نہیں لِيْ مجھے بِحَقٍّ کوئی حق إِنْ اگر كُنْتُ ہوں میں قُلْتُهٗ (کہ) کہی ہے میں نے یہ بات فَقَدْ تو یقیناً عَلِمْتَهٗ تو جانتا ہے اس کو تَعْلَمُ تو جانتا ہے مَا جو فِيْ نَفْسِيْ میرے دل میں ہے وَلَا أَعْلَمُ اور میں نہیں جانتا مَا جو فِيْ نَفْسِكَ تیرے نفس میں ہے إِنَّكَ أَنْتَ بلاشبہ تو ہی عَلَّامُ خوب جاننے والا ہے الْغُيُوْبِ غیبوں کا ○ مَا قُلْتُ میں نے نہیں کہا تھا لَهُمْ ان سے إِلَّا مگر مَا

وہی جو أَمَرْتَنِیْ تو نے مجھے حکم دیا تھا بِہٖ اس کا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ کہ تم عبادت کرو اللہ کی رَبِّیْ میرے رب کی وَرَبَّکُمْ اور اپنے رب کی وَکُنتُ اور میں تھا عَلَیْھِمْ ان پر شَھِیْدًا نگران مَّا دُمْتُ جب تک میں رہا فِیْھِمْ ان میں فَلَمَّا پھر جب تَوَفَّیْتَنِیْ تو نے اٹھالیا مجھے کُنتَ أَنتَ تو تو ہی تھا الرَّقِیْبَ نگہبان عَلَیْھِمْ ان پر وَأَنتَ اور تو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ ہر ایک چیز پر شَھِیْدٌ مطلع ہے

ترجمہ: اور اس وقت کو بھی یاد رکھو جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں، اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا کیونکہ جو بات میرے جی میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے جی میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔ بیشک تو علام الغیوب ہے O میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کے حالات کی خبر رکھتا رہا پھر جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ دو معبود بناؤ۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ ہم تو آپ کی ذات کو شرک سے پاک سمجھتے ہیں۔ میری مجال نہیں تھی کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔

۳۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جاتا۔

۴۔ آپ وہ باتیں جانتے ہیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہیں۔

۵۔ اور میں آپ کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا۔

۶۔ یقیناً آپ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

۷۔ میں نے تو صرف انہیں یہ کہا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

۸۔ جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا میں ان کے حالات سے واقف رہا۔

۹۔ جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ خود ان کے نگران رہے۔

۱۰۔ آپ تو ہر چیز کے گواہ ہیں۔

جب قیامت کے دن سارے لوگ جمع ہو جائیں گے جس میں یہود، نصاریٰ، مشرک، کافر، منافق، مسلمان، مجوسی وغیرہ سب کے سب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کریں گے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا معبود بنا لو یعنی کیا تم نے ان لوگوں کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرو؟ اس سوال کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی بات یہ کہیں گے کہ اے میرے اللہ! آپ تو

ان ساری چیزوں سے بالکل پاک ہیں۔ ہر قسم کے شرک سے آپ بالکل پاک ہیں۔

دوسری بات یہ کہیں گے کہ یہ بات میرے شان کے خلاف ہے کہ میں شرک کی دعوت دوں۔ میں تو آپ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول ہوں۔ آپ کی روح اور کلمہ ہوں۔ اس قدر آپ کے مجھ پر احسانات کی بارش ہے کہ آپ نے ایسے ایسے معجزات مجھے عطا کئے جو بے مثال ہیں۔ ان سب حقیقتوں کے باوجود کیا میری زبان سے یہ جملہ نکل سکتا ہے؟ یہ تو میرے شان کے خلاف ہے کہ میں ایسی ناپاک بات کہوں۔

تیسری بات یہ کہیں گے کہ اگر واقعی یہ بات میں لوگوں سے کہا ہوتا تو آپ کو اس کا ضرور علم ہوتا، چونکہ آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ میں نے یہ بات کہی بھی نہیں ہے۔

چوتھی بات یہ کہیں گے کہ میرے دل میں جو کچھ ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ جب آپ میرے دل کی ساری باتوں کو جانتے ہیں تو میری زبان سے نکلی ہوئی بات کو تو جانتے ہی ہیں۔

پانچویں بات یہ کہیں گے کہ آپ کے دل میں جو بات ہے ظاہر ہے کہ میں وہ بات نہیں جانتا۔ سمندر کو قطرہ کی حقیقت معلوم ہے، لیکن قطرہ کو سمندر کی حقیقت کا کیا علم ہوگا۔

چھٹویں بات یہ کہیں گے کہ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ آپ تو غیبوں کو جاننے والے ہیں۔ ہم تو صرف سامنے کی چیزوں کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔ آپ کی شان تو اس قدر اعلیٰ و بالا ہے کہ آپ ہر بات سے باخبر ہیں، حاضر اور غائب کا کوئی فرق آپ کیلئے نہیں ہے۔ آپ جس طرح حاضر کو جانتے ہیں اسی طرح بغیر کسی فرق کے غائب کو بھی جانتے ہیں۔

ساتویں بات یہ کہیں گے کہ میں نے میری قوم سے اور کچھ بھی نہیں کہا ہے وہی کہا ہے جس کا آپ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

آٹھویں بات یہ کہیں گے کہ میں جب تک میری قوم کے درمیان رہا میری قوم کے حالات سے باخبر تھا۔

نویں بات یہ کہیں گے کہ جب آپ نے آسمانوں پر مجھے اٹھالیا تو میری کوئی ذمہ داری ہی نہ تھی، اس قوم کے نگران تو بس آپ ہی تھے۔

دسویں بات یہ کہیں گے کہ آپ تو ہر چیز کے گواہ ہیں، سب سے بہتر گواہی تو آپ ہی کی گواہی ہے۔

درس نمبر (۵۴۲) **قیامت کے دن سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا** المائدہ: ۱۱۸۔۱۱۹۔۱۲۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۱۸ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۱۹ لِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۲۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنْ اگر تُعَذِّبْهُمْ تو ان کو عذاب دے فَاِنَّهُمْ تو بے شک وہ عِبَادُکَ تیرے بندے ہیں وَاِنْ

اوراگر تَغۡفِرۡ تو بخش دے لَهُمۡ ان کو فَإِنَّکَ أَنتَ تو بلاشبہ تو ہی ہے الۡعَزِيۡزُ زبردست الۡحَکِيۡمُ خوب حکمت والا O قَالَ فرمائے گا اللّٰهُ اللہ هَذَا یہ يَوۡمُ دن ہے يَنفَعُ نفع دے گا الصَّادِقِيۡنَ سچوں کو صِدۡقُهُمۡ ان کا سچ لَهُمۡ ان کیلئے جَنَّاتٌ ایسے باغات ہیں تَجۡرِیۡ کہ بہتی ہیں مِن تَحۡتِهَا ان کے نیچے الۡأَنۡهَارُ نہریں خَالِدِيۡنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيۡهَا ان میں أَبَداً ہمیشہ رَّضِیَ راضی ہوا اللّٰهُ اللہ عَنۡهُمۡ ان سے وَرَضُواۡ اور وہ راضی ہوئے عَنۡهُ اس سے ذٰلِکَ یہی ہے الۡفَوۡزُ کامیابی الۡعَظِيۡمُ بہت بڑی O لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہے مُلۡکُ بادشاہی السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی وَالۡأَرۡضِ اورزمین کی وَمَا اور جو کچھ فِيۡهِنَّ ان میں ہے وَهُوَ اور وہ عَلَی کُلِّ شَيۡءٍ ہر چیز پر قَدِيۡرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ: اگرتو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تیری مہربانی ہے، اسلئے کہ تو ہی غالب ہے حکمت والا ہے O اللہ فرمائے گا کہ آج وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی ہی فائدہ دے گی، انکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ وہ ان میں بستے رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے O آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ تو آپ کے بندے ہیں۔

۲۔ اور اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو یقیناً آپ کا اقتدار بھی کامل ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا۔ ان کے لئے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور یہ اس سے خوش ہیں، یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

۵۔ تمام آسمانوں اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے ان سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔

۶۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاص انداز میں اپنی قوم کی اللہ تعالیٰ سے سفارش کر رہے ہیں کہ اے میرے پروردگار! اگر آپ میری اس قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرلیں تو آپ کو آپ کے ارادے سے کون روک سکتا ہے؟ یہ تو آپ کے بندے ہیں، آپ رب ذوالجلال ہیں، آپ کی حکومت ان بندوں پر چلے گی ۔ اگر آپ ان سب کو معاف کر دیں تو آپ کو کونسی طاقت مغلوب کرسکتی ہے؟ آپ تو صاحبِ اقتدار ہیں اور آپ کا اقتدار بھی اعلیٰ اور کامل ہے اور آپ کا ہر عمل اور ہر حکم اور ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہے۔ آپ کی حکمت بھی کامل اور آپ کا اقتدار بھی کامل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوگا هَـٰذَا يَوۡمُ يَنفَعُ الصَّادِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کی سچائی نفع دے گی۔ جن انبیاء کرام علیہم السلام نے اور ان کے علاوہ امت کے جن سعادتمند

افراد نے اپنے ایمان میں اور اپنے اعمال میں سچائی دکھلائی، ان کی یہ سچی زندگی قیامت کے دن ان کو نفع پہنچائے گی۔ یہ قادر مطلق کا بنایا ہوا دستور ہے جس دستور کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ دنیا میں سچائی کی زندگی گزارنے والے کو ان کی سچائی قیامت کے دن فائدہ پہنچائے گی۔ ایسے سچے لوگوں کو جو بدلہ ملے گا وہ اس شکل میں ملے گا کہ ایسے باغات میں انہیں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں ہوں گی، دودھ کی نہریں، شراب کی نہریں، پانی کی نہریں، شہد کی نہریں، جن میں چند دنوں یا مہینوں یا سالوں کے لئے داخل نہیں ہوں گے بلکہ ان کے لئے رب ذوالجلال کی طرف سے ہمیشہ رہنے کا انتظام کر دیا جائے گا اور یہ نیک اور سعادتمند افراد اس اعلیٰ سطح پر ہوں گے کہ ایک طرف تو اللہ ان سے راضی اور خوش رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں بطور جزاو انعام ان کو ملیں گی ان پر یہ بھی اللہ سے راضی اور خوش رہیں گے اور جس کو یہ مقامِ بلند مل گیا یہی بڑی کامیابی ہے۔ دنیا کی ہزاروں کامیابیوں پر بھاری یہ کامیابی ہے جو عارضی نہیں بلکہ ابدی ودائمی ہے۔

یہ بات بندے کے ذہن میں رہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں اقتدار بدلتے رہتے ہیں۔ ظاہری طور پر کسی ملک کا صدر، وزیراعظم کوئی آ رہا ہے اور جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ساری ملکیت تو بس اللہ ہی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت وطاقت رکھتا ہے۔

الحمدللہ، بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۴۴۱ھ بروز چہارشنبہ سورۂ مائدہ کی تکمیل ہوئی۔

سورۃ الانعام مَكِّيَّةٌ

یہ سورت بیس رکوع اور ۱۶۵ آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر (۵۴۳) آسمان اور زمین، تاریکی اور روشنی کی تخلیق الانعام: ۱۔۲۔۳

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہیں الَّذِیْ جس نے خَلَقَ پیدا کیے السَّمَاوَاتِ آسمان وَالْاَرْضَ اور زمین وَجَعَلَ اور بنائے الظُّلُمَاتِ اندھیرے وَالنُّوْرَ اور روشنی ثُمَّ پھر الَّذِیْنَ وہ لوگ جنھوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ یَعْدِلُوْنَ (اوروں کو) برابر ٹھہراتے ہیںO هُوَ وہی ہے الَّذِیْ جس نے خَلَقَكُمْ تمہیں پیدا کیا مِّنْ طِیْنٍ مٹی سے ثُمَّ پھر قَضٰی اس نے مقرر کیا أَجَلًا ایک وقت وَأَجَلٌ اور (قیامت کا) ایک وقت مُّسَمًّی معین ہے عِنْدَهٗ اس کے ہاں ثُمَّ پھر (بھی) أَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ تم شک

کرتے ہوO وَهُوَ اور وہی ہے اللّٰهُ اللہ فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَفِي الْاَرْضِ اور زمین میں يَعْلَمُ وہ جانتا ہے سِرَّكُمْ تمہارا پوشیدہ وَجَهْرَكُمْ اور تمہارا ظاہر وَيَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا جو کچھ تَكْسِبُوْنَ تم کماتے ہو

ترجمہ: ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے اور روشنی بنائی پھر بھی کافر دوسری ہستیوں کو اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیںO وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر مرنے کا ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مدت اس کے ہاں اور مقرر ہے، پھر بھی اے کافرو! تم اس بارے میں شک کرتے ہوO اور آسمان اور زمین میں وہی اللہ تو ہے، وہ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے اور تم جو کام کرتے ہو وہ سب سے واقف ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ساری تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا۔

۲۔ اسکے باوجود کافر دوسروں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

۳۔ وہی ہے وہ اللہ جس نے تم کو کیچڑ سے پیدا کیا، پھر ایک اجل مقرر فرمائی۔

۴۔ اللہ کے پاس ایک اجل مقرر ہے پھر بھی تم شک کرتے ہو۔

۵۔ وہی ہے وہ اللہ جو آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔

۶۔ وہ تمہارے باطنی حالات کو بھی جانتا ہے اور ظاہری حالات کو بھی اور جو عمل بھی تم کرتے ہو وہ جانتا ہے۔

سورۂ اَنعام مکی سورت ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سورت کو یہ خاص اعزاز حاصل ہے کہ جب یہ سورت آسمان سے زمین کی جانب رخصت ہو رہی تھی تو اس کو لاتعداد فرشتوں نے رخصت کیا، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب سورۂ انعام نازل ہوئی تو رسولِ رحمت ﷺ نے سبحان اللہ کہا اور فرمایا کہ اس سورت کو اتنے فرشتوں نے رخصت کیا جنہوں نے افق یعنی آسمان کے کناروں کو بھر دیا۔ (الدرالمنثور) بعض روایتوں میں ہے کہ ستّر ہزار فرشتوں نے اس سورت کو آسمان سے رخصت کیا۔

اَنعام کے معنی اچوپائے یعنی جانور کے ہیں چونکہ اس سورت میں چوپایوں کا تذکرہ اور ان سے متعلق احکامات ہیں اس لئے اس سورت کا نام اَنعام ہے۔ اگر بندۂ مومن تمام مخلوقات کو جو اسکی نگاہوں کے سامنے ہیں غور کرے تو محسوس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، قوت وطاقت کے کس قدر مناظر اس دنیا میں موجود ہیں؟ ربِ ذوالجلال کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں دو چیزیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں، زمین اور آسمان۔ قرآن مجید میں زمین اور آسمان کا تذکرہ متعدد مرتبہ ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۹ میں یوں ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۱ میں یوں فرمایا: بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے یہ بلند آسمان اور یہ زمین صرف چھ دن میں پیدا کی گئیں۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ بیشک تمہارا رب ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔ بندوں کو چاہیئے کہ زمین وآسمان کی تخلیق پر غور کریں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۵ میں اسی جانب توجہ دلائی گئی: اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۰ میں فرمایا گیا: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کی تبدیلی میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

سورۂ انعام کی پہلی آیت میں روشنی اور تاریکی کے بنائے جانے کا بھی تذکرہ ہے۔ جس طرح ہم زمین وآسمان کو دیکھ رہے ہیں اسی طرح روشنی اور تاریکی کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ پورا ملک جو روشن تھا چند منٹوں میں تاریک ہو گیا اور جو ملک تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا وہ بالکل روشن ہو گیا یہ بھی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ اس قدرت کے نظارہ کو سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۳ میں یوں بیان کیا گیا: یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ جن کا دل ایمان کی روشنی سے سرشار ہوتا ہے وہ اس روشنی اور تاریکی کے پیچھے اس رب کو تلاش کرتے ہیں جس نے اس دنیا میں روشنی اور تاریکی کا وجود بخشا۔ کائنات کی ان ساری چیزوں کو دیکھنے کے بعد ایک عقلمند انسان اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان سب کا خالق و مالک ایک اللہ ہے اور اگر اس نتیجہ سے محروم ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا رخ ایک اللہ سے ہٹ چکا ہے اور اس نے ایک اللہ کے برابر دوسرے معبودوں کو مقام دے کر بے وقوفوں میں اپنا شمار کر لیا ہے۔

زمین وآسمان نیز روشنی وتاریکی کے تذکرہ کے بعد انسان کی تخلیق کی بات کہی گئی کہ اے انسانو! ہم نے تمہیں مٹی کے گارے سے پیدا کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام راست مٹی سے پیدا ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی ساری نسل جو آج تک پیدا ہوئی اور قیامت تک پیدا ہوتی رہے گی یہ اپنے باپ کے توسط سے مٹی ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں یہ جملہ بھی قرآنِ مجید میں موجود ہے: خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (المومن:۶۷) اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ۱۱ میں فرمایا گیا کہ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا۔ سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۱۴ میں یوں فرمایا گیا: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ انسان کو اس نے بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری جیسی تھی۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۲۶ میں یوں فرمایا گیا کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ البتہ تحقیق ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ انسان کو پیدا کر کے ہمیشہ کیلئے زمین میں چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ اس کی موت کا ایک وقت مقرر کیا گیا۔ اسی حقیقت کو اس مختصر جملہ میں فرمایا کہ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا پھر اللہ تعالیٰ نے اجل مقرر کر دیا۔ یعنی ہر فرد کیلئے موت مقرر ہے۔ سورۂ منافقون کی

آیت نمبر ۱۱ میں موت کے سلسلہ میں فرمایا گیا: وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْساً إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جان کو مہلت نہیں دے گا جبکہ اس کی اجلِ مقرر آجائے۔ اجل کب ہے؟ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ اور وہ اجل اسی کے پاس مقرر ہے۔ اس اجل سے مراد قیامت کے دن صور پھونکے جانا اور قبروں سے اٹھائے جانا مراد ہے۔ ہر ایک کی انفرادی اجل اسکی موت ہے اور اجتماعی طور پر پوری دنیا کا اختتامی دن وہ قیامت کا دن ہے جس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ان تمام حقیقتوں کے باوجود کیا تم اللہ کی وحدانیت پر شک کرتے ہو؟ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ تم پھر بھی شک کرتے ہو۔ ہائے افسوس! اللہ تعالیٰ وہ قادرِ مطلق ربِ ذوالجلال ہے جو آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی ہے اور جو کچھ تم کرر ہے ہو وہ تمہاری ہر ہر حرکت سے باخبر ہے۔ وہ تمہارے ظاہر سے بھی باخبر ہے اور باطن سے بھی، تمہاری خلوت سے بھی واقف ہے اور تمہاری جلوت سے بھی، تمہارے علانیہ سے بھی واقف ہے اور چھپی ہوئی ہر بات سے بھی۔

درس نمبر (۵۴۴) انہوں نے اللہ کی آیتوں اور حق کو جھٹلایا الانعام: ۴۔۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا تَأْتِيْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ آيَةٍ کوئی آیت مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی آیات سے إِلَّا مگر كَانُوْا وہ ہوتے ہیں عَنْهَا اس سے مُعْرِضِيْنَ اعراض کرنے والے ○ فَقَدْ پس تحقیق كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا بِالْحَقِّ حق کو لَمَّا جب جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس فَسَوْفَ سو عنقریب يَأْتِيْهِمْ آئیں گی ان کے پاس اَنْۢبٰٓؤُا خبریں مَا اس چیز کی کہ كَانُوْا تھے وہ بِهٖ اس کے ساتھ يَسْتَهْزِءُوْنَ استہزاء کرتے

ترجمہ: اور اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان لوگوں کے پاس نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں ○ جب ان کے پاس حق آیا تو اس کو بھی انہوں نے جھٹلا دیا، ان کو ان چیزوں کا جن سے یہ ہنسی کرتے ہیں عنقریب انجام معلوم ہو جائے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب انکے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

۲۔ بلا شبہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس وہ حق آیا۔

۳۔ عنقریب آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ وہ اپنے غافل بندوں کو متنبہ کرنے اور غفلت سے بیدار کرنے کی غرض سے اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے پاس بھیجتا ہے۔ ایمان والے ان نشانیوں سے درس و عبرت

حاصل کرتے ہیں اور سنبھل جاتے ہیں اور اپنے ایمان کی تجدید کر لیتے ہیں اور جو کافر و مشرک ہوتے ہیں جن کے دل و دماغ میں نافرمانی، سرکشی اور ضد کا نشہ چڑھا ہوا ہوتا ہے وہ اس نشانی کے آنے کے باوجود منہ پھیر لیتے ہیں اور حق بات کو جھٹلا بیٹھتے ہیں۔ ایسے ہی محروم القسمت لوگوں کے بارے میں اس آیت میں بتلایا گیا کہ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ اور جب ان کے پاس انکے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ ان بدقسمت لوگوں نے حق کو جھٹلایا جب حق انکے پاس آیا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے اور جھٹلاتے ہیں یہ انجام بتلایا گیا کہ وہ ہمیشہ کیلئے دوزخی بن جائیں گے: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ:۳۹) سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴ میں اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے والوں کیلئے سخت عذاب کی وعید اس طرح سنائی گئی: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ کافروں نے حق بات کو جھٹلایا جب کہ حق انکے پاس آیا جبکہ آسمان کی جانب سے جو حق بات اتاری جاتی ہے اس حق کا حق یہ ہے کہ اس کو دل و جان سے قبول کر لیا جائے۔ جو اس حق بات کو قبول کر لیتے ہیں وہ ربِ ذوالجلال کے محبوب و پسندیدہ بندے قرار پاتے ہیں اور جو اس حق کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں انکی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو متعدد آیات میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا گیا: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ جو لوگ ایمان لے آئے وہ اپنے رب کی جانب سے اس کو حق سمجھتے ہیں۔ حق کا حق یہ ہے کہ اس کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کیا جائے اور اس حق کو بانگ دہل بتلا دیا جائے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ تمہیں تو خود اس کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان لوگوں کو وعید سنائی ہے جو حق بات کا مذاق اڑاتے ہیں کہ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ عنقریب آجائیں گے ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کا مذاق بنایا جا رہا ہے۔

ربِ ذوالجلال کا دستور ہے کہ جس کسی نے بھی آسمان سے اترے ہوئے حق کے ساتھ ہنسی مذاق کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا ہی میں اس کا برا انجام بتلا دیا۔ اس آیت سے یہ سبق لیا جائے کہ جب حق بات ہمارے کانوں پر پڑے تو اس کو ہم بسر و چشم قبول کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ ہماری زبان سے توہین یا گستاخی کا کوئی جملہ نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

درس نمبر (۵۴۵) ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کیا گیا الانعام: ۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ

مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ يَرَوْا کیاانہوں نے نہیں دیکھا كَمْ کتنی ہی أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ ایسی امتیں مَّكَّنَّاهُمْ (کہ) ہم نے ان کو طاقت دی فِي الْأَرْضِ زمین میں مَا وہ جو لَمْ نُمَكِّنْ ہم نے طاقت نہیں دی لَّكُمْ تمہیں وَأَرْسَلْنَا اورہم نے بھیجی السَّمَآءَ بارش عَلَيْهِمْ ان پر مِّدْرَارًا موسلادھار وَجَعَلْنَا اورہم نے بنائیں الْأَنْهَارَ نہریں تَجْرِیْ (کہ) وہ بہتی تھیں مِنْ تَحْتِهِمْ ان کے (گھروں کے) نیچے سے فَأَهْلَكْنَاهُمْ پھرہم نے ان کو ہلاک کردیا بِذُنُوْبِهِمْ بوجہ ان کے گناہوں کے وَأَنْشَأْنَا اورہم نے پیدا کیں مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قَرْنًا امتیں آخَرِيْنَ دوسری

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کردیا جن کے پاؤں ملک میں ایسے جمادیئے تھے کہ تمہارے پاؤں بھی ایسے نہیں جمائے اوران پر آسمان سے لگاتار مینہ برسایا اورنہریں بنادیں جوان کے مکانوں کے نیچے بہہ رہی تھیں پھران کوان کے گناہوں کے سبب ہلاک کردیا اوران کے بعداورامتیں پیدا کردیں

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔کیاانہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کردیا؟

۲۔ہم نے ان کوزمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جوتم کونہیں دیا۔

۳۔ہم نے ان پرزوردار بارشیں برسائیں اورہم نے نہریں بنادیں جوان کے نیچے جاری تھیں۔

۴۔پھرہم نے انکوان کے گناہوں کے سبب ہلاک کردیا۔

۵۔اوران کے بعددوسری امتیں ہم نے پیدا کردیں۔

ہمارا شمار آخری امت میں ہے اوراس آخری امت کی ہدایت کیلئے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کودنیا میں بھیجا گیا،اس امت سے پہلے متعدد امتیں گزریں اوران کی جانب متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا گیا۔ان قوموں میں سے بہت سی قوموں نے ان نبیوں کوجھٹلایا' انکارکیا اوران کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ بعضوں نے بعض نبیوں کوقتل بھی کردیا۔ آخری پیغمبر رسول عربی محمد مصطفیٰ ﷺ کوبھی مکہ کے مشرکین نے جھٹلایا،اورآپ ﷺ کوایذائیں بھی دیں اورمذاق بھی اڑایا۔ مکہ کے یہ مشرکین تجارت کی غرض سے ملکِ شام جایا آیا کرتے تھے اس سفرمیں مدینہ منورہ کے یہودیوں پرسے بھی ان کا گزرہوتا تھا۔ملکِ شام میں نصاریٰ آباد تھے۔ان یہودونصاریٰ سے جب مکہ کے مشرکین کی ملاقاتیں ہونے لگیں توانہیں گزری ہوئی قوموں کے واقعات کاعلم ہونے لگا۔یہ لوگ گزری ہوئی قوموں کی بربادی کے حالات بھی سنتے تھے بلکہ مکہ سے ملکِ شام آتے جاتے ان قوموں کی بربادی کواپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔حضرت صالح علیہ السلام کی قوم جوقومِ ثمود سے معروف ہے انہوں نے پہاڑوں سے تراش کرجوگھر بنائے تھے تبوک کے راستے میں آتے جاتے مکہ کے مشرکین ان گھروں کودیکھتے تھے۔اس کی ویرانی وبربادی ان کے سامنے تھی۔اصحابِ فیل کا واقعہ بھی ان کے ذہنوں میں تازہ تھا کہ

ابرہہ نے کعبۃ اللہ پر جو حملہ کیا تو اس کا کیا انجام ہوا؟ اس واقعہ سے مکہ کا ہر بچہ، بوڑھا اور جوان واقف تھا۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گزری ہوئی قوموں کا تذکرہ اور ان کا انجام بیان کیا ہے کہ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں اور امتوں کو ہلاک و برباد کر دیا؟ انہیں اس حقیقت سے باخبر کیا جا رہا ہے کہ ہم نے زمین میں ان گزری ہوئی قوموں کو جو اقتدار دیا تھا، ایسا اقتدار اے مکہ کے مشرکو! تم کو بھی نہیں دیا۔تم سے پہلی قوموں پر بارشوں کا نزول ہوا اور بارش کی کثرت نے انکی زندگیوں میں باغ و بہار پیدا کیا۔ان کی خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ ہم نے نہریں بنادی تھیں جو ان کے نیچے جاری تھیں۔ مگر ان قوموں نے اپنے نبیوں کی نافرمانی کی، جھٹلایا اور مذاق اڑایا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ان گناہوں اور جرائم کی وجہ سے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا۔یہ وہ لوگ تھے جو بلند مقامات پر بیٹھ کر باغوں، کھیتوں اور نہروں کے قدرتی خوشنما مناظر دیکھا کرتے تھے۔انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی، بغاوت اور سرکشی کی، پھر ہلاکت اور بربادی ان کے سامنے تھی۔ایک قوم ہلاک ہوئی تو دوسری قوم آئی، تیسری قوم آئی، اس طرح قوموں کے آنے اور برباد ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔قومِ ثمود، قومِ عاد، قومِ شعیب اور قومِ نوح وغیرہ۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَکَمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَکۡنٰهَا فَجَآءَهَا بَاۡسُنَا بَيَاتًا اَوۡ هُمۡ قَآئِلُوۡنَ اور بہت سی بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔سورۂ انفال کی آیت نمبر ۵۴ میں یوں ہے کہ کَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ کَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ فَاَهۡلَکۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ ۚ وَکُلٌّ کَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ فرعونیوں کی حالت کی جیسی اور ان سے پہلے کے قوموں کی کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں، پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا، یہ سارے ظالم تھے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا گیا: وَلَقَدۡ اَهۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا۔سورۂ حجر کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا گیا: وَمَآ اَهۡلَکۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا کِتٰبٌ مَّعۡلُوۡمٌ کسی بھی بستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لئے مقررہ نوشتہ تھا۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۷ میں فرمایا گیا: وَکَمۡ اَهۡلَکۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ اور ہم نے نوح کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کر دیں۔

اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور اور نظام یہ ہے کہ جب قومیں نبیوں اور آسمانی کتابوں کو جھٹلاتی ہیں اور رسولوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتی ہیں اور ان کو تکلیف و اذیت پہنچاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی قوموں کی ہلاکت کا انتظام کر ہی دیتے ہیں۔ہمیں ہر اس عمل سے گریز کرنا چاہئے جو عمل ہماری تباہی کا ذریعہ بن سکتا ہو۔

درس نمبر (۵۴۶) **فرشتوں کے نزول کا مطالبہ** الانعام: ۷۔۸۔۹

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَوۡ نَزَّلۡنَا عَلَيۡکَ کِتٰبًا فِىۡ قِرۡطَاسٍ فَلَمَسُوۡهُ بِاَيۡدِيۡهِمۡ لَقَالَ الَّذِيۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝

وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اوراگر نَزَّلْنَا ہم اتارتے عَلَيْكَ آپ پر كِتَابًا کوئی نوشتہ (لکھا ہوا) فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذ میں فَلَمَسُوْهُ پھر وہ اس کو چھوتے بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے لَقَالَ تو (بھی) کہتے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْٓا کفر کیا اِنْ هٰذَآ یہ نہیں ہے اِلَّا مگر سِحْرٌ جادو مُّبِيْنٌ ظاہر O وَقَالُوْا اورانہوں نے کہا لَوْ لَآ کیوں نہیں اُنْزِلَ نازل کیا گیا عَلَيْهِ اس پر مَلَكٌ فرشتہ وَلَوْ اوراگر اَنْزَلْنَا ہم نازل کرتے مَلَكًا کوئی فرشتہ لَّقُضِيَ تو فیصلہ کردیا جاتا الْاَمْرُ معاملے کا ثُمَّ پھر لَا يُنْظَرُوْنَ وہ مہلت نہ دیئے جاتے O وَلَوْ اوراگر جَعَلْنَاهُ ہم اس کو بناتے مَلَكًا فرشتہ لَّجَعَلْنَاهُ البتہ ہم اس کو بناتے رَجُلًا آدمی (ہی) وَلَلَبَسْنَا اورالبتہ ہم شبہ ڈالتے عَلَيْهِمْ ان پر مَّا وہی جو يَلْبِسُوْنَ شبہ وہ (اب) کررہے ہیں

ترجمہ: اوراے پیغمبر! اگر ہم تم پر کاغذوں پر لکھی ہوئی کوئی تحریر نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے O اور کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر فرشتہ کیوں نازل نہ ہوا؟ جو ان کی تصدیق کرتا اوراگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو کام ہی فیصل ہوجاتا پھرانہیں مہلت بھی نہ دی جاتی O نیز اگر ہم کسی فرشتے کو بھیجتے تو اسے مرد کی صورت میں ہی بھیجتے اور جو شبہ یہ اب کرتے ہیں اسی شبہ میں انہیں ڈال دیتے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اوراگر ہم اتاریں آپ پر کاغذ میں لکھا ہوا کوئی نوشتہ پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھولیں تب بھی کافر لوگ یوں کہیں گے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر صریح جادو ہے۔

۲۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ..؟

۳۔ اوراگر ہم فرشتہ اتاردیتے تو فیصلہ کردیا جاتا پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی۔

۴۔ اوراگر ہم اس کو فرشتہ بناتے تو اس کو آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب پڑرہے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے یہ بات تحریر کی ہے کہ نضر بن حارث، عبداللہ بن ابی، امیہ اور نوفل بن خویلد ان سب دشمنانِ رسول نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد! ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ اللہ کے پاس سے ایسی کتاب نہ لائیں جس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں وہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس بیجا مطالبہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تلخ حقیقت سے باخبر کردیا گیا کہ اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی تحریر بھی اتاردیں اور یہ مشرکین اس کو اپنے ہاتھوں سے چھوکر دیکھ بھی لیں تب بھی یہ کافر یہی کہیں گے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں بلکہ صریح جادو

ہے۔مشرکین نے یہ جو بیجا مطالبہ کیا کہ لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ مَلَکٌ ’’کیوں نہ کوئی فرشتہ نازل ہوتا؟اوراس کی تصدیق کرتا تو ہم ایمان لے آتے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم فرشتہ بھیج دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انکی مہلت کی مدت بھی ختم ہوچکی ہے:وَلَوۡ اَنۡزَلۡنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الۡاَمۡرُ ثُمَّ لَا یُنۡظَرُوۡنَ اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو فیصلے ہو جاتے پھران کو ذرا بھی مہلت نہ دی جاتی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہے کہ جولوگ اپنی طرف سے کوئی معجزہ تجویز کر کے طلب کرتے ہیں اور پھر وہ معجزہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اسکے بعد بھی وہ ایمان نہیں لاتے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت کی مدت ختم ہو جاتی ہے اور اب بغیر مہلت کے عذاب دیدیا جاتا ہے۔یہ ترتیب و دستور ہے اس رب رحیم کا جس کو اپنے مخلوق سے پیار و محبت ہے۔بعض مفسرین نے لَّقُضِیَ الۡاَمۡرُ کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اگر ان مشرکین کے مطالبہ کے مطابق ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے اور وہ فرشتہ اپنی اصل شکل وصورت میں ہوتا تو اس فرشتہ کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے اوراس کو دیکھتے ہی مرجاتے۔اسکے بعد ایک اور بات بتلائی گئی کہ اگر ہم اس کو فرشتہ بناتے تو اسکو آدمی ہی کی شکل دیتے اور ہم ان مشرکین پر شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجتے تو آدمی ہی کی صورت میں وہ آتا کیونکہ انسانوں کو اتنی طاقت اور برداشت نہیں کہ وہ فرشتے کو اپنی اصلی شکل میں دیکھ سکیں اوراگر اس فرشتے کی انسانی صورت ہی ہوتی تو یہ لوگ پھر وہی باتیں کرتے کہ یہ ہمارے جیسا آدمی ہے،اس میں وہ کونسی خصوصیت ہے جو نبی بنا دیا گیا۔

درس نمبر(۵۴۷) آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا الانعام:۱۰۔۱۱

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَقَدِ اسۡتُہۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ۝ قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ انۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدِ اور البتہ تحقیق اسۡتُہۡزِئَ استہزاء کیا گیا بِرُسُلٍ رسولوں کے ساتھ مِّنۡ قَبۡلِکَ آپ سے پہلے فَحَاقَ پھر گھیر لیا بِالَّذِیۡنَ ان کو جنھوں نے سَخِرُوۡا تمسخر کیا تھا مِنۡہُمۡ ان میں سے مَّا اس (عذاب) نے کَانُوۡا وہ تھے بِہٖ اس کے ساتھ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ تمسخر کرتے O قُلۡ کہہ دیجئے سِیۡرُوۡا تم سیر کرو فِی الۡاَرۡضِ زمین میں ثُمَّ پھر انۡظُرُوۡا تم دیکھو کَیۡفَ کیسا کَانَ ہوا عَاقِبَۃُ انجام الۡمُکَذِّبِیۡنَ جھٹلانے والوں کا

ترجمہ: اور تم سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ ہنسی ہوتی رہی ہے پھر جو لوگ ان میں سے ہنسی کیا کرتے تھے ان کو ہنسی کرنے کی سزا نے آ گھیرا O کہو کہ ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بلا شبہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔

۲۔جن لوگوں نے استہزاء کیا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔
۳۔آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟
رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع بموقع آیات قرآنی کے ذریعہ تسلی دی گئی اور تسلی بھی مختلف طریقوں سے دی گئی۔قرآنِ مجید سے شغف رکھنے والے اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۶ میں یوں تسلی دی گئی: وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ کفر میں آگے بڑھنے والے لوگ آپ کو غم میں مبتلا نہ کریں۔اسی سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۳ میں یوں تسلی دی گئی: قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۵ میں یوں تسلی دی گئی: وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں، تمام تر غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے، وہ سنتا جانتا ہے۔سورۂ انعام کی ان دو آیتوں میں تسلی دینے کا ایک فطری انداز اختیار کیا گیا۔
تجرباتی طور پر ہم اس حقیقت کو محسوس کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی بیماری کا شکار ہو اور وہ آپ سے اپنی بیماری کی شکایت کرے اور آپ اس سے یوں کہیں کہ یہ بیماری تو عام ہے، بہت سارے لوگوں کو ہوتی ہے، تو ظاہر ہے کہ بیمار شخص کی آدھی بیماری تو یوں ہی ختم ہو جائے گی۔جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے مشرکین نے ایذا پہنچائی اور آپ ﷺ کا مذاق اڑایا، تو آپ ﷺ کو اسی فطری انداز میں تسلی دی گئی کہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔اس لئے آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جس کا مذاق اڑایا جاتا ہے اس کا انجام بہتر ہوتا ہے اور جو مذاق اڑاتا ہے اس کا انجام بدترین ہوتا ہے۔اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا کہ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ پھر جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔یہاں ایک بات ذہن میں رہے کہ نبیوں کا طریقہ اس معاملہ میں یہ رہا کہ انہوں نے اپنی توانائی کو مذاق اڑانے والوں میں تقسیم نہیں کیا بلکہ صبر کے ساتھ اپنے دعوتی مشن میں ہمہ تن مصروف رہے۔آج بھی اگر کسی دین کے داعی کا مذاق اڑایا جائے تو وہ صبر کا دامن تھام لے اور اپنے کام میں لگا رہے۔
دوسری آیت میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ ان لوگوں سے کہئے کہ یہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ جن لوگوں نے اللہ کے نبیوں کو جھٹلایا ان کا انجام کیا ہوا؟ گزری ہوئی قوموں کے کھنڈرات اور ان کی ہلاکت و بربادی کے مناظر تمہاری عبرت کیلئے کافی ہیں۔قرآن مجید میں کئی مرتبہ یہ حکم دیا گیا کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۷ میں یوں حکم دیا گیا: فَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی اسی طرح کا حکم ہے۔سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۶ میں یوں کہا گیا کہ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی؟ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۰ میں یوں کہا گیا: قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ کہہ دو کہ زمین میں چلو پھرو۔

درس نمبر (۵۴۸) **اللہ نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کرلیا** الانعام: ۱۲۔۱۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لِّمَنْ کس کا ہے مَّا جو کچھ فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں ہے قُلْ کہہ دیجئے لِلّٰهِ اللہ ہی کا ہے كَتَبَ اس نے لازم کرلیا ہے عَلٰى نَفْسِهٖ اپنے نفس پر الرَّحْمَةَ مہربانی کرنا لَيَجْمَعَنَّكُمْ یقیناً وہ تمہیں جمع کرے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قیامت کے روز لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں فِيْهِ اس میں اَلَّذِيْنَ جن لوگوں نے خَسِرُوْٓا خسارے میں ڈالا أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو فَهُمْ تو وہ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے ۝ وَلَهٗ اور اسی کا ہے مَا جو سَكَنَ سکون کرتا ہے فِي اللَّيْلِ رات میں وَالنَّهَارِ اور (جو حرکت کرتا ہے) دن میں وَهُوَ اور وہ السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: کہو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے؟ کہہ دو اللہ کا، اس نے اپنی ذاتِ پاک پر رحمت کو لازم کرلیا ہے، وہ تم سب کو قیامت کے دن جس میں کچھ بھی شک نہیں ضرور جمع کرے گا جن لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے ۝ اور جو مخلوق رات اور دن میں بستی ہے سب اسی کی ہے اور وہ سنتا ہے جانتا ہے

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ فرمائیے کہ کس کی ملکیت ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے۔

۲۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم کرلیا ہے؟

۴۔ وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں۔

۵۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۶۔ اسی کیلئے ہے جو ساکن ہے رات میں اور دن میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

انسان اللہ کی اس زمین پر زندگی کی سانس لیتا ہے، ہوش سنبھالتا ہے، اس زمین پر چلتا پھرتا ہے، اس زمین سے اگنے والی چیزیں استعمال کرتا ہے، اس زمین کو بچھونا بنا کر آرام کرتا ہے اور روزانہ بیسیوں مرتبہ آسمانوں کی بلندی کو دیکھتا ہے؛ مگر اس کا دماغ اس جانب بہت کم جاتا ہے کہ اس کشادہ زمین اور اس بلند آسمان کا حقیقی مالک کون ہے؟ عام انسانوں اور اللہ کے مومن بندوں کے درمیان اس قدر فرق تو ہونا چاہئے کہ مومن بندے اپنے خیالات و افکار میں اس قدر وسعت رکھیں کہ ان کی نگاہ مخلوقات میں ہی محصور ہو کر نہ رہ جائے بلکہ ان کی نگاہیں اس حقیقت کو دل و دماغ میں

بٹھانے میں آزاد رہیں اور اس نتیجہ تک پہنچنے میں متفکر رہیں کہ اس وسیع وعریض زمین اور اس بلند و بالا آسمان اور ان دونوں میں رہنے والی ساری چیزوں کا حقیقی خالق و مالک صرف اور صرف اللہ ہے۔ ماں باپ اپنے بچوں کے ذہنوں میں یہ حقیقت بٹھائیں کہ دنیا جہاں کی چھوٹی بڑی ساری چیزوں کا خالق و مالک اللہ ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اس آیت میں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ آپ ان کافروں اور مشرکوں سے پوچھیں کہ بتاؤ تو سہی کہ جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے یہ کس کا ہے؟ ان سب کا کون حقیقی مالک ہے اور کون ان ساری مخلوقات کو اپنے قبضہ میں رکھے ہوئے اور سنبھالے ہوئے ہے؟ اگر یہ مشرکین جواب نہیں دیتے تو پھر آپ ہی بتلا دیجئے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں سب پر مہربانی کرتا ہے۔ مؤمنوں و کافروں، دوستوں و دشمنوں اور فرمانبرداروں و نافرمانوں سب پر ہی مہربانی فرماتا ہے۔ اگر وہ ان کافروں پر مہربانی نہ فرماتا تو یہ کبھی کے فقر و فاقہ اور دنیوی زندگی کی تنگی کی وجہ سے ہلاک ہوجاتے۔ دنیا میں کافروں، فاسقوں اور فاجروں کا خوش وخرم زندگی بسر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ان پر بھی رحمت اور مہربانی فرمارہے ہیں۔ البتہ آخرت میں رحمت اور مہربانی تو صرف ایمان والوں ہی کو رہے گی۔ آخرت کی رحمت اور مہربانی سے کافر و مشرک محروم رہیں گے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۶ میں اسی حقیقت کا انکشاف کیا گیا کہ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ اور میری رحمت ہر چیز کے لئے عام ہے۔ ہاں! میں اپنی رحمت کو لکھ دوں گا ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ عالمِ آخرت میں ابدی طور پر رحمت کے حقدار تو ایمان کے ساتھ نیک اعمال اختیار کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر غصہ اور غضب بھی فرماتا ہے اور رحمت و مغفرت بھی فرماتا ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ اس کے غصہ اور غضب پر اسکی رحمت غالب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر غصہ اور غضب کم کرتا ہے اور رحمت کا معاملہ زیادہ فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ایک نوشتہ لکھا جو اس کے پاس عرش پر ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ (بخاری: ۷۴۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت اس سلسلہ میں یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، ان میں سے ایک رحمت نازل فرمائی جو جن و انس اور چوپائے اور زہریلے جانوروں میں بٹی ہوئی ہے۔ اسی ایک رحمت کے ذریعہ ہم آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ وحشی جانور بھی اپنی اولاد پر مہربانی کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے رکھ لی ہیں جنکے ذریعہ قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (مسلم: ۲۷۵۲)

اس آیت میں ایک اور بات یہ بیان کی گئی کہ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ قیامت کے دن ساری انسانیت کا ایک ہی جگہ جمع ہونا قطعی بات ہے۔ یہ ہمارے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس کا انکار کرنے والا مؤمن نہیں ہو سکتا۔ قرآنِ مجید میں متعدد بار اس حقیقت کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۲۵ میں فرمایا گیا: فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ پس کیا حال ہوگا جبکہ ہم انہیں اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں؟ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۷ میں بھی یہی بات یوں کہی گئی: لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَ رَيْبَ فِيْهِ۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۹۹ میں یوں کہا گیا: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعاً اور صور پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۹ میں یوں کہا گیا کہ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيْرٌ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ جب چاہے انہیں جمع کرے۔

اس آیت میں یہ حقیقت بھی بیان کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے اپنے آپ کو کفر و شرک کی گندگی میں ڈال کر خسارے میں ڈال لیا اور فطری دین و مذہب کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو عقل دی تھی اس عقلِ سلیم سے کام نہیں لیا وہ لوگ اپنی جانوں کو ضائع کر چکے۔ اب ان کی قسمت میں وہ ایمان نہیں ہے جو نیک بخت لوگوں کے حصہ میں ملتا ہے۔ بھاری نقصان جان و مال کا نقصان نہیں ہے بلکہ اصل نقصان اور سب سے بڑا نقصان اس شخص کا ہے جس نے اپنے آپ کو دینِ حق اور ایمان سے محروم کر لیا۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز رات اور دن میں ساکن ہے یعنی جو کچھ رات اور دن میں ٹھہرا ہوا ہے وہ اللہ ہی کی مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔ جب بندہ دنیا میں اس یقین کے ساتھ جیتا ہے کہ اللہ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے تو گناہوں پر بریک لگ جاتا ہے۔

درس نمبر (۵۴۹) **اللہ سب کو کھلاتا ہے اس کو کوئی نہیں کھلاتا** الانعام: ۱۴۔۱۵۔۱۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۴ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝۱۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اَغَيْرَ اللّٰهِ کیا سوائے اللہ کے أَتَّخِذُ میں بناؤں وَلِيّاً معبود فَاطِرِ (جو) پیدا کرنے والا ہے السَّمَاوَاتِ آسمانوں کا وَالْأَرْضِ اور زمین کا وَهُوَ اور وہ يُطْعِمُ کھلاتا ہے (سب کو) وَلَا يُطْعَمُ (اسے) اور کھلایا نہیں جاتا قُلْ کہہ دیجئے اِنِّيْۤ بے شک مجھے أُمِرْتُ حکم دیا گیا ہے أَنْ أَكُوْنَ کہ میں

ہو جاؤں أَوَّلَ پہلا مَنْ وہ جو أَسْلَمَ اسلام لایا وَلَا تَكُونَنَّ اور ہرگز نہ ہوں آپ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مشرکین میں سے O قُلْ کہہ دیجئے اِنِّیٓ بے شک میں أَخَافُ خوف کرتا ہوں إِنْ اگر عَصَيْتُ میں نے نافرمانی کی رَبِّی اپنے رب کی عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ بہت بڑے دن کے عذاب سے O مَّنْ جو شخص کہ يُصْرَفْ (عذاب) ہٹالیا گیا عَنْهُ اس سے يَوْمَئِذٍ اس دن فَقَدْ تو یقیناً رَحِمَهُ اس (اللہ) نے اس پر رحم کر دیا وَذَٰلِكَ اور یہی ہے الْفَوْزُ کامیابی الْمُبِينُ ظاہر

ترجمہ: کہو، کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مددگار بناؤں کہ وہی تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی سب کو کھانا دیتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا، یہ بھی کہہ دو کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں اور یہ کہ اے پیغمبر! تم مشرکوں میں نہ ہوناO یہ بھی کہہ دو کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے O جس شخص سے اس روز عذاب ٹال دیا گیا اس پر اللہ نے بڑی مہربانی فرمائی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ آپ فرما دیجئے! کیا میں اللہ کے سوا کسی کو مددگار بنالوں جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا؟

٢۔ وہ کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔

٣۔ آپ فرما دیجئے! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہو۔

٤۔ اور آپ ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

٥۔ آپ فرما دیجئے کہ بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

٦۔ جس سے اس دن عذاب ہٹا دیا گیا پس میرے رب نے اس پر رحم فرمایا۔

٧۔ اور یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ کیا میں زمین و آسمان کے خالق و مالک کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا ولی اور مددگار بنالوں؟ جو ربِ ذوالجلال مجھے اور ساری مخلوق کو روزی دیتا ہے اور جس ربِ ذوالجلال نے مجھے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ کیا میں اس کو چھوڑ کر حقیر و ذلیل معبودوں کی عبادت میں لگ جاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے اس امت کا سب سے پہلا شخص بنایا ہے کہ میں اسکی باتوں کو تسلیم کروں۔ پیغمبر! آپ ان مشرکین کو یہ بھی بتا دیں کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن یعنی قیامت کے دن کے عذاب کا خوف ہے، میں اس سے ڈرتا ہوں۔ یہ وہ عذاب ہے کہ جس عذاب سے اس دن جس کو بچا لیا گیا سمجھ جاؤ کہ اس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جو قیامت کے دن اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے اور یہ کھلی کامیابی ہے کہ اللہ کے عذاب سے اس کو بچا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر مخلوق کی روزی کا انتظام کرتا ہے، چھوٹی بڑی کروڑوں مچھلیوں کو کھلانے والا وہی ہے، جنگلوں میں بسنے والے کروڑوں

درندوں کو کھلانے والا وہی ہے، آبادی میں بسنے والوں کو کھلانے والا وہی ہے اور زمین کے اندر بلوں میں بسنے والوں کو کھلانے والا بھی وہی ہے۔ وہ سب کو کھلاتا ہے اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۷۹ میں فرمایا گیا: وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وہی ہے وہ اللہ جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ سورۂ قریش کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا گیا: الَّذِیْ أَطْعَمَهُم مِّنْ جُوْعٍ وہ اللہ ایسا ہے جس نے بھوک کی حالت میں انہیں کھلایا۔ اگر بندۂ مومن رب ذوالجلال کی اس صفتِ رزاقیت پر غور کرے تو اس کے ایمان میں اضافہ کیلئے کافی ہے۔ غور کریں کہ دنیا کے ان سینکڑوں ممالک کے اربوں انسانوں کو اناج بھی دے رہا ہے، ترکاریاں بھی دے رہا ہے، میوے بھی دے رہا ہے اور ہر قسم کے مفید و مقوی اشیاء بھی دے رہا ہے۔ ایسے رب ذوالجلال کو چھوڑ کر کسی اور کمزور مخلوق کی طرف مدد و نصرت کے حصول کے لئے نظریں دوڑانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جس کی قدرت و طاقت کے اس قدر نظارے اور مناظر دیکھنے کے باوجود اگر کسی کی نگاہ اس رب سے ہٹ کر کسی اور کی طرف جاتی ہے تو یہ تعجب اور افسوس کی بھی بات ہے۔ اس بات پر بھی غور کریں کہ روزانہ ہم صبح سے رات تک ناشتہ، ظہرانہ، عصرانہ اور عشائیہ کے نام پر کتنی چیزیں کھاتے اور پیتے ہیں، اس کا کوئی حساب ہمارے پاس ہے ہی نہیں۔ ڈھیر ساری ان چیزوں کا دینے والا ہمارا وہ رب ہے، جو وہاب بھی ہے اور رزاق بھی، جس کے دونوں ہاتھ اپنے بندوں کو دینے کیلئے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

درس نمبر (۵۵۰) **اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے** الانعام: ۱۷۔۱۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ط وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱۷
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ اور اگر یَمْسَسْکَ پہنچائے آپ کو اللّٰهُ اللہ بِضُرٍّ کوئی تکلیف فَلَا کَاشِفَ کوئی دور کرنے والا نہیں لَهٗٓ اسے اِلَّا مگر هُوَ وہی وَاِنْ اور اگر یَمْسَسْکَ وہ پہنچائے آپ کو بِخَیْرٍ کوئی بھلائی فَهُوَ تو وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ ہر چیز پر قَدِیْرٌ خوب قادر ہے O وَهُوَ اور وہ الْقَاهِرُ غالب ہے فَوْقَ اوپر عِبَادِهٖ اپنے بندوں کے وَهُوَ اور وہی ہے الْحَکِیْمُ خوب حکمت والا الْخَبِیْرُ بڑا خبردار

ترجمہ: اور اگر اللہ تم کو کوئی سختی پہنچائے تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر نعمت و راحت عطا کرے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے O اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ دانا ہے خبردار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس تکلیف کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں۔

۲۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں بھلائی پہنچا دے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔

۳۔اور وہ حکمت والا باخبر ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نفع ونقصان، کامیابی وناکامی، خوشی وغم، قوت وکمزوری، صحت وبیماری، عروج وزوال اور خوشحالی وتنگدستی سب کچھ اللہ کے ارادے پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو تکلیف پہنچانے، ناکام کرنے، غم دینے، کمزور کرنے، بیماری دینے اور زوال وتنگدستی دینے کا فیصلہ کرلے تو دنیا کی ساری طاقتیں ان تمام مصیبتوں سے اس کو بچانہیں سکتیں۔ اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ نفع اور خیر عطا فرمادے، خوشی اور عروج عطا فرمادے، خوشحالی اور راحتوں کے سامان فراہم کردے، صحت وقوت عطا فرمادے اور کامیابی اور ترقی عطا کردے تو دنیا کی ساری طاقتیں اس کو ان نعمتوں سے روک نہیں سکتیں۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان کیا ہے کہ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس تکلیف کو دور کرنے والا اس کے علاوہ کوئی نہیں وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہی مضمون سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۷ میں بھی موجود ہے۔ ربِ ذوالجلال قادرِ مطلق ہیں۔ ہر وہ کام جو انسان کیلئے مشکل یا ناممکن ہے وہ ربِ ذوالجلال کیلئے آسان اور ممکن ہے۔ ربِ ذوالجلال قادر بھی ہیں، قدیر بھی ہیں اور مقتدر بھی ہیں۔ قرآن مجید میں بیسیوں مرتبہ ربِ ذوالجلال کے قدیر وقادر ومقتدر ہونے کی بات کہی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰ میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۶ میں یوں ہے: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کیا تم نہیں جانتے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۴ میں یوں ہے: وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۶ میں یوں ہے: وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۳۳ میں میں یوں ہے: اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْرًا اگر اسے منظور ہو تو اے لوگو! وہ تم سب کو لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۵ میں یوں ہے: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ۔ الخ۔ کہہ دیجئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۵ میں یوں ہے: وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۳۹ میں یوں ہے: وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ بیشک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔

دوسری آیت میں یہ بات بھی بتلادی گئی کہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب اور پوری دنیا ربِ ذوالجلال کے سامنے مغلوب ہے اور اللہ ہر ایک پر غالب ہیں۔ کسی میں یہ ہمت

وطاقت نہیں کہ وہ رب ذوالجلال پر غالب ہو جائے۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۱ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والا بھیجتا ہے۔سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۳۹ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ سوال موجود ہے: يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ سورۂ ص کی آیت نمبر ۶۵ میں یوں ہے: وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور بجز اللہ واحد غالب کے اور کوئی لائقِ عبادت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ جہاں قادر ہیں قدیر ہیں قاہر ہیں وہیں حکیم وخبیر بھی ہیں۔ اس کا ہر کام، ہر قول اور ہر فیصلہ حکمتوں سے بھرا ہوا ہے اور اپنے بندوں کے احوال سے اللہ تعالیٰ باخبر بھی ہیں۔

درس نمبر (۵۵۱) قرآنِ مجید سب کو آگاہ کرنے کیلئے اُتارا گیا ہے الانعام: ۱۹۔۲۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيْدٌۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىْ بَرِىْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہئے أَيُّ شَيْءٍ کونسی چیز أَكْبَرُ سب سے بڑی ہے شَهَادَةً شہادت کے اعتبار سے قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ اللہ ہی شَهِيْدٌ گواہ ہے بَيْنِىْ میرے درمیان وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان وَأُوْحِيَ اور وحی کیا گیا ہے إِلَيَّ میری طرف هٰذَا یہ الْقُرْآنُ قرآن لِاُنْذِرَكُمْ تاکہ میں تمہیں ڈراؤں بِهٖ اس کے ذریعہ سے وَمَنْ اور جس کو بَلَغَ یہ پہنچے أَئِنَّكُمْ کیا تم لَتَشْهَدُوْنَ شہادت دیتے ہو أَنَّ (کہ) بیشک مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ آلِهَةً معبود ہیں اُخْرٰى دوسرے (بھی)؟ قُلْ کہہ دیجئے لَآ أَشْهَدُ میں شہادت نہیں دیتا قُلْ کہہ دیجئے إِنَّمَا صرف هُوَ وہ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی الٰہ ہے وَإِنَّنِيْ اور یقیناً میں بَرِيْءٌ بری ہوں مِّمَّا اس سے جو تُشْرِكُوْنَ تم شریک ٹھہراتے ہو○ الَّذِيْنَ وہ لوگ کہ آتَيْنَاهُمُ ہم نے دی ان کو الْكِتَابَ کتاب يَعْرِفُوْنَهٗ وہ پہچانتے ہیں اسے كَمَا جس طرح يَعْرِفُوْنَ وہ پہچانتے ہیں أَبْنَآءَهُمُ اپنے بیٹوں کو الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے خَسِرُوْٓا خسارے میں ڈالا أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو فَهُمْ تو وہ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے

ترجمہ: ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر قرینِ انصاف کس کی شہادت ہے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کردوں، کیا تم لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں؟ اے پیغمبر! کہہ دو کہ میں تو ایسی شہادت نہیں دیتا، کہہ دو کہ صرف

وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو، میں ان سے بیزار ہوں O جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان کو یعنی ہمارے پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ پوچھئے کہ گواہی کیلئے سب سے بڑھ کر کونسی چیز ہے؟

۲۔ آپ خود فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

۳۔ اور میری طرف یہ قرآن مجید وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تمہیں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے اس سے ڈراؤں۔

۴۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟

۵۔ آپ فرما دیجئے کہ صرف وہی ایک معبود ہے۔

۶۔ بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو۔

۷۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول کو پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

۸۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو ضائع کر دیا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تین مشرکین، نحام بن زید، قردم بن کعب اور بحری بن عمرو یہ تینوں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! کیا تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود جانتے ہو؟ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا الٰہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی کو دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً آپ فرما دیجئے کہ کونسی چیز شہادت یعنی گواہی کے اعتبار سے بڑی ہے؟ (الدر المنثور) پھر آپ خود ہی انہیں یہ جواب دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں۔ اس نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ میں اسکی دعوت پر قائم ہوں اور اسی کا پابند ہوں۔ ایک اور حقیقت یہاں یہ بتلائی گئی کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اس کی آیتوں کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا جائے، دوزخ کے عذاب سے باخبر کیا جائے اور یہ بتلایا جائے کہ اگر تم اس وحی الٰہی والے راستہ سے ہٹ کر کسی دوسرے راستہ کو اختیار کرو گے تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ یہ قرآن مجید جس کے پاس پہنچے ان سب کو بھی دعوت دینے کیلئے یہ اتارا گیا ہے۔ اسی طرح یہ قرآن مجید قیامت تک کے سارے ہی انسانوں کیلئے اتارا گیا ہے۔ جس کو رسول رحمت ﷺ کے نبی و رسول ہونے کا علم ہوتا رہے اور قرآن مجید پہنچتا رہے وہ سب رسول رحمت ﷺ کی دعوتِ حق کے مخاطب رہیں گے اور سب ہی پر آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنا فرض ہوگا۔ اس لئے رسول رحمت ﷺ دنیا جہاں کیلئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۲۸ میں

اسی حقیقت کو بتلایا گیا: وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔ ان آیات میں توحید کا جام پلایا گیا ہے اور یہ بات دلوں میں پیوست کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بس ایک ہی ہے جو حقیقی معبود ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا کرتے ہوئے توحید پر مبنی جواب دیا گیا ہے کہ اَئِنَّکُمۡ لَتَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخۡرٰی کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہے؟ قُلۡ لَّاۤ اَشۡهَدُ کہہ دیجئے پیغمبر! کہ میں اس بات کی ہرگز گواہی نہیں دیتا قُلۡ آپ کہہ دیجئے کہ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ بیشک وہ ایک ہی معبود ہے وَّاِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ بلا شبہ میں تمہارے شرک سے بری ہوں۔

اسکے بعد یہود و نصاریٰ کی اس ہٹ دھرمی کا بیان ہے جو انہوں نے رسول رحمت ﷺ کو جاننے پہچاننے کے باوجود انکار کیا کہ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَهٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ ان کو پہچانتے ہیں جس قدر وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ یہود و نصاریٰ آپ ﷺ کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ محمد عربی ﷺ آخری نبی ہیں۔ انہوں نے تورات اور انجیل میں رسول رحمت ﷺ کی آمد مبارکہ کے بارے میں اور آپ ﷺ کی صفات کے بارے میں پڑھ لیا ہے۔ انہیں آپ ﷺ کی علامتوں اور صفتوں کا پورا پورا علم ہے۔ مگر یہ اس قدر علم ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل خود ان کیلئے خسارہ اور نقصان کا سبب اور ذریعہ ہے۔ ان کی حرکتوں کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

درس نمبر (۵۵۲) جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا وہ سب سے بڑا ظالم الانعام: ۲۱-۲۲-۲۳-۲۴

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَیَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا اَیۡنَ شُرَکَآؤُکُمُ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمۡ تَکُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشۡرِکِیۡنَ ﴿۲۳﴾ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ کَذَبُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنۡ اور کون اَظۡلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے جو افۡتَرٰی باندھے عَلَی اللّٰهِ اللہ پر کَذِبًا جھوٹ اَوۡ یا کَذَّبَ جھٹلائے بِاٰیٰتِهٖ اس کی آیات کو اِنَّهٗ یقیناً لَا یُفۡلِحُ فلاح نہیں پائیں گے الظّٰلِمُوۡنَ ظالم ○ وَیَوۡمَ اور جس دن نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے ثُمَّ پھر نَقُوۡلُ ہم کہیں گے لِلَّذِیۡنَ ان لوگوں کو جنہوں نے اَشۡرَکُوۡا شریک ٹھہرایا اَیۡنَ کہاں ہیں شُرَکَآؤُکُمۡ تمہارے شریک الَّذِیۡنَ جنہیں کُنۡتُمۡ تھے تم تَزۡعُمُوۡنَ (اللہ کے شریک) سمجھتے؟ ○ ثُمَّ پھر لَمۡ تَکُنۡ نہ ہوگی فِتۡنَتُهُمۡ ان کی معذرت (شرک سے) اِلَّا مگر اَنۡ قَالُوۡا کہ وہ کہیں گے وَاللّٰهِ قسم ہے اللہ کی! رَبِّنَا جو ہمارا رب ہے مَا کُنَّا نہیں تھے ہم مُشۡرِکِیۡنَ مشرک ○ اُنۡظُرۡ دیکھیں کَیۡفَ کیسا کَذَبُوۡا وہ جھوٹ بولیں گے عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ اپنے

آپ پر؟ وَضَلَّ اور گم ہوجائے گا عَنۡهُمۡ ان سے مَّا جو كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ وہ افتراء باندھتے تھے

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا کچھ شک نہیں کہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوں گے O اور جس دن ہم سب لوگوں کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے پوچھیں گے کہ آج وہ تمہارے شریک کہاں ہیں جن کا تمہیں دعویٰ تھا؟ O تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا اور بجز اس کے کچھ چارہ نہ ہوگا کہ کہیں اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم شریک نہیں بناتے تھے O دیکھو! انہوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ بولا اور جو کچھ یہ افترا کیا کرتے تھے سب ان سے جاتا رہا؟

تشریح: ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے اور اسکی آیتوں کو جھٹلائے۔

۲۔ بیشک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

۳۔ جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کے بارے میں تم دعویٰ کرتے تھے...؟

۴۔ پھر نہ ہوگا ان کا فریب اس کے سوا کہ وہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔

۵۔ دیکھئے کیسے جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور وہ سب کچھ غائب ہوا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس شخص سے بڑا کوئی ظالم نہیں جو اللہ پر بہتان باندھے اور اسکی آیتوں کو جھٹلائے۔ آدمی کسی دوسرے آدمی پر بہتان باندھتا ہے تو یہ بھی ظلم ہے، لیکن زمین و آسمان کے خالق و مالک اور رب العالمین جس کے ٹکڑوں پر ہم پل رہے ہیں اس پر کوئی بہتان باندھتا ہے تو اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوسکتا۔ مکہ کے مشرکین کی حالت یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور جب ان مشرکین کو اس شرک سے روکا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کے باغی مت بنو اور شرک مت اختیار کرو تو یہ ظالم مشرکین یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور جو واضح آیتیں نبیوں کے ذریعہ انہیں دی گئیں انہیں صاف طور پر جھٹلاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ جرم بالائے جرم تھا کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، دوسرے اللہ ہی کی طرف جھوٹا الزام لگایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس شرک کا حکم دیا ہے۔ (نَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ ذَالِکَ) اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو قرآنِ مجید میں کئی مرتبہ ظالم قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۴ میں فرمایا گیا کہ فَمَنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہی ظالم ہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۰ میں یوں فرمایا گیا کہ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ الۡكَذِبَ ؕ وَكَفٰی بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا دیکھئے! یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹ باندھتے ہیں؟ یہ حرکت صریح گناہ ہونے کے لئے کافی ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۳ میں یہی بات کہی گئی: وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟

اسکے بعد ایسے لوگوں اکا انجام بتلایا گیا کہ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ایسے ظالم لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی پر جھوٹا بہتان باندھے اور ایسی بات اسکی طرف منسوب کرے جو اسکی شان کے خلاف ہے۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سارے لوگوں کو جمع کریں گے۔ پھر ساری انسانیت کے سامنے ایک سوال مشرکین کے سامنے کیا جائے گا کہ یہ تو بتاؤ کہ اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ کہاں ہیں تمہارے وہ شرکاء جن کے بارے میں تم دعویٰ کرتے تھے کہ وہ بھی معبود ہیں؟ جب مشرکین یہ بات سنیں گے تو سرے سے اس بات کا انکار ہی کر دیں گے کہ انہوں نے شرک کیا تھا۔ گویا میدان محشر میں بھی فریب و دھوکہ دہی کی کوشش کریں گے۔ان کا دھوکہ اور فریب یہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اللہ کی قسم! ہم تو مشرک تھے ہی نہیں۔ گویا جھوٹ بول کر دوزخ کے عذاب سے بچنے کی ناکام تدبیر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ رسول رحمت ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ دیکھئے پیغمبر! کس طرح یہ اپنی جانوں پر جھوٹ بول رہے ہیں؟ دنیا میں جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے وہ سارا کا سارا غائب ہو گیا۔

درس نمبر (۵۵۳) دلوں پر پردہ اور کانوں میں ڈاٹ الانعام: ۲۵۔۲۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ
لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۵
وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنْهُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں جو يَّسْتَمِعُ کان لگاتے ہیں اِلَيْكَ آپ کی طرف وَجَعَلْنَا اور ہم نے کر دیئے عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر أَكِنَّةً پردے اَنْ يَّفْقَهُوْهُ کہ وہ اسے سمجھ ہی (نہ) سکیں وَفِيْٓ آذَانِهِمْ اور ان کے کانوں میں وَقْرًا ڈاٹ ہے وَإِن اور اگر يَّرَوْا وہ دیکھ لیں كُلَّ آيَةٍ ساری نشانیاں لَّا يُؤْمِنُوْا ایمان نہیں لائیں گے بِهَا ان پر حَتّٰٓى یہاں تک کہ إِذَا جب جَآؤُوكَ وہ آپ کے پاس آتے ہیں يُجَادِلُوْنَكَ آپ سے جھگڑتے ہوئے يَقُوْلُ (تو) کہتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْٓا کفر کیا إِنْ نہیں ہیں هٰذَآ یہ إِلَّا مگر أَسَاطِيْرُ داستانیں الْاَوَّلِيْنَ پہلوں کی ○ وَهُمْ اور وہ يَنْهَوْنَ روکتے ہیں عَنْهُ اس سے (دوسروں کو) وَيَنْـَٔوْنَ اور (خود بھی) دور رہتے ہیں عَنْهُ اس سے وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اور وہ ہلاک نہیں کرتے إِلَّا مگر أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے

ترجمہ: اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری باتوں کی طرف کان دھرتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر تو پردے ڈال دیئے ہیں کہ اس کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے کہ سن نہ سکیں اور اگر یہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر

ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ جب تمہارے پاس تم سے بحث کرنے کو آتے ہیں تو جو کافر ہیں کہتے ہیں یہ قرآن اور کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں O وہ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں، مگر ان باتوں سے وہ اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں اور وہ اس بات سے بے خبر ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان مشرکین میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔

۲۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن کر دیا ہے۔

۳۔ اور اگر یہ لوگ ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے۔

۴۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں۔

۵۔ جنہوں نے کفر کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۶۔ اور وہ لوگ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے دور ہوتے ہیں۔

۷۔ وہ تو صرف اپنی ہی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور سمجھتے نہیں ہیں۔

کسی بھی بات کو سننے کے دو نظریئے ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ کسی کی بات کو سمجھنے کیلئے اور جاننے اور ماننے کیلئے سنا جائے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول رحمت ﷺ کی باتیں جی لگا کر غور و فکر اور ماننے کے جذبہ کے ساتھ سنا کرتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے دل لرزتے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو جاتے تھے، جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۳ میں ہے: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ ۔الخ۔'' اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں۔'' دوسرے کی بات کو سننے کا دوسرا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ سامنے والے کی بات اس مقصد سے سنی جائے کہ اس کی بات کو جھٹلایا جائے اور اس کی باتوں کا مذاق اڑایا جائے۔ مشرکین رسولِ رحمت ﷺ کی باتوں کی طرف اس مقصد سے کان لگاتے تھے کہ ان باتوں کا مذاق اڑایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس شرارت کی سزا یہ دی کہ ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے تاکہ یہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں بھاری پن کر دیا جس کی وجہ سے وہ سن بھی نہیں سکتے۔ مشرکینِ مکہ کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر ہر طرح کی نشانیاں بھی یہ لوگ دیکھ لیں تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا بھی کرتے ہیں اور یہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں۔ وہ قرآن مجید جو دلائل سے بھری ہوئی کتاب ہے جو فصاحت و بلاغت کا وہ اعلیٰ شاہکار ہے جس کے سامنے عرب کے بڑے بڑے شاعر عاجز آ گئے کہ اس جیسا کلام لے کر آئیں، مگر ان بدقسمت مشرکوں نے اس قرآن مجید کو پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کی ایک عام کتاب قرار دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کتابِ مقدس قرآن مجید کا تعلق آسمان کی بلندیوں سے ہے۔ یہ وہ آفاقی ربّانی کتاب ہے جو رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ کی جانب سے اتاری گئی ہے۔

ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ یہ رسول رحمت ﷺ کے پاس آنے سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ کہیں آپ کی صحبت میں بیٹھ کر یہ مؤمن نہ بن جائیں اور خود بھی رسولِ رحمت ﷺ سے دور رہتے ہیں۔

بعض مفسرین نے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس قدر تو شریف ہیں کہ کسی ایذاء پہنچانے والے کو رسول رحمت ﷺ کے قریب آنے نہیں دیتے، لیکن خود آپ ﷺ کا دین قبول بھی نہیں کرتے تھے، جیسے ابوطالب آپ ﷺ کے چچا اور دوسرے رشتہ دار تھے کہ انہیں گوارا نہیں تھا کہ لوگ آپ ﷺ کو ایذاء پہنچائیں مگر خود ایمان بھی نہیں لاتے تھے۔

درس نمبر (۵۵۴) **کافر کیا تمنا کریں گے؟** الانعام: ۲۷۔۲۸۔۲۹۔۳۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اور اگر تَرَىٰ آپ دیکھیں إِذْ جب (کہ) وُقِفُوْا وہ کھڑے کیے جائیں گے عَلَى النَّارِ آگ پر فَقَالُوْا تو کہیں گے يَا لَيْتَنَا اے کاش! ہم نُرَدُّ لوٹا دیئے جائیں وَلَا نُكَذِّبَ تو نہ جھٹلائیں گے ہم بِآيَاتِ رَبِّنَا اپنے رب کی آیتوں کو وَنَكُوْنَ اور ہم ہوں گے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے O بَلْ بلکہ بَدَا ظاہر ہو جائے گا لَهُمْ ان کے لیے مَّا جو كَانُوْا يُخْفُوْنَ وہ چھپاتے تھے مِن قَبْلُ (اس سے) پہلے وَلَوْ اور اگر رُدُّوْا وہ لوٹا دیئے جائیں لَعَادُوْا تب بھی وہ کریں گے لِمَا وہی کہ نُهُوْا وہ روکے گئے تھے عَنْهُ اُس سے وَإِنَّهُمْ اور یقیناً وہ لَكَاذِبُوْنَ جھوٹے ہیں O وَقَالُوْٓا وہ کہتے ہیں إِنْ نہیں ہے هِيَ یہ (زندگی) إِلَّا مگر حَيَاتُنَا زندگی ہماری الدُّنْيَا دنیا کی وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم اٹھائے نہیں جائیں گے O وَلَوْ اور کاش کہ تَرَىٰ آپ دیکھیں إِذْ جب وُقِفُوْا وہ کھڑے کیے جائیں گے عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے قَالَ وہ فرمائے گا أَلَيْسَ کیا نہیں ہے هٰذَا یہ بِالْحَقِّ حق قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں وَرَبِّنَا قسم ہے ہمارے رب کی قَالَ (تو) وہ فرمائے گا فَذُوْقُوْا پھر تم چکھو الْعَذَابَ عذاب بِمَا بوجہ اس کے جو كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تم کفر کرتے تھے

ترجمہ: کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تا کہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں O ہاں! یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے آج ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ دنیا میں لوٹائے بھی جائیں تو جن کاموں سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں O اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی زندگی ہے اور ہم مرنے کے بعد پھر زندہ نہیں کیے جائیں گے O اور کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے وہ فرمائے گا کیا یہ دوبارہ زندہ ہونا برحق نہیں! تو کہیں گے کیوں نہیں؟ ہمارے پروردگار کی قسم بالکل برحق ہے، اللہ فرمائے گا اب کفر کے بدلے جو دنیا میں کرتے تھے عذاب کے مزے چکھو۔

تشریح: ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور آپ اگر اس وقت دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے دوزخ پر تو کہیں گے ہائے ہماری بربادی کاش! ہم واپس کر دیئے جاتے اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلاتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے

۲۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اس سے پہلے جھٹلایا کرتے تھے وہ ظاہر ہو گئی۔

۳۔ اور اگر وہ دنیا میں واپس کر دیئے جائیں تب بھی وہ وہی کام کریں گے جس سے وہ منع کیے گئے بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔

۴۔ اور انہوں نے کہا کہ بس یہی ہے ہماری دنیا والی زندگی اور ہم نہیں اٹھائے جانے والے۔

۵۔ اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے حضور۔

۶۔ رب ذوالجلال کا سوال ہوگا کیا یہ حق نہیں ہے؟ جواب میں وہ کہیں گے کہ ہاں! ہمارے رب کی قسم! یہ حق ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ چکھو عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جس دن قیامت قائم ہوگی اور مشرکین کے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ دوزخ میں ڈالے جانے کیلئے جکڑے جائیں گے اور دوزخی اپنی آنکھوں سے دوزخ کی زنجیروں اور طوقوں کا مشاہدہ کریں گے اور وہ سارے بھیانک اور ہولناک مناظر دیکھیں گے تو انہیں اپنی دنیوی زندگی کی یاد آئے گی، غفلت، شرارت وخباثت کی وہ ساری حرکتیں انہیں یاد آئیں گی اور ہائے ہائے ان کی زبانوں پر ہوگا، اپنی تباہی، ناکامی اور بربادی کا رونا روئیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ کاش! ہم دنیا کی طرف واپس لوٹا دیئے جائیں، اگر ہم کو دوبارہ زندگی مل گئی تو پھر کبھی ہم نہ نبی کو جھٹلائیں گے نہ قرآن مجید کو جھٹلائیں گے اور نہ آخرت کے دن کو جھٹلائیں گے بلکہ ہم تو مؤمنوں میں سے ہو جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن باتوں کو وہ چھپاتے تھے وہ ساری باتیں اس دن انکے سامنے ظاہر ہو جائیں گی۔ ان مشرکوں کو ان کی تمنا کے مطابق اگر دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے تو وہ لوگ اس وقت بھی وہی کام کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جس طرح مؤمن اس بنیاد پر زندگی گزارتے ہیں کہ انہیں مرنے

کے بعد دوبارہ زندہ اٹھنا ہے اس کے برعکس ان مشرکین کی بنیاد یہی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی یہ چند روزہ زندگی ہی اصل زندگی ہے اسکے بعد دوسری کوئی زندگی نہیں ہے۔ قیامت کے دن جب ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ آخرت، یہ جنت اور دوزخ، یہ قیامت کے دن کا منظر حق اور سچ نہیں ہے؟ تو اس وقت وہ کہیں گے کہ ہاں! یہ سچ اور حق ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ رب ذوالجلال کی قسم کھا کر یہ بات کہیں گے کہ یہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی فیصلہ ہوگا کہ اب چکھو اس عذاب کا مزہ جو تمہیں اس کفر کے بدلہ میں دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ قیامت کے دن کھڑے کئے جانے کا حکم سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۲۴ میں یوں ہے: وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ اور انہیں ٹھہرالو اس لئے کہ ان سے ضروری سوال کئے جانے والے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ قیامت کے دن مجرموں کو مجرموں کی شکل میں کھڑا کروایا جائے گا ان سے مواخذہ ہوگا اور ان سے سوالات ہوں گے۔

ایک مؤمن و مسلمان کو اس دن سے ڈرنا چاہئے جس دن رب ذوالجلال کے روبرو کھڑا ہونا ہے اور اس دن مجرم کی حیثیت سے کھڑے ہونے سے بچنے کیلئے برے اعمال سے دور اور نیک اعمال میں مصروف ہو جانا چاہئے۔

درس نمبر (۵۵۵) الانعام: ۳۱-۳۲

وہ خسارہ میں پڑ گیا جس نے قیامت کا انکار کیا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَدْ یقیناً خَسِرَ خسارے میں رہے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِلِقَاءِ اللّٰهِ اللہ کی ملاقات کو حَتّٰۤى یہاں تک کہ اِذَا جب جَاءَتْهُمُ آئے گی ان کے پاس السَّاعَةُ قیامت بَغْتَةً اچانک قَالُوْا (تو) وہ کہیں گے يَا حَسْرَتَنَا ہائے افسوس! عَلٰى مَا اس پر جو فَرَّطْنَا ہم نے کوتاہی کی فِيْهَا اس کی بابت وَهُمْ اور وہ يَحْمِلُوْنَ اٹھائے ہوں گے اَوْزَارَهُمْ اپنے بوجھ عَلٰى اوپر ظُهُوْرِهِمْ اپنی پیٹھوں کے اَلَا خبردار سَاءَ برا ہے مَا جو يَزِرُوْنَ (بوجھ) وہ اٹھائیں گے ۝ وَمَا اور نہیں ہے الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی اِلَّا مگر لَعِبٌ کھیل وَلَهْوٌ اور تماشہ وَلَلدَّارُ اور البتہ گھر الْآخِرَةُ آخرت کا خَيْرٌ بہتر ہے لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو يَتَّقُوْنَ ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کے روبرو حاضر ہونے کو جھوٹ سمجھا وہ گھاٹے میں آ گئے۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آ موجود ہوگی تو بول اٹھیں گے کہ ہائے اس کوتاہی پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی اور وہ اپنے اعمال کے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے، دیکھو! جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں بہت بُرا ہے ۝ اور دنیا کی زندگی

تو ایک کھیل اور مشغلہ ہے اور بہت اچھا گھر تو آخرت کا گھر ہے یعنی ان کے لئے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، کیا تم سمجھتے نہیں؟

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔

۲۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آجائے گی تو کہیں گے کہ ہائے ہماری حسرت! اس پر جو ہم نے دنیا میں کوتاہی کی۔

۳۔ اور وہ اپنے بوجھوں کو اپنی کمروں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

۴۔ خبردار! بہت برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اٹھا رہے ہوں گے۔

۵۔ اور نہیں ہے دنیا والی زندگی مگر ایک لعب اور لہو۔

۶۔ پرہیز گاری اختیار کرنے والوں کیلئے آخرت والا گھر بہتر ہے۔

۷۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو...؟

نقصان اور خسارہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وقتی نقصان جو عارضی ہوتا ہے اور وہ نقصان بالکل ہلکا ہوتا ہے۔ دوسرا دائمی نقصان جو ہمیشہ کا نقصان ہوتا ہے، یہ بڑا بھاری نقصان ہوتا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ بڑا بھاری نقصان اس جرم کی پاداش میں ہوگا جو آخرت کے دن اللہ سے ملاقات کو جھٹلانے پر ملے گا۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا گیا کہ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا جانا یقینی وقطعی ہے جس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۳ میں فرمایا: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو۔ جو لوگ قیامت کی اس ملاقات والے دن کو بھول کر زندگی بسر کر رہے ہیں وہ اس قرآنی وعید کو ذہن میں رکھیں: فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا (الاعراف:۵۱) ہم آج کے روز ان کو بھول جائیں گے جیسا کہ وہ اس دن کو بھول گئے۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلاتے ہیں ان کا انجام سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۷ میں یوں بتلایا گیا: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور قیامت کے پیش ہونے کو جھٹلایا انکے سب کام اکارت ہوگئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آخرت کے دن رب ذوالجلال کے روبرو حاضری کا یقین دلوں میں تقویٰ کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور جن کے دل میں صرف دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہوتی ہے ان کے دل تقویٰ سے عاری اور خالی ہوتے ہیں۔ جو لوگ ایسی غفلت والی زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو انکے لئے سوائے پچھتاوے اور حسرت کے کچھ باقی نہیں رہے گا، پس ان کی قسمت میں ہائے ہائے ہی ہوگا۔ ایسے بدقسمت لوگ اپنی پیٹھوں پر گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ کیا ہی برا اور وزنی بوجھ ہوگا جس کو وہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے ہوئے ہوں گے؟ دنیا میں مروت اور ہمدردی میں ایک دوسرے کا بوجھ اٹھالینا عام بات ہے،

مگر یہ مروت اور ہمدردی قیامت کے دن نہیں چلے گی۔ وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر ایک کو اپنے گناہوں کا بوجھ خود ہی اٹھانا ہوگا۔ اسی حقیقت کو سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۶۴ میں بیان کیا گیا: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی یہی بات بتائی گئی ہے۔ اس آیت میں یہ بات بھی بتائی گئی کہ دنیوی زندگی تو بس کھیل کود ہے: وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۴ میں یوں کہا گیا کہ وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ اور دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشا ہے وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ اور اس کے مقابلہ میں آخرت کے گھر کی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی یہی بات کہی گئی کہ اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ واقعی دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے۔ ان آیات کا مقصد یہی ہے کہ آدمی دنیوی زندگی کو مقصود نہ بنائے۔ مقصدِ زندگی آخرت کی تیاری ہے اور یہ دنیا تو کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

درس نمبر (۵۵۶) **نبیوں نے ایذاءوں پر صبر کیا** الانعام: ۳۳۔۳۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤی اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَدْ نَعْلَمُ تحقیق ہم جانتے ہیں اِنَّهٗ بلاشبہ لَیَحْزُنُكَ ضرور غمگین کرتی ہے آپ کو الَّذِیْ وہ بات جو یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں فَاِنَّهُمْ چنانچہ بیشک وہ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ نہیں جھٹلاتے آپ کو وَلٰكِنَّ لیکن الظَّالِمِیْنَ وہ ظالم بِآیَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کا یَجْحَدُوْنَ انکار کرتے ہیں O وَلَقَدْ اور بلاشبہ كُذِّبَتْ جھٹلائے گئے رُسُلٌ کئی رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَصَبَرُوْا تو انہوں نے صبر کیا عَلٰی مَا اس پر جو كُذِّبُوْا وہ جھٹلائے گئے وَاُوْذُوْا اور ایذا دیئے گئے حَتّٰۤی یہاں تک کہ أَتَاهُمْ آ گئی ان کے پاس نَصْرُنَا ہماری مدد وَلَا مُبَدِّلَ اور کوئی تبدیل کرنے والا نہیں لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اللہ کے کلمات کو وَلَقَدْ اور یقیناً جَاءَكَ آ چکی ہیں آپ کے پاس مِنْ نَّبَاِ کچھ خبریں الْمُرْسَلِیْنَ رسولوں کی

ترجمہ: ہم کو معلوم ہے اے نبی! ان کافروں کی باتیں تمہیں رنج پہنچاتی ہیں، مگر یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں O اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں اور تم کو پیغمبروں کے احوال کی خبریں پہنچ چکی ہیں تو تم بھی صبر سے کام لو۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ کرتی ہیں۔

۲۔ یہ یقینی بات ہے کہ وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظلم کرنے والے اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

۳۔ بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا۔

۴۔ ان رسولوں نے ان کے جھٹلائے جانے پر اور ایذائیں پہنچانے پر صبر کیا۔

۵۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔

۶۔ اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

۷۔ پیغمبروں کی بعض باتیں آپ کو پہنچ چکی ہے۔

پیغمبر! ہمیں معلوم ہے کہ آپ کے دل میں حزن وملال ہے اس وجہ سے کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے، پیغمبر! آپ اطمینان رکھئے اور صبر کا دامن تھامے رہئے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ظاہری اعتبار سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں حقیقت میں یہ آپ کو اپنے دل ہی دل میں مانتے ہیں، ان کے دل میں ہے کہ آپ واقعی نبی ہیں، صرف ضد کی وجہ سے یہ اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ اخنس بن شریق کی ابوجہل سے ملاقات ہوگئی اخنس نے ابوجہل سے کہا کہ اس وقت یہاں تیرے اور میرے سوا کوئی نہیں تو مجھے سچی بات بتادے کہ محمد بن عبداللہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے..؟ ابوجہل نے کہا اللہ کی قسم! اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن ہمارے ان کو جھٹلانے کی وجہ یہ ہے کہ جب بنوقصی (جو قریش کا ایک قبیلہ تھا) جس میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس علمبرداری بھی چلی جائے اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی چلی جائے اور کعبۃ اللہ کی کلید برداری بھی چلی جائے اور مجلسِ شوریٰ کی سرداری بھی انہی کو چلی جائے اور نبی اور رسول بھی انہی میں سے ہوجائے تو باقی قریش کے لئے کیا بچے گا؟ (تفسیر طبری) بعض روایتوں میں ہے کہ ابوجہل نے رسول رحمت ﷺ سے کہا کہ ہم آپ پر تہمت نہیں لگاتے اور نہ آپ کو جھٹلاتے ہیں ہم تو اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جس کی دعوت لے کر آپ تشریف لائے۔ (تفسیر طبری) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس طرح تسلی دی کہ پیغمبر! ان مشرکین کو آپ کے نبی اور رسول ہونے میں شک نہیں ہے یہ لوگ آپ کو سچا سمجھتے ہیں لیکن ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ضد ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں ان کے شرک کے خلاف کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے اس لئے ان کو آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے بغض اور ضد ہے۔

دنیا میں جتنے بھی رسول آئے سب کو ہی ان کی قوموں نے جھٹلایا یہ کوئی نیا واقعہ نہیں تھا کہ مشرکینِ مکہ نے رسول رحمت ﷺ کو جھٹلایا سارے ہی نبیوں کو جھٹلایا گیا، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام،

حضرت ہود علیہ السلام الغرض سارے ہی نبیوں کو انکی قوموں نے جھٹلایا اور ان نبیوں اور رسولوں نے اپنی قوم کی طرف سے جو کچھ کہ اذیت اور تکلیف پہنچی ہے اس پر صبر سے کام لیا تو آپ کو بھی صبر سے کام لینا چاہئے اور جس طرح دوسرے نبیوں کی ایسے قوموں کے مقابلہ میں مدد کی گئی آپ کی بھی مدد کی جائے گی۔

اسکے بعد یہ حقیقت بیان کی گئی کہ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اللہ کے کلمات یعنی فیصلوں کو کوئی بدلنے والا نہیں، جو فیصلہ اللہ تعالیٰ کر دیں دنیا کی کوئی طاقت اس فیصلہ کو بدل نہیں سکتی اور وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ کے ذریعہ یہ بات بتائی گئی کہ گزرے ہوئے نبیوں کے بعض قصے اور واقعات آپ تک پہنچ چکے ہیں جن سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد دشمنوں کے مقابلہ میں نبیوں کو ملتی رہی؟ چنانچہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی مدد ضرور ملے گی۔

درس نمبر (۵۵۷) اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا الانعام: ۳۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْسُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵ النصف

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ اور اگر كَانَ كَبُرَ گراں ہو عَلَيْكَ آپ پر اِعْرَاضُهُمْ ان کا اعراض کرنا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ تو اگر آپ استطاعت رکھتے ہیں اَنْ تَبْتَغِيَ کہ آپ تلاش کریں نَفَقًا کوئی سرنگ فِي الْاَرْضِ زمین میں اَوْ یا سُلَّمًا کوئی سیڑھی فِي السَّمَآءِ آسمان میں فَتَاْتِيَهُمْ پھر آپ لے آئیں ان کے پاس بِاٰيَةٍ کوئی نشانی (تو کر دیکھیں) وَلَوْ اور اگر شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہتا لَجَمَعَهُمْ (تو) ضرور انہیں جمع کر دیتا عَلَى الْهُدٰى ہدایت پر فَلَا تَكُوْنَنَّ سو ہرگز نہ ہوں آپ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ نادانوں میں سے

ترجمہ: اور اگر ان کی روگردانی تم پر شاق گزرتی ہے تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو یا آسمان میں سیڑھی تلاش کرو پھر ان کے پاس کوئی معجزہ لاؤ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، پس تم ہرگز نادانوں میں نہ ہونا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ اور اگر آپ کو ان مشرکین کا اعراض کرنا گراں گزر رہا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی زینہ تلاش کریں پھر آپ ان کے پاس معجزہ لے آئیں تو آپ ایسا کر لیجئے۔

۲۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

۳۔ لہٰذا آپ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے۔

رسولِ رحمت ﷺ اس دنیا میں ایک داعی کی حیثیت سے بھیجے گئے جیسا کہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۶ میں ہے: وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا دعوت کی اس ذمہ داری کی وجہ سے آپ کی تڑپ اور خواہش یہ ہوتی تھی کہ مکہ کے یہ مشرکین اس دعوت کو قبول کر لیں، آپ ﷺ کی یہ حرص ہوتی تھی کہ میری قوم کے لوگ اسلام قبول کر لیں

مگر وہ لوگ اسلام قبول نہیں کرتے تھے اور آپ ﷺ سے طرح طرح کے معجزات کی فرمائش کرتے تھے کہ اس طرح کا معجزہ دکھاؤ اور یہ کام کر کے بتاؤ اگر یہ معجزہ بتلاؤ گے تو ہم ایمان لے آئیں گے وغیرہ اور آپ ﷺ کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ ان مشرکین کے مطالبہ کے مطابق معجزات ظاہر ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی یہ فرمائش پوری نہیں کی جاتی تھی، جب ان کی فرمائش کے مطابق معجزات ظاہر نہ ہوتے تو آپ ﷺ کا دل غمگین ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کو اس آیت میں یہ کہا گیا کہ پیغمبر! اگر ان مشرکین کے ایمان قبول کرنے سے باز آنے اور آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے منہ موڑنے کی وجہ سے آپ کو گرانی محسوس ہوتی ہو تو آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں جانے کی کوئی سیڑھی تلاش کر لیں پھر آپ انکے یہ معجزے لے آئیں، اگر آپ یہ کر سکتے ہوں تو کریں، اگر آپ زمین میں نیچے اتر کر یا آسمان کے اوپر جا کر ان کا فرمائشی معجزہ لا سکتے ہوں تو آپ ایسا کر لیجئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ارادہ کے بغیر یہ ناممکن ہے۔

پیغمبر! آپ کا کام دعوت دینا ہے ٗ ہدایت آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سارے مخالفین ومشرکین کو ہدایت دے دیتا، اس لئے آپ اس فکر میں مت پڑیئے کہ یہ سارے کے سارے مسلمان ہو جائیں، آپ کو تو بس صبر ہی سے کام لینا ہے ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ حکمت کے مطابق ہے، آپ اللہ کی حکمت اور اسکے فیصلوں پر راضی رہئے اور نادانوں میں سے مت ہو جائیے۔

درس نمبر (۵۵۸) **اللہ ہر قسم کی نشانی ظاہر کرنے پر قادر ہے** الانعام: ۳۶-۳۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۞ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّمَا بلاشبہ يَسْتَجِيْبُ قبول کرتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَسْمَعُوْنَ سنتے ہیں وَالْمَوْتٰى اور مردے يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اللہ ان کو اٹھائے گا ثُمَّ پھر اِلَيْهِ اسی کی طرف يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے ○ وَقَالُوْا اورانہوں نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ کیوں نہیں اُتاری گئی عَلَيْهِ اس (نبی) پر اٰيَةٌ کوئی (بڑی) نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے قُلْ کہہ دیجئے اِنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ قَادِرٌ قادر ہے عَلٰٓى اَنْ اس پر کہ يُّنَزِّلَ اتارے اٰيَةً کوئی (بڑی) نشانی وَّلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے

ترجمہ: بات یہ ہے کہ حق کو قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں اور مردوں کو تو اللہ قیامت ہی کو اٹھائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ○ اور کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ کہہ دو کہ اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔
۲۔اور مردوں کو اللہ زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔
۳۔انہوں نے کہا کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی..؟
۴۔آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ نشانی نازل فرمائے۔
۵۔لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر سننے والا حقیقت میں سننے والا نہیں ہوتا، اس لئے کہ حقیقت میں سننے والا وہ ہوتا ہے جو قبول کرنے کی نیت سے سنے۔اسی حقیقت کو یہاں بتلایا گیا کہ بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو حقیقت میں سنتے ہیں، آیت کے اس پہلے جزئیہ میں رسول رحمت ﷺ کو یہ بات بتلائی گئی کہ پیغمبر! ہدایت کی جو باتیں آپ ان کو بتلاتے ہیں ان میں وہی لوگ آپ کی بات مانتے اور قبول کرتے ہیں جو قبول کرنے کی نیت سے سنتے ہیں، یہ کفار و مشرکین مُردوں کی طرح ہیں اس لئے حقیقی زندگی تو اسلام کو قبول کرنے ہی سے میسر آتی ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کیطرف لوٹائے جائیں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا حساب لے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ عطا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت ﷺ کو بہت سارے معجزات عطا کئے لیکن مشرکین مکہ کو انکی مرضی کی نشانی مطلوب تھی کہ وہ جس نشانی کا مطالبہ کریں وہ انہیں بتلائی جائے، یہی اعتراض مشرکین نے کیا تھا کہ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کہنے لگے کہ کیوں ان پر اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی اتاری نہیں گئی؟ اس کا جواب یوں دیا گیا کہ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ نشانی نازل فرمائے، لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے مطالبہ کا پابند نہیں ہے کہ وہ جس نشانی کا مطالبہ کریں وہی نشانی نازل کرے۔

پیغمبر! آپ کا کام دعوت دینا ہے ہدایت آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سارے مخالفین کو ہدایت دیدیتا، اس لئے آپ اس فکر میں مت پڑیئے کہ یہ سارے کے سارے مسلمان ہو جائیں، آپ کو تو صبر ہی سے کام لینا ہے، ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ حکمت کے مطابق ہے آپ ہماری حکمت اور فیصلوں پر راضی رہئے اور نادانوں میں سے مت ہو جائیے۔

درس نمبر (۵۵۹) **آیتوں کو جھٹلانے والے بہرے اور گونگے ہیں** الانعام: ۳۸۔۳۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ

یَجۡعَلۡهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا مِن دَآبَّةٍ اور کوئی چلنے والا نہیں ہے فِی الۡاَرۡضِ زمین پر وَلَا طَائِرٍ اور نہ کوئی پرندہ یَطِيۡرُ جو اڑتا ہے بِجَنَاحَيۡهِ اپنے دونوں پروں کے ساتھ اِلَّآ مگر اُمَمٌ وہ امتیں ہیں اَمۡثَالُكُمۡ تمہاری ہی طرح مَّا فَرَّطۡنَا ہم نے نہیں چھوڑی فِی الۡكِتَابِ کتاب میں مِن شَیۡءٍ کوئی چیز ثُمَّ پھر اِلٰی رَبِّهِمۡ اپنے رب کی طرف يُحۡشَرُوۡنَ وہ اکٹھے کیے جائیں گے O وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوۡا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیات کو صُمٌّ وہ بہرے ہیں وَبُكۡمٌ اور گونگے ہیں فِی الظُّلُمَاتِ اندھیروں میں مَنۡ جسے يَّشَاِ چاہے اللّٰهُ اللہ يُضۡلِلۡهُ اس کو گمراہ کرتا ہے وَمَن اور جسے يَشَاۡ چاہے يَجۡعَلۡهُ اسے کر دیتا ہے عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ صراطِ مستقیم پر

ترجمہ: اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا حیوان یا اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ ہے ان کی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں، ہم نے کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں کسی چیز کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی، پھر سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے O اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں اس کے علاوہ اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں جس کو اللہ چاہے گمراہ رہنے دے اور جسے چاہے سیدھے راستے پر چلا دے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ اور جو بھی جانور زمین میں چلنے والا ہے اور جو کوئی پرندہ ہے جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے یہ سب تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں۔

۲۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

۳۔ پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے۔

۴۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں۔

۵۔ اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھے راستہ پر ڈال دے۔

روئے زمین پر جتنے بھی چوپائے ہیں جو ہماری نگاہوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں اسی طرح جتنے پرندے فضاؤں کی بلندیوں پر اُڑ رہے ہیں اور اپنے پروں اور بازوؤں کو لہراتے ہوئے اِدھر اُدھر منتقل ہوتے نظر آ رہے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں بالکل ہماری طرح انہیں بھی مختلف حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، چوپایوں اور پرندوں کی یہ مختلف جماعتیں ہیں، لوحِ محفوظ میں ان کی ساری حالتیں محفوظ ہیں اور ان تمام چوپایوں اور پرندوں کے امور متعین و مقرر ہیں، یہ کیا کریں گے، کیا کھائیں گے، کہاں رہیں گے، ان کو کیسے روزی پہنچے گی اور ان کی حفاظت کیسے ہوگی؟ سب کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡكِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ لوحِ محفوظ میں ان سے متعلقہ کوئی چیز لکھنے سے نہیں رہ گئی ہے ہر ہر

جانور اور ہر ہر پرندہ کی ہر ہر تفصیل لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ ساری کائنات اور اس کے تمام احوال لکھے ہوئے ہیں، ان سب کی تقدیر بھی لوحِ محفوظ میں موجود ہے اور ان کے لئے مقدر تدبیر بھی موجود ہے۔ **ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمۡ یُحۡشَرُوۡنَ** کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ انسان ہو کہ جنات، حشرات الارض ہوں کہ حیوانات، بر و بحر کی ہر ہر مخلوق کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جو مخلوقات مکلّف ہیں یعنی انسان اور جنات ان کا تو حساب ہوگا اور جانوروں کو بھی آپس میں بدلے دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم ضرور بالضرور اہل حقوق کے حق ادا کروگے، یہاں تک کہ بے سینگوں والی بکری کو سینگوں والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا، اگر سینگ والی نے اسے دنیا میں مارا ہوگا۔ (مسلم:۲۵۸۲)

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلایا یہ ایسے بہرے ہیں کہ ان کا سننا ان کو نفع نہیں پہنچاتا، یہ سنتے ہوئے بھی بہرے ہیں اور گونگے ہیں یعنی زبان رکھ کر بھی حق بات کہہ نہیں سکتے، مختلف قسم کی اندھیریوں میں یہ پڑے ہوئے ہیں، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۹ میں اسکی تفصیل بیان کی گئی **لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ** ان کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے، ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں بس جس اندھیرے میں یہ پڑے ہوئے ہیں اس سے نکل نہیں پاتے، حقیقت یہ ہے کہ جس کو چاہے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اور جس کو چاہے سیدھی راہ پر قائم کردے یہ اللہ کی مرضی اور اس کا اختیار ہے اس جملہ کے ذریعہ رسول رحمت ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کا کام اور ذمہ داری تو بس دعوت دینا ہے آپ اپنے کام میں لگے رہیئے اور لوگوں کو دعوت دیتے رہیئے ہدایت تو بس یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جس کو ہدایت دینا چاہے ہدایت دے گا اور جس کو گمراہ کرنا چاہے گمراہ کردے گا۔

درس نمبر (۵۶۰) **عذاب آجائے تو تم کس کو پکاروگے؟** الانعام: ۴۰۔۴۱

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلۡ اَرَءَیۡتَکُمۡ اِنۡ اَتٰىکُمۡ عَذَابُ اللّٰهِ اَوۡ اَتَتۡکُمُ السَّاعَةُ اَغَیۡرَ اللّٰهِ تَدۡعُوۡنَ ۚ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴۰﴾ بَلۡ اِیَّاهُ تَدۡعُوۡنَ فَیَکۡشِفُ مَا تَدۡعُوۡنَ اِلَیۡهِ اِنۡ شَآءَ وَتَنۡسَوۡنَ مَا تُشۡرِکُوۡنَ ﴿۴۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلۡ کہہ دیجئے أَرَأَيْتُكُمْ مجھے بتلاؤ إِنۡ اگر أَتَاكُمۡ آئے تم پر عَذَابُ اللّٰهِ اللہ کا عذاب أَوۡ یا أَتَتۡكُمُ آجائے تم پر السَّاعَةُ قیامت اَغَیۡرَ اللّٰهِ تو کیا غیر اللہ کو تَدۡعُوۡنَ تم پکاروگے إِنۡ كُنۡتُمۡ اگر ہو تم صَادِقِيۡنَ سچے؟O بَلۡ بلکہ إِيَّاهُ صرف اسی کو تَدۡعُوۡنَ تم پکاروگے فَیَکۡشِفُ پھر وہ (اللہ) دور کردے گا مَا

وہ (تکلیف کہ) تَدۡعُوۡنَ تم پکاروگے اِلَيۡهِ اس کے لیے اِنۡ اگر شَآءَ وہ چاہے گا وَتَنۡسَوۡنَ اورتم فراموش کردوگے مَا جنہیں تُشۡرِكُوۡنَ تم شریک ٹھہراتے تھے

ترجمہ: کہواے کافرو! بھلا دیکھوتو اگرتم پراللہ کاعذاب آجائے یا قیامت آموجود ہوتو کیاتم ایسی حالت میں اللہ کے سوا کسی اورکو پکاروگے؟ اگر سچے ہوتو بتاؤO نہیں! بلکہ مصیبت کے وقت تم اسی اللہ کو پکارتے ہوتو جس دکھ کے لئے اسے پکارتے ہووہ اگر چاہتا ہےتو اس کودور کردیتا ہےاور جن کوتم شریک بناتے ہواس وقت انہیں بھول جاتے ہو۔

تشریح: ان دوآیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔آپ فرمادیجئے کہ تم بتاؤ اگرتم پراللہ کاعذاب آجائے یاتمہارے پاس قیامت آجائے تو کیااللہ کے سواکسی اورکو پکاروگے اگرتم سچے ہو؟

۲۔ بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو۔

۳۔ پھراگر وہ چاہے تواس مصیبت کودورکردیتا ہے جس کی طرف تم اسے پکارتے ہواورتم جوشرک کرتے ہو اسے بھول جاتے ہو۔

انسان کی فطرت ہے کہ جب مصیبت کی گھڑی آجاتی ہےاوروہ مختلف پریشانیوں میں گھر جاتا ہےتو اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے، مشرکین کا یہی حال تھا کہ باطل معبودوں سے چپکے ہوئے رہتے تھےاور جب مصیبت آپڑتی تو ان سب باطل معبودوں کوچھوڑ کرصرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تھےاس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ جوجھوٹے معبود ہیں ان میں نہ نفع کی طاقت ہےاورنہ نقصان کی۔ جب ان باطل معبودوں میں کوئی طاقت ہی نہیں تو ان کی پرستش کرنا حماقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔اسی حقیقت کو یہاں بیان کیا گیا کہ اے مشرکو! تم ہی بتاؤ کہ اگرتم پراللہ کاعذاب آجائے یا تمہارے پاس قیامت آجائے تو اللہ کے سوا کیاتم کسی اورکو پکاروگے؟ ہرگزنہیں! تم ایسے وقت تو صرف اللہ ہی کو پکارتے ہو۔اس قسم کا مضمون قرآن مجید میں مختلف انداز سے جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر۱۲ میں یوں فرمایا گیا: وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ اور جب انسان کوکوئی تکلیف پہنچتی ہےتو ہم کو پکارتا ہے، لیٹے بھی، بیٹھے بھی، کھڑے بھی، پھر جب ہم اسکی تکلیف اس سے ہٹادیتے ہیں تو وہ ایسا ہوجاتا ہے کہ گویااس نے اپنی تکلیف کیلئے جواسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ مشرکین دنیا کے کسی عذاب کے وقت یااگر قیامت قائم ہوجائے تو اس وقت اس مصیبت سے چھٹکارے کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں تو انہیں عام وقت میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہیے جب مصیبت کی اس گھڑی میں انہیں اس مصیبت سے بچانے کی ان باطل معبودوں میں کوئی طاقت نہیں ہے تو پھر کیوں وہ ان باطل معبودوں کو پکارتے اوران کی عبادت کرتے ہیں؟ فیصلہ کن حقیقت یہ ہے کہ ساری طاقتیں ایک اللہ ہی کے

ہاتھ میں ہیں، اسی کے ہاتھ میں نفع وضرر، اسی کے ہاتھ میں عروج وزوال، اسی کے ہاتھ میں صحت و بیماری، اسی کے ہاتھ میں طاقت وکمزوری، اسی کے ہاتھ میں عزت وذلت اوراسی کے ہاتھ میں خوشحالی اور بدحالی ہے، پس تم اسی ایک اللہ کے دربار سے جڑے رہواوراسی سے مانگوجس حالت میں بھی تم ہو، ان دوآیتوں کا خلاصہ توحید پر جمے رہنا اورشرک کی ہر ہر صورت وشکل سے بیزاری اپنے دل میں پیدا کرنا ہے۔

درس نمبر (۵۶۱) **نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ کا عذاب آتا ہے** الانعام: ۴۲۔۴۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اورالبتہ تحقیق أَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے اِلٰى أُمَمٍ امتوں کی طرف (رسول) مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَأَخَذْنَاهُمْ پھرہم نے ان کوپکڑا بِالْبَأْسَآءِ سختی کےساتھ وَالضَّرَّاءِ اورتکلیف (کے ساتھ) لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ وہ عاجزی کریں O فَلَوْلَا پھرکیوں نہ إِذْ جب جَاءَهُمْ آیاان پر بَأْسُنَا ہماراعذاب تَضَرَّعُوْا انہوں نے عاجزی کی وَلٰكِنْ قَسَتْ اورلیکن سخت ہوگئے قُلُوْبُهُمْ ان کےدل وَزَيَّنَ اورمزین کردیا لَهُمْ ان کیلئے الشَّيْطَانُ شیطان نے مَا جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے، پھران کی نافرمانیوں کے سبب ہم انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے تاکہ عاجزی کریںO توجب ان پرہماراعذاب آتارہاوہ کیوں نہیں عاجزی کرتے رہے؟ مگران کے تو دل ہی سخت ہوگئے تھےاور جوکام وہ کرتے تھےشیطان ان کوان کی نظروں میں آراستہ کردکھاتا تھا۔

تشریح: ان دوآیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ہم نے آپ سے پہلے گزری ہوئی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔

۲۔ہم نے ان قوموں کوسختی کے ذریعہ اورتکلیف کے ذریعہ پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں۔

۳۔جب ان پر ہماراعذاب آیاتوانہوں نے عاجزی کیوں نہ کی؟

۴۔لیکن ان کے دل سخت ہوگئے۔

۵۔اورشیطان نے انکے اعمال کومزین کرکے دکھلایا۔

رسولِ رحمت ﷺ سے پہلے جو امتیں اور قومیں گزری ہیں ان کی ہدایت ورہنمائی کیلئے ان میں متعدد رسول بھیجے گئے، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۱۴۴ میں اسکی وضاحت کی گئی: قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ رسول عربی ﷺ سے پہلے بہت سے رسول ہوچکے ہیں، سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۷۰ میں فرمایا گیا: وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا اوران کی

طرف ہم نے رسولوں کو بھیجا۔تمام امتوں کی طرف رسول اس لئے بھیجے گئے تاکہ لوگوں کی کوئی حجّت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے اور قومیں یہ نہ کہیں کہ انکی جانب کسی بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول کو نہیں بھیجا گیا۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶۵ میں اسکی وضاحت کی گئی: رُسُلاً مُّبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ سب پیغمبروں کو اللہ نے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تھا تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت نہ ملے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان رسولوں کو بھیجا اور قوموں نے ان نبیوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستور کے موافق ان قوموں کو سختی اور دکھ نیز درد و تکلیف کے ذریعہ پکڑ لیا، بأساء اور ضرّاء سے مراد وہ ساری تکلیفیں ہیں جو قوموں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر وقتاً فوقتاً پہنچتی رہیں، بأساء اور ضرّاء میں قحط سالی، بھوک، وبائی امراض، مہنگائی، جانوں اور مالوں کی تباہی و بربادی سب کچھ داخل ہے، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۴ میں بھی اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف میں نہ پکڑا ہو تاکہ گڑگڑائیں۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سختی اور تکلیف آجائے تو بندوں کو اپنے رب کے حضور گڑگڑانا چاہئے اور رو رو کر اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، گزری ہوئی قوموں نے اللہ کے عذاب کے آنے کے بعد بھی عاجزی اختیار نہ کی بلکہ اپنی شرارتوں پر اڑے رہے اس لئے کہ ان کے دل سخت ہو چکے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ دل کی سختی آدمی کو انجام سے غافل بنا دیتی ہے اور ’’کریلا نیم چڑھا‘‘ کے مصداق شیطان نے ان کے برے اعمال کو بھلے کر کے ظاہر کر دیا اور وہ دھوکہ میں رہ گئے، سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ وَاِذۡ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ اور جبکہ شیطان نے ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیا۔

درس نمبر (۵۶۲) **نصیحتوں کو فراموش کرنے کا انجام** الانعام: ۴۴۔۴۵

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ؕ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پھر جب نَسُوۡا انہوں نے بھلا دیا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ اس کو جس کی وہ نصیحت کیے گئے تھے فَتَحۡنَا تو ہم نے کھول دیئے عَلَيۡهِمۡ ان پر اَبۡوَابَ دروازے كُلِّ شَىۡءٍ ہر چیز کے حَتّٰى یہاں تک کہ اِذَا جب فَرِحُوۡا وہ اترا گئے بِمَاۤ ان چیزوں کے ساتھ جو اُوۡتُوۡۤا وہ دیئے گئے اَخَذۡنٰهُمۡ (تو) ہم نے انہیں پکڑ لیا بَغۡتَةً اچانک فَاِذَا تب هُمۡ وہ مُّبۡلِسُوۡنَ ناامید ہو گئے O فَقُطِعَ چنانچہ کاٹ دی گئی دَابِرُ الۡقَوۡمِ اس قوم کی جڑ الَّذِيۡنَ

جنہوں نے ظَلَمُوۡا ظلم کیا تھا وَالۡحَمۡدُ اور ہر قسم کی حمد لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ اللہ رب العالمین ہی کیلئے ہے

ترجمہ: پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو اُن کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے O غرض ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کیلئے ہے

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔

۲۔ یہاں تک کہ جب وہ اس چیز پر اِترائے جو اُن کو عطا کی گئی تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا۔

۳۔ تو وہ اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے۔

۴۔ لہٰذا ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا۔

۵۔ اور سب تعریف اللہ کیلئے ہی ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

پچھلی قوموں کو جو نصیحتیں کی گئی تھیں ان قوموں نے جب ان نصیحتوں کو فراموش کر دیا حق کو اختیار کرنے کے بجائے باطل یعنی کفر ہی پر قائم رہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نصیحتوں کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے طور پر ان کیلئے ہر قسم کی نعمتوں اور عیش و عشرت کی زندگی کے دروازے کھول دیئے، آرام و راحت اور مال و متاع کے درمیان جب نعمتوں والی زندگی گزارنے لگے تو اس رب ذوالجلال ہی کو بھول گئے جس نے انہیں یہ نعمتیں دیں اور نعمتوں کی کثرت کی وجہ سے غرور و گھمنڈ میں پڑ گئے، ان کے دلوں میں یہ خیال ہی نہ آیا کہ اس رب کے سامنے جھک جائیں جس نے یہ نعمتیں عطا کی ہیں پھر اس رسی کو اللہ تعالیٰ نے کھینچ لیا جس کو اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے رکھی تھی اور ان کو اچانک پکڑ لیا اب انکے سامنے سوائے مایوسی اور ناامیدی کے اور کوئی چیز باقی ہی نہ رہی، ایسی ظالم قوموں کی جڑ کو اللہ تعالیٰ نے کاٹ دیا اور ان کا کوئی فرد روئے زمین پر باقی نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کا دستور یہی رہا کہ قوموں کو سختی اور تکلیف کے ذریعہ پکڑتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ یہ اس صورت میں رب ذوالجلال کے روبرو گڑگڑاتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں ہوتے تو پھر ایک نئی شکل میں ان کی آزمائش فرماتے ہیں وہ اس طرح کہ ان کی مشکلات کو آسانیوں میں بدل دیتے ہیں اور راحت عیش و آرام کے اسباب بکثرت عطا کرتے ہیں۔ جب قومیں اس عیش و عشرت اور آرام و راحت اور مال و متاع کی کثرت میں خوب اترانے لگتی ہیں اور رب ذوالجلال کو بھول کر غفلت کی زندگی بسر کرنے لگتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی گرفت اور پکڑ ہوتی ہے کہ ان قوموں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل پاتا اب ان کی قسمت میں مایوسی ہی مایوسی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی قوموں کی جڑوں کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں اور ان کی تباہی و بربادی کی ساری شکلیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس سے امتِ محمدیہ کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں اپنے حقیقی رب کو فراموش نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر

کرنا اپنے لئے واجب سمجھیں اور اپنے اعضاء و جوارح کو رب ذوالجلال کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگائیں، نعمتوں پر شکر کرنے والا نعمتوں کا حقدار بنا رہتا ہے بلکہ ان نعمتوں میں مزید اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ مصیبتیں اور آفتیں عبرت لینے کیلئے ہوتی ہیں نہ کہ عیش و عشرت میں ڈوب کر اپنے رب کو بھولنے کیلئے، کسی آدمی کا دولتمند ہونا کمال نہیں ہے مال کا کمال یہ ہے کہ اس مال کی کثرت کے باوجود حقیقی خالق و مالک کیلئے دل میں مخصوص جگہ رکھی جائے۔

آخر میں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہہ کر یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دکھ درد اور تکلیف میں مبتلا کر کے اپنے بندوں کو رجوع ہونے کا موقع عنایت فرمایا پھر نعمتیں عطا فرمائیں تا کہ وہ شکر ادا کریں مگر وہ جب کسی بھی طرح اپنے جرائم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق ان قوموں کو دنیا کی تاریخ سے غائب کر دیا، بس تعریف تو اس اللہ کی ہے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔

درس نمبر (۵۶۳) دیکھئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں؟ الانعام: ۴۶-۴۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے أَرَأَيْتُم مجھے بتلاؤ إِنْ اگر اَخَذَ اللّٰهُ چھین لے اللہ سَمْعَكُمْ تمہارے کان وَأَبْصَارَكُمْ اور تمہاری آنکھیں وَخَتَمَ مہر لگا دے عَلٰى قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں پر مَّنْ (تو) کون ہے إِلٰهٌ معبود غَيْرُ اللّٰهِ سوائے اللہ کے يَأْتِيْكُم جو لا دے تمہیں بِهٖ یہ (چیزیں؟) اُنْظُرْ دیکھئے كَيْفَ کس طرح نُصَرِّفُ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں الْاٰيٰتِ آیتیں ثُمَّ پھر (بھی) هُمْ وہ يَصْدِفُوْنَ اعراض کرتے ہیں O قُلْ کہہ دیجئے أَرَأَيْتَكُمْ مجھے بتلاؤ إِنْ اگر أَتَاكُمْ تم پر آ جائے عَذَابُ اللّٰهِ اللہ کا عذاب بَغْتَةً یکا یک أَوْ یا جَهْرَةً علانیہ هَلْ يُهْلَكُ ہلاک نہیں کیے جائیں گے إِلَّا مگر الْقَوْمُ الظَّالِمُوْنَ ظالم لوگ ہی

ترجمہ: ان کافروں سے کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تمہارے کان اور آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں یہ نعمتیں پھر بخشے؟ دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں؟ پھر بھی یہ لوگ روگردانی کئے جاتے ہیں O کہو کہ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب بے خبری میں یا خبر آنے کے بعد آئے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

ا۔ پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں دیدے؟

۲۔ دیکھ لیجئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں؟ پھر بھی وہ اعراض کرتے ہیں۔

۳۔ آپ فرما دیجئے! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا ظالموں کے علاوہ اور کوئی ہلاک کیا جائے گا؟

انسانی جسم میں دو قوتیں ایسی ہیں جو باہر کے احوال کو دل تک پہنچاتی ہیں، ہم مختلف باتوں کو کان سے سن کر معلومات حاصل کرتے ہیں یا آنکھ سے دیکھ کر اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں، جن دو قوتوں کو قوتِ سماعت و بصارت کہتے ہیں، ان دونوں ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کی بنیاد پر دل فیصلہ کرتا ہے، کانوں میں سننے کی طاقت آنکھوں میں دیکھنے کی قوت اور دل میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت؛ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں دینے پر قادر ہیں اسی طرح ان نعمتوں کے چھین لینے پر بھی قادر ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کسی کے کانوں سے سننے کی طاقت ختم کردے اور آنکھوں سے دیکھنے کی قوت ختم کردے اور دل پر مہر لگادے تو اللہ کے سوا کوئی دوسرا یہ نعمتیں دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اسی حقیقت کو یہاں بتلایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سننے اور دیکھنے کی قوت ختم کردے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے جس سے تم نہ دیکھ سکو اور نہ سن سکو اور نہ سمجھ سکو تو بتاؤ اللہ کے سوا کون سا وہ معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں دیدے؟ ظاہر ہیکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جب یہ حقیقت ہے تو پھر تم اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ جس کے پاس اپنے اوپر بیٹھی مکھی کو اڑانے کی طاقت نہیں اس کی پوجا کی جائے؟

اللہ تعالیٰ جیسے جیسے دلائلِ توحید ورسالت بھیجتے تھے وہ مشرکین اسی قدر ان سے منہ موڑتے تھے۔ توحید ورسالت کے ان دلائل کو دیکھنے کے بعد عقل یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ان دلائل کو تسلیم کیا جائے مگر عقل سے کورے ان مشرکین نے ان دلائل کی طرف توجہ نہیں دی اور اپنی خباثت وشرارت کا سلسلہ جاری رکھا اور حق سے منہ موڑتے رہے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ **اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ** دیکھئے پیغمبر! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں پھر وہ اعراض کرتے ہیں؟

اسکے بعد یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب دو حالتوں میں بھی آسکتا ہے۔ ایک یہ کہ اچانک بھی عذاب آسکتا ہے کہ کسی کو اس کی خبر ہی نہ ہو اور نہ ہی اس عذاب کے آنے کا اندازہ ہو اور دوسرے اس طرح بھی عذاب آسکتا ہیکہ اس عذاب کے آنے کی خبر واطلاع بھی ہو اور اس کا اندازہ بھی ہو اور جب یہ عذاب آجائے گا تو ظالم قوم تباہ ہو کر رہ جائے گی، اس لئے ظالموں کو چاہئے کہ عذاب کے آنے سے پہلے ہی ظلم سے باز آجائیں اور تمام ظلموں میں سب سے بڑا بھاری ظلم شرک اور کفر ہے اس ظلم کو بھی چھوڑیں، قومیں جب ظلم پر اتر آتی ہیں تو آسمان کی طرف سے ہلاکت کے فیصلے بھی آنے لگتے ہیں۔

سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۹ میں یہ بات بتائی گئی کہ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ اور ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم وستم پر کمر کس لیں۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۳۱ میں یوں کہا گیا: وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر پہنچے، کہنے لگے کہ اس بستی والوں کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں یقیناً یہاں کے رہنے والے ظالم ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ ظلم کا انجام ہلاکت وتباہی ہے۔

درس نمبر (۵۶۴) رسولوں کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا جاتا ہے الانعام: ۴۸۔۴۹۔۵۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا نُرْسِلُ اور ہم نہیں بھیجتے الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو اِلَّا مگر مُبَشِّرِيْنَ بشارت دینے والے وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے (بنا کر) فَمَنْ پھر جو شخص آمَنَ ایمان لے آئے وَأَصْلَحَ اور اصلاح کر لے فَلَا خَوْفٌ کوئی خوف نہیں ہوگا عَلَيْهِمْ ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے O وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو يَمَسُّهُمُ انہیں پہنچے گا الْعَذَابُ عذاب بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ وہ نافرمانی کرتے تھے O قُلْ کہہ دیجئے لَّآ اَقُوْلُ نہیں کہتا میں لَكُمْ تم سے عِنْدِيْ کہ میرے پاس خَزَآئِنُ اللّٰهِ اللہ کے خزانے ہیں وَلَا أَعْلَمُ اور نہ میں جانتا ہوں الْغَيْبَ غیب وَلَآ اَقُوْلُ اور میں نہیں کہتا لَكُمْ تم سے إِنِّيْ (کہ) یقیناً میں مَلَكٌ فرشتہ ہوں إِنْ أَتَّبِعُ میں پیروی نہیں کرتا إِلَّا مگر مَا اس چیز کی جو يُوْحٰى وحی کی جاتی ہے إِلَيَّ میری طرف قُلْ کہہ دیجئے هَلْ يَسْتَوِي کیا برابر ہوسکتا ہے الْاَعْمٰى نابینا وَالْبَصِيْرُ اور بینا؟ أَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ کیا پھر تم غور وفکر نہیں کرتے!

ترجمہ: اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجتے رہے ہیں تو خوشخبری سنانے اور ڈرانے کو پھر جو شخص ایمان لائے اور نیکوکار ہو جائے تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے O اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی نافرمانیوں کے سبب انہیں عذاب پہنچے گا O کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے اللہ کی طرف سے آتا ہے، کہہ دو کہ بھلا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوتے ہیں؟ تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم پیغمبروں کو صرف خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجتے رہے ہیں۔

۲۔ جو شخص ایمان لائے اور اصلاح کرلے اس پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوگا۔

۳۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو انکی نافرمانی کی وجہ سے عذاب پہنچ جائے گا۔

۴۔ آپ فرمادیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

۵۔ میں تو اسی کی اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

۶۔ آپ فرمادیجئے کیا برابر ہوسکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا کیا تم غور نہیں کرتے..؟

اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبروں کو بھیجا ان پیغمبروں کی خصوصیت یہ رہی کہ وہ اپنی قوموں کو اس وقت بشارت سناتے تھے یعنی خوشخبریاں دیتے تھے جب قوم کے لوگ نیک کام کرتے تھے اور جب قوم برائیاں کرنے لگتی تو انہیں دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے، دنیا کا ہر رسول بشیر ونذیر بن کر آیا، قرآن مجید میں یہ حقیقت مختلف مقامات میں بیان کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں یوں کہا گیا: فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۵ میں یوں کہا گیا کہ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا با حکمت ہے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۵۶ میں بھی یہی کہا گیا کہ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ اور ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبریاں سنادیں اور ڈرائیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کے سلسلہ میں بطورِ خاص یہ بات بتائی گئی کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (الفرقان:۵۶)

اسکے بعد دوسری حقیقت یہ بتلائی گئی کہ جو لوگ ان نبیوں کی خوشخبریوں اور وعیدوں کو سن کر یقین کرلیتے ہیں اور نافرمانیوں سے باز آتے ہیں، جس طرح ایمان لانا ہے اس طرح ایمان لاتے ہیں اور اپنی حالتوں کو سدھار لیتے ہیں ایسے لوگوں پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ انہیں کوئی غم ہوگا۔ معلوم یہ ہوا کہ ایمان پر محنت اور اصلاح کی فکر آدمی کو خوف اور غم سے نجات دیتی ہے۔

قرآن مجید نے ایمان، توبہ اور تقویٰ جیسی صفات کے ساتھ اصلاح کی جانب توجہ دلائی ہے، اس آیت میں ایمان کے ساتھ اصلاح کا لفظ ہے، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۵ میں تقویٰ کے ساتھ اصلاح پر خوف اور حزن سے نجات کی خوشخبری ہے: فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۹ میں توبہ کے بعد اصلاح کی شرط پر معافی کا اعلان ہے: فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ

ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کا انجام عذاب میں گرفتار ہوجانا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۹ میں یہ بات کہی گئی کہ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ جو ہماری آیتوں کا انکار کرے اور جھٹلائے وہ دوزخی ہے، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۹ میں فرمایا گیا کہ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُکْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں۔

چوتھی بات یہ بتائی گئی کہ آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس لئے کہ خزانوں کا پاس ہونا اللہ کے پاس نبوت ورسالت کی دلیل نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ نبی جس بات کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس پر غور کرو اور اس بات کو سمجھو، مالدار ہونا نبوت کا معیار نہیں ہے اور جو مشرکین اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ ہمیں غیب کی باتیں بتلاؤ تو ہم آپ کو سچا نبی مانیں گے۔ پیغمبر! آپ ان سے بھی کہہ دیجئے کہ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ میں غیب نہیں جانتا۔ غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، وہ جس کو جتنا چاہے علم عطا کرے اور رسول رحمت ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے بہت سی وہ باتیں بتلائی تھیں جن کو عام لوگ جانتے نہ تھے اور یہاں اس بات کی بھی نفی کردی گئی کہ رسول رحمت ﷺ کوئی فرشتہ ہیں: وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں کوئی فرشتہ ہوں، اس لئے میرے اندر فرشتوں جیسی صفتیں بھی تلاش مت کرو، اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ انسانوں کی طرف بھیجا جانے والا نبی بھی انسان ہی ہو جو انسانوں میں گھل مل کر اور ان کی ضرورتوں اور تقاضوں کو جان کر انہیں زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے اور احکامات بتلائے اور نبی اپنے قول سے بھی ان کی تربیت کریں اور اپنے عمل سے بھی ان کی تربیت کریں۔

رسول رحمت ﷺ کی زبانی یہ بات بھی کہلوائی گئی کہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ میں بس اسی کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، میں اللہ تعالیٰ کی وحی کا پابند ہوں میں اس وحی پر خود بھی عمل کرتا ہوں اور لوگوں کو بھی اس وحی پر عمل کی تربیت دیتا ہوں۔

آخر میں یہ بات بتلائی گئی کہ بینا اور نابینا دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ تم کو آنکھ، کان اور دل دیئے گئے ہیں۔ تم اپنے کانوں سے سن کر اور آنکھوں سے دیکھ کر توحید اور رسالت کا دل سے فیصلہ کرو، خواہ مخواہ نابینا بن کر اندھی زندگی مت گزارو۔ نیز سوالیہ انداز میں تنبیہ کی گئی کہ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ کیا تم اس بات پر غور وفکر نہیں کرتے؟

وحی کے ذریعہ لوگوں کو خبردار کیجئے

درس نمبر (۵۶۵) الانعام: ۵۱-۵۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۵۱

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَنْذِرْ اور آپ ڈرائیں بِهٖ اس کے ذریعے سے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يَخَافُوْنَ ڈرتے ہیں اَنْ يُّحْشَرُوْٓا کہ وہ اکٹھے کیے جائیں گے اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف لَيْسَ نہیں ہوگا لَهُمْ ان کا مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا وَلِيٌّ کوئی دوست وَّلَا شَفِيْعٌ اور نہ کوئی سفارشی لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں O وَلَا تَطْرُدِ اور مت دور کریں آپ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يَدْعُوْنَ پکارتے ہیں رَبَّهُمْ اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ صبح وَالْعَشِيِّ اور شام يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں وَجْهَهٗ اس کا چہرہ مَا عَلَيْكَ نہیں ہے آپ کے ذمے مِنْ حِسَابِهِمْ ان کے حساب میں سے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ اور نہیں ہے آپ کے حساب میں سے عَلَيْهِمْ ان کے ذمے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی فَتَطْرُدَهُمْ کہ آپ دور کریں ان کو فَتَكُوْنَ (ایسا کیا) تو آپ ہوجائیں گے مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں سے

ترجمہ: اور جو لوگ خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر کئے جائیں گے اور جانتے ہیں کہ اس کے سوا نہ تو ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا، ان کو اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت کرو تا کہ پرہیزگار بنیں O اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں اور اس کی توجہ کے طالب ہیں ان کو اپنے پاس سے مت نکالو، ان کے اعمال کی جوابدہی تم پر کچھ نہیں اور تمہارے حساب کی جوابدہی ان پر کچھ نہیں، لہٰذا ایسا نہ کرنا اگر ان کو نکالو گے تو تم ظالموں میں ہوجاؤ گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔اے پیغمبر! آپ اس وحی کے ذریعہ ان لوگوں کو خبردار کیجئے جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ ان کو ان کے پروردگار کے پاس ایسی حالت میں جمع کر کے لایا جائے گا کہ نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا نہ کوئی سفارشی تا کہ وہ لوگ تقویٰ اختیار کریں۔

۲۔اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنا جو صبح وشام اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے پکارتے رہتے ہیں۔

۳۔ان میں سے کسی کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔

۴۔اور تمہارے حساب میں جو اعمال ہیں ان میں سے کسی کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے جس کی وجہ سے آپ انہیں باہر نکال دو اور ظالموں میں شامل ہوجاؤ۔

اسی سورت کی آیت نمبر ۴۸ میں پیغمبروں کے بارے میں یہ بات بتلائی گئی کہ انہیں بشیر ونذیر بنا کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے، رسولِ رحمت ﷺ کو بھی اس دنیا میں بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا، اسی ذمہ داری کو اپنانے کا حکم یہاں دیا جارہا ہے کہ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ پیغمبر! آپ قرآن مجید کی تعلیمات کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف جمع کیئے جائیں گے، وہ ایسا وقت ہوگا جس وقت وہاں ان کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ

ہی سفارش کرنے والا ہوگا آپ یہ حق بات ان تک پہنچادیں اس امید پر کہ وہ لوگ کفراور معاصی سے بچ جائیں۔ سورۂ ابراھیم کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی رسولِ رحمت ﷺ کو اسی طرح کا حکم دیا گیا ہے: وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيهِمُ الْعَذَابُ لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جب کہ ان کے پاس عذاب آجائے گا۔

دوسری آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ مفسرین نے اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ اقرع بن یابس تمیمی، عیینہ بن حصن فزاری اور کچھ دوسرے لوگ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ یہ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب یہ لوگ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ رسول رحمت ﷺ بلال حبشی، صہیب رومی، عمار، خباب بن ارت اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں ۔ یہ وہ صحابہ تھے جنہیں دنیوی اعتبار سے کمزور سمجھا جاتا تھا، آنے والے ان ظاہری طور پر بڑے احباب نے جب ان سب کو رسولِ رحمت ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تو ان پر حقارت کی نظریں ڈالیں اور رسول رحمت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ممتاز جگہ پر بیٹھتے اور ان لوگوں کو ہم سے دور کر دیتے اور ہم ان سے محفوظ ہوجاتے اور ہم آپ کے قریب بیٹھ جاتے اور آپ سے کچھ حاصل کرتے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میں مؤمنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں، انہوں نے کہا کہ پھر تو آپ ہمارے لئے کوئی خاص مجلس مقرر فرمادیجئے تاکہ عرب کے لوگ ہماری فضیلت جان لیں، رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! میں یہ کرسکتا ہوں، وہ سردار کہنے لگے کہ آپ ہمیں اس بات کی توثیق کیلئے کچھ لکھ کر دیدیں، رسولِ رحمت ﷺ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو لکھنے کیلئے بلوایا حضرت سلمانؓ اور حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ پیغمبر! آپ ان لوگوں کو دور مت کیجئے جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طالب ہیں، ان کا حساب آپ کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ کچھ نہیں ہے۔ اسکے بعد رسولِ رحمت ﷺ نے وہ کاغذ اپنے دستِ مبارک سے پھینک دیا اور ہم لوگوں کو بلایا ہم حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ اس کے بعد ہم رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے اور آپ جب چاہتے ہمیں چھوڑ کر چلے جاتے تھے، اس پر سورۂ کہف کی یہ آیت نازل ہوئی: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ اور آپ ان کے ساتھ جم کر بیٹھے رہئے جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اسکی رضامندی چاہتے ہیں اسکے بعد رسول رحمت ﷺ ہمارے پاس بیٹھے رہتے تھے اور ہم آپ کے بہت قریب ہوکر بیٹھتے تھے اور اب ایسا ہوتا تھا کہ اٹھنے کا وقت ہوتا تو ہم پہلے اٹھ جاتے تھے تاکہ آپ ﷺ بلاتکلف اٹھ کر جاسکیں۔ جب یہ ماجرا ہوا تو رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے اس وقت تک موت نہ دی جب تک کہ مجھے یہ حکم نہ فرمایا کہ میں اپنی امت میں سے ایک جماعت کے ساتھ جم کر بیٹھوں پھر آپ ﷺ نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تمہارے ہی ساتھ میرا جینا ہے اور تمہارے ساتھ ہی میرا مرنا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

درس نمبر (۵۶۶) **اللہ نے اپنے اُوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے** الانعام: ۵۳۔۵۴۔۵۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝۵۳
وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ
مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵۴ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۵۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اوراسی طرح فَتَنَّا ہم نے فتنے میں ڈالا بَعْضَهُمْ ان کے ایک کو بِبَعْضٍ دوسرے کے ذریعے سے لِّيَقُوْلُوْٓا تاکہ وہ کہیں اَهٰٓؤُلَآءِ کیا یہی لوگ ہیں مَنَّ اللّٰهُ (کہ) اللہ نے احسان کیا عَلَيْهِمْ ان پر مِّنْۢ بَيْنِنَا ہمارے درمیان سے؟ أَلَيْسَ کیا نہیں ہے اللّٰهُ اللہ بِأَعْلَمَ خوب جانتا بِالشَّاكِرِيْنَ شکر کرنے والوں کو؟ ○ وَإِذَا اور جب جَآءَكَ آپ کے پاس آئیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں بِآيَاتِنَا ہماری آیات پر فَقُلْ تو کہہ دیجئے سَلٰمٌ سلام ہو عَلَيْكُمْ تم پر كَتَبَ لازم کرلیا ہے رَبُّكُمْ تمہارے رب نے عَلٰى نَفْسِهِ اپنے نفس پر الرَّحْمَةَ مہربانی کرنا اَنَّهٗ بے شک مَنْ جو شخص عَمِلَ عمل کرے مِنْكُمْ تم میں سے سُوْٓءًۢا بُرا بِجَهَالَةٍ جہالت سے ثُمَّ پھر تَابَ وہ توبہ کرلے مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد وَأَصْلَحَ اور اصلاح کرلے فَاَنَّهٗ تو یقیناً وہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ○ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُفَصِّلُ ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں الْاٰيٰتِ آیات کو وَلِتَسْتَبِيْنَ اور تاکہ واضح ہوجائے سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کا راستہ

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض سے آزمائش کی ہے کہ جو دولتمند ہیں وہ غریبوں کی نسبت کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل کیا ہے کیا اللہ شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟ ○ اور جب تمہارے پاس ایسے لوگ آیا کریں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ تمہارے رب نے اپنی ذات پاک پر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانی سے کوئی بُری حرکت کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیکوکار ہوجائے تو وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے ○ اور اسی طرح ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ تم لوگ ان پر عمل کرو اور اس لئے کہ گنہگاروں کا راستہ ظاہر ہوجائے

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اسی طرح ہم نے کچھ لوگوں کو کچھ دوسروں کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا ہے۔

۲۔تاکہ وہ ان کے بارے میں یہ کہیں کہ کیا یہ ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو چھوڑ کر احسان کرنے کیلئے چنا ہے؟

۳۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو دوسروں سے زیادہ نہیں جانتا؟

۴۔ جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہو سلامتی ہو تم پر۔

۵۔ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت کا یہ معاملہ کرنا لازم کرلیا ہے۔

۶۔ اگر تم میں سے کوئی نادانی سے کوئی برا کام کر بیٹھے پھر اسکے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

۷۔ اور ہم اسی طرح نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور تا کہ مجرموں کا راستہ بھی کھل کر سامنے آجائے۔

یہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے اللہ تعالیٰ ہر انسان کو الگ الگ انداز میں آزماتے ہیں۔ آزمائش کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ مالداروں کو مال دے کر آزماتے ہیں کہ وہ مال و دولت کے ملنے کے بعد مال و دولت دینے والے حقیقی خالق و مالک کی طرف متوجہ ہو کر شکر گزاری کرتے ہیں یا ان لوگوں کو دیکھنے میں لگ جاتے ہیں جو دولت سے محروم غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کو حقیر سمجھتے ہوئے غرور و گھمنڈ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مکہ کے مالدار مشرکین نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں جو غریب تھے ان کو حقیر سمجھتے ہوئے رسول رحمت ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ ان کو آپ کی مجلس سے اس وقت دور رکھیئے جس وقت ہم آپ کے دربار میں آئیں، مکہ کے مشرکین کو یہ اعتراض تھا کہ اگر یہ دین کوئی بھلی چیز ہوتا تو پہلے ان مالداروں کو دی جاتی اور ان غریبوں مسکینوں کو نہ دیا جاتا۔ چنانچہ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۱ میں ہے کہ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ کافروں نے مسلمانوں کے بارے میں یہ کہا کہ اگر یہ دین و ایمان بہتر چیز ہوتی جو انہوں نے اختیار کی ہے تو یہ ہم سے آگے نہ بڑھ جاتے۔ جب انسان کے پاس دولت آجاتی ہے تو وہ ہر طرح کی دینی و دنیوی بڑائی اور برتری کو اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے، یہ مالدار خود سے یہ بات تجویز کرلیتے ہیں کہ ہر بھلی چیز میں ہمارا حق پہلا ہے ہم نے اگر دین اسلام قبول نہیں کیا ہے تو اس کا مطلب نعوذ باللہ یہ ہے کہ یہ دین اسلام کوئی بھلی چیز نہیں ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ کو یہاں یہ حکم بھی دیا گیا کہ اگر ایمان والے آپ کے پاس آئیں تو آپ ان مسلمانوں سے کہئے کہ تم پر سلامتی ہو، کتنا بڑا اعزاز غریب مسلمانوں کو مالدار کافروں کے مقابلہ میں دیا گیا کہ نبی آخرالزماں سید المرسلین ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ان سے کہئے کہ تم پر سلامتی ہو چنانچہ رسول رحمت ﷺ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا تھا کہ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تم پر سلامتی ہو کہ اللہ نے تم پر رحمت نازل کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔

اس کے بعد ایک اور حقیقت یہ بتلائی جا رہی ہے کہ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو شخص تم میں سے جہالت کی وجہ سے کوئی گناہ کرلے پھر اسکے بعد توبہ کرلے اور اپنا حال درست کرلے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔

''جہالت کی وجہ سے کوئی گناہ کرے'' اس سے مراد علمی جہالت نہیں ہے بلکہ عملی جہالت مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کو گناہ جانتے ہوئے گناہ کرنا اور اس کے مواخذہ کی جانب توجہ نہ کرنا یہ ایک طرح سے جہالت' نادانی اور حماقت ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷ میں یوں کہا گیا کہ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برائی کر گزریں پھر جلد ہی اس سے باز آجائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

آخر میں یہ بات بھی بتلادی گئی کہ یہ جو تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ مجرموں کا راستہ واضح، ظاہر و باہر ہوجائے۔ آیات کے بیان کرنے کے کئی فائدے ہیں جن میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہوجائے کہ مجرموں کا راستہ کونسا ہے اور ان کا انجام کیا ہونے والا ہے؟

درس نمبر (۵٦۷) الانعام: ۵٦۔۵۷

پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری خواہشات کی اتباع نہیں کرتا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۵٦ قُلْ اِنِّیْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝۵۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اِنِّیْ یقیناً میں نُهِيْتُ روک دیا گیا ہوں أَنْ أَعْبُدَ کہ میں عبادت کروں الَّذِيْنَ ان کی جنہیں تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے قُلْ کہہ دیجئے لَّآ أَتَّبِعُ میں پیچھے نہیں چلوں گا أَهْوَاءَكُمْ تمہاری خواہشات کے قَدْ ضَلَلْتُ تحقیق میں گمراہ ہوجاؤں گا إِذاً اس وقت وَّمَآ اَنَا اور نہ ہوں گا میں مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ہدایت پانے والوں میں سے O قُلْ کہہ دیجئے اِنِّیْ یقیناً میں ہوں عَلٰى بَيِّنَةٍ دلیل پر مِّنْ رَّبِّیْ اپنے رب کی طرف سے وَكَذَّبْتُمْ جبکہ تم نے جھٹلایا بِهٖ اُسے مَا عِنْدِیْ میرے پاس نہیں ہے مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ وہ چیز کہ تم جلدی طلب کررہے ہو بِهٖ اس کو اِنِ الْحُكْمُ نہیں ہے حکم اِلَّا مگر لِلّٰهِ اللہ ہی کا يَقُصُّ وہ بیان فرماتا ہے الْحَقَّ حق بات وَهُوَ اور وہ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے

ترجمہ: اے پیغمبر! کفار سے کہدو کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے، یہ بھی کہدو کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کروں گا، اگر ایسا کروں تو گمراہ ہوجاؤں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہوں O کہدو کہ میں تو اپنے پروردگار کی روشن دلیل پر ہوں اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو، جس چیز یعنی عذاب کے لئے تم جلدی کررہے ہو، وہ میرے پاس نہیں ہے، ایسا حکم اللہ ہی کے اختیار میں ہے، وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کہو کہ تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۲۔ کہو کہ میں تمہاری خواہشات کے پیچھے چل نہیں سکتا۔

۳۔ اگر میں ایسا کروں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا اور میرا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں نہیں ہوگا۔

۴۔ کہو کہ مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل مل چکی ہے جس پر میں قائم ہوں۔

۵۔ اور تم نے اسے جھٹلایا ہے۔

۶۔ جس چیز کے جلدی آنے کا تم مطالبہ کر رہے ہو وہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔

۷۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں چلتا۔

۸۔ وہ حق بات بیان کر دیتا ہے وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت ﷺ کی زبانی چند اعلانات کروائے ہیں، ان اعلانات میں سب سے پہلا اعلان یہ ہے جس کا تعلق توحید سے ہے کہ پیغمبر! آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہیکہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جس کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت کروں، کسی بھی نبی کا سب سے پہلا پیغام امت کے نام یہی رہا کہ وہ اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید کا پیغام دیتے تھے اور شرک جیسی نجس چیز سے اپنی قوم کو روکتے تھے۔ سورۂ مؤمن کی آیت نمبر ۶۶ میں بھی یہ اعلان کروایا گیا کہ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ز وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو اس بنا پر کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں پہنچ چکی ہیں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا فرمانبردار بن جاؤں۔

دوسرا اعلان یہ کروایا گیا کہ بیشک میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی تم جلدی مچاتے ہو، کسی کا حکم نہیں ہے سوائے اللہ کے وہ حق کو بیان فرماتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے، یعنی یہ بات صاف طور پر بتلائی گئی ہے کہ نبی آخر الزماں اگر رسول بن کر آئے ہیں تو ان کی نبوت اور رسالت کی دلیل باقاعدہ و باضابطہ موجود ہے، پیغمبر کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ببانگِ دہل یہ اعلان کر دیں کہ مجھے پورا یقین ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں جس بات کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں وہ دعوت سچ اور حق ہے۔

تیسرا اعلان یہ کروایا گیا کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

مشرکوں نے عذاب کی جلدی مچائی کہ اگر واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو ہم جھوٹا کہہ رہے ہیں تو آپ وہ عذاب لائیے جس عذاب کی خبر آپ ہمیں دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت ﷺ سے کہا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تھوڑی ہی اپنے ہاتھ میں عذاب لے کر بیٹھا ہوا ہوں، عذاب دینا نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جس عذاب کی جلدی تم مچا رہے ہو اگر وہ عذاب میرے پاس ہوتا تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا یعنی عذاب آچکا ہوتا اور تم ہلاک ہو چکے ہوتے۔ عذاب تو اللہ کے فیصلہ اور اختیار میں ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو سارے ظالموں کی پوری پوری خبر ہے۔

درس نمبر (۵۶۸) **اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا** الانعام: ۵۸۔۵۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۵۸ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۵۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لَّوْ اگر أَنَّ بے شک عِنْدِیْ میرے پاس ہوتی مَا وہ چیز کہ تَسْتَعْجِلُوْنَ تم جلدی طلب کر رہے ہو بِهٖ اس کی لَقُضِیَ تو یقیناً فیصلہ کر دیا جاتا الْاَمْرُ معاملے کا بَیْنِیْ میرے درمیان وَبَیْنَكُمْ اور تمہارے درمیان وَاللّٰهُ اور اللہ أَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِالظَّالِمِیْنَ ظالموں کو O وَعِنْدَهٗ اور اسی کے پاس ہیں مَفَاتِحُ چابیاں الْغَیْبِ غیب کی لَا یَعْلَمُهَاۤ نہیں جانتا انہیں (کوئی بھی) اِلَّا مگر هُوَ وہی وَیَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے مَا جو کچھ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور تری میں ہے وَمَا تَسْقُطُ اور نہیں گرتا مِنْ وَّرَقَةٍ کوئی پتا (بھی) اِلَّا یَعْلَمُهَا مگر وہ اس کو جانتا ہے وَلَا حَبَّةٍ اور نہ کوئی دانہ فِیْ ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ زمین کے اندھیروں میں وَلَا رَطْبٍ اور نہ کوئی تر چیز وَّلَا یَابِسٍ اور نہ کوئی خشک چیز اِلَّا مگر فِیْ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ (سب) واضح کتاب میں ہے

ترجمہ: کہہ دو کہ جس چیز کے لیے تم جلدی کر رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے O اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتابِ روشن میں لکھی ہوئی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کہہ دیجئے کہ جس چیز کی تم جلدی مچا رہے ہو اگر وہ میرے پاس ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

۲۔اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔
۳۔اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
۴۔اور سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے وہ اس سے واقف ہے۔
۵۔کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہو۔
۶۔اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔

مکہ کے مشرکین رسول رحمت ﷺ سے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر واقعی آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور ہم آپ کی کھلم کھلا مخالفت کر رہے ہیں تو پھر آپ کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کا عذاب ہم پر کیوں نہیں آتا؟ آپ کے نبی ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب بھی کوئی آپ کو جھٹلائے اور مخالفت کرے فوراً وہ زمین میں دھنس جائے یا اس پر کوئی آسمان سے بجلی گر جائے مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ مخالفت کرنے والے پتھر مار رہے ہیں، گالیاں دے رہے ہیں اور مذاق اڑا رہے ہیں اور آپ مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں؟ مشرکین کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ایسے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اگر وہ عذاب میرے ہاتھ میں ہوتا تو میرے اور تمہارے درمیان میں کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، عذاب تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہے جس پر چاہے اپنا عذاب نازل کرے۔

گناہ کے بعد عذاب کی جلدی مچانا بھی مستقل گناہ ہے سورۂ نحل کی آیت نمبر ا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَتٰـی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا ہے اس کی جلدی نہ مچاؤ۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۵۴ میں فرمایا گیا: یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ یہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۷۶ میں فرمایا گیا: اَفَبِعَذَابِنَا یَسۡتَعۡجِلُوۡنَ کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں؟ سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر ۳۵ میں نبی رحمت ﷺ سے بھی کہا گیا کہ آپ اسی طرح صبر سے کام لیں جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر سے کام کیا اور آپ ان کیلئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کیجئے: فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّہُمۡ ۔اسکے بعد یہ حقیقت بھی بتلادی گئی کہ پیغمبر! ان ظالموں سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے، ان سے کس طرح نمٹنا ہے وہ نمٹے گا آپ اپنے دعوتی مشن میں مصروف رہئے پھر یہ بات بھی بتلائی گئی کہ ساری غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں ان کنجیوں کو دنیا کی کوئی طاقت اس کے ہاتھ سے چھین نہیں سکتی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کا علمِ غیب اللہ تعالیٰ کو ہے، قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی، موجود ہوں یا غیر موجود، ظاہری ہوں یا مخفی سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ پوشیدہ علوم کے خزانے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔سورۂ حجر کی آیت نمبر ۲۱ میں یوں کہا گیا کہ وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔ یہ سارے خزانے صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔سورۂ منافقون کی آیت نمبر ۷ میں فرمایا گیا: وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

اور آسمان و زمین کے سارے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہیں۔ بر و بحر، سمندر اور خشکی، پہاڑوں اور وادیوں، جنگلوں اور بیابانوں، ویرانیوں اور آبادیوں کی ہر چیز اور ذرہ ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ ہی کے قبضہء قدرت میں ہیں۔ کسی درخت کا کوئی پتہ اللہ کے علم کے بغیر گرنہیں سکتا اور کسی درخت کا کوئی پتہ اسکی اجازت کے بغیر وجود میں آنہیں سکتا، زمین کی روشنیوں اور تاریکیوں میں موجود کوئی دانہ اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جس کو اسکی کھلی کتاب میں لکھا گیا نہ ہو یہاں بر و بحر کہہ کر پوری دنیا مراد لیا گیا ہے، جس طرح مشرق و مغرب بول کر پوری دنیا مراد لی جاتی ہے۔

درس نمبر (۵۶۹) الانعام: ۶۰ـ۶۱ـ۶۲

حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ اور وہی ہے الَّذِیْ جو یَتَوَفّٰكُمْ تمہیں فوت کرتا ہے بِالَّیْلِ رات کو وَیَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا جو کچھ جَرَحْتُمْ تم کرتے ہو بِالنَّهَارِ دن میں ثُمَّ پھر یَبْعَثُكُمْ وہ تمہیں اٹھاتا ہے فِیْهِ اس (دن) میں لِیُقْضٰى تاکہ پورا کیا جائے أَجَلٌ مُّسَمًّى معین وقت ثُمَّ پھر إِلَیْهِ اسی کی طرف مَرْجِعُكُمْ تمہارا لوٹ کر جانا ہے ثُمَّ پھر یُنَبِّئُكُمْ وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا اس کی جو كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے تھے O وَهُوَ اور وہ الْقَاهِرُ غالب ہے فَوْقَ عِبَادِهٖ اپنے بندوں پر وَیُرْسِلُ اور بھیجتا ہے عَلَیْكُمْ تم پر حَفَظَةً محافظ (فرشتے) حَتّٰۤى یہاں تک کہ إِذَا جب جَاءَ آتی ہے أَحَدَكُمُ تم میں سے کسی ایک کو الْمَوْتُ موت تَوَفَّتْهُ (تو) فوت کرتے ہیں اسے رُسُلُنَا ہمارے رسول (فرشتے) وَهُمْ اور وہ لَا یُفَرِّطُوْنَ کوتاہی نہیں کرتے O ثُمَّ پھر رُدُّوْۤا وہ لوٹائے جاتے ہیں إِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف مَوْلٰىهُمُ جو ان کا مالک ہے الْحَقِّ سچا اَلَا خبردار لَهُ اسی کے لیے ہے الْحُكْمُ فیصلہ کرنا وَهُوَ اور وہ أَسْرَعُ بہت جلد الْحَاسِبِیْنَ حساب لینے والا ہے

ترجمہ: اور وہی تو ہے جو رات کو سونے کی حالت میں تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی مدت معین پوری کر دی جائے پھر تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو تمہارے وہ عمل جو تم کرتے رہتے ہو ایک ایک کر کے بتائے گا O اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح

قبض کر لیتے ہیں اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے O پھر قیامت کے دن تمام لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے، سن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اور وہی ہے جو رات کے وقت نیند میں تمہاری روح ایک حد تک قبض کر لیتا ہے۔

۲۔ اور دن بھر تم نے جو کچھ کیا ہوتا ہے اسے خوب جانتا ہے۔

۳۔ پھر اس نئے دن میں تمہیں نئی زندگی دیتا ہے تاکہ تمہاری عمر کی مقررہ مدت پوری ہو جائے۔

۴۔ پھر اسی کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

۵۔ اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے؟

۶۔ وہی اپنے بندوں پر مکمل اقتدار رکھتا ہے اور تمہارے لئے نگہبان فرشتے بھیجتا ہے۔

۷۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسکو پورا پورا وصول کر لیتے ہیں اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔

۸۔ پھر ان سب کو ان کے مولائے برحق کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

۹۔ یاد رکھو حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے زیادہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

ایک بندۂ مؤمن پر یہ ضروری ہیکہ وہ اپنے حقیقی خالق و مالک کی قدرت کو سمجھے اسکی حقیقت کا ادراک کرے اسکی معرفت حاصل کرنے کیلئے غور و فکر اور تدبر و تفکر سے کام لے، بندۂ مؤمن دوسرے تمام انسانوں سے ممتاز حیثیت اسی لئے حاصل کرتا ہے کہ وہ اپنے رب کے مقام و مرتبہ سے اور اسکی قدرت و طاقت سے باخبر رہتا ہے پچھلی آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جھلکیاں بتلائی گئیں، ان آیات میں بھی اسی کا سلسلہ چل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کون ہے؟ وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روح کو ایک حد تک گویا قبض کر لیتا ہے، احادیث میں نیند کو موت کا بھائی کہا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ: ۵۶۵۴) بلکہ موت کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہم سوتے ہیں تو یوں دعاء کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی اے اللہ! آپ ہی کے نام سے مرتا ہوں اور آپ ہی کے نام سے زندہ ہوتا ہوں، نیند کی حالت میں آدمی اس قدر دنیا و مافیہا سے غافل ہو جاتا ہے جیسے کوئی مردہ غافل رہتا ہے، آدمی سویا ہوا ہوتا ہے اسکے سامنے سے آدمی گزرتا ہے اس کی دائیں بائیں جانب اٹھتا بیٹھتا ہے مگر اس کو اس کا علم نہیں رہتا، آدمی جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو مسنون دعاء یہی کرتا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَمَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے ہم کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف جمع ہونا ہے، زندگی اور موت کا ریہرسل انسانی زندگی میں روزانہ ہی ہوتا ہے رات میں مرتا ہے صبح میں زندہ ہو جاتا ہے، اسی حقیقت کو اس آیت میں یوں بیان کیا گیا کہ وہی ہے وہ اللہ جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو اسے

جانتا ہے پھر تمہیں دوسرے روز کاروبار کیلئے اٹھا دیتا ہے تاکہ تم زندگی کی یہ مدت پوری کرو پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں آگاہ کردے گا جو کچھ کہ تم دنیا میں کر رہے تھے، یہ بات ذہن میں رہے کہ نینداور موت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں نیند عمر میں بار بار آتی ہے مگر موت صرف ایک ہی بار آتی ہے جب زندگی کی وہ مدت ختم ہو جاتی ہے، ایک آدمی جب مرتا ہے تو یہ شخصی موت ہوتی ہے یہ پرسنل موت ہے اور ایک انٹرنیشنل موت بھی ہے جس کو عالمی موت کہا جاتا ہے وہ ہے قیامت، جس دن ساری انسانیت رب ذوالجلال کے سامنے کھڑی ہوگی اور اس دن صرف اور صرف ایک رب ذوالجلال کی بادشاہت ہوگی، اسکے بعد رب ذوالجلال کے قاہر ہونے کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وہی اللہ اپنے بندوں پر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی اللہ ہے جو تمہاری نگرانی کیلئے فرشتے بھیجتا ہے۔ یہ وہ فرشتے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے جو ہمارے اچھے برے اعمال لکھتے ہیں۔ اچھے اعمال داہنا فرشتہ لکھتا ہے اور برے اعمال بایاں فرشتہ لکھتا ہے، جن کے بارے میں سورۃ الانفطار کی آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں کہا گیا کہ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ لکھنے والے معزز فرشتے ہیں جو وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

درس نمبر (۵۷۰) **اللہ تم پر ہر طرف سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے** الانعام: ۶۳-۶۴-۶۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے مَنْ کون يُّنَجِّيْكُمْ تمہیں نجات دیتا ہے مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور تری کے اندھیروں سے؟ تَدْعُوْنَهٗ تم اسے پکارتے ہو تَضَرُّعاً عاجزی سے وَخُفْيَةً اور چپکے چپکے لَئِنْ (کہتے ہوئے) البتہ اگر أَنجَانَا وہ ہمیں نجات دے مِنْ هٰذِهٖ اس سے لَنَكُوْنَنَّ تو ہم ضرور ہو جائیں گے مِنَ الشَّاكِرِيْنَ شکر گزاروں میں سے ○ قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ اللہ ہی يُنَجِّيْكُمْ تمہیں نجات دیتا ہے مِّنْهَا اس سے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ اور ہر غم سے ثُمَّ پھر أَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ تم شریک ٹھہراتے ہو ○ قُلْ آپ کہہ دیجئے هُوَ وہی الْقَادِرُ قادر ہے عَلٰى اس پر اَنْ يَّبْعَثَ کہ وہ بھیجے عَلَيْكُمْ تم پر عَذَاباً عذاب مِّنْ فَوْقِكُمْ تمہارے اوپر سے أَوْ یا مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ تمہارے پاؤں کے نیچے سے أَوْ یا يَلْبِسَكُمْ وہ تمہیں خلط ملط کردے شِيَعاً مختلف گروہوں میں وَيُذِيْقَ اور چکھائے بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض کو (مزہ) بَأْسَ بَعْضٍ بعض لڑائی کا اُنْظُرْ آپ دیکھیں كَيْفَ کیسے نُصَرِّفُ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں الْاٰيٰتِ آیات کو لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ تاکہ وہ سمجھیں

ترجمہ: کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون نکال لاتا ہے جب کہ تم اسے عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو اور کہتے ہو اگر اللہ ہم کو اس تنگی سے نجات بخشے تو ہم اس کے بہت شکر گزار ہوں گے O کہو کہ اللہ ہی تم کو اس تنگی سے اور ہر سختی سے نجات بخشا ہے پھر بھی تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو O کہہ دو کہ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے سے بھڑا کر آپس کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں؟

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کہہ دیجئے کہ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے اس وقت کون تمہیں نجات دیتا ہے جب تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو۔

۲۔ اور یہ کہتے ہو کہ اگر اس نے تمہیں اس مصیبت سے بچا لیا تو ہم ضرور بالضرور شکر گزار بندوں میں شامل ہو جائیں گے۔

۳۔ کہہ دیجئے اللہ ہی تمہیں اس مصیبت سے بچاتا ہے اور ہر دوسری تکلیف سے بھی پھر بھی تم شرک کرتے ہو؟

۴۔ کہہ دیجئے کہ وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے نکال دے یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے بھڑا دے اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔

۵۔ دیکھو! ہم کس طرح مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں واضح کر رہے ہیں تاکہ یہ کچھ سمجھ سے کام لے لیں؟

انسانی زندگی کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ اس زندگی میں اتار چڑھاؤ، عروج و زوال، فتح و شکست، نفع و نقصان، آسانی و مشکلات سب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، عروج، نفع، فتح، آسانی اور کامیابی دینے والا بھی وہی اللہ ہے اور زوال، شکست، نقصان اور مشکلات سے دوچار کرنے والا بھی وہی اللہ ہے، برو بحر نیز خشکی اور سمندر میں جو تاریکیاں یعنی سختیاں اور مشکلات آتے ہیں ان مشکلات سے نجات دینے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کے ہاتھ میں ہی سارے خزانے ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ظُلُمٰتُ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ سے سختیاں اور مشکلات و مصیبتیں مراد ہیں جب انسان سختیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور انہیں پکارتے ہیں وہ لوگ بھی مصیبت کے وقت سب کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی کو پکارتے ہیں ایسے آڑے وقت پوری طرح عاجزی کے ساتھ پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اور اپنی زبانوں سے یوں کہتے ہیں کہ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اگر اس مصیبت سے اے رب! تو ہمیں نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔

خود اللہ تعالیٰ جواب دے رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس مصیبت سے اور ہر

قسم کی بے چینی سے تمہیں نجات دیتا ہے مگر تمہارا معاملہ یہ ہیکہ جب نجات پا جاتے ہوتو پھر اسی شرک میں مبتلا ہو جاتے ہواور اپنے سارے وعدے بھول جاتے ہو، یہ بات ہر بندے کے ذہن میں رہے کہ ہر قسم کی مصیبت سے نجات دینے کی طاقت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔قومِ شعیب علیہ السلام پر عذاب آیا تو حضرت شعیب علیہ السلام اور انکے ساتھ ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے نجات دی۔سورۃ ہود کی آیت نمبر ۹۴ میں کہا گیا: وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا شُعَیۡبًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا جب ہمارا حکم یعنی عذاب آپہنچا تو ہم نے شعیب کو اور انکے ساتھ مؤمنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی۔قومِ ثمود پر عذاب آیا تو حضرت صالح علیہ السلام اور انکے ساتھ ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے نجات دی۔سورۃ ہود کی آیت نمبر ۶۶ میں کہا گیا: فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ اُن کیساتھ ایمان لائے تھے اُن کو اپنی مہربانی سے بچالیا۔ انسان اس قدر نادان ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور جب مصیبت سے نجات دیدی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے۔اسی حقیقت کو سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۷ میں یوں کہا گیا: فَلَمَّا نَجّٰىكُمۡ اِلَى الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف لاتا اور نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے، یہ بات یہاں واضح طور پر بتلا دی گئی ہے کہ جو رب ذوالجلال تمہیں نجات دیتا ہے وہ تم پر عذاب اتارنے پر بھی پوری طرح قادر ہے تمہارے سر کے اوپر سے بھی عذاب بھیج سکتا ہے اور تمہارے پیروں کے نیچے سے بھی عذاب بھیج سکتا ہے، وہ چاہے تو تمہیں مختلف گروہوں اور فرقوں میں بانٹ کر تمہارے درمیان جنگ کھڑی کر دے۔

درس نمبر (۵۷۱) **ہر ایک چیز کا وقت مقرر ہے** الانعام: ۶۶۔۶۷۔۶۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوۡمُكَ وَهُوَ الۡحَـقُّ ؕ قُلْ لَّسۡتُ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيۡلٍ ؕ‏ ۶۶ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسۡتَقَرٌّ ۡ وَّسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ‏ ۶۷
وَاِذَا رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ يَخُوۡضُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ‏ ۶۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذَّبَ اور جھٹلایا بِهٖ اس (قرآن) کو قَوۡمُكَ آپ کی قوم نے وَهُوَ حالانکہ وہ الۡحَـقُّ حق ہے قُلْ کہہ دیجئے لَّسۡتُ میں نہیں ہوں عَلَيۡكُمۡ تم پر بِوَكِيۡلٍ نگہبان O لِكُلِّ ہر ایک نَبَاٍ خبر کا مُّسۡتَقَرٌّ وقت مقرر ہے وَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ اور عنقریب تم جان لوگے O وَاِذَا اور جب رَاَيۡتَ آپ دیکھیں الَّذِيۡنَ ان کو جو يَخُوۡضُوۡنَ مشغول ہوتے ہیں فِىۡ آيَاتِنَا ہماری آیات میں فَاَعۡرِضۡ تو آپ اعراض کریں عَنۡهُمۡ ان سے حَتّٰى حتی کہ يَخُوۡضُوۡا وہ مشغول ہوجائیں فِىۡ حَدِيۡثٍ کسی اور بات میں غَيۡرِهٖ اس کے علاوہ وَاِمَّا اور اگر يُنۡسِيَنَّكَ آپ کو بھلادے الشَّيۡطٰنُ شیطان (یہ بات) فَلَا تَقۡعُدۡ تو نہ بیٹھیں آپ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى

یاد آنے کے بعد مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کے ساتھ

ترجمہ: اور اس قرآن کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ یہ سراسر حق ہے کہہ دو کہ میں تمہارا داروغہ نہیں ہوں O ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا O اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ، یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف ہو جائیں اور اگر یہ بات شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھے رہو

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پیغمبر! تمہاری قوم نے اس قرآن کو جھٹلایا ہے حالانکہ وہ بالکل حق ہے۔

۲۔ تم کہہ دو کہ مجھ کو تمہاری ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے۔

۳۔ ہر واقعہ کا ایک وقت مقرر ہے اور جلد ہی تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

۴۔ اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو برا بھلا کہنے میں لگے ہوئے ہیں تو ان سے اس وقت تک کیلئے الگ ہو جاؤ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔

۵۔ اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

قرآن مجید وہ آسمانی کتاب ہے جو حق کے ساتھ اتاری گئی ہے اس میں باطل کی کوئی ملاوٹ نہیں ہے، اس قرآن کو حق کے ساتھ اتارا گیا ہے اور وہ حق کے ساتھ ہی اترا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۰۵ میں صاف طور پر کہہ دیا گیا: وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ اتارا اور یہ بھی حق کے ساتھ اترا۔ اسکے باوجود مکہ کے مشرکین نے اس کتاب کو جھٹلایا ظاہر ہے کہ مشرکوں کے قرآن مجید کو جھٹلانے کے نتیجہ میں رسولِ رحمت ﷺ کو دکھ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دی کہ پیغمبر! آپکی قوم نے اس قرآن کو باوجود حق ہونے کے جھٹلایا یہ انکا جرم ہے جو انہوں نے کیا ہے، آپ ان مشرکین سے صاف طور پر کہہ دیجئے کہ مجھ کو تمہاری ذمہ داری سونپی نہیں گئی ہے میرا کام تم کو دعوتِ حق دینا ہے میں نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر لی اگر تم اس حق کو جھٹلا رہے ہو تو اسکی سزا تم کو ملے گی۔

سورۂ غاشیہ کی آیت نمبر ۲۱ اور ۲۲ میں فرمایا گیا: فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ آپ نصیحت کر دیا کریں۔ آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔ میری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ تمہارا ہر مطالبہ میں پورا کروں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے جس میں تم لوگوں کو عذاب دینا بھی داخل ہے اور جب وہ وقت آئے گا تو تمہیں خود اس کا پتہ لگ جائے گا۔

بعض اوقات ایسے بھی مواقع آتے تھے کہ مسلمان اور مشرک دونوں ایک جگہ بیٹھتے تھے، مشرکوں کو قرآن مجید سے بغض و عناد تھا وہ اللہ کی اس کتاب کا احترام نہیں کرتے تھے بلکہ مسلمانوں کے سامنے قرآن مجید کا مذاق اڑاتے تھے

اور دین کے احکام و دیگر امور سے متعلق طعنے دیتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ مشرکوں کی حرکت تھی، ان مشرکوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے بالراست رسولِ رحمت ﷺ سے مخاطب ہوکر اور بالواسطہ مسلمانوں کو بھی یہ حکم دیا جارہا ہے کہ جب تم ان ظالموں کو دیکھو کہ وہ ہماری آیتوں کو برا بھلا کہنے میں لگے ہوئے ہیں تو ان سے اس وقت تک کیلئے الگ ہوجاؤ جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں اور اگر کبھی وہاں سے اٹھنے کیلئے شیطان تمہیں بھلادے تو یاد آتے ہی ان ظالموں کے پاس سے اٹھ جاؤ۔ ہاں! اگر وہ قرآنِ مجید سے مذاق والے اس کام کو چھوڑ کر کسی دوسرے کام اور دوسری باتوں میں مشغول ہوجائیں، ایسی صورت میں تم ان کے ساتھ بیٹھ سکتے ہو۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ میں بھی اسی قسم کا حکم نازل کیا گیا ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔

درس نمبر (۵۷۲) **متقیوں کو چاہیئے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کریں** الانعام: ۶۹-۷۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اور نہیں ہے عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے ذمے جو يَتَّقُوْنَ ڈرتے ہیں مِنْ حِسَابِهِمْ ان کے حساب میں سے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی وَّلٰكِنْ اور لیکن (صرف) ذِكْرٰى نصیحت کرنا لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ ڈریں ۝ وَذَرِ اور چھوڑ دیجئے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے اتَّخَذُوْا بنالیا ہے دِيْنَهُمْ اپنے دین کو لَعِبًا کھیل وَّ لَهْوًا اور تماشا وَغَرَّتْهُمُ اور دھوکے میں ڈالا ان کو الْحَيَاةُ الدُّنْيَا حیاتِ دنیا نے وَذَكِّرْ اور نصیحت کریں آپ بِهٖٓ اس (قرآن) کے ساتھ اَنْ تُبْسَلَ تاکہ ہلاک کی جائے نَفْسٌ کوئی جان بِمَا بدلے اس کے جو كَسَبَتْ اس نے کمایا لَيْسَ نہیں ہوگا لَهَا اس کے لیے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے وَلِيٌّ کوئی دوست وَّلَا شَفِيْعٌ اور نہ کوئی سفارشی وَاِنْ اور اگر تَعْدِلْ بدلے میں دے كُلَّ عَدْلٍ ہر طرح کا بدلہ لَّا يُؤْخَذْ تو نہ لیا جائے گا مِنْهَا اس سے اُولٰٓئِكَ یہی ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اُبْسِلُوْا ہلاک کیے گئے بِمَا بوجہ اس کے جو كَسَبُوْا انہوں نے کمایا لَهُمْ ان کے لیے شَرَابٌ پینا ہوگا مِّنْ حَمِيْمٍ گرم پانی سے وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ اور عذاب

دردناک بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے

ترجمہ: اور پرہیزگاروں پر ان لوگوں کے حساب کی کچھ بھی جوابدہی نہیں، ہاں نصیحت ہے تاکہ وہ بھی پرہیزگار ہوں O اور جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے ان سے کچھ کام نہ رکھو، ہاں! اس قرآن کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہو تاکہ قیامت کے دن کوئی اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے اس روز اللہ کے سوا نہ تو کوئی اس کا دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا اور اگر وہ ہر چیز جو روئے زمین پر ہے بطور معاوضہ دینا چاہے تو وہ اس سے قبول نہ ہو، یہی لوگ ہیں کہ اپنے اعمال کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے، سو ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دکھ دینے والا عذاب ہے اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ان ظالموں کے کھاتے میں جو اعمال ہیں ان کی کوئی ذمہ داری پرہیزگاروں پر عائد نہیں ہوتی۔

۲۔ البتہ نصیحت کر دینا پرہیزگاروں کی ذمہ داری ہے شاید اس نصیحت کی وجہ سے وہ بھی پرہیز کرنے لگیں۔

۳۔ اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

۴۔ اور اس قرآن مجید کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اپنے اعمال کے سبب اس طرح گرفتار ہو جائے کہ اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے نہ کوئی اس کا یار و مددگار بن سکے نہ سفارشی۔

۵۔ اور اگر وہ اپنی رہائی کے لیے ہر طرح کا فدیہ بھی پیش کرنا چاہے تو اس سے وہ قبول نہ کیا جائے۔

۶۔ چنانچہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کیے کی بدولت گرفتار ہو گئے ہیں۔

۷۔ چونکہ انہوں نے کفر اپنا رکھا تھا اس لیے ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور ایک دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

پچھلی آیتوں میں مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا تھا کہ وہ ایسے ظالم مشرکوں کی مجلس میں ہرگز نہ بیٹھیں جو قرآن مجید کا مذاق اڑا رہے ہوں، یہاں وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ اگر دینی یا دنیوی ضرورت کی وجہ سے ان مشرکوں کے پاس جانا ہو جائے تو ایسے صالح پرہیزگار اور ایمان میں مضبوط لوگ جو اس ماحول میں بھی اس برائی کو برائی جانتے ہوئے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کر سکتے ہوں تو وہ ان کی مجلسوں میں جا سکتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے پابند اور صالح لوگ ان مجلسوں میں جائیں گے تو ان کے شرک و کفر کا اثر قبول نہیں کریں گے بلکہ اپنے ایمان کا اثر وہاں چھوڑ آئیں گے اور اس دوران ان نیکوکار و متقی حضرات نے کچھ نصیحت بھی انہیں کر دی تو ممکن ہے کہ وہ لوگ بھی تقویٰ کی روش پر آ جائیں اور ان کی یہ نصیحت ان مشرکوں کے حق میں نافع ہو جائے۔

یہ آیت جس کی تشریح کی گئی اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اگر ہمیں مشرکوں کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا تو ہم ان سے بچنے کی فکر میں نہ مسجد حرام میں بیٹھ سکیں گے اور نہ ہی بیت اللہ کا طواف کر سکیں گے تو اس گنجائش والی صورت کے ذریعہ مسلمانوں کو رخصت دی گئی کہ اگر ان سے متاثر نہ ہونے کا یقین ہو اور تمہاری نصیحت سے ان کے بننے کا امکان ہو تو تمہیں ایسی صورت میں ان کے پاس جانے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

جب تم اے مسلمانو! اپنے اعمال صالحہ میں لگے ہوئے ہوں اور ان کی مجلس میں شریک نہیں ہو تو تم پر ان کے اعمال کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔اس کے بعد مزید یہ حکم دیا گیا کہ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

درس نمبر (۵۷۳) ہدایت تو بس اللہ ہی کی دی ہوئی ہے الانعام: ۷۱-۷۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اَنَدْعُوْا کیا ہم پکاریں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے مَا ان کو جو لَا يَنْفَعُنَا ہمیں نہ نفع دے سکیں وَلَا يَضُرُّنَا اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکیں وَنُرَدُّ اور ہم پھیر دیئے جائیں عَلٰٓى أَعْقَابِنَا اپنی ایڑیوں پر (الٹے پاؤں) بَعْدَ إِذْ بعد اس کے کہ هَدَانَا اللّٰهُ ہمیں اللہ نے ہدایت دی كَالَّذِىْ اس شخص کے مانند کہ اسْتَهْوَتْهُ بہکا دیا اس کو الشَّيَاطِيْنُ شیطانوں نے فِى الْاَرْضِ زمین میں حَيْرَانَ حیران (پھرتا) ہے لَهٗ اس کے أَصْحَابٌ کچھ ساتھی ہیں يَّدْعُوْنَهٗٓ وہ اسے بلاتے ہیں إِلَى الْهُدَى سیدھی راہ کی طرف ائْتِنَا (کہ) آ جا ہمارے پاس قُلْ کہہ دیجئے إِنَّ بے شک هُدَى اللّٰهِ اللہ کی ہدایت هُوَ وہی الْهُدٰى (اصل) ہدایت ہے وَأُمِرْنَا اور ہم حکم دیئے گئے ہیں لِنُسْلِمَ کہ ہم مطیع ہو جائیں لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ رب العالمین کے ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوْا اور یہ کہ تم قائم کرو الصَّلٰوةَ نماز وَاتَّقُوْهُ اور اس (اللہ) سے ڈرو وَهُوَ الَّذِىَ اور وہی ہے کہ إِلَيْهِ اس کی طرف تُحْشَرُوْنَ تم اکٹھے کیے جاؤ گے

ترجمہ: کہو! کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کر سکے نہ بُرا اور جب ہم کو اللہ نے سیدھا راستہ دکھا دیا تو کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ پھر تو ہماری ایسی مثال ہو جیسے کسی کو جنات نے جنگل میں بھلا دیا ہو اور وہ حیران ہو رہا ہو اور اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو راستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ، کہہ دو کہ راستہ تو وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے اور ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کے فرمانبردار بنیں ۝ اور یہ بھی کہ نماز پڑھتے رہیں اور اس سے ڈرتے رہیں اور وہی تو ہے

جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پکاریں جو ہمیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔

۲۔جب اللہ ہمیں ہدایت دے چکا ہے تو کیا اس کے بعد بھی ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟

۳۔اس شخص کی طرح ہو جائیں جسے شیطان بہکا کر صحرا میں لے گئے ہوں اور وہ حیرانی کے عالم میں بھٹکتا پھرتا ہو اس کے کچھ ساتھی ہوں جو اسے ٹھیک راستہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔

۴۔کہہ دیجئے کہ اللہ کی دی ہوئی ہدایت ہی صحیح معنی میں ہدایت ہے۔

۵۔اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے آگے جھک جائیں۔

۶۔اور یہ حکم دیا گیا کہ نماز قائم کرو اور اس کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا۔

مشرکوں نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ تم ہمارے راستے پر چلو اور یہ محمد کا جو راستہ اور دین ہے اس کو چھوڑ دو۔ مشرکین کی اس ناپاک ترغیب کا جواب اس آیت کے ذریعے دیا گیا اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ ان مشرکین سے کہیے کہ کیا ہم اس اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کے ہاتھ میں ہر قسم کے نفع اور نقصان کا اختیار ہے ایسی چیزوں کی عبادت کریں جو نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ ہی نقصان۔ ظاہر ہے کہ عموماً مشرکین جن کی عبادت کرتے ہیں ان میں کسی بھی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا یہاں تک کہ ان کے اوپر اگر مکھی بیٹھ جاتی ہے تو وہ اس کو اڑا بھی نہیں سکتے۔ اگر ان بتوں پر کوئی گرد بیٹھ جاتی ہے تو خود سے اس کو صاف نہیں کر سکتے، اسی لئے اس کی عبادت کرنے والے لوگوں کو ہی یہ کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۷۶ میں کہا گیا: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۸ میں فرمایا گیا: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں۔

بات کو مثال کے ذریعہ سمجھاتے ہوئے اس آیت میں بطور مثال ایک شخص کی حالت بیان فرمائی گئی ہے جو کہ راستے سے بھٹک گیا ہو اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے اسے صحیح راستے کی طرف بلا رہے ہوں اور جنگل میں جہاں وہ راہ گم کر چکا تھا وہاں شیاطین بھی موجود ہوں انہوں نے اسے پریشان کر رکھا ہو وہ اسے اپنی خواہشوں پر چلانا چاہتے ہوں اس حالت میں وہ حیران کھڑا ہے اگر وہ شیاطین کی طرف جاتا ہے تو وہ ہلاکت میں پڑ جاتا ہے اور اگر اپنے ساتھیوں کی آواز پر جاتا ہے تو ہدایت

پاجاتا ہے اور شیطانوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔مشرکین نے مسلمانوں کو گمراہی کی طرف لوٹ جانے کی دعوت دی اور بتوں کی عبادت کی ترغیب دی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان کا جواب واضح طور پر یہ دے دو کہ نفع اور نقصان کے حقیقی خالق اور مالک کو چھوڑ کر کیا ہم ان کو پکاریں گے جن میں نہ نفع کا اختیار ہے اور نہ ہی نقصان کا؟ اگر ہم نے ایسا کرلیا اور ہر ایک کی عبادت میں لگ گئے تو ہماری وہی مثال ہو جائے گی جیسے جنگل میں کوئی شخص راہ بھٹکا ہوا کھڑا ہو اور اسے شیاطین نے پریشان کر رکھا ہو اور گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہوں اور اس کے ساتھی اسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں۔اس کے بعد نماز کو قائم رکھنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ یاد دہانی کروائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف بالآخر سب کو جمع ہونا ہے۔

درس نمبر (۵۷۴) اللہ ہی نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے الانعام:۷۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ وَيَوۡمَ يَقُوۡلُ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ؕ۬ قَوۡلُهُ الۡحَقُّ ؕ وَلَهُ الۡمُلۡكُ يَوۡمَ يُنۡفَخُ فِى الصُّوۡرِ ؕ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ الَّذِیۡ اور وہی ہے جس نے خَلَقَ پیدا کیا السَّمَاوَاتِ آسمانوں کو وَالۡاَرۡضَ اور زمین کو بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ وَيَوۡمَ اور جس دن يَقُوۡلُ وہ کہے گا كُنۡ ہوجا فَيَكُوۡنُ تو (حشر برپا) ہوجائے گا قَوۡلُهُ اسی کا قول الۡحَقُّ حق ہے وَلَهُ اور اسی کی الۡمُلۡكُ بادشاہی (ہوگی) يَوۡمَ جس دن يُنۡفَخُ پھونکا جائے گا فِى الصُّوۡرِ صور میں عَالِمُ جاننے والا ہے الۡغَيۡبِ غیب کا وَالشَّهَادَةِ اور حاضر کا وَهُوَ اور وہی ہے الۡحَكِيۡمُ خوب حکمت والا الۡخَبِيۡرُ نہایت خبردار

ترجمہ: اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہوجا تو حشر برپا ہوجائے گا، اس کا ارشاد برحق ہے اور جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اسی کی بادشاہت ہوگی، وہی پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے اور وہی دانا ہے خبردار ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہے۔

۱۔وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔

۲۔جس دن وہ کہے گا کہ ہوجا تو وہ ہوجائے گا۔

۳۔اس کا قول برحق ہے۔

۴۔جس دن صور پھونکا جائیگا اس دن بادشاہت اسی کی ہوگی۔

۵۔وہ غائب اور حاضر ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

۶۔اور وہی بڑی حکمت والا پوری طرح باخبر ہے۔

انسان اہرام مصر بنوا کر فخر کا اظہار کرتا ہے، قطب مینار اور تاج محل بنوا کر اپنی شان وشوکت کا اظہار کرتا ہے، قلعوں اور گنبدوں کی تعمیر کروا کر اپنی صلاحیت منوانے کی کوشش کرتا ہے۔ جب کہ آسمان اور زمین کی کشادگی اور وسعت اور حیران کُن تخلیق کے مقابلہ میں ان تمام کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، انسان بھی کس قدر بھولا بھالا ہے کہ انسانوں کی تعمیر کی ہوئی چیزوں کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور رب کائنات کے بنائے ہوئے زمین و آسمان کو حیرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا؟ ایک ہزار فٹ کشادہ ایک عمارت جس کو انسان بناتا ہے اس کے بیسیوں ستون ہوتے ہیں بے حد وحساب کشادہ اور انتہائی بلند آسمان کی تعمیر میں ایک ستون بھی نہیں ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ رعد کی آیت نمبر ۲ میں یوں فرمایا: اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے جنہیں تم دیکھ رہے ہو۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۰ میں یوں فرمایا گیا: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ اسی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو اس آیت میں رب ذوالجلال کی اسی قدرت کے کرشمہ کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، یہاں حق کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ بالکل ٹھیک طریقے سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، انسان کسی چیز کو ایجاد کرتا ہے تو اس میں کسی نہ کسی قسم کی خامی پائی جاتی ہے لوگ اس چیز کو دیکھ کر اس کی خوبیوں کے ساتھ اس کی خامیوں کا تذکرہ کرتے ہیں، ہے کوئی جو رب ذوالجلال کے بنائے ہوئے آسمان اور اس کی زمین میں کوئی خامی نکالے؟

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بھی بالکل ٹھیک طریقے سے پیدا کیا اور زمین کو بھی اسی طرح بالکل ٹھیک طریقے سے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کے لئے آسمان کو چھت بنا دیا اور زمین کو بچھونا بنا دیا سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا گیا: اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ جس رب ذوالجلال نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین وآسمان کو پیدا کیا وہی رب ذوالجلال قیامت کے دن کہے گا کہ كُنْ ہو جا فَیَكُوْنُ پس وہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی چھوٹی بڑی، ہونی انہونی، ممکن ناممکن، آسان اور مشکل ہر چیز کے بارے میں اگر کہہ دے کہ كُنْ ہو جا تو اسکا یہ کن اس چیز کے وجود میں آنے کے لیے کافی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے اور جس دن حضرت اسرافیل صور میں اللہ کے حکم سے پھونک ماریں گے اس دن بھی اسی رب ذوالجلال کی بادشاہی رہے گی دنیا کے سارے اختیار والے بادشاہ اس دن بے بس اور مجبور صف بستہ ہو کر کھڑے رہیں گے کسی کی عرضی وہاں چل نہیں پائے گی وہاں صرف ایک رب کا اختیار چلے گا۔

رب ذوالجلال پوشیدہ چیزوں کو بھی جانتا ہے اور ظاہری چیزوں کو بھی جانتا ہے انسان کے سامنے اگر کوئی بند مٹھی میں کیا ہے اس بارے میں سوال کرے تو دوسرا انسان اگر پہلے سے اس کو معلوم نہ ہو تو بتا نہیں پائے گا کہ اس مٹھی میں کیا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ کے لیے ظاہر و باطن دونوں برابر ہیں۔

درس نمبر (۵۷۵)　**بتوں کی عبادت کرنا گمراہی ہے**　الانعام: ۷۴۔۷۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قَالَ کہا إِبْرَاهِيْمُ ابراہیم نے لِاَبِيْهِ اپنے باپ آزَرَ آزر سے أَتَتَّخِذُ کیا تم ٹھہراتے ہو أَصْنَاماً بتوں کو آلِهَةً معبود إِنِّيْ بلاشبہ میں أَرَاكَ تجھے دیکھتا ہوں وَقَوْمَكَ اور تیری قوم کو فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی میں O وَكَذَالِكَ اور اسی طرح نُرِيْ ہم دکھاتے تھے إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کو مَلَكُوْتَ بادشاہی السَّمَاوَاتِ آسمانوں وَالْاَرْضِ اور زمین کی وَلِيَكُوْنَ اور تاکہ وہ ہوجائے مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ یقین کرنے والوں سے

ترجمہ: اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا تم کیا بتوں کو معبود بناتے ہو؟ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم کھلی گمراہی میں ہو O اور ہم اسی طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہوجائیں

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کہ کیا آپ بتوں کو خدا بنائے بیٹھے ہیں؟

۲۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

۳۔ اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا نظارہ کراتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ وہ مکمل یقین رکھنے والوں میں شامل ہوجائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کو خلیل اللہ کا لقب ملا حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ نبی اور رسول ہیں جن کے بعد آنے والے تمام ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے وہ باپ ہیں، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے پیغمبر مبعوث ہوئے وہ انہی کی نسل میں سے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم عراق کے ایک شہر بابل کے آس پاس رہتی تھی۔ اس وقت وہاں کا بادشاہ نمرود تھا جو اپنے آپ کو خدا تصور کرتا تھا۔ اس کا دعوی تھا کہ وہ خدا ہے اور اس کی ساری قوم بت پرست تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس گھرانے میں پیدا ہوئے۔ وہ گھرانہ بھی بت پرست تھا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست، بت ساز اور بت فروش تھے۔ بت بنانا اور بت بیچنا اور ان بتوں کی پرستش کرنا ان کا مشغلہ تھا۔ ان کے والد کا نام آزر تھا، اس گھرانے میں پیدا ہونے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام! اور اللہ تعالی کی شان کہ وہ خالص توحید پرست تھے کہ کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود بھی بتوں کی پرستش سے بچتے رہے اور اپنی قوم کو بھی اس لعنت سے بچانے کی فکر کی بلکہ اپنی قوم کو

ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور وقت کے بادشاہ نمرود سے بھی اس سلسلے میں گفتگو کی جس کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۸ میں موجود ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے بھی سوال کیا کہ کیا آپ بتوں کو خدا بنائے بیٹھے ہیں میں آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

سورہ مریم کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی یہ بات موجود ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو شرک سے روکا؟ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا اے ابّا جان! آپ شیطان کی عبادت مت کیجئے بے شک شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کی عبادت سے سخت نفرت تھی۔ انہوں نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تو یوں دعا کی: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم: ۳۵) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دیجئے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دیجئے۔ قوم جن بتوں کی پرستش میں مبتلا تھی ان کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف طور پر کہا تھا: وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (الانبیاء: ۵۷) اور اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کے ساتھ جب تم علحدہ پیٹھ پھیر کر چل دو گے ایک چال چلوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر باپ بھی مشرک ہو تو بیٹے کو حق ہے کہ وہ اپنے باپ کو اس شرک سے روکے اور شرک سے بیزاری کا کھل کر اظہار کرے ہاں! ادب، نرمی، مصلحت، اور حکمت بہر صورت دعوتِ دین کے لئے لازمی وضروری ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ایک حقیقت یہ بیان کی گئی کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کے نظارے کرائے اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ زمین وآسمان، چاند وسورج، ستارے وسیارے، پہاڑ وسمندر، جمادات ونباتات، حیوانات اور حشرات الارض نیز آگ، ہوا، پانی، مٹی، بادل، گرج، بارش اور قوس وقزح یہ ساری چیزیں دنیا کے سارے انسان دیکھتے ہیں مگر ہر ایک کے دیکھنے میں فرق ضرور ہوتا ہے اہل نظر اپنی بصیرت وفراست سے ان ساری چیزوں کو جب دیکھتے ہیں تو انہیں وہ سب کچھ نظر آجاتا ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو نظر نہیں آتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بصیرت کو دیکھئے کہ ان پر روزانہ راتیں آتیں اور گزر جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کی اس نظرِ بصیرت نے یہ نتیجہ اخذ کیا اور چاند، سورج اور ستاروں کو دیکھ کر موجودہ رب کا یقین پیدا کر لیا جس کی تفصیل اگلی آیات میں ملاحظہ فرمایئے۔

درس نمبر (۵۷۶) **چاند، سورج، ستارے یہ معبود نہیں ہو سکتے** الانعام: ۷۶۔۷۷۔۷۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ

الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۷۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پھر جب جَنَّ چھا گئی عَلَيْهِ اس پر اللَّيْلُ رات رَأٰى (تو) اس نے دیکھا كَوْكَبًا ایک ستارہ قَالَ (براہیم نے) کہا هٰذَا یہ رَبِّیْ میرا رب ہے فَلَمَّا پھر جب أَفَلَ وہ غروب ہو گیا قَالَ (تو) کہا لَا أُحِبُّ میں محبت نہیں کرتا الْاٰفِلِيْنَ غروب ہونے والوں سے ۝ فَلَمَّا پھر جب رَأٰى اس نے دیکھا الْقَمَرَ چاند کو بَازِغًا چمکتا ہوا قَالَ (تو) اس نے کہا هٰذَا یہ رَبِّیْ میرا رب ہے فَلَمَّا پھر جب أَفَلَ وہ غروب ہو گیا قَالَ (تو) کہا لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِیْ اگر مجھے ہدایت نہ دی رَبِّیْ میرے رب نے لَاَكُوْنَنَّ تو یقیناً میں ہو جاؤں گا مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ گمراہ قوم میں سے ۝ فَلَمَّا پھر جب رَأٰى اس (ابراہیم) نے دیکھا الشَّمْسَ سورج کو بَازِغَةً جگمگاتا ہوا قَالَ (تو) اس نے کہا هٰذَا یہ رَبِّیْ میرا رب ہے هٰذَا یہ أَكْبَرُ سب سے بڑا ہے فَلَمَّا پھر جب أَفَلَتْ وہ غروب ہو گیا قَالَ (تو) اس نے کہا يَا قَوْمِ اے میری قوم! إِنِّیْ یقیناً میں بَرِیْٓءٌ بیزار ہوں مِّمَّا ان سے جنہیں تُشْرِكُوْنَ تم شریک ٹھہراتے ہو

ترجمہ: یعنی جب رات نے ان کو پردہ تاریکی سے ڈھانپ لیا تو آسمان میں ایک ستارہ نظر پڑا، کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے، جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانے والے تو پسند نہیں ۝ پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے، لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں ۝ پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا پروردگار یہ ہے یہ سب سے بڑا ہے، مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے لوگو! جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رات چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا کہنے لگے یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو انہوں نے کہا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ چاند بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

۳۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ زیادہ بڑا ہے پھر جب وہ غروب ہوا تو انہوں نے کہا اے میری قوم! جن جن چیزوں کو تم اللہ کی خدائی میں شریک قرار دیتے ہو میں ان سب سے بیزار ہوں۔

ہم روزانہ ہی ستاروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ رات کے وقت چمک رہے ہوتے ہیں اور چاند کو بھی ہم دیکھتے ہیں نیز سورج کو بھی دن کے مختلف اوقات میں دیکھتے ہیں مگر اصل دیکھنا تو وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سا دیکھنا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لوگ ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور کوئی چاند اور سورج کو بھی اپنا معبود تسلیم کرتا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گمراہ قوم کو توحید کا درس دینے کے لیے یہ انوکھا انداز اختیار کیا جس کو قرآن مجید کی ان تین آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

اس واقعے کو سننے سے پہلے بنیادی طور پر یہ معلومات بھی ہمارے ذہن میں رہنی چاہئیں۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور اس کے آس پاس کے لوگ ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور بالخصوص سات ستاروں کی پرستش کرتے تھے دمشق کے اس وقت سات دروازے تھے اور ہر دروازے پر ایک ایک ستارے کی تصویر لگا رکھی تھی ان دروازوں پر میلے لگتے تھے اور لوگ نذرانے چڑھاتے تھے جو واقعہ پیش کیا جا رہا ہے ہوسکتا ہے اسی دمشق کے علاقے میں پیش آیا ہو۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک چمکدار ستارہ نظر آیا۔ وہ مشتری یا زہرہ نامی مشہور ستارا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے دیکھ لیا تو اس وقت جو ستارہ پرست لوگ موجود تھے ان سے بطور فرض فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید پرست تھے مگر اپنی قوم کو قائل کرنے کے لیے وقتی طور پر ان سے کہا کہ یہ ستارہ میرا رب ہے تھوڑی دیر کے بعد جب وہ ستارہ چھپ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ چھپ جانے اور غروب ہو جانے والوں کو میں پسند نہیں کرتا ایسی چیز کیسے اس قابل ہوگی کہ میں اس کی عبادت کروں؟ اس کے بعد چاند نظر آیا اور چاند تو ستارے سے بڑا ہوتا ہے اور اس کی روشنی بھی خوب بہت زیادہ ہوتی ہے اس کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ میرا رب ہے پھر جب چاند بھی غروب ہو گیا تو اس مرتبہ فرمایا کہ اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں گمراہوں میں ہو جاتا یعنی جو چاند ذاتی طور پر ایک حال پر باقی نہ رہ سکے وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر جب سورج نکلا جو اپنی چمک اور روشنی میں ستاروں اور چاند سے بھی بڑھ کر تھا اور ظاہر ہے کہ سورج سے بڑھ کر یا اس کے برابر کوئی ستارہ تو ہے نہیں؟ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ یہی میرا رب ہے اور یہ بہت بڑا ہے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کے غروب ہونے کا انتظار کیا پھر جب سورج بھی غروب ہو گیا تو پوری قوت واعتماد کے ساتھ کہا کہ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اے میری قوم کے لوگو! جن چیزوں کو تم شریک بناتے ہو میں ان چیزوں سے بالکل بری اور بیزار ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو اس حقیقت سے باخبر کر دیا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو وہ تو میرے رب کی مخلوق ہیں اصل معبود اور حقیقی رب تو میرا اللہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ توحید کی دعوت دینے میں ایسی معقول تدبیروں کا اختیار کرنا ضروری ہے اور مدعو قوم کی نفسیات کو ملحوظ رکھنا بھی لازمی ہے۔ ایسے لب ولہجہ میں دعوت بات کو دل میں اتار دیتی ہے۔

درس نمبر (۵۷۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم نے جھگڑا کیا الانعام: ۷۹۔۸۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنِّیْ تحقیق میں نے وَجَّهْتُ متوجہ کیا وَجْهِیَ اپنا چہرہ لِلَّذِیْ اس کے لیے جس نے فَطَرَ پیدا

کیا السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو حَنِیْفاً اللہ ہی کا پرستار ہو کر وَمَا اور نہیں ہوں اَنَا میں مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ مشرکین سے O وَحَآجَّهٗ اور اس سے جھگڑا کیا قَوْمُهٗ اس کی قوم نے قَالَ (تو) اس (ابراہیم) نے کہا اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو فِی اللّٰهِ اللہ کے بارے میں وَقَدْ حالانکہ تحقیق هَدٰنِ اسی نے مجھے ہدایت دی وَلَآ اَخَافُ اور میں نہیں ڈرتا مَا ان سے جنہیں تُشْرِکُوْنَ تم شریک ٹھہراتے ہو بِهٖ اس کا اِلَّآ مگر اَنْ یَّشَآءَ کہ چاہے رَبِّیْ میرا رب شَیْئاً کچھ وَسِعَ گھیر لیا ہے رَبِّیْ میرے رب نے کُلَّ شَیْءٍ ہر چیز کو عِلْمًا (اپنے) علم سے اَفَلَا کیا پھر نہیں تَتَذَکَّرُوْنَ تم نصیحت حاصل کرتے؟

ترجمہ: میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے آپ کو اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں O اور ان کی قوم ان سے بحث کرنے لگی تو انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے اللہ کے بارے میں کیا بحث کرتے ہو؟ اس نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا، ہاں! جو میرا پروردگار کچھ چاہے، میرا پروردگار اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، کیا تم خیال نہیں کرتے؟

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان سے حجت شروع کر دی۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حجت کرتے ہو جبکہ اس نے مجھے ہدایت دے دی ہے؟ اور جن چیزوں کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا دیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو باطل معبودوں کی کمزوری اور حقیقت بتلا دی نیز چاند، سورج اور چمکتے ستاروں کے معبود ہونے کی نفی کر دی۔ ایک حقیقی معبود کی طرف متوجہ کر دیا اور واضح طور پر اپنا فیصلہ سنا دیا کہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اے قوم کے لوگو! اس حقیقت اور فیصلہ کو کان کھول کر سن لو کہ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میرا یہ فیصلہ بھی سن لو کہ میں تمہاری طرح شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معقول انداز میں حسنِ تدبیر کے ساتھ توحید کی دعوت قوم کو دی اور اپنے موحد ہونے اور مشرک نہ ہونے کا اظہار بھی کر دیا تو ان کی قوم نے ان سے حجت شروع کر دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے؟ جب میرے رب نے مجھ کو ہدایت دی جس توحید کو میں پوری طرح بصیرت سے ہدایت سمجھتا ہوں تو اب میرے حقیقی معبود کو چھوڑ کر کیا میں گمراہ ہو جاؤں؟ اسی رب نے مجھے ہدایت دی ہے اور اسی سے میں ہر طرح کی خیر کی امید بھی رکھتا ہوں۔

اگلی آیت کے مفہوم سے یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے باطل معبودوں سے ڈرایا ہوگا کہ اگر تم ہمارے معبودوں کو جھٹلاؤ گے تو تمہارا انجام برا ہوگا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف طور پر یہ بات بھی بتلادی کہ جن چیزوں کو تم نے اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں؟ تم لوگ اللہ کا شریک بنانے میں اللہ سے نہیں ڈرتے تو بھلا میں کیسے تمہارے باطل معبودوں سے ڈر سکتا ہوں؟ میرے پاس تو میرے رب کے معبود برحق ہونے کی دلیل ہے جبکہ تمہارے پاس تمہارے معبودوں کے برحق ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ میرے رب کا علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے کوئی بھی چیز جو موجود ہو اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ سلام نے بطور تنبیہ اپنی قوم سے پوچھا کہ اَفَلاَ تَتَذَكَّرُوْنَ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

درس نمبر (۵۷۸) میں باطل معبودوں سے کیسے ڈروں؟ الانعام: ۸۱۔۸۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَيْفَ اور کیونکر أَخَافُ میں ڈروں مَآ ان سے جنہیں أَشْرَكْتُمْ تم شریک ٹھہراتے ہو وَلَا تَخَافُوْنَ اور تم نہیں ڈرتے أَنَّكُمْ (اس بات سے) کہ تم أَشْرَكْتُمْ شریک ٹھہراتے ہو بِاللّٰهِ اللہ کا مَا ان کو کہ لَمْ يُنَزِّلْ اس نے نازل نہیں کی بِهٖ اس کی عَلَيْكُمْ تم پر سُلْطَاناً کوئی دلیل فَأَیُّ لھٰذا کونسا الْفَرِيْقَيْنِ دونوں فریقوں میں سے أَحَقُّ زیادہ حقدار ہے بِالْاَمْنِ امن کا؟ إِنْ (بتاؤ!) اگر كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو O الَّذِيْنَ جو لوگ اٰمَنُوْا ایمان لائے وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اور انہوں نے خلط ملط نہیں کیا إِيْمَانَهُمْ اپنے ایمان کو بِظُلْمٍ ظلم (شرک) کے ساتھ اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں لَهُمُ انہی کے لیے الْاَمْنُ امن ہے وَهُمْ اور وہی مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ ہیں

ترجمہ: بھلا میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو، کیونکر ڈروں جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی؟ اب دونوں فریق میں سے کونسا فریق امن و بے خوفی کا زیادہ حقدار ہے، اگر سمجھتے ہو تو بتاؤ O جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے ملوث نہیں کیا ان کے لئے امن و بے خوفی ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جن چیزوں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں؟ جبکہ تم ان چیزوں کو اللہ کا شریک ماننے سے نہیں ڈرتے جن کے بارے میں اس نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔

۲۔اب اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو بتاؤ کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کون بے خوف رہنے کا زیادہ مستحق ہے؟

۳۔حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا امن اور چین تو بس انہی کا حق ہے اور وہی ہیں جو صحیح راستہ پر پہنچ چکے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مشرک قوم سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں یہ بات بتلا دی کہ میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟ اس لیے کہ جن جن چیزوں کی پرستش تم کرتے ہو وہ تو بے بس چیزیں ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی اختیار ہی نہیں، بھلا میں ایسی کمزور چیزوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں اور یہ چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے، ڈرنا تو تم کو چاہیے اے مشرکو! اس لیے کہ تم اس رب کے ساتھ شریک ٹھہرا رہے ہو جو اکیلا ہے زبردست ہے قوت وطاقت والا ہے صاحبِ اختیار ہے خالق وفاطر ومالک ہے غنی اور حي وقیوم ہے جس کے معبود ہونے کی ایک نہیں ہزاروں دلیلیں ہیں۔تم کو چاہئے کہ تم شرک کرنے سے ڈرو، مجھے ڈرنے کی کوئی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ میں توحید پر قائم ہوں حق پر اور دلیل پر قائم ہوں میں بے خوف ہوں پُرامن ہوں مجھے تمہارے باطل معبودوں میں سے کسی بھی معبود سے نہ نقصان کا ڈر ہے اور نہ کسی قسم کی تکلیف کا کوئی خدشہ ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کون بے خوف رہنے کا زیادہ مستحق ہے تم سب یا میں؟

میرے بے خوف ہونے میں تعجب اس لیے نہیں ہے کہ میں تو اس رب پر ایمان رکھتا ہوں جس کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں مگر تمہارے بے خوف ہونے پر زیادہ تعجب اس لئے کیا جانا معقول بات ہے کہ تم نے زمین وآسمان کے حقیقی خالق ومالک کی مخالفت مول لی ہے اس کے ساتھ سرکشی اور نافرمانی ٹھان لی ہے جس کے ہاتھ میں ہر قسم کے اختیارات ہیں معلوم یہ ہوا کہ امن وامان کے لائق تو مومن ومسلمان ہوتا ہے، چونکہ روئے زمین کا سب سے بڑا مجرم مشرک ہے اور مجرم ہی کو سب سے زیادہ خوف کھانا چاہیے۔تعجب ہے کہ یہ مشرک حقیقی معبود سے نہیں ڈرتے اور ایمان والوں کو باطل معبودوں سے ڈراتے ہیں۔

اسکے بعد ایک آفاقی قانون ساری انسانیت کو بتلایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں ایمان لے آتے ہیں اور اپنے دین وایمان میں شرک کی ملاوٹ کرتے ہوئے ظلم کا ارتکاب نہیں کرتے تو ان کے لئے رب ذوالجلال کی طرف سے امن کی ذمہ داری ہے اور خالص ایمان والوں کے لیے جو شرک جیسے جرم اور خیانت سے پاک ہیں یہ بات طے ہے کہ وہ امن سے رہیں گے اور دوسری بات یہ بھی طے ہے کہ ایسے خوش نصیب لوگ ہدایت پر بھی ہیں۔ایسے ایمان والے جب دنیا کی یہ چند روزہ زندگی گزار کر اپنے رب سے ملاقات کریں گے تو ان کے دلوں میں نہ غم ہوگا اور نہ ہی خوف ہوگا، یہ اس عذاب سے بھی بے خوف رہیں گے اور پوری طرح امن کے ساتھ رہیں گے، ان کا رب ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائے گا اور ان کو اپنے غضب اور عذاب سے محفوظ رکھے گا اور ان کے لئے جنت کی بیش بہا نعمتیں ہوں گی جو ان ایمان والوں کا استقبال کر رہی ہوں گی۔

درس نمبر (۵۷۹) ## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دلیل دی گئی الانعام: ۸۳-۸۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۸۳
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ
وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝۸۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَتِلْكَ اور یہ ہے حُجَّتُنَا ہماری دلیل آتَيْنَاهَا ہم نے دی تھی یہ إِبْرَاهِيمَ ابراہیم کو عَلٰى قَوْمِهٖ اس کی قوم کے مقابلے میں نَرْفَعُ ہم بلند کرتے ہیں دَرَجَاتٍ درجے مَّنْ نَّشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں إِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب حَكِيمٌ بڑی حکمت والا عَلِيمٌ خوب جاننے والا ہےO وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیے لَهٗ اس کو إِسْحَاقَ اسحاق وَيَعْقُوبَ اور یعقوب كُلًّا سب کو هَدَيْنَا ہم نے ہدایت دی وَنُوحًا اور نوح کو هَدَيْنَا ہم نے ہدایت دی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اور اس کی اولاد میں سے دَاوٗدَ داؤد وَسُلَيْمَانَ اور سلیمان وَاَيُّوبَ اور ایوب وَيُوسُفَ اور یوسف وَمُوسٰى اور موسیٰ وَهَارُوْنَ اور ہارون کو وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِى ہم جزا دیتے ہیں الْمُحْسِنِيْنَ احسان کرنے والوں کو

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کردیتے ہیں، بیشک تمہارا پروردگار دانا ہے خبردار ہےO اور ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب بخشے اور سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ ہماری وہ کامیاب دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو انکی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔

۲۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کردیتے ہیں۔

۳۔ بیشک تمہارے رب کی حکمت بھی بڑی ہے علم بھی کامل ہے۔

۴۔ ہم نے ابراہیم کو اسحاق جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا عطا کیا۔

۵۔ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی۔

۶۔ نوح کو ہم نے پہلے ہی ہدایت دے دی تھی۔

۷۔ ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی۔

۸۔ اس طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا وہ واقعہ بیان کیا گیا کہ انہوں نے اپنی مشرک قوم کے سامنے

حکمت بھرے انداز میں ستاروں، چانداور سورج کو دیکھ کر مختلف قسم کے جملے کہےاور آخر کار یہ حقیقت ان مشرکوں کے سامنے بیان کی کہ ساری چمکتی دمکتی چیزیں رب ذوالجلال کی مخلوق ہیں وہ خالق ومعبود نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوری طرح دلیل کے ساتھ یہ بات بیان کی، ایسی دلیل جس کو عقل سلیم رکھنے والا انکار نہیں کرسکتا۔ یہاں اللہ تعالی اسی دلیل و حجت کے بارے میں بتلا رہے ہیں کہ یہ وہ کامیاب دلیل تھی جو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کوانکی مشرک قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ پرست قوم کے ساتھ بے خوف انداز میں یہ بتلا دیا کہ یہ معبود نہیں ہوسکتے اور میں ان کا انکار کرتے ہوئے کوئی ڈراور گھبراہٹ بھی محسوس نہیں کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں نہ نفع کی طاقت ہےاور نہ ہی نقصان کی۔قابل غور بات یہ ہے کہ جس اعتماداور یقین کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے ان ستاروں، سیاروں ،چانداور سورج سے بے خوفی کا مظاہرہ کیا جن کی یہ پرستش کرتے تھے۔آج بھی ایک ایسے ماحول میں جہاں زمین کو معبوداور سورج کو مسجود بنانے کی باتیں ہورہی ہیں اور وندے ماترم اور سوریا نمسکار کے ذریعے ذہنوں کو بدلنے کی سازشیں ہورہی ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے مضبوط ایمان کے ساتھ خود بھی قائم رہیں اور اپنی نسلوں کو بھی اس بات کی تعلیم دیں کہ وہ ان باطل خیالات سے ہرگز متاثر نہ ہوں اور اپنے سچے عقیدے کا صاف طور پر اظہار کریں۔ہمارا مذہب ہمیں اپنے بنیادی عقائد میں مصالحت کی اجازت ہرگز نہیں دیتا ہم اپنے دین وایمان کے لئے اپنی جان بھی دے سکتے ہیں اور اپنا مال بھی قربان کرسکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان باطل عقائد کے پس پردہ ہم کو بھی ڈرایا اور دھمکایا جائے مگر ہم اپنے دین وایمان کے معاملہ میں مضبوط اور سنجیدہ رہیں۔اگر اس عقیدہ پر قائم رہنے کی وجہ سے ہماری جان جاتی بھی ہے تو اس میں نقصان کی بات نہیں ہے بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔شہادت کا درجہ اور رب ذوالجلال کی قربت اور جنت کا حصول اور ہماری نمازیں اور ہماری قربانیاں اور ہمارا جینا اور ہمارا مرنا تو رب العالمین کے لئے ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ہم جس کے چاہے درجات بلند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات ہیں جس کو چاہے نبوت عطا کریں جس کو چاہے بادشاہت عطا کریں جس کو چاہے بشیر ونذیر بنادے جس کو چاہے سراجِ منیر بنادیں جس کو چاہے آسمانوں پر اٹھالیں جس کو چاہے آسمانوں پر بلالیں اور آسمانوں کی سیر کرائیں اور اللہ تعالی جو بھی ارادہ اور فیصلہ کرتے ہیں اس کے ارادے اور فیصلے میں حکمت ہی حکمت ہے ان کا علم بھی کامل ہے اور ان کی حکمت بھی کامل ہے۔اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کونسلوں کے اعتبار سے جو دولت دی اس کا تذکرہ ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق ویعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہدایت کی نعمت سے نوازا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی اس قدر تربیت کی کہ ان کی نسلوں میں ایسے جلیل القدر انبیاء پیدا ہوئے جن سے قوموں میں ایمانی انقلاب پیدا ہوا پھر اللہ تعالی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے پہلے گزرے ہوئے معروف نبیوں کا تذکرہ کررہے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت دی اور انکی نسلوں میں حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر پیدا ہوئے۔آخر میں یہ بات کہی گئی کہ ہم نیکو

کاروں کو اسی طرح بدلہ عطا کرتے ہیں۔ یہ قدرت کا نظام ہے کہ نیکوں کی نیکی ضائع نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اچھے اعمال پر ان کو اچھا بدلا عطا فرماتے ہیں۔

درس نمبر (۵۸۰) انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا جہاں پر فضیلت الانعام: ۸۵۔۸۶۔۸۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۵ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۶ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۸۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَزَكَرِيَّا اور (ہدایت دی) زکریا کو وَيَحْيٰى اور یحییٰ کو وَعِيْسٰى اور عیسیٰ کو وَإِلْيَاسَ اور الیاس کو كُلٌّ سب مِّنَ الصَّالِحِيْنَ صالحین میں سے تھے O وَإِسْمَاعِيْلَ اور اسماعیل کو وَالْيَسَعَ اور یسع کو وَيُوْنُسَ اور یونس کو وَلُوْطًا اور لوط کو (بھی) وَكُلًّا اور (ان) سب کو فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی عَلَى الْعَالَمِيْنَ جہانوں پر O وَمِنْ آبَائِهِمْ اور ان کے آباواجداد میں سے کچھ کو وَذُرِّيَّاتِهِمْ اور ان کی اولاد وَإِخْوَانِهِمْ اور ان کے بھائیوں میں سے وَاجْتَبَيْنَاهُمْ اور ہم نے انہیں چن لیا وَهَدَيْنَاهُمْ اور ہم نے انہیں ہدایت دی اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صراط مستقیم کی طرف

ترجمہ: اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی، یہ سب نیکوکار تھے O اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی اور ان سب کو دنیا جہاں کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی O اور بعض کو ان کے باپ داداؤں اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام کو بھی ہدایت عطا فرمائی۔

۲۔ یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

۳۔ نیز حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام کو بھی ہدایت عطا فرمائی۔

۴۔ ان سب کو ہم نے دنیا جہاں کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔

۵۔ ان کے باپ داداؤں، ان کی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بہت سے لوگوں کو فضیلت بخشی۔

۶۔ ہم نے ان سب کو منتخب کر کے راہ راست تک پہنچا دیا تھا۔

پچھلی آیتوں میں حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام کے علاوہ حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کا ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہدایت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ایک اور بات بھی بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ ان تمام نبیوں کے تذکرے کے

بعد یہاں باقی اور معروف انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کیا جارہا ہے، یعنی حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا اور ان سب کے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ یہ نیک لوگوں میں سے تھے اور ان سب کو دنیا جہاں کے لوگوں پر فوقیت اور فضیلت عطا کی گئی۔ ان کے علاوہ ان کے باپ داداوں اور ان کی اولادوں اور ان کے بھائیوں کا بھی ذکر خیر کیا گیا اور یہ بات بتلائی گئی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے منتخب بھی کیا اور انھیں سیدھے راستے کی رہنمائی بھی کی گئی۔

قرآن مجید میں ان انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سے بعض کا تذکرہ ستر مرتبہ بعض کا سترہ مرتبہ بعض کا چھتیس مرتبہ بعض کا ایک یا دو مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پیغمبر اس دنیا میں بھیجے سارے کے سارے نیک تھے۔ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔ درجات کے اعتبار سے ان انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ مقام بلند عطا کیا گیا کہ ان سب انبیاء کو جہانوں پر فضیلت دی، یعنی سارے ہی انبیاء کرام اپنے زمانہ کے دیگر تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے۔ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے صاحبِ روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو فرشتوں پر بھی فضیلت حاصل ہے اور اس کے علاوہ پیغمبروں کو ان کے آپس میں بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۳ میں اس کی وضاحت کی گئی کہ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ یہ پیغمبر جو ہم نے بھیجے ہیں ان کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور ان میں سے بعض کو اس نے کئی درجے بلندی عطا فرمائی۔

درس نمبر (۵۸۱) شرک اعمالِ صالحہ کو ضائع کر دیتا ہے الانعام: ۸۸۔۸۹۔۹۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِکَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝۸۹ اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ذٰلِکَ یہ هُدَى اللّٰهِ اللہ کی ہدایت ہے يَهْدِيْ وہ ہدایت دیتا ہے بِهٖ اس کی مَنْ جسے يَّشَآءُ وہ چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَلَوْ اور اگر اَشْرَكُوْا وہ لوگ شرک کرتے لَحَبِطَ تو ضرور برباد ہوجاتے عَنْهُمْ ان سے مَّا جو کچھ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے O اُولٰٓئِکَ یہ الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں کہ آتَيْنَاهُمُ ہم نے انہیں دی الْكِتَابَ کتاب وَالْحُكْمَ اور حکم وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت فَاِنْ پھر اگر يَّكْفُرْ کفر کریں بِهَا ان (باتوں) کے ساتھ هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ فَقَدْ تو تحقیق وَكَّلْنَا ہم نے مقرر کردی بِهَا ان (باتوں) کے لیے قَوْمًا ایسی قوم لَّيْسُوْا (کہ) نہیں ہے وہ بِهَا ان کا بِكَافِرِيْنَ انکار کرنے والی O اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ یہ لوگ ہیں

جنہیں هَدَى اللّٰهُ اللہ نے ہدایت دی فَبِهُدَاهُمُ سوان کے طریقے کی اقْتَدِهْ آپ اقتدا کریں قُل کہہ دیجئے لَّا أَسْأَلُكُمْ میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس پر اَجْرًا کوئی اجر إِنْ نہیں ہے هُوَ یہ إِلَّا مگر ذِكْرَىٰ نصیحت لِلْعَالَمِينَ جہانوں کے لیے

ترجمہ: یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے چلائے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو اعمال وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے O یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکمِ شریعت اور نبوت عطا فرمائی تھی، اگر یہ کفار ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ان پر ایمان لانے کے لئے ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں O یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس کا کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ یہ تو دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے محض نصیحت ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے راہ راست تک پہنچا دیتا ہے۔

۲۔ اور اگر وہ شرک کرنے لگتے تو انکے سارے نیک اعمال اکارت ہو جاتے۔

۳۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب حکمت اور نبوت عطا کی تھی۔

۴۔ اب اگر یہ لوگ اس نبوت کا انکار کریں تو کچھ پرواہ نہ کرو کیونکہ اس کے ماننے کے لیے ہم نے ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔

۵۔ یہ لوگ وہ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی، لہٰذا اے پیغمبر! آپ بھی انہی کے راستے پر چلو۔

۶۔ مخالفین سے کہہ دو کہ میں تم سے اس دعوت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔

۷۔ یہ تو دنیا جہاں کے سارے ہی لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ بات کہہ دی گئی کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ (القصص:۵۶) پیغمبر! آپ جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ ہر انسان کی ہدایت کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا ارادہ پوشیدہ ہے۔ اگر ہم کسی انسان کو دیکھیں کہ وہ ہدایت کے نعمت سے سرشار ہے تو سمجھ جائیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کو ہدایت دی ہے۔ اسی حقیقت کو یہاں بتلایا گیا کہ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یہ ہے اللہ کی ہدایت يَهْدِي بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ہدایت دیتا ہے۔ دوسری حقیقت یہ بتلائی گئی کہ شرک آدمی کے اعمال کو اکارت کر دیتا ہے۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اگر یہ حضرات شرک کر لیتے تو جو اعمال وہ کیا کرتے تھے سب اکارت ہو جاتے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۷ میں ارتداد کو بھی اعمال کے اکارت ہونے کا ذریعہ بتلایا گیا: وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ''

فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پلٹ جائے اور اسی کفر کی حالت میں مرجائے تو ان کے دنیوی اور اخروی اعمال غارت ہوجائیں گے۔ اسکے بعد نبیوں کے بارے میں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ یہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن کو ہم نے کتاب بھی دی، نبوت بھی دی اور حکمت بھی عطا کی۔ کس قدر خوش نصیب ہیں یہ انبیاء علیہم السلام جن کو اہم ترین نعمتیں دی گئیں۔ آسمانی کتاب اور نبوت کا منصب اور اس کے ساتھ ساتھ حکمت کی وہ نعمت جس سے انسان زندگی کی اہم ترین حقیقتوں کو سمجھ لیتا ہے، یہ ساری نعمتیں ان انبیاء کرام علیہم السلام کو دی گئیں۔

ان تمام حقیقتوں کے ساتھ یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ اگر یہ مکہ کے لوگ اور ان کے علاوہ جو بھی لوگ ان انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا انکار کریں تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ایسے لوگ کثرت سے پیدا کیے ہیں یا تقدیر میں ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو ان جاہلوں کی طرح نبیوں کا انکار نہیں کریں گے بلکہ ان نبیوں کی نبوت کو تسلیم کریں گے۔ نیز رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام وہ ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی ہے۔ آپ ان کی ہدایت کی اقتداء کریں اور آپ لوگوں سے یہ بات صاف طور پر بتلا دیں کہ اس دعوتِ دین کے بدلہ میں میں تم سے کوئی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا، یہ تو ایک نصیحت نامہ ہے جہانوں کے لیے۔

درس نمبر (۵۸۲) یہودی تورات کے مضامین کو چھپاتے ہیں الانعام: ۹۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّ هُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ کَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی حَقَّ جس طرح حق ہے قَدْرِهٖٓ اس کی قدر کرنے کا اِذْ جس وقت قَالُوْا انہوں نے کہا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل نہیں کی عَلٰی بَشَرٍ کسی بشر پر مِّنْ شَیْءٍ کوئی چیز قُلْ کہہ دیجئے مَنْ کس نے أَنْزَلَ نازل کی الْکِتَابَ کتاب الَّذِیْ وہ جو جَآءَ لائے بِهٖ اسے مُوْسٰی موسیٰ نُوْرًا (کہ وہ) نور وَهُدًی اور ہدایت (تھی) لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے تَجْعَلُوْنَهٗ تم (نقل) کرتے ہوئے اس (کتاب) کو قَرَاطِیْسَ اوراق میں تُبْدُوْنَهَا ظاہر کرتے ہو اس سے (کچھ) وَتُخْفُوْنَ اور چھپاتے ہو کَثِیْرًا بہت وَعُلِّمْتُمْ اور تم سکھلائے گئے ہو مَّا وہ جو کہ لَمْ تَعْلَمُوْٓا جانتے نہیں تھے أَنْتُمْ تم وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ اور نہ تمہارے باپ دادا قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ اللہ نے (نازل کی) ثُمَّ پھر ذَرْهُمْ چھوڑ دیئے انہیں فِیْ خَوْضِهِمْ اپنی مشغولیت میں یَلْعَبُوْنَ وہ کھیلتے رہیں

ترجمہ: اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی جانی چاہئے تھی نہ جانی۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر وحی اور کتاب وغیرہ کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ کہو کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا؟ جو لوگوں کے لئے نور

اور ہدایت تھی اور جسے تم نے علیحدہ اوراق پر نقل کر رکھا ہے کہ ان کے کچھ حصے کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو اس کتاب کو اللہ ہی نے نازل کیا تھا پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی۔

۲۔جبکہ وہ یوں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز یعنی کوئی کتاب ابھی نازل ہی نہیں کی۔

۳۔آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے، جس کتاب کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت ہے جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے، جس میں سے کچھ کو ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو۔

۴۔اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے جانتے تھے۔

۵۔آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، پھر آپ انکو انکے مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔

لوگ دنیا میں ہر چیز کی قدر کرتے ہیں، مال و دولت کی قدر، صحت و قوت کی قدر، رزق کی قدر، سونے چاندی کی قدر، دینار و درہم کی قدر، رشتوں اور تعلقات کی قدر وغیرہ، ان میں سے بہت سی چیزیں قدر کے قابل ہیں، لیکن سب سے زیادہ جن کی قدر پہچاننا واجب ہے وہ زمین و آسمان کے خالق و مالک اللہ رب العالمین ہیں۔ جن کی عنایت و مہربانی اور رحمتوں و برکتوں سے ہم اس دنیا میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان نافرمان بندوں کی جنہوں نے اس دنیا میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ان کی حقیقت بیان کر رہے ہیں کہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ان بدبخت لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۴ میں بھی یہی مضمون ہے: مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر نہیں جانی، اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور و قوت اور غالب و زبردست ہے۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖۗ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔

ان مشرکین کی ناقدری کی ایک وجہ یہاں بتلا دی گئی کہ انہوں نے صاف طور پر حقیقت کے خلاف یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔ جب ان مشرکین نے آسمان سے کسی انسان پر کسی بھی چیز کے نازل نہ کیے جانے کی بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ پیغمبر! آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ پھر کس نے اتاری وہ کتاب جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے جو کتاب کہ روشنی بھی ہے اور لوگوں کے لئے رہنمائی بھی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کو تم نے ورق ورق کر کے لوگوں کو دکھلایا اور اپنے مفادات کے لیئے تم نے اس کتاب کی بہت سی باتوں کو چھپا

بھی رکھا تھا اور تم کو قرآن مجید کے ذریعہ وہ ساری باتیں سکھلا دیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ ہی تمہارے باپ دادا۔

اگر یہ بدبخت جواب نہیں دیتے تو پیغمبر! آپ ہی جواب دے دیجئے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر جو کتاب اتاری گئی وہ کتاب اللہ تعالیٰ ہی نے ان پر اتاری۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود اگر وہ اس حق بات کی جانب توجہ نہ دیں اور تسلیم نہ کریں تو پیغمبر! آپ ان کو اپنی خرافات میں کھیلتے رہنے دیجئے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا کے ذریعہ یہ بات بتائی گئی کہ قرآنِ مجید کے ذریعہ تمہیں تورات اور انجیل سے زائد بھی وہ علم دیا گیا ہے جس کی نہ تمہیں اور نہ تمہارے باپ داداؤں کو اس سے پہلے خبر تھی۔

درس نمبر (۵۸۳) قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے الانعام:۹۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهٰذَا اور یہ كِتَابٌ کتاب اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اتارا اسے مُبَارَكٌ مبارک ہے مُّصَدِّقُ تصدیق کرنے والی ہے الَّذِىْ اُس (کتاب) کی جو بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے ہے وَلِتُنْذِرَ اور تاکہ آپ ڈرائیں اُمَّ الْقُرٰى مکہ والوں کو وَمَنْ حَوْلَهَا اور اس کے آس پاس والوں کو وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں بِهٖ اس (قرآن) پر وَهُمْ اور وہ عَلٰى صَلَاتِهِمْ اپنی نماز کی يُحَافِظُوْنَ حفاظت کرتے ہیں ۝۹۲

ترجمہ: اور ویسی ہی یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے بابرکت ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور جو اس لئے نازل کی گئی ہے کہ اے نبی! تم مکۂ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کردو اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ قرآن اللہ کی جانب سے اتارا ہوا کلام ہے۔

۲۔ یہ قرآن اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

۳۔ اس کلام کے ذریعہ اللہ نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ مکہ اور اطراف کے رہنے والوں کو اللہ کے عذاب اور وعیدوں سے ڈرائیں۔

۴۔ اس کلام پر وہ مومن ہی ایمان لاتے ہیں جو یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

۵۔ یہ مومن نمازوں کی پابندی بھی کرتے ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں یہودیوں کے احوال بیان کئے گئے تھے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اللہ نے کوئی کلام کسی انسان پر نہیں

اتارا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا جواب اس آیت میں یوں دیا ہے کہ اللہ نے ہی اس کتاب کو اتارا ہے، اور یہ کتاب بابرکت بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ایسی کتاب ہے جو اس سے پہلے جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان سب کی تصدیق بھی کرتا ہے ،اس کلام میں اور اس سے پہلی کتابوں میں کوئی تضاد یا ٹکراؤ نہیں ہے، جو حکم اللہ نے اس کتاب میں اتارا ہے وہ اس سے پہلی کتابوں میں بھی اتارا گیا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمارہے ہیں کہ اے نبی! آپ اس کلام کے ذریعہ مکہ اور آس پاس کے لوگوں کو بھی دین کی دعوت دیں اور انہیں جو عذاب اللہ نے تیار کر رکھا ہے اس سے ڈرائیں۔ اس کے بعد آخر میں اللہ تبارک وتعالی فرمارہے ہیں کہ اس کتاب پر تو وہ لوگ ایمان لے آئینگے جو یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے سچا مانتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ کتاب تو اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے، ان مومنین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو اس کتاب پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نمازوں کی پابندی بھی کرتے ہیں جس کو قائم رکھنے کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ **اُمَّ الْقُرٰی** سے مراد مکہ ہے اور **وَمَنْ حَوْلَهَا** سے مراد ساری دنیا کے لوگ ہیں، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام دنیا کے جنات اور انسانوں کی جانب ہوئی ہے اسی لئے یہاں **وَمَنْ حَوْلَهَا** سے تمام اہل دنیا مراد ہیں۔

درس نمبر (۵۸۴) اللہ پر جھوٹ باندھنے سے بھی بڑھ کر کیا کوئی گناہ ہوسکتا ہے؟ الانعام: ۹۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۹۳

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ اورکون أَظْلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس سے جو افْتَرٰی باندھے عَلَى اللّٰهِ اللہ پر كَذِباً جھوٹ أَوْ قَالَ یا کہے أُوْحِيَ وحی کی گئی ہے إِلَيَّ میری طرف وَلَمْ يُوْحَ جبکہ وحی نہیں کی گئی إِلَيْهِ اس کی طرف شَيْءٌ کوئی چیز وَمَنْ اور جس نے قَالَ کہا سَأُنْزِلُ ابھی میں بھی اتاروں گا مِثْلَ مثل مَا اس کے جو اَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے اتارا وَلَوْ تَرٰی اور کاش کہ آپ دیکھیں إِذِ جبکہ الظَّالِمُوْنَ ظالم لوگ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں وَالْمَلَائِكَةُ اور فرشتے بَاسِطُوْٓا پھیلاتے ہیں أَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھ (یہ کہتے ہوئے کہ) اَخْرِجُوْٓا نکالو أَنْفُسَكُمْ اپنی جانیں الْيَوْمَ آج تُجْزَوْنَ تم بدلہ دیئے جاؤ گے عَذَابَ الْهُوْنِ ذلت کے عذاب کا بِمَا بوجہ اس کے کہ كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ تم کہتے تھے عَلَى اللّٰهِ اللہ پر غَيْرَ الْحَقِّ ناحق (باتیں) وَكُنْتُمْ اور تھے تم عَنْ آيَاتِهٖ اس کی آیات سے تَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرتے

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی

وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب اللہ نے نازل کی ہے اسی طرح کی میں بھی بنالیتا ہوں اور کاش تم ان ظالم یعنی مشرک لوگوں کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں۔ آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

۲۔ یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے۔

۳۔ حالانکہ اس پر وحی نازل نہ کی گئی ہو۔

۴۔ اسی طرح وہ جو یہ کہے کہ میں بھی ویسا ہی کلام نازل کردوں گا جیسا اللہ نے نازل کیا ہے۔

۵۔ اگر تم وہ وقت دیکھو تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے گا جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے۔

۶۔ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں۔

۷۔ کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

۸۔ اس لئے کہ تم جھوٹی باتیں اللہ کے ذمہ لگاتے تھے۔

۹۔ اس لئے کہ تم اس کی نشانیوں کے خلاف تکبر کا رویہ اختیار کرتے تھے۔

پچھلی آیتوں میں نبوت اور رسالت نیز نبیوں اور رسولوں کے تذکرے کئے گئے۔ مختلف پہلوؤں سے نبوت اور رسالت کو ثابت کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلادی کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد عربی (ﷺ) پر نازل ہوا ہے اور یہ قرآنِ مجید تورات ہی کی طرح کی آسمانی کتاب ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات کے نازل ہونے کا اعتراف تم کرتے ہو اسی طرح محمد عربی (ﷺ) پر قرآنِ مجید کے نازل ہونے کا اعتراف کرو۔ اس آیت میں نبوت اور رسالت کے جھوٹے دعویدار کے حق میں وعید بیان کی جارہی ہے، اس طور پر کہ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوگا۔ یہ وعید دراصل محمد عربی ﷺ کے سچے نبی ہونے کی گواہی ہے۔ اس لئے کہ نبوت کے جھوٹے دعویدار کی نفی کرنا دراصل یہ ثابت کرنا ہے کہ نبوت جس کا حق ہے اس کو وہ حق دیا جائے۔

اس آیت میں اس شخص کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور اللہ تعالیٰ کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ اس نے مجھے نبی بنایا یا کسی اور طرح سے اللہ پر جھوٹ باندھے۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ نے اپنے شریک بنالیے ہیں یا اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے یا یوں کہے کہ میں بھی ایسا کلام نازل کروں گا جیسا اللہ نے نازل کیا ہے۔ (نعوذ باللہ) مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی، جس نے رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ شخص تُک بندی کے طور پر چند جملے بنالیتا تھا اور کچھ شعبدہ بازی بھی کرلیتا تھا۔ جب قرآنِ مجید کے سلسلہ میں یہ چیلنج پیش کیا گیا کہ تم بھی قرآنِ مجید جیسی کوئی کتاب پیش کرو یا ایک سورت ہی سہی بنالاؤ تو اس پر بعض نالائقوں نے اپنی جہالت سے کچھ جملے

بنائے تھے۔لیکن ان نالائقوں کو جب احساس ہوا کہ ان کے یہ جملے قرآنِ مجید کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے ہار تسلیم کر لی تھی۔ اس طرح کے جملے بنانے والوں میں نبوت کا یہ جھوٹا دعویدار مسیلمہ کذاب بھی تھا۔اس کے یہ جملے جاہلانہ اور احمقانہ تھے۔قرآنِ مجید وہ آفاقی کتاب ہے جس کتاب کی ہزاروں باتوں میں سے ایک بات جیسی کوئی بات دنیا کا کوئی ماہر سے ماہر شاعر و ادیب بھی نہیں لاسکتا۔لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (الاسراء:۸۸) وہ ہرگز قرآنِ مجید جیسی کوئی بات نہیں لا سکتے۔صبحِ قیامت تک کے لئے یہ قرآنِ مجید کا مضبوط چیلنج ہے۔جن لوگوں نے مشہور ہونے کی غرض سے یا لوگوں کا سردار بننے کے ناپاک ارادہ سے نبوت کا دعویٰ کیا وہ سارے اپنے دعوؤں میں ناکام و نامراد ہو گئے۔وہ سارے لوگ ذلیل و خوار ہو گئے جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ پیش کیا۔بہر حال دنیا کا سب سے بڑا ظالم وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنایا یا اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کو منسوب کیا یا نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا جبکہ اللہ نے اس کو لوگوں کی طرف رسول نہیں بنایا ہے۔رسولِ رحمت ﷺ کی رسالت کے بعد دنیا کا کوئی شخص یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ میری طرف وحی کی گئی۔سب سے آخری وحی رسولِ رحمت ﷺ پر ہو چکی ہے۔آپ ﷺ کے بعد کسی کی جانب وحی ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ رسولِ رحمت ﷺ کے بعد کسی کی طرف وحی کی جائے اور کوئی شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میری طرف بھی کوئی بات نازل کی گئی ہے، جیسے رسولِ رحمت ﷺ پر نازل کی گئی۔اگر کوئی یہ جملہ یا اس جیسا کوئی اور جملہ کہتا ہے تو وہ جھوٹا اور مکار ہے۔

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے تذکرہ کے بعد ان ظالموں کی ذلت، بدحالی اور موت کے وقت ان کی تکلیف کا ذکر یوں کیا جا رہا ہے:وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ اور اگر تم وہ وقت دیکھو تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے گا جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس لئے کہ تم جھوٹی باتیں اللہ کے ذمے لگاتے تھے اور تم اس کی نشانیوں کے خلاف تکبر کا رویہ اختیار کرتے تھے۔یعنی یہ وہ لوگ تھے جو اللہ کی آیتوں کو قبول کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اور انہیں اللہ کی آیتوں کے قبول کرنے میں عار اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔ جس نے بھی اللہ کے ذمہ جھوٹ لگایا اور یہ کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل ہی نہیں کی اور جس نے اللہ کے کلام کو ماننے کے بجائے اس کا مقابلہ کیا اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا جو موت کے وقت سے شروع ہوگا۔فرشتے ایسے لوگوں کی طرف اپنے ہاتھ بڑی سختی کے ساتھ بڑھائیں گے تا کہ ان کی روحوں کو نکالا جائے۔

درس نمبر (۵۸۵) **اللہ کے یہاں سب کو اکیلا ہی جانا ہے** الانعام:۹۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۹۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور یقیناً جِئْتُمُوْنَا تم آئے ہو ہمارے پاس فُرَادٰی اکیلے کَمَا جس طرح کہ خَلَقْنٰکُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ وَتَرَكْتُمْ اور تم چھوڑ آئے مَّا جو کچھ خَوَّلْنٰكُمْ ہم نے تمہیں دیا تھا وَرَآءَ پیچھے ظُهُوْرِكُمْ اپنی پیٹھوں کے وَمَا نَرٰى اور ہم نہیں دیکھتے مَعَكُمْ تمہارے ساتھ شُفَعَآءَكُمُ تمہارے وہ سفارشی الَّذِيْنَ جن کی بابت زَعَمْتُمْ تم دعویٰ کرتے تھے اَنَّهُمْ (کہ) بے شک وہ فِيْكُمْ تمہارے (معاملات) میں شُرَكٰٓؤُا شریک ہیں لَقَدْ تحقیق تَّقَطَّعَ ٹوٹ گیا (تعلق) بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان وَضَلَّ اور گم ہو گئے عَنْكُمْ تم سے مَّا وہ (معبود) کہ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم (جن کو) گمان کرتے تھے

ترجمہ: اور جیسا ہم نے تم لوگوں کو پہلی بار پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے تم ہمارے پاس آگئے اور جو مال و متاع ہم نے تمہیں عطا فرمایا تھا وہ سب اپنے پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے سفارشی اور ہمارے شریک ہیں، آج تمہارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو گئے اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے سب جاتے رہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم ہمارے پاس اسی طرح تنِ تنہا آگئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

۲۔ جو کچھ ہم نے تمہیں بخشا تھا وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

۳۔ اور ہمیں تو تمہارے وہ سفارشی نظر نہیں آرہے ہیں جن کے بارے میں تمہارا دعویٰ تھا کہ وہ تمہارے معاملات طئے کرنے میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے ساتھ تمہارے سارے تعلقات ٹوٹ چکے ہیں۔

۵۔ جن دیوتاؤں کے بارے میں تمہیں بڑا زعم تھا وہ سب تم سے گُم ہو کر رہ گئے ہیں۔

اس آیت میں قیامت کے دن سارے انسانوں کی حاضری سے متعلق ایک اہم بات یہ بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا کہ ایک ملک کے لوگوں کو یا ایک مذہب کے لوگوں کو یا کسی خاص علاقہ یا برادری کے لوگوں کو جماعت در جماعت بلایا جائے گا۔ ایسا بھی نہیں ہوگا کہ ایک خاندان اور قبیلے کے لوگوں کو ایک جماعت بنا کر بلایا جائے بلکہ قیامت کے دن قبیلوں، ذاتوں اور جماعتوں سے علحدہ ہو کر بالکل تنہا حاضری ہوگی۔ جس طرح دنیا میں انسان ایک ایک کر کے پیدا کیا گیا اسی طرح قیامت کے دن تنہا سب کی حاضری ہوگی۔ اسی حقیقت کو یہاں یوں بیان کیا گیا کہ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح تم ہمارے پاس تنہا آئے ہو۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۰ میں یوں کہا گیا: وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا اور یہ تو بالکل اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۹۵ میں بھی یہی بات کہی گئی: وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا اور ہر ایک اس کے پاس تنہا آئے گا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نضر بن حارث نے یہ بات کہی کہ لات وعزیٰ (بت) قیامت کے دن

سفارش کریں گے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور صاف کہہ دیا گیا: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى اور تم ہمارے پاس اکیلے ہی آگئے۔ (تفسیر الرازی)

مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا اور ہمیں تو تمہارے وہ سفارشی نظر نہیں آرہے ہیں جن کے بارے میں تمہارا دعویٰ تھا کہ وہ تمہارے معاملات طئے کرنے میں ہمارے شریک ہیں۔

وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ کے ذریعہ انسانوں کو یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ ہم نے تمہیں تمہاری زندگی میں جو کچھ مال، اولاد، نوکر چاکر، ساز وسامان، مکانات ومحلات اور دوسری نعمتیں عطا کیا تم وہ سب اپنے پیٹھ پیچھے چھوڑ کر آئے ہو اور وہ ساری چیزیں اور نعمتیں آج تمہارے کچھ بھی کام نہیں آرہی ہیں۔ آج ان میں سے کوئی بھی چیز تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچارہی ہے۔ جن خاندانوں کی نسبت پر تمہیں غرور تھا، جس مال ودولت پر تمہیں غرور وگھمنڈ تھا، جس اولاد پر تمہیں زعم تھا، جس اقتدار پر تمہیں بھروسہ تھا، وہ سب کچھ تمہارے ہاتھوں سے نکل گیا اور آج تمہارے ساتھ ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرنے والا مرجاتا ہے تو فرشتے آپس میں پوچھتے ہیں کہ اپنے مال اور اعمال میں سے کیا لے کر آیا جو اس نے آگے بھیجا تھا اور دنیا کے لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا چھوڑ کر گیا۔ (شعب الایمان وبیہقی) یہ حقیقت ہے کہ آدمی ساٹھ ستر سال زندگی بسر کرتا ہے یا اس سے کم یا زیادہ جیتا ہے، جب وہ مرجاتا ہے تو اس سے فرشتے یہ نہیں پوچھیں گے کہ کس قدر مال لے کر آئے ہو؟ وہ تو یہ پوچھیں گے کہ کیا اعمال لے کر آئے ہو؟ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اللہ کی راہ میں کیا خرچ کیا؟ کیا کیا لے کر آئے ہو؟ مگر دنیا کے لوگ، رشتہ دار، دوست واحباب، پڑوسی، اہل محلّہ، سب یہی پوچھتے ہیں کہ جانے والا دنیا میں وراثت میں کیا چھوڑ کر گیا؟

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ البتہ تمہارا آپس کا تعلق منقطع ہوگیا اور جو تم دعویٰ کیا کرتے تھے وہ آئے گئے ہوگئے۔ انسان نے بڑی محنت سے جن لوگوں سے اپنے تعلقات بنائے تھے اور اس کے لئے کوشش کی تھی قیامت کے دن وہ سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ دنیا میں جن بتوں کے بارے میں ان کے خیالات تھے کہ یہ بت قیامت کے دن اللہ کے ہاں سفارش کریں گے ان کے خیالات قیامت کے دن جھوٹے ثابت ہوں گے۔

درس نمبر (۵۸۶) زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنے والا اللہ ہے الانعام: ۹۵۔۹۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۹۵ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۹۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ فَالِقُ پھاڑنے والا ہے الْحَبِّ وَالنَّوٰى دانے اور گٹھلی کو يُخْرِجُ وہ نکالتا ہے الْحَيَّ زندہ کو مِنَ الْمَيِّتِ مردہ سے وَمُخْرِجُ اور نکالنے والا ہے الْمَيِّتِ مردہ کو مِنَ الْحَيِّ زندہ سے ذٰلِكُمْ

اللّٰهُ یہ ہے اللہ فَاَنّٰی پھر کہاں تُؤْفَكُوْنَ تم پھیرے جاتے ہو؟O فَالِقُ نمودار کرنے والا ہے الْاِصْبَاحِ سپیدۂ صبح کا وَجَعَلَ اوراس نے بنایا الَّيْلَ رات کو سَكَنًا سکون کا باعث وَالشَّمْسَ اورسورج وَالْقَمَرَ اورچاند کو حُسْبَانًا حساب کا ذریعہ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ یہ (سب) اندازہ ہے الْعَزِيْزِ نہایت غالب الْعَلِيْمِ خوب جاننے والے کا

ترجمہ: بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کران سے درخت وغیرہ اُگاتا ہے وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور وہی بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔ یہی تو اللہ ہے پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟O وہی رات کے اندھیرے سے صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اوراسی نے رات کو موجبِ آرام ٹھہرایا اورسورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنادیا، یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے اندازے ہیں جو غالب ہے علم والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔

۲۔ وہ جاندار چیزوں کو بے جان چیزوں سے نکال لاتا ہے۔

۳۔ وہی بے جان چیزوں کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔

۴۔ لوگو! وہ ہے اللہ پھر کوئی تمہیں بہکا کر کس اوندھی طرف لیے جارہا ہے؟

۵۔ وہی ہے جس کے حکم سے صبح کی پو پھٹتی ہے۔

۶۔ اسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے۔

۷۔ سورج اور چاند کو ایک حساب کا پابند بنایا۔

۸۔ یہ سب کچھ اس ذات کی منصوبہ بندی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے علم بھی کامل ہے۔

دنیا جہاں کے خالق و مالک کے وجود پر دلالت کرنے والی دلیلیں ان آیات میں بیان کی جارہی ہیں۔ انسان اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی قدرت وطاقت سے بہتر اور عمدہ انداز میں پیدا کیا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین:۴) کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔ اب اس انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حقیقی خالق و مالک کی حقیقت کو پہچانے، اس کی قدرت وطاقت کو سمجھے اور دنیا جہاں میں پھیلی ہوئی تمام مخلوقات پر گہری نظر ڈالے اور ان چیزوں کے عجائبات پر غور کرے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان ساری چیزوں کا خالق و مالک وہ اللہ ہے جو رب العالمین ہے۔ وہی اللہ ہے جو خالق بھی ہے فاطر بھی اور صانع بھی ہے موجد بھی۔ وہی ہے جس کے ہاتھ میں ساری مخلوقات کی زندگی اور موت ہے۔ وہی تقدیر و تدبیر کا مالک ہے۔ اسی نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے اور دنیا کے سارے نظام کی تدبیر اسی کے حکم کے تابع ہے۔ سورج اور چاند اسی کے اشارے پر چلتے ہیں۔ ستارے اور سیارے اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ دن اور رات اسی کے تابعدار ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے مظاہر بیان کئے ہیں۔ جنگلوں، بیابانوں، صحراؤں، آبادیوں، باغوں، پارکوں، پہاڑوں اور وادیوں میں جو چیز بھی اُگتی ہے اور جتنے دانے اور گٹھلیاں ہیں ان سب کو وہی پھاڑتا

ہے۔غور کیجئے کہ کھجور کی گٹھلی کس قدر سخت ہوتی ہے، یہی سخت چیز زمین کے اندر بودی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو نرم فرما کر اس سے کھجور کا درخت پیدا فرماتے ہیں۔ پھر اس درخت سے ہزاروں کھجور پیدا ہوتے ہیں، ہزاروں قسم کی گٹھلیاں اور دانے کون اُگاتا ہے اور کون ان کو نرم کرتا ہے اور کون ان دانوں اور گٹھلیوں سے درخت پیدا کرتا ہے؟ وہ ہے اللہ۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جس پھل کا جو بیج یا دانہ ہے یا گٹھلی ہے اس سے وہی پھل پیدا ہوتا ہے۔ جام کے بیج سے آم پیدا نہیں ہوتا، انجیر کے بیج سے سنترہ پیدا نہیں ہوتا اور بادام کے بیج سے اخروٹ پیدا نہیں ہوتا۔ یہ قدرت کا کرشمہ اور کمال ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔اس بات پر بھی غور کریں کہ ایک جمی ہوئی مردہ چیز ہے دانہ اور گٹھلی یا بیج، مگر اس سے ایک ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جس میں ایک قسم کی زندگی اور حرکت ہے کہ وہ بیج درخت اور پودے یا بیل کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس میں ایک قسم کی زندگی آجاتی ہے۔ یہ رب ذوالجلال کی قدرت کے نظاروں میں سے ایک نظارہ ہے۔مگر افسوس کہ انسان اس پر غور نہیں کرتا!!

یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال یہ ہے کہ وہ جاندار چیزوں کو بے جان چیزوں سے نکال لاتا ہے اور وہی بے جان چیزوں کو جاندار چیزوں سے نکالنے والا ہے۔غور کریں کہ انڈے اور نطفہ میں بظاہر زندگی نہیں ہے۔ وہ دونوں چیزیں بے جان اور مردہ ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ اس مردہ انڈے سے زندہ چوزہ پیدا کرتا ہے اور مردہ نطفہ سے زندہ انسان پیدا کرتا ہے۔ یہ ہے قدرت کے عجوبے جن پر انسان غور وفکر نہیں کرتا۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۷ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی ہے: تُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّھَارِ وَتُوۡلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیۡلِ ز وَتُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَتُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ ز وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے۔تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے۔تو ہی ہے جسے چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا ہے۔سورۂ روم کی آیت نمبر ۱۹ میں بھی یہی بات کہی گئی: یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَیُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِھَا ط وَکَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

ذٰلِکُمُ اللہُ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ یہ بات بتلائے جانے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کس طرح مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے پیدا کرتا ہے۔ یہ بات کہی جارہی ہے کہ یہی ہے تمہارا رب جو اپنی قدرت سے یہ سارے کام کرتا ہے۔مگر اے گمراہ انسانو! اے مجرمو! پھر کوئی بہکا کر تمہیں کس اوندھی طرف لے جارہا ہے؟ قدرت کے ان سارے مناظر کو دیکھنے کے باوجود تم نے اپنی عقل کا استعمال نہیں کیا۔تم کہاں بھٹکے جارہے ہو؟ کہاں کھوئے ہوئے ہو؟ اور کب تک اس طرح بھٹکتے رہو گے اور شیطان کے جال میں پھنستے رہو گے؟ تم اس گمراہی سے نکل جاؤ اور اپنی عقل کا استعمال کرو۔اللہ تعالیٰ نے تم کو عقل دی ہے، حوش وحواس عطا کیے ہیں۔ یہ صرف کھانے پینے کی چیزوں میں کھو جانے کے لئے نہیں دی ہیں بلکہ اس لئے دی گئی ہیں تا کہ تم اپنے حقیقی رب کو پہچان سکو، اس کی قدرت وطاقت کو تسلیم کر سکو، اس کو معبود برحق مان سکو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے باز آسکو۔اب باطل کے اندھیروں سے نکل جاؤ اور حق کی روشنی کی طرف اپنے قدم بڑھاؤ، اسی میں تمہاری بھلائی اور نجات ہے۔

آ ؤ! ہم اس حقیقت کو بھی جانیں کہ آخر یہ روزانہ صبح ہوتی ہے، پھر شام ہو جاتی ہے، آخر کس کے حکم سے صبح کی یہ پو پھٹتی ہے؟ خالقِ کائنات آواز دے رہا ہے: فَالِقُ الْاِصْبَاحِ اللہ ہی ہے جو صبح کو پھاڑنے والا ہے۔ اسی رب ذوالجلال نے رات کو آرام کی چیز بنائی۔ اسی نے سورج اور چاند کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے۔ اسی رب کے حکم سے یہ سورج طلوع ہوتا ہے، ملکوں کو روشن کرتا ہے اور اسی کے حکم سے یہ سورج غروب ہوتا ہے اور ملکوں کو اندھیرا کر دیتا ہے۔ سورج اور چاند کی منزلیں وہی طئے کرتا ہے۔ دن اور رات کے اندازے اسی غالب پروردگار کی طرف سے بنائے ہوتے ہیں، جس کو ہر چیز کا پورا علم ہے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی رات اور دن کا ذکر کیا گیا ہے: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ اس میں آرام کرو اور روز روشن بنایا تا کہ اس میں کام کرو۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۴۷ میں یوں کہا گیا: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ بنایا اور نیند کو راحت بنائی اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت۔ سورۃ النّبا کی آیت نمبر ۹ تا ۱۱ میں بتلایا گیا: وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا اور رات کو ہم نے پردہ بنایا اور دن کو ہم نے روزگار کا وقت بنایا۔

درس نمبر (۵۸۷) ستارے ذریعہ ہوتے ہیں راہ تک پہنچانے کا الانعام: ۹۷-۹۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾
وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ اور وہی ہے الَّذِیْ جس نے جَعَلَ بنائے لَکُمُ تمہارے لیے النُّجُوْمَ تارے لِتَهْتَدُوْا تا کہ تم راہ پاؤ بِهَا ان کے ذریعے سے فِیْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور تری کے اندھیروں میں قَدْ تحقیق فَصَّلْنَا ہم نے کھول کر بیان کردی ہیں الْاٰیٰتِ آیتیں لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے یَعْلَمُوْنَ جو علم رکھتے ہیں O وَهُوَ اور وہی ہے الَّذِیَ جس نے أَنْشَأَکُم تمہیں پیدا کیا مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ایک جان سے فَمُسْتَقَرٌّ پس (تمہارے لیے) ایک قرارگاہ ہے وَمُسْتَوْدَعٌ اور ایک جائے امانت قَدْ فَصَّلْنَا تحقیق ہم نے مفصل بیان کردی ہیں الْاٰیٰتِ (اپنی) آیتیں لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے یَفْقَهُوْنَ جو سمجھتے ہیں

ترجمہ: اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تا کہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے راستے معلوم کرو، عقل والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کردی ہیں O اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر تمہارے لئے ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی، سمجھنے والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی ہے اللہ جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان ستاروں سے راستے معلوم کرسکو۔

۲۔ عقل والوں کیلئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔

۳۔ وہی ہے اللہ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔

۴۔ پھر تو تمہارے لئے ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی۔

۵۔ سمجھنے والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔

رب ذوالجلال نے انسانوں کو بسہولت زندگی گزارنے کیلئے کتنے اسباب و ذرائع پیدا کئے، انسان ان تمام اسباب و وسائل اور ذرائع کا شمار نہیں کرسکتا۔ آج ترقی ہوگئی، ہم راتوں کی تاریکی میں بھی اپنی منزل آسانی سے تلاش کرلیتے ہیں۔ اب تو باضابطہ ہائی وے ہیں، کشادہ سڑکیں ہیں اور منزلوں کی رہنمائی کیلئے بڑے بڑے بورڈس لگے ہوئے ہیں۔ اب تو گوگل (سرچ انجن) کی تحقیق نے سارے ہی لوگوں کو منزل تک پہنچنے کے اس قدر آسان راستے پیدا کردیئے ہیں کہ آپ اپنے موبائیل کے ذریعہ گوگل پر اپنا مقام ٹائپ کردیں اور بآسانی منزل مقصود پہنچ جائیں۔ قدیم زمانوں میں منزل تک پہنچنے کے لئے ستاروں سے مدد لی جاتی تھی۔ ستاروں کو دیکھ کر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کا اندازہ لگالیا جاتا تھا۔ اس نعمت و قدرتِ الٰہی کا اظہار اس آیت میں کیا گیا کہ اس رب ذوالجلال کی قدرت کا اندازہ لگاؤ جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا فرمایا تا کہ تم ان کے ذریعہ بیابانوں، جنگلوں اور دریاؤں کی اندھیریوں میں راستہ پاسکو۔ رب ذوالجلال نے اپنی قدرت کی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کردیا ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں، ان نشانیوں کو سمجھتے ہیں اور جو اس نظام پر غور وفکر اور تدبر کرتے ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں سورج، چاند اور دوسرے ستاروں کے بارے میں یہ بات بتلائی گئی: وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس رب ذوالجلال کے حکم کے تابع ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں یہ حقیقت بیان فرمارہے ہیں کہ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وہی ہے وہ اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان سے اولاد بڑھتی رہی، اس طرح دنیا میں اتنے سارے انسان وجود میں آگئے۔ یہ سارے انسان ایک ہی جان سے پیدا کئے گئے ہیں اور قیامت تک پیدا کئے جاتے رہیں گے۔ انسان کی پیدائش کے تذکرہ کے فوری بعد یہ بات بتائی گئی کہ پھر ہر شخص کا ایک مستقر ہے اور ایک امانت رکھنے کی جگہ۔ یہاں دو الفاظ ہیں جن کو سمجھنا ضروری ہے۔ ایک ہے مستقر اور دوسرا ہے مستودع۔ مستقر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص باقاعدہ اپنا ٹھکانہ بنالے اور مستودع کہتے ہیں امانت رکھنے کی جگہ جس کا قیام عارضی طور پر ہوتا ہے۔ ان دو الفاظ کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف باتیں کہی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مستقر سے دنیا مراد ہے، جہاں انسان باقاعدہ اپنی رہائش کا ٹھکانہ بنالیتا ہے اور امانت رکھنے کی جگہ سے مراد قبر ہے، جس میں انسان کو مرنے کے بعد عارضی طور پر رکھا جاتا ہے۔ پھر وہ وہاں سے جنت یا جہنم کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد ماں کا پیٹ ہے اور مستودع سے مراد باپ کی صلب ہے جس میں نطفہ عارضی طور پر رہتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے برعکس کہا ہے کہ مستقر شوہر کی صلب کو کہتے ہیں اور مستودع سے مراد رحم مادر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے ساری نشانیاں ایک ایک کر کے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ سے کام لیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قدرت کے ان مناظر سے اس کی معرفت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۵۸۸) وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا الانعام:۹۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ اور وہی ہے الَّذِیْٓ جس نے اَنْزَلَ اتارا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی فَاَخْرَجْنَا پھر ہم نے نکالیں بِهٖ اس کے ذریعے نَبَاتَ نباتات كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کی فَاَخْرَجْنَا پھر ہم نے نکالا مِنْهُ اس سے خَضِرًا سبزہ نُّخْرِجُ ہم نکالتے ہیں مِنْهُ اس سے حَبًّا دانے مُّتَرَاكِبًا باہم جڑے ہوئے وَمِنَ النَّخْلِ اور کھجوروں سے مِنْ طَلْعِهَا ان کے شگوفے سے قِنْوَانٌ گچھے دَانِيَةٌ جھکے ہوئے وَجَنّٰتٍ اور باغات (نکالے) مِّنْ اَعْنَابٍ انگوروں کے وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون وَالرُّمَّانَ اور انار (کے) مُشْتَبِهًا ملتے جلتے (ان کے پتے) وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور مختلف ہیں (ان کے پھل) اُنْظُرُوْٓا دیکھو اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اس کے پھل کو اِذَآ جبکہ اَثْمَرَ وہ پھل لائے وَيَنْعِهٖ اور اس کا پکنا اِنَّ بلاشبہ فِیْ ذٰلِكُمْ اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يُّؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں

ترجمہ: اور وہی تو ہے جو آسمان سے مینہ برساتا ہے، پھر ہم ہی جو مینہ برساتے ہیں اس سے ہر طرح کی نباتات اُگاتے ہیں، پھر اس میں سے سبز پودے نکالتے ہیں اور ان پودوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور نہیں بھی ملتے، یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور جب پکتی ہیں تو ان کے پکنے پر نظر کرو، ان میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اللہ کی قدرت کی بہت سے نشانیاں ہیں۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔

۲۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی کونپلیں اُگائیں۔

۳۔ان کونپلوں سے ہم نے سبزیاں پیدا کیں جن سے ہم تہہ بہ تہہ دانے نکالتے ہیں۔

۴۔کھجور کے گابھوں سے وہ گچھے نکلتے ہیں جو پھل کے بوجھ سے جھکے جاتے ہیں۔

۵۔ہم نے انگوروں کے باغ اگائے اور زیتون اور انار بھی جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔

۶۔جب یہ درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے پھلوں اور ان کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو۔

۷۔ان سب چیزوں میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو ایمان لائیں۔

رب ذوالجلال کی قدرت کے مناظر اس قدر روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں کہ اگر بندۂ مومن قدرت کی ان نشانیوں پر غور وفکر کرے تو اس کے دل میں ایک طرف رب ذوالجلال کی قدرومنزلت بیٹھ جاتی ہے تو دوسری طرف اس رب کی محبت دل میں اتر جاتی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ زمین وآسمان بنا دیتے اور اس میں انسانوں کو یوں ہی بے بس چھوڑ دیتے اور ان انسانوں اور دیگر مخلوقات کی غذاؤں کا انتظام نہ کرتے تو یہ انسان چند ہی دن کا مہمان رہتا، پھر وہ موت کے منہ میں چلا جاتا۔ یہ رب ذوالجلال کا ہم انسانوں اور دیگر مخلوقات پر کس قدر کرم، فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہماری زندگی کو راحت بخش بنانے اور ایک مدت تک اس روئے زمین پر رہنے کیلئے آسمانوں سے بارش کو نازل کرنے کا وہ پیارا نظام قائم کیا کہ اگر آدمی اپنی عقل کا استعمال کرے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہونے لگ جائے۔اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا، اسی بارش کے پانی سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور اس تروتازہ زمین میں کچھ اگانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسان بیج بونے سے پہلے آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے۔وہ بارش کا انتظار کرتا ہے، بادلوں کا رخ دیکھتا ہے اور اندازہ لگا لیتا ہے کہ بارش اب تو ضرور برسے گی۔پھر وہ زمین میں اناج دفن کر دیتا ہے اس امید کے ساتھ کہ آسمان سے رب ذوالجلال پانی برسائے گا۔جب آسمان سے بارش کا پانی برسنے لگتا ہے تو ہر طرف سرسبز وشادابی کا منظر نظر آنے لگتا ہے۔اس پانی کے ذریعہ ہر چیز کے پودے تیار ہونے لگتے ہیں، ہرے بھرے درخت تیار ہو جاتے ہیں، کھیتوں میں کھیتی لہلہانے لگتی ہے، اناج، غلہ، ترکاریاں اور میوے، غرض ہر قسم کی چیزیں انسانوں کی زندگی کی ضرورت بن کر مارکٹ میں آتی ہیں۔انسان ان ساری چیزوں سے لذت، صحت اور قوت حاصل کرتا ہے۔ ہرے بھرے درختوں سے تہہ بہ تہہ چڑھے ہوئے دانے نکل آتے ہیں اور کھجور کے درختوں پر خوشے اور گچھے نکل آتے ہیں جو ضرورت مند انسانوں کی طرف بوجھ کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔اتنا ہی نہیں انگوروں کے باغات سے اللہ تعالیٰ انگور کے جھکے ہوئے خوشے نکالتے ہیں۔کس قدر نفیس اور خوبصورت انداز میں منڈیروں سے جھکے ہوئے انگور کے خوشے ہوتے ہیں، چاہو تو ہاتھ سے توڑ کر کھالو، چاہو تو مزید لذت حاصل کرنے کیلئے اپنے دانتوں ہی سے توڑ کر کھالو۔اللہ تعالیٰ نے زیتون اور انار بھی پیدا کئے جو دیکھنے میں آپس میں بعض ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور بعض مشابہ نہیں ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض پھل دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، بعض صورت اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور بعض دیکھنے میں ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ان کی خصوصیات الگ الگ ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ غور سے دیکھو ان پھلوں کو اور ان کے پکنے کو، اگر تم غور سے دیکھو گے اور ایمان کی کیفیت میں ڈوب کر دیکھو گے تو قدرت کی کئی نشانیاں خود بخود تمہارے سامنے آجائیں گی۔

درس نمبر (۵۸۹) **اللہ ہر طرح کے شرک سے پاک ہے** الانعام: ۱۰۰۔۱۰۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اورانہوں نے ٹھہرایا اللہ کا شُرَكَآءَ شریک الْجِنَّ جنوں کو وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے وَخَرَقُوْا اورانہوں نے گھڑ لیے لَهٗ اس (اللہ) کے لیے بَنِيْنَ بیٹے وَبَنَاتٍ اور بیٹیاں بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا ان (باتوں) سے جو يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں ۝ بَدِيْعُ (وہی) موجد ہے السَّمَاوَاتِ آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا اَنّٰى کس طرح يَكُوْنُ ہوسکتی ہے لَهٗ اس کی وَلَدٌ اولاد وَّلَمْ تَكُنْ جبکہ نہیں ہے لَّهٗ اس کی صَاحِبَةٌ کوئی بیوی؟ وَخَلَقَ اور اسی نے پیدا کیا كُلَّ شَىْءٍ ہر چیز کو وَهُوَ اور وہی بِكُلِّ شَىْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: اوران لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا حالانکہ ان کو بھی اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے جھوٹ بہتان اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا کر کھڑی کیں، وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے اور اس کی شان ان باتوں سے بلند ہے ۝ وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس کے اولاد کہاں سے ہو جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔لوگوں نے جنات کو اللہ کے ساتھ خدائی میں شریک قرار دے لیا حالانکہ اللہ نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔

۲۔سمجھ بوجھ کے بغیر اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تراش لیں۔

۳۔حالانکہ اللہ کے بارے میں جو باتیں یہ بناتے ہیں وہ ان سب سے پاک اور بالا و برتر ہے۔

۴۔وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔

۵۔اس کا کوئی بیٹا کہاں ہوسکتا ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں؟

۶۔اسی نے ہر چیز پیدا کی ہے اور وہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔

مشرکوں کی جہالت اور حماقت یہ تھی کہ جس رب ذوالجلال نے انہیں پیدا کیا اس کو تو انہوں نے چھوڑ دیا اور اللہ کی مخلوق ہی کو معبود بنا لیا، یہاں تک کہ جنات کو یعنی شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے دیا۔ یہ مشرکین جنات اور شیاطین کے توجہ دلانے سے بتوں کی عبادت کرنے لگے اور شیاطین کی اطاعت ایسی کرنے لگے جیسی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ شیاطین جب ان مشرکین کو خواب میں اور بیداری میں ڈراتے تھے تو یہ مشرکین ان شیاطین کے شر اور ان کے ضرر سے بچنے کے لئے ان کی

تصویریں اور مجسمے بنا لیتے تھے اور پھر ان کی پوجا کرتے تھے۔اس آیت میں اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ اوران لوگوں نے جنات کو اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان زندیقوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں کو پیدا کیا اور ابلیس نے درندے، سانپ، بچھو اور مختلف قسم کے شرور پیدا کئے، حالانکہ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

مشرکوں کا ایک غلط عقیدہ یہ بھی تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کو منسوب کر دیا تھا۔وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔۔نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور مکہ کے مشرکین نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔ان سب کی جہالت اور حماقت نے انہیں اس تجویز پر راغب کیا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ بیٹے ہیں اور نہ ہی بیٹیاں۔سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالکل پاک ہے۔جو باتیں یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بالکل برتر ہیں، بلند اور اعلیٰ ہیں۔ایسی گھٹیا بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔یہ بیوی اور یہ بچے یہ سب مخلوق کے لائق ہے اور خالقِ ارض و سماء ان سب سے بے نیاز ہے۔اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے،یعنی بغیر کسی مثال کے زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔دنیا میں نہ زمین تھی اور نہ ہی آسمان تھا۔اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی موجود مثال کے زمین و آسمان کی اپنی قدرت سے شکل دی اور اس کا وجود بخشا۔رب ذوالجلال نے آسمان کو سات طبق بنا دیا اور زمین کو اپنی قدرت سے پھیلا دیا اور ان چیزوں کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ساتھی اور ساجھی تھا اور نہ ہی کوئی مددگار۔جو رب ذوالجلال اس قدر بزرگ و برتر ہو اس کو اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ قرآنِ مجید نے متعدد مقامات پر اس بات کی نفی کی ہے اور کھل کر یہ بات واضح کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ کوئی اولاد ہے اور نہ ہی اس کی کوئی بیوی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پورا پورا علم ہے۔

درس نمبر (۵۹۰) — الانعام: ۱۰۲۔۱۰۳

ان آنکھوں سے اللہ کا دیدار ممکن نہیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ذٰلِكُمُ یہ ہے اللّٰهُ اللہ رَبُّكُمْ تمہارا رب لَآ اِلٰهَ کوئی معبود نہیں اِلَّا هُوَ مگر وہی خَالِقُ خالق كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا فَاعْبُدُوْهُ سو تم اسی کی عبادت کرو وَهُوَ اور وہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر وَكِيْلٌ خوب نگران ہے○ لَا تُدْرِكُهُ اس کو نہیں پا سکتیں الْاَبْصَارُ آنکھیں وَهُوَ اور وہی يُدْرِكُ پا لیتا ہے الْاَبْصَارَ آنکھوں کو وَهُوَ اور وہ اللَّطِيْفُ بڑا باریک بین الْخَبِيْرُ خوب خبردار ہے

ترجمہ: یہی اوصاف رکھنے والا اللہ تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو اسی

کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگران ہے O وہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں جبکہ وہ نگاہوں کا ادراک کر لیتا ہے اور وہ بھید جاننے والا ہے خبردار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ ہے اللہ جو تمہارا پالنے والا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔

۳۔ وہ ہر چیز کی نگرانی کرنے والا ہے۔

۴۔ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔

۵۔ اس کی ذات اتنی ہی لطیف ہے اور وہ اتنا ہی باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا جہاں کی تمام مخلوقات کے پالنہار ہیں۔ ہر مخلوق کیلئے اس کی ساخت کے مطابق اس کی ضروریات کو پورا کرنے والے رب ذوالجلال ہی ہیں۔ وہی ہے تمہارا پالنہار اور وہی ہے اکیلا معبود جس کی عبادت کی جا سکتی ہے۔ اسکے سوا پوری دنیا میں کوئی بھی اس قابل نہیں کہ وہ معبود بن سکے۔ جو رب ہے وہی معبود ہے اور جو رب نہیں وہ معبود نہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا جہاں کے سارے لوگوں کو حکم دیا ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم متقی ہو جاؤ۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۱ میں یوں کہا گیا: اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ط ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یقین مانو میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ عبادت سے رب کا گہرا رشتہ ہے۔ جو رب ہے بس اسی کی عبادت کی جا سکتی ہے۔ جس ذات میں ربوبیت کی صفت نہیں وہ عبادت کے بھی قابل و لائق نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو جب عبادت کا حکم دیا تو یہی فرمایا: وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ۔ (المائدہ: ۷۲) اور کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ رب بھی ہیں اور خالق بھی ہیں، جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور جس نے مخلوق کے زندہ رہنے کے اسباب پیدا کئے۔ ان ساری مخلوقات کو جو رب ذوالجلال پال رہا ہے وہی اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ یہاں رب کے لفظ کے ساتھ خالق کا لفظ بھی استعمال کیا گیا۔ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ وہ ہر چیز کا خالق ہے، بس تم اسی کی عبادت کرو۔ وہ اللہ جو رب بھی ہے اور خالق بھی ہے وہ ہر چیز کا نگہبان اور محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی مخلوق نہیں کہ جس کو دیکھا جا سکے، جس کو پکڑا جا سکے اور جو کسی کے قبضہ اور احاطہ میں آ جائے۔ خالق اور مخلوق میں فرق یہی ہے کہ مخلوق کا قبضہ اور احاطہ میں آنا ممکن ہے، لیکن خالق و مالک، رب اور وکیل کا کسی کے قبضہ میں آ جانا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہاں یہ بات بھی بتا دی گئی کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ دنیا کی ساری نگاہیں مل کر اپنی پوری طاقت و توانائی لگا دیں جب بھی وہ ساری نگاہیں اللہ تعالیٰ کو اپنے احاطہ میں لا نہیں سکتیں۔ ان ساری مخلوقات کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وَھُوَ یُدْرِکُ

الْأَبْصَارَ وہ سب نگاہوں کو اپنے احاطہ میں لینے والا ہے۔ وہ باریک بین بھی ہے اور ہر شخص اور ہر مخلوق کے ہر جزء سے پوری طرح باخبر بھی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کے دیدار کا سوال کیا جس کا تذکرہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۳ میں یوں ہے: قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ وَ لٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ ۔ الخ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو کرا دیجئے کہ میں ایک نظر آپ کو دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے، لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکتے ہو۔ پس جب ان کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی تو تجلی نے اس پہاڑ کے پرخچے اڑا دیئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دارِ فانی میں اللہ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ ہاں! جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، جیسا کہ سورۂ قیامہ کی آیت نمبر ۲۲ اور ۲۳ میں فرمایا گیا: وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ﴿ۙ۲۲﴾ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ جس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں اپنا دیدار عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۵۹۱) **تمہارے پاس بصیرت کا سامان پہنچ چکا ہے** الانعام: ۱۰۴-۱۰۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَدۡ جَآءَکُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۚ فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ عَمِیَ فَعَلَیۡہَا ؕ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِحَفِیۡظٍ ﴿۱۰۴﴾
وَ کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ وَ لِیَقُوۡلُوۡا دَرَسۡتَ وَ لِنُبَیِّنَہٗ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَدۡ تحقیق جَآءَکُمۡ آ چکیں تمہارے پاس بَصَآئِرُ دلیلیں مِنۡ رَّبِّکُمۡ تمہارے رب کی طرف سے فَمَنۡ پھر جس نے اَبۡصَرَ بصیرت سے کام لیا فَلِنَفۡسِہٖ تو اپنے ہی لیے وَمَنۡ اور جو عَمِیَ اندھا رہا فَعَلَیۡہَا تو اسی پر (وبال) ہے وَمَاۤ اَنَا اور میں نہیں ہوں عَلَیۡکُمۡ تم پر بِحَفِیۡظٍ محافظ O وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح نُصَرِّفُ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں الۡاٰیٰتِ آیات وَلِیَقُوۡلُوۡا اور تاکہ وہ کہیں دَرَسۡتَ تو نے پڑھا ہے (کسی سے) وَلِنُبَیِّنَہٗ اور تاکہ ہم اسے بیان کریں لِقَوۡمٍ اس قوم کے لیے یَّعۡلَمُوۡنَ جو جانتی ہے

ترجمہ: اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے ان کو آنکھ کھول کر دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں بُرا کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں O اور ہم اسی طرح اپنی آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ کافر یہ نہ کہیں کہ تم یہ باتیں اہل کتاب سے سیکھے ہوئے ہو اور تاکہ ہم سمجھنے والے لوگوں کے لئے تشریح کر دیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرت کا سامان پہنچ چکا ہے

۲۔ اب جو شخص آنکھیں کھول کر دیکھے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا۔

۳۔ جو شخص اندھا بن جائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔
۴۔ مجھے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے۔
۵۔ اسی طرح ہم آیتیں مختلف طریقوں سے بار بار واضح کرتے ہیں۔
۶۔ بالآخر یہ لوگ تو یوں کہیں کہ تم نے کسی سے سیکھا ہے۔
۷۔ جو لوگ علم سے کام لیتے ہیں ان کے لئے ہم حق کو آشکار کر دیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس حقیقت سے باخبر کر رہے ہیں کہ **قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ** تمہارے پاس بصیرت کی چیزیں تمہارے رب کی طرف سے آ چکی ہیں۔ اگر تم اس عقل کو استعمال کرو گے جو ہم نے تم انسانوں کو دیگر تمام مخلوقات کے مقابلہ میں بہتر سے بہتر عطا فرمائی ہے اور ان بصیرت کی چیزوں میں غور وفکر کرو گے تو تم ان حقیقتوں تک پہنچ جاؤ گے جن حقیقتوں تک پہنچنا اللہ کے بندوں کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔ بصیرت کی ان چیزوں پر تم اگر غور وفکر کرو گے تو تمہیں توحید کے دلائل بھی مل جائیں گے اور تم کو توحید کی حقیقت بھی سمجھ میں آ جائے گی۔ بصائر سے مراد وہ واضح نشانیاں اور روشن دلائل ہیں جو قرآنِ مجید میں موجود ہیں اور وہ دلائل بھی جو عقلاً ونقلاً رسولِ رحمت ﷺ سے ثابت ہیں، جن دلائل سے درست اور حق عقائد کا علم ہوتا ہے اور مضبوط زندگی کا طریقہ نصیب ہوتا ہے۔

فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ جو شخص آنکھیں کھول کر ان دلائل کو دیکھے گا اور ایمان لائے گا تو اس کے اس طرح آنکھیں کھول کر دیکھنے اور غور کرنے کا صلہ خود اسی کو ملے گا۔ جس نے دیکھا اور غور کیا ایسے شخص کو ایمان کی دولت نصیب ہوگی اور اس سے بڑھ کر نفع اور فائدہ ایک بندے کے لئے اور کیا ہوسکتا ہے؟ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۸ میں کہا گیا: **فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ** جو شخص ہدایت کا راستہ اپنائے گا وہ خود اپنے فائدے کے لئے اپنائے گا۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۴۶ میں کہا گیا: **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ** جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کیلئے ہے۔

وَمَنْ عَمِىَ فَعَلَيْهَا اور جو شخص اندھا بن جائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، جو توحید کے ان دلائل سے اور بصیرت کی ان چیزوں سے منہ موڑے گا اور ان سے نابینا بن کر زندگی بسر کرے گا تو اسے یہ بات جان لینی چاہئے کہ اس کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۸ میں کہا گیا: **وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا** اور جو گمراہی اختیار کرے گا اس کی گمراہی کا نقصان خود اسی کو پہنچے گا۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۴۶ میں کہا گیا: **وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا** اور جو بُرا عمل کرے گا اس کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔ یہ آنکھوں کا نابینا پن دراصل آنکھوں کا نابینا پن نہیں بلکہ ان کے دلوں کا اندھا پن ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جو توحید کے دلائل اور بصیرت کی ان چیزوں سے اندھے بنے ہوتے ہیں، ان کی صرف آنکھیں اندھی نہیں ہیں بلکہ ان کے دل بھی اندھے ہیں۔ اس حقیقت کو سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۶ میں یوں کہا گیا: **فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ** حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور مجھے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے۔ یعنی مجھ پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو زبردستی مسلمان بنا کر کفر کے نقصان سے بچاؤں۔ میرا کام تو بس سمجھا دینا ہے، ماننا نہ ماننا یہ تمہارا

کام ہے۔ میں تمہارا نگران یا محافظ یا داروغہ تو نہیں ہوں بلکہ میں تو مبلغ ہوں کہ تم تک دین کی بات پہنچاتا ہوں اور نذیر ہوں کہ تم کو آگاہ کرتا ہوں۔ میرا کام تم کو آگاہ کرنا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ہم اسی طرح مختلف طریقوں سے آیات و بینات کو بار بار واضح کرتے ہیں تا کہ تم انہیں لوگوں تک پہنچا دو۔ جس طرح اس سورت میں ہم نے ہماری توحید کی آیتوں کو واضح طور پر بیان کیا ہے اسی طرح ہر موقع پر ہم ایسے دلائل کی تشریح و تفصیل بیان کرتے ہیں۔

وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بالآخر یہ لوگ تو یوں کہیں کہ تم نے کسی سے سیکھا ہے اور جو لوگ علم سے کام لیتے ہیں ان کے لئے ہم حق کو آشکار کر دیں گے۔ یعنی ان آیتوں اور دلائل کو سن کر ایک طرف تو ایمان لانے والے ایمان لاتے ہیں اور دوسری طرف جو کافر اور مشرک ہوتے ہیں وہ رسولِ رحمت ﷺ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے یہ سب کچھ کسی انسان سے پڑھا ہے؟ یہ آسمان سے نازل شدہ کلام نہیں بلکہ کسی انسان کا سکھایا ہوا کلام ہے۔ نعوذ باللہ

درس نمبر (۵۹۲) **اللہ کی نازل کردہ وحی کی اتباع کرو** الانعام: ۱۰۶۔۱۰۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِتَّبِعْ آپ پیروی کریں مَا اس چیز کی جو اُوْحِيَ وحی کی جاتی ہے اِلَيْكَ آپ پر مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لَآ اِلٰهَ نہیں ہے کوئی معبود اِلَّا مگر هُوَ وہی وَاَعْرِضْ اور آپ اعراض کیجئے عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین سے ○ وَلَوْ اور اگر شَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ مَآ اَشْرَكُوْا وہ شرک نہ کرتے وَمَا جَعَلْنٰكَ اور ہم نے آپ کو نہیں بنایا عَلَيْهِمْ ان پر حَفِيْظًا محافظ وَمَآ اَنْتَ اور آپ نہیں ہیں عَلَيْهِمْ ان کے بِوَكِيْلٍ ذمہ دار

ترجمہ: اور جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کرو اس پروردگار کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کر لو ○ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور اے پیغمبر! ہم نے آپ کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ آپ ان کے داروغہ ہو

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے جو وحی بھیجی گئی ہے تم اسی کی پیروی کرو۔

۲۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۳۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ان سے بے پروا ہو جاؤ۔

۴۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔

۵۔ ہم نے نہ تمہیں ان کی حفاظت پر مقرر کیا ہے۔

۶۔اور نہ تم ان کے کاموں کے ذمہ دار ہو۔

پچھلی آیت میں قَدْ جَآءَ کُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ کے ذریعہ یہ بشارت دی گئی کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت پہنچ چکی ہے۔اس آیت میں اسی بصیرت کی اتباع کا حکم دیا جارہا ہے کہ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اے پیغمبر! آپ اس وحی کی اتباع کیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے ان کے طریقہ کی اتباع کی یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ وحی کی اتباع کریں اور مشرکوں کی اتباع سے بچیں، اس لئے کہ جو رسولِ رحمت ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے وہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۹ میں بھی یہی حکم دیا گیا: وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْکَ اور آپ اس کی اتباع کرتے رہئے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے۔

اس کے بعد توحید کی بات کہی گئی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۳ میں بھی توحید کا یہ پیغام دیا گیا: وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ آپ مشرکوں سے روگردانی کیجئے، یعنی ان مشرکین سے درگزر کا معاملہ فرمائیے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کیجئے اور صبر سے کام لیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے نصرت کے دروازے کھول دے اور ان کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرے۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۹۹ میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا: وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کیجئے۔سورۂ نجم کی آیت نمبر ۲۹ میں یہ حکم دیا گیا: فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی آپ ان سے منہ موڑلیں جو ہماری یاد سے منہ موڑے۔سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۳۰ میں یوں حکم دیا گیا: فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّھُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ اب آپ ان کا خیال چھوڑ دیں اور منتظر رہیں یہ بھی منتظر ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکُوْا اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے۔ان مشرکین کا شرک کرنا اللہ کی مشیت، ارادے اور اس کی حکمت کے موافق ہے۔اس لئے پیغمبر! آپ اپنا کام کیجئے۔ان مشرکین کے گمراہی میں پھنسے ہوتے رہنے ہی میں حکمت ومصلحت ہے۔اگر اللہ چاہتا تو دنیا جہاں کے سارے ہی لوگوں کو ہدایت دے دیتا۔اللہ تعالیٰ نے نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ ان کو ان کے اعمال میں اختیار اور آزادی رکھی ہے۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی اس جانب اشارہ کیا گیا کہ وَلَوْشَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنادیتا۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۹ میں یوں کہا گیا: فَلَوْشَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہِ راست پر لے آتا۔

وَمَا جَعَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا اور ہم نے آپ کو ان پر نگران نہیں بنایا۔اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بتارہے ہیں کہ ہم نے آپ کو نبی، رسول، بشیر ونذیر اور ناصح ومذکر، داعی ومبلغ بناکر بھیجا ہے۔آپ نیک لوگوں کو خوشخبریاں دیں، بُرے لوگوں کو ڈرائیں، لوگوں کو نصیحت کریں، لوگوں کو دین کی دعوت دیں، تبلیغ کا فریضہ ادا کریں۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ان کے حق میں نگران ہیں یا داروغہ ہیں کہ ان مشرکین کے اقوال وافعال کی نگرانی کریں اور آپ ان کے رزق اور ان کے معاملات وغیرہ میں وکیل بھی نہیں ہیں، جیسا کہ سورۂ غاشیہ کی آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا گیا: لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ آپ ان پر

داروغہ نہیں ہیں۔ آپ ان کے بادشاہ بھی نہیں ہیں کہ ان کے کرتوتوں کی سزا دیں۔ یہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا اور ان مشرکین کا حساب بھی کرے گا اور انہیں بدلہ بھی دے گا۔

وَمَآ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ آپ ان مشرکوں کے کاموں کے ذمہ دار بھی نہیں ہیں۔ وکیل اور ذمہ دار تو اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۳ میں کہا گیا: حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں کہا گیا: وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے کام بھی بناتے ہیں اور بندوں کی نگرانی بھی فرماتے ہیں۔

درس نمبر (۵۹۳) تم ان کے معبودوں کو بُرا مت کہو وہ نا سمجھے اللہ کو بُرا کہیں گے الانعام: ۱۰۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمۡ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمۡ مَّرۡجِعُهُمۡ فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَسُبُّوا اور تم گالی مت دو الَّذِيۡنَ انکو جنہیں يَدۡعُوۡنَ وہ پکارتے ہیں مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا فَيَسُبُّوا اللّٰهَ تو وہ (بھی) اللہ کو گالی دیں گے عَدۡوًا حد سے گزرتے ہوئے بِغَيۡرِ عِلۡمٍ بغیر علم کے كَذٰلِكَ اسی طرح زَيَّنَّا ہم نے مزین کردیا لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کے لیے عَمَلَهُمۡ ان کا عمل ثُمَّ پھر اِلٰى رَبِّهِمۡ اپنے رب ہی کی طرف مَّرۡجِعُهُمۡ ان کی واپسی ہے فَيُنَبِّئُهُمۡ پھر وہ انہیں خبر دے گا بِمَا اس کی جو كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ وہ عمل کرتے تھے

ترجمہ: اور جن لوگوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے بُرا نہ کہہ بیٹھیں، اس طرح ہم نے ہر ایک امت کے اعمال ان کی نظروں میں اچھے کر دکھائے ہیں، پھر ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے؟

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مسلمانو! جن جھوٹے معبودوں کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں تم ان کو بُرا نہ کہو۔

۲۔ جس کے نتیجہ میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو بُرا کہنے لگیں۔

۳۔ اس دنیا میں تو ہم نے اسی طرح ہر گروہ کے عمل کو اس کی نظر میں خوشنما بنا رکھا ہے۔

۴۔ پھر ان سب کو اپنے پروردگار ہی کے پاس لوٹنا ہے۔

۵۔ اس وقت وہ انہیں بتائے گا کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے؟

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان کافروں کے بتوں کو بُرا بھلا کہتے تھے، جواب میں کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہتے تھے، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ اور ان کو بُرا مت کہو جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ اللہ کو بُرا کہیں گے جہالت کی وجہ سے حد سے گزر کر۔

(تفسیر طبری) جب آدمی مخالفت، سرکشی، ضد اور دشمنی پر اتر آتا ہے تو اسے یہ ہوش نہیں رہتا کہ جو بات وہ کہہ رہا ہے وہ کہاں تک پہنچ جاتی ہے؟ دورِ رسالت میں جب مسلمانوں نے بتوں کو بُرا بھلا کہا تو ظاہر ہے کہ اس عمل کا ردِ عمل یہ ہوا کہ کافروں نے بھی ضد اور مخالفت کے جوش میں اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ظاہر ہے کہ کافروں اور مشرکوں کا اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہنے کا سبب مسلمان ہی بنے کہ انہوں نے بتوں کو گالی دی تو مشرکوں اور کافروں نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔ کسی کی مخالفت اگر کی جائے تو اس کے بھی کچھ حدود اور آداب ہوتے ہیں۔ مخالفت کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی حد سے گزر جائے اور حدود اور اصول سے آزاد ہو جائے۔

ہم جس ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں یہاں ہندو بھی ہیں اور عیسائی بھی، جین بھی ہیں اور پارسی بھی، سکھ بھی ہیں اور برہمن بھی، ان سب کے درمیان ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم جس دینِ اسلام پر ہیں وہ دین حق ہے اور ہمارے دین کی بنیاد توحید ہے۔ ہمارے مذہب میں شرک اور بت پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم ان بتوں کو بُرا بھلا کہیں اور علی الاعلان ان بتوں کا مذاق اڑائیں جن کی پرستش ہمارے برادرانِ وطن کر رہے ہیں۔ ان کا مذہب باطل ہونے کے باوجود ان کے دلوں میں ان بتوں کی محبت رچی بسی ہوتی ہے۔ حکمت اور مصلحت کا تقاضا اور مستقبل میں ان برادرانِ وطن میں دین کی دعوت دینے کی راہ کھلی رکھنے کا نسخہ یہی ہے کہ ہم شرک اور بت پرستی کی مخالفت کے حدود اور اصول سے باخبر رہیں۔ بتوں سے نفرت اپنی جگہ ہے، لیکن ان بتوں کو ان مشرکین کے سامنے گالی دینا اور انہیں بُرا بھلا کہنا ہرگز درست نہیں ہے۔ اس سے نفرت کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور فرقہ پرستی کو شہ ملتی ہے، ہمیں اس معاملہ میں حساس ذہن رکھنا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے مذہب کو بُرا بھلا کہنے کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے لوگ دینِ اسلام کو بُرا بھلا کہیں۔ اگر ہم گیتا کا مذاق اڑائیں گے تو کل وہ لوگ قرآنِ مجید کا مذاق اڑائیں گے۔ اسی لئے اس آیت میں یہ ہدایت دی گئی کہ ان باطل معبودوں کو بُرا بھلا مت کہو جن کی یہ مشرک عبادت کرتے ہیں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو نتیجہ تمہارے سامنے ہے کہ یہ مشرک اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ سے یوں کہا کہ اے محمد! تم ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنے سے رُک جاؤ، ورنہ ہم تمہارے رب کو بُرا بھلا کہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع کیا کہ ان کے بتوں کو بُرا بھلا کہا جائے۔ (تفسیر طبری)

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ہم نے ایسے ہی مزین کر دیا ہر امت کے لئے ان کے عمل کو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کافر ہیں اور کفر ہی میں پھنسے ہوئے ہیں وہ کفر ہی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ کفر کی جس جال میں وہ پھنسے ہوئے ہیں وہی انہیں اچھی لگتی ہے۔ وہ اس جال سے باہر آنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ انہیں کفر و شرک ہی میں زندگی گزارنا اچھا لگتا ہے۔ ہر امت کو اس کا بُرا عمل جو کفر اور گمراہی پر مبنی ہے اچھا لگتا ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے اور دستور ہے کہ ہر ایک کو اپنے عمل اور اپنی عادتیں اچھی لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ یہ اچھا لگنا کسی کی زبردستی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اپنے اختیار سے ہوتا ہے۔ آج جو کفر و شرک اور بت پرستی انہیں خوشنما معلوم ہو رہی ہے نتیجہ اور انجام کے اعتبار سے بہت بُری ہے، اس لئے کہ ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے اور جب وہ آئیں گے تو ہم انہیں ان کے کفر و شرک کی سزا دیں گے۔

ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ پھران سب کا لوٹنا ان کے رب کی طرف ہے، پس وہ انہیں وہ سب کچھ بتلادے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ یہ بات کہ ان سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے قرآنِ مجید میں متعدد بار کہی گئی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ میں کہا گیا: ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا: اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۳ میں یوں کہا گیا: اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا آخر ان سب کا لوٹنا تو ہماری جانب ہی ہے، پھر ہم ان کو بتائیں گے جو انہوں نے کیا۔

درس نمبر (۵۹۴) ساری نشانیاں اللہ کے قبضے میں ہیں الانعام: ۱۰۹۔۱۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ؑ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسمیں کھائیں بِاللّٰهِ اللہ کی جَهْدَ أَیْمَانِهِمْ پختہ قسمیں لَئِنْ کہ اگر جَآءَتْهُمْ آجائے ان کے پاس آیَةٌ (مخصوص) نشانی لَّیُؤْمِنُنَّ تو وہ ضرور ایمان لائیں گے بِهَا اس پر قُلْ کہہ دیجئے اِنَّمَا الْاٰیٰتُ نشانیاں تو صرف عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس ہیں وَمَا اور کون یُشْعِرُكُمْ تمہیں سمجھائے أَنَّهَا یہ (بات) کہ اِذَا جب جَآءَتْ وہ (نشانی) آجائے گی لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گےO وَنُقَلِّبُ اور ہم پھیر دیں گے أَفْـِٕدَتَهُمْ ان کے دل وَأَبْصَارَهُمْ اور ان کی آنکھیں كَمَا جیسے لَمْ یُؤْمِنُوْا وہ ایمان نہیں لائے تھے بِهٖ اس پر أَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ وَنَذَرُهُمْ اور ہم اگر ان کو چھوڑ دیں گے فِیْ طُغْیَانِهِمْ ان کی سرکشی میں یَعْمَهُوْنَ سرگرداں پھرتے ہوئے

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو اس پر ضرور ایمان لے آئیں، کہدو کہ نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور مومنو! تمہیں کیا معلوم ہے یہ تو ایسے بدبخت ہیں کہ ان کے پاس نشانیاں آ بھی جائیں تب بھی ایمان نہ لائیں O اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے تو جیسے یہ اس قرآن پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے ویسے پھر نہ لائیں گے اور ہم انکو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور ان لوگوں نے بڑی زوردار قسمیں کھائی ہیں کہ اگر ان کے پاس واقعی کوئی نشانی یعنی ان کا مطلوبہ معجزہ آگیا تو یہ یقیناً ضرور ایمان لے آئیں گے۔

۲۔ ان سے کہو کہ ساری نشانیاں اللہ کے قبضے میں ہیں۔

۳۔اور مسلمانو! تمہیں کیا پتہ کہ اگر وہ معجزے آ بھی گئے تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۴۔جس طرح یہ لوگ پہلی بار قرآن جیسے معجزے پر ایمان نہیں لاتے ہم بھی ان کی ضد کی پاداش میں ان کے دلوں اور نگاہوں کا رخ پھیر دیتے ہیں۔

۵۔اور ان کو اس حالت میں چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں۔

مکہ کے کافر اور مشرک زوردار قسمیں کھا کھا کر رسولِ رحمت ﷺ سے کہتے تھے کہ اگر ہمارے کہنے کے مطابق فرمائشی معجزہ ظاہر ہو جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ کافروں اور مشرکوں کی اس طرح کی قسموں کی وجہ سے مسلمانوں کو بھی یہ خیال ہوا کہ جن معجزات کی فرمائش یہ کر رہے ہیں وہ معجزات اگر ظاہر ہو جاتے تو اچھا ہوتا، اس طرح تو یہ کافر و مشرک ایمان لا لیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ان کی فرمائش اور خواہش کے مطابق معجزہ اتار بھی دیا جائے تو یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان نہ لانے کے لئے معجزات کی فرمائش ایک بہانہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ابن جریر رضی اللہ عنہ نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ رحمت ﷺ نے قریش سے دینِ اسلام کی دعوت سے متعلق گفتگو کی۔ ان مشرکین نے کہا کہ اے محمد! آپ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ موسیٰ کے پاس ایک عصا تھا جس کو وہ پتھر پر مارتے تھے اور عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور ثمود کے پاس اونٹنی تھی، آپ ہمارے لئے بھی ایسی نشانیاں لے آیئے تاکہ ہم بھی آپ کی تصدیق کریں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے پوچھا تم لوگ کونسی چیز چاہتے ہو کہ میں وہ چیز تمہارے پاس لے آؤں؟ تو مشرکین نے کہا کہ آپ ہمارے لئے صفا کی پہاڑی کو سونا بنا دیجئے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے پوچھا اگر میں وہ معجزہ بتلا دوں تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ مشرکین نے کہا کہ ہاں! رسولِ رحمت ﷺ اللہ تعالیٰ سے اس معجزہ کے لئے دعا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے، اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آ گئے اور آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس صفا کی پہاڑی سونا بن جائے، لیکن اس کے باوجود یہ مشرکین اگر آپ کی تصدیق نہیں کریں گے تو ہم ضرور انہیں عذاب دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو انہیں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ان میں سے توبہ کرنے والا توبہ کر لے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا میں انہیں چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک کہ ان میں کا توبہ کرنے والا توبہ کر لے۔ اس وقت قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ سے يَجۡهَلُوۡنَ تک آیات نازل ہوئیں۔ انہوں نے زوردار طریقہ پر اللہ کی قسم کھائی کہ ہمارے کہنے کے مطابق فرمائشی معجزہ ظاہر ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ (الدرالمنثور) اصل حقیقت یہ ہے کہ ان مشرکین نے معجزات کا مطالبہ محض سرکشی، نافرمانی، کفر اور مخالفت کی بنیاد پر کیا ہے، ہدایت حاصل کرنے کے لئے ان کی یہ فرمائشیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی نشانی اور معجزہ کے ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ وہ جتنے بھی معجزات ظاہر کرتا ہے ان کے مطالبہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ حکمت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ معجزات کا معاملہ کسی نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ جو چاہے معجزہ ظاہر کرے بلکہ معجزات تو صرف اللہ کی اجازت اور مرضی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۷۸ میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ اور کسی رسول کا یہ مقدور نہیں تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰيٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَمَا يُشۡعِرُكُمۡ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتۡ لَا

یُؤْمِنُوْنَ آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور تمہیں اس کی کیا خبر کہ جب وہ نشانی آ جائے گی تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ یعنی اگر یہ فرض کرو کہ اگر وہ معجزات آ بھی جائیں جن کا یہ کافر و مشرک مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اللہ کے علم میں یہ بات ہے کہ یہ ایمان لانے والے نہیں، صرف بحث و تکرار کرنے والے لوگ ہیں۔ تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ یہ معجزات کے ظاہر ہونے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے، مگر ہم کو تو اس کا علم ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پلٹ دیں گے، نہ وہ حق کے طالب ہوں گے اور نہ ہی حق پر نظر کریں گے۔ یعنی تم کو اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ ہم ان کے دلوں کو حق بات کو اور ایمان کو جاننے سے پلٹا دیں گے اور ان کی نگاہوں کو بھی حق بات سے پلٹا دیں گے اور ان کے اور حق کے درمیان آڑ کر دیں گے۔ اس طرح وہ حق اور ایمان کو جان ہی نہ سکیں گے۔ جس طرح ہم نے حق اور ایمان کے درمیان آڑ کر دیا جب ان کے پاس قرآنِ مجید جیسے معجزے ظاہر ہوئے۔ قرآنِ مجید جیسی عاجز کر دینے والی کتاب کے نازل ہونے کے باوجود ان مشرکوں نے ایمان قبول نہیں کیا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ حق بات کو سمجھنے سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ وَنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ اور ہم ان کو اس حال میں چھوڑے رہیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے رہیں۔

درس نمبر (۵۹۵) سارے معجزے دیکھ کر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے الانعام: ۱۱۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اور اگر أَنَّنَا بلاشبہ ہم نَزَّلْنَا نازل کرتے إِلَيْهِمُ ان کی طرف الْمَلآئِكَةَ فرشتے وَكَلَّمَهُمُ اور ان سے کلام کرتے الْمَوْتٰى مردے وَحَشَرْنَا اور ہم اکٹھا کر دیتے عَلَيْهِمْ ان پر كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو قُبُلاً سامنے مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا تب بھی وہ ایمان نہ لے آتے تھے إِلَّا أَنْ مگر یہ کہ يَّشَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ وَلٰكِنَّ اور لیکن أَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر يَجْهَلُوْنَ جہالت سے کام لیتے ہیں

ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے، مگر یہ کہ اللہ چاہے، بات یہ ہے کہ یہ اکثر نادان ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور اگر بالفرض ہم ان کے پاس فرشتے بھیج دیتے اور مردے ان سے بات کرنے لگتے اور ہر چیز ہم کھلی آنکھوں ان کے سامنے لا کر رکھ دیتے

۲۔تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔
۳۔الا یہ کہ اللہ ہی چاہتا کہ انہیں زبردستی ایمان پر مجبور کر دے تو بات دوسری تھی۔
۴۔لیکن ان میں سے اکثر لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

اس آیت میں ان بد بخت مشرکوں کا تذکرہ ہے جو فرمائشی معجزے طلب کرتے تھے اور ان کا معجزوں کا مطالبہ کرنا محض بہانے تراشنے کے لئے ہوتا تھا۔ان کا مقصد ایمان لانا نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان مشرکوں کے بارے میں یہ بات بتا رہے ہیں کہ اگر ہم ان مشرکوں کے پاس فرشتے بھیج دیں اور اگر ان کے سامنے مردے بھی بات کریں اور ان کے سامنے ہر چیز کھلی آنکھوں لا کر رکھ دیں، مثلاً جنت اور دوزخ بھی ان کے سامنے رکھ دیں جب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ہاں! یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے تو یہ ممکن ہے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ مکہ کے کافروں کی ایک جماعت اور ان کے سرداروں کے پاس آئے اور دین کی دعوت کی بات کی تو ان کافروں نے اور ان کے سرداروں نے کہا کہ ہمیں وہ فرشتے بتلایئے جو اس بات کی گواہی دے رہے ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں یا ہمارے مرے ہوئے کچھ مردوں کو زندہ کر کے لایئے تا کہ ہم ان سے پوچھیں کہ کیا آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں؟ ہم ان سے یہ سوال کریں کہ آپ حق بات کہتے ہیں یا باطل؟ (جن لوگوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے فرشتوں کے اتر کر گواہی دینے وغیرہ کا مطالبہ کیا تھا ان میں پیش پیش پانچ سرغنہ تھے۔(۱) ولید بن مغیرہ (۲) عاص بن وائل (۳) اسود بن یغوث (۴) اسود بن مطلب اور (۵) حارث بن حنظلہ) یا اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن بنا کر لایئے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر ہم فرشتوں کو نازل کریں اور مردے ان سے بات کریں اور ہر چیز ان کے آمنے سامنے کر دیں تب بھی وہ ایسے نہیں ہیں کہ ایمان لے آئیں۔(التحریر والتنویر) اگر ان مشرکوں کے مطالبہ کے مطابق وہ سب کچھ دے دیا جائے یعنی فرشتوں کو آسمانوں سے اتارا جائے، مردوں کو زندہ کر کے ان سے بات کروائی جائے بلکہ ان کے سامنے ہر وہ چیز لا کر رکھ دی جائے جو رسول کے سچے ہونے کی گواہی دے جب بھی یہ مشرکین ایمان لانے والے نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ ضلالت کی جڑ پکڑے ہوئے ہیں، وہ جڑ ان مشرکوں سے جدا ہونے والی نہیں ہے۔

اِلَّآ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام مطالبات کو حاضر کرنے کے باوجود جو مشرکین ایمان لانے والے نہیں وہ بد بخت اور شقی ہیں۔اگر ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت عطا فرما دے اور ہدایت دے تو یقیناً یہ لوگ نیک بخت اور سعادت مند ہیں۔ان مشرکوں نے یہی کہا تھا جس کو سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۲۴ میں کہا گیا: وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ اور جب ان اہلِ مکہ کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اس جیسی چیز خود ہمیں نہ دے دی جائے جیسی اللہ کے پیغمبروں کو دی گئی تھی۔

وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَجۡهَلُوۡنَ لیکن ان میں اکثر وہ ہیں جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔ان مشرکوں کی حالت یہ ہے کہ جہالت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں ایمان اور کفر ان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جب چاہیں ایمان لے آئیں اور جب چاہیں کفر

کریں، حالانکہ حقیقت وہ نہیں ہے جیسے وہ خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے جس کو ہدایت دیتے ہیں وہی ایمان لے آتا ہے اور ان میں سے وہی کفر پر قائم رہتا ہے جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے۔ امام طبری نے وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ کی یہی تشریح کی ہے۔ امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ سے مسلمان مراد لیتے ہیں کہ ان مسلمانوں میں اکثر جاہل ہیں۔

درس نمبر (۵۹۶) شیطان نما انسان اور جنات ہر نبی کے دشمن ہوتے ہیں الانعام: ۱۱۲-۱۱۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنَا ہم نے بنائے لِكُلِّ نَبِيٍّ ہر نبی کے عَدُوًّا دشمن شَيٰطِيْنَ شیطان الْاِنْسِ انسانوں میں سے وَالْجِنِّ اور جنوں میں سے يُوْحِيْ ڈالتا ہے بَعْضُهُمْ ان کا ایک اِلٰى بَعْضٍ دوسرے کی طرف زُخْرُفَ الْقَوْلِ ملمع کی ہوئی بات غُرُوْرًا دھوکہ دینے کے لیے وَلَوْ اور اگر شَآءَ چاہتا رَبُّكَ آپ کا رب مَا فَعَلُوْهُ وہ یہ (کام) نہ کرتے فَذَرْهُمْ چنانچہ آپ ان کو چھوڑیئے وَمَا اور جو يَفْتَرُوْنَ وہ افتراء باندھتے ہیں ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰۤى اور تاکہ مائل ہو جائیں إِلَيْهِ اس (جھوٹ) کی طرف أَفْئِدَةُ دل الَّذِيْنَ ان لوگوں کے جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر وَلِيَرْضَوْهُ تاکہ وہ راضی ہوں اس (جھوٹ) سے وَلِيَقْتَرِفُوْا اور تاکہ کرتے رہیں (برے کام) مَا هُمْ جو وہ مُّقْتَرِفُوْنَ کر رہے ہیں

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے شیطان صفت انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا، وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی ہوئی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، سو ان کو اور جو کچھ یہ افترا کرتے ہیں اسے چھوڑ دو ﴿۱۱۲﴾ اور وہ ایسے کام اس لئے بھی کرتے تھے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انہیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس طرح یہ لوگ ہمارے نبی سے دشمنی کر رہے ہیں اسی طرح ہم نے ہر پچھلے نبی کے لئے کوئی نہ کوئی دشمن پیدا کیا تھا۔
۲۔ یعنی انسانوں اور جنات میں سے شیطان قسم کے لوگ
۳۔ جو دھوکہ دینے کی خاطر ایک دوسرے کو بڑی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے رہتے ہیں۔
۴۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔
۵۔ لہٰذا ان کو اپنی افترا پردازیوں میں پڑا رہنے دو۔

۶۔ وہ انبیاء کے دشمن چکنی چپڑی باتیں اس لئے بناتے تھے تا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان باتوں کی طرف خوب مائل ہو جائیں۔

۷۔ وہ ان میں مگن رہیں

۸۔ ساری وہ حرکتیں جو وہ کرنے والے تھے

مکہ کے مشرکین اس وقت رسولِ رحمت ﷺ کے دشمن ہو گئے جب آپ نے توحید، رسالت اور آخرت پر مبنی دین حق ان کے سامنے پیش فرمایا۔ اسی دشمنی کے نتیجہ میں رسولِ رحمت ﷺ کو ان مشرکین مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ ظاہر ہے کہ ان اذیتوں اور تکلیفوں کی وجہ سے رسولِ رحمت ﷺ کو دکھ اور افسوس ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص انداز میں اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی کہ مکہ کے مشرکین کا آپ کے ساتھ دشمنی کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ایسا پہلی مرتبہ نہیں ہوا ہے کہ کسی نبی کے ساتھ لوگوں نے دشمنی کی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر نبی کے ساتھ دشمنوں کی دشمنی رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن فرعون اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دشمن نمرود وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی سنت بتلائی کہ ہماری سنت یہی ہے کہ جنات اور انسانوں میں سے شیطان قسم کے لوگوں کو ہم نبیوں کا دشمن بناتے ہیں۔ اے پیغمبر! جس طرح آپ کے لئے ہم نے مکہ کے ان سرغنوں کو دشمن بنا دیا جو آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ سے عناد اور بغض رکھتے ہیں اور آپ سے دشمنی رکھتے ہیں اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کے بھی دشمن بنائے تھے۔ اس لئے آپ ان مشرکین کی دشمنی سے غمگین نہ ہوں۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۳۱ میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے: **وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ** اسی طرح ہم ہر نبی کا دشمن مجرمین میں سے بنا دیتے ہیں۔ پیغمبر! یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح کا پیغام آپ لے کر آئے ہیں ایسا پیغام اس دنیا میں جو بھی لے کر آیا اس کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کیا گیا۔

اس میں ہر اس شخص کے لئے سبق ہے جو اس دنیا میں دعوتِ دین کا کام لے کر اٹھتا ہے۔ لوگ اس کی مخالفت ضرور کرتے ہیں، اس کے ساتھ دشمنی کا سلوک ضرور کرتے ہیں۔ ہم بھارت کے مسلمان جس ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں اگر ہم دعوتِ دین کے اس میدان میں عملاً کود جائیں تو دشمنوں کی ایک ٹولی ہمارے خلاف ضرور کھڑی ہوگی۔ ہم بھارتی مسلمانوں کو چاہئے کہ دشمنوں کی اس دشمنی کا خوف دل سے نکالیں اور ملک کے قوانین اور حدود کو سامنے رکھتے ہوئے دعوتِ دین کے کام میں لگے رہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے دشمنوں کو کھڑا کرتے ہیں وہیں رب ذوالجلال کی سنت یہ ہے کہ اس کام میں لگے رہنے والوں کی وہ مدد و نصرت بھی کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) نماز پڑھ رہے تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابوذر! انسان اور جن کے شیاطین سے پناہ مانگو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: ہاں! (ابن کثیر و طبری) قرآنِ مجید کی اس آیت سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے: **وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ** (البقرہ:۱۴) اور جب یہ اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

یُوحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ان میں بعض، بعض کو ایسی باتوں کا وسوسہ ڈالتے ہیں جو بظاہر اچھی لگتی ہیں۔ وہ یہ کام دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں۔ یعنی یہ دشمن ایک دوسرے کو ایسی ایسی باتیں سمجھاتے ہیں جو بظاہر بہت اچھی مزین معلوم ہوتی تھیں، جیسے کسی بدصورت چیز پر ملمع سازی کر کے بظاہر خوبصورت بنا دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح ایسی باتیں سامنے لاکر اپنے لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے تاکہ لوگ ایمان قبول نہ کریں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ اگر آپ کا رب چاہتا تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی کے مقابلہ میں ان دشمنوں کا وجود اور ان کی مخالفت اور دشمنی بھی حکمت پر مبنی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ دشمن شیاطین دھوکہ اور ملمع سازی کی یہ باتیں نہ کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو ہدایت پر آنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ انہیں دو راستوں میں سے کسی بھی راستہ پر چلنے کا اختیار رہے، چاہے تو یہ مشرکین خیر کا راستہ اختیار کریں، چاہے تو شر کا راستہ اختیار کریں۔ سورۂ بلد کی آیت نمبر ۱۰ میں اس جانب اشارہ بھی ہے کہ وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ اور اس کو خیر و شر کے دونوں راستے بھی دکھا دیئے۔ معلوم یہ ہوا کہ مشرکین کا دشمنی کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر میں تھا اور اللہ کی مشیت و ارادہ میں یہ شامل تھا کہ شیاطین میں سے نبی کے دشمن ہوں۔

فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ پیغمبر! آپ ان شیطانوں کو جو کچھ وہ کر رہے ہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور آپ اس کی فکر بھی مت کیجئیاور اپنے فریضۂ دعوتِ دین میں مصروف رہئے۔ ان دشمنوں کا چکنی چپڑی باتوں سے مقصد یہی تھا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دلوں کو اپنی باتوں کی طرف خوب مائل رکھیں اور وہ ان میں مست و مگن رہیں۔

درس نمبر (۵۹۷) **سب سے بڑا منصف تو اللہ ہی ہے** الانعام: ۱۱۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّھُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝۱۱۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَغَيْرَ اللّٰهِ کیا پھر اللہ کے سوا أَبْتَغِیْ میں تلاش کروں حَكَمًا کوئی حاکم وَھُوَ حالانکہ وہی ہے الَّذِیْ جس نے اَنْزَلَ نازل کی إِلَيْكُمْ تمہاری طرف الْكِتَابَ یہ کتاب مُفَصَّلًا مفصل وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ کہ آتَیْنَاھُمُ ہم نے انہیں دی الْكِتَابَ کتاب یَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں (اس بات کو) اَنَّهٗ کہ بلاشبہ وہ مُنَزَّلٌ نازل شدہ ہے مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَلَا تَكُوْنَنَّ لہٰذا ہرگز نہ ہوں آپ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ شک کرنے والوں میں سے

ترجمہ: کہو کیا میں اللہ کے سوا اور منصف تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف صاف مضامین والی کتاب بھیجی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب یعنی تورات دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے سو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو فیصل بناؤں؟

۲۔ حالانکہ اس نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی ہے

۳۔ جس میں سارے متنازعہ معاملات کی تفصیل موجود ہے۔

۴۔ جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ یقین سے جانتے ہیں کہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کر نازل ہوئی ہے۔

۵۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہونا۔

رسولِ رحمت ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور وہ احکامات بتلاتے تھے جو لوگوں کی پاکیزہ زندگی کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل فرمائے۔ ان لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی تفصیلات بتلاتے تھے اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ برحق ہے۔ لیکن یہ مشرکین اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ سے متعلق اور اس کے دینِ حق سے متعلق کچھ کہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ رسولِ رحمت ﷺ یہ ساری باتیں جن کا تعلق توحید، رسالت اور آخرت سے ہے چھوڑ دیں اور خود ان مشرکوں کا حال یہ تھا کہ یہ اپنے باطل اور لچر معبودوں کو چھوڑنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے، جن معبودوں کی نہ کوئی حیثیت تھی اور نہ ہی ان معبودوں میں کوئی طاقت تھی کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچائیں۔ مشرکین، رسولِ رحمت ﷺ کو گمراہی کی طرف کھینچنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان مشرکین سے ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات کہہ دیں کہ **اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا** کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور کسی کو فیصلہ کرنے والا مان لوں؟ یہ ہو نہیں سکتا کہ میں اس اللہ کو حَکَم بنانا چھوڑ دوں جس کی ذات اعلیٰ و بالا ہے اور جو ایسی صفتوں کا حامل ہے جن صفتوں کا حامل کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں تو بس اسی ایک اللہ کو فیصلہ کرنے والا تسلیم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولِ رحمت ﷺ کی نبوت و رسالت کا ثبوت دو طرح ملتا ہے۔ ایک تو یہ کہ **وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا** وہی ہے اللہ جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی ہے۔ ایک ایسی آفاقی کتاب جس میں کامل فصاحت و بلاغت بھی ہے جو علوم کا سمندر ہے جس میں ہر طرح کے احکامات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ہر طرح کے عمدہ مضامین اس مقدس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ **وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ** بیشک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے کُل مثالیں بیان کر دی ہیں۔ اس قرآنِ مقدس میں حکمت پر مبنی ایسی قیمتی و بے مثال باتیں موجود ہیں جن باتوں کو دنیا کا کوئی انسان یا جن یا دیگر کوئی مخلوق لا ہی نہیں سکتی۔ توحید و رسالت کا ثبوت دوسری طرح یوں ملتا ہے کہ تورات و انجیل جو قرآنِ مجید سے پہلے نازل کی گئیں آسمانی کتابیں ہیں۔ یہ کتابیں جن اہلِ کتاب کو دی گئیں وہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ اترا ہوا ہے۔ سارے ہی اہلِ کتاب کو علم اور یقین ہے کہ یہ آخری مقدس کتاب قرآنِ مجید آسمانی کتاب ہے اور یہ اتری ہوئی کتاب ہے، گھڑی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ ان اہلِ کتاب کو اس کا بھی علم و یقین ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۴۳ میں بھی اس

جانب یوں اشارہ ہے: قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡکِتٰبِ آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ نیز ہر وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اے مشرکو! اگر تم رسولِ رحمت ﷺ کی رسالت کا انکار کر رہے ہو اس سے کیا فرق پڑے گا؟ تمہارے انکار سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود محمد عربی ﷺ کی رسالت کا گواہ ہے اور ہر وہ شخص جسے آسمانی کتابوں کا علم ہے وہ بھی گواہ ہیں۔ اگر انصاف کے ساتھ اس علم کی روشنی میں رسولِ رحمت ﷺ کے حالات کا جائزہ لیں تو یہ مشرک بھی یہ گواہی دیئے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ واقعی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہاں اپنے نبی کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان مشرکوں سے کہئے کہ میرے لئے میرے اور تمہارے درمیان کسی فیصلہ کرنے والے کو تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ کے فیصلہ سے بڑھ کر کسی اور کا فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا اور اللہ کے قول سے بڑھ کر کسی کا قول سچا ہو ہی نہیں سکتا۔ وہی اللہ ہے جس نے اس قرآنِ مقدس کو تمہاری طرف نازل کیا ہے جس میں ہر قسم کے احکامات موجود ہیں۔ اس میں عقائد بھی ہیں، شریعت بھی ہے، آداب بھی ہیں، حدود و اصول بھی ہیں اور زندگی کے سارے امور سے متعلق ہدایات و تفصیلات بھی ہیں۔ تم لوگ میری چالیس سالہ زندگی سے باخبر ہو: فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (یونس:١٦) آخر اس سے پہلے بھی تو میں ایک عمر تمہارے درمیان بسر کر چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔ یہ بات سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۴ میں بھی کہی گئی: لَقَدۡ جَآءَکَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ یقین رکھو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہی آیا ہے، لہٰذا تم کبھی بھی شک کرنے والوں میں شامل نہ ہونا۔

درس نمبر (۵۹۸) **اللہ کے کہنے کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے** الانعام: ۱۱۵۔۱۱۶۔۱۱۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَتَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ یَّضِلُّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۚ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۱۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَتَمَّتۡ اور مکمل ہے کَلِمَتُ رَبِّکَ آپ کے رب کی بات صِدۡقًا صدق وَّعَدۡلًا اور عدل میں لَا مُبَدِّلَ کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے لِکَلِمٰتِہٖ اس کی باتوں کو وَہُوَ اور وہ السَّمِیۡعُ خوب سننے والا الۡعَلِیۡمُ خوب جاننے والا ہے (۱۱۵) وَاِنۡ اور اگر تُطِعۡ آپ اطاعت کریں اَکۡثَرَ اکثر کی مَنۡ ان میں سے جو فِی الۡاَرۡضِ زمین میں ہیں یُضِلُّوۡکَ (تو) وہ آپ کو بہکا دیں گے عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اللہ کے راستے سے اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ وہ پیروی نہیں کرتے اِلَّا الظَّنَّ مگر (اپنے) گمان کی وَاِنۡ اور نہیں ہیں ہُمۡ وہ اِلَّا مگر یَخۡرُصُوۡنَ اٹل

پچولگاتے (۱۱۶) إِنَّ یقیناً رَبَّکَ آپ کا رب هُوَ وہ أَعْلَمُ خوب جانتا ہے مَنْ اس کو جو يَّضِلُّ بہکتا ہے عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کی راہ سے وَهُوَ اور وہ أَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِيْنَ ہدایت یافتہ (لوگوں) کو

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا ہے جانتا ہے O اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں گمراہ ہیں اگر تم ان کا کہا مان لو گے تو یہ تمہیں اللہ کا راستہ بھلا دیں گے، یہ محض گمان کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں O تمہارا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو راستے پر چل رہے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے رب کا کلام سچائی اور انصاف میں کامل ہے۔

۲۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں

۳۔ وہ ہر بات سننے والا ہر بات جاننے والا ہے۔

۴۔ اور اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے پیچھے چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے گمراہ کر ڈالیں گے

۵۔ وہ تو وہم و گمان کے سوا کسی چیز کے پیچھے نہیں چلتے

۶۔ اور ان کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ خیالی اندازے لگاتے رہیں

۷۔ یقین رکھو کہ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اپنے راستہ سے بھٹک رہا ہے۔

۸۔ اور وہی ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو صحیح راستہ پر ہیں۔

قرآنِ مجید کامل و مکمل کتابِ الٰہی ہے۔ اس کتاب میں کسی اور بات کے اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ منظورہ اصول ہے کہ کسی بھی چیز میں زیادتی و اضافہ کی ضرورت وہاں محسوس ہوتی ہے جہاں کسی بھی قسم کا نقص، کمی یا جھول ہو۔ قرآنِ مجید وہ مقدس کتاب ہے، جس میں نہ ہی کسی قسم کی کمی ہے اور نہ کسی قسم کا جھول ہے۔ یہ قرآن کافی بھی ہے وافی بھی، غیب کی خبریں دینے میں سچا بھی ہے واقعی بھی اور اس میں جتنی باتیں کہی گئی ہیں وہ انصاف پر مبنی بھی اور جتنی بھی خبریں اس کتاب میں دی گئی ہیں وہ حق ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جو حکم بھی اس قرآنِ مجید میں دیا گیا ہے اس حکم میں ظلم کی کوئی گنجائش نہیں وہ سب احکام انصاف پر مبنی ہیں اور جن کاموں سے قرآنِ مجید نے روکا ہے وہ باطل ہیں۔ قرآنِ مجید نے جن کاموں کا حکم دیا وہ سب خیر پر مبنی ہیں اور جن کاموں سے روکا ہے وہ شر ہیں۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ : قرآنِ مجید میں جو کچھ ہے چاہے وہ اوامر ہوں یا نواہی یعنی وہ امور جن کا حکم دیا گیا ہے اور وہ امور جن سے روکا گیا ہے، اسی طرح جتنے وعدے اور جتنی وعیدیں بیان کی گئی ہیں اور جتنے قصے بتلائے گئے ہیں اور جتنی خبریں دی گئی ہیں ان تمام کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اللہ کا یہ کلام لفظی تحریف سے بھی محفوظ ہے اور معنوی تحریف سے بھی محفوظ ہے۔ رب ذوالجلال نے آج تک اس مبارک، پاکیزہ اور مقدس کلام کو محفوظ رکھا ہے اور یہ کلام قیامت تک محفوظ رہے گا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری

کمزور انسان کے ہاتھوں میں نہیں دی گئی، جس نے یہ کلام اتارا اسی ذوالقوۃ المتین رب ذوالجلال نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۹ میں یہ بات بتلائی گئی: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اسلام کے دشمنوں کو بھی یقین ہے کہ یہ قرآنِ مجید وہی کتابِ مقدس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اتارا۔

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اور اگر آپ بات مان لیں ان میں سے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں نیک لوگ تعداد کے اعتبار سے ہمیشہ کم رہے ہیں۔ قرآنِ مجید سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے: وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ (سبا:۱۳) میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار بندے ہیں، قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ (الملک:۲۳) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو، ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ (البقرہ:۸۳) لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا، یعنی منہ موڑنے والے زیادہ اور اطاعت کرنے والے کم، فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ (البقرہ:۸۸) تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔ ہمیشہ کافروں کی تعداد زیادہ اور مومنوں کی تعداد کم رہی۔ ہاں! یہ حقیقت مسلّم ہے کہ مسلمان کیفیت میں مضبوط ہوتا ہے اور کمیت یعنی تعداد میں کم ہوتا ہے۔

یہاں رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اگر آپ ان اکثریت والوں کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہیں راہِ حق سے ہٹا دیں گے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں یہ بات کہی گئی کہ قُلۡ لَّا يَسۡتَوِى الۡخَبِيۡثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ الۡخَبِيۡثِ آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے۔ گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عموماً خبیث یعنی گندہ کثیر یعنی زیادہ ہوتا ہے اور طیب یعنی پاک قلیل یعنی کم ہوتا ہے۔ اسی لئے پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے اور پاکیزہ لوگوں کی صحبت اختیار کرنا چاہئے۔ اسی لئے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں فرمایا گیا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔ آج کل کی بے فیض و بے فائدہ مجلسوں کی گفتگو اور آپسی ملاقات کے دوران ہونے والی باتوں سے ہم اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ لوگ یوں کہتے ہیں، میرے خیال میں یہ آتا ہے، میری سمجھ میں یہ آتا ہے، میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ دینِ اسلام ہماری سمجھ کا نام نہیں، دین اسلام ایک مستند و مدلل مذہب ہے، جس کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں پر ہے۔ ہم جو خیال اور گمان کریں وہ دین نہیں ہے اور ہم جن لوگوں کے گمانوں اور خیالوں کی اتباع کریں وہ دین نہیں ہے۔ دین تو وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات میں ہے۔ ہمیں دین کے سمجھنے میں جاہلوں کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ جاہلوں کی منزل گمراہی ہوتی ہے۔ وہ فاسد اور گندے خیالات کے حامل ہوتے ہیں۔ دنیا میں شرک اور توہم پرستی کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اس طرح کا بن جاتا ہے۔ ہمیں اپنے دین کے سمجھنے میں عقل اور شعور سے کام لینا چاہئے۔ دین کے امور میں نہ کافروں کی بات مانی جائے گی اور نہ مشرکوں کی اور نہ ہی گمراہ لوگوں کی بات مانی

جائے گی۔ دین کا معاملہ نازک ہے، معمولی سی غلطی سے توحید کی رسی ٹوٹ سکتی ہے۔ اس لئے ہمیں اس آفاقی مذہب پر قائم رہنے کے لئے قرآن وحدیث کے احکامات کی جانب رجوع ہونا چاہیے۔

اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ یَّضِلُّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ بلاشبہ آپ کا رب اچھی طرح جانتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ وَھُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُھۡتَدِیۡنَ اور وہ ان کو بھی بہتر طور پر جانتا ہے جو ہدایت پر چلتے ہیں۔ یہاں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ جب اللہ ان دونوں قسم کے لوگوں سے بہتر طور پر واقف ہے تو قیامت کے دن ہدایت یافتہ لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے گا اور گمراہ لوگوں کو اس کی سزا بھی دے گا۔

درس نمبر (۵۹۹) جس جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو وہ کھاؤ الانعام: ۱۱۸۔۱۱۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

فَکُلُوۡا مِمَّا ذُکِرَ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ بِاٰیٰتِہٖ مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَکُمۡ اَلَّا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا ذُکِرَ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَقَدۡ فَصَّلَ لَکُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَیۡکُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَیۡہِ ؕ وَاِنَّ کَثِیۡرًا لَّیُضِلُّوۡنَ بِاَھۡوَآءِھِمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَکُلُوۡا چنانچہ تم کھاؤ مِمَّا اس (جانور) میں سے ذُکِرَ ذکر کیا گیا ہے اسۡمُ اللّٰہِ اللہ کا نام عَلَیۡہِ اس پر اِنۡ اگر کُنۡتُمۡ ہو تم بِاٰیٰتِہٖ اس کی آیتوں پر مُؤۡمِنِیۡنَ ایمان لانے والے ﴿۱۱۸﴾ وَمَا اور کیا ہے لَکُمۡ تمہیں اَلَّا تَاۡکُلُوۡا کہ نہ تم کھاؤ مِمَّا اس (جانور) میں سے کہ ذُکِرَ ذکر کیا گیا ہے اسۡمُ اللّٰہِ اللہ کا نام عَلَیۡہِ اس پر وَقَدۡ حالانکہ تحقیق فَصَّلَ اس نے واضح کر دیا ہے لَکُمۡ تمہارے لیے مَّا جو حَرَّمَ اس نے حرام کیا ہے عَلَیۡکُمۡ تم پر اِلَّا مگر مَا وہ کہ اضۡطُرِرۡتُمۡ تم مجبور کردیئے جاؤ اِلَیۡہِ اس (کے کھانے) پر؟ وَاِنَّ اور بلاشبہ کَثِیۡرًا اکثر لوگ لَّیُضِلُّوۡنَ بہکاتے ہیں (لوگوں کو) بِاَھۡوَآءِھِمۡ اپنی خواہشات سے بِغَیۡرِ عِلۡمٍ بغیر علم کے اِنَّ بے شک رَبَّکَ آپ کا رب ھُوَ وہ اَعۡلَمُ خوب جانتا ہے بِالۡمُعۡتَدِیۡنَ حد سے گزرنے والوں کو

ترجمہ: سو جس چیز پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اسے کھا لیا کرو ﴿۱۱۸﴾ اور سبب کیا ہے کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے تم اسے نہ کھاؤ حالانکہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرادی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں، بیشک ان کو نہیں کھانا چاہیے مگر اس صورت میں کہ ان کے کھانے کے لئے ناچار ہو جاؤ اور بہت سے لوگ بے سمجھے بوجھے اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو جو اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے باہر نکل جاتے ہیں تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ چنانچہ ہر اُس حلال جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

۲۔ اگر تم واقعی اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔

۳۔تمہارے لئے کونسی رکاوٹ ہے جس کی بناء پر تم اس جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو۔

۴۔حالانکہ اس نے وہ چیزیں تمہیں تفصیل سے بتادی ہیں جو اس نے تمہارے لئے حرام قرار دی ہیں۔

۵۔البتہ جن کو کھانے پر تم بالکل مجبور ہی ہو جاؤ۔

۶۔بہت سے لوگ کسی علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

۷۔بلاشبہ تمہارا رب حد سے گزرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہودی رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آئے اور اعتراض کے طور پر یہ کہا کہ جس جانور کو ہم قتل کردیں یعنی ذبح کردیں اسے تو آپ کھالیتے ہیں اور جس جانور کو اللہ تعالیٰ قتل کردے یعنی اسے موت دے اور وہ بغیر ذبح کے مرجائے تو آپ اسے نہیں کھاتے؟ مفسر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ فارس کے لوگوں نے مکہ کے قریش کو آدمی بھیج کر یہ سمجھایا کہ تم محمد بن عبداللہ سے یوں بحث کرو کہ آپ اپنے ہاتھ میں چھری لے کر جس جانور کو ذبح کرتے ہیں وہ تو آپ کے نزدیک حلال ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے ذبح کرتے ہیں وہ آپ کے نزدیک حرام ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ یارسول اللہ! ہم جسے خود قتل کرتے ہیں اسے کھالیتے ہیں اور جسے اللہ قتل کرتا ہے اسے نہیں کھاتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ تم اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان لاتے ہو۔(ترمذی:۳۰۶۹) مکہ کے قریش مردار کھانے کو مباح سمجھتے تھے اور اسی طرح بتوں کے نام ذبح کیے ہوئے جانوروں کو بھی حلال سمجھتے تھے۔اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم صرف اور صرف اللہ کے نام پر جن جانوروں کو ذبح کیا گیا وہی کھاؤ، اس کے علاوہ جانوروں کو مت کھاؤ۔

رسولِ رحمت ﷺ نے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا۔اللہ کے نام پر جن حلال جانوروں کو ذبح کیا گیا ان کو حلال قرار دیا گیا اور غیر اللہ کے نام پر یعنی اللہ کے علاوہ کسی بت یا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کو ناپاک اور حرام قرار دیا۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں کہا گیا کہ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ رسولِ رحمت ﷺ پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بناتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔رسولِ رحمت ﷺ نے حلال اور حرام چیزوں کی تفصیلات اپنے ارشادات کے ذریعہ ظاہر فرمادیں جو حدیث کی کتابوں میں ہیں اور فقہاء کرام نے ان آیاتِ قرآنی اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں حلال اور حرام اشیاء کی تفصیلات لکھی ہیں جو فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور تمہارے لئے کونسی رکاوٹ ہے جس کی بناء پر تم اس جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو، حالانکہ اس نے وہ چیزیں تمہیں تفصیل سے بتادی ہیں جو اس نے تمہارے لئے حرام قرار دی ہیں۔یعنی کونسی چیز تمہیں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے اس بات سے کہ تم اس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان جانوروں کا ذکر کردیا ہے تفصیل کے ساتھ جو حرام ہیں۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ میں

اس کی وضاحت یوں موجود ہے: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا، بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا پروردگار بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ ہاں! جب ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ تم مجبور ہو جاؤ ان حرام چیزوں کے کھانے پر تو اپنی جان بچانے کے لئے ضرورت کے بقدر ان حرام چیزوں کا کھانا بھی درست ہوگا۔ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ کے ذریعہ حالتِ اضطرار میں اس کی گنجائش رکھی گئی، ورنہ عام حالات میں تو ان مردار اور دیگر حرام جانوروں کا کھانا حرام ہی رہے گا۔

وَاِنَّ كَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ بلاشبہ بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ذریعہ بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں۔ یعنی بہت سے لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ بغیر سند کی وہ باتیں جو ان کے خیال و گمان میں آ جاتی ہیں ان کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، جیسا کہ مشرکین مکہ نے اعتراض کیا کہ جس کو اللہ قتل کرے وہ کیسے حرام ہو جاتا ہے یعنی مردار اور جس کو انسان قتل کرے وہ کیسے حلال ہو جاتا ہے یعنی ذبیحہ؟ یہ سب خیالات کی اتباع ہے، حق کی اتباع نہیں جو سچائی پر مبنی ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ بیشک تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو۔ جب وہ ان کو جانتا ہے تو انہیں ضرور سزا دے گا۔

درس نمبر (۶۰۰) جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ الانعام: ۱۲۰۔۱۲۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ۞۱۲۰ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۞۱۲۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَذَرُوْا اور تم چھوڑ دو ظَاهِرَ ظاہر الْاِثْمِ گناہ وَبَاطِنَهٗ اور پوشیدہ گناہ اِنَّ بلاشبہ الَّذِیْنَ جو لوگ یَكْسِبُوْنَ کرتے ہیں الْاِثْمَ گناہ سَیُجْزَوْنَ عنقریب وہ جزا دیئے جائیں گے بِمَا اس کے ساتھ جو كَانُوْا تھے وہ یَقْتَرِفُوْنَ (گناہ) کرتے ۞۱۲۰ وَلَا تَاْكُلُوْا اور مت کھاؤ تم مِمَّا اس (جانور) میں سے کہ لَمْ یُذْكَرِ ذکر نہیں کیا گیا اسْمُ اللّٰهِ اللہ کا نام عَلَیْهِ اس پر وَاِنَّهٗ اور یقیناً یہ (کھانا) لَفِسْقٌ البتہ فسق ہے وَاِنَّ اور بلاشبہ الشَّیٰطِیْنَ شیطان لَیُوْحُوْنَ البتہ (شبہات) ڈالتے ہیں اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ اپنے دوستوں کی طرف لِیُجَادِلُوْكُمْ تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں وَاِنْ اور اگر اَطَعْتُمُوْهُمْ تم نے ان کی اطاعت کی اِنَّكُمْ تو یقیناً تم بھی لَمُشْرِكُوْنَ البتہ مشرک ہوگے

ترجمہ: اور ظاہری اور پوشیدہ (ہر طرح کا) گناہ ترک کر دو جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے ۞۱۲۰ اور

جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اُسے مت کھاؤ کہ اُس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ اُن کے کہے پر چلے تو بیشک تم بھی مشرک ہوئے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور تم ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہ چھوڑ دو۔

۲۔ یہ یقینی بات ہے کہ جو لوگ گناہ کماتے ہیں انہیں ان تمام جرائم کی جلد ہی سزا ملے گی جن کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔

۳۔ اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں سے مت کھاؤ۔

۴۔ اور ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔

۵۔ شیاطین اپنے دوستوں کو ورغلاتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں۔

۶۔ اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک ظاہری گناہ اور دوسرے باطنی گناہ۔ ظاہری گناہ میں وہ گناہ داخل ہیں جو انسان اپنے ظاہری اعضاء سے کرتا ہے، جیسے جھوٹ، غیبت، شراب نوشی، زنا، دھوکہ وغیرہ اور باطنی گناہوں سے وہ گناہ مراد ہیں جن کا تعلق دل سے ہوتا ہے، جیسے حسد، ریاکاری، تکبر، بغض وغیرہ۔ ظاہری گناہوں سے متعلق تعلیم و تربیت علماء و فقہاء سے حاصل ہوتی ہے، جبکہ باطنی گناہوں کی اصلاح کیلئے صاحبِ نسبت بزرگوں سے رجوع کرنا ہوتا ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ اس قسم کی برائیاں دور ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان دونوں قسم کے یعنی ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے کا حکم دیا کہ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اور تم چھوڑ دو ظاہری اور پوشیدہ گناہ۔ گناہوں کو چھوڑنے کا جو حکم اس آیت میں دیا گیا ہے اس کا منشاء و مطلب یہ کہ وہ تمام گناہ چھوڑ دیئے جائیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہوں اور وہ تمام حرام کام جو علانیہ ہوں یا پوشیدہ، تھوڑے ہوں یا زیادہ، چاہے ان گناہوں کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہو یا دل سے چھوڑ دیئے جائیں جو شرعاً ناپسندیدہ ہو جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہو وہ گناہ ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ چاہے ظاہری ہو یا باطنی اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا۔ یعنی اگر لوگ گناہوں کا ارتکاب کریں اور ان کی موت اس حالت میں آئے کہ انہوں نے ان گناہوں پر توبہ نہیں کی تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں پر ضرور سزا دے گا۔ جو شخص سچی توبہ کرے اور جو کچھ ہوا اس پر شرمندہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کر دیں گے جو اس سے صادر ہوئے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۵ میں فرمایا: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ

کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۵۳ میں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان کی نیکیاں اس کے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۴ میں کہا گیا: اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! برائی کے پیچھے بھلائی کر لے وہ بھلائی اس برائی کو مٹا دے گی۔ (مسند أحمد: ۲۱۹۸۸)

وَلَاتَاۡكُلُوۡامِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَاِنَّهٗ لَفِسۡقٌ‘‘ اور مت کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اور بے شک وہ گناہ ہے۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۱۸ میں یہ حکم دیا گیا کہ فَكُلُوۡا مِمَّا ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ جس پر اللہ کا نام لیا گیا اس میں سے کھاؤ۔ یہاں اس بات سے منع کیا جا رہا ہے کہ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا وہ مت کھاؤ۔ اس کا مطلب یہ کہ جو جانور طبعی موت مر جائے وہ جانور مت کھاؤ۔ اسی طرح جس جانور کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ بھی مت کھاؤ اور وہ جانور بھی مت کھاؤ جس کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔ مشرکین بتوں کے ناموں پر جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کا کھانا دینِ اسلام میں گناہ اور فسق ہے۔ وَاِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ لَيُوۡحُوۡنَ اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِهِمۡ لِيُجَادِلُوۡكُمۡ بلاشبہ شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ فارس والوں نے مکہ والوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ تم محمد بن عبداللہ پر یہ اعتراض کرو اور دوسری جانب یہودیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو سمجھایا کہ تم ان پر یہ اعتراض لے کر جاؤ اور مسلمانوں سے جھگڑا کرو۔ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ یہاں مسلمانوں سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اگر تم ان یہودیوں اور مشرکوں کی باتوں اور وسوسوں میں آ کر ان کی بات مان لو گے تو یہ یاد رکھو کہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم بھی مشرک بن جاؤ گے، اس لئے کہ ایسی صورت میں تم اللہ کی شریعت اور احکام کو دوسروں کے قول کی وجہ سے بدلنے والے بن جاؤ گے۔

درس نمبر (۶۰۱) **کیا ایمان والے اور بے ایمان برابر ہو سکتے ہیں؟** الانعام: ۱۲۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَوَمَنۡ کیا وہ شخص جو كَانَ مَيۡتاً مردہ تھا فَأَحۡيَيۡنَاهُ پھر ہم نے اس کو زندہ کیا وَجَعَلۡنَا اور ہم نے بنا دیا لَهٗ اس کیلئے نُوۡرًا نور يَمۡشِىۡ وہ چلتا ہے بِهٖ اس کے ساتھ فِى النَّاسِ لوگوں میں كَمَنۡ مَّثَلُهٗ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو کہ فِى الظُّلُمَاتِ اندھیروں میں ہے لَيۡسَ بِخَارِجٍ وہ نہیں نکلتا مِّنۡهَا ان سے كَذٰلِكَ اسی طرح زُيِّنَ مزین کئے گئے لِلۡكَافِرِيۡنَ کافروں کیلئے مَا وہ کام جو كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ وہ کرتے تھے

ترجمہ: بھلا جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُس کیلئے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا

پھرتا ہے کہیں اُس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اُس سے نکل ہی نہ سکے۔ اسی طرح کافر جو عمل کررہے ہیں وہ انہیں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ جو شخص مردہ ہو پھر ہم نے اسے زندگی دی ہو اور اس کو ایک روشنی مہیا کردی ہو جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو، کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہو جن سے کبھی نکل نہ پائے؟

۲۔ اسی طرح کافروں کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے رہے ہیں وہ بڑا خوشنما کام ہے۔

اس آیت میں کافر کو اس کے کفر کی وجہ سے مردہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے زندہ قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جانب کافر کو اس کے کفر کی نحوست کی وجہ سے اندھیرے اور تاریکی میں رہنے اور مومن کو اس کے ایمان کی برکت سے روشنی اور نور میں رہنے کی تصدیق کی گئی ہے۔ نتیجے کے طور پر یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر جس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کردیا، یعنی کافر تھا اس کو ایمان کی نعمت دے کر زندہ کردیا اور اس مومن کو ایسا نور عطا کیا گیا کہ جس ایمانی نور کو لئے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ زندہ شخص جو روشنی میں ہے کیا اس مردہ شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیرے میں ہے؟ فیصلہ کن حقیقت یہ ہے کہ مومن اور کافر دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔

مفسرین نے اس آیت کے بارے میں یہ بتلایا ہے کہ یہ آیت دو افراد کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں کہ **جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا** ہم نے اس کے لئے نور مقرر کردیا۔ اس سے رسولِ رحمت ﷺ کے چچا مراد ہیں اور **مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ** سے مراد ابوجہل ہے، جو رسولِ رحمت ﷺ اور دینِ اسلام کا کٹر دشمن تھا۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ابوجہل نے ایک مرتبہ رسولِ رحمت ﷺ پر گھوڑے کی لید پھینک دی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا جبکہ وہ شکار کرکے ہاتھ میں کمان لئے ہوئے آرہے تھے اور ابھی تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی حرکت کا علم ہوا تو غصہ میں بھر گئے۔ ابوجہل کہنے لگا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ کیسا دین لے کر آیا ہے؟ ہمیں یہ بے وقوف بتاتا ہے اور ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا ہے اور ہمارے باپ دادا کا مخالف ہے۔ اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوگا؟ تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الہدایہ الی بلوغ النہایہ)

ایک اور حقیقت بھی اس آیت کے آخر میں بیان کی گئی کہ کافروں کو ان کے بُرے اعمال بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۸ میں یوں کہا گیا کہ **وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ** جبکہ ان کے اعمال کو شیطان انہیں مزین اور خوشنما کرکے دکھلاتا ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۷ میں یوں کہا گیا: **زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ أَعْمَالِهِمْ** انہیں ان کے بُرے اعمال بھلے دکھا دیئے گئے۔ مومن و مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس دھوکہ سے محفوظ رہے۔

درس نمبر (۶۰۲) **اکثر مالدار لوگ سرکش ہوتے ہیں** الانعام: ۱۲۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اوراسی طرح جَعَلْنَا ہم نے بنادیا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ ہر بستی میں أَكٰبِرَ بڑے لوگوں کو مُجْرِمِيْهَا جرائم پیشہ اس (بستی) کا لِيَمْكُرُوْا تاکہ وہ مکر کریں فِيْهَا اس میں وَمَا يَمْكُرُوْنَ اور وہ مکر نہیں کرتے اِلَّا مگر بِأَنْفُسِهِمْ اپنے آپ ہی سے وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے

ترجمہ: اوراسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کئے کہ اُن میں مکاریاں کرتے رہیں اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں اُن کا نقصان انہیں کو ہے اور (وہ اس سے) بے خبر ہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اوراسی طرح ہم ہر بستی میں وہاں کے مجرموں کے سرغنوں کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ اس بستی میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کریں۔

۲۔ اور وہ جو سازشیں کرتے ہیں درحقیقت وہ کسی اور کے نہیں بلکہ خود ان کے اپنے خلاف پڑتی ہیں جبکہ ان کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ کافر لوگ جو ان کے خلاف سازشیں کررہے ہیں ان سے نہ گھبرائیں۔ اس قسم کی سازشیں ہر دور میں ہوتی رہی ہیں۔ ہر دور میں نبیوں اور رسولوں اور ان کے ماننے والوں کے خلاف سازشیں ہوتی رہی ہیں، لیکن ہر دور میں اچھا انجام ایمان والوں کا ہی رہا ہے اور دشمنوں کی سازشیں آخر کار خود انہی کو نقصان پہنچاتی رہی ہیں۔ یہ نقصان کبھی دنیا میں ہی ظاہر ہوجاتا ہے اور کبھی ظاہر نہیں بھی ہوتا ہے۔ لیکن ایسے ظالم خبیثوں کو آخرت میں تو معلوم ہوجائے گا کہ ان کا انجام کیا ہوا؟

اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس حقیقت کا انکشاف کررہے ہیں کہ اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بڑے مجرموں کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ اس بستی میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کریں۔ جس طرح ہمارے ملک ہندوستان میں اس ملک کے بڑے سرغنہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں اپنی توانائیاں صرف کررہے ہیں اور طرح طرح کی تدبیریں اور حربے استعمال کررہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کی تدبیریں ان کے خلاف ہی پڑیں گی۔ نمرود کی ناپاک تدبیر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ خود نمرود نے اپنا بُرا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ غرق ہوتے ہوئے اس نے خود اپنا انجام دیکھ لیا۔ ابوجہل اور ابولہب جیسے دشمنانِ رسول نے رسولِ رحمت ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ دونوں ہی اپنی بدانجامی دیکھ کر اس دنیا سے چلے

گئے۔انہیں اپنی سازشوں اور شرارتوں کے نشہ میں کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ان کی ان حرکتوں کا انجام کیا ہونے والا ہے؟ بس ایک نشہ تھا جس میں وہ پڑے رہے، مگر رب ذوالجلال کی قدرت نے انہیں بتایا کہ حق کے خلاف کھڑے ہونے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اگر ہندوستان کی یہ فرقہ پرست طاقتیں آج اچھل کود میں مصروف ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے ملک کو ان کے حوالے کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈھیل تو دیتے ہی ہیں مگر ایسا نہیں ہے کہ ان ظالموں کے گردنوں پر پڑی رسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں نہ لے رکھا ہو۔ جس وقت ان کی رسی کو کھینچنا ہے وہ کھینچ لیں گے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر ایمانی قوت بھی پیدا کریں اور دشمن سے مقابلہ کیلئے جس قدر تیاری ممکن ہو اس قدر تیار رہیں۔ شہادت کی موت مرنا بہتر ہے اس کے مقابلہ میں کہ بزدلی کی موت مارے جائیں۔ دنیا میں غالب آنے کیلئے جو قرآنی فارمولہ پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بے ہمت ہو کر زندگی بسر نہ کریں اور غمگین نہ ہوں اور اپنے ایمان کو مضبوط رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فارمولہ بیان فرمایا کہ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ۱۳۹) بے ہمت مت ہو جاؤ اور غم زدہ مت ہو جاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہو۔

درس نمبر (۶۰۳) مجرموں کے لیے ذلت اور عذاب الانعام: ۱۲۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝۱۲۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَا اور جب جَآءَتْهُمْ آتی ہے ان کے پاس اٰيَةٌ کوئی نشانی قَالُوْا (تو) کہتے ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ ہرگز ہم ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰى نُؤْتٰى یہاں تک کہ ہم دیئے جائیں مِثْلَ مثل مَا اس کے جو اُوْتِيَ دیئے گئے رُسُلُ اللّٰهِ اللہ کے رسول اَللّٰهُ اللہ اَعْلَمُ خوب جانتا ہے حَيْثُ جہاں يَجْعَلُ وہ رکھتا ہے رِسَالَتَهٗ اپنی رسالت سَيُصِيْبُ عنقریب پہنچے گی الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے اَجْرَمُوْا جرم کئے صَغَارٌ ذلت عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ اور شدید عذاب بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ وہ مکر کرتے تھے

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ جس طرح کی رسالت اللہ کے پیغمبروں کو ملی ہے جب تک اُسی طرح کی رسالت ہمیں نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے؟ جو لوگ جرم کرتے ہیں اُن کو اللہ کے ہاں ذلت اور عذابِ شدید ہوگا اس لئے کہ وہ مکاریاں کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور جب ان اہلِ مکہ کے پاس قرآن کی کوئی آیت آتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اس جیسی چیز خود ہمیں نہ دے دی جائے جیسی پیغمبروں کو دی گئی تھی۔

۲۔حالانکہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کس کو سپرد کرے؟

۳۔جن لوگوں نے اس قسم کی مجرمانہ باتیں کی ہیں ان کو اپنی مکاریوں کے بدلے میں اللہ کے پاس جا کر ذلت اور سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

اس آیت کا شانِ نزول مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ اگر نبوت واقعی کوئی چیز ہے تو میں تم سے زیادہ اس کا اہل ہوں، کیونکہ میری عمر بھی تم سے زیادہ ہے اور میرا مال بھی زیادہ ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر الرازی) مفسرین نے ایک اور واقعہ بھی اس سلسلہ میں نقل کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ بنوعبدِ مناف نے شرافت کے سلسلہ میں ہم سے مقابلہ بازی کی یہاں تک کہ ہم گھوڑ دوڑ کے گھوڑے بن کر رہ گئے۔اب وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم میں ایک نبی ہے جس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔اللہ کی قسم! ہم نبوت کے اس دعویدار پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمارے پاس بھی اس طرح وحی نہ آ جائے جیسی اس (محمد ﷺ) کے پاس آتی ہے۔(التفسیر الوسیط) بات چاہے ولید بن مغیرہ کی ہو چاہے ابوجہل کی، اس آیت میں ان دونوں کا جواب دیا گیا اور کہا گیا کہ جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم کو ایسی چیز نہ دی جائے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی۔

اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کس کے سپرد کرے؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نبوت اور رسالت کا مستحق ہوں وہ دراصل اس زمین و آسماں کے خالق و مالک پر اعتراض کر رہا ہے جس کے ہاتھ میں ساری سلطنتیں ہیں۔اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مکہ کے وہ مشرکین جو قریش کے اکابر تھے وہ یہ لالچ اپنے دلوں میں رکھتے تھے کہ نبوت انہی میں سے کسی کو مل جائے، جیسا کہ سورۂ زخرف کی آیت نمبر۳۱ اور ۳۲ میں یہ بات واضح طور پر بتلائی گئی: وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ ۝ اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ بھلا کیا یہ لوگ ہیں جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے۔نبوت، رسالت اور اس کا کلام یعنی قرآنِ مجید اللہ کی رحمت میں سے ہیں اور جس کی رحمت ہے اس کو اختیار ہے کہ وہ جس پر چاہے اتارے اور جس کو چاہے دے۔رحمت اللہ کی اور تقسیم ان مشرکوں کی یہ کیسے ممکن ہے؟ نبوت، رسالت اور قرآنِ مجید اللہ کی رحمت ہیں۔اس نے جس کو چاہا نبوت دی، رسالت دی اور اپنی آسمانی کتابیں عطا کیں۔

سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ عنقریب ان لوگوں کو اللہ کے یہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا، اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے۔یعنی ان مجرموں کو قیامت کے دن ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی پہنچے گی اور شدید ترین اور دردناک عذاب انہیں آ پکڑے گا اور یہ ذلت، رسوائی اور عذاب ان کے اس مکر کی وجہ سے ہوگا جو وہ دنیا میں کر رہے ہیں۔انہیں یہ ذلت و رسوائی اور عذاب اس لئے ہوگا کہ انہوں نے محض غرور، گھمنڈ اور عناد کی وجہ سے ان رسولوں کی اتباع سے منہ موڑا۔سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶۰ میں بھی یہ بات بتلائی گئی: اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِىۡ سَيَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيۡنَ بیشک جو لوگ تکبر کی بناء پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

درس نمبر (۶۰۴) الانعام: ۱۲۵

اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَمَنْ پھر جسے يُّرِدِ چاہتا ہے اللّٰهُ اللہ اَنْ يَّهْدِيَهٗ کہ اسے ہدایت دے يَشْرَحْ (تو) کھول دیتا ہے صَدْرَهٗ اس کا سینہ لِلْاِسْلَامِ اسلام کے لئے وَمَنْ اور جسے يُّرِدْ وہ چاہتا ہے اَنْ يُّضِلَّهٗ کہ اسے گمراہ کرے يَجْعَلْ (تو) کردیتا ہے صَدْرَهٗ اس کا سینہ ضَيِّقًا تنگ حَرَجًا انتہائی تنگ كَاَنَّمَا گویا کہ وہ يَصَّعَّدُ چڑھ رہا ہے فِي السَّمَآءِ آسمان میں كَذٰلِكَ اسی طرح يَجْعَلُ کرتا ہے اللّٰهُ اللہ الرِّجْسَ پلیدی عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے

ترجمہ: تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اُس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اس طرح اللہ اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، عذاب بھیجتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس شخص کو اللہ ہدایت تک پہنچانے کا ارادہ کرلے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

۲۔ جس کو اس کی ضد کی وجہ سے گمراہ کرنے کا ارادہ کرلے اس کے سینہ کو اور زیادہ تنگ کر دیتا ہے۔

۳۔ اسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے جیسے اسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو۔

۴۔ اس طرح اللہ کفر کی گندگی ان لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

دینِ اسلام کی ہدایت سے متعلق اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کا دستور اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے دل سے اسلام سے متعلق کسی بھی قسم کے شک اور شبہ کو نکال باہر کر دیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو حق بات قبول کرنے کیلئے تیار کر دیتے ہیں۔ اس کے دل کو اس قدر وسیع یعنی کشادہ کر دیتے ہیں کہ وہ حق بات کو قبول کر لے۔ اس آیت کے ذریعہ ایک قسم کی تسلی بھی دی جا رہی ہے کہ اگر کافر لوگ کفر میں پھنسے ہوتے ہیں اور اس کفر پر بضد ہیں تو کسی کو ان کے کفر پر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں اور ان مشرکین کے منہ موڑنے پر غمزدہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جس کو حق بات اور ایمان کی توفیق دینا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو کھول دیتے ہیں۔ اگر کوئی مشرک اور کافر کفر اور شرک کے دلدل ہی میں پھنسا ہوا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں ایمان اور خیر و بھلائی کا ارادہ ہی نہیں کیا ہے۔ قرآنِ مجید کی اس دعوت کو قبول

کرنے کا جو اہل ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ایمان و اسلام کا ارادہ کریں گے اور اس کے لئے دینِ حق کی طرف آنے کے راستے کھول دیں گے اور اس کے لئے آسانی پیدا فرمائیں گے۔

شرحِ صدر کے سلسلہ میں قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی اہم باتیں بتلائی گئی ہیں۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۲۲ میں کہا گیا: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ بھلا کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اپنے پروردگار کی عطا کی ہوئی روشنی میں آچکا ہے (کیا وہ سنگدل لوگوں کے برابر ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں)۔ سینہ کا دینِ حق کے لئے کھل جانا یہ وہ نعمت ہے جس کی دعاء خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۵ میں یہ دعا مذکور ہے: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا) اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لئے کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کے سینہ کو کھول دیا۔ سورہ الانشراح کی آیت نمبر ۱ میں یوں ہے: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، پھر ارشاد فرمایا کہ جب نور سینہ میں داخل ہوجاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا ایسی کوئی نشانی ہے جس کے ذریعہ اس کو پہچان لیا جائے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس کی نشانی یہ ہے کہ دار الغرور (دھوکہ کے گھر) یعنی دنیا سے دور رہے اور دار الخلود (ہمیشہ رہنے کا گھر) یعنی آخرت کی طرف رجوع کرے اور موت سے پہلے موت کی تیاری کرے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرمائے کہ اس کو گمراہ فرمادے اس کے سینہ کو تنگ کردیتا ہے، گویا کہ وہ بڑی تکلیف کے ساتھ آسمان میں چڑھ رہا ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی کے بارے میں گمراہی کا ارادہ کرلیتے ہیں تو اس کے سینہ کو بالکل ہی تنگ کردیتے ہیں، اس طرح کہ گویا وہ بڑی تکلیف کے ساتھ آسمان میں چڑھ رہا ہو۔ سینہ کی تنگی کا مطلب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمایا کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو دل میں گھبراہٹ محسوس ہو اور اگر بتوں کا ذکر آئے تو دل میں خوشی کی کیفیت طاری ہو۔ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایسے ہی ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیج دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ یہاں رِجْسَ کے معنی عذاب اور ذلت کے بھی ہیں، جیسا کہ روح المعانی میں ہے۔ حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو وہ رِجْسَ ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے گھناونی چیز کو رِجْسَ کہا ہے اور زجاج فرماتے ہیں کہ دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب کو رِجْسَ کہتے ہیں۔

درس نمبر (۶۰۵) **اسلام کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے** الانعام: ۱۲۶۔۱۲۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۞ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ

وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهٰذَا اور یہ ہے صِرَاطُ راستہ رَبِّکَ آپ کے رب کا مُسْتَقِیْمًا سیدھا قَدْ تحقیق فَصَّلْنَا ہم نے مفصل بیان کر دیں الْاٰیٰتِ آیات لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے یَذَّکَّرُوْنَ جو نصیحت حاصل کرتے ہیں O لَهُمْ ان کے لیے ہے دَارُ گھر السَّلٰمِ سلامتی کا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے نزدیک وَهُوَ اور وہی وَلِیُّهُمْ ان کا دوست ہے بِمَا بہ سبب اس کے جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے

ترجمہ: اور یہی تمہارے رب کا سیدھا راستہ ہے جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کیلئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں O ان کیلئے ان کے اعمال کے صلے میں رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا دوست ہے

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اسلام تمہارے پروردگار کا بتایا ہوا سیدھا سیدھا راستہ ہے۔

۲۔ جو لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں ان کے لئے ہم نے اس راستہ کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔

۳۔ ان کے پروردگار کے پاس سکھ چین کا گھر ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

۴۔ جو عمل وہ کرتے رہے ہیں ان کی وجہ سے وہ خود ان کا رکھوالا ہے۔

سورۂ فاتحہ میں ہم اللہ تعالیٰ سے بار بار سیدھے راستہ کی توفیق مانگتے ہیں۔ اس سیدھے راستہ کو قرآنی زبان میں صراطِ مستقیم کہا جاتا ہے۔ بندوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ جو چیز مانگیں وہ یہی مانگیں کہ انہیں صراطِ مستقیم کی دولت مل جائے۔ اس سے بڑھ کر کیا دولت ہوسکتی ہے؟ جس دولت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت کی سینکڑوں دولتیں مل جاتی ہیں۔ اسی صراطِ مستقیم کا دوسرا نام دینِ اسلام ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا: وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسْتَقِیْمًا یہی تمہارے رب کا راستہ ہے جو سیدھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو دینِ اسلام کی یہ نعمت عطا کرنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو کھول دیتے ہیں جس کا ذکر پچھلی آیتوں میں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے جس دین سے راضی اور خوش ہے وہ دین یہی ہے جس کو دینِ حق اور دین اسلام کہا جاتا ہے جو ایسا سیدھا راستہ ہے جس میں کسی قسم کی کوئی کجی اور کسی قسم کا کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ زمین اور آسمان کے خالق و مالک کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور درست راستہ ہے اور اس راستہ سے ہٹ کر جتنے راستے ہیں جو انسانوں نے اپنے طور پر بنا لئے ہیں وہ سب ٹیڑھے راستے ہیں۔ یہی دینِ اسلام صراطِ مستقیم ہے۔ یہی اللہ کی مضبوط رسی ہے، یہی واضح روشنی اور نور ہے۔ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس صراطِ مستقیم پر شیطان نے بیٹھنے کا اظہار اور ارادہ کیا اور اس راستہ پر بیٹھ کر وہ انسانوں کو دائیں اور بائیں جانب سے اور آگے اور پیچھے سے بھٹکائے گا جس کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶ میں یوں ہے: قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِيْمَ ابلیس نے کہا: آپ نے مجھ کو گمراہ کیا اس لئے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ اسی صراطِ مستقیم کی طرف اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں: يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (البقرہ:۱۴۲) وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۱ میں یوں کہا گیا: اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یقین مانو میرا اور تمہارا رب اللہ ہے

،اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک اور حقیقت یہ بتلا رہے ہیں کہ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ بے شک ہم نے واضح طور پر ان لوگوں کے لئے آیات بیان کردی ہیں۔یعنی جو شخص قرآنِ مجید سے نصیحت حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح طور پر آیتیں بتلادی ہیں، جن کے اندر سوچنے، سمجھنے، تدبر کرنے اور غور وفکر کرنے اور نتیجہ اخذ کرتے ہوئے سبق حاصل کرنے کی صلاحیت ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام اہم ترین باتیں واضح انداز میں بیان کردی ہیں، جو باتیں ہدایت حاصل کرنے کے لئے کافی ووافی ہیں۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۵ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ اسی طرح ہم آیات کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔اسی سورت کی آیت نمبر ۹۷ میں فرمایا:قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ہم نے دلائل کو خوب کھول کھول کر بیان کردیا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۲ میں کہا گیا:وَ كُلَّ شَیۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِيۡلًا اور ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان کردیا ہے۔

اس کے بعد یہ بات کہی گئی کہ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس۔یعنی وہ لوگ جنہوں نے صراطِ مستقیم کو اختیار کیا اور اسی صراطِ مستقیم پر استقامت کے ساتھ قائم رہے اور اس دینِ حق پر قائم رہنے کے لئے جدوجہد کی اور قربانیاں دیں ان کے لئے عافیت اور سلامتی اور امن وطمانیت کا گھر ہے،یعنی وہ جنت ہے جس کو اللہ نے ان نیکوکاروں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہوں نے نبیوں کے طریقہ کو پسند کیا اور قبول کیا اور عملاً اس طریقہ پر کاربند رہے۔جنت کو سلامتی کا گھر اس لئے کہا گیا کہ جنت میں نہ کوئی پریشانی ہوگی اور نہ کوئی غم اور حزن ہوگا اور نہ ہی کوئی ظلم وستم ہوگا اور نہ ہی وہاں مصیبتیں اور تکلیفیں ہوں گی اور نہ ہی آپسی بغض اور کینہ ہوگا اور نہ ہی جنت میں کوئی ایک دوسرے پر حسد کرنے والا اور دشمنی اتارنے والا ہوگا۔یہ سلامتی کا گھر اس لئے بھی ہے کہ یہاں کی نعمتوں کے نہ ختم ہونے کا امکان ہوگا اور نہ ہی کسی نعمت کے چھن جانے کا وہاں خوف ہوگا،جس جنت میں انہیں داخل کیا جائے گا داخلہ کے وقت یہ تیقن دیا جائے گا کہ جس جگہ وہ داخل ہو رہے ہیں وہ امن وامان کی جگہ ہے:ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ (ق:۳۴)تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَهُوَ وَلِيُّهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ اور اللہ ان کا مددگار ہے،اس وجہ سے جو وہ اعمال کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور دوست ہے اور مددگار بھی ہے۔دنیا میں اللہ نے انہیں ایمان کی توفیق دی اور آخرت میں ایمان کا نیک بدلہ عطا فرمائے گا۔

درس نمبر(۶۰۶) **اللہ کی مقرر کردہ میعاد پر ہر کسی کو پہنچنا ہے** الانعام:۱۲۸۔۱۲۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ۚ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَكۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ ۚ وَقَالَ اَوۡلِيٰٓؤُهُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَّبَلَغۡنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِىۡۤ اَجَّلۡتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰٮكُمۡ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ

اللّٰہُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ۝۱۲۸ وَ کَذٰلِکَ نُوَلِّیۡ بَعۡضَ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضًۢا بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ۝۱۲۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَیَوۡمَ اور جس دن یَحۡشُرُھُمۡ جَمِیۡعًا وہ اکٹھا کرے گا ان سب کو یٰمَعۡشَرَ (تو فرمائے گا) اے گروہ الۡجِنِّ جنوں کے! قَدِ تحقیق اسۡتَکۡثَرۡتُمۡ تم نے بہت زیادہ (گمراہ) کیے تھے مِّنَ الۡاِنۡسِ انسانوں میں سے وَقَالَ اور کہیں گے اَوۡلِیٰٓؤُھُمۡ ان کے دوست مِّنَ الۡاِنۡسِ انسانوں میں سے رَبَّنَا اے ہمارے رب! اسۡتَمۡتَعَ فائدہ اٹھایا بَعۡضُنَا ہمارے ایک نے بِبَعۡضٍ دوسرے سے وَبَلَغۡنَا اور ہم پہنچے اَجَلَنَا ہماری اس میعاد کو الَّذِیۡ جو اَجَّلۡتَ تو نے مقرر فرمائی تھی لَنَا ہمارے لیے قَالَ (اللہ) فرمائے گا النَّارُ آگ (ہی) مَثۡوٰکُمۡ تمہارا ٹھکانا ہے خٰلِدِیۡنَ (تم) ہمیشہ رہو گے فِیۡہَا اس میں اِلَّا مگر مَا شَآءَ اللّٰہُ جو چاہے اللہ اِنَّ یقیناً رَبَّکَ آپ کا رب ہے حَکِیۡمٌ بڑی حکمت والا عَلِیۡمٌ خوب جاننے والا ۝۱۲۸ وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح نُوَلِّیۡ ہم مسلط کر دیتے ہیں بَعۡضَ الظّٰلِمِیۡنَ بعض ظالموں کو بَعۡضًا بعض پر بِمَا بہ سبب اس کے جو کَانُوۡا تھے وہ یَکۡسِبُوۡنَ کماتے

ترجمہ: اور جس دن وہ سب (جن و انس) کو جمع کرے گا (اور فرمائے گا کہ) اے گروہِ جنات! تم نے انسانوں سے بہت (فائدے) حاصل کئے تو جو انسانوں میں ان کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے کہ پروردگار! ہم ایک دوسرے سے فائدے اٹھاتے رہے اور (آخر) اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا اللہ فرمائے گا کہ (اب) تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے ہمیشہ اس میں (جلتے) رہو گے مگر جو اللہ چاہے۔ بیشک تمہارا رب دانا اور خبردار ہے ۝۱۲۸ اور اسی طرح ہم ظالموں کو اُن کے اعمال کے سبب جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن کا دھیان رکھو جس دن اللہ ان سب کو گھیر کر اکٹھا کرے گا۔

۲۔ جنات سے کہے گا کہ اے جنات کے گروہ! تم نے انسانوں کو بہت بڑھ چڑھ کر گمراہ کیا۔

۳۔ انسانوں میں سے جو ان کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم ایک دوسرے سے خوب مزے لیتے رہے ہیں۔

۴۔ اب اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے ہیں جو آپ نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔

۵۔ اللہ کہے گا اب آگ تم سب کا ٹھکانہ ہے جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔

۶۔ الا یہ کہ اللہ کچھ اور چاہے۔

۷۔ یقین رکھو کہ تمہارے پروردگار کی حکمت بھی کامل ہے اور علم بھی کامل ہے۔

۸۔ اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں۔

دینِ اسلام کے بنیادی عقائد میں جہاں توحید و رسالت ہے وہیں آخرت کا یقین بھی ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندۂ مومن اس احساس و شعور کے ساتھ زندگی بسر کرے کہ قیامت کے دن سارے انسانوں اور جنات کو اللہ تعالیٰ جمع کریں گے اور سب کو ایک دن اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہے، اسی کو حشر کہتے ہیں اور حشر کا میدان جہاں سب کے سب جمع ہوں گے وہ

میدانِ محشر ہے اور جس دن سارے انسان اور سارے جنات جمع ہوں گے وہ یوم آخرت یعنی قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس دن جمع ہونے کی یاد ساری انسانیت کو دلائی ہے: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور وہ دن جس دن ان سب کو جمع کرے گا۔ (البقرہ: ۱۲۸) قرآنِ مجید میں جگہ جگہ حشر کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۳ میں کہا گیا: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۵۸ میں کہا گیا: وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاْ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ بالیقین خواہ تم مرجاؤ یا مار ڈالے جاؤ جمع تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کئے جاؤ گے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۲ میں کہا گیا: فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيعًا اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۲۴ میں کہا گیا: وَاَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ جنات کو اور انسانوں کو میدانِ محشر میں جمع کریں گے تو جنات سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہیں گے: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ اے جنات کی جماعت! تم نے انسانوں میں سے کثیر تعداد کو اپنا تابع کرلیا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں جنات سے شیاطین مراد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شیطانوں سے کہیں گے کہ تم نے انسانوں میں سے بہت سے انسانوں کو بھٹکا کر اپنا تابع کرلیا۔ ظاہر ہے کہ جب ابلیس اللہ کی بارگاہ میں آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود ہوگیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی کہ قیامت تک مجھے اس بات کی مہلت دے کہ میں ان انسانوں کو گمراہ کروں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس بات کی مہلت بھی دی۔ اس وقت سے اب تک شیطان انسانوں کو گمراہ کرتا چلا آرہا ہے اور قیامت تک گمراہ کرتا رہے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شیطان سے کہیں گے کہ تو نے بہت سے انسانوں کو بھٹکا کر اپنا تابع فرمان بنالیا۔ انسانوں کی غفلت اور لاپرواہی اور ان کی نفس پرستی اور شہوت پرستی نے شیطان کو مزید مواقع دیئے اور گمراہی کے دلدل میں پھنستے چلے گئے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انسانوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ہوگا۔

اس وقت شیطانوں کی اتباع کرنے والے ان کے دوست انسان اللہ تعالیٰ سے یہ کہیں گے: وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ۔ الخ۔ اور شیاطین کے دوست جو انسانوں میں سے تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی تھی یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں بعض سے بعض نے نفع اٹھایا، یعنی انسانوں نے جنات سے نفع اٹھایا اور جنات نے انسانوں سے نفع اٹھایا۔ قیامت کے دن انسانوں اور جنات یعنی شیاطین کے درمیان رابطے اور تعلقات منقطع ہوجائیں گے۔ یہ دونوں مخلوق ایک دوسرے سے دور ہوجائیں گے اور ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنے کا سلسلہ بھی ختم ہوجائے گا۔ مگر دنیا میں وہ ایک دوسرے سے منتفع ہوتے تھے۔ شیطانوں نے انسانوں سے لذت اور نفع اس طرح حاصل کیا کہ جب انسان ان شیطانوں کی اطاعت کرتا تو یہ شیطان اس سے مزے حاصل کرتے تھے۔ انسان شیطانوں سے اس طرح نفع اور لذت حاصل کرتے تھے کہ شیطان کے وسوسوں کو قبول کرتے تھے اور ان وسوسوں کی بنیاد پر زنا کرتے تھے اور شراب پیتے تھے، اس طرح لذت حاصل کرتے تھے۔ صاحبِ روح المعانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انسانوں کا جنات سے نفع حاصل کرنا یوں تھا کہ جب

ان میں سے کوئی شخص سفر پر جاتا اور جنات کا خوف ہوتا تو جس منزل پر اترنا ہوتا تو یوں کہتے کہ اَعُوْذُ بِسَیِّدِ ھٰذَا الْوَادِی میں اس وادی کے سردار کی پناہ لیتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کے بجائے شیطانوں کی پناہ لیتے تھے۔ شیطانوں کا انسانوں سے نفع حاصل کرنا یہ تھا کہ جب یہ لوگ اَعُوْذُ بِسَیِّدِ ھٰذَا الْوَادِی کہتے تھے تو جنات خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو! ان انسانوں نے ہم کو پناہ دینے پر قادر سمجھا اور جو پناہ اللہ سے مانگنی چاہئے تھی وہ پناہ ہم سے مانگ لی۔

انسانوں کا گروہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنے کا اقرار و اعتراف کرنے کے بعد یوں کہے گا: وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا اور ہم پہنچ گئے اس مقررہ میعاد کو جو ہمارے لئے آپ نے مقرر فرمائی تھی۔ یعنی قیامت کا یہ دن قائم ہوگیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اَلنَّارُ مَثْوٰىكُمْ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ اس دوزخ میں ہمیشہ رہو گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔ ان کافروں کا دوزخ میں رہنا اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوگا۔ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ولی بناتے ہیں ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ یعنی ہم ظالموں کو آپس میں ایک دوسرے کا دوست بناتے ہیں۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ ظالم ایک دوسرے سے مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی کرتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ظالموں کو ایک دوسرے کے قریب کردیں گے۔ یعنی قیامت کے دن ایک ہی قسم کے لوگوں کی جماعتیں بنادی جائیں گی، پھر یہ جماعتیں دوزخ میں چلی جائیں گی، جیسا کہ سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۲۲ میں کہا گیا: اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ گھیر لاؤ ان سب کو جنہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے ساتھیوں کو بھی اور ان کو بھی جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

درس نمبر (۶۰۷) دنیاوی زندگی نے انسان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے الانعام: ۱۳۰۔۱۳۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ ھٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یَا مَعْشَرَ اے جماعت الْجِنِّ جنوں کی وَالْاِنْسِ اور انسانوں کی! أَلَمْ یَاْتِكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رُسُلٌ رسول مِّنْكُمْ تم میں سے یَقُصُّوْنَ وہ بیان کرتے تھے عَلَیْكُمْ تم پر آیَاتِیْ میری آیات وَیُنْذِرُوْنَكُمْ اور تمہیں ڈراتے تھے لِقَآءَ یَوْمِكُمْ ھٰذَا تمہارے اس دن کی ملاقات سے؟ قَالُوْا (تو) وہ کہیں گے شَهِدْنَا ہم گواہی دیتے ہیں عَلٰٓى اَنْفُسِنَا اپنے آپ پر وَغَرَّتْهُمْ اور انہیں دھوکے میں ڈالے رکھا الْحَیَاةُ الدُّنْیَا زندگانی دنیا نے وَشَهِدُوْا اور وہ گواہی دیں گے عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ اپنے آپ پر أَنَّهُمْ کہ بے شک وہ كَانُوْا كَافِرِیْنَ کفر کرنے والے تھے O ذٰلِكَ یہ (رسول بھیجنا) أَنْ (اس لیے ہے) کہ لَّمْ یَكُنْ نہیں ہے رَّبُّكَ آپ کا رب

مُهْلِكَ ہلاک کرنے والا الْقُرٰى بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم سے وَّأَهْلُهَا جبکہ ان کے باشندے غٰفِلُوْنَ غافل ہوں

ترجمہ: اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے جو میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے سامنے آموجود ہونے سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ (پروردگار!) ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ ان لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور (اب) خود اپنے اوپر گواہی دی کہ کفر کرتے تھے O (اے محمد ﷺ!) یہ (جو پیغمبر آتے رہے اور کتابیں نازل ہوتی رہیں تو) اس لئے کہ تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے اور وہاں کے رہنے والوں کو (کچھ بھی) خبر نہ ہو

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم میں سے وہ پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سناتے تھے۔

۲۔ تم کو اس دن کا سامنا کرنے سے خبردار کرتے تھے جو آج تمہارے سامنے ہے۔

۳۔ وہ کہیں گے آج ہم نے خود اپنے خلاف گواہی دے دی ہے کہ واقعی ہمارے پاس پیغمبر آئے تھے اور ہم نے انہیں جھٹلایا تھا۔

۴۔ ان کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال دیا تھا۔

۵۔ اب انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دے دی کہ وہ کافر تھے۔

۶۔ یہ پیغمبر بھیجنے کا سارا سلسلہ اس لیے تھا کہ تمہارے پروردگار کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ بستیوں کو زیادتی کی وجہ سے اس حالت میں ہلاک کر دے کہ اس کے لوگ بے خبر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اس خطاب کا تذکرہ فرمایا ہے جو خطاب قیامت کے دن جنات اور انسانوں کی جماعت سے ہوگا۔ قیامت کے دن جنات اور انسانوں کے وہ مجرم اور کافر سارے کے سارے میدانِ محشر میں جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کا باوجود کافروں اور مجرموں کی ڈانٹ ڈپٹ اور ظالموں کی سرکوبی کے لیے ان سب سے یہ پوچھیں گے کہ کیا ان رسولوں نے جن کو ہم نے تمہاری طرف بھیجا تھا اپنی رسالت ودعوت کا حق تم تک پہنچایا تھا؟ یہ سوال ان مجرموں کی ڈانٹ ڈپٹ اور ان کی زجر وتوبیخ کیلئے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں مجرم جماعتوں سے جو جنات وانسانوں میں سے ہوں گے یہ پوچھیں گے کہ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا کیا تمہارے پاس تم میں سے پیغمبر نہیں آئے جو تمہیں میرے احکام بتاتے تھے اور تمہیں آج کے دن کی حاضری اور اعمال کے نتائج سامنے آنے سے باخبر کرتے تھے اور تمہیں ڈراتے تھے کہ دیکھو ایک دن ایسا آنے والا ہے تم اس دن سے ڈرو اور اس کی فکر کرو اور ایمان لے آؤ۔

یہاں اگرچہ کہ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ دونوں سے خطاب ہے کہ تم میں سے کیا رسول نہیں آئے؟ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول تو صرف انسانوں میں سے آئے، جنات میں کوئی رسول نہیں آیا۔ معلوم یہ ہوا کہ دنیا میں بھیجے گئے جتنے نبی اور رسول ہیں وہ سب انسان تھے، ان میں سے کوئی جن نہیں تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں جنات کے رسول بھی مراد لیا

جائے، اس معنی کہ جنات میں سے کچھ جن رسولِ رحمت ﷺ کی باتیں غور سے سنتے تھے اور وہ اپنی جنات کی قوم تک رسولِ رحمت ﷺ کی باتیں پہنچاتے تھے، جیسا کہ سورۂ جن کی آیت نمبر ۱ میں یوں ہے: قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا اے پیغمبر! کہہ دو میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن غور سے سنا اور اپنی قوم سے جا کر کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر یہ مجرم لوگ یوں کہیں گے: قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰۤى اَنۡفُسِنَا ہم اپنی جانوں کے مقابلہ میں گواہی دے رہے ہیں کہ واقعی ہم مجرم تھے۔ یعنی قیامت کے دن یہ مجرم خود اپنے خلاف گواہی دیں گے اور اس بات کا اعتراف کریں گے کہ ہم مجرم تھے۔ ویسے یہ مجرم پہلے مرحلہ ہی میں اپنے خلاف گواہی نہیں دیں گے۔ پہلے تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے دنیا میں شرک کیا ہی نہیں، ہم مشرک نہیں تھے، جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲۳ میں یوں ہے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ اللہ کی قسم ہم تو مشرک تھے ہی نہیں۔ قیامت کے دن یہ مجرم اس بات کا اقرار کریں گے کہ پیغمبروں نے اپنی رسالت کا حق ادا کیا تھا اور ہم کو اے اللہ! آپ سے ملاقات سے ڈرایا تھا اور یہ بات بتلائی تھی کہ ضرور بالضرور قیامت کا یہ دن قائم ہو کر رہے گا۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر ۹ میں یوں ہے: قَالُوۡا بَلٰى قَدۡ جَآءَنَا نَذِيۡرٌ ۙ فَكَذَّبۡنَا وَقُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۖ وہ کہیں گے کہ ہاں! بیشک ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تھا، مگر ہم نے اسے جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے کچھ نازل ہی نہیں کیا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ وَغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی نے ان مجرموں کو دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ ان مجرموں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے، اس کے بعد تو بس مرجانا ہے۔ ان مجرموں نے مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ یہ مجرم دنیا کے منافع اور اس کے ثمرات اور دنیا کی شہوتوں اور اس کی لذتوں میں پڑے ہوئے تھے۔ اس نشہ نے ایمان کی دعوت قبول کرنے اور آخرت کو تسلیم کرنے سے روک دیا تھا۔ مال اور اولاد کی محبت، حبِ جاہ اور دنیا کے عہدوں کی طلب نے ان مجرموں کو غفلت میں ڈال دیا تھا۔ انہوں نے اپنے نبیوں کو اور ان کے معجزات کو جھٹلا کر اپنی تباہی کا سامان تیار کر لیا تھا۔

وَشَهِدُوۡا عَلٰۤى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ اور انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دی کہ وہ یقیناً کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا دستور اور قانون یہ ہے کہ وہ کسی کو اس کی نافرمانیوں پر اس وقت تک مواخذہ نہیں کرتا جب تک کہ اس تک دعوتِ حق کا پیغام نہ پہنچ جائے۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۲۴ میں یہی حقیقت بیان کی گئی کہ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ کوئی امت نہیں گزری مگر یہ کہ ان میں ڈرانے والا گزرا۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا: وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ وہ اس حقیقت سے باخبر کرے کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو۔

درس نمبر (۶۰۸)

اعمال کے بقدر درجات ملیں گے

الانعام: ۱۳۲-۱۳۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الۡغَنِىُّ ذُو الرَّحۡمَةِ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِكُلٍّ اور ہرایک کے دَرَجٰتٌ درجے ہیں مِّمَّا بہ سبب اس کے جو عَمِلُوْا انہوں نے عمل کیے وَمَا اورنہیں رَبُّكَ آپ کا رب بِغَافِلٍ غافل عَمَّا اس سے جو يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے ہیں ۝ وَرَبُّكَ اور آپ کا رب الْغَنِيُّ بے نیاز ہے ذُو الرَّحْمَةِ رحمت والا ہے اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُذْهِبْكُمْ (تو) لے جائے تمہیں وَيَسْتَخْلِفْ اور جانشین بنادے مِنْۢ بَعْدِكُمْ تمہارے بعد مَّا جنہیں يَشَآءُ وہ چاہے كَمَآ جس طرح کہ اَنْشَاَكُمْ اس نے تمہیں پیدا فرمایا مِّنْ ذُرِّيَّةِ نسل سے قَوْمٍ آخَرِيْنَ دوسرے لوگوں کی

ترجمہ: اور سب لوگوں کے بلحاظ اعمال درجے (مقرر) ہیں اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ اُن سے بے خبر نہیں ہے ۝ اور تمہارا رب بے نیاز (اور) رحمت والا ہے اگر چاہے تو (اے بندو!) تمہیں نابود کردے اور تمہارے بعد جن لوگوں کو چاہے تمہارا جانشین بنادے جیسا تم کو بھی دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہر قسم کے لوگوں کو مختلف درجات ان اعمال کے حساب سے ملتے ہیں جو انہوں نے کئے ہوتے ہیں۔

۲۔ جو اعمال بھی وہ کرتے ہیں تمہارا پروردگار ان سے غافل نہیں ہے۔

۳۔ تمہارا پروردگار ایسا بے نیاز ہے جو رحمت والا بھی ہے۔

۴۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو دنیا سے اٹھالے۔

۵۔ تمہارے بعد کسی اور قوم کو تمہاری جگہ لے آئے۔

۶۔ جیسے اس نے تم کو کچھ اور لوگوں کی نسل سے پیدا کیا تھا۔

یہاں پہلی بات تو یہ بتلادی گئی کہ مومن و مسلمان کے درجات کی بنیاد اس کے اعمال ہیں جو وہ اپنی زندگی میں انجام دیتا ہے۔ اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کو ہدف بنا کر بندۂ مومن جس قدر نیک اعمال کرتا جائے گا اس کے درجات اسی قدر بلند ہوتے جائیں گے۔ یہ دستور اس قادر مطلق کا ہے جو مختارِ کُل ہے۔ جس نے سچی اطاعت کی اس کو اس کی اطاعت کے بقدر درجہ اور ثواب دیا جائے گا اور جس نے جس قدر معصیت کی اور گناہ کئے اس کے گناہوں اور نافرمانیوں کے اعتبار سے اس کو سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے عمل سے باخبر ہے، چاہے وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا، تھوڑا ہو یا بہت۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۳ میں کہا گیا: هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے الگ الگ درجے ہیں اور ان کے تمام اعمال کو اللہ بخوبی دیکھ رہا ہے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا: لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس۔ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۹ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا اور ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں اور سارے جنات کے سارے اعمال سے باخبر ہے، کسی کے عمل سے بے خبر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۴ میں بھی یہ

بات کہی گئی: وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۹۳ میں بھی کہا گیا: وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۱۷ میں یہ بات کہی گئی: وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئیں: وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ تمہارا رب غنی بھی ہے اور رحمت والا بھی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں کہا گیا: وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ زمین کے محتاج ہیں نہ آسمان کے، نہ چاند کے محتاج ہیں نہ سورج کے، نہ ستاروں کے محتاج ہیں نہ سیاروں کے، نہ انسانوں کے محتاج ہیں نہ جنات کے، نہ جمادات کے محتاج ہیں نہ حیوانات کے، نہ نباتات کے محتاج ہیں اور نہ آگ و ہوا اور پانی و مٹی کے۔ اللہ تعالیٰ نہ اولاد کا محتاج ہے اور نہ بیوی کا، وہ نہ مال و دولت کا محتاج ہے اور نہ ساز و سامان کا۔ اللہ اس کے اپنے بندوں کی عبادت کا بھی محتاج نہیں ہے۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۵ میں ساری انسانیت سے خطاب کرتے ہوئے یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے۔ اللہ تعالیٰ تم سے اس قدر بے نیاز ہے اور اس قدر قادر و مختار ہے کہ وہ اگر چاہے تو تم سب کو ختم کر دے اور تمہاری جگہ تمہارے بعد جس کو چاہے لا کر زمین پر آباد کر دے، جس طرح اس نے تم سے پہلے گزری ہوئی قوموں کو پیدا بھی کیا اور ان کو ہلاک بھی کر دیا اور اس نے تم کو دوسری قوم کی نسل سے پیدا بھی فرمایا۔ اسی حقیقت کو یہاں بیان کیا گیا: اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ ۔ الخ۔ یہاں مکہ کے ان ظالم کافروں اور مشرکوں سے بطور خاص خطاب ہے کہ جس طرح قوم عاد اور قوم ثمود کو ہلاک کر دیا گیا تم کو بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے اور تمہاری جگہ تم سے بہتر، افضل اور اشرف لوگوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس قوموں کی ہلاکت کی بھی طاقت ہے اور قوموں کو وجود میں لانے کی بھی طاقت ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

درس نمبر (۶۰۹) انسانوں سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ آ کر رہے گی الانعام: ۱۳۴۔۱۳۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۱۳۴ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۳۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بلاشبہ مَا جس کا تُوْعَدُوْنَ تم وعدہ دیئے جاتے ہو لَاٰتٍ یقیناً وہ آنے والی ہے وَّمَآ اور نہیں اَنْتُمْ تم بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے ۝ قُلْ کہہ دیجئے يٰقَوْمِ اے میری قوم! اعْمَلُوْا تم عمل کرو عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اپنے مقام پر اِنِّيْ بے شک میں عَامِلٌ عمل کرنے والا ہوں (اپنی جگہ پر) فَسَوْفَ پھر عنقریب تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے مَنْ اس شخص کو کہ تَكُوْنُ ہے لَهٗ اس کے لیے عَاقِبَةُ الدَّارِ آخرت کا (اچھا) انجام اِنَّهٗ یقیناً لَا يُفْلِحُ فلاح نہیں پائیں گے الظّٰلِمُوْنَ ظالم

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ (وقوع میں) آنے والا ہے اور تم (اللہ کو) مغلوب نہیں کر سکتے O کہہ دو کہ لوگو! تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں (اپنی جگہ) عمل کئے جاتا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں (جنت) کس کا گھر ہوگا۔ کچھ شک نہیں کہ مشرک نجات نہیں پائیں گے

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یقین رکھو کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اس کو آنا ہی آنا ہے۔

۲۔ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

۳۔ اے پیغمبر! کہو کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرو۔

۴۔ میں اپنے طریقہ کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔

۵۔ پھر جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس دنیا کا انجام کس کے حق میں نکلتا ہے؟

۶۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔

اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ یعنی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور آنے والی چیز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت سے متعلق جتنی باتیں تم سے بتلائی جا رہی ہیں وہ ضرور آنے والی ہیں۔ قیامت ضرور آئے گی۔ تمہاری زندگی بھر کے اعمال وافعال اور اقوال کا حساب وکتاب لیا جائے گا۔ اچھے اعمال پر ثواب اور بُرے اعمال پر عذاب دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو جنت اور مجرموں، کافروں اور مشرکوں کو دوزخ دی جائے گی۔ الغرض وہ سب کچھ ہونے والا ہے جس کی خبریں قرآنِ مجید کے ذریعہ نبی رحمت ﷺ تمہیں دے رہے ہیں۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۶۳ میں کہا گیا: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ہونے والی ہے۔

وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ اور تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی اللہ کے عذاب سے اور موت سے اور حساب وکتاب سے جان چھڑا کر تم بھاگ نہ سکو گے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو دوبارہ زندہ کرنے اور ایک جگہ جمع کرنے اور سزا وجزاء دینے پر پوری طرح قادر ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد! اگر تم عقل رکھتے ہو تو تم اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ (کنز العمال: ۸۸۶۰)

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ کہئے کہ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ اِنِّیۡ عَامِلٌ" اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں بھی اپنے طور پر عمل کرتا ہوں۔ اس کے دو مطلب ہیں ایک مطلب تو یہ کہ تم سے جس قدر ممکن ہو اور تمہاری جتنی طاقت ہو تم نیک اعمال انجام دیتے رہو مجھے جو اجر تمہیں دینا ہے میں تمہیں دوں گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم جس حالت میں ہو جس طرح بھی ہو تمہارا کام کرتے رہو، یعنی تم اپنے کفر اور دشمنی پر ثابت قدم رہو اور میں اپنے دینِ حق پر قائم رہوں گا اور تمہاری ایذاؤں پر صبر سے کام لوں گا، تم اپنے گمان کے مطابق جس طریقہ کو اچھا سمجھ رہے ہو تم اس طریقہ پر قائم رہو اور میں اس طریقہ پر قائم ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رہنے کا حکم دیا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۲۱ اور

۱۲۲ امیں بھی یہ بات کہی گئی ہے: وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ اور آپ ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لائے یہ کہہ دیجئے کہ تم اپنی جگہ عمل کرو ہم اپنی جگہ عمل کرتے ہیں اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ تم عنقریب جان لوگے کہ کس کے لئے ہے اس عالم کا انجام کار۔ یعنی تمہیں اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام قابلِ تعریف ہوا، ہمارا یا تمہارا؟ جس نیک انجام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کا وجود بخشا ہے۔ کافروں اور مجرموں کو ڈرانے کا یہ بھی ایک لطیف اور پُرحکمت انداز ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ڈرانے والا حق پر ہے اور جس کو ڈرایا گیا ہے وہ باطل پر ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے یوں کہا جاتا ہے کہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (السجدہ:۴۰) تم کو جو کرنا ہے کرو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امتوں کے احوال ان کے اعمال کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور ہر عمل کا انجام ایک لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر اعمال اچھے ہوں تو انجام بھی بہتر ہوگا اور اگر اعمال بدترین ہوں تو نتیجہ بھی بدترین ہی ہوگا۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ کے ذریعہ یہ حقیقت واضح کردی گئی کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا، اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۳ اور ۱۴ میں فرمایا: فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ چنانچہ ان کے پروردگار نے ان پر وحی بھیجی کہ یقین رکھو ہم ان ظالموں کو ہلاک کردیں گے اور ان کے بعد یقیناً تمہیں زمین میں بسائیں گے۔ وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے جو رب ذوالجلال کی بنائی گئی اس زمین میں شرک کا بیج بوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:۱۳) شرک تو بڑا بھاری ظلم ہے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۲ میں کہا گیا: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ جس دن ظالموں کی معذرت انہیں نفع نہیں دے گی۔

درس نمبر (۶۱۰) **بہت بُرا فیصلہ ہے جو یہ کررہے ہیں** الانعام:۶ ۱۳۶

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۱۳۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَعَلُوْا اور انہوں نے ٹھہرایا لِلّٰهِ اللہ کے لیے مِمَّا اس میں سے جو ذَرَاَ اس نے پیدا کی مِنَ الْحَرْثِ کھیتی وَالْاَنْعَامِ اور چوپائے نَصِيْبًا ایک حصہ فَقَالُوْا پھر انہوں نے کہا هٰذَا یہ لِلّٰهِ اللہ کیلئے ہے بِزَعْمِهِمْ ان کے خیال کے مطابق وَهٰذَا اور یہ (حصہ) لِشُرَكَآئِنَا ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے فَمَا تو جو (حصہ) كَانَ ہے لِشُرَكَآئِهِمْ ان کے دیوتاؤں کا فَلَا يَصِلُ پس نہیں پہنچتا وہ اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف وَمَا اور جو (حصہ) كَانَ ہے لِلّٰهِ اللہ کا فَهُوَ تو وہ يَصِلُ پہنچ جاتا ہے اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ان کے دیوتاؤں کی طرف سَآءَ بُرا ہے مَا جو يَحْكُمُوْنَ وہ فیصلہ کرتے ہیں

ترجمہ: اور (یہ لوگ) اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں یعنی کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے

خیالِ (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) تو اللہ کا اور یہ ہمارے شریکوں (یعنی بتوں) کا۔ تو جو حصہ اُن کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں جا سکتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ اُن کے شریکوں کی طرف جا سکتا ہے۔ یہ کیسا بُرا انصاف ہے؟

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ نے جو کھیتیاں اور چوپائے پیدا کئے ہیں

۲۔ ان لوگوں نے ان میں سے اللہ کا بس ایک حصہ مقرر کیا ہے

۳۔ چنانچہ بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے ان معبودوں کا ہے جن کو ہم اللہ کا شریک مانتے ہیں

۴۔ پھر جو حصہ ان کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو کبھی اللہ کے پاس نہیں پہنچتا

۵۔ جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے گھڑے ہوئے معبودوں کو پہنچ جاتا ہے

۶۔ ایسی بری باتیں ہیں جو انہوں نے طئے کر رکھی ہیں

مشرکوں کے ان بگڑے عقائد کا ذکر پچھلی آیات میں تھا جن کا تعلق قیامت اور جزا و سزا وغیرہ سے متعلق ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی جہالت اور حلال و حرام سے متعلق اپنے گھڑے ہوئے احکامات کے بارے میں بتلا رہے ہیں کہ ان مشرکوں نے اللہ کے لیے ایک حصہ کھیتیوں اور مویشیوں میں سے مقرر کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں یعنی یہ مشرکین اپنے باطل معبودوں کے نام پر کچھ مال نامزد کر دیتے تھے اور بہت سارا مال ان بتوں پر بھینٹ کے طور پر چڑھاتے تھے جیسا کہ آج بھی مشرکوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ وہ مختلف قسم کے پھل، ترکاریاں اور جانوران بتوں کے نام پر بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ یہ مشرک بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹ دیتے تھے اور بتوں کے نام سے بہت سے جانوروں کو آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ ہمارے ملک بھارت میں بھی اس قسم کی جاہلانہ و مشرکانہ صورتیں باقی ہیں۔ جانوروں کے کان آج بھی کاٹے جاتے ہیں اور بتوں کے ناموں پر جانوروں کو آزاد چھوڑ دینے کا رواج بھی ہمارے ملک میں عام ہے۔ مشرکوں کا معاملہ یہ تھا کہ کھیتیوں اور مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کر دیتے تھے کہ اسے صرف مسکین محتاج اور مسافر کھائیں گے اور کچھ حصہ اپنے باطل معبودوں یعنی بتوں کے لیے مقرر کر دیتے تھے اور اس کو کس کس پر خرچ کرنا ہے وہ بھی مقرر کر دیا کرتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ جو حصہ اللہ کے لیے مقرر کیا تھا اس میں کچھ حصہ اگر معبودانِ باطل یعنی بتوں کے حصہ میں مل گیا تو اسے تو ملا ہی رہنے دیتے تھے، لیکن اگر ان بتوں کے حصہ میں سے کچھ حصہ اللہ کے لیے مقرر کردہ حصہ میں چلا جاتا تو اس کو جھٹ سے الگ کر لیتے تھے، یعنی اللہ کے مقابلہ میں باطل معبودوں کو ہی ترجیح دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ظالمانہ طریقہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ یہ لوگ بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ عرب کی جاہلیت کے نت نئے طریقے تھے، یہ ان کے بگڑے ہوئے خیالات اور خواہشات کا نتیجہ تھا جو انہوں نے ایسی صورتیں گھڑ لی تھیں اور شیطانی وسوسوں کا شکار ہو گئے تھے۔ یہ سارے گھٹیا اور فاسد طریقے ان کے گھڑے ہوئے تھے، ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہی نہیں تھی۔

سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی ان کی اس بیجا حرکت کی جانب اشارہ ہے: وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ؕ اِنَّ

اَلۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ مُّبِیۡنٌ'' اوران مشرک لوگوں نے یہ بات بنائی ہے کہ اللہ کا خود اس کے بندوں میں سے کوئی جزء ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔ان مشرکوں نے اس بدترین عقیدہ اور طریقہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حدود کو پھلاند لیاہےاور حدودِ خداوندی کو پامال کردیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ کے دشمن جب کھیتی کیا کرتے تھے یا ان کے پاس میوہ جمع ہوجاتا تھا تو یہ لوگ اس میں سے ایک حصہ اللہ کے لیےاورایک حصہ بت کے لیے مقرر کرتے تھےتو جو حصہ وہ لوگ بتوں کے لیے مقرر کرتے تھے اس کی حفاظت کرتے تھےاوراس کو شمار کرتے تھے تو اگر ان چیزوں میں سے کچھ گرجاتا جس کو وہ اللہ کے لیے مقرر کئے تھے تواس گرے ہوئے حصہ کو بتوں والے حصہ کے ساتھ ملادیتے تھے۔

درس نمبر (٦١١) **مشرکوں کو اپنی اولاد کو قتل کرنا اچھا لگتا تھا** الانعام: ۱۳۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيۡرٍ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ قَتۡلَ اَوۡلَادِهِمۡ شُرَكَآؤُهُمۡ لِيُرۡدُوۡهُمۡ وَلِيَلۡبِسُوۡا عَلَيۡهِمۡ دِيۡنَهُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ ۝۱۳۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اوراسی طرح زَيَّنَ مزین کردیا لِكَثِيۡرٍ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ بہت سے مشرکوں کے لیے قَتۡلَ قتل کرنا اَوۡلَادِهِمۡ اپنی اولاد کا شُرَكَآؤُهُمۡ ان کے دیوتاؤں نے لِيُرۡدُوۡهُمۡ تاکہ وہ ہلاک کردیں انہیں وَلِيَلۡبِسُوۡا اور تاکہ خلط ملط کردیں عَلَيۡهِمۡ ان پر دِيۡنَهُمۡ ان کا دین وَلَوۡ اوراگر شَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ مَا فَعَلُوۡهُ تو وہ یہ نہ کرتے فَذَرۡهُمۡ لہٰذا انہیں چھوڑ دیجئے وَمَا اور جو يَفۡتَرُوۡنَ وہ افتراء باندھتے ہیں

ترجمہ: اسی طرح بہت سے مشرکوں کواُن کے شریکوں نے اُن کے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا ہے تاکہ انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اوراُن کے دین کواُن پر خلط ملط کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔تو ان کو چھوڑ دو کہ وہ جانیں اوراُن کا جھوٹ

تشریح:اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس طرح بہت سے مشرکین کوان کے شریکوں نے یہ سمجھا رکھا ہے کہ اپنی اولاد کو قتل کرنا بڑا اچھا کام ہے

۲۔تاکہ وہ ان مشرکین کو بالکل تباہ کر ڈالیں

۳۔اوران کے لیے دین کے معاملہ میں مغالطے پیدا کردیں۔

۴۔اوراگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے

۵۔لہٰذا ان کو اپنی افترا پردازیوں میں پڑا رہنے دو

جس طرح عرب کے مشرکین کو کھیتیوں اور مویشیوں کی اللہ اوران کے بتوں کے درمیان تقسیم اچھی معلوم ہوتی تھی انہیں اپنی اولاد کو قتل کرنا بھی اچھا معلوم ہوتا تھا۔رسولِ رحمت ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے عرب کے مشرکوں کی

جہالت، ضلالت اور ظلم وستم کا عالم یہ تھا کہ وہ اپنے ہی معصوم بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اس ظلم وستم پر ان کے شرکاء یعنی شیطانوں نے انہیں آمادہ کر دیا تھا اور ان کے اس ظالمانہ وفاسقانہ عمل کو ان کی نظر میں مزین کر دیا تھا یعنی اچھا کر کے بتلایا تھا۔ یہ مشرکین رزق کی تنگی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اس جرم کے ارتکاب میں کسی بھی قسم کی کوئی جھجک انہیں محسوس نہیں ہوئی تھی اور شیطان کا مقصد یہی تھا کہ وہ ان کو برباد کر دے۔ ان کی سب سے بڑی بربادی یہ ہے کہ وہ آخرت کے عذاب کا شکار ہوگئے۔ دنیا کے اعتبار سے بربادی بھی ہوئی کہ اپنی ہی اولاد سے محروم ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ جب اولاد زندہ نہ رہی تو آئندہ نسلیں بھی نہیں چلیں گی اور یہ نسلِ انسانی کی بربادی بھی ہے۔ اس جرم پر ابھارنے میں شیطان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ وہ ان مشرکین کو شک میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ عرب کے یہ مشرکین دینِ اسماعیل پر قائم تھے اور اس دین سے انہوں نے منہ پھیر لیا اس وجہ سے کہ شیطان نے ان کے دین میں تلبیس سے کام لیا اور یہ دینِ اسماعیل کو چھوڑ بیٹھے۔ رسولِ رحمت ﷺ پر جو احکامات نازل ہوئے ان احکامات میں اولاد کے قتل کو جرم قرار دیا گیا اور اس سے سختی سے روکا بھی گیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۱ میں یوں کہا گیا: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مارو ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں، یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ کے ذریعہ یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو اس طرح کا عمل وہ ہرگز نہ کرتے اور یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور ارادہ ہی سے واقع ہوا ہے اور اللہ کی بھرپور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے۔

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ جو کچھ یہ مشرکین حرکتیں کر رہے ہیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ آپ نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے، ان کو سمجھایا اور نصیحت کی ہے، اس کے باوجود آپ کی باتوں کو تسلیم کرنے کیلئے وہ تیار نہیں ہیں تو بس آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، ان کی حرکتوں کی سزا ہم انہیں دیں گے۔

درس نمبر (۶۱۲) حلال وحرام کا فیصلہ آفاقی ہے الانعام: ۱۳۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ یہ چوپائے وَحَرْثٌ اور کھیتی حِجْرٌ ممنوع ہے لَّا يَطْعَمُهَآ نہیں کھا سکتا اسے اِلَّا مَنْ مگر وہی جسے نَّشَآءُ ہم چاہیں بِزَعْمِهِمْ (یہ انہوں نے کہا) اپنے خیال کے مطابق وَأَنْعَامٌ اور (بعض) چوپائے ہیں حُرِّمَتْ (کہ) حرام کر دی گئیں ظُهُوْرُهَا ان کی پیٹھیں وَأَنْعَامٌ اور (بعض) چوپائے ہیں لَّا يَذْكُرُوْنَ وہ ذکر نہیں کرتے اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام عَلَيْهَا ان پر افْتِرَآءً افتراء باندھتے ہوئے عَلَيْهِ اس (اللہ) پر سَيَجْزِيْهِمْ عنقریب وہ انہیں سزا دے گا بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افتراء باندھتے تھے

ترجمہ: اور اپنے خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی منع ہے اسے اُس شخص کے سوا جسے ہم چاہیں کوئی نہ

کھائے اور (بعض) چوپائے ایسے ہیں کہ انکی پیٹھ پر چڑھنا منع کر دیا گیا ہے اور بعض مویشی ایسے ہیں جن پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے۔ سب اللہ پر جھوٹ ہے اور وہ عنقریب ان کو ان کے جھوٹ کا بدلہ دے گا

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یوں کہتے ہیں کہ ان جو چوپایوں اور کھیتیوں پر پابندی لگی ہوئی ہے۔

۲۔ ان کا زعم یہ ہے کہ ان کو سوائے ان لوگوں کے کوئی نہیں کھا سکتا جنہیں ہم کھلانا چاہیں

۳۔ کچھ چوپائے ایسے ہیں جن کی پشت حرام قرار دے دی گئی ہے

۴۔ کچھ چوپائے وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے

۵۔ جو افترا پردازی یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ انہیں عنقریب اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

مکہ کے مشرکین کو شیطان نے طرح طرح کے شرک میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان مشرکین نے اپنے حقیقی آبائی دین جس کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تھی اس دین کو چھوڑ دیا تھا اور شیطان کے تسلط نے ان کے اس دین حق سے محروم کر دیا تھا۔ ان مشرکوں نے مویشیوں اور کھیتیوں کے بارے میں اپنی طرف سے گھری ہوئی پابندیاں لگا رکھی تھیں۔ وہ یہ باطل عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں مویشی کو ہر شخص استعمال نہیں کر سکتا۔ اسی طرح فلاں کھیتی سے ہر شخص فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اپنی طرف سے انہوں نے بعض حلال چیزوں کو حرام بنا دیا تھا اور اس کے لیے باطل قسم کے قوانین بھی گھڑ لیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو احکام بھیجے وہ الگ تھے اور ان کے اپنے بنائے ہوئے احکام اور قوانین بالکل الگ تھے۔ ان جاہل مشرکوں نے چوپایوں اور کھیتیوں کی تین قسمیں بنا رکھی تھیں:

(۱) وہ چوپائے اور کھیتی کے غلے جن سے ہر ایک نفع حاصل نہیں کر سکتا تھا وہ صرف ان کے باطل معبودوں اور بتوں کے لیے مخصوص تھے، جن کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ ''حجر'' ہیں یعنی بتوں کے لیے مخصوص ہیں، ان کو دوسروں کو نہیں دیا جا سکتا اور جو چاہے ان چوپایوں اور کھیتیوں میں سے نہیں کھا سکتا، اس کو تو صرف بتوں کی خدمت کرنے والے ہی کھا سکتے ہیں اور وہ بھی مرد کھا سکتے ہیں عورتیں نہیں کھا سکتیں، ان کے پاس اس حکم اور قانون کی کوئی دلیل نہیں تھی۔

(۲) وہ چوپائے جن کی پیٹھیں حرام کر دی گئی تھیں یعنی ان مشرکوں نے اپنی جانب سے یہ قانون بنا لیا تھا کہ مخصوص قسم کے چوپایوں کی پیٹھوں پر سواری نہیں کی جا سکتی یعنی بحیرہ، سائبہ اور حام وغیرہ۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں اس باطل عقیدہ کی تردیدیوں کی گئی: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔

(۳) وہ چوپائے جن پر یہ مشرکین ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ ان چوپایوں پر ذبح کے وقت بتوں کے نام لیتے تھے اور ان چوپایوں کے گوشت وغیرہ سے نفع حاصل نہیں کرتے تھے۔

یہ سب ان مشرکوں کے بنائے ہوئے اور گھڑے ہوئے اپنے قانون تھے۔ اپنی مرضی اور خواہش سے یہ تقسیم انہوں

نے کر رکھی تھی حالانکہ انہیں یہ اختیار نہیں تھا کہ اللہ کی اجازت اور مرضی کے بغیر اپنی مرضی سے کسی چیز کو حرام قرار دیں یا حلال قرار دیں۔ حلال وہ ہے جس کو اللہ نے حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا۔ اس حقیقت کو سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۹ میں یوں بیان کیا گیا: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ کہو کہ بھلا بتلاؤ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نازل کیا تھا تم نے اپنی طرف سے اس میں سے کسی کو حرام اور کسی کو حلال قرار دیا، ان سے پوچھو کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہو۔

آخر میں یہ بات کہی گئی کہ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ انہیں عنقریب اس بات کی سزا دے گا جو وہ بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات نہیں کی وہ اللہ کی طرف منسوب کی جائے۔ ان کے اس جرم کے بقدر ان کو سزا دی جائے گی۔ یہ ایک سخت وعید ہے جو قابلِ غور ہے۔

درس نمبر (۶۱۳) مشرکین کے بدترین عقیدے الانعام: ۱۴۰-۱۳۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۱۳۹ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝۱۴۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا مَا جو (بچہ) ہے فِيْ بُطُوْنِ پیٹوں میں هٰذِهِ الْأَنْعَامِ ان چوپایوں کے خَالِصَةٌ وہ خالص ہے لِّذُكُوْرِنَا (صرف) ہمارے مردوں کے لیے وَمُحَرَّمٌ اور حرام ہے عَلٰٓى أَزْوَاجِنَا ہماری بیویوں پر وَإِنْ اور اگر يَكُنْ وہ ہو مَّيْتَةً مردہ فَهُمْ تو وہ سب (مرد و عورت) فِيْهِ اس میں شُرَكَاءُ شریک ہیں سَيَجْزِيْهِمْ عنقریب وہ انہیں سزا دے گا وَصْفَهُمْ ان کے (اس) بیان کی إِنَّهٗ یقیناً وہ حَكِيْمٌ بڑی حکمت والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے O قَدْ تحقیق خَسِرَ خسارے میں رہے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے قَتَلُوْٓا قتل کیا أَوْلَادَهُمْ اپنی اولاد کو سَفَهًا بیوقوفی سے بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر وَحَرَّمُوْا اور انہوں نے حرام ٹھہرایا مَا جو رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اللہ نے انہیں رزق دیا افْتِرَآءً افتراء باندھتے ہوئے عَلَى اللّٰهِ اللہ پر قَدْ تحقیق ضَلُّوْا وہ گمراہ ہو گئے وَمَا كَانُوْا اور نہ ہوئے وہ مُهْتَدِيْنَ ہدایت یافتہ

ترجمہ: اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ خاص ہمارے مَردوں کیلئے ہے اور ہماری عورتوں کو (اس کا کھانا) حرام ہے اور اگر وہ بچہ مرا ہوا ہو تو سب اس میں شریک ہیں (یعنی اسے مَرد اور عورتیں سب کھائیں) عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ڈھکوسلوں کی سزا دے گا بیشک وہ حکمت والا خبردار ہے O جن لوگوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بے سمجھی سے قتل کیا اور اللہ پر افتراء کر کے اُس کی عطا فرمائی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا وہ گھاٹے میں پڑ گئے بلاشبہ وہ گمراہ ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ کہتے ہیں کہ ان خاص چوپایوں کے پیٹ میں جو بچے ہیں وہ صرف ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہیں۔

۲۔ ہماری عورتوں کے لیے حرام ہیں۔

۳۔ اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہو تو اس سے فائدہ اٹھانے میں سب مرد وعورت شریک ہوجاتے ہیں۔

۴۔ جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں اللہ عنقریب انہیں ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

۵۔ یقیناً وہ حکمت کا بھی مالک ہے اور علم کا بھی مالک ہے۔

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو کسی علمی وجہ کے بغیر محض حماقت سے قتل کیا ہے۔

۷۔ اللہ نے جو رزق ان کو دیا تھا اسے اللہ پر بہتان باندھ کر حرام کرلیا ہے۔

۸۔ وہ بُری طرح گمراہ ہوگئے ہیں اور کبھی ہدایت پر آئے ہی نہیں۔

عرب کے مشرکوں نے چوپایوں سے متعلق اپنی طرف سے جو قوانین گھڑ لیے تھے ان میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ وہ بعض جانوروں کے پیٹوں میں جو حمل ہوتا تھا اس بارے میں یہ مشرکین یوں کہتے تھے کہ یہ حمل خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری عورتوں پر یہ حرام ہے، یعنی اگر اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا تو اس کو ہم میں کے مرد ہی کھا سکتے ہیں عورتوں پر اس کا کھانا حرام ہے اور اگر یہ حمل مردہ شکل میں پیدا ہوتا تو کہتے تھے کہ اس کو مرد اور عورت دونوں کھا سکتے ہیں۔ حلال وحرام سے متعلق ان مشرکین کا یہ قانون ان کا اپنی طرف سے گھڑا ہوا قانون تھا آفاقی شریعت و دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مشرکین کے اس جرم کی سزا کے سلسلہ میں کہا جارہا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس بات کی سزا انہیں دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ حکمت والا بھی ہے اور علم والا بھی ہے۔

اس کے بعد ان مشرکین کے ایک اور جرم کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ بیشک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بغیر علم کے قتل کیا۔ ان بیوقوفوں کو یہ تو معلوم ہونا چاہئیے تھا کہ اولاد کی شکل میں جو نعمت ان کی آنکھوں کے سامنے ہے اس نعمت کا حقیقی خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، یہ تو صرف ماں باپ ہیں، انہیں کیا حق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی اس طرح ناقدری کرتے کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی اولاد کو قتل کردیا۔ یہ جہالت کی انتہاء ہے کہ اپنی ہی اولاد کو بے دردی کے ساتھ قتل کردیا جائے۔ ان مشرکین کا اپنی ہی بیٹیوں کو زندہ درگور کردینا خود ان کے لیے بڑے خسارہ کی بات ہے۔ یہی بیٹیاں ان کی جوانی میں ان کے لیے راحت بن جائیں اور ان کے بڑھاپے میں ان کے لیے سہارا بن جائیں۔ مگر ان جاہلوں نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا، اس طرح دنیا میں تو خسارہ اور نقصان ہی میں رہے اور آخرت کا نقصان تو اس سے بھاری ہے کہ اپنی ہی اولاد کو ناحق قتل کرنے کی سزا اللہ تعالیٰ کے ہاں تیار ہے۔

ان مشرکین نے محض اس لیے اپنی اولاد کو قتل کیا کہ ان کو فقر و فاقہ کا ڈر تھا۔ ان جاہلوں کو نفع اور نقصان اور اچھائی اور بُرائی کا احساس تک نہیں تھا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں کہا گیا: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ اور اپنی اولاد کو افلاس

کے ڈر سے قتل مت کرو اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا کہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ مشرکین کے اس دوسرے جرم کے بارے میں بھی یہاں یہ بات کہی جارہی ہے کہ وَّحَرَّمُوْا مَارَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ اور انہیں اللہ نے جو رزق دیا اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اسے حرام قرار دے دیا۔ یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار نہیں دیا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ جھوٹی بات گھڑی کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا، اس طرح ان جاہل مشرکوں نے جھوٹی بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردی۔ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ یہ جاہل مشرکین ہدایت پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں بلکہ گمراہی میں پڑے ہوئے لوگ ہیں۔

درس نمبر (۶۱۴) اللہ تعالیٰ نے باغات اور کھیتیاں پیدا کیں الانعام: ۱۴۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۙ۝۱۴۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ الَّذِىْ اور وہی (اللہ) ہے جس نے اَنْشَاَ پیدا فرمائے جَنّٰتٍ باغات مَّعْرُوْشٰتٍ چھتریوں پر چڑھائے ہوئے وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ اور بغیر چڑھائے ہوئے وَالنَّخْلَ اور (پیدا فرمائی) کھجور وَالزَّرْعَ اور کھیتی مُخْتَلِفًا مختلف ہیں (مزے میں) اُكُلُهٗ ان کے پھل وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون وَالرُّمَّانَ اور انار مُتَشَابِهًا ملتے جلتے (بھی) وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور نہ ملتے جلتے (بھی) كُلُوْا تم کھاؤ مِنْ ثَمَرِهٖٓ اس کا پھل اِذَآ اَثْمَرَ جب وہ پھل لائے وَاٰتُوْا اور تم دو حَقَّهٗ اس کا حق يَوْمَ حَصَادِهٖ اس کی کٹائی کے دن وَلَا تُسْرِفُوْا اور تم اسراف نہ کرو اِنَّهٗ بلاشبہ وہ (اللہ) لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا الْمُسْرِفِيْنَ فضول خرچوں کو

ترجمہ: اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کئے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو (بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور (بعض باتوں میں) نہیں ملتے جب یہ چیزیں پھلیں تو اُن کے پھل کھاؤ اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو اللہ کا حق بھی اُس میں سے ادا کرو اور بے جا نہ اڑانا کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ وہ ہے جس نے باغات پیدا کیے جن میں سے کچھ بیل دار ہیں جو سہاروں سے اوپر چڑھائے جاتے ہیں

۲۔ کچھ سہاروں کے بغیر بلند ہوتے ہیں

۳۔ اور نخلستان اور کھیتیاں جن کے ذائقے الگ الگ ہیں

۴۔ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں

۵۔ جب یہ درخت پھل دیں تو ان کے پھلوں کو کھانے میں استعمال کرو
۶۔ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔
۷۔ اور فضول خرچی نہ کرو۔
۸۔ یاد رکھو! وہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں رب ذوالجلال کی قدرت کے کرشموں میں سے ایک کرشمہ کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اللہ کے بندے روئے زمین پر غفلت کی زندگی نہ گزاریں بلکہ جس زمین پر چل پھر رہے ہیں اس زمین سے خالقِ کائنات ان کی زندگی کی ضروریات کو کس انداز میں پیدا کیا۔ انسان خالقِ کائنات کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو استعمال تو کرتا ہے مگر ان چیزوں کے خالق و مالک کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتا۔ یہی ایک غافل انسان کی غفلت ہے۔ بندۂ مومن وہ ہے جو ان چیزوں کو دیکھ کر خالق کی قدرت کا اندازہ لگائے اور اس کی معرفت حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں چند نباتات کا تذکرہ فرما رہے ہیں ۔وَهُوَ الَّذِىٓ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّ غَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ اللہ وہ ہے جس نے باغات پیدا کیے جن میں سے کچھ بیل دار ہیں جو سہاروں سے اوپر چڑھائے جاتے ہیں اور کچھ سہاروں کے بغیر بلند ہوتے ہیں۔ نباتات کے سلسلہ میں اس سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۹ میں یوں بیان کیا گیا: وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَيَنۡعِهٖ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی کونپلیں اُگائیں، ان کونپلوں سے ہم نے سبزیاں پیدا کیں جن سے ہم تہہ بہ تہہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھوں سے پھلوں کے وہ گچھے نکلتے ہیں جو پھل کے بوجھ سے جھکے جاتے ہیں اور ہم نے انگوروں کے باغ اُگائے اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف بھی، جب یہ درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے پھلوں اور ان کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو، لوگو! ان سب چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہم درختوں پر لدے پھلوں، پھولوں، ترکاریوں اور اناج کو تو دیکھتے ہیں مگر قدرت کے ان کمالات پر غور و فکر نہیں کرتے۔ ہم تو پھلوں کے مزوں میں کھو جاتے ہیں، پھولوں کے خوشنما مناظر میں رہ جاتے ہیں، مختلف ترکاریوں کی متعدد شکلوں کو دیکھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں، ان سب چیزوں کو دیکھ کر خالق کائنات کی قدرت اور اس کی طاقت کا احساس ذہن میں نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں اپنے بندوں کو اسی جانب متوجہ کر رہے ہیں کہ دیکھو! کتنے اقسام کے نباتات ہم اگاتے ہیں؟ سورۂ حج کی آیت نمبر ۶۳ میں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسا کر زمین کو سرسبز و شاداب بنانے سے متعلق یوں فرمایا: اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے؟ پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے بیشک اللہ تعالیٰ مہربان اور باخبر ہے۔

اس آیت میں مختلف قسم کے باغات کا ذکر کیا گیا ہے۔ باغ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو معروشات یعنی ان درختوں

کی بیلیں چھپروں پر چڑھائی جاتی ہیں، جیسے انگور کا باغ ہے، چھت کی طرح چھپر ڈالا جاتا ہے اور اس پر انگور کی بیلیں بچھا دی جاتی ہیں اور انگور لٹکتے رہتے ہیں۔ بعض سبزیوں کی بیلیں ہوتی ہیں، جیسے کھیرے، کریلے، ترائی وغیرہ۔ دوسرے قسم کا باغ وہ ہوتا ہے جس کی شاخیں اوپر چڑھائی نہیں جاتیں، اس میں ایک تو درخت ہوتے ہیں جن کے تنے ہوتے ہیں، جیسے زیتون، انار، انجیر، کھجور، آم وغیرہ کے درخت جو تنے پر کھڑے ہوتے ہیں اور کچھ ایسی بیلیں ہوتی ہیں جن کو چھپروں پر چڑھایا نہیں جاتا، جیسے خربوزہ اور تربوز وغیرہ۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت سے کسی درخت کو تنے والا بنایا اور کسی کو بیل والا بنایا، کسی بیل کو سہارے سے اوپر چڑھنے والی بنایا اور کسی بیل کو زمین پر پھیلنے والی بنایا، ان سب میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہیکہ زمین وہی ہے، مٹی وہی ہے، اس کو کھاد جو دی جاتی ہے وہی ہے، آسمان سے پڑنے والی بارش بھی وہی ہے، اس میں کوئی فرق نہیں لیکن اسی مٹی سے مختلف شکلوں کے متعدد پھل اور پھول، ہمہ قسم کی ترکاریاں اور ہر طرح کے غلے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ قدرت کے کرشمے ہیں جن پر ایک انسان کو غور وفکر کرنا چاہیے۔

قدرت کے ان کرشموں کو بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہاں دو کاموں کے کرنے کا اور ایک کام کے نہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جن دو کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ان میں سے ایک یہ کہ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ کھاؤ ان کے پھلوں سے جبکہ وہ پھل لائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب تمہارے لیے یہ پھل اپنی قدرت وحکمت سے پیدا کئے ہیں تو تم ان پھلوں کو کام میں لاؤ اور کھاؤ ان پھلوں میں لذت بھی ہے قوت بھی ہے اور صحت بھی ہے۔ دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ اور کٹائی کے دن اس کا حق دے دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس حق سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے جس کو فقہ کی اصطلاح میں عشر یا نصف عشر یعنی دس فیصد یا پانچ فیصد کہا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے زکوٰۃ مراد نہیں ہے بلکہ محتاجوں پر خرچ کرنا مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب فصل کاٹی جائے تو غریبوں کو اس میں سے کچھ دے دیا جائے۔ جس کام کے کرنے سے روکا گیا وہ یہ ہے کہ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اور فضول خرچی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جو نعمت بھی ہمیں عطا فرمائیں اس نعمت میں اسراف یعنی فضول خرچی نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ اس کی نعمت کی ناقدری کی جائے۔

درس نمبر (٦١٥) چوپایوں کی دو قسمیں الانعام: ۱۴۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۴۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنَ الْاَنْعَامِ اور (پیدا فرمائے) چوپایوں میں سے حَمُوْلَةً بوجھ اُٹھانے والے وَّفَرْشًا اور زمین سے لگے ہوئے كُلُوْا مِمَّا تم کھاؤ اس میں سے جو رَزَقَكُمُ اللّٰهُ اللہ نے تمہیں رزق دیا وَلَا تَتَّبِعُوْا اور تم پیچھے مت لگو خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے قدموں کے اِنَّهٗ یقیناً وہ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ تمہارا ظاہر دشمن ہے ۝۱۴۲

ترجمہ: اور چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے (یعنی بڑے بڑے) بھی پیدا کئے اور زمین سے لگے ہوئے (یعنی چھوٹے چھوٹے) بھی (پس) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ چوپایوں میں بوجھ اُٹھانے والے یعنی بڑے بڑے بھی پیدا کئے

۲۔ اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ

۳۔ شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو

۴۔ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے

اس سے پہلی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کئے گئے اپنے انعامات جیسے کھیتیاں، باغات، میوہ جات وغیرہ کا تذکرہ کیا۔ اس آیت میں بھی انہیں انعامات کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک چوپائے ہیں جنکی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو چوپایوں کی وہ ہے جو انسانوں کا بوجھ اٹھا کر ان کو راحت پہنچاتے ہیں جیسے کہ اونٹ، بیل، خچر، گدھا وغیرہ اور دوسرے وہ جانور ہیں جن پر انسان بوجھ تو نہیں لادتا البتہ ان سے فائدہ اس طور پر اٹھاتا ہے کہ انکا گوشت کھاتا ہے، انکا دودھ پیتا ہے، انکے بالوں سے گرم کپڑے تیار کرتا ہے وغیرہ، الغرض اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں بیان کردی ہیں جو ان دو قسم کے جانوروں سے متعلق ہیں، پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ انسانوں کو متنبہ کر رہے ہیں کہ جب تمہیں یہ ساری نعمتیں اور آسائشیں میسر ہو جائیں تو تمہیں غرور میں پڑ کر شیطان کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہئے کیوں کہ انسان کے پاس جب دولت آ جاتی ہے اور آسائشیں نصیب ہو جاتی ہیں تو وہ عموماً شیطانی کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے، فضول خرچی، عیش پرستی نیز گناہوں کی کثرت میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ شیطانی عمل ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ انسانوں کو آگاہ کر رہے ہیں کہ تم اس شیطان کے نقش قدم پر مت چلنا، یہ شیطان تو تمہارا کھلا دشمن ہے جو تمہاری بھلائی کبھی نہیں چاہتا، تو تم بس اللہ کے احکامات کی پیروی کرو اور اسی کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلو جو تمہارا بہتر کارساز ہے۔

درس نمبر (۶۱۶) **چوپایوں کی آٹھ قسمیں** الانعام: ۱۴۳۔۱۴۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِىْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ۝ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثَمٰنِيَةَ (پیدا فرمائیں) آٹھ أَزْوَاجٍ قسمیں مِّنَ الضَّأْنِ بھیڑ میں سے اثْنَيْنِ دو وَمِنَ الْمَعْزِ اور بکری میں سے اثْنَيْنِ دو قُلْ کہہ دیجئے آلذَّكَرَيْنِ کیا دونوں نر حَرَّمَ (اللہ نے) حرام کیے ہیں أَمِ یا الْأُنْثَيَيْنِ دونوں

مادہ؟ أَمَّا یا اشْتَمَلَتْ وہ (بچہ) کہ مشتمل ہیں عَلَيْهِ اس پر أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ دونوں ماداؤں کے رحم؟ نَبِّئُونِي تم مجھے خبر دو بِعِلْمٍ علم کے ساتھ إِن كُنتُمْ اگر ہو تم صَادِقِينَ سچے O وَمِنَ الْإِبِلِ اور (پیدا فرمائے) اونٹ میں سے اثْنَيْنِ دو وَمِنَ الْبَقَرِ اور گائے میں سے اثْنَيْنِ دو قُلْ کہہ دیجئے آلذَّكَرَيْنِ کیا دونوں نر حَرَّمَ (اللہ نے) حرام کیے ہیں أَمِ یا الْأُنثَيَيْنِ دونوں مادہ؟ أَمَّا یا اشْتَمَلَتْ وہ (بچہ) کہ مشتمل ہیں عَلَيْهِ اس پر أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ دونوں ماداؤں کے رحم؟ أَمْ یا کہ كُنتُمْ تھے تم شُهَدَاءَ حاضر إِذْ جب وَصَّاكُمُ اللَّهُ اللہ نے تمہیں وصیت کی تھی بِهَٰذَا اس کی؟ فَمَنْ پھر کون أَظْلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے جس نے افْتَرَىٰ گھڑا عَلَى اللَّهِ اللہ پر كَذِبًا جھوٹ لِيُضِلَّ تاکہ وہ گمراہ کرے النَّاسَ لوگوں کو بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے؟ إِنَّ اللَّهَ یقیناً اللہ لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ظالم قوم کو

ترجمہ: (یہ بڑے چھوٹے چوپائے) آٹھ قسم کے (ہیں) دو (دو) بھیڑوں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ۔ اے پیغمبر! ان سے) پوچھو کہ (اللہ نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) ماداؤں کو یا جو بچہ مادنیوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اسے؟ اگر سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ O اور دو (دو) اونٹوں میں سے اور دو (دو) گایوں میں سے (ان کے بارے میں بھی) ان سے پوچھو کہ (اللہ نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) مادنیوں کو یا جو بچہ مادنیوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اس کو؟ بھلا جس وقت اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا تم اُس وقت موجود تھے؟ تو اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تبارک وتعالی نے جانوروں کے آٹھ جوڑ پیدا فرمائے ہیں، بھیڑ میں سے دو، بکری میں سے دو، اونٹ میں سے دو، گائے میں سے دو۔

۲۔ اللہ تبارک وتعالی نے ان میں سے کسی کو حرام نہیں کیا اور نہ ہی انکے پیٹ میں موجود بچوں کو۔

۳۔ تم ان چیزوں کی حرمت وحلت کے بارے میں اپنی طرف سے کہتے ہو، کیا اللہ نے تمہیں انکی حرمت کی خبر دی؟

۴۔ اگر تم اے مشرکو! اپنی بات میں سچے ہو تو اس بات پر دلیل تو پیش کرو۔

۵۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھے تا کہ لوگوں کو گمراہ کرے وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے

۶۔ اللہ تعالی ایسے ظالموں کو کبھی راہ نہیں دکھاتا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی آٹھ قسمیں پیدا فرمائی ہیں یعنی بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے کے جوڑ اس طرح یہ آٹھ ہو گئے جن سے انسان مختلف طریقوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، گوشت کھا کر، دودھ پی کر، بوجھ برداری وغیرہ سے، پھر اللہ تبارک وتعالی کفار و مشرکین کی حالت کو بیان کر رہے ہیں کہ وہ لوگ اپنی مرضی سے جب چاہے جسے چاہے

حرام کردیتے ہیں۔کبھی انہیں حلال کردیتے اور کبھی تو ان مادہ جانوروں کے پیٹ میں موجود بچوں کو بھی بنا کسی دلیل کے حرام کردیتے تھے کہ فلاں جانور کا گوشت حرام ہے، فلاں جانور پر سوار ہونا، بوجھ ڈالنا حرام ہے وغیرہ، اور یہی نہیں بلکہ یہ لوگ اپنے اس جھوٹ کو اللہ کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں کہ یہ بات جو حرام یا حلال کی ہے وہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ یہ تو اللہ کا حکم ہے جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں، تو اللہ انکی اس بات کی تکذیب کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ کیا تم اس وقت حاضر تھے جس وقت اللہ نے تم کو اس بات یعنی حرام وحلال کے بارے میں بتلایا تھا؟ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ ہم ہی نے یہ حکم نازل کیا ہے تو تم اس کی کوئی دلیل پیش کرو اگر واقعی تم اپنی بات میں سچے ہو۔نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ہم نے ایسا کوئی حکم نازل نہیں فرمایا بلکہ تم نے یہ چیزیں اپنی طرف سے ہی بنالی ہیں اور تم لوگ تو اللہ پر بہتان باندھتے ہو اور جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے اور جو ظالم ہوتا ہے اللہ اسے راہ یاب نہیں کرتے۔وہ ہدایت سے محروم ہی رہتا ہے۔

درس نمبر (٦١٧) مُردار، بہتا خون اور سور کا گوشت حرام الانعام: ١٤٥

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لَآ اَجِدُ میں نہیں پاتا فِيْ مَا اس میں جو اُوْحِيَ وحی کی گئی ہے اِلَيَّ میری طرف مُحَرَّمًا کوئی چیز حرام عَلٰى طَاعِمٍ کسی کھانے والے پر يَّطْعَمُهٗ جسے وہ کھائے اِلَّآ مگر اَنْ يَّكُوْنَ کہ وہ ہو مَيْتَةً مردار اَوْ یا دَمًا خون مَّسْفُوْحًا بہایا ہوا اَوْ یا لَحْمَ گوشت خِنْزِيْرٍ سور کا فَاِنَّهٗ پس یقیناً وہ رِجْسٌ ناپاک ہے اَوْ یا فِسْقًا (وہ) فسق ہو اُهِلَّ (کہ) نام پکارا گیا ہے لِغَيْرِ اللّٰهِ اللہ کے سوا کسی اور کا بِهٖ اس پر فَمَنِ تو جو شخص اضْطُرَّ لاچار ہو جائے غَيْرَ بَاغٍ (بشرطیکہ) نہ ہو وہ سرکش وَّلَا عَادٍ اور نہ حد سے گزرنے والا فَاِنَّ تو بے شک رَبَّكَ آپ کا رب ہے غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں اُن میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا بجز اسکے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اُس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١۔اللہ تبارک وتعالی نے جانوروں میں سے صرف ان چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔

٢۔مردار جانور، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت، اور وہ جانور جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

٣۔اگر کوئی انسان بھوک سے تڑپ رہا ہو اور اگر نہ کھائے تو مر جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کے لئے

یہ چیزیں حلال ہیں بقدر ضرورت۔

۴۔ بیشک تمہارا پروردگار بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

پچھلی آیت میں مشرکین نے جن چیزوں کو اپنی طرف سے حلال وحرام کرلیا تھا اس کی تفصیل بیان کی گئی اور اسکی تردید بھی کی گئی، اب اس آیت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان چیزوں کو بیان کیا جارہا ہے جن کو واقعتاً اللہ نے حرام کیا ہے، ان میں سے پہلی چیز مردار جانور ہے کہ جسکا استعمال مسلمانوں کے لئے جائز نہیں اسکے بعد دوسری چیز جسکی حرمت اللہ نے بیان کی وہ بہتا ہوا خون ہے جیسے کہ جب جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو اس سے جو خون نکلتا ہے اسکا استعمال مسلمانوں پر حرام ہے، ہاں! البتہ اگر وہ خون گوشت کے ساتھ لگا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ نے بہتے ہوئے خون کو حرام فرمایا اور رہا وہ گوشت جسے خون لگا ہوا ہو تو اسکے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح کلیجی اور تلی کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ بہتے ہوئے خون کے حکم میں نہیں ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو رجس وفسق کہا یعنی وہ مکمل نجس ہے، اسکے بال، اسکی جلد، اسکا گوشت، اسکی ہڈی ہر چیز حرام ہے اسی لئے اسکی حرمت کو بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رِجس' اَوْفِسقًا کہا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ جانور بھی حرام ہیں جنہیں ذبح کرتے وقت عمداً اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ان تمام کی حرمت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انسان ایسی حالت میں ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے تو مر جائیگا تو ایسی صورت میں اس شخص کے لئے ان حرام کردہ چیزوں میں سے اس قدر کھانے کی گنجائش ہے جس سے اسکی جان بچ سکے، اس مقدار سے زیادہ کھانا اس شخص کے لئے بھی جائز نہیں۔

درس نمبر (۶۱۸) یہودیوں پر کیا کیا چیزیں حرام تھیں؟ الانعام:۔ ۱۴۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

وَعَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا كُلَّ ذِىۡ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الۡبَقَرِ وَالۡغَنَمِ حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ شُحُوۡمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتۡ ظُهُوۡرُهُمَاۤ اَوِ الۡحَوَايَاۤ اَوۡ مَا اخۡتَلَطَ بِعَظۡمٍ ‌ؕ ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِبَغۡيِهِمۡ ‌ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ۝۱۴۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَعَلَى الَّذِيۡنَ اور ان لوگوں پر جو هَادُوۡا یہودی ہوئے حَرَّمۡنَا ہم نے حرام کیا تھا كُلَّ ذِىۡ ظُفُرٍ ہر ناخن والا (جانور) وَمِنَ الۡبَقَرِ اور گائے میں سے وَالۡغَنَمِ اور بکری (میں سے) حَرَّمۡنَا ہم نے حرام کیں عَلَيۡهِمۡ ان پر شُحُوۡمَهُمَا ان دونوں کی چربیاں اِلَّا مَا مگر جس کو حَمَلَتۡ اُٹھایا ہوا ہو ظُهُوۡرُهُمَا ان دونوں کی پیٹھوں اَوِ الۡحَوَايَا یا آنتوں نے اَوۡ مَا اخۡتَلَطَ یا جو ملی ہو بِعَظۡمٍ ہڈی کے ساتھ ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ ہم نے انہیں یہ سزا دی بِبَغۡيِهِمۡ ان کی سرکشی کی وجہ سے وَاِنَّا اور یقیناً ہم لَصٰدِقُوۡنَ البتہ سچے ہیں

ترجمہ: اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کردیئے تھے اور گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی سوا اس کے جو اُن کی پیٹھ پر لگی ہو یا اوجھڑی میں ہو یا ہڈی میں ملی ہو۔ یہ سزا ہم نے ان کو ان کی شرارت کے سبب دی تھی اور ہم تو سچ کہنے والے ہیں

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر ہر ناخن والے جانور حرام کردئے تھے، جیسے اونٹ، شتر مرغ وغیرہ۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بیل، بکری کی چربی کو بھی حرام فرمایا تھا سوائے اس چربی کہ جو پیٹ، پھنسلیوں اور ہڈیوں سے لگی ہوئی ہو۔

۳۔ یہ تمام چیزیں جوان پر حرام کردی گئی تھی وہ انکی سرکشی اور ظلم کی وجہ سے تھی

۴۔ ہم تو یقیناً سچے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ان چیزوں کو بیان کررہے ہیں جو یہودیوں پر اللہ نے انکی سرکشی اور ظلم وزیادتی کے سبب حرام کردی تھی جبکہ وہ چیزیں ان سے پہلے کی امتوں میں حلال تھیں، ان میں سے پہلی چیز ہر ناخن والے جانور ہیں کہ جس کو اللہ نے ان پر حرام کردیا تھا، اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ **كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ** سے مراد اونٹ اور شتر مرغ ہے، اور پرندوں میں سے بطخ ہے۔ (تفسیر طبری) یعنی جن کے پنجے کھلے ہوئے نہ ہوں جیسا کہ مرغی وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ دوسری چیز جو اللہ نے ان پر حرام کی تھی وہ گائے اور بکری کی چربی تھی جن کا استعمال انکے لئے حرام تھا، ہاں البتہ ان جانوروں کی اس چربی کے استعمال کی انہیں اجازت دی گئی تھی جو کہ ان کے پیٹ یا پھنسلیوں یا ہڈیوں کو لگی ہوتی ہے، اسکے علاوہ سارے جسم کی چربی کا استعمال انکے لئے حرام تھا۔ اس سلسلہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو ہلاک کرے کہ ان پر چربی کا استعمال حرام تھا مگر وہ لوگ اسے سکھا کر اسکا تیل نکال کر اسے بیچتے اور اسکی قیمت استعمال کرتے تھے۔ (بخاری۔ ۲۲۲۳) حالانکہ جو چیز حرام ہے اسکو بیچ کر اسکی قیمت استعمال کرنا بھی حرام ہے مگر یہ لوگ ہر مسئلہ میں حیلہ تراشا کرتے تھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ آگے فرمارہے ہیں کہ یہ جو چیزیں ان پر حرام کی گئی تھیں وہ محض اس لئے کہ وہ لوگ سرکشی کیا کرتے تھے، لوگوں پر ظلم کیا کرتے تھے اور حد سے تجاوز کیا کرتے تھے، یہ جو خبریں بیان کی جارہی ہیں وہ خبریں اللہ تعالیٰ بیان کررہے ہیں اور اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہوسکتا ہے۔

درس نمبر (۶۱۹) اللہ کی رحمت بہت زیادہ وسیع ہے الانعام: ۱۴۷۔۱۴۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْرَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِن پھر اگر كَذَّبُوكَ وہ آپ کو جھٹلائیں فَقُل تو کہہ دیجئے رَّبُّكُمْ تمہارا رب ذُوْرَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وسیع رحمت والا ہے وَلَا يُرَدُّ اور پھیرا نہیں جاتا بَأْسُهٗ اس کا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرم قوم سے ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ عنقریب کہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے أَشْرَكُوْا شرک کیا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا مَا أَشْرَكْنَا ہم شرک نہ کرتے

وَلَا آبَاؤُنَا اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا اور نہ ہم حرام کرتے مِن شَيْءٍ کوئی چیز كَذَٰلِكَ اسی طرح كَذَّبَ جھٹلایا الَّذِينَ ان لوگوں نے جو مِن قَبْلِهِم ان سے پہلے تھے حَتَّىٰ یہاں تک کہ ذَاقُوا انہوں نے چکھا بَأْسَنَا ہمارا عذاب قُلْ کہہ دیجئے هَلْ کیا ہے عِندَكُم تمہارے پاس مِّنْ عِلْمٍ کچھ علم؟ فَتُخْرِجُوهُ تو تم اس کو نکالو لَنَا ہمارے لئے إِن تَتَّبِعُونَ تم پیروی نہیں کرتے إِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَإِنْ اور نہیں (ہو) أَنتُمْ تم إِلَّا مگر تَخْرُصُونَ اٹکل پچو کرتے

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے مگر اس کا عذاب گنہگار لوگوں سے نہیں ٹلے گا O جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک) کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے تکذیب کی تھی جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ کر رہے۔ کہہ دو کہ کیا تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اُسے ہمارے سامنے نکالو۔ تم محض خیال کے پیچھے چلتے اور اٹکل کے تیر چلاتے ہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے پیغمبر! اگر یہ یہود آپ کو جھٹلائیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے جھٹلانے سے مجھے کچھ نہیں ہوگا، اللہ کی رحمت تو بہت زیادہ وسیع ہے۔

۲۔ پھر جب اللہ کا عذاب آجاتا ہے تو وہ مجرم قوم کو اپنے لپیٹ میں لیکر ہی رہتا ہے۔

۳۔ ان باتوں کو سن کر جب مشرکین کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا تو وہ یہ کہیں گے کہ ہمارا اور ہمارے آباء واجداد کا مشرک رہنا ہی) نعوذ باللہ (اللہ کو منظور ہے ورنہ وہ تو ہمیں مسلمان بنانے پر قادر ہے، ہمیں کیوں مسلمان نہیں بنایا؟

۴۔ اور ہم نے جو چیزیں حرام کی ہے اس میں بھی اللہ کی رضا ہی ہے ورنہ اگر یہ اللہ کی رضا کے خلاف ہوتا تو وہ کیوں خاموش رہتا؟

۵۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ یہ انکا جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے کے لوگوں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا۔

۶۔ اگر وہ یہود اپنے کلام میں سچے ہیں تو ان سے اس بات پر دلیل مانگو تا کہ ہم یقین کرلیں۔

۷۔ وہ یہود تو ایسے ہیں جو صرف اپنے گمان پر عمل کرتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں بتلائیں جو انسانوں کے لئے حرام وحلال کی ہیں۔ اس آیت میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ جو حلال وحرام ہم نے بتلادیا پھر بھی یہ یہود اسکو نہ مانیں اور جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم مانو یا نہ مانو اللہ ان چیزوں کے ذریعہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اور دیگر تمام مخلوق کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ اللہ بڑی رحمت والا ہے، اور تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ نے تمہاری نافرمانیوں کے باوجود تم کو کھلا چھوڑ دیا ہے، نہیں! بلکہ اس نے تم کو سدھرنے کی مہلت دے رکھی ہے، لیکن جب اللہ کا عذاب آجائیگا تو وہ کسی مجرم کو نہیں چھوڑے گا۔

اگلی آیت میں ان یہودیوں کی حالت بیان کی جارہی ہے کہ جب ان یہودیوں سے کوئی جواب بن نہ پائے گا تو وہ یہ کہیں گے کہ ہم نے اور ہمارے آباء واجداد نے جو شرک کیا ہے اگر وہ برا کام ہوتا تو اللہ ہمیں مشرک باقی نہ رکھتا وہ تو اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ ہر کسی کو مسلمان بنادے، یعنی ان یہود کے گمان میں یہ بات ہے کہ جب اللہ نے ایسا نہیں کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم صحیح راہ پر ہی ہیں۔ یہودیوں کا یہ بھی خیال تھا کہ جو حلال وحرام ہم نے کرلیا ہے اسکا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ اسے مٹادیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

اسکا جواب اللہ تعالیٰ خود آگے دے رہے ہیں کہ انکا یہ آپکی بات کو نہ ماننا کوئی نئی بات نہیں ہے ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی اپنے اپنے نبی کی باتوں کو جھٹلایا تھا پھر ہم نے انکو عذاب میں گرفتار کرلیا، اگر یہ لوگ اپنی بات میں بالفرض سچے ہیں تو ان سے کہئے کہ تم جو بات کہہ رہے ہو اس پر کوئی دلیل یا حجت پیش کردو تاکہ ہم بھی تمہاری بات مان لیں، یہ لوگ ایسا کبھی نہیں کرسکتے انکے پاس کوئی دلیل وغیرہ نہیں ہے انکا تو معاملہ ایسا ہے کہ وہ اپنے گمان وخیالات کے پیچھے ہی پڑے ہوئے ہیں، جیسا کہ انکا خیال ہے کہ اگر ہم غلط ہوتے تو اللہ نے ہمیں کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ ہمیں مسلمان کیوں نہیں بنایا؟

درس نمبر (۶۲۰) اللہ ہی کی حجت غالب ہے الانعام: ۱۴۹۔۱۵۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے فَلِلّٰهِ پس اللہ ہی کے لیے ہے الْحُجَّةُ دلیل الْبَالِغَةُ محکم فَلَوْ پھر اگر شَاءَ وہ چاہتا لَهَدٰكُمْ أَجْمَعِيْنَ تو تم سب کو ہدایت دے دیتا ﴿۱۴۹﴾ قُلْ کہہ دیجئے هَلُمَّ تم لے آؤ شُهَدَاءَكُمْ اپنے گواہ الَّذِيْنَ وہ جو يَشْهَدُوْنَ گواہی دیں أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ بلاشبہ اللہ نے حرام کیا ہے هٰذَا ان کو فَإِنْ پھر اگر شَهِدُوْا وہ گواہی دیں فَلَا تَشْهَدْ آپ گواہی نہ دیں مَعَهُمْ ان کے ساتھ وَلَا تَتَّبِعْ اور آپ پیچھے نہیں چلیں اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی خواہشات کے جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات کو وَالَّذِيْنَ اور (نہ) ان کے جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر وَهُمْ اور وہ بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ يَعْدِلُوْنَ برابر ٹھہراتے ہیں

ترجمہ: کہہ دو کہ اللہ ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتاO کہو کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو بتائیں کہ اللہ نے یہ چیزیں حرام کی ہیں پھر اگر وہ (آکر) گواہی دیں تو تم اُن کیساتھ گواہی نہ دینا اور نہ اُن لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کرنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور (بتوں کو) اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ جو باتیں اللہ نے بیان کی ہے اسکی اللہ کے پاس ایسی دلیل ہے جو ہر چیز کو واضح کردیگی۔

۲۔ اگر اللہ کے نزدیک کسی کو مسلمان کسی کو کافر بنانے پر جو حکمت پوشیدہ ہے وہ حکمت نہ ہوتی تو اللہ تمام کے تمام کو مسلمان ہی بنا دیتے۔

۳۔ پھر یہودیوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم اپنی ان باتوں پر گواہ پیش کرو کہ فلاں چیز کو اللہ نے حرام کیا ہے؟

۴۔ لیکن وہ لوگ گواہی نہیں دیں گے اور اگر جھوٹی گواہی دے بھی دیں تو آپ انکی گواہی کو قبول نہ کرنا۔

۵۔ آپ ان لوگوں کی خواہشوں کی اتباع نہ کیجئے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور آخرت پر ایمان نہ لائے اور اللہ کے برابر دوسرے معبودوں کو لا کھڑا کر دیا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے احکامات کے متعلق فرما رہے ہیں کہ ہم نے جو احکام بیان کئے ہیں اسکی دلیل ہمارے پاس موجود ہے اور تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ اگر ہم مشرک ہیں اللہ کے نافرمان ہیں تو پھر اللہ نے ہم کو مسلمان کیوں نہیں کیا؟ سن لو کہ اگر کسی کو مسلمان کسی کو مشرک بنانے میں ہماری جو حکمت ہے اگر وہ حکمت نہ ہوتی تو یقیناً ہم سب کو ہی مسلمان بنا ڈالتے ہم اس بات پر بھی قدرت رکھتے ہیں لیکن حکمت کے پیش نظر ہم نے ایسا نہیں کیا۔

پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان یہود سے کہا جا رہا ہے کہ چلو اب جبکہ تمہارے پاس تمہاری باتوں کی کوئی دلیل نہیں ہے تو کم از کم کوئی گواہ تو اس بات پر پیش کر دو؟ مگر انکے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے اور وہ لاتے بھی کہاں سے؟ اور اگر بالفرض گواہی لا بھی لیں تو وہ جھوٹے ہونگے تو آپ اے نبی! انکی باتوں میں نہ آنا، انکی جھوٹی گواہی سے متاثر نہ ہونا اور آپ ایسے لوگوں کی خواہشات کی پیروی بھی نہ کرنا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور جو یوم آخرت پر ایمان بھی نہیں رکھتے اور اپنے رب کے برابر دوسرے معبودان باطل کو لا کھڑا کرتے ہیں۔

درس نمبر (۶۲۱) مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو الانعام: ۱۵۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے تَعَالَوْا اَتْلُ آؤ میں پڑھتا ہوں مَا جو کچھ حَرَّمَ حرام کیا رَبُّكُمْ تمہارے رب نے عَلَيْكُمْ تم پر اَلَّا تُشْرِكُوْا کہ شریک نہ ٹھہراؤ تم بِهٖ اس کے ساتھ شَيْئًا کسی چیز کو وَبِالْوَالِدَيْنِ والدین کے ساتھ اِحْسَانًا احسان کیا کرو وَلَا تَقْتُلُوْا اور تم قتل مت کرو اَوْلَادَكُمْ اپنی اولاد کو مِّنْ اِمْلَاقٍ مفلسی کے ڈر سے نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں وَاِيَّاهُمْ اور انہیں (بھی) وَلَا تَقْرَبُوْا اور تم قریب مت جاؤ الْفَوَاحِشَ بے حیائی کے کاموں کے مَا ظَهَرَ جو ظاہر ہوں مِنْهَا ان میں سے وَمَا بَطَنَ اور جو پوشیدہ وَلَا تَقْتُلُوْا اور تم قتل مت کرو النَّفْسَ اس جان کو الَّتِيْ جس کو حَرَّمَ اللّٰهُ اللہ نے حرام کیا اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ ذٰلِكُمْ یہ (سب باتیں) وَصّٰكُمْ (اللہ

نے) تمہیں وصیت کی ہے بِهٖ ان کی لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تا کہ تم سمجھو

ترجمہ: کہہ دو کہ (لوگو!) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (اُن کی نسبت اُس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) اچھا سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تمہیں اور انہیں ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ اُن کے پاس نہ جانا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کا وہ تمہیں ارشاد فرماتا ہے تا کہ تم سمجھو

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے یہود! آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ نے کن چیزوں کو حرام فرمایا ہے؟

۲۔ اللہ نے شرک کو حرام فرمایا۔

۳۔ والدین کی نافرمانی کو حرام فرمایا۔

۴۔ تنگدستی کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے کو حرام فرمایا۔

۵۔ رزق تو اللہ انکو بھی دیتے ہیں اور تمہیں بھی دیتے ہیں

۶۔ کھلے اور چھپے کسی بھی گناہ کے کرنے کو حرام فرمایا۔

۷۔ کسی بھی آدمی کی جان لینے کو بھی حرام فرمایا، ہاں! اگر کسی جرم کی وجہ سے ہو تو کوئی بات نہیں۔

۸۔ یہی وہ چیزیں ہیں جنکی وصیت اللہ تمہیں کرتا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں وہ چیزیں بتلا رہے ہیں جو خود اللہ نے حرام کی ہیں۔ تو آپ ﷺ کی زبانی انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اے یہود! آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ نے کیا کیا چیزیں حرام کر رکھی ہیں؟ تو سنو! اللہ نے شرک کو حرام فرمایا کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور ساتھ ہی والدین کی نافرمانی کو بھی حرام فرمایا اور انکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم صادر فرمایا اور فاقہ کشی وتنگدستی کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے کو بھی حرام فرمایا ہے، کیوں کہ تم انہیں تنگدستی کے خوف سے قتل کرتے ہو جبکہ تمہیں اور انہیں رزق دینا، تمہیں اور انہیں کھلانا یہ تو اللہ کے ذمہ ہے تو پھر تمہارا انہیں قتل کرنے کا کیا مطلب؟ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان یہود ومشرکین کے شیاطین انہیں حکم دیتے تھے کہ تم اپنی اولاد کو مار دو، دفنا دو ورنہ تم محتاج وفقیر ہو جاؤ گے۔ (تفسیر قرطبی) اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی حرام فرمایا ہے کہ تم نہ کھلے گناہوں کے مرتکب ہو اور نہ ہی پوشیدہ گناہوں کے یعنی کھلم کھلا بھی گناہ نہ کرو اور چھپ چھپا کر تنہائیوں میں بھی گناہ نہ کرو۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جاہلیت میں لوگ چھپ کر زنا کرنے کو گناہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ کھلم کھلا زنا کرنے کو برا سمجھتے تھے تو اسی کے ضمن میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نہ تم چھپ کر گناہ کرو نہ علانیہ، یہی وہ چیزیں ہیں جنکی وصیت اور تاکید اللہ تمہیں کرتا ہے، تم ان چیزوں کے پابند بنو، یہ بیان کرنا اس لئے ہے کہ تمہیں کچھ سمجھ بوجھ آ سکے، اچھے اور برے میں تم تمیز کر سکو تمہاری عقل کچھ کام کر سکے۔

درس نمبر (۶۲۲) **یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ** الانعام:۱۵۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۵۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَقْرَبُوْا اورتم قریب مت جاؤ مَالَ الْيَتِيْمِ یتیم کے مال کے اِلَّا مگر بِالَّتِيْ اس (طریقے) کے ساتھ هِيَ اَحْسَنُ جو بہترین ہو حَتّٰى یہاں تک کہ يَبْلُغَ وہ پہنچ جائے اَشُدَّهٗ اپنی پختگی کو وَاَوْفُوْا اورتم پورا کرو الْكَيْلَ ماپ وَالْمِيْزَانَ اورتول کو بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ لَا نُكَلِّفُ ہم تکلیف نہیں دیتے نَفْسًا کسی نفس کو اِلَّا مگر وُسْعَهَا اس کی طاقت کے مطابق ہی وَاِذَا اور جب قُلْتُمْ تم کہو فَاعْدِلُوْا توانصاف سے کام لو وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اگرچہ وہ قریبی (ہی) ہو وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اوراللہ کا عہد اَوْفُوْا تم پورا کرو ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ یہ (اللہ نے) تمہیں وصیت کی ہے بِهٖ اس کی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریق سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کیساتھ پوری پوری کیا کرو۔ ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب (کسی کی نسبت) کوئی بات کہوتو انصاف سے کہو گو وہ (تمہارا) رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاو، ہاں! اگر نیت انکے مال کو ضائع کرنا نہ ہوتو کوئی بات نہیں، جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائیں

۲۔ ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا پورا کرو۔

۳۔ اللہ کسی انسان کو اسکی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں کرتا۔

۴۔ جب بھی کوئی فیصلہ کروتو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، چاہے وہ فیصلہ تمہارے رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

۵۔ اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

۶۔ ان چیزوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم کچھ نصیحت حاصل کرسکو۔

اس آیت میں بھی انہیں چیزوں کو بیان کیا جارہا ہے جو کہ حرام ہیں۔ ان میں سے پہلی چیز جو اللہ نے اس آیت میں حرام قرار دی وہ یتیم کے مال کو ناحق کھانا اور بلاضرورت، مال کو ضائع کرنے کی نیت سے استعمال کرنا اور کھانا یہ اللہ نے حرام قرار دیا ہے، ہاں! اگر کوئی کفیل جو یتیم کی کفالت کر رہا ہو مفلس ومحتاج ہوتو بقدر ضرورت اس یتیم کے مال کو استعمال کرسکتا ہے

اور اگر محتاج نہ ہو تو اسکا استعمال اسکے لئے حرام ہے جب تک کہ وہ یتیم بالغ یا سمجھ بوجھ کی عمر تک نہ پہنچ جائے، پھر اسکے بعد حکم دیا جا رہا ہے کہ ناپ تول کو پورا پورا انصاف کے ساتھ کرو اس میں ڈنڈی نہ مارو۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سپرد دو ایسے کام کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ ہلاک و برباد ہو گئے، یعنی ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے ۔(ترمذی: ۱۲۱۷) پھر آگے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہماری یہ سنت ہے کہ ہم کسی انسان کو اسکی طاقت سے زیادہ کسی بھی کام کا حکم نہیں فرماتے، جو بھی حکم فرماتے ہیں اس کی طاقت کے بقدر حکم دیتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم فرمارہے ہیں کہ تم لوگ جب بھی فیصلہ کرو یا گواہی دو تو ایسی صورت میں انصاف کا خاص خیال رکھو، انصاف کرتے وقت رشتہ داری کا لحاظ نہ رکھو اگر کوئی فیصلہ رشتہ دار یا دوست واحباب کے خلاف ہو تب بھی اسکو صادر کرو ایسی چیزوں میں انصاف سے کام لو اور جو عہد اللہ نے تم سے لئے ہیں یعنی جو احکام اس نے تم کو دیئے ہیں جیسے کہ شرک نہ کرنا، گناہوں سے بچنا وغیرہ تم اسکے احکامات کو بجالاو، پھر اللہ فرمارہے ہیں کہ یہی وہ چیزیں ہیں جنکا اللہ تمہیں حکم دے رہا ہے، ان چیزوں پر عمل کرو جو تم نے اپنے گمان سے اور شیطان کے حکم سے ایجاد کر رکھے ہیں ان سے بچو، شاید کہ تم ان باتوں کو سن کر کچھ نصیحت حاصل کرلو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ یہ آیتیں محکمات میں سے ہیں، یعنی یہ وہ آیتیں ہیں جن میں احکامات بیان کئے گئے ہیں۔

درس نمبر (۶۲۳) **یہ سیدھا راستہ ہے اِسی پر چلو** الانعام: ۱۵۳-۱۵۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَنَّ اور بلاشبہ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا یہ میرا سیدھا راستہ ہے فَاتَّبِعُوْهُ لہٰذا تم اس کی پیروی کرو وَلَا تَتَّبِعُوا اور تم پیروی مت کرو السُّبُلَ (اور) راستوں کی فَتَفَرَّقَ اس لئے کہ وہ الگ کردیں گے بِكُمْ تمہیں عَنْ سَبِيْلِهٖ اس (اللہ) کے راستے سے ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ یہ (اللہ نے) تمہیں وصیت کی ہے بِهٖ اس کی لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم ڈرو ۝۱۵۳ ثُمَّ آتَيْنَا پھر ہم نے دی مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ کو کتاب تَمَاماً پورا کرنے کے لیے (نعمت کو) عَلَى الَّذِیْ اس شخص پر جس نے أَحْسَنَ نیکی کی وَتَفْصِيْلاً اور تفصیل بیان کرنے کے لیے لِّكُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کی وَهُدًى اور (باعث) ہدایت وَرَحْمَةً اور (ذریعۂ) رحمت لَّعَلَّهُمْ تاکہ وہ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی ملاقات پر يُؤْمِنُوْنَ ایمان لے آئیں

ترجمہ: اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ (اُن پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو ۝۱۵۳ (ہاں) پھر (سن لو کہ) ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ اُن لوگوں پر جو نیکوکار ہیں نعمت پوری کردیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان (ہے) اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تاکہ (ان کی اُمت کے) لوگ اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کریں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جو بیان کیا ہے وہی سیدھا راستہ ہے تو تم سب اسی کی اتباع کرو۔

۲۔ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستوں کی اتباع نہ کرو ورنہ وہ تمہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دینگے۔

۳۔ یہ اللہ کی وصیتیں ہیں جو وہ تمہیں سناتا ہے تاکہ تم اس سے ڈرو۔

۴۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک کتاب) تورات (دی جو نیک لوگوں کے لئے نعمت کی تکمیل ہے۔

۵۔ اس کتاب میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور یہ کتاب باعثِ ہدایت ورحمت بھی ہے

۶۔ ان باتوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ کی ملاقات کا یقین کرلو۔

اس آیت میں یہ کہا جا رہا ہے کہ جو بھی احکامات پچھلی آیتوں میں اللہ نے بیان کئے ہیں وہی سیدھے راستہ کی جانب لیجاتے ہیں، اس راستہ کو چھوڑ کر اگر کسی دوسرے راستہ کو اپناوگے جو کہ یہودیوں نے بنا رکھے ہیں تو ایسی صورت میں اس سیدھے راستہ سے یہ مختلف راستے تم کو سیدھے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔ یہ باتیں اللہ اس لئے تمہیں سناتا ہے تاکہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وَلَاتَتَّبِعُوا السُّبُلَ سے مراد بدعات اور مشتبہ چیزیں ہیں۔ (تفسیر قرطبی) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اسکے بعد اپنے دائیں اور بائیں لکیریں کھینچی اور کہا کہ یہ ایسے راستے ہیں کہ جن میں سے ہر راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور انہیں اس جانب بلاتا ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن ماجہ:۶۰۸)

اللہ تعالیٰ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے رہے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان یہودیوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایک کتاب دی تھی جو کہ ایمان والوں کے لئے نعمتوں کا تکملہ تھا، اور یہی نہیں اس کتاب میں ہر چیز کی تفصیل لکھی ہوئی ہے کہ کونسی چیز حلال ہے اور کونسی حرام؟ کونسا کام گناہ کا ہے کونسا کام ثواب کا؟ اور ساتھ ہی یہ کتاب یعنی تورات راہ ہدایت بھی ہے کیونکہ اس کتاب میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی بات بھی کہی گئی ہے اور رحمت کا سبب بھی ہے کہ اگر انسان اس کتاب کو مان لے اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے تھا تو وہ تو نجات پا گیا اور جو باقی ہے وہ اس کتاب میں مذکور احکامات کو پڑھ سکتا ہے اور اس کے لئے قرآن پر عمل کرنا بھی آسان ہوگا، ان باتوں کو بیان کرنے کا مقصد بس اتنا ہے کہ تم صاحبِ ایمان بن جاؤ۔

درس نمبر (۶۲۴) قرآنِ مجید بابرکت کتاب ہے اس کی اتباع کرو الانعام:۱۵۵۔۱۵۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۵۵ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝۱۵۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهٰذَا اور یہ (قرآن) كِتٰبٌ ایک (عظیم) کتاب ہے اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو اتارا مُبٰرَكٌ مبارک

ہے فَاتَّبِعُوْهُ چنانچہ تم اس کی پیروی کرو وَاتَّقُوْا اور ڈرو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم رحم کیے جاؤ ۝۱۵۵ اَنْ تَقُوْلُوْٓا تاکہ (نہ) تم
کہو اِنَّمَآ اُنْزِلَ بلاشبہ نازل کی گئی تھی الْكِتٰبُ کتاب عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ دوگروہوں پر مِنْ قَبْلِنَا ہم سے پہلے وَاِنْ كُنَّا
اور بے شک تھے ہم عَنْ دِرَاسَتِهِمْ ان کے پڑھنے پڑھانے سے لَغٰفِلِيْنَ البتہ غافل

ترجمہ: اور (اے کفر کرنے والو!) یہ کتاب بھی ہم نے ہی اتاری ہے، برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے O (اور اس لئے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری تھیں اور ہم اُن کے پڑھنے سے (معذور اور) بے خبر تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ کتاب) قرآن (جو ہم نے نازل کی ہے وہ بابرکت ہے۔

۲۔ لہذا اس کتاب کی اتباع کرو۔

۳۔ اس اتباع کے ذریعہ شاید تم پر رحم کیا جائے۔

۴۔ اس کتاب کو اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو جماعتوں پر کتاب اتاری گئی۔

۵۔ ہمیں تو معلوم نہیں کہ ان کتابوں میں کیا احکامات ہیں؟

اس سے پہلی آیت میں تورات کے بارے میں فرمایا گیا تھا کہ تورات کتاب ہدایت ورحمت ہے اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ اس کتاب کو ہم نے نازل کیا جو کہ بابرکت ہے لہذا تم لوگ اب اس کتاب کی اتباع کرو، پچھلی جو کتابیں آئی تھیں وہ اب باقی نہیں رہیں۔ یہود ونصاری نے ان کتابوں کو بدل ڈالا، ان کتابوں میں تحریف کرڈالی لہذا اب یہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کی تحریف وکجی نہیں ہے اور یہ کتاب پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے یعنی اس کتاب میں اور ان سے پہلی کتابوں میں کوئی تضاد یا تکرار نہیں ہے لہذا تم لوگ اب اس کتاب کی اتباع کرو، شاید کہ اس کتاب کی اتباع کرنے اور اسکے احکامات پر عمل کرنے کی وجہ سے تم پر رحم کیا جائے اور تمہاری بخشش ہو جائے۔

اس کتاب کو اتارنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تم اے مشرکو! یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے دو جماعتوں یعنی یہود ونصاری کو کتابیں دی گئیں، ان کتابوں کے ذریعہ انکی رہنمائی کی گئی، انکو سیدھا راستہ بتلادیا گیا مگر ہمارے پاس ایسی کوئی کتاب ہی نہیں ہے جس پر ہم چل سکیں، جسکی پیروی واتباع کرسکیں اور ہم تو ایسے ہیں کہ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ان پچھلی کتابوں میں کیا کیا احکامات تھے؟ اسی حجت کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل کیا ہے تاکہ مشرکین کے پاس اب کوئی حجت باقی نہ رہے۔

درس نمبر (۶۲۵) تمہارے رب کی طرف سے دلیل، ہدایت اور رحمت آچکی ہے الانعام: ۱۵۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا

كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝١٥٧

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَوْتَقُوْلُوْا یا تم کہو لَوْ اگر اَنَّا بلاشبہ اُنْزِلَ نازل کی جاتی عَلَيْنَا ہم پر الْكِتَابُ کتاب لَكُنَّا تو البتہ ہم ہوتے اَهْدٰى زیادہ ہدایت یافتہ مِنْهُمْ ان سے فَقَدْ تو تحقیق جَاءَكُمْ آ گئی ہے تمہارے پاس بَيِّنَةٌ واضح دلیل مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَهُدًى اور ہدایت وَرَحْمَةٌ اور رحمت فَمَنْ چنانچہ کون اَظْلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ اس سے جس نے كَذَّبَ جھٹلایا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کو وَصَدَفَ اور اعراض کیا عَنْهَا اس سے سَنَجْزِي عنقریب ہم سزا دیں گے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يَصْدِفُوْنَ اعراض کرتے ہیں عَنْ آيَاتِنَا ہماری آیات سے سُوْٓءَ الْعَذَابِ سخت عذاب کی بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ وہ اعراض کرتے تھے

ترجمہ: یا (یہ نہ) کہو اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم اُن لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے رستے پر ہوتے۔ سو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور اُن سے (لوگوں کو) پھیرے؟ جو لوگ ہماری آیتوں سے پھیرتے ہیں اس پھیرنے کے سبب ہم اُن کو بُرے عذاب کی سزا دیں گے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یا مشرکین یہ نہ کہیں کہ اگر ہم پر بھی کوئی کتاب اتاری جاتی تو ہم ان لوگوں سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوتے۔

۲۔ تو اب تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے دلیل، ہدایت اور رحمت آ گئی ہے۔

۳۔ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور پھر اس سے دوسروں کو بھی روکے؟

۴۔ جلد ہی ہم ان لوگوں کو دردناک عذاب دینگے جو دوسروں کو ہماری آیتوں سے روکا کرتے تھے انکے اس روکنے کی وجہ سے۔

اس آیت میں ان مشرکین کی ایک اور حجت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ انہیں یہ بات کہنے کا بھی کوئی موقع نہ ملے کہ اگر اللہ ہم پر ان پچھلے لوگوں کی طرح کوئی آسمانی کتاب نازل کر دیتا تو ہم ان لوگوں سے زیادہ اس کتاب پر عمل کرتے، جو حکم ہمیں دیا جاتا ہم اس پر عمل کرتے، جن چیزوں سے روکا جاتا ہم ان سے رک جاتے۔ اس لئے اللہ نے اس کتاب یعنی قرآن کریم کو نازل فرمایا۔ اور جب یہ کتاب نازل ہوگئی جو کہ واضح دلیل ہے ان چیزوں پر جنکا حکم دیا گیا اور جن چیزوں سے روکا گیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ کتاب راہِ ہدایت ہے کہ اسکی اتباع کر کے ہدایت تک پہنچا جا سکتا ہے اور جب اسکی اتباع کے ذریعہ راہ ہدایت مل جائے تو اب یہ کتاب رحمت کا سبب ہے کہ انکی بخشش کر دی جائیگی اور وہ جنتوں اور باغات میں سکون سے رہیں گے۔ لیکن جب یہ کتاب نازل ہوگئی تو یہ مشرکین اس کتاب کو جھٹلانے لگے، اس کتاب کی آیتوں کا انکار کرنے لگے، اس کتاب سے اعراض کرنے لگے اور منہ پھیرنے لگے، اور دوسروں کو بھی اس کلام سے روکنے لگے، اب اللہ فرما رہے ہیں کہ تم تو پہلے بڑی بڑی باتیں کرتے تھے کہ اگر کوئی آسمانی کتاب ہم پر بھی نازل ہو جائے تو ہم ان پچھلے لوگوں سے بڑھ کر اس کتاب پر عمل کرینگے

سو جب یہ کتاب آ گئی تو اب تم روگردانی کرنے لگے؟ اے مشرکو! تم سے بڑا ظالم کون ہوگا کہ ایک تو تم اپنی باتوں پر نہیں رہے اور اس کتاب کو جھٹلانے لگے اور ظلم بالائے ظلم کہ تم دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے سے روکتے ہو؟ یاد رکھو! جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے، اس سے روگردانی کرتا ہے اور لوگوں کو اس کتاب سے روکتا ہے تو اس کے لئے قیامت کے دن رسوا کن دردناک عذاب تیار ہے۔

درس نمبر (٦٢٦) **تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں** الانعام: ۱۵۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْيَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْيَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝١٥٨

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هَلْ يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار نہیں کرتے اِلَّآ مگر اَنْ تَاْتِيَهُمْ کہ آئیں ان کے پاس الْمَلَآئِكَةُ فرشتے أَوْ یا يَأْتِيَ آئے رَبُّكَ آپ کا رب أَوْ یا يَأْتِيَ آئے بَعْضُ کوئی آيَاتِ بڑی نشانی رَبِّكَ آپ کے رب کی يَوْمَ جس دن يَأْتِيْ آ جائے گی بَعْضُ کوئی آيَاتِ بڑی نشانی رَبِّكَ آپ کے رب کی لَا يَنْفَعُ نفع نہیں دے گا نَفْسًا کسی نفس کو إِيْمَانُهَا اس کا ایمان (لانا) لَمْ تَكُنْ کہ نہیں تھا وہ آمَنَتْ ایمان لایا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے أَوْ یا كَسَبَتْ (نہیں) کمائی اس نے فِيْ إِيْمَانِهَا اپنے ایمان میں خَيْرًا کوئی بھلائی قُلِ کہہ دیجئے انْتَظِرُوْا تم انتظار کرو إِنَّا یقیناً ہم (بھی) مُنْتَظِرُوْنَ منتظر ہیں

ترجمہ: یہ اس کے سوا اور کس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود تمہارا رب آئے یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آئیں۔ (مگر) جس روز تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کئے ہوں گے (تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہوگا۔ اے پیغمبر! (ان سے) کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کیا تم اے مشرکو! اس بات کے منتظر ہو کہ ملک الموت آ جائے، یا اللہ تمہارا رب ہی آ جائے یا یہ کہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی آ جائیں۔

۲۔ یاد رکھو! جب قیامت کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو اسوقت ایمان لانا کسی کو فائدہ نہیں دے گا۔

۳۔ یا کسی صاحب ایمان کا اسوقت اعمال خیر کرنا بھی کچھ فائدہ مند نہ ہوگا۔

۴۔ لہٰذا تم بھی قیامت کا انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ بطور سوال ان مشرکین سے کہہ رہے ہیں کہ اب جبکہ اللہ کی ہدایت اور آسمانی کتاب

اور نبی آخر الزماں تمہارے پاس آ چکے ہیں تو اب پھر تم کس چیز کے انتظار میں ہو؟ کیا تم اس چیز کا تو انتظار نہیں کر رہے ہو کہ ملک الموت تمہارے پاس آ جائیں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ آ جائے؟ مطلب یہ کہ قیامت آ جائے یا یہ نہ سہی تو پھر قیامت کی کچھ نشانیاں ہی ظاہر ہو جائیں؟ سنو! اگر تم لوگ اس چیز کے منتظر ہو تو یاد رکھنا کہ جب قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں گی تو اس وقت ایمان لانا کچھ فائدہ مند نہ ہوگا، اسی لئے اب بھی موقع ہے کہ ایمان لے آؤ اور جب یہ نشانیاں شروع ہو جائیں گی تو اسوقت نیکی کا کام کرنا خود مسلمانوں کو بھی فائدہ نہیں دے گا، جتنا بھی کرنا ہے جو بھی کرنا ہے وہ سب ان نشانیوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی کر لو بعد میں کسی کو کوئی موقع نہیں دیا جائے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے، اور جب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو ایمان لے آئیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ کسی کا ایمان لانا ایسے وقت میں اسے کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ (بخاری: ۴۶۳۵)

تو اگر تم لوگ اب اسی کے انتظار میں ہو تو چلو انتظار کرتے رہو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں، تب تمہیں پتہ چلے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟

درس نمبر (۶۲۷) دین میں تفرقہ ڈالنے والوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں الانعام: ۱۵۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝١٥٩

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ جنہوں نے فَرَّقُوْا تفرقہ بازی کی دِيْنَهُمْ اپنے دین میں وَ كَانُوْا اور وہ ہو گئے شِيَعًا گروہ گروہ لَّسْتَ آپ نہیں ہیں مِنْهُمْ ان سے فِيْ شَيْءٍ کسی چیز میں اِنَّمَا اَمْرُهُمْ بس ان کا معاملہ اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف ہے ثُمَّ پھر يُنَبِّئُهُمْ وہ انہیں خبر دے گا بِمَا اس چیز کی جو كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے تھے

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ان سے تمہیں کچھ کام نہیں۔ ان کا کام اللہ کے حوالے ہے پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ اُن کو (سب) بتائے گا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال دیا اور گروہوں میں بٹ گئے تو ان لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ کا کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے یہاں محفوظ ہے۔

۳۔ جب قیامت قائم ہوگی تو ہم انکے اعمال انہیں دکھلا دینگے۔

اس آیت سے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں بعض کے نزدیک ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے وہ لوگ جدا جدا ہو گئے اور الگ الگ جماعتوں میں بٹ گئے اور بعض کے نزدیک اس امت کے اہلِ

بدعت ہیں کہ جو لوگ اللہ کے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہات میں پڑ گئے اور گروہوں میں بٹ گئے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد اہلِ بدعت اور متشابیات کے پیچھے پڑنے والے، اور گمراہ لوگ ہیں۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

بہر حال ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے نبی! ان کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے، انکے بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کا معاملہ تو اللہ کے یہاں پیش ہوگا اور وہی ان کا فیصلہ فرمائے گا اور اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں انکے اعمال کے بارے میں بتلا دے گا کہ کیا صحیح تھا اور کیا غلط؟ تمہارا عمل درست تھا یا غیر درست؟ بس آپ اس معاملہ کو اللہ ہی کے سپرد کر دیں وہی ان سے حساب لے گا۔

درس نمبر (۶۲۸) جو ایک نیکی کرے گا اسے دس کے برابر ثواب دیا جائے گا الانعام: ۱۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَن جو شخص جَاءَ لائے گا بِالْحَسَنَةِ (ایک) نیکی فَلَهُ تو اس کے لیے عَشْرُ أَمْثَالِهَا اس کا دس گنا (ثواب) ہے وَمَن اور جو شخص جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ ایک برائی لائے گا فَلَا يُجْزَى وہ سزا نہیں دیا جائے گا إِلَّا مِثْلَهَا مگر اس کے مثل وَهُمْ اور وہ لَا يُظْلَمُونَ ظلم نہیں کیے جائیں گے

ترجمہ: جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا اُس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی اور جو بُرائی لائے گا اُسے سزا اتنی ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جو کوئی ایک نیکی کریگا تو اسے دس کے برابر ثواب دیا جائیگا۔

۲۔ جو کوئی ایک گناہ کریگا تو اسے ایک ہی گناہ کی سزا دیجائیگی۔

۳۔ قیامت کے دن کسی پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ جو کوئی گناہ کے مرتکب ہوئے تھے اور گروہوں میں بٹ گئے تھے پھر وہ اپنے برے اعمال سے توبہ کر کے نیکی کی طرف مائل ہو گئے اور نیکیاں جمع کرنے میں لگ گئے تو اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی بھی ایک نیکی اپنے ساتھ لائیگا تو اسے دس نیکیوں کا ثواب دیا جائیگا، یعنی دس گنا زیادہ ثواب ملے گا، لیکن جب کوئی ایک گناہ کا مرتکب ہوگا وہ ایسا نہیں کہ اسے بھی دس گنا زیادہ گناہ ہوگا بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والے ہیں اسے اس ایک گناہ کی ہی سزا دی جائیگی، کسی پر کسی قسم کا کوئی ظلم قیامت کے دن نہیں ہوگا ہر کسی کو اسکے اعمال کے بقدر ہی سزا و جزا دی جائے گی۔ اگر کوئی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رضا پر چلے گا تو اسکے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں، لہذا ہمیں بھی اپنے اعمال پر نگاہ ڈالنی چاہیے۔ ہم سے جو گناہ علانیہ یا پوشیدہ طور پر سرزد ہو گئے ہوں تو اللہ سے توبہ کر کے معافی تلافی کر لینی چاہیے تاکہ ہم بھی

اللہ کے ان بندوں میں شامل ہوسکیں جنہیں بخشش کا پروانہ ملا ہو۔ بعض حضرات نے مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ سے مراد ایمان لیا ہے اور مَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ سے مراد شرک و کفر لیا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال چھ قسم کے ہوتے ہیں دو واجب کرنے والے، دو زیادہ کرنے والے اور دو برابر۔

بہر حال واجب کرنے والی دو چیزیں یہ ہیں کہ جو اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائیگا اور جو مشرک ہونے کی حالت میں اللہ سے ملاقات کرے تو وہ جہنم میں جائیگا، اور زیادہ کرنے والے اعمال یہ ہیں کہ مومن کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا سات سو گنا زیادہ ہے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا دس گنا زیادہ ثواب کا باعث ہے ۔اور برابر برابر یہ ہے کہ جب بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس پر ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل بھی کرے تو ایک گناہ لکھا جائیگا۔

درس نمبر (۶۲۹) ہمارا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہو الانعام:۱۶۱۔۱۶۲

أَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ إِنَّنِيۡ هَدَانِيۡ رَبِّيۡ إِلَى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ دِيۡناً قِيَماً مِّلَّةَ إِبۡرَاهِيۡمَ حَنِيۡفاً وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ O قُلۡ إِنَّ صَلاتِيۡ وَنُسُكِيۡ وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِيۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلۡ کہہ دیجئے إِنَّنِيۡ بلاشبہ هَدَانِيۡ مجھے ہدایت دی رَبِّيۡ میرے رب نے إِلَى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ صراطِ مستقیم کی طرف دِيۡناً (یعنی) دین قِيَماً صحیح کی مِّلَّةَ جو طریقہ ہے إِبۡرَاهِيۡمَ ابراہیم کا حَنِيۡفاً اس حال میں کہ وہ رب کا پرستار تھا وَمَا كَانَ اور نہیں تھا وہ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ مشرکوں میں سے O قُلۡ کہہ دیجئے إِنَّ یقیناً صَلاتِيۡ میری نماز وَنُسُكِيۡ میری قربانی وَمَحۡيَايَ اور میری زندگی وَمَمَاتِيۡ اور میری موت (سب) لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ اللہ رب العالمین کے لیے ہے

ترجمہ: کہہ دو کہ مجھے میرے رب نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے (یعنی دین صحیح) مذہب ابراہیم (علیہ السلام) کا جو ایک (اللہ) ہی کی طرف کے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے O (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کیلئے ہے

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ کے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے سیدھا راستہ دکھلا دیا ہے۔

۲۔ وہ سیدھا درست دین وہی ہے جس پر ملت ابراہیمی بھی قائم تھی۔

۳۔ ابراہیم علیہ السلام مشرک نہیں تھے۔

۴۔ اے نبی! آپ یہ بھی فرما دیجئے کہ میری نماز، قربانی، جینا اور مرنا سبھی اللہ کے لئے ہے۔

پچھلی آیتوں میں کفار و یہود و نصاریٰ کا ذکر تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر اللہ ہمارے پاس کوئی کتاب بھیج دیتا تو ہم سیدھا راستہ اپنا لیتے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اے نبی! آپ ان سے کہئے کہ ہدایت تو میرے اللہ نے مجھے دی رکھی ہے اس راستہ کی جانب جو بالکل درست اور صحیح ہے۔ یہ وہی راستہ ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام بھی قائم تھے، تم لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تم چل رہے ہو حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کا دین وہ نہیں ہے جسے تم اپنا رکھے ہو بلکہ انکا دین تو دین حنیف تھا کہ جس میں کفر و شرک کی بو تک نہ تھی۔ وہ مخلص اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ تمہاری طرح مشرک نہیں تھے، تو تمہارا یہ کہنا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں بالکل غلط ہے۔

شرک سے براءت کی خاطر کچھ کلمات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کہلوائے جارہے ہیں کہ اے مشرکو! سنو! میری نماز، میری قربانی و حج، میرا جینا اور میرا مرنا یہ سبھی اللہ کے لئے ہی ہے۔ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کیا کرتے تھے سو میں بھی انہیں کے طریقہ پر ہوں۔۔

جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے تو ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے أَصْبَحْنَا عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَعَلَى كَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ وَعَلَى دِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى مِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ہم نے فطرت اسلام، کلمۂ اخلاص اور محمد کے دین اپنے جدامجد حضرت ابراہیم کی ملت پر جو سب سے یکسو ہو گئے تھے مسلمان تھے اور مشرک نہ تھے کے ساتھ صبح کی۔ (مسند احمد)

درس نمبر (۶۳۰) **اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے** الانعام: ۱۶۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَا نہیں شَرِيكَ کوئی شریک لَهُ اس کا وَبِذَلِكَ اور اسی کا أُمِرْتُ میں حکم دیا گیا ہوں وَأَنَا اور میں أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ سب سے پہلا مسلمان ہوں

ترجمہ: جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اوّل فرمانبردار ہوں

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۲۔ انہیں کاموں کا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔

۳۔ سب سے پہلے اللہ کے نبی ہی اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

اس آیت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے کہہ رہے ہیں کہ تم لوگ اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہراتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں، اے مشرکو! سنو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسکا کوئی شریک نہیں، اللہ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے، نہ ہی اسکی اولاد ہے اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے۔ وہ تو لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ہے

۔یہی دین ابراہیم علیہ السلام کا بھی تھا، مگر تم لوگ انکے دین سے ہٹ چکے ہو، اپنے گمان اور خواہشات کی پیروی میں لگے ہو۔ اے مشرکو! جو احکامات اوپر بیان کئے گئے ہیں مجھے انہی کا حکم دیا گیا ہے، کہ میری، نماز، روزہ، حج، جینا، مرنا سب اللہ کے لئے ہی ہے۔اور میں ان تمام باتوں پر اس امت میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

درس نمبر (۶۳۱) قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا الانعام:۱۶۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے أَغَيْرَ اللّٰهِ کیا سوائے اللہ کے أَبْغِىْ میں تلاش کروں رَبًّا کوئی رب وَهُوَ جبکہ وہی ہے رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ ہر چیز کا رب وَلَا تَكْسِبُ اورنہیں کماتی كُلُّ نَفْسٍ کوئی جان (گناہ) اِلَّا عَلَيْهَا مگر اسی پر ہے (وبال) وَلَا تَزِرُ اورنہیں اٹھائے گی وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) وِّزْرَ اُخْرٰى بوجھ (کسی) دوسری (جان) کا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ پھر تمہارے رب کی طرف مَّرْجِعُكُمْ تمہاری واپسی ہے فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا كُنْتُمْ ساتھ اس چیز کے کہ تھے تم فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اس میں اختلاف کرتے

ترجمہ: کہو کہ کیا میں اللہ کے سوا اور رب تلاش کروں؟ اور وہی تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو کوئی (بُرا) کام کرتا ہے تو اُس کا نقصان اُسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتائے گا

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔اے نبی! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں؟ جبکہ وہی تو تمام چیزوں کا رب ہے۔

۲۔انسان کوانہیں اعمال کی جزا ملے گی جو اس نے خود کئے ہوں۔

۳۔کوئی انسان قیامت کے دن کسی انسان کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

۴۔پھر تمام انسانوں کو اللہ کے پاس جمع ہونا ہے پھر وہ تمہیں ان چیزوں کے بارے میں بتلا دے گا جس میں جھگڑا کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں توحید کا درس دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ اے نبی! آپ ان مشرکین سے جو کہ آپ کو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلا رہے ہیں یہ کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ اللہ تو ہمارا تمہارا اور ان سب کا رب ہے جسے تم اللہ کو چھوڑ کر معبود بناتے ہو۔ جب اللہ ہی سب کا رب ہے تو اسے چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنانا حماقت اور بے وقوفی ہے جس میں تم مبتلا ہو۔ یاد رکھو! یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ آپ ان معبودوں پر ایمان لے

آ ؤ پھر جو بھی عذاب یا سزا قیامت کے دن ہوگی وہ ہم لے لیں گے تو یہ تمہاری حماقت ہے، کیونکہ قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ جس میں انسان کو اسی کا بدلہ ملے گا جو اس نے خود کیا، کسی دوسرے کا بوجھ اور سزا کسی اور پر لادی نہیں جائے گی۔ نہ تم میرے کچھ کام آ سکو گے اور نہ ہی میں تمہارے۔ **لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ** ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ یہ باتیں اب تمہیں سمجھ میں نہیں آئیں گی، کیونکہ تمہاری عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور تمہارے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں، اب نہ تم کچھ سمجھ پاؤ گے اور نہ ہی حق کو اپناؤ گے۔ لہٰذا اس دن کا انتظار کرو جس دن اللہ تعالیٰ کے پاس ہم اور تم سب جمع ہو جائیں گے تو اس وقت وہ تمہیں بتلا دے گا کہ کون صحیح تھا اور کون غلط؟ وہ تمام چیزیں تمہارے سامنے کھول کھول کر رکھ دے گا جس میں تم ہم سے اختلاف کرتے تھے کہ ہم ان معبودوں کی جو عبادت کر رہے ہیں وہ غلط نہیں ہے۔ وہ سب چیزیں کل قیامت کے دن ظاہر ہو جائیں گی۔ اللہ تمہیں اور تمہارے معبودوں کو بھی قیامت کے دن لا کھڑا کرے گا تب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کون رب ہے؟

درس نمبر (۶۳۲) **وہی ہے جس نے تم کو جانشین بنایا** الانعام: ۱۶۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۶۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ الَّذِىْ اور وہی ہے جس نے جَعَلَكُمْ تمہیں بنایا خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ زمین میں جانشین وَرَفَعَ اور بلند کیا بَعْضَكُمْ تمہارے ایک کو فَوْقَ بَعْضٍ دوسرے پر دَرَجٰتٍ درجات میں لِّيَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ تمہیں آزمائے فِىْ مَآ ان (نعمتوں) میں جو اٰتٰىكُمْ اس نے تمہیں دیں اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب سَرِيْعُ الْعِقَابِ جلد سزا دینے والا ہے وَاِنَّهٗ اور بلاشبہ وہ لَغَفُوْرٌ البتہ بہت بخشنے والا ہے رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ۱۶۵

ترجمہ: اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تمہیں اپنا نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ اُس نے تمہیں بخشا ہے اُس میں تمہاری آزمائش کرے بیشک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں نائب بنایا

۲۔ کسی کو اونچا مقام دیا تو کسی کو نہیں، تاکہ وہ تمہیں آزمائے اسکی دی ہوئی چیزوں میں۔

۳۔ اللہ گناہوں کی وجہ سے جلد حساب بھی لیتے ہیں اور معاف بھی فرما دیتے ہیں۔

مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اے انسانو! اللہ تعالیٰ نے تم کو اس دنیا میں خلیفہ و جانشیں بنایا اس طور پر کہ تم سے پہلے امتی اور لوگ اب باقی نہیں رہے۔ اب اس دنیا میں تم ہی باقی ہو جو اس دنیا میں انکے جانشین و خلیفہ ہو جو تم سے پہلے گذرے ہیں،

اوراسی کے ساتھ ساتھ اللہ نے تم میں سے بعض کے درجات کو بعض کے مقابلہ میں اونچا بنایا ہے، کہ کسی کو امیر تو کسی کو غریب، کسی کو مالدار تو کسی کو مفلس، کسی کو بادشاہ تو کسی کو رعایا الغرض اللہ نے تمام کو ایک جیسا مقام ومرتبہ عطاء نہیں کیا کیوں کہ اللہ تم سب کو آزمانا چاہتا ہے کہ تم اس دولت پر اللہ کا شکرادا کروگے یا سرکش بن جاؤ گے؟ تم اس غربت پر اللہ پر اعتماد و بھروسہ کروگے یا پھر تم شکوہ شکایت کرنے میں لگ جاؤ گے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے نبی! آپ کا رب بہت جلد حساب لینے والا ہے یعنی بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ کا عذاب بہت جلد اس دنیا میں بھی آ جاتا ہے اور ان گناہوں کی سزا اس دنیا میں بھی انہیں ملے گی، جیسا کہ والدین کی نافرمانی، کمزوروں پر ظلم وغیرہ، لیکن اگر کسی سے گناہ ہو جائے اور اسے اپنے گناہوں پر پشیمانی و پچھتاوا ہو جائے اور وہ اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے معافی مانگے اور اس سے بخشش کا طلب گار ہو جائے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اس انسان کو معاف بھی کرتے ہیں وہ تو رحیم بھی ہے اور بخشنے والا بھی ہے۔

سورۃ الاعراف مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۲۴ رکوع اور ۲۰۶ آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر (۶۳۳) **قرآنِ مجید مومنوں کیلئے نصیحت ہے** الاعراف: ۱-۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الٓمّٓصٓ ۚ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓمّٓصٓ اللہ ہی اس کے معنی جانتے ہیں O كِتٰبٌ اُنْزِلَ (یہ) کتاب اُتاری گئی ہے اِلَيْكَ آپ کی طرف فَلَا يَكُنْ چنانچہ نہ ہو فِيْ صَدْرِكَ آپ کے سینے میں حَرَجٌ کوئی تنگی مِّنْهُ اس (کی وجہ) سے لِتُنْذِرَ تا کہ آپ ڈرائیں بِهٖ اس کے ذریعے وَذِكْرٰى اور نصیحت ہے لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے

ترجمہ: الٓمّٓصٓ O (اے محمد ﷺ! یہ) کتاب (جو) تم پر نازل ہوئی ہے اس سے تمہیں تنگدل نہیں ہونا چاہیئے (یہ نازل) اس لئے (ہوئی ہے) کہ تم اس کے ذریعے سے (لوگوں کو) ڈرسناؤ۔ اور (یہ) ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے محمد! یہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی ہے اس سے آپ کو تنگ دل نہیں ہونا چاہئے۔

۲۔ یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے آپ ڈرسنائیں۔

۳۔ اور یہ قرآنِ مجید نصیحت ہے مومنوں کے لئے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۂ یوسف کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور ابلیس کے درمیان ایک پردہ قائم کردیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام قیامت کے دن اس کی سفارش کریں گے۔ (تفسیر بیضاوی)

سورۂ اعراف کا آغاز حروفِ مقطعات الٓمّٓصٓ سے کیا گیا ہے جس کے معنے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

مفسرین یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد کو جانتے ہیں۔قرآن مجید وہ آفاقی کتاب ہے جو نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔یہ وہ کتاب ہے جس کو دل و جان سے قبول کرنا چاہیے۔اس کتاب کی حقانیت اور سچائی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر انسان کھلے دل سے اس کتاب کو قبول کرے اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے نبی کریم ﷺ سے بالراست اور امت محمد یہ سے بالواسطہ یہ بات کہی کہ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ یہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے اس سے آپ کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیے۔یہ کتاب، کتابِ لاریب ہے۔اس کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰهِ پس جبریل امین نے اتارا ہے اس کتاب کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔یہ وہ کتاب ہے جس کے فیصلوں کو کھلے دل سے قبول کیا جائے۔اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر فیصلہ دل کی خوشی اور بشاشت سے ہی قبول کیا جانا چاہئیے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا تمہارے رب کی قسم! وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ آپ کو حکم (جج) تسلیم نہ کریں ان معاملات میں جو ان کے آپس میں واقع ہوں پھر وہ اپنے دلوں میں کوئی حرج یعنی تنگی نہ پائیں۔قرآنِ مجید اس لیے نازل کی گئی تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈرایا جائے۔اس آیت میں لِتُنْذِرَ بِهٖ کے ذریعہ یہی کہا گیا کہ یہ کتاب اس لیے آئی ہے تا کہ نافرمان لوگوں کو اس کتاب کے ذریعہ ڈرایا جائے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے، اسی لیے کہا گیا: وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں کے لیے یہ نصیحت ہے۔قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی قران مجید کو ذِکْرٰی یعنی نصیحت نامہ قرار دیا گیا ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (العنکبوت:۵۱) بے شک اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

درس نمبر (۶۳۴) اللہ کی نازل کردہ کتابوں کی پیروی کرو الاعراف:۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِتَّبِعُوْا تم پیروی کرو مَآ اس چیز کی جو اُنْزِلَ اتاری گئی ہے اِلَیْکُمْ تمہاری طرف مِّنْ رَّبِّکُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَلَا تَتَّبِعُوْا اور تم پیروی نہ کرو مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا اَوْلِیَآءَ (اور) دوستوں کی قَلِیْلًا مَّا بہت ہی کم تَذَکَّرُوْنَ تم نصیحت حاصل کرتے ہو

ترجمہ: (لوگو) جو (کتاب) تم پر تمہارے رب کے ہاں سے نازل ہوئی ہے اُس کی پیروی کرو اور اُس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔لوگو! جو کتاب تم پر تمہارے رب کے پاس سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو

۲۔اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو
۳۔تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو

بندۂ مومن کے لیے اس کے سوا چارۂ کار ہی نہیں کہ وہ صرف انہی ہدایات کی اتباع کرے جو اس کے رب کی طرف سے اس کی ہدایت و نجات کے لیے نازل کی گئی ہیں۔مومن کی زندگی اتباع سے تعبیر ہے جس کی زندگی اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق نہیں وہ زندگی بندگی سے بالکل محروم ہے۔مومنانہ زندگی کی شان یہی ہے کہ اس زندگی میں آسمانی ہدایات کی اتباع ہو۔یہاں یہی حکم دیا جارہا ہے کہ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے تم اسی کی اتباع کرو۔جو اللہ کی نازل کردہ ہدایت پر چلیں گے وہ خوف اور حزن سے محفوظ رہیں گے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۸ میں یہی بات کہی گئی ہے۔دورِ رسالت میں جو کافر تھے وہ اس آفاقی نعمت سے محروم تھے وہ آفاقی ہدایتوں کی اتباع کرنے کے بجائے اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے تھے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۰ میں یہی بات کہی گئی ہے: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم تو اتباع کرتے ہیں اس کی جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۷۷ میں صاف طور پر یہ ہدایت دی گئی کہ تم اس قوم کی خواہشات کی پیروی مت کرو جو گمراہ ہو گئے۔ یہ ہدایت بھی دی گئی کہ اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کو ولی نہ بناو تمہارے کاموں کا بنانے والا صرف اور صرف ایک اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا جو تمہیں رزق دیتا ہے اس کو چھوڑ کر دوسروں کی اتباع مت کرو۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۶ میں خود رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا: اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ آپ خود اس طریقہ پر چلتے رہیے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۹ میں یوں کہا گیا: وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ اور آپ اس کی اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے۔سورۂ زمر کی آیت نمبر ۵۵ میں یوں کہا گیا: وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی کتاب کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری جانب نازل ہوئی ہے پیروی کرو۔یہاں اس حقیقت کا انکشاف بھی کر دیا گیا کہ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ بندگی کا تقاضا تھا کہ ہم ان تمام نصیحتوں پر عمل کرتے جو آفاقی کتاب کے ذریعہ ہمیں دی گئی ہیں مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

درس نمبر (۶۳۵) کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر ڈالا الاعراف: ۴۔۵۔۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۞ فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۞ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی بستیاں ہیں أَهْلَكْنَاهَا (کہ) ہم نے ان کو ہلاک کر دیا فَجَآءَهَا پھر آیا

ان کے پاس بَـأْسُنَا ہمارا عذاب بَیَاتاً رات کو اَوْ هُمْ یا (جبکہ) وہ قَآئِلُوْنَ دوپہر کو آرام کررہے تھےO فَمَا کَانَ پھر نہ تھی دَعْوٰاهُمْ ان کی پکار اِذْ جَآءَ هُمْ جب آگیا ان کے پاس بَاْسُنَآ ہمارا عذاب اِلَّآ مگر اَنْ یہ کہ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنَّا کُنَّا بلاشبہ ہم ہی تھے ظٰلِمِیْنَ ظالمO فَلَنَسْئَلَنَّ پھر ہم ضرور پوچھیں گے الَّذِیْنَ ان لوگوں سے کہ اُرْسِلَ بھیجے گئے اِلَیْهِمْ ان کی طرف (رسول) وَلَنَسْئَلَنَّ اور ہم ضرور پوچھیں گے الْمُرْسَلِیْنَ بھیجے گئے (رسولوں) سے

ترجمہ: اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے اسے تباہ کرڈالا جن پر ہمارا عذاب (یا تو رات کو) آتا تھا جب کہ وہ سوتے تھے یا (دن کو) جب وہ دوپہر کو آرام کرتے تھےO تو جس وقت ان پر عذاب آتا تھا اُن کے منہ سے یہی نکلتا تھا کہ (ہائے) ہم (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہےO تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم اُن سے بھی پوچھیں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کردیا جن پر ہمارا عذاب اس وقت آیا جب وہ رات میں سورہے تھے یا دوپہر میں قیلولہ کررہے تھے؟

۲۔ جس وقت ان پر عذاب آتا تھا تو ان کے منہ سے یہی نکلتا تھا کہ ہم اپنے اوپر ظلم کرتے رہے

۳۔ جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے بھی سوال کریں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے

اللہ تبارک وتعالی نے مختلف قوموں کو ان کے جرائم کی وجہ سے تباہ وبرباد کردیا۔ جن قوموں پر عذاب آیا وہ عذاب عموماً دو اوقات میں آیا۔ ایک تو عذاب راتوں کے وقت میں آیا جب کہ وہ غفلت کی نیند سو رہے تھے یا دوپہر کا وقت تھا جبکہ وہ قیلولہ کررہے تھے۔ اسی حقیقت کو اللہ تبارک وتعالی نے اس آیت میں بیان کیا کہ کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کردیا ان پر ایسے وقت میں ہمارا عذاب آیا جب کہ وہ رات گزارتے تھے یا ایسی حالت میں عذاب آیا کہ وہ دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے جب ان قوموں پر عذاب آیا اس وقت ان کی پکار یہی تھی کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم ہی ظالم رہے۔ ہم ہی نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا، لیکن اس وقت ان کا اعتراف کرنا انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں دیا۔ وہ عذاب میں ضرور مبتلا کئے گئے۔ ان پر دنیا میں بھی عذاب ہوگا اور آخرت میں بھی ان کی پکڑ ہوگی اور دائمی عذاب میں وہ مبتلا ہوں گے۔ ظلم کا اعتراف اور اقرار عذاب کے آنے سے پہلے ہونا چاہیے یہ نہیں کہ عذاب کو دیکھ کر اقرار کیا جائے۔ عذاب آنے کے بعد جو اقرار ہوتا ہے وہ اقرار اللہ کے ہاں معتبر نہیں ہے۔ یہاں ایک اور حقیقت یہ بیان کی گئی کہ اللہ تبارک وتعالی پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے جن کو اللہ تعالی نے رسول بنا کر بھیجا کہ انہوں نے اس ذمہ داری کو پورا کیا یا نہیں؟ اور ان سے بھی پوچھا جائے گا جن کی طرف ان پیغمبروں کو بھیجا گیا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک طرف پیغمبروں سے بھی سوال ہوگا تو دوسری طرف قوموں سے بھی سوال ہوگا۔ صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں ہے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پھر کچھ نصیحتیں فرمائیں آخر میں

فرمایا کہ میرے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا ہم گواہی دیں گے کہ أَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور اپنی ذمہ داری پوری کی اور امت کی خیر خواہی کی۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے کے پاس والی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر لوگوں کی طرف جھکایا اور تین بار اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کیا: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اے اللہ! تو گواہ ہو جا اے اللہ! تو گواہ ہو جا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کہ کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ عرض کریں گے کہ اے رب! میں نے تبلیغ کی تھی ان کی امت سے سوال ہوگا کہ انہوں نے تمہیں احکام پہنچائے تھے؟ وہ کہیں گے نہیں! ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے دعوی کی تصدیق کے کون گواہ ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے امتی میرے دعوی کی تصدیق کے گواہ ہیں۔ اس کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو لایا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ بیشک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کی تبلیغ کی تھی۔ (بخاری: ۳۳۳۹)۔ مسند احمد (۱۱۵۵۸) کی روایت ہے حضرت نوح علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے امتی بھی انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تبلیغ نہیں کی گئی ان کے نبیوں سے بھی سوال ہوگا کہ کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تبلیغ کی تھی ان سے گواہ طلب کیے جائیں گے وہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو بطورِ گواہ پیش کر دیں گے۔ چنانچہ یہ حضرات عرض کریں گے کہ ہم پیغمبروں کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں ان سے سوال ہوگا کہ تمہیں اس معاملے کی کیا خبر ہے؟ وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ہمارے پاس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے خبر دی کہ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کی تبلیغ کی، لہٰذا ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

درس نمبر (٦٣٦) قیامت کے دن کامیاب کون؟ الاعراف: ۷۔۸۔۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَنَقُصَّنَّ پھر ہم بیان کریں گے (سب باتوں کو) عَلَيْهِمْ ان پر بِعِلْمٍ علم کے ساتھ وَمَا كُنَّا اور نہ تھے ہم غَآئِبِيْنَ غائب ○ وَالْوَزْنُ اور (اعمال کا) وزن يَوْمَئِذٍ اس دن الْحَقُّ برحق ہے فَمَنْ پھر جو شخص کہ ثَقُلَتْ بھاری ہوگئی مَوَازِيْنُهٗ اس (کے نیک اعمال) کی میزان فَاُولٰٓئِكَ هُمْ تو وہی لوگ الْمُفْلِحُوْنَ کامیاب ہیں ○ وَمَنْ اور جو شخص کہ خَفَّتْ ہلکی ہوگئی مَوَازِيْنُهٗ اس کی میزان فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ ہیں الَّذِيْنَ جنہوں نے خَسِرُوْٓا خسارے میں ڈالا أَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کو بِمَا بوجہ اس کے کہ كَانُوْا تھے وہ بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کے ساتھ يَظْلِمُوْنَ بے انصافی کرتے

ترجمہ: پھر اپنے علم سے اُن کے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے O اور اس روز (اعمال کا) تولنا برحق ہے۔ تو جن لوگوں کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں O اور جن لوگوں کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اس لئے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم ان کے سامنے سارے واقعات خود اپنے علم کی بنیاد پر بیان کر دیں گے

۲۔ کیونکہ ہم ان واقعات کے وقت کہیں غائب تو نہیں تھے۔

۳۔ اس دن اعمال کا وزن ہونا اٹل حقیقت ہے۔

۴۔ جن کی ترازو کے پلّے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہوں گے

۵۔ جن کی ترازو کے پلّے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتی کر کے خود اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق لوگوں کے سامنے ان کے اقوال واعمال کی ساری حقیقتیں بیان کر دیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے غائب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ساری زندگی ان کے ساتھ رہے جہاں کہیں بھی وہ رہے **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ** (الحدید:۴) علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تشریح میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: **وَوُضِعَ الْكِتَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** اللہ تعالیٰ اس حقیقت کا انکشاف کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو ان کی کہی ہوئی باتوں اور کیے ہوئے کاموں کے بارے میں بتائیں گے، چاہے وہ باتیں اور کام تھوڑے ہوں یا زیادہ، بڑے ہوں یا چھوٹے۔ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ہر عمل کے گواہ ہیں اور انہیں ہر بندے کے ہر عمل اور قول کا پورا پورا علم ہے۔ جس طرح جنت اور دوزخ حق اور حقیقت ہے بالکل اسی طرح قیامت کے دن میزانِ عدل کا قائم ہونا بھی حق اور حقیقت پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار اور حق ہے کہ وہ صرف اپنے علم کی بنیاد پر بندوں کے اعمال کی جزا دے یا سزا دے لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے بلکہ بندوں کے سامنے ان کے اعمال کو تولا جائے گا، گواہیاں دی جائیں گی اور دلیلوں سے جرم کو ثابت کیا جائے گا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم پر ظلم کیا گیا۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد جنت اور دوزخ کے فیصلے ہوں گے۔ جن کے اعمال کو تولا جائے گا اور ان کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جائے گا تو ایسے لوگ خوش وخرم ہوں گے۔ جن کے نیک اعمال کا پلڑا ہلکا رہ جائے گا ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ سورۂ مومنوں کی آیت نمبر ۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** جن کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا وہ تو نجات پانے والے ہوں گے۔ سورۃ القارعہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: **فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ** پھر جس کے پلّے بھاری ہوں گے وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا اور جس کے پلڑے ہلکے ہونگے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔

درس نمبر (۶۳۷) **تمہیں رہنے کیلئے زمین اور زندگی کا سامان دیا گیا** الاعراف: ۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق مَكَّنّٰكُمْ ہم نے تمہیں قدرت دی فِي الْاَرْضِ زمین میں وَجَعَلْنَا ہم نے بنا دیئے لَكُمْ تمہارے لیے فِيْهَا اس میں مَعَايِشَ اسبابِ گزران قَلِيْلًا مَّا بہت ہی کم تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرتے ہو

ترجمہ: اور ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے سامانِ معیشت پیدا کئے (مگر) تم کم ہی شکر کرتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتائی گئی ہیں

۱۔ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی

۲۔ ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کا سامان پیدا کیا

۳۔ تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو

انسان رب ذوالجلال کی نعمتوں کی قدردانی نہیں کرتا یہ ناشکرا انسان اس بات پر بہت کم غور کرتا ہے کہ اس کے رب نے اس کو کیسی کیسی نعمتیں عطا کی ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کر کے لوہے سے بنی زمین پر چھوڑ دیتے تو انسان کس طرح اپنی بھوک اور پیاس مٹاتا؟ کس طرح وہ گرمی اور سردی کا مقابلہ کرتا؟ اس رب ذوالجلال نے ہم سب کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایسی پیاری کشادہ زمین پیدا کی جس زمین کو ہم اپنا ٹھکانہ بنا کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس زمین پر ہم چل پھر رہے ہیں، ایک شہر سے دوسرے شہر ایک بستی سے دوسری بستی بلکہ ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کر رہے ہیں، اس زمین پر ہم کھا پی رہے ہیں، بیٹھ رہے ہیں، سو رہے ہیں، ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں، دینی اور دنیاوی سیمینار، کانفرنس، جلسے، جلوس و دیگر تقریبات وغیرہ سب کچھ منعقد کر رہے ہیں۔ اس زمین سے ہمیں ترکاریاں، اناج، پھل پھلاریاں اور میوے الغرض وہ سب کچھ مل رہا ہے جس کو ہم روزانہ استعمال کر رہے ہیں۔ اس زمین کی پیداوار سے ہمارے لئے زیب و زینت والے لباس مہیا ہو رہے ہیں اور کیا چاہیے ہمیں؟ اس رب، رحمان و رحیم نے ہم سب کو اس زمین میں ٹھکانا عطا کیا، معیشت کا ساز و سامان فراہم کیا، ایسی پیاری زمین کہ اس کو کھودنا چاہو تو کھود کر اپنا مکان بنا لو، دانہ اور بیج بو کر سبزیاں اگا لو۔ اسی پیاری حقیقت کو پیارے رب نے یوں بیان کیا: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ اور ہم نے تم کو زمین میں ٹھکانا عطا کیا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ اور اس میں تمہارے لئے زندگی کا سامان پیدا کیا۔ ان نعمتوں کے بتلائے جانے کے بعد رب کائنات انسان کی اس کمزوری کو بتلا رہے ہیں کہ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ صبح سے شام تک، شام سے رات تک اور رات سے صبح تک انسان اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں استعمال کرتا

ہے، مگر بڑی مشکل سے اس کی زبان سے شکر کا کوئی جملہ نکل پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو دوسری آیتوں میں بھی بیان کیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۳ میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ایمان اور شکر یہ دو عمل ایسے ہیں کہ یہ اللہ کے عذاب کو روکتے ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۴۷ میں بتلایا گیا: مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور ایمان والے رہو؟ اور اللہ تعالیٰ بہت قدر کرنے والا اور علم والا ہے۔

جن دنوں میں یہ الفاظ تحریر کر رہا ہوں کورونا وائرس پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ زندگی بھر قدرتی آکسیجن لیتے رہے اس کی کوئی قیمت ہمیں دینی نہیں پڑی لیکن جب کورونا وائرس بیماری نے انسانوں کو بدحال کر دیا اور آکسیجن کی ضرورت پڑی تو گھنٹوں کی آکسیجن کے لئے ہزاروں روپے خرچ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر شکر کرنا چاہئے۔ اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور اپنے رب کی نعمتوں کی شکر گزاری کریں۔

درس نمبر (۶۳۸) ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا الاعراف: ۱۱-۱۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ ؕ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق خَلَقْنَاکُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا ثُمَّ پھر صَوَّرْنَاکُمْ ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں ثُمَّ پھر قُلْنَا ہم نے کہا لِلْمَلآئِکَةِ فرشتوں سے اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم کو فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِیْسَ سوائے ابلیس کے لَمْ یَکُنْ نہ ہوا وہ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ سجدہ کرنے والوں میں سے O قَالَ (اللہ نے) کہا مَا کس چیز نے مَنَعَکَ تجھے منع کیا اَلَّا تَسْجُدَ اس سے کہ تو سجدہ کرے إِذْ جبکہ أَمَرْتُکَ میں نے تجھے حکم دیا تھا قَالَ اس نے کہا اَنَا میں خَیْرٌ بہتر ہوں مِّنْهُ اس سے خَلَقْتَنِیْ تو نے مجھے پیدا کیا مِنْ نَّارٍ آگ سے وَّ خَلَقْتَهٗ اور تو نے اسے پیدا کیا مِنْ طِیْنٍ مٹی سے

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں (ابتداء میں مٹی سے) پیدا کیا، پھر تمہاری صورت شکل بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو (سب نے) سجدہ کیا، لیکن ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا O (اللہ نے) فرمایا کہ جب میں نے تجھے حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا؟ اُس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے تم کو پیدا کیا
۲۔پھر ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں
۳۔پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو
۴۔پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا
۵۔اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا؟
۶۔کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پانی اور چپکتی مٹی سے پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت بنائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح پھونکی۔ حضرت آدم علیہ السلام گویا ایک مجسمے کی شکل میں تھے کہ ان کے جسم میں روح جب پھونک دی گئی تو وہ جیتی جاگتی دیکھتی بھالتی عقل اور سمجھ رکھنے والی ایک جاندار چیز بن گئی اور اسی جاندار چیز کا نام حضرت انسان ہوگیا۔ یہی دنیا کے وہ سب سے پہلے انسان ہیں جو ابوالبشر بھی ہیں اور ابوالانبیاء بھی، یعنی سارے انسانوں کے باپ بھی اور سارے انبیاء کے باپ بھی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کا خاکہ بن گیا اور ان کی صورت گری بھی ہوگئی اور وہ ایک زندہ انسان بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۴ میں اسی سجدہ کا ذکر یوں ہے: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اور اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۱ میں بھی یوں تذکرہ ہے: ''اور ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟'' سورۂ کہف کی آیت نمبر ۵۰ میں بھی اس کا ذکر ہے: ''جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ یہ جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔'' یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں اور یہاں صاف طور پر موجود ہے کہ ابلیس تو فرشتوں میں سے نہیں تھا، وہ تو جنات میں سے تھا تو پھر ابلیس سجدے کے حکم میں داخل ہی نہیں تھا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چونکہ ابلیس فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اس لیے سجدہ کے حکم میں وہ بھی شامل تھا۔ اس کا دوسرا جواب خود دوسری آیت سے دیا جاسکتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھ کو حکم دیا؟ اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سوال کر رہے ہیں کہ جب میں نے تجھ کو حکم دیا تھا تو کس چیز نے تجھ کو سجدے سے روکا؟ لفظ اَمَرْتُكَ خود بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باضابطہ فرشتوں کی طرح ابلیس کو بھی سجدے کا حکم دیا تھا۔ ابلیس نے اس کا جواب یہ دیا کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے خَلَقْنٰكُمْ کہا، اس کے بعد صَوَّرْنٰكُمْ کہا۔ بعض مفسرین نے یہ نکتہ یہاں بیان کیا ہے کہ تخلیق یعنی پیدائش مردوں کے صلب میں ہوئی اور تصویر رحمِ مادر میں۔ (التفسیر المنیر) انسانوں کو ذرہ کی شکل میں آدم کی پیٹھ میں پیدا کیا گیا اور رحم مادر میں ان کی تصویر بنائی گئی۔ ابلیس نے کٹ حجتی کی۔ اس نے آدم کی پیدائش پر تو غور کیا مگر اس حکم ربانی پر غور نہیں کیا۔ اگر وہ اللہ کے حکم پر

غور کرتا اور بندگی اختیار کرتا اور حکم کو مانتا تو کبھی مردود وملعون نہ ہوتا۔ ہمیں اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ عاجزی، انکساری، بندگی اور فرمانبرداری بندے کو اللہ کا محبوب بناتی ہے۔ غرور اور گھمنڈ سے انسان اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

ابلیس نے مہلت مانگی

درس نمبر (۶۳۹) الاعراف: ۱۳۔۱۴۔۱۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ فرمایا فَاهْبِطْ لہٰذا تو اُتر مِنْهَا اس (آسمان) سے فَمَا يَكُوْنُ پس (لائق) نہ تھا لَكَ تیرے لیے أَنْ تَتَكَبَّرَ کہ تو تکبر کرے فِيْهَا اس میں فَاخْرُجْ سو تو نکل جا إِنَّكَ بلاشبہ تو مِنَ الصَّاغِرِيْنَ ذلیلوں میں سے ہے O قَالَ اس نے کہا اَنْظِرْنِيْٓ تو مجھے مہلت دے اِلٰى يَوْمِ اس دن تک يُبْعَثُوْنَ (کہ) وہ اٹھائے جائیں گے O قَالَ (اللہ نے) کہا إِنَّكَ بے شک تو مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ مہلت دیئے گئے (لوگوں) میں سے ہے

ترجمہ: فرمایا کہ تو (جنت سے) اتر جا تجھے شایاں نہیں کہ یہاں غرور کرے۔ پس نکل جا تو ذلیل ہے O اُس نے کہا کہ مجھے اُس دن تک مہلت عطا فرما جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے O فرمایا (اچھا) تجھ کو مہلت دی جاتی ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تو یہاں سے اتر جا

۲۔ تیرے لیے لائق نہیں کہ یہاں تو غرور کرے

۳۔ نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے

۴۔ ابلیس نے کہا کہ مجھے اٹھائے جانے والے دن تک مہلت دی جائے

۵۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے۔

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو وہ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں مجرم ہو گیا اور اس جرم کی سزا ابلیس کو یہ دی گئی اور کہا گیا کہ تو یہاں سے اتر جا تیرے لئے یہ درست نہیں کہ تو اس میں تکبر کرے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منہا اور فیہا میں جو ضمیر جا رہی ہے وہ کدھر جا رہی ہے؟ اس لئے کہ یہاں صرف ضمیر کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے کہ تو یہاں سے اتر جا اور تیرے لیے لائق نہیں کہ اس میں غرور کرے اس سلسلے میں صاحب روح المعانی نے یہ لکھا ہے کہ مِنْهَا اور فِيْهَا کی ضمیر جنت کی طرف جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اے ابلیس! تو جنت سے اتر جا اور تیرے لئے یہ لائق نہیں کہ تو اس جنت میں تکبر کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ منہا اور فیہا سے مراد دنیا کا ایک باغیچہ ہے جو عدن میں تھا حضرت آدم علیہ السلام وہیں پیدا کیے گئے تھے اور ابلیس کو وہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے مگر اس نے

سجدہ نہ کیا اور تکبر کیا تو وہاں سے نکل جانے کا اس کو حکم دیا گیا۔بعض مفسرین نے مِنْهَا اور فِيهَا سے آسمان مراد لیا ہے کہ اے ابلیس! تو اس آسمان سے نکل جا اور تیرے لیے لائق نہیں کہ تو آسمان میں تکبر کرے۔ بہر حال حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا اور اس کو وہاں سے نکال دیا گیا۔اس کے بعد اس نے مہلت طلب کی: قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ مجھے مہلت دی جائے یہاں تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ابلیس نے اپنی عمر درازی کی درخواست کی کہ مجھے قیامت تک کیلئے عمر دی جائے تا کہ میں قیامت تک جیتا رہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (الحجر) تجھے ایک معلوم دن تک یعنی قیامت کے دن تک مہلت دی جاتی ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد ابلیس کو موت آئے گی۔اس آیت سے ایک سبق یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، مخالفت اور گناہوں کی سزا یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی رحمت سے بھی محروم ہو جاتا ہے، جیسا کہ ابلیس اس جنت سے محروم ہو گیا جس جنت کو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نعمتوں سے بھر دیا ہے اور اللہ کی رحمت سے بھی وہ محروم ہو گیا۔دوسرا سبق یہ ملا کہ ابلیس کو نافرمانی کی وجہ سے آسمان کی بلندیوں سے نکال دیا گیا اور زمین پر بسا دیا گیا، جنت سے نکال دیا گیا اور جنت مخلص اور متواضع مخلوق کے رہنے کی جگہ ہے۔اللہ کے وہ بندے جو اپنے دل میں اس بات کی تمنا رکھتے ہیں کہ وہ جنت میں رہیں انہیں غرور اور گھمنڈ سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے۔

درس نمبر (۶۴۰) سیدھے راستے سے گمراہ کرنے کیلئے بیٹھوں گا الاعراف:۱۶۔۱۷۔۱۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس نے کہا فَبِمَآ بوجہ اس کے کہ أَغْوَيْتَنِىْ تو نے مجھے گمراہ کیا لَاَقْعُدَنَّ میں ضرور بیٹھوں گا لَهُمْ ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ تیرے سیدھے راستے پر O ثُمَّ پھر لَاٰتِيَنَّهُمْ میں ضرور آؤں گا ان کے پاس مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ان کے سامنے سے وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں سے وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ اور ان کے بائیں سے وَلَا تَجِدُ اور تو نہ پائے گا أَكْثَرَهُمْ ان کی اکثریت کو شَاكِرِيْنَ شکر گزار O قَالَ (اللہ نے) کہا اخْرُجْ تو نکل جا مِنْهَا اس سے مَذْءُوْمًا حقیر مَّدْحُوْرًا دھتکارا ہوا لَمَنْ البتہ جو شخص تَبِعَكَ تیری پیروی کرے گا مِنْهُمْ ان میں سے لَاَمْلَئَنَّ تو میں ضرور بھروں گا جَهَنَّمَ جہنم کو مِنْكُمْ أَجْمَعِيْنَ تم سب سے

ترجمہ: (پھر) شیطان نے کہا کہ مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے، میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے)

کیلئے بیٹھوں گا O پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا O (اللہ نے) فرمایا کہ نکل جا یہاں سے حقیر مردود۔ جو لوگ ان میں سے تیری پیروی کریں گے میں (اُن کو اور تجھے جہنم میں ڈال کر) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ شیطان نے کہا کہ مجھے تو آپ نے ملعون کر ہی دیا ہے تو میں بھی تیرے سیدھے راستے پر انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے بیٹھوں گا

۲۔ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے آونگا اور ان کی راہ ماروں گا

۳۔ تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا

۴۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نکل جا یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر

۵۔ جو کوئی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تجھے اور ان سب کو جہنم میں بھر دوں گا

جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت مل گئی تو اس نے سرکشی اور انسان سے دشمنی کا آغاز کر دیا اور کہا کہ جس طرح تو نے گمراہ کیا میں بھی تیرے ان بندوں کو گمراہ کروں گا جن کو تو نے آدم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ میں ان کے حق کے راستوں پر اور انکے نجات کے راستوں پر بیٹھوں گا اور ان کو اس راستے سے بھٹکاؤں گا اور گمراہ کروں گا۔ میری اس کوشش سے وہ تیری وحدانیت پر قائم نہیں رہیں گے۔ میں ان کو گمراہی کے راستے خوشنما کر کے دکھاؤں گا۔ میں ان کو گمراہ کرنے کے لیے چاروں جہتوں کا استعمال کروں گا۔ میں دائیں اور بائیں سے اور آگے اور پیچھے سے ان کے پاس آؤں گا اور جس طرح ڈاکہ ڈالنے والے ڈاکہ ڈالتے ہیں اور گھات میں لگے رہتے ہیں میں بھی ان کو گمراہ کرنے کے لیے گھات میں لگا رہوں گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ انسانوں میں سے اکثر لوگ تیری نعمتوں کی شکر گزاری نہیں کریں گے اور تیرے احکامات کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اسی حقیقت کو سورۂ سبا کی آیت نمبر ۲۰ میں بیان کیا گیا ہے: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابع دار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس قول کا جواب دیا کہ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا اے ابلیس! تو جنت سے نکل ذلیل و خوار ہو کر یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو کر اور ہماری بارگاہ سے مردود ہو کر نکل جا اور یہ باتیں یاد رکھ کہ جو شخص بھی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۸۵ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ میں تجھ سے اور ان میں سے جو تیری اتباع کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۳ میں یوں کہا گیا ہے: اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ شیطان نے کہا کہ میں سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان دینِ حق کا علم رکھتا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ صراطِ مستقیم ہی دینِ حق ہے اور اس صراط مستقیم کے سوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

درس نمبر (۶۴۱) **اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو** الاعراف: ۱۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَا آدَمُ اور اے آدم! اسْكُنْ رہ أَنْتَ تو وَزَوْجُكَ اور تیری بیوی الْجَنَّةَ جنت میں فَكُلَا اور تم دونوں کھاؤ مِنْ حَيْثُ جہاں سے شِئْتُمَا تم دونوں چاہو وَلَا تَقْرَبَا اور تم دونوں قریب مت جانا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے فَتَكُوْنَا کہ تم دونوں ہو جاؤ گے مِنَ الظَّالِمِيْنَ ظالموں میں سے

ترجمہ: اور (ہم نے) آدم (سے کہا کہ) تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو سہو اور جہاں سے چاہو (اور جو چاہو) نوش کرو مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام سے کہا کہ تم دونوں اس جنت میں راحت وسکون کے ساتھ رہو اور جہاں سے من کرے کھاو پیو۔

۲۔ لیکن یاد رہے کہ اس مخصوص درخت سے کھانا تو دور اسکے قریب بھی نہ جاؤ۔

۳۔ اگر تم نے اس درخت سے کھالیا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے رب کے حکم کو نہ مان کر اپنے آپ پر ظلم کیا۔

پچھلی آیتوں میں شیطان کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر اسکے انکار کی وجہ سے اس شیطان مردود کو جنت سے نکال باہر کیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو! ہمارے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے ہم نے اس مردود کو اس جنت سے نکال باہر کیا سو اب تم دونوں یہاں آرام سے رہو، جو من چاہے کھاو پیو، لیکن ہاں! یاد رکھو کہ ساری جنت تمہارے لئے کھلی ہے مگر صرف یہ درخت ایسا ہے کہ اس سے کھانے اور اسکے قریب بھی جانے کی اجازت تمہیں نہیں ہے (یہ درخت کس چیز کا تھا اسکے بارے میں کوئی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا لہذا ہم بھی کوئی حتمی بات اس درخت کے بارے میں نہیں کہتے)۔ اگر تم نے اس درخت سے کھالیا اور ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی تو جان لو کہ تم اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہو گے۔

اللہ کا دستور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو کسی نہ کسی ذریعہ سے آزمانا ضرور ہے تاکہ وہ دیکھیں کہ کون ہمارا مطیع ہے، تو حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے اکرام اور فضیلت دیکر آزمایا گیا کہ فرشتوں کے سامنے آپ کے علم کو ظاہر کر کے اکرام کیا گیا کہ آپکو تمام اسماء کا علم ہے، پھر شیطان کو آپ کے سجدہ کرنے کا حکم دیکر آزمایا گیا اب آخر میں آپکو نعمتیں دیکر آزمایا گیا ،جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوگئی۔ اسکے بعد کے احوال کا ذکر آگے کی آیت میں کیا گیا ہے۔

درس نمبر (۶۴۲) **شیطان کا وسوسہ ڈالنا اور اس کی جھوٹی قسم** الاعراف: ۲۰۔۲۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَوَسْوَسَ پھر وسوسہ ڈالا لَهُمَا ان دونوں (کو بہکانے) کیلئے الشَّيْطَانُ شیطان نے لِيُبْدِيَ تاکہ وہ ظاہر کردے لَهُمَا ان دونوں کیلئے مَا جوکہ وُوْرِيَ چھپائی گئی تھیں عَنْهُمَا ان دونوں سے مِنْ سَوْاٰتِهِمَا ان دونوں کی شرمگاہیں وَقَالَ اور (شیطان نے) کہا مَا نَهٰكُمَا نہیں روکا تم دونوں کو رَبُّكُمَا تمہارے رب نے عَنْ هَـٰذِهِ الشَّجَرَةِ اس درخت سے إِلَّا مگر أَنْ تَكُوْنَا کہ تم دونوں ہوجاؤ مَلَكَيْنِ فرشتے أَوْ یا تَكُوْنَا تم ہوجاؤ مِنَ الْخَالِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والوں میں سے ○ وَقَاسَمَهُمَا اوراس نے قسم کھائی ان کے سامنے إِنِّيْ بے شک میں لَكُمَا تم دونوں کیلئے لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ البتہ خیرخواہوں میں سے ہوں

ترجمہ: تو شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ اُن کے ستر کی چیزیں جو اُن سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو ○ اور اُن سے قسم کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیرخواہ ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ شیطان نے آدم اور حوا علیہما السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ انہیں اللہ کی نافرمانی میں اکسا کر انکے جسم کے چھپے ہوئے حصے ایک دوسرے کے سامنے ظاہر کردیں۔

۲۔ وسوسہ یہ تھا کہ دیکھو! اللہ نے تمہیں جو اس درخت سے منع فرمایا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر تم اس درخت سے کھاؤ گے تو یا تو تم فرشتے بنجاؤ گے یا پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی جنت میں رہو گے۔

۳۔ اپنی بات کو سچ کرنے کے لئے شیطان قسم کھا کر انکے سامنے کہنے لگا کہ میں تو آپکا خیرخواہ ہوں۔

جب اللہ نے آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت میں رہنے اور ایک خاص درخت سے کھانے سے منع فرمایا تو شیطان نے اس موقع کو غنیمت جانا، کیوں کہ جب اسے جنت سے نکالا گیا تو اس نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس جنت میں نہ رہ سکا تو کسی اور کو بھی رہنے نہیں دونگا، اس بدلہ کی آگ میں وہ مبتلا تھا ہی تو اسے یہ موقع بہت ہی غنیمت لگا کہ ان دونوں کو بھی کسی نہ کسی ذریعہ اس جنت سے نکالا جائے تو وہ چونکہ جنت میں آ نہیں سکتا تھا اس لئے اس نے ان دونوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو اس درخت سے کھانے سے کیوں منع فرمایا؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب تم لوگ اس درخت سے کھا لوگے تو تم فرشتے بن جاؤ گے اور پھر کبھی بھی اس جنت سے نہیں نکلو گے بلکہ ہمیشہ اسی میں رہو گے، اور اپنی بات کو پختہ کرنے کے لئے اور انہیں یقین دلانے کے لئے اس نے قسم بھی کھائی کہ بخدا میں تو تم دونوں کی بھلائی چاہتا ہوں، میں تم

دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

یہاں اس آیت میں اسکے وسوسہ ڈالنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ وسوسہ ڈال کر ان دونوں کے چھپے ہوئے اعضاء کو ایک دوسرے کے سامنے ظاہر کرنا چاہتا تھا، یعنی کہ وہ جنتی لباس جو اللہ تعالیٰ نے انہیں پہنایا تھا وہ اس لباس کو ان دونوں کے جسم سے اتروانا چاہتا تھا۔

درس نمبر (۶۴۳) **شیطان نے آدم وحوّا علیہما السلام کو دھوکہ میں ڈال دیا** الاعراف: ۲۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْءٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَدَلّٰهُمَا چنانچہ (شیطان نے) ان دونوں کو پھسلا دیا بِغُرُوْرٍ دھوکے سے فَلَمَّا پھر جب ذَاقَا انہوں نے چکھا الشَّجَرَةَ اس درخت کو بَدَتْ (تو) ظاہر ہوگئیں لَهُمَا ان دونوں کے لیے سَوْءٰتُهُمَا ان کی شرم گاہیں وَطَفِقَا اور لگے وہ يَخْصِفَانِ چپکانے عَلَيْهِمَا اپنے اوپر مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتے (ستر ڈھانپنے کے لیے) وَنَادٰهُمَا اور آواز دی ان دونوں کو رَبُّهُمَا ان کے رب نے اَلَمْ اَنْهَكُمَا کیا میں نے تمہیں نہیں روکا تھا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ اس درخت سے وَاَقُلْ اور میں نے (نہیں) کہا تھا لَّكُمَا تمہیں اِنَّ تحقیق الشَّيْطٰنَ شیطان لَكُمَا تم دونوں کا عَدُوٌّ دشمن ہے مُّبِيْنٌ کھلا؟

ترجمہ: غرض (مردود نے) دھوکا دے کر اُن کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا جب اُنہوں نے اس درخت (کے پھل) کو کھالیا تو اُن کے ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ جنت کے (درختوں کے) پتے (توڑ توڑ کر) اپنے اوپر چپکانے (اور ستر چھپانے) لگے۔ تب اُن کے رب نے اُن کو پکارا کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت کے (پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ شیطان انہیں فریب دے کر نیچے لے آیا۔

۲۔ جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھلنے لگے،

۳۔ وہ دونوں اپنے ستر کو جنت کے جھاڑوں کے پتوں سے چھپانے لگے۔

۴۔ ان کے رب نے انہیں آواز دیکر کہا کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟

۵۔ کیا میں نے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟

اب اس آیت میں آگے کا قصہ بیان کیا جارہا ہے کہ جب شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تو وہ دونوں اسکے بہکاوے میں آگئے اور اس شیطان نے اپنے فریب میں ان دونوں کو پھنسا کر انہیں اس درخت کے قریب لا کھڑا کیا۔

آدم اور حوا علیہما السلام اس درخت کے پھل کو چکھے ہی تھے کہ آپ علیہما السلام کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھلنے شروع ہو گئے اور دونوں گھبرا کر جنت میں موجود درخت کے پتوں سے اپنے ستر کو چھپانے لگے، اسی وقت اللہ نے آواز دی کہ اے آدم وحوا (علیہما السلام) کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا کہ اس درخت سے مت کھانا، کھانا تو دور اسکے قریب بھی نہ جانا، مگر تم دونوں نے میری بات نہ مانی اور شیطان کے بہکاوے میں آ گئے، جبکہ میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ دیکھو! یہ جو شیطان ہے وہ تمہاری بھلائی کبھی نہیں چاہ سکتا۔ وہ تو تم دونوں کا کھلا دشمن ہے کہ تمہاری وجہ سے اسے جنت سے باہر آنا پڑا اور وہ تم سے دشمنی لینے کے موقع میں تھا، بس اس نے اپنا کام کر دیا اور تم دونوں اسکے بہکاوے میں آ گئے اور اسکا جو منشا تھا کہ وہ تمہارا جنتی لباس اتارنا چاہتا تھا وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

درمنثور میں ہے کہ جب اللہ نے آدم اور حوا علیہما السلام کو اس ایک خاص درخت سے کھانے سے منع فرمایا تو شیطان ایک سانپ میں داخل ہو گیا پھر اس نے حوا علیہا السلام سے گفتگو کی اور آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ دیکھو! جو تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے منع فرمایا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر تم اس سے کھاؤ گے تو تم فرشتے بنجاؤ گے یا اس جنت میں ہمیشہ رہو گے اور ان دونوں کو قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں، پھر حوا علیہا السلام نے اس درخت کے پھل کو توڑا تو اس درخت سے خون نکلنے لگا اور انکے لباس جو ان پر تھے گرنے لگے، پھر اللہ نے کہا کہ تم نے اس درخت سے کیوں کھایا جبکہ میں نے تمہیں منع کیا تھا؟ تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے حوا نے آس دلائی، پھر اللہ نے حوا علیہا السلام سے کہا کہ تم نے انہیں کیوں آس دلائی، تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس سانپ نے اکسایا، پھر اللہ نے اس سانپ سے کہا کہ تم نے انہیں کیوں اکسایا، اس نے کہا مجھے ابلیس نے ایسا کرنے کو کہا۔

پھر اللہ نے کہا وہ تو ملعون اور ذلیل ہے، اب حوا جیسا تم نے اس درخت کو خون آلود کیا تمہیں ہر مہینہ خون آئیگا، اور اے سانپ! میں نے تیرے پیر کاٹ دیئے تو اب اپنے چہرے کے بل گھسیٹتا ہوا چلیگا اور جو بھی تجھے پائیگا تیرے سر کو پتھر سے کچل دیگا، تم سب یہاں سے نکل جاؤ تم سب ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ (درمنثور۔ ج،۳۔ص،۴۲۹)

درس نمبر (۶۴۴) حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی دعاء الاعراف: ۲۳۔۲۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ O قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِينٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَا ان دونوں نے کہا رَبَّنَا اے ہمارے رب! ظَلَمْنَا ہم نے ظلم کیا أَنْفُسَنَا اپنے آپ پر وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا اگر تو نے ہمیں نہ بخشا وَتَرْحَمْنَا اور (نہ) رحم کیا تو نے ہم پر لَنَكُونَنَّ تو ہم ضرور ہو جائیں گے مِنَ الْخَاسِرِينَ خسارہ پانے والوں میں سے O قَالَ (اللہ نے) کہا اهْبِطُوا تم اترو بَعْضُكُمْ تمہارا ایک لِبَعْضٍ دوسرے کا عَدُوٌّ دشمن ہے وَلَكُمْ اور تمہارے لیے فِي الْأَرْضِ زمین میں مُسْتَقَرٌّ ٹھہرنا ہے وَمَتَاعٌ اور

فائدہ اٹھانا ہے اِلٰی حِیۡنٍ ایک وقت (معین) تک

ترجمہ: عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے O (اللہ نے) فرمایا کہ (تم سب جنت سے) اتر جاؤ (اب سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک زمین پر ٹھکانہ اور (زندگی کا) سامان (کردیا گیا) ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ آدم اور حوا علیہما السلام نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہم نے آپ کا حکم نہ مان کر اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

۲۔ لہٰذا ہم آپ سے مغفرت مانگتے ہیں ہمیں معاف فرمایئے اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہیں کیا اور ہم پر رحم نہیں کیا تو ہم خسارہ میں رہ جائیں گے۔

۳۔ اللہ نے کہا آج تو تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ، تم سب ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

۴۔ اب تمہارا ٹھکانہ زمین ہی ہوگا اور کچھ مدت تک وہیں پر فائدہ اٹھانا ہوگا۔

اس آیت میں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی توبہ کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جب شیطان نے اللہ کے حکم کو نہ مانا تو اس نے غرور کیا اور اللہ سے مہلت مانگی کہ مجھے قیامت تک کی مہلت دیجئے میں آپ کے بندوں کو بھٹکاؤں گا اور ان میں سے کسی کو بھی جنت میں جانے نہ دونگا، تو اللہ نے اسکی یہ التجا پوری کی اور اسے قیامت تک کی مہلت دیدی گئی اور اب جبکہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے خطا ہوگئی تو ان دونوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اللہ سے اسکی مغفرت بھی چاہی۔ اس سلسلہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے اللہ اگر میں توبہ کرلوں اور استغفار کروں تو آپ کیا کرینگے؟ اللہ جل شانہ نے کہا کہ تب تو میں تجھے جنت میں داخل کرونگا، رہا ابلیس تو اس نے توبہ کے بجائے مہلت مانگی تو اسے دے دی گئی، ہر ایک کو وہ دیا گیا جو اس نے مانگا۔ (تفسیر طبری۔ ج،۱۰۔ ص،۱۱۶)

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا ۔ الخ والے الفاظ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ پر القاء کئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کلمات کو سیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو تم سب اس جنت سے نکل کر زمین پر چلے جاو، وہاں تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے، اور وہاں زمین پر تمہیں کچھ مدت رہنا ہوگا اب سے وہی تمہارا ٹھکانہ ہوگا، پھر جب وہ متعین مدت ختم ہو جائیگی تو پھر تمہیں یا تو جنت میں ڈالا جائیگا یا پھر جہنم میں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اهۡبِطُوۡا جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے، جس سے مراد آدم اور حوا علیہما السلام اور ابلیس اور سانپ ہے، جیسا کہ سدی رحمہ اللہ نے کہا۔

درس نمبر (۶۴۵) قیامت کے دن تم زمین ہی سے نکالے جاؤ گے الاعراف : ۲۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ فِيۡهَا تَحۡيَوۡنَ وَفِيۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَمِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ فرمایا (اللہ نے) فِيۡهَا اسی (زمین) میں تَحۡيَوۡنَ تم زندہ رہو گے وَفِيۡهَا اور اسی میں

تَمُوْتُوْنَ تم مروگے وَمِنْهَا اوراسی سے تُخْرَجُوْنَ (روز قیامت) تم نکالے جاؤگے

ترجمہ: (یعنی) فرمایا کہ اسی میں تمہارا جینا ہوگا اور اسی میں مرنا اور اسی میں سے (قیامت کو زندہ کر کے) نکالے جاؤگے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ زمین میں ہی تم سب کو رہنا ہوگا۔

۲۔ اور مرنا بھی اسی زمین پر ہوگا۔

۳۔ اور جب قیامت آئیگی تو تم سب کو اسی زمین سے نکالا جائیگا۔

اس آیت میں مزید اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ اب تم جو کہ جنت سے نکل چکے ہو اور تمہیں زمین پر بھیجا گیا ہے جہاں پر تم ایک دوسرے کے دشمن رہوگے، اور شیطان تو تمہارا کھلا دشمن ہے ہی وہ بھی تمہارے ساتھ اس دنیا میں لگا رہیگا، اب تم سب کو یہیں اسی زمین پر جینا ہے جب تک زندگی تمہارے مقدر میں ہوگی پھر اس کے بعد جب موت کا وقت آئیگا تو تم کو اسی زمین پر مرنا ہوگا اور اسی زمین کی مٹی تلے تمہیں دفنایا جائیگا، اور پھر جب قیامت قائم ہوگی اور حساب وکتاب کے لئے سب کو اللہ کی بارگاہ میں جمع ہونا ہوگا تو تم سب کو اسی زمین سے دوبارہ زندہ کر کے نکالا جائیگا اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب وکتاب دینے کے لئے کھڑا کیا جائیگا، جیسا کہ سورۂ روم کی آیت نمبر ۲۵ میں ہے کہ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ط ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ اسی کے نشانیوں میں سے ہے کہ زمین اور آسمان اسی کے حکم سے قائم ہے اور جب وہ تم کو زمین سے نکلنے کے لئے آواز دیگا تو تم جھٹ سے نکلوگے۔

درس نمبر (٦٤٦) لباس بدن چھپانے اور زینت کا ذریعہ الاعراف: ٢٦

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا بَنِىٓ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِىْ سَوْءٰتِكُمْ وَرِيْشاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا بَنِىٓ آدَمَ اے بنی آدم! قَدْ تحقیق أَنْزَلْنَا ہم نے اتارا عَلَيْكُمْ تم پر لِبَاساً (ایسا) لباس يُوَارِىْ جو چھپاتا ہے سَوْءٰتِكُمْ تمہاری شرمگاہیں وَرِيْشاً اور (اتارا لباس) زینت وَلِبَاسُ التَّقْوٰى اور تقویٰ کا لباس ذٰلِكَ یہ خَيْرٌ بہترین ہے ذٰلِكَ یہ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ (لوگ) يَذَّكَّرُوْنَ نصیحت حاصل کریں

ترجمہ: اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس جیسی چیز کو اتارا تاکہ تم اپنی شرمگاہیں چھپاؤ اور زینت اختیار کرو۔

۲۔اس ظاہری لباس سے بہتر باطنی لباس ہے جو کہ تقویٰ کا لباس ہے۔
۳۔ یہ تمام چیزیں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔
۴۔اس کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس سے پہلی آیتوں میں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اور شیطان کا تذکرہ تھا کہ کیسے اس نے آدم اور حوا علیہما السلام کو لغزش میں مبتلا کیا اور انکے بدن سے جنتی لباس کو اتروا دیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ بنی آدم سے کہہ رہے ہیں کہ اے آدم کی اولاد! یہ جو لباس ہے وہ اللہ کی ایک نعمت ہے جو ہم نے تمہارے لئے اتارا تا کہ تم اپنی شرمگاہوں کو چھپاؤ اور باقی زینت اختیار کرو، اس ظاہری لباس سے بہتر یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور اللہ پر ایمان لے آؤ، جب ایمان اور یہ لباس دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں گے تو اور خوبصورتی اور نکھار پیدا ہوگا، جو ہماری نعمتیں تم سے ہم بیان کر رہے ہیں اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم ان چیزوں کو دیکھ کر، سن کر، سمجھ کر نصیحت حاصل کرو اور اللہ پر ایمان لے آؤ۔

جب شیطان نے اللہ سے مہلت مانگی اور کہا کہ میں آپکے بندوں کو بھٹکاونگا تو اسی کے بہکاوے میں آکر عرب کے جاہل لوگ جب طواف کعبہ کرتے تو عریاں و بے لباس ہو کر طواف کیا کرتے تھے، اسی کو اللہ بیان کر رہے ہیں کہ اے آدم کی اولاد! لباس کا مقصد اپنے ستر کو چھپانا ہے۔ انسان کی طبیعت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسکی شرمگاہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپی رہے، مگر تم شیطان کے بہکاوے میں آکر اس لباس کو اپنے سے جدا کئے ہوئے ہو، جو کہ ستر کو چھپانے اور زینت کو ظاہر کرنے کا سبب ہے، اگر تم ایمان لے آتے اور اللہ کی باتوں کو مان لیتے تو تمہیں اس چیز کی اہمیت معلوم ہوتی کیونکہ بہترین لباس تو صرف ایمان والا لباس ہے جب انسان اسے پہن لیتا ہے تو اسکے اندر شرم وحیا خود بخود پیوست ہو جاتی ہے۔

درس نمبر (۶۴۷) **شیطان غیر مومن کا دوست ہے** الاعراف: ۲۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا بَنِىٓ اٰدَمَ اے بنی آدم! لَا يَفْتِنَنَّكُمْ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے الشَّيْطَانُ شیطان كَمَا جس طرح أَخْرَجَ اس نے نکلوایا تھا أَبَوَيْكُمْ تمہارے ماں باپ کو مِّنَ الْجَنَّةِ جنت سے يَنْزِعُ (جبکہ) وہ اتروا تا تھا عَنْهُمَا ان دونوں سے لِبَاسَهُمَا ان کا لباس لِيُرِيَهُمَا تا کہ ان کو دکھا دے سَوْءَ اتِهِمَا ان کی شرمگاہیں إِنَّهٗ یقیناً وہ يَرَاكُمْ تمہیں دیکھتا ہے هُوَ وہ وَقَبِيْلُهٗ اور اس کا قبیلہ مِنْ حَيْثُ جہاں سے لَا تَرَوْنَهُمْ تم ان کو نہیں دیکھتے إِنَّا یقیناً ہم نے جَعَلْنَا بنا دیا الشَّيَاطِيْنَ شیطانوں کو أَوْلِيَاءَ دوست لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے

ترجمہ: اے بنی آدم! (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) جنت سے

نکلوادیا اور اُن سے اُن کے کپڑے اتروادیئے تاکہ اُن کے ستر اُن کو کھول کر دکھادے وہ اور اُس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے بنی آدم! تمہیں شیطان فتنہ میں، آزمائش میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے آپکے باپ دادا کو آزمائش میں ڈال کر جنت سے نکلوادیا تھا۔

۲۔ ان کے جسم سے وہ لباس بھی اتروادیا جسے پہن کر وہ اپنی شرمگاہیں چھپائے ہوئے تھے۔

۳۔ وہ اور اسکے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

۴۔ ہم نے تو شیطان کے دوست ان لوگوں کو بنایا ہے جو ایمان والے نہیں ہیں۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ بنی آدم یعنی انسانوں کو آگاہ کر رہے ہیں کہ اے بنی آدم! تم شیطان کے بہکاوے میں آکر آزمائش میں نہ پڑنا، اس نے تو تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوادیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ انکے جسم پر جو جنتی لباس تھا جسکے ذریعہ وہ اپنی شرمگاہوں کو چھپائے ہوئے تھے اتروادیا، وہ تمہاری تاک میں لگا رہتا ہے اور تمہیں خبر بھی نہیں ہوتی، وہ تمہیں دیکھ سکتا ہے مگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے، شیطان سے دوستی اور اسکے احکامات کی تعمیل وہی کرتا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتا اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ شیطان کے حربوں اور چالوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ شیطان کا ہی حربہ ہے کہ اس نے عرب کے جاہلوں سے لباس نکلوادیا اور جو شرم وحیا ہونی چاہئے تھی وہ ان سے دور کردی اور وہ لوگ اس طرح بے لباس ہوکر مکہ کا طواف کرتے اور اس کام کو برا بھی نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ تو اسے شیطان کے بہکاوے میں آکر قربت کا ذریعہ سمجھتے ہیں، تو سن رکھو! شیطان کا دوست اور اسکے احکامات پر اور اسکے اشاروں پر چلنے والا وہی ہوتا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتا اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ اس شیطان کے شر سے اسکی حفاظت کرتے ہیں اور وہ خود بھی اللہ سے شیطان کی پناہ مانگتا ہے، جیسا کہ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۹ میں اللہ نے کہا کہ شیطان کا بس ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان والے ہیں وہ تو ایسے لوگ ہیں جو اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

درس نمبر (۶۴۸) اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا الاعراف: ۲۸

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَ نَا وَاللّٰهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب فَعَلُوْا وہ کرتے ہیں فَاحِشَةً کوئی بے حیائی (کا کام) قَالُوْا (تو) کہتے ہیں وَجَدْنَا ہم نے پایا عَلَيْهَا اس پر آبَاءَ نَا اپنے باپ دادا کو وَاللّٰهُ أَمَرَنَا اور اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے بِهَا اس کا قُلْ کہہ دیجئے إِنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ لَا يَأْمُرُ حکم نہیں دیتا بِالْفَحْشَاءِ بے حیائی کا أَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو عَلَى

اللّٰہِ اللہ پر مَا وہ باتیں جو لَا تَعۡلَمُوۡنَ تم نہیں جانتے؟

ترجمہ: اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ کہہ دو کہ اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیتا بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جب کفار و مشرکین بے حیائی کے کام کرتے اور انہیں ان سے روکا جاتا تو کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔

۲۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

۳۔ کیا تم لوگ اللہ کی جانب وہ باتیں منسوب کرتے ہو جسے تم جانتے تک نہیں۔

مفسرین نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں کہ فحش سے مراد ہر عام بے حیائی اور گناہ کے کام ہے جیسا کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی چور اور شراب پینے والے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو صحابہ نے کہا اللہ اور اسکا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گناہ کے کام ہیں اس پر سزائیں بھی متعین ہیں۔ تو اس آیت سے اس طرح کے عام گناہ بھی مراد ہیں۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کے بعض قبیلے برہنہ ہوکر طواف کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ایسے ہی طواف کرتے ہیں جیسا کہ ہماری ماؤں نے ہمیں جنا اور عورتیں اپنی شرمگاہوں پر تسمہ کا ٹکڑا یا کوئی اور چیز رکھ لیتیں۔ (تفسیر طبری۔ ج،۱۲۔ ص،۳۷۷)

بہرحال جو بھی اسکی مراد ہو ان کاموں میں وہ مشرکین لگے رہتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ یہ کام تمہیں نہیں کرنا چاہئے یہ گناہ کی بات ہے تو وہ لوگ یہ کہتے کہ یہ کام تو ہمارے باپ دادا سے چلا آ رہا ہے، ہم اپنے باپ دادا کے طریقے کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ اور وہ جو کرتے تھے یوں ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ نے ہی انکو ان کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ آگے اللہ خود فرما رہے ہیں کہ اے نبی! ان سے کہو کہ یہ سارے کام جو وہ کر رہے ہیں سب بے حیائی اور گناہ کے کام ہیں اور اللہ کبھی ان برے کاموں کا حکم نہیں دیتا، تم یہ بات اللہ کی طرف منسوب کرتے ہو جبکہ تمہیں اس بارے میں کوئی علم نہیں، کیا تم بغیر علم کے اللہ کی جانب ایسی باتیں منسوب کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں برہنہ ہوکر طواف کرنے کا حکم دیا ہے؟

درس نمبر (۶۴۹) اللہ تو انصاف کرنے اور عبادت کا حکم دیتا ہے الاعراف: ۲۹

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ أَمَرَ رَبِّىۡ بِالۡقِسۡطِ وَأَقِيۡمُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّادۡعُوۡهُ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ كَمَا بَدَأَكُمۡ تَعُوۡدُوۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے أَمَرَ حکم دیا ہے رَبِّیْ میرے رب نے بِالْقِسْطِ انصاف کا وَأَقِيمُوْا اور (یہ کہ) سیدھے (قبلہ رخ) کرو وُجُوهَكُمْ اپنے چہرے عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر نماز کے وقت وَادْعُوْهُ اور اسی کو پکارو مُخْلِصِيْنَ خالص کرتے ہوئے لَهُ اسی کیلئے الدِّيْنَ اطاعت كَمَا جیسے بَدَأَكُمْ اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تَعُوْدُوْنَ (ویسے ہی) تم لوٹو گے

ترجمہ: کہہ دو کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو اُس نے جس طرح تمہیں ابتداء میں پیدا کیا تھا اُسی طرح تم پھر سے پیدا ہوں گے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرا رب تو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۲۔ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی نماز پڑھو اپنا رخ کعبہ کی طرف کرلو۔

۳۔ اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اخلاص کے ساتھ اسکی عبادت کرو اور کسی کو اسکے دین و عبادت میں شریک نہ کرو

۴۔ اللہ تمہیں قیامت کے دن ایسا ہی اٹھائیگا جیسا اس نے تم کو پہلے بنایا تھا۔

کفار و مشرکین نے اپنے اعمال بد کو، ظلم و گناہوں کے کرنے کو، ننگے ہو کر طواف کرنے کو اللہ کی جانب منسوب کر کے کہا تھا کہ اللہ ہی نے تو ہمیں ان کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی یہاں تردید کی جارہی ہے کہ اے نبی! ان سے کہو کہ تم جھوٹے ہو، اللہ کیسے ان کاموں کا حکم دے سکتا ہے؟ جبکہ وہ ناانصافی پر مبنی ہے کہ تم گناہ کر کے اپنے آپ کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہو، بلکہ اللہ تو ایسا ہے جو انصاف کا حکم دیتا ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اور عبادت کر رہے ہو تو اپنا رخ کعبہ کی جانب کرلو، اور ہاں! عبادت کرنے میں اللہ کے سوا کسی کو اس عبادت میں شریک نہ کرنا بلکہ مخلص ہو کر اسی ایک اللہ کی عبادت کرنا، اور یاد رکھو اللہ تم کو قیامت کے دن ایسا ہی اُٹھائے گا جیسا اس نے تم کو پیدا کیا۔ مفسرین کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے پیدا ہونے سے پہلے لکھ دیا تھا کہ کون سعید ہوگا اور کون بد بخت؟ وہ اسی طرح تم کو اٹھائیگا، اس بات سے ایک نکتہ یہ نکلتا ہے کہ جو اللہ نے لکھ دیا ہے اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوگی، سو اللہ نے جیسا لکھا تھا کہ کون سعید ہوگا وہ زندگی بھر سعید ہی رہے گا اور اسی حالت میں اسے اٹھایا بھی جائے گا اور یہی حال بد بخت کا ہے، اور بعض نے کہا کہ اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر مٹی سے ہی بنا کر تمہیں اُٹھائے گا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ (الکہف: ۴۸) اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پیدائش یا تو مومن بنا کر کی یا تو کافر بنا کر جسے مومن بنا کر پیدا کیا تھا اسے مومن بنا کر اُٹھائے گا اور جسے کافر بنا کر پیدا کیا تھا اسے کافر بنا کر اُٹھائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

درس نمبر (۶۵۰) **اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنانا گمراہی کا سبب** الاعراف: ۳۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَرِيْقاً هَدٰى وَفَرِيْقاً حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

أَنَّهُم مُّهْتَدُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَرِيْقاً ایک فریق کو هَدٰى اُس نے ہدایت دی وَفَرِيْقاً اور ایک فریق حَقَّ ثابت ہوگئی عَلَيْهِمُ ان پر الضَّلَالَةُ ضلالت إِنَّهُمُ یقینا انہوں نے اتَّخَذُوا بنالیا الشَّيَاطِيْنَ شیطانوں کو أَوْلِيَاءَ دوست مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ گمان کرتے ہیں أَنَّهُم (کہ) بلاشبہ وہ مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ ہیں

ترجمہ: ایک فریق کو تو اُس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہو چکی۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنالیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تبارک وتعالی نے دو قسم کے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔

۲۔ ایک تو جو ہدایت پر ہیں اور دوسرے وہ جو گمراہی پر ہیں۔

۳۔ جو گمراہ لوگ ہیں انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالیا۔

۴۔ پھر یہ غلطی کرنے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

پچھلی آیت میں اللہ نے فرمایا تھا "كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کہ اللہ نے جیسا تمہیں پہلے بنایا تھا ویسا ہی تمہیں بنا کر اٹھائیگا، اس آیت میں اس کی تشریح ہے کہ اللہ نے دو قسم کے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ ایک وہ جو راہ ہدایت پر ہیں اور دوسرے وہ جو گمراہ ہیں۔ اللہ ہدایت والوں کو ہدایت والا بنا کر اور گمراہ لوگوں کو گمراہ بنا کر ہی کل قیامت میں اُٹھائے گا۔ آگے اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ یہ جو گمراہ لوگ ہیں وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنا رکھا ہے، اللہ کے احکامات کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں، اللہ کی اطاعت کو چھوڑ کر شیطان کے مطیع بنے پھرتے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کرتا ہے وہ یقیناً گمراہ ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی شیطان کی باتوں میں آکر گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ اتنے فواحش ومنکرات اور نافرمانی کرنے کے باوجود اپنے آپ کو وہ ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں، وہ یہ اس لئے سمجھتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم گمراہ ہوتے یا غلط کام کر رہے ہوتے تو اللہ ہمیں کب کا عذاب میں مبتلا کر چھوڑتا تو اگر اللہ نے ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کیا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم ہدایت پر ہیں، اور اس معاملہ میں اپنے گمان کی اتباع کرتے ہیں جیسا کہ پچھلی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا۔

درس نمبر (۶۵۱) **نماز کے وقت عمدہ لباس پہنو اور اسراف نہ کرو** الاعراف: ۳۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا بَنِيْ آدَمَ اے بنی آدم! خُذُوْا تم اختیار کرو زِيْنَتَكُمْ اپنی زینت عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر نماز کے وقت وَكُلُوْا اور کھاؤ وَاشْرَبُوْا اور پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو اِنَّهٗ یقیناً وہ (اللہ) لَا يُحِبُّ

پسند نہیں کرتا الْمُسْرِفِيْنَ اسراف کرنے والوں کو

ترجمہ: اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جانہ اڑاؤ کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔

۲۔ اور کھاو پیو لیکن اسراف مت کرو۔

۳۔ اسراف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

جیسا کہ پچھلی آیتوں کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ وہ لوگ جب طواف کرتے تو برہنہ ہو کر طواف کرتے اور عورتیں اپنی شرمگاہوں کو چمڑے کے ٹکڑوں سے چھپالیتیں۔ اس سلسلہ میں یہ کہا جارہا ہے کہ اے آدم کی اولاد! جب تم نماز یا کوئی عبادت جیسے حج وعمرہ کرو تو زینت اختیار کرو، ایسے برہنہ ہو کر عبادت مت کرو، درمنثور میں طاوس رحمہ اللہ کی روایت اس آیت کے شان نزول میں یہی ہے کہ وہ مشرکین برہنہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، ہوتا یہ تھا کہ وہ کپڑے پہن کر تو آتے تھے مگر جیسا ہی مسجد کے قریب آتے تو سارے کپڑے اتار کر رکھ دیتے پھر مسجد یعنی کعبہ میں داخل ہوتے اور طواف کرتے اور اگر کوئی کپڑے پہن کر مسجد میں آجائے تو اسے مارتے اور اسکے کپڑے اتار کر پھینک دیتے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ حکم فرمارہے ہیں کہ جو حلال چیزیں ہیں وہ کھاو پیو مگر یاد رہے کہ کھانے پینے میں اسراف وفضول خرچی نہ کرنا جتنا تم کھا سکتے ہو اتنا ہی کھاو زیادہ لیکر اسکو ضائع مت کرو کیوں کہ جو اللہ کے رزق کو ضائع کرتا ہے اور اسراف و فضول خرچی کرتا ہے تو اللہ اسے پسند نہیں کرتے، چونکہ یہودیوں نے اپنی طرف سے کچھ چیزیں حرام کر رکھی تھی کہ فلاں چیز کھانے کی اجازت نہیں ہے فلاں چیز پینے کی اجازت نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی تردید فرمارہے ہیں کہ سب کھاؤ پیو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر رکھا ہے، لیکن اسراف نہ کرنا، اسکی البتہ تمہیں اجازت نہیں ہے۔

درس نمبر (۶۵۲) الاعراف: ۳۲

جو رزق وزینت کی چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اسے کس نے حرام قرار دیا؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے مَنْ کس نے حَرَّمَ حرام کی زِيْنَةَ اللّٰهِ اللہ کی زینت الَّتِيْٓ وہ جو أَخْرَجَ اس نے پیدا کی لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کے لیے وَالْطَّيِّبَاتِ اور پاکیزہ چیزیں مِنَ الرِّزْقِ رزق کی؟ قُلْ کہہ دیجئے هِيَ یہ لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے (بھی) ہیں جو اٰمَنُوْا ایمان لائے فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیاوی زندگی میں

خَالِصَةً اور خالص ہوں گی (ان کے لیے) یَوْمَ الْقِیَامَةِ قیامت کے دن کَذٰلِکَ اسی طرح نُفَصِّلُ ہم مفصل بیان کرتے ہیں الْاٰیٰتِ آیات کو لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے یَعْلَمُوْنَ جو علم رکھتے ہیں

ترجمہ: پوچھو تو کہ جو زینت (وآرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں اُن کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کیلئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جو زینت کی چیزیں ہیں اور جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں اسکو کس نے حرام کیا؟

۲۔ یہ کھانے پینے اور زینت کی چیزیں کل قیامت کے دن خالص ایمان والوں کے لئے ہونگی۔

۳۔ اسی طرح اللہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام؟

مشرکوں نے جو اپنی طرف سے یہ حرام کر رکھا تھا کہ طواف کے وقت کپڑے نہیں پہننا چاہئے، یا یہ کہ احرام کی حالت میں فلاں فلاں چیز نہیں کھانی چاہئے، تو اللہ تعالیٰ ان سے بطور سوال فرما رہے ہیں، جو چیزیں اللہ نے انسان کی زینت اور اسکے کھانے پینے کی پیدا کی ہے تو کس نے ان چیزوں کو حرام کیا؟ جبکہ حلال و حرام قرار دینے کا اختیار تو صرف اللہ کو ہے۔ جب اللہ نے کسی چیز کو حرام نہیں کیا تو پھر تم کون ہوتے ہو جو ان چیزوں کو حرام کرنے والے بن جاؤ؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ عرب کے کچھ لوگ برہنہ ہو کر طواف کرتے اور طواف کے دوران سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے، اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور۔ ج۳۔ص۴۴۶)

ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ عرب کے لوگ حالت احرام میں بکری کا گوشت، اسکا دودھ، اور اسکا گھی و چربی وغیرہ کو حرام قرار دیتے تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (الدر المنثور۔ ج۳۔ص۴۴۶)

آگے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ جو چیزیں ہم نے حلال کی ہیں اس دنیا میں تو وہ چیزیں مومن اور غیر مومن سب ہی استعمال کرتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن جب کل قیامت کا دن ہوگا تو یہ ساری چیزیں صرف مومنین کے لئے ہونگی، کوئی غیر مومن قیامت کے دن ان سے فائدہ نہیں اٹھا پائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ جو باتیں ہم کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں وہ اس لئے تا کہ لوگ ان باتوں کو سمجھ لیں اور سبق و نصیحت حاصل کریں۔

درس نمبر (۶۵۳) اللہ نے ظاہری و باطنی سب گناہوں کو حرام قرار دیا الاعراف: ۳۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلۡ کہہ دیجئے إِنَّمَا حَرَّمَ یقیناً حرام ٹھہرایا ہے رَبِّیَ میرے رب نے الۡفَوَاحِشَ بے حیائی کی باتوں کو مَا جو ظَهَرَ ظاہر ہوں مِنۡهَا ان میں سے وَمَا اور جو بَطَنَ پوشیدہ وَالۡاِثۡمَ اور گناہ کو وَالۡبَغۡیَ اور ظلم کو بِغَيۡرِ الۡحَقِّ بغیر حق کے وَأَنۡ تُشۡرِكُوۡا اور یہ کہ تم شریک ٹھہراؤ بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ مَا اس چیز کو کہ لَمۡ يُنَزِّلۡ نہیں اتاری (اللہ نے) بِهٖ اس کی سُلۡطَانًا کوئی دلیل وَأَنۡ تَقُوۡلُوۡا اور یہ کہ تم کہو عَلَى اللّٰهِ اللہ پر مَا وہ جو لَا تَعۡلَمُوۡنَ تم نہیں جانتے

ترجمہ: کہہ دو کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے۔

۲۔ اللہ نے گناہ اور ناحق ظلم وسرکشی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

۳۔ اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کریں، جس کی کوئی دلیل بھی نہیں۔

۴۔ یہ بھی حرام فرمایا کہ تم اللہ کے حق میں ایسی باتیں کرو جسکا تمہیں علم ہی نہ ہو۔

پچھلی آیتوں میں ان کفار ومشرکین کی جانب سے حلال وحرام قرار دی جانے والی چیزوں کا تذکرہ تھا۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ان چیزوں کو بیان فرما رہے ہیں جو واقعتاً حرام وممنوع ہیں، تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبانی کہلوا رہے ہیں کہ اے نبی! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ جو بے حیائی تم نے برہنہ طواف کرنے کی شکل میں ایجاد کر رکھی ہے اللہ اسے حرام قرار دیتا ہے اور اسی طرح جو تم چھپ کر زنا کرنے کو حلال سمجھتے ہو اسے بھی اللہ حرام قرار دیتا ہے، اور یہی نہیں بلکہ ہر قسم کے گناہ ظلم وزیادتی جو ناحق کی جائے حرام ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہری وباطنی گناہوں کو حرام فرمایا۔ (بخاری: ۴۶۳۷) اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ نے اس بات کو بھی حرام فرما دیا کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور شریک بھی ایسا کہ اسکو اللہ کے ساتھ شریک کرنے پر نہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی حجت، اور ساتھ ہی یہ بھی حرام فرما دیا کہ تم اپنی جانب سے گھڑی ہوئی جھوٹی موٹی باتیں اللہ کی جانب منسوب کرو کہ فلاں چیز ہم نے نہیں بلکہ خود اللہ نے حرام قرار دی ہے، تم یہ چیزیں اللہ کی جانب منسوب کرتے ہو اور تمہیں خود اسکا پتا نہیں کہ وہ واقعتاً اللہ نے ہی حرام کی ہیں یا نہیں؟ تو ایسی باتوں کو اللہ کی جانب منسوب کرنا بھی اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

درس نمبر (۶۵۴) **ہر ایک کا وقت متعین ہے** الاعراف: ۳۴

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ اور ہر امت کے لیے أَجَلٌ ایک وقت معین ہے فَإِذَا سو جب جَاءَ آ جائے گا أَجَلُهُمْ ان کا معین وقت لَا يَسْتَأْخِرُونَ (تو) نہ وہ پیچھے ہوں گے (اس سے) سَاعَةً لمحہ بھر وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ اور نہ آگے ہوں گے

ترجمہ: اور ہر ایک فرقے کیلئے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آ جاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے۔

۲۔ جب وہ مقرر وقت آ جاتا ہے تو نہ ایک لمحہ تاخیر ہوگی اور نہ ہی ایک لمحہ پہلے۔

امام بغوی علیہ الرحمہ نے اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ کفار نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ چلو اگر ہم غلط ہیں اور اللہ کے نافرمان ہیں اور آپ اللہ کے سچے نبی ہیں تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر امت پر عذاب کا یا انکی موت کے واقع ہونے کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ مقرر وقت آ جاتا ہے تو نہ ایک سکنڈ آگے کو جاتا ہے اور نہ ایک سکنڈ پیچھے کو، اس مقررہ وقت پر اسکی موت آ کر رہے گی، اس لئے تم اس میں جلدی نہ کرو۔ جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو چار چیزیں تب ہی لکھ دی جاتی ہے کہ اسے کتنا رزق ملیگا، اور اسکے عمل کیا ہونگے اور اسکی موت کب واقع ہوگی اور وہ نیک ہوگا یا بد؟ (بخاری: ۷۴۵۴)

لہٰذا انسان کو ان چیزوں میں پڑنا نہیں چاہئے کہ قیامت کب آئیگی، موت کب واقع ہوگی، دنیا کب فنا ہوگی۔ اسکے بجائے انسان کو اعمال صالحہ کی فکر کرنی چاہئے، اسے نیک اعمال اور اللہ کو راضی کرنے والے کام کرتے رہنا چاہئے، تاکہ اسکی آخرت سنور جائے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے انعامات پانے والا بن جائے، موت جب آنا ہے تب آ کر ہی رہیگی اسکی فکر نہ کریں، عقلمند انسان وہ ہوتا ہے جو موت سے پہلے اپنی آخرت کی فکر کر لیتا ہے۔ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ. عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اور موت کے بعد کیلئے عمل کیا۔ (ترمذی: ۲۴۵۹)

درس نمبر (۶۵۵) متقی بننا اور نیک اعمال کرنا کامیابی کا سبب ہے الاعراف: ۳۵-۳۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۵ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا بَنِيْ آدَمَ اے بنی آدم! إِمَّا اگر يَأْتِيَنَّكُمْ آئیں تمہارے پاس رُسُلٌ رسول مِّنْكُمْ تم میں سے يَقُصُّوْنَ جو بیان کریں عَلَيْكُمْ تم پر آيَاتِيْ میری آیتیں فَمَنِ تو جس نے اتَّقٰى تقویٰ اختیار کیا وَأَصْلَحَ اور

(اپنی) اصلاح کی فَلَا خَوۡفٌ تو نہیں کوئی خوف عَلَيۡهِمۡ ان پر وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے O
وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوۡا جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات کو وَاسۡتَكۡبَرُوۡا اور تکبر کیا عَنۡهَاۤ ان سے
اُولٰٓئِكَ یہ لوگ ہیں اَصۡحٰبُ النَّارِ دوزخ والے هُمۡ وہ فِيۡهَا اس میں خٰلِدُوۡنَ ہمیشہ رہیں گے

ترجمہ: اے بنی آدم! (ہم تمہیں یہ نصیحت ہمیشہ کرتے رہے ہیں کہ) جب ہمارے پیغمبر تمہارے پاس آیا کریں اور ہماری آیتیں تمہیں سنایا کریں (تو ان پر ایمان لایا کرو کہ) جو شخص (ان پر ایمان لا کر اللہ سے) ڈرتا رہے گا اور اپنی حالت درست رکھے گا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے O اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرتابی کی وہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اے آدم کی اولاد! جب ہمارے رسول آجائیں جو تمہیں میں سے ہونگے، جو ہماری آیتیں تمہیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔

۲۔ تو جو اللہ سے ڈرے اور اپنے اعمال سدھارلے۔

۳۔ تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین بھی نہیں ہونگے۔

۴۔ لیکن جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے روگردانی کی۔

۵۔ تو ایسے لوگ جہنم میں جائیں گے۔

۶۔ اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کچھ احکام بیان کئے تھے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ اور یہ احکام جو بیان کئے گئے ہیں وہ انبیاء کی زبانی بیان کئے گئے ہیں جنکی بعثت کا مقصد لوگوں کو ہدایت کی جانب بلانا ہوتا ہے اور اللہ کے پیغام پہنچانا ہوتا ہے، تو انہیں پیغمبروں کی عظمت کو تمام نوع انسانی کے سامنے اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ اے آدم کی اولاد! جب انبیاء و رسل جو کہ تمہارے ہی قبیلہ اور تمہارے ہی نسل کے ہیں آجائیں، اللہ تبارک وتعالی کا ایک ضابطہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی فرشتہ کو یا کسی جن کو نبی بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ جب بھی کسی قوم میں نبی کو بھیجنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسی قبیلہ میں سے ہی کسی کو نبی بنا کر بھیجا، ان انبیاء کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمہیں اللہ کے احکامات بتلائیں، اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت انہیں پڑھ کر سنائیں، بت پرستی و شرک سے انہیں نکال کر ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیں، لہٰذا جو انکی باتوں کو سننے کے بعد اس سلسلہ میں انکی اطاعت کرلے اور اللہ سے ڈرے، اور اپنے پچھلے گناہوں سے تائب ہو کر اپنے اعمال کو سدھارنے کی فکر کرے، تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہوگی اور ان پر کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ لوگ اس حقیر دنیا کے چھوٹنے، اور اس فانی دنیا کی لذتوں کے چلے جانے پر غمزدہ بھی نہیں ہونگے، کیونکہ ایسے لوگ اللہ کے مطیع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں کے لئے جنت کی آسائشیں تیار کر رکھی ہے جسے دیکھ کر وہ سب کچھ بھول جائیں گے، لیکن جس نے ان

رسولوں کو نہ مانا اور انکی جانب سے بتلائے ہوئے احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوا اور ہماری جانب سے بھیجے گئے احکامات کو جھٹلایا اور تکبر کرتے ہوئے ہماری آیتوں سے اعراض کیا اور کنارہ کش ہو گیا تو ایسے لوگوں کو ہم جہنم میں داخل کرینگے، اور وہ لوگ اس جہنم میں ایک سال، دو سال یا دس سال نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے، انہیں اس جہنم سے آزادی نہیں ملے گا۔

درس نمبر (٦٥٦) اللہ کی جانب جھوٹ منسوب کرنا سب سے بڑا گناہ ہے الاعراف : ۳۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَمَنْ پھر کون أَظْلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے جس نے افْتَرٰى باندھا عَلَى اللّٰهِ اللہ پر كَذِباً جھوٹ أَوْ یا كَذَّبَ جھٹلایا بِاٰيٰتِهٖ اس کی آیات کو اُولٰٓئِكَ یہ لوگ ہیں کہ يَنَالُهُمْ پہنچے گا ان کو نَصِيْبُهُمْ ان کا حصہ مِّنَ الْكِتَابِ لکھے ہوئے سے حَتّٰٓى یہاں تک کہ إِذَا جب جَآءَتْهُمْ آئیں گے ان کے پاس رُسُلُنَا ہمارے قاصد يَتَوَفَّوْنَهُمْ جو ان کی روحیں قبض کریں گے قَالُوْا (تو) وہ کہیں گے أَيْنَ کہاں ہیں مَا وہ کہ كُنْتُمْ تھے تم تَدْعُوْنَ (جن کو) پکارتے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا؟ قَالُوْا وہ کہیں گے ضَلُّوْا وہ گم ہو گئے عَنَّا ہم سے وَشَهِدُوْا اور وہ گواہی دیں گے عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ اپنے خلاف أَنَّهُمْ كَانُوْا کہ بے شک وہ تھے كَافِرِيْنَ کفر کرنے والے

ترجمہ: تو اُس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ ان کو ان کے نصیب کا لکھا ملتا ہی رہے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) جان نکالنے آئیں گے تو کہیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ (اب) کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے کہ (معلوم نہیں) وہ ہم سے (کہاں) غائب ہو گئے اور اقرار کریں گے کہ بیشک وہ کافر تھے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اس شخص سے زیادہ ظالم اور جاہل کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ کی تہمت لگائے، اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے۔

۲۔ یہی وہ لوگ ہونگے جو اپنے مقدر میں لکھا ہوا بدبختی اور عذاب کا حصہ پائینگے۔

۳۔ یہ لوگ ایسا اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک کہ انکے پاس ملک الموت نہ آجائیں تاکہ انکی روحیں نکال لیں

۴۔ جب وہ ملک الموت انکے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ کہاں ہیں وہ تمہارے معبود جنکو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے؟

۵۔ تب انہیں عقل آئے گی اور وہ اس وقت کہیں گے کہ انہوں نے تو ہمیں گمراہ کر رکھا تھا۔

۶۔اپنے بارے میں خود یہ اس وقت گواہی دیں گے کہ وہ لوگ کافر تھے۔

یہاں ان مشرکین کے بارے میں کہا جا رہا ہے جو کہا کرتے تھے وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللّٰهُ أَمَرَنَا بِهَا کہ جو وہ لوگ برے کام کرتے تھے کہتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح پایا اور اسے اللہ کی جانب منسوب کرتے تھے کہ اللہ ہی نے تو ہمیں ان کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ یہاں بیان کر رہے ہیں کہ اس سے بڑا ظالم جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور اللہ کی آیتوں اور احکام کو جھٹلا کر اپنے آپ پر ظلم کرے اور کون ہوسکتا ہے؟ یعنی ایسے لوگ سب سے بڑے جاہل، گنہگار اور ظالم ہیں۔ تو اب ان ظالموں کا حال کیا ہوگا؟ کہا جا رہا ہے کہ انہیں اپنے مقدر میں لکھا ہوا عذاب مل کر رہیگا، یا جو بدبختی اللہ نے انکے مقدر میں لکھ دی تھی وہ اسے پا کر رہیں گے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ ہوتا ہے تب ہی یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ نیک ہوگا یا فاسق وفاجر، اس آیت میں اسی جانب اشارہ ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا اور بعض نے کہا کہ جو عذاب اللہ نے قیامت کے دن اسکے لئے تیار کر رکھا ہے وہ انہیں ملے گا۔

آگے اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ اپنے جھوٹ، فریب اور سرکشی پر برابر قائم رہیں گے، کسی کے سمجھانے اور بتلانے پر بھی نہیں مانیں گے کیونکہ انکی قسمت میں یہی لکھا ہوا ہے، لیکن جب موت کے فرشتے ان کی جان نکالنے کے لئے آئیں گے اور وہ فرشتے ان سے کہیں گے کہ کہاں ہیں وہ تمہارے معبود جنکی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کرتے تھے جنہیں تم نے خدا کا درجہ دے رکھا تھا؟ تو وہ مشرکین اپنی غلطیوں کا اور گمراہ ہونے کا خود اعتراف کریں گے کہ ہائے افسوس! ان باطل معبودوں نے تو ہمیں گمراہ کر رکھا تھا، ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا رکھا تھا، ہم انہی کے بہکاوے میں آکر اس ایک خالق و مالک کو بھول بیٹھے تھے اور ہم کافر تھے۔

درس نمبر (۶۵۷) دوزخ میں جانے پر دوزخیوں کا حال الاعراف: ۳۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (اللہ) کہے گا ادْخُلُوْا تم داخل ہو جاؤ فِيْٓ اُمَمٍ ان امتوں کے ہمراہ قَدْ تحقیق خَلَتْ جو گزر چکی ہیں مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے مِّنَ الْجِنِّ جنوں سے وَالْاِنْسِ اور انسانوں سے فِي النَّارِ آگ میں كُلَّمَا جب بھی دَخَلَتْ داخل ہوگی اُمَّةٌ ایک امت لَّعَنَتْ لعنت کرے گی اُخْتَهَا اپنے جیسی (دوسری امت) کو حَتّٰٓي یہاں تک کہ اِذَا جب ادَّارَكُوْا وہ اکٹھے ہوں گے فِيْهَا اس میں جَمِيْعًا سب قَالَتْ تو کہے گی اُخْرٰىهُمْ ان کی پچھلی (جماعت) لِاُوْلٰىهُمْ ان کی پہلی (جماعت) کی بابت رَبَّنَا اے ہمارے رب! هٰٓؤُلَاۗءِ انہوں نے اَضَلُّوْنَا ہمیں گمراہ کیا تھا فَاٰتِهِمْ لہٰذا تو ان کو دے عَذَابًا عذاب ضِعْفًا دگنا مِّنَ النَّارِ آگ کا

قَالَ (اللہ) کہے گا لِكُلٍّ (تم میں سے) ہر ایک کے لیے ضِعْفٌ دگنا (عذاب) ہے وَّلٰكِنْ اور لیکن لَّا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے

ترجمہ: تو اللہ فرمائے گا کہ جنوں اور نسانوں کی جو جماعتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں انہی کیساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ جب ایک جماعت (وہاں) داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن (یعنی اپنے جیسی دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے تو پچھلی جماعت پہلی کی نسبت کہے گی کہ اے اللہ! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو ان کو آتشِ جہنم کا دگنا عذاب دے، اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دگنا (عذاب دیا جائے گا) مگر تم نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ قیامت کے دن ان لوگوں سے کہے گا کہ تم سے پہلے جو جنات وانسان کی جماعتیں جہنم میں موجود ہیں انکے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاو۔

۲۔ جب یہ جماعت جہنم میں داخل ہونے لگے گی تو اپنی ہی جماعت پر لعنت کرنے لگے گی۔

۳۔ جب یہ تمام جماعتیں ایک جگہ جہنم میں جمع ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ سے پچھلی جماعت پہلی جماعت کے بارے میں یہ کہے گی کہ اے اللہ! انہی لوگوں نے ہمیں بھٹکایا تھا آپ انہیں دوگنا عذاب دیجئے۔

۴۔ اللہ کہے گا کہ سب کو دوگنا عذاب ہی ملے گا تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔

اس آیت میں قیامت کے دن کفار ومشرکین کے ساتھ پیش آنے والے احوال کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ کل قیامت میں انکی کیا حالت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جب حساب وکتاب ہوجائیگا تو اس کافر جماعت سے کہا جائے گا کہ تم سے پہلے جو تمہاری جماعت تھی، یعنی مشرک ہو تو مشرکین کی جماعت، یہودی ہو یہودیوں کی جماعت، مجوسی ہو تو مجوسیوں کے جماعت وغیرہ وہ جہنم میں ہیں سو تم بھی ان جماعتوں کے ساتھ جہنم میں جاو، جب یہ تمام جماعتیں ایک ساتھ جمع ہو جائیں گی تو یہ آخری جماعت پہلے والی جماعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے اللہ! اس جماعت ہی نے ہم کو گمراہ کیا، انہیں کی وجہ سے ہم کہا کرتے تھے وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا کہ ہمارے باپ دادا کو ہم نے ایسا ہی کرتے دیکھا تو ہم بھی ایسا ہی کر رہے ہیں۔ ہماری گمراہی کا اصل سبب یہی ہماری پہلی جماعت ہے۔ آپ انہیں دوگنا عذاب دیجئے۔ ایک تو یہ کہ یہ خود گمراہ تھے اور دوسرا یہ کہ یہ ہماری گمراہی کا بھی سبب بنے جنکی اتباع کر کے ہم بھی گمراہ و بے دین ہو گئے۔ آپ ان کو دوگنے عذاب میں مبتلا کیجئے۔ جب ان کی باتیں ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تمہیں کچھ معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور ہم کس کو کونسی سزا دینے والے ہیں؟ تو سنو! تم کو بھی دوگنا ہی عذاب دیا جائے گا۔

درس نمبر (۶۵۸) **ہر کسی کو اس کے کیئے کی سزا ملے گی** الاعراف: ۳۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَتْ اور کہے گی اُولٰىهُمْ ان کی پہلی (جماعت) لِاُخْرٰىهُمْ ان کی پچھلی (جماعت) کو فَمَا چونکہ نہیں كَانَ ہے لَكُمْ تمہارے لیے عَلَيْنَا ہم پر مِنْ فَضْلٍ کوئی فضل فَذُوْقُوا سو تم چکھو الْعَذَابَ عذاب بِمَا بوجہ اس کے جو كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ تم کماتے تھے

ترجمہ: اور پہلی جماعت پچھلی سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی فضیلت نہ ہوئی تو جو (عمل) تم کیا کرتے تھے اُن کے بدلے میں عذاب کے مزے چکھو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اب جو پہلے والی جماعت ہے وہ بعد والی جماعت سے کہے گی۔

۲۔ تم کو ہم پر کسی قسم کی فضیلت نہیں ہے۔

۳۔ سو تم بھی اپنے کیئے کی سزا بھگتو۔

پچھلی آیت میں بعد میں آنے والی جماعتوں کا اپنے سے پہلے والی جماعتوں سے مکالمہ تھا کہ انہوں نے اس جماعت کو دوگنا عذاب دینے کی اللہ تبارک وتعالی سے درخواست کی تھی، اب اس آیت میں وہ پہلے والی جماعت کا اپنے بعد آنے والی جماعت سے مکالمہ ہے کہ وہ اپنے بعد آنے والی جماعت سے کہہ رہی ہے کہ دیکھو! تم نے بھی گناہ کیا ہم نے بھی گناہ کیا، تم نے بھی شرک کیا ہم نے بھی کیا، تم نے بھی اللہ کی نافرمانی کی ہم نے بھی اللہ کی نافرمانی کی، تم نے بھی اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا اور انکے ذریعہ بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہیں کیا اور ہم نے بھی ان بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا اور انکے ذریعہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو نہیں اپنایا، تو جب ہم دونوں گناہوں میں برابر سرابر ہیں تو پھر ہم کو دوگنا عذاب اور تم کو نہیں ایسا کیوں کر ہوگا؟ تم کو ہم پر کسی بھی طرح کی فضیلت نہیں ہے جو کام ہم نے کیا وہی تم نے بھی کیا ہے، پھر اللہ ان سب جماعتوں سے کہے گا کہ لڑنے جھگڑنے کا کیا فائدہ؟ عذاب تو تم سب کو ہوگا۔ لہٰذا اپنے کیئے ہوئے کاموں، گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔

درس نمبر (۶۵۹) اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے جہنم میں جائیں گے الاعراف: ۴۰۔۴۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیات کو وَاسْتَكْبَرُوْا اور تکبر کیا عَنْهَا ان سے لَا تُفَتَّحُ کھولے نہیں جائیں گے لَهُمْ ان کے لیے أَبْوَابُ دروازے السَّمَاءِ آسمان کے وَلَا يَدْخُلُوْنَ اور نہ وہ داخل ہوں گے الْجَنَّةَ جنت میں حَتّٰى یہاں تک کہ يَلِجَ گھس جائے

الْجَمَلُ اونٹ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ سوئی کے ناکے میں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِي ہم بدلہ دیتے ہیں الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کو○ لَهُمْ ان کے لیے مِّنْ جَهَنَّمَ جہنم ہی کا مِهَادٌ بچھونا ہوگا وَمِنْ فَوْقِهِمْ اور ان کے اوپر (اسی کا) غَوَاشٍ اوڑھنا ہوگا وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِي ہم بدلہ دیتے ہیں الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اُن سے سرتابی کی اُن کیلئے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے اور گنہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں○ ایسے لوگوں کیلئے (نیچے) بچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اُسی کا) اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے روگردانی کی ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

۲۔ اور نہ ہی ایسا شخص جنت میں جا پائے گا۔

۳۔ یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے جو کہ محال ہے۔

۴۔ ان جیسے لوگوں کا ٹھکانہ تو جہنم ہے جو انکا بچھونا ہوگا اور اوڑھنا بھی۔

۵۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی طرح ظالم لوگوں کو انکے کئے کا بدلہ دیتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں بھی ان لوگوں کی سزاوں کو بیان کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور اللہ کی آیتوں کی تردید کی، اب یہاں مزید ہونے والے عذابوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن میں وہ اللہ کی آیتوں کے منکر ومتکبر لوگ مبتلا ہونگے، تو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اس سے روگردانی واعراض کیا تو ایسے لوگوں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائینگے۔ آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ انکی روحوں کو مرنے کے بعد آسمان پر نہیں لیجایا جائیگا جیسا کہ حدیث میں مروی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر وفاجر کی روح نکالے جانے کا تذکرہ فرمایا تو کہا کہ اس روح کو لیکر جب آسمان کی طرف ملائکہ جائینگے جس کسی بھی فرشتوں کی جماعت کے پاس سے انکا گذر ہوگا تو وہ کہیں گے کہ یہ خبیث وناپاک روح کس کی ہے؟ وہ ملائکہ اس کا سب سے بدتر نام لے کر بتلائیں گے کہ فلاں کی ہے تو جب انہیں لے کر آسمان پر پہنچیں گے تو دروازہ کھولنے کے لئے وہ فرشتے ندا لگائیں گے مگر دروازہ انکے لئے نہیں کھولا جائے گا۔ (تفسیر طبری۔ ج،۱۰۔ص،۱۸۵)

بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد اس کافر کے اعمال بد ہیں، کیوں کہ اللہ پاک ہے اور پاک چیزیں ہی اسکے پاس پہنچ پاتی ہیں جیسا کہ خود قرآن میں ہے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (الفاطر:۱۰) اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔

الغرض نہ ہی انکے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں جائیں گے جب تک کہ اونٹ

سوئی کے ناکہ میں سے نہ گذر جائے، تو نہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے گذر سکتا ہے اور نہ ہی یہ مشرک جنت میں جا پائیں گے، جیسا یہ محال ہے ویسا ہی انکا جنت میں جانا بھی محال ہے۔ یہ جو سزا انہیں دی جا رہی ہے وہ سزا بے وجہ نہیں دی جا رہی ہے بلکہ یہ سزا انہیں انکے جرم و گناہ کی وجہ سے دی جا رہی ہے جسکے وہ مستحق ہیں اور انکی ایک سزا یہ ہے کہ جب جنت میں انکا داخلہ ناممکن ہے تو پھر وہ جہنم میں ضرور ہی جائیں گے۔ جب جنت میں انکے داخلہ کی ممانعت آئی ہے تو اسکا مطلب ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ جب وہ جہنم میں جائیں گے تو انکا اوڑھنا اور بچھونا آگ کا ہوگا جو بطور سزا انکے لئے ہے، کیوں کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلا کر اور انکا انکار کرتے ہوئے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا، یہ انکے اس ظلم کے بدلہ میں سزا دی جا رہی ہے۔

درس نمبر (۶۶۰) ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والے جنت میں جائیں گے الاعراف: ۴۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو آمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کیے الصَّالِحَاتِ اچھے لَا نُكَلِّفُ ہم تکلیف نہیں دیتے نَفْساً کسی جان کو اِلَّا مگر وُسْعَهَا اس کی طاقت کے مطابق ہی اُولٰٓئِکَ یہ لوگ ہیں أَصْحَابُ الْجَنَّةِ جنت والے هُمْ وہ فِيْهَا اس میں خَالِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ہم (عملوں کیلئے) کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، ایسے ہی لوگ اہلِ جنت ہیں (کہ) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جنتی تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کئے ہوں۔

۲۔ اللہ کسی پر بھی اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

۳۔ ایسے لوگ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اب تک کفار و مشرکین کا حال بیان کیا جا رہا تھا، اب اس آیت میں مومنین کا حال بیان کیا جا رہا ہے اور ان پر کئے جانے والے انعامات کا بھی تذکرہ ہے، تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اس ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بھی کئے ہوں تو ایسے لوگ ہی جنت میں جائینگے، یہاں پر اللہ نے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا بھی ذکر کیا ہے مطلب یہ ہے کہ صرف ایمان لے آنا جنت میں داخلہ کا سبب نہیں بنے گا بلکہ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ فرائض و واجبات کو ادا کرنا اور حرام و ممنوعہ چیزوں سے بچنا بھی ضروری ہے ورنہ صرف ایمان ہو اور اعمال کچھ بھی نہ ہوں تو ایسا شخص پہلے جہنم میں جائیگا پھر وہاں اسے اسکے کئے کی سزا ملے گی پھر جب وہ اپنے گناہوں سے پاک ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ مومن و فاجر کے جہنم میں داخل ہونے میں یہی فرق ہے کہ فسق و فجور میں مبتلا مومن اپنے اعمال کے سزا

پا کر پھر جنت میں جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف ہی کر دے۔ لیکن کفار و مشرکین کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ ہمیشہ کے لئے اس جہنم میں رہینگے۔ اب یہ جو اعمال صالحہ کرنے کا حکم اللہ نے بندوں کو دیا ہے وہ کام انسان کی طاقت سے باہر کا نہیں ہے بلکہ اللہ وہی کام انسانوں کو کرنے کا حکم دیتا ہے جو اسکے بس میں ہیں اور جسکے کرنے کی وہ انسان اپنے اندر سکت رکھتا ہے، تو انسان کا یہ کہنا کہ گناہوں سے بچنا ہم سے نہیں ہو رہا ہے یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے تو یہ اس کا کہنا ایک طرح کا اللہ پر الزام لگانا ہے جبکہ اللہ کہہ رہا ہے اللہ وہی حکم دیتا ہے جو انسان کر سکتا ہے، لہذا اس عمل کی کوشش میں لگے رہو ایک نہ ایک دن کامیاب ہو جاو گے، اور پھر جب وہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی کرینگے تو اب جنت میں انکا ہمیشہ کے لئے داخلہ ہو جائیگا پھر وہ وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔

درس نمبر (٦٦١) الاعراف: ۴۳

جنت میں جانے سے پہلے ہر کسی کے دل سے کینہ کو نکال دیا جائے گا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَنَزَعْنَا اور ہم نکال دیں گے مَا جو (ہوگا) فِيْ صُدُوْرِهِمْ ان کے سینوں میں مِّنْ غِلٍّ کوئی کینہ تَجْرِيْ بہتی ہوں گی مِنْ تَحْتِهِمُ ان کے نیچے الْاَنْهٰرُ نہریں وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے الْحَمْدُ تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہیں الَّذِيْ جس نے هَدٰىنَا ہمیں ہدایت دی لِهٰذَا اس کی وَمَا كُنَّا اور نہ تھے ہم لِنَهْتَدِيَ کہ ہدایت پاتے لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اگر اللہ نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی لَقَدْ البتہ تحقیق جَآءَتْ آئے تھے رُسُلُ رسول رَبِّنَا ہمارے رب کے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَنُوْدُوْٓا اور وہ آواز دیئے جائیں گے اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ کہ یہ جنت ہے اُوْرِثْتُمُوْهَا تم اس کے وارث بنائے گئے ہو بِمَا بہ سبب اس کے جو كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے تھے

ترجمہ: اور جو کینے اُن کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے، اُن کے (محلوں کے) نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں کا رستہ دکھایا اور اگر اللہ ہم کو رستہ نہ دکھاتا تو ہم رستہ نہ پا سکتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔ اور (اس روز) منادی کر دی جائے گی کہ تم اُن اعمال کے صلہ میں جو (دنیا میں) کرتے تھے اس جنت کے وارث بنا دیئے گئے ہو۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ہم ان مومنوں کے دلوں میں جو کسی قدر دنیا میں کدورت وبغض تھا اسے نکال پھینکیں گے
۲۔جس جنت میں انہیں ڈالا جائیگا اسکا حال ایسا ہوگا کہ اسکے نیچے سے نہریں بہتی رہیں گی۔
۳۔جب وہ مومنین جنت میں آجائیں گے تو کہیں گے کہ اللہ ہی کی تعریف ہے وہی ہے جس نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔
۴۔اگر اللہ نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔
۵۔اللہ نے ہماری ہدایت کے لئے اپنے رسول کو حق بات کے ساتھ ہمارے درمیان بھیجا۔
۶۔پھر انہیں جنت میں پکارا جائیگا کہ یہی جنت ہے جسکا تمہیں وارث بنایا گیا ہے تمہارے اعمال کے سبب۔

اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قیامت کے دن مومنوں کا حال کیا ہوگا اور انکے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ کہ ہم ان مومنوں کے دلوں سے کدورت، بغض جو دنیا میں کسی وجہ سے پیدا ہوگیا تھا اسے نکال دینگے اور انکے دلوں کو پاک صاف کردینگے ،یعنی انسان جب اس دنیا میں رہتا ہے تو کسی نہ کسی نا اتفاقی کی وجہ سے ایک دوسرے کے دل میں کچھ کدورت وبغض پیدا ہوجاتا ہے،تو اللہ یہاں پر اسی کا تذکرہ فرمارہے ہیں کہ اللہ اس کینہ وبغض کو سب کے دلوں سے نکال پھینکیں گے اور سارے کے سارے دلوں کو پاک وصاف کردینگے، کیونکہ جنت عیش وآرام کی جگہ ہے لڑائی اور جھگڑا کرنے کی جگہ نہیں ہے اسی لئے سب کے دلوں کو اللہ پاک کردیں گے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم انہیں لوگوں میں سے ہونگے جنکے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔(تفسیر طبری۔ج،۱۰۔ص،۱۹۹)

حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اہل جنت کو جنت کی جانب لے جایا جائے گا تو جنت کے پاس وہ لوگ ایک درخت کو پائیں گے جس کی جڑوں سے دو چشمے بہہ رہے ہوں گے تو وہ ایک چشمہ کا پانی پئیں گے جس سے انکے دلوں میں جو کدورت ہوگی وہ ختم ہوجائے گی اور یہی پاک شراب ہے اور دوسرے چشمہ سے وہ لوگ غسل کریں گے جس کی وجہ سے ان پر بشاشت آجائے گی اور وہ پاک صاف ہوجائیں گے اس کے بعد پھر کبھی وہ میلے نہیں ہوں گے۔

الغرض جب انکے دلوں سے کینہ کو دور کردیا جائیگا تو جس جنت میں انہیں داخل کیا جائیگا اسکا حال یہ ہوگا کہ اسکے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔یہ جنت کی خوبصورتی کو بتانے کے لئے کہا جارہا ہے کیونکہ ہمیں وہ منظر بہت ہی حسین لگتا ہے کہ ہم کسی سایہ دار جگہ میں بیٹھے ہوں اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہو، اور ہمارے اطراف سے صاف وشفاف پانی بہہ رہا ہو، یہاں بھی اسی منظر کو پیش کیا گیا ہے۔پھر جب وہ مومن جنت میں آجائینگے تو سب سے پہلے اپنے رب کا شکر ادا کرینگے کہ یہ جو ہمیں انعام وہدایت ملی ہے وہ اللہ کی وجہ سے ہی ملی ہے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے بھی نہ ہوتے۔(وَمَا تَوْفِیْقِیْ الا بِاللّٰہ) اسی ہدایت کی ایک کڑی یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسولوں کو ہمارے درمیان بھیجا تاکہ وہ ہمیں اللہ کے احکامات بتلائیں اور سیدھا راستہ دکھائیں۔پھر اللہ ان جنتیوں کو آواز دیں گے کہ اے اہلِ جنت! یہی وہ جنت ہے جسکا اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس نے تمہیں اس جنت کا وارث بنادیا کہ تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو اب یہ تمہاری ہی جگہ ہے، ایسا ہم نے اس لئے کیا کہ تم دنیا میں نیک اعمال کیا کرتے تھے، ہمارے احکامات پر چلا کرتے تھے اور ہم نے جن چیزوں سے روکا اس سے بچا کرتے تھے۔یہ اسکا انعام ہے جو تمہیں دیا جارہا ہے۔

درس نمبر (۶۶۲) **جنتی لوگ دوزخیوں سے کیا کہیں گے؟** الاعراف: ۴۴۔۴۵

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۘ﴿۴۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَنَادٰٓی اور پکار کر کہیں گے اَصْحَابُ الْجَنَّةِ جنت والے اَصْحَابَ النَّارِ دوزخیوں کو اَنْ قَدْ وَجَدْنَا کہ تحقیق ہم نے پایا مَا وَعَدَنَا جو ہم سے وعدہ کیا تھا رَبُّنَا حَقًّا ہمارے رب نے سچا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ تو کیا تم نے بھی پایا ہے مَّا وَعَدَ جو وعدہ کیا تھا رَبُّكُمْ حَقًّا (تم سے) تمہارے رب نے برحق؟ قَالُوْا وہ کہیں گے نَعَمْ ہاں! فَاَذَّنَ پھر اعلان کرے گا مُؤَذِّنٌ ایک اعلان کرنے والا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ کہ اللہ کی لعنت ہو عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ظالموں پرO اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَصُدُّوْنَ روکتے تھے عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے وَيَبْغُوْنَهَا اور تلاش کرتے تھے اس میں عِوَجًا کجی وَهُمْ اور وہ بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے ساتھ كٰفِرُوْنَ کفر کرنے والے تھے

ترجمہ: اور اہلِ جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا ہم نے تو اُسے سچا پایا، بھلا جو وعدہ تمہارے رب نے تم سے کیا تھا کیا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟ وہ کہیں گے ہاں۔ تو (اُس وقت) اُن میں ایک پکارنے والا پکارے گا کہ بے انصافوں پر اللہ کی لعنت ہے O جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جنتی لوگ دوزخیوں سے کہیں گے کہ ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا، کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا ہے؟
۲۔ اس پر دوزخی لوگ کہیں گے ہاں!
۳۔ پھر ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔
۴۔ جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔
۵۔ اللہ کے راستے میں کجی تلاش کرتے ہیں۔
۶۔ جو آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں اور جنتیوں کا حال بیان کیا تھا کہ جنتیوں کو فلاں فلاں نعمتیں جنت میں ملیں گی اور دوزخیوں کو فلاں فلاں عذاب جہنم میں دیا جائے گا۔ اس آیت میں جنتیوں کا دوزخیوں سے جو سوال ہوگا وہ بتلایا جا رہا ہے کہ جب جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ جہنم میں چلے جائیں گے تو جنتی لوگ وہاں پر ان انعامات کو پالیں گے جو انکے

رب نے ان سے کیئے تھے کہ وہاں انہیں جنت ملے گی جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، طرح طرح کی لذتیں انہیں وہاں میسر ہوں گی، انکے دلوں کو کینہ سے پاک وصاف کیا جائے گا وغیرہ۔ ان نعمتوں کو پانے کے بعد خوشی کے عالم میں وہ دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے کہ دیکھو! ہمیں تو یہاں وہ سارے انعامات مل گئے جو ہمارے رب نے دنیا میں ہم سے کیئے تھے کہ اگر ایمان لے آوگے اور نیک اعمال کروگے تو یہ سب کچھ ملے گا ہم نے اسے پالیا، تو کیا تم نے بھی وہ عذاب پالیا جسکا وعدہ تمہارے رب نے تمہارے ایمان نہ لانے اور کفروشرک کرنے کی وجہ سے کیا تھا؟ تو جہنمی لوگ کہیں گے کہ ہاں! ہمیں بھی وہ عذاب مل رہا ہے ہم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو پالیا، اسکے بعد ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے کر کہے گا کہ اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔ یہاں اکثر آیتوں میں اللہ نے کفار ومشرکین کو ظالم کہہ کر مخاطب کیا ہے جسکا مطلب یہ کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا، کفروشرک کرنا ظلم ہے کیوں کہ حقیقی چیز کو چھوڑ کر غیر حقیقی چیز کو اپنانا یہ ایک قسم کا ظلم ہے اسی لئے اللہ نے یہاں انہیں ظالم کہہ کر پکارا ہے، پھر آگے ان ظالموں کے افعال بتائے جارہے ہیں کہ کس وجہ سے یہ لوگ ظالم ٹھہرائے گئے؟ سب سے پہلے اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ خود تو ایمان نہیں لاتے تھے اور ایک ظلم یہ کرتے تھے کہ دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکا کرتے تھے۔ دوسرا کام جو یہ لوگ کیا کرتے تھے وہ یہ کہ یہ لوگ اللہ کے احکامات میں کچھ نہ کچھ کجی نکالنے کی کوشش کرتے تھے کہ فلاں حکم صحیح نہیں ہے، فلاں چیز صحیح نہیں ہے وغیرہ اور تیسرا کام جو یہ کیا کرتے تھے وہ یہ کہ یہ لوگ آخرت کا بھی انکار کرتے تھے یعنی یہ کہا کرتے تھے کہ انسان کا معاملہ صرف اسی دنیا میں ہے، اسے پھر سے زندہ نہیں کیا جائیگا اور نہ عذاب ہوگا نہ ہی سزا وجزا کا معاملہ کیا جائیگا، یہ چند کام تھے جو یہ مشرکین کیا کرتے تھے جسکی وجہ سے انہیں ظالم کہہ کر پکارا گیا۔

اس آیت کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے کہ جنگ بدر کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدر کے کنویں کے پاس ٹہر کر جن میں ان مشرکین کی لاشیں پڑی تھیں مخاطب ہوکر اسی آیت کی تلاوت فرمائی کہ ہم نے اپنے رب کا وعدہ پالیا۔ الخ، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیا وہ مرے ہوئے نہیں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ سن رہے ہیں جیسا کہ تم سن رہے ہو۔ (بخاری: ۳۹۸۱)

درس نمبر (۶۶۳) جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ایک حجاب ہوگا الاعراف: ۴۶-۴۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢبِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبَيْنَهُمَا اور ان کے درمیان حِجَابٌ پردہ (ہوگا) وَعَلَى الْأَعْرَافِ اور اعراف پر رِجَالٌ کچھ لوگ ہوں گے يَعْرِفُوْنَ جو پہچانتے ہوں گے كُلًّا ہر ایک کو بِسِيْمَاهُمْ ان کی (خاص) علامات سے وَنَادَوْا اور وہ پکاریں گے أَصْحَابَ الْجَنَّةِ جنت والوں کو أَنْ سَلٰمٌ کہ سلام ہو عَلَيْكُمْ تم پر لَمْ يَدْخُلُوْهَا وہ داخل ہوئے نہ ہوں گے

اس (جنت) میں وَهُمْ اوروہ يَطْمَعُوْنَ امیدرکھتے ہوں گے O وَإِذَا اور جب صُرِفَتْ پھیری جائیں گی أَبْصَارُهُمْ ان کی آنکھیں تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ دوزخیوں کی طرف قَالُوْا تو وہ کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب! لَا تَجْعَلْنَا نہ کر تو ہمیں مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ظالم لوگوں کے ساتھ

ترجمہ: ان دونوں یعنی جنت اور دوزخ کے درمیان (اعراف نام) ایک دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے تو اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو یہ لوگ (ابھی) جنت میں داخل تو نہیں ہوئے ہوں گے مگر امید رکھتے ہوں گے O اور جب اُن کی نگاہیں پلٹ کر اہلِ دوزخ کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کیساتھ شامل نہ کرنا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک پردہ ہوگا۔

۲۔ اعراف پر کچھ لوگ ہونگے جو جنتیوں اور دوزخیوں کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے۔

۳۔ یہ لوگ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔

۴۔ یہ لوگ تو جنت میں داخل نہ ہوئے ہونگے لیکن اس میں داخل ہونے کی آرزو کرینگے۔

۵۔ جب انکی نگاہوں کو دوزخیوں کی جانب پھیرا جائیگا۔

۶۔ تو یہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں میں شامل نہ کر۔

جب جنتیوں کو جنت میں ڈالا جائیگا اور دوزخیوں کو دوزخ میں تو ان میں ایک گروہ ایسا ہوگا کہ جسے نہ تو جنت میں داخل کیا جائیگا اور نہ ہی جہنم میں بلکہ انہیں روکے رکھا جائیگا اس سبب سے کہ انکے پاس کچھ نیکیاں ہوگی اور کچھ گناہ ہونگے تو یہ لوگ جنت اور جہنم کے درمیان جو ایک دیوار ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نے حجاب کہہ کر بیان کیا اس پر بیٹھے ہوں گے اور جنتیوں اور دوزخیوں کا دیدار کر رہے ہوں گے، جب جنتیوں کو آسائش اور نعمتوں میں دیکھیں گے تو انہیں پکار کر کہیں گے کہ اے جنتیوں! تم پر سلامتی ہو اللہ نے تم پر کتنے انعامات کئے ہیں، یہ لوگ ابھی جنت میں تو داخل نہیں ہوں گے بلکہ یہ جنتیوں کو ان آسائشوں میں دیکھ کر جنت میں جانے کی تمنا کرتے ہونگے، پھر جب جنتیوں اور جنت سے انکی نظر ہٹا کر دوزخ کی جانب پھیری جائیگی تو یہ لوگ اس عذاب اور سزاوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جائیں گے اور اللہ سے دعا کرنے لگیں گے کہ اے اللہ! ہمیں ان ظالم دوزخیوں میں سے نہ بنانا اور ہمیں اس دوزخ میں داخل نہ فرما۔

اس آیت میں دوزخیوں اور جنتیوں کے علاوہ بھی ایک گروہ کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ کفار و مشرکین تو جہنم میں چلے جائیں گے اور صاحب ایمان اور نیک اعمال کرنے والے جنت میں چلے جائیں گے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہونگے کہ جن کے پاس کچھ نیکیاں اور کچھ گناہ ہوں گے تو ابھی انکے بارے کوئی فیصلہ نہیں کیا جائیگا، پہلے انہیں جنت اور جنتیوں کے احوال دکھائے جائیں گے نیز دوزخ اور دوزخیوں کے حالات بھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ان سے اصحاب اعراف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ ایسے لوگ ہونگے جنکی نیکیاں اور گناہ برابر ہونگے، انکے گناہوں نے انہیں جنت

میں جانے سے روکے رکھا اور نیکیوں نے جہنم میں جانے سے، تو یہ لوگ اس دیوار حجاب پر بیٹھے ہونگے یہاں تک کہ اللہ انکے بارے میں فیصلہ سنادے گا۔(تفسیر طبری۔ج ۱۲،ص ۴۵۳)

درس نمبر (۶۶۴) الاعراف: ۴۸۔۴۹

جنت میں داخل ہونے کے بعد نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی غم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَنَادٰٓى اور پکار کر کہیں گے أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ اعراف والے رِجَالاً کچھ ایسے لوگوں کو يَعْرِفُوْنَهُمْ جنہیں وہ پہچانتے ہوں گے بِسِيْمَاهُمْ ان کی (خاص) علامات سے قَالُوْا وہ کہیں گے مَا اَغْنٰى فائدہ نہیں دیا عَنْكُمْ تمہیں جَمْعُكُمْ تمہارے جتھے نے وَمَا اور (نہ اس نے) جو كُنْتُمْ تھے تم تَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرتے O أَهٰٓؤُلَآءِ کیا یہی الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں جن کی بابت أَقْسَمْتُمْ تم قسمیں کھاتے تھے لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ کہ نہیں پہنچائے گا ان کو اللہ بِرَحْمَةٍ رحمت اُدْخُلُوْا (ان کو یہ حکم ہوگا کہ) تم داخل ہو جاؤ الْجَنَّةَ جنت میں لَا خَوْفٌ نہیں ہے کوئی خوف عَلَيْكُمْ تم پر وَلَآ اَنْتُمْ اور نہ تم تَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے

ترجمہ: اور اہلِ اعراف (کافر) لوگوں کو جنہیں اُن کی صورتوں سے شناخت کرتے ہوں گے پکاریں گے اور کہیں گے (کہ آج) نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی اور نہ تمہارا تکبر (ہی سودمند ہوا) O (پھر مومنوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے) کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کی دستگیری نہیں کرے گا (تو مومنو!) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تمہیں کچھ رنج وغم ہوگا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اصحاب اعراف کچھ لوگوں کو جنہیں وہ انکی نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے پکاریں گے۔

۲۔ کہیں گے تمہارا جمع کیا ہوا مال تمہارے کام نہیں آیا۔

۳۔ نہ ہی تمہارا تکبر تمہارے کام آیا۔

۴۔ جنتیوں کی جانب اشارہ کر کے کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت کو نہیں پائیں گے۔

۵۔ انہیں تو جنت میں داخل کیا جا چکا۔

۶۔ جہاں نہ تو انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ یہ لوگ غمگین ہوں گے۔

پچھلی آیت میں اصحابِ اعراف کے بارے میں بیان کیا گیا تھا کہ وہ جنتیوں سے مخاطب ہوئے تھے اور اب یہاں اس آیت میں بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں سے کس طرح مخاطب ہوں گے جنہیں وہ انکی دوزخی نشانیوں سے پہچان لیں گے اور ان سے کہیں گے کہ کیا ہوا وہ تمہارا مال جو تم نے دنیا میں جمع کیا تھا، اور کہاں گئی وہ جماعت وہ تعداد جس پر تم فخر وگھمنڈ کیا کرتے تھے کیا یہ تمہارے کچھ کام آئی؟ اور تم دنیا میں تکبر کرتے تھے اور اللہ کی آیتوں سے اعراض کرتے تھے تو کیا یہ چیز بھی تمہارے کچھ کام آئی؟ نہیں! بلکہ یہاں تو ایمان، اخلاص اور اعمال صالحہ کام آتے ہیں۔ پھر اللہ تعالی ان جہنمیوں سے کہے گا کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت کو کبھی نہیں پائیں گے، کیوں کہ اگر یہ لوگ اللہ کی رحمت کو پانے والے ہوتے تو اللہ انہیں محتاج اور مفلس نہ بناتا بلکہ انہیں بھی دولت اور اولاد جیسی نعمتوں سے نوازتا جیسا کہ اس نے ہمیں نوازا ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کو پانے والے ہیں نہ کہ یہ لوگ، تو اللہ اصحاب اعراف کے بارے میں دوزخیوں کے سامنے فیصلہ کرتے ہوئے کہے گا کہ جاؤ، اب تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تمہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمزدہ ہوں گے۔ امام طبری نے انہیں کے بارے وہ حدیث روایت کی ہے کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو اصحاب اعراف بچے رہیں گے تو انہیں اجازت دی جائے گی کہ کسی کی سفارش لے آ تو تمہیں بھی جنت میں ڈال دیا جائے گا تو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر وہ معذرت کریں گے، ایسے ہی ہوتے ہوتے آخر میں وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکی سفارش کے لئے سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ سے انکی سفارش کریں گے یہاں تک کہ آپ کی سفارش قبول کر لی جائے گی اور انہیں بھی جنت میں ڈالا جائیگا۔ (تفسیر طبری۔ ج،۱۲۔ص،۴۷۰)

درس نمبر (۶۶۵) **دوزخی جنتیوں سے کیا مانگیں گے؟** الاعراف: ۵۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَنَادٰٓى اور پکار کر کہیں گے أَصْحَابُ النَّارِ دوزخ والے أَصْحَابَ الْجَنَّةِ جنتیوں کو أَنْ أَفِيْضُوْا کہ تم ڈالو عَلَيْنَا ہم پر مِنَ الْمَاءِ کچھ پانی سے أَوْ یا مِمَّا اس میں سے کچھ جو رَزَقَكُمُ اللّٰهُ اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے قَالُوْا کہیں گے (جنتی) إِنَّ بے شک اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا اللہ نے یہ دونوں چیزیں حرام کر دی ہیں عَلَى الْكَافِرِيْنَ کافروں پر

ترجمہ: اور دوزخی جنتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق اللہ نے تمہیں عنایت فرمایا ہے اس میں سے (کچھ ہمیں بھی دو) وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے جنت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔دوزخی جنتیوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف کچھ پانی پھینکو۔
۲۔یاوہ رزق پھینکو جواللہ نے تمہیں دیا ہے۔
۳۔جنتی لوگ کہیں گے کہ یہ چیزیں اللہ نے کافروں پر حرام کردی ہیں۔

پچھلی آیتوں میں حجاب کا ذکر آیا تھا کہ جنتیوں اور دوزخیوں کے بیچ ایک آڑ یعنی دیوار ہوگی جسے اللہ نے حجاب سے تعبیر فرمایا،اس لئے کہ یہ دیوار ایسی ہوگی کہ جس سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے اور بات بھی کرسکیں گے تاکہ جنتی لوگ شکر ادا کریں اور دوزخی لوگ حسرت میں پڑے رہیں۔اس آیت میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ دوزخی جب جنتیوں کو دیکھیں گے کہ وہ لوگ بہتی نہروں سے میٹھا میٹھا پانی پی رہے ہیں اور عمدہ کھانے کھارہے ہیں۔ادھران دوزخیوں کو دوزخ میں کھولتا ہوا پانی، خون اور پیپ پینے کے لئے دیا جارہا ہے اور کانٹے دار درخت اور اسکے پھل کھانے کو دیئے جارہے ہیں تو دوزخی جنتیوں سے کہیں گے کہ تھوڑا سا پانی جو تم پی رہے ہو ہماری طرف بھی بڑھاؤ ہمیں بھی پیاس لگی ہے، ہم بھی اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں، اگر پانی نہیں دے سکتے تو کم از کم کچھ کھانے کے لئے تو دیدو جو اللہ نے تمہیں کھانے کے لئے عمدہ غذائیں دی ہے اسی میں سے کچھ ہمیں دیدو۔تو جنتی کہیں گے کہ یہ نعمتیں تو ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ پر ایمان لے آئے اور اسکے احکامات کو مانا اور اسکی اور اسکے رسولوں کی اطاعت کی،مگر تم نے تو دنیا میں ان سبھی کا انکار کردیا تھا،تم اللہ کی توحید کے بھی قائل نہیں تھے۔اب اللہ نے ان نعمتوں کو تم جیسے کافروں کے لئے حرام کردیا ہے،اس جرم کے سبب جس میں تم مبتلا تھے۔

درس نمبر(۲٦٦) کافروں نے دین کولہوولعب بنالیا تھا الاعراف:۵۱۔۵۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے اتَّخَذُوْا بنالیا دِيْنَهُمْ اپنے دین کو لَهْوًا تماشہ وَّلَعِبًا اور کھیل وَغَرَّتْهُمُ اور ان کو دھوکے میں ڈالے رکھا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگانی نے فَالْيَوْمَ چنانچہ آج نَنْسَاهُمْ ہم انہیں بھلادیں گے كَمَا جیسے نَسُوْا انہوں نے بھلادیا تھا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا اپنے اس دن کی ملاقات کو وَمَا كَانُوْا اور جو تھے وہ بِآيَاتِنَا ہماری آیات کا يَجْحَدُوْنَ انکار کرتے O وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جِئْنَاهُمْ ہم ان کے پاس لائے بِكِتَابٍ ایسی کتاب فَصَّلْنَاهُ کہ ہم نے اس کو مفصل بیان کیا عَلٰى عِلْمٍ علم کے ساتھ هُدًى وہ ہدایت وَرَحْمَةً اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں

ترجمہ: جنہوں نے اپنے دین کو تماشہ اور کھیل بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو جس طرح یہ لوگ اُس دن کے آنے کو بھولے ہوئے اور ہماری آیتوں سے منکر ہورہے تھے اسی طرح آج ہم بھی انہیں بھلادیں گے O اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچادی ہے جس کو علم و دانش کیساتھ کھول کھول کر بیان کردیا ہے (اور) وہ مومنوں کیلئے

ہدایت اور رحمت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنالیا تھا۔

۲۔ دنیوی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

۳۔ آج ہم انہیں بھول بیٹھے ہیں جیسا کہ وہ قیامت کے دن کو بھول بیٹھے تھے

۴۔ وہ ہماری آیتوں کا انکار بھی کرتے تھے۔

۵۔ ہم نے انہیں ایسی کتاب بھی دی ہے جسمیں ہم نے علم کے مطابق ہدایت کو کھول کر بیان کیا ہے۔

۶۔ جو کتاب مومنوں کے لئے ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی۔

جہنمیوں کے جہنم کے مستحق ہونے کی یہاں وجہ بیان کی جارہی ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب انہیں اللہ کے دین کی دعوت دی جاتی تھی جسے لیکر ہمارے رسول مبعوث ہوئے ہیں تو اس دین کا یہ لوگ مذاق اڑاتے تھے، اور نہ صرف دین کا مذاق اڑاتے تھے بلکہ یہ لوگ دین پہنچانے والے کا بھی مذاق اڑاتے تھے اور اپنی عیاشی کی زندگی میں کھوکر اس اخروی زندگی کو بھول بیٹھے تھے اور اس زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا کہ جو بھی ہے یہی زندگی ہے اسکے بعد نہ ہم اٹھائے جائیں گے اور نہ ہی ہمارا حساب وکتاب ہوگا، آج ہم نے بھی انہیں بھول رکھا ہے اور انہیں اسی عذاب میں بھوکے پیاسے تڑپتے چھوڑ دیا ہے، جیسا کہ وہ لوگ اس قیامت کے دن کو اور اسکے بعد ہونے والی جزا وسزا کو بھول بیٹھے تھے، اتنا ہی نہیں بلکہ ہم جو احکام بیان کرتے تھے اور ہماری طرف سے جو قرآن نازل ہوتا تھا تو اس قرآن کو وہ جھٹلاتے بھی تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ یہ تو کسی انسان کا کلام ہے، اللہ کا بھیجا ہوا کلام نہیں ہے۔ آج تم اپنے کئے کی سزا میں دوزخ کی سختی اور عذاب میں یوں ہی پڑے رہو۔ ہم یوں ہی انہیں سزا نہیں دے رہے ہیں کہ انہیں ہم نے اس دن کے بارے میں اور آخرت کے بارے میں کچھ نہ بتایا ہو اور بغیر بتائے اور ڈرائے ہی انہیں اس سزا میں مبتلا کیا ہو، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم نے انکے پاس ایک کتاب اپنے علم کے ساتھ بھیجی تھی جس میں سبھی چیزوں کا تذکرہ تھا جو ہدایت پانے کے لئے کافی تھا، لیکن انہوں نے اس کتاب کو ہی جھٹلا دیا اور اس کتاب کے احکامات کا مذاق اڑانے لگے تھے، انہیں اسی کی سزا یہاں دی جارہی ہے۔ اس کے برخلاف مومنوں نے اس کتاب کو غور سے سنا اور سمجھا اور اللہ پر اور اسکے احکامات پر وہ ایمان لے آئے جو انکی ہدایت کا ذریعہ بنی اور آج انکے لئے رحمت کا سبب ظاہر ہوئی ہے، جسکے ماننے اور اس پر عمل کرنے کی جزا انہیں جنت اور اسکی آسائش کی شکل میں دی جارہی ہے۔

درس نمبر (۶۶۷) **ہے کوئی جو آج ہماری سفارش کرے؟** الاعراف: ۵۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هَلْ يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار نہیں کرتے إِلَّا مگر تَأْوِيْلَهُ اس کے انجام (قیامت) کا يَوْمَ جس دن يَأْتِيْ آئے گا تَأْوِيْلُهُ اس کا انجام يَقُوْلُ (تو) کہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو نَسُوْهُ اس کو بھولے ہوئے تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے قَدْ جَاءَتْ تحقیق آئے تھے رُسُلُ رَبِّنَا ہمارے رب کے رسول بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَهَلْ پھر کیا لَّنَا ہمارے لیے مِنْ شُفَعَاءَ کوئی سفارشی ہیں؟ فَيَشْفَعُوْا کہ وہ سفارش کریں لَنَا ہمارے لیے أَوْ یا نُرَدُّ ہم لوٹا دیئے جائیں فَنَعْمَلَ تو ہم عمل کریں گے غَيْرَ الَّذِيْ ان کے علاوہ جو كُنَّا تھے ہم (پہلے) نَعْمَلُ عمل کرتے قَدْ خَسِرُوْا تحقیق انہوں نے خسارے میں ڈالا أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو وَضَلَّ اور گم ہوگیا عَنْهُمْ ان سے مَّا جو كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افتراء باندھتے تھے

ترجمہ: کیا یہ لوگ اس کے وعدۂ عذاب کے منتظر ہیں؟ جس دن وہ وعدہ آجائے گا تو جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے ہوں گے وہ بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے پروردگار کے رسول حق لے کر آئے تھے بھلا (آج) ہمارے کوئی سفارشی ہیں کہ ہماری سفارش کریں یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیئے جائیں کہ جو عملِ (بد) ہم (پہلے) کرتے تھے (وہ نہ کریں بلکہ) ان کے سوا اور (نیک) عمل کریں۔ بیشک ان لوگوں نے اپنا نقصان کیا اور جو کچھ یہ افتراء کرتے تھے ان سے سب جاتا رہا۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ انکا انجام انکے سامنے آجائے۔

۲۔ جس دن وہ وعدہ آجائے گا تو جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے ہوں گے وہ بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے پروردگار کے رسول حق لے کر آئے تھے۔

۳۔ تو کیا آج ہمارا کوئی سفارشی ہے جو ہماری سفارش کرے؟

۴۔ یا ایسا ہو کہ ہمیں دوبارہ اس دنیا میں بھیج دیا جائے۔

۵۔ اب کی بار دنیا میں جا کر ان اعمال کے علاوہ عمل کریں گے جو پہلے کیا کرتے تھے۔

۶۔ ان لوگوں نے اپنا نقصان کر لیا۔

۷۔ جو افتراء وہ کیا کرتے تھے سب بیکار چلا گیا

پچھلی آیتوں میں مومنوں پر ہونے والے انعامات اور کافروں کو دی جانے والی سزا کا ذکر کیا گیا تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ان کفار و مشرکین کو اللہ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جاتا اور اطاعت اختیار کرنے پر جو انعامات اللہ نے رکھے ہیں اسکو بیان کیا جاتا اور اللہ کی اطاعت نہ کرنے پر جو وعیدیں ہیں اسکو بھی بیان کیا جاتا تو یہ کفار یہ کہتے ہیں یا انکی حالت سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس بات کی آرزو اور انتظار میں ہیں کہ جو وعیدیں اللہ نے نہ ماننے والوں کے لئے رکھی ہے وہ وعیدیں آجائیں، اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ تم جس وعید کے متمنی ہو جب وہ وعید آجائے گی جس کو تم دنیا میں بھول بیٹھے ہو تب تم یہ کہو گے کہ اللہ کے پاس سے جو انبیاء حق لیکر آئے تھے وہ حق پر تھے، اس وقت تمہیں اس بات کا پتہ

چل جائیگا اور جب تمہیں اس بات کا پتہ چل جائیگا تو اس وقت تم یہ خواہش کرنے لگو گے کہ کاش! کوئی ہماری سفارش کر دے تا کہ ہم عذاب سے بچ جائیں، یا ایسا ہو کہ پھر سے ہمیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو ہم اس بار اس کفر و شرک کے عمل کو چھوڑ کر ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کریں گے، لیکن ان باتوں کا اب کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جب تمہیں سمجھایا گیا تھا تب تو تم سمجھے ہی نہیں اور ہمارے نبی اور ہمارے کلام کو جھٹلا کر اپنا نقصان کر بیٹھے اور اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کی تم عبادت کرتے تھے ان کے بارے میں تم کہا کرتے تھے کہ یہی ہمیں عذاب سے بچائیں گے اور ہماری سفارش کریں گے۔ وہ آج تم سے غائب ہو گئے اور کوئی تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ فیصلہ کر دیا جائے گا کہ اب تم اس عذاب میں ہمیشہ کے لئے پڑے رہو۔

درس نمبر (۶۶۸) **آسمانوں اور زمین کی چھ دن میں پیدائش** الاعراف: ۵۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۵۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ رَبَّكُمُ یقیناً تمہارا رب اللّٰهُ الَّذِیْ وہ اللہ ہے جس نے خَلَقَ پیدا کیا السَّمَاوَاتِ آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ أَیَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰی پھر مستوی ہو گیا عَلَی الْعَرْشِ عرش پر یُغْشِیْ وہ ڈھانپتا ہے الَّیْلَ النَّهَارَ رات سے دن کو یَطْلُبُهٗ طلب کرتی ہے (رات) اس (دن) کو حَثِیْثًا جلدی جلدی وَالشَّمْسَ اور (پیدا کیے) سورج وَالْقَمَرَ اور چاند وَالنُّجُوْمَ اور ستارے مُسَخَّرَاتٍ اس حال میں کہ وہ (سب) تابع ہیں بِاَمْرِهٖ اس (اللہ) کے حکم کے اَلَا آگاہ رہو لَهُ اسی کے لیے ہے الْخَلْقُ پیدا کرنا وَالْاَمْرُ اور حکم فرمانا تَبٰرَكَ اللّٰهُ اللہ بہت بابرکت ہے رَبُّ الْعَالَمِیْنَ جہانوں کا رب

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اُس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اُسی نے سورج، چاند اور ستاروں کو پیدا کیا سب اُسی کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو! سب مخلوق بھی اُسی کی ہے اور حکم بھی (اُسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ آپ کے رب نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔

۲۔ پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔

۳۔ وہی اللہ ہے جو رات کو دن سے ڈھانک دیتا ہے جو اسے جلد تلاش کرتی ہے۔

۴۔ چاند، سورج اور ستاروں کو پیدا فرمایا جو اسکے حکم کے تابع ہیں۔

۵۔ پیدا کرنا اور حکم کرنا صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔
۶۔ اللہ کی ذات پاک ہے جو دنیا جہاں کا رب ہے۔

پچھلی آیتوں میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ کفار و مشرکین اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی عبادت کیا کرتے تھے، جس پر انکی سزا کیا ہوگی اسے بھی بتلا دیا گیا۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی اپنی توحید بیان کر رہے ہیں کہ تمہارا رب اور جتنی بھی مخلوقات اس دنیا میں ہیں سب کا رب وہ ایک اللہ ہے، وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا پھر جب تمام چیزوں کی پیدائش سے فارغ ہوگیا تو وہ اللہ عرش پر مستوی اور جلوہ افروز ہوگیا۔ اس آیت کی توضیح ایک حدیث میں ہے جسے امام نسائی نے اپنی کتاب السنن الکبری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل کی ہے ایک مرتبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے سبھی کو چھ روز میں پیدا فرمایا پھر ساتویں دن عرش پر مستوی ہوگیا، اللہ تبارک وتعالی نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا فرمایا، اتوار کے دن پہاڑ کو، پیر کے دن درختوں کو، منگل کے دن گارے کو (جس سے انسان کی پیدائش ہوئی) چہارشنبہ کے دن نور، جمعرات کے دن چوپائے اور جمعہ کی آخری گھڑی یعنی عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور مٹی کی سطح کو لال، کالے میں اور اچھے، برے میں تقسیم کر دیا اسی وجہ سے اللہ نے اچھے اور برے لوگوں کو پیدا فرمایا۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۲۸)

پھر آگے اللہ تعالی بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے یعنی رات پہلے آتی ہے اور یہ رات اس دن کو جلد ہی طلب کر لیتی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے سورج چاند اور ستاروں کو بھی پیدا فرمایا جو اللہ کے حکم کے ساتھ آتے جاتے ہیں، کسی کی کیا مجال کہ اللہ کے حکم سے روگردانی کریں، کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ دن نہ جاتا ہو اور رات نہ آتی ہو یا رات نہ جاتی ہو اور دن نہ آتا ہو نہیں! ہرگز نہیں ہر ایک اللہ کے حکم کو مانتے اور اسکے حکم کی اتباع کرتے ہیں، ان چیزوں کی تخلیق کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ مخلوق کو متنبہ کر رہے ہیں کہ اے انسانو! تمام چیزوں کو پیدا کرنا اور انہیں انکے حساب سے کام کرنے کا حکم دینا یہ سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اسکے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا، یہی وہ اللہ ہے جسکی ذات ہر قسم کے شرک سے پاک ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور تمام جہانوں کا بھی رب ہے۔ اگر تمہیں اللہ کی قدرت کا اندازہ ہوگیا ہو تو اسی کی عبادت میں لگ جاؤ اور غیر اللہ کی عبادت کو ترک کر دو، جسکا مزید بیان آگے کی آیت میں آ رہا ہے۔

درس نمبر (۶۶۹) تنہائی میں گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارو الاعراف: ۵۵-۵۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۵۵ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اُدْعُوْا تم پکارو رَبَّكُمْ اپنے رب کو تَضَرُّعًا آہ وزاری کرتے ہوئے وَخُفْيَةً اور چپکے چپکے اِنَّهٗ تحقیق وہ لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا الْمُعْتَدِيْنَ حد سے تجاوز کرنے والوں کو O وَلَا تُفْسِدُوْا اور تم فساد نہ کرو فِى الْاَرْضِ

زمین میں بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا اس کی اصلاح کے بعد وَادۡعُوۡهُ اور اس (اللہ) کو پکارو خَوۡفًا خوف کرتے ہوئے وَّطَمَعًا اور طمع کرتے ہوئے اِنَّ یقیناً رَحۡمَتَ اللّٰهِ اللہ کی رحمت قَرِیۡبٌ قریب ہے مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ احسان کرنے والوں کے

ترجمہ: (لوگو) اپنے رب سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتاO اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔تم اپنے رب کو رو رو کر اور تنہائی میں پکارا کرو۔

۲۔اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

۳۔تم لوگ زمین میں اسکی اصلاح ہونے کے بعد فساد مت مچاو۔

۴۔عذاب سے ڈرتے ہوئے اور ثواب کی امید کرتے ہوئے اللہ سے دعا مانگو۔

۵۔اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کو بیان کیا اور اپنے خالق ہونے کا اظہار فرمایا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون اس کائنات کا نظام چلا رہا ہے اور کس کے ہاتھ میں تمام امور ہیں؟ ان چیزوں کو بیان کرنے کے بعد جب سب کو اسکی طاقت و قدرت کا علم ہو چکا تو اس نے اب اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں تو پھر تم دوسروں کے آگے ہاتھ کیوں پھیلاتے ہو؟ تمہیں چاہئے کہ تم اپنے رب سے مانگو اور مانگو بھی عاجزی وانکساری اور اپنے آپکو کمتر ظاہر کرتے ہوئے، اور مانگنے کا بہترین موقع تنہائی ہوتا ہے کیوں کہ تنہائی میں بندہ اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے جس کی وجہ سے مانگنے میں اور بھی مزہ آتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا تو وہاں بھی انہیں کلمات کو ظاہر کیا ارشاد فرمایا: اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا کہ زکریا علیہ السلام نے بھی جب اپنے رب سے دعا کی تو چھپ کر تنہائی میں دھیمی آواز سے دعا کی جس پر انکی دعا قبول بھی کر لی گئی، تو یہاں بھی اللہ سے مانگنے کا سلیقہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اللہ سے کچھ مانگنا ہو تو اکیلے میں تنہائی میں بیٹھ کر قلبی لگاؤ کے ساتھ مانگنا چاہئے۔ تفسیر طبری میں یہ روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر جب نبی رحمت ﷺ اور صحابہ کسی وادی کی بلندی پر چڑھنے لگے تو بآواز بلند اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنے لگے تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کا معاملہ کرو تم کسی نہ سننے والے یا کسی غیر موجود کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم ایک سننے والے کو اور اس ذات کو پکار رہے ہو جو تمہارے بالکل قریب ہے تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہاری بات سنتا ہے۔ (تفسیر طبری۔ج ۱۲۔ص ۴۸۶) اس حدیث میں بھی اللہ کو پکارنے کا سلیقہ سکھایا گیا ہے کہ اسے آہستہ اور پورے دل کے لگاؤ کے ساتھ پکارا جائے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ وہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اعتدال سے ہٹ کر عمل کرے، زیادتی سے کام لے، میانہ روی کو ترک کرے اور حد سے تجاوز کر جائے۔ ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ دعا میں حد سے تجاوز کرنا یہ ہے کہ زور زور سے پکارا جائے، اور بلند آواز سے چیخ چیخ کر دعا کی جائے جو کہ ناپسندیدہ عمل ہے بلکہ آہستہ اور آہ وزاری کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر طبری۔ج ۱۲۔ص ۴۸۷)

پھر اللہ تعالیٰ انسانوں کو حکم دے رہے ہیں کہ اس زمین میں فساد مت پھیلاؤ جبکہ اس زمین کی اصلاح کی جا چکی ہو۔ یہاں فساد سے مراد زمین میں شرک و بت پرستی اور اللہ کی نافرمانی ہے، کیونکہ اللہ نے تمام مخلوقات کو اللہ کے حکم کا پابند بنایا ہے اور اگر تم اللہ کے حکم کی نافرمانی کرو گے تو یہ زمین میں فساد مچانا ہی ہے۔ **بَعْدَ اِصْلَاحِهَا** کہہ کر اس جانب اشارہ کیا گیا کہ اللہ نے اپنے احکامات کو پہنچانے کے لئے انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا اور ان انبیاء و رسل کے آنے اور اللہ کے احکامات کو پہنچا دینے کے بعد اب پھر سے اللہ کی نافرمانی کر کے زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ اور اللہ سے دعا مانگو تو جہنم کے عذاب سے بچنے اور جنت میں جانے کی خواہش رکھتے ہوئے دعا مانگو، پھر اللہ کی رحمت ان لوگوں سے قریب ہے اور انہیں ملے گی جنہوں نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ کے احکامات پر عمل کیا اور حکم کی تعمیل کی۔

درس نمبر (۶۷۰) اللہ ہی اپنی رحمت سے ہواؤں کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجتا ہے الاعراف:۵۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا ۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ الَّذِیْ اور وہی ہے جو یُرْسِلُ بھیجتا ہے الرِّیَاحَ ہوائیں بُشْرًا خوشخبری دینے والی بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے پہلے حَتّٰۤی یہاں تک کہ اِذَاۤ اَقَلَّتْ جب وہ اٹھاتی ہیں سَحَابًا ثِقَالًا بھاری بادلوں کو سُقْنَاهُ (تو) ہم ہانکتے ہیں ان کو لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ ایک مردہ شہر کی طرف فَأَنْزَلْنَا پھر ہم اتارتے ہیں بِهِ الْمَآءَ ان کے ذریعے سے پانی فَأَخْرَجْنَا پھر ہم نکالتے ہیں بِهٖ اس کے ذریعے سے مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ہر طرح کے میوے كَذَالِكَ اسی طرح نُخْرِجُ ہم نکالیں گے الْمَوْتٰى مردوں کو (قبروں سے) لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو

ترجمہ: اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر بادل سے بارش برساتے ہیں پھر بارش سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو (زمین سے) زندہ کر کے باہر نکالیں گے (یہ آیات اس لئے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجتا ہے۔

۲۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو اٹھا لیتی ہے تو ہم اسکو مردہ زمین کے لئے روانہ کرتے ہیں۔

۳۔ پھر ہم اس کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔

۴۔ پھر ہم اس کے ذریعہ ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔

۵۔اسی طرح ہم مُردوں کو زندہ کریں گے۔
٦۔تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت اور انسانوں پر کئے جانے والے انعامات بیان فرمارہے ہیں کہ وہی تو اللہ ہے جو ہواؤں کو اپنے پاس سے بارش کی خوشخبری دیکر بھیجتا ہے، جب یہ ہوائیں بھاری بھرکم بادلوں کو اٹھالاتی ہیں جس میں پانی ہوتا ہے تو پھر اللہ ان بادلوں کو برسنے کا حکم دیتے ہیں جو اپنے رب کے حکم کی اتباع میں بارش برساتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اس برسے ہوئے پانی کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بنجر زمین جو کہ بے آب وگیاہ پڑی ہوئی تھی سبزہ زار بنادیں اور اس زمین میں اگانے کی صلاحیت پیدا کردے تو وہ بارش بھی اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتی ہے، جب بارش اپنا کام کرچکی ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس زمین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اندر موجود دانہ اگائے اور پھر جب وہ دانہ اگ کر بڑا درخت یا کھیتی بن جاتی ہے تو اللہ اسطرح اس کھیتی اور درختوں سے کھانے پینے کی چیزیں اور پھل ومیوہ جات نکالتے ہیں جس سے انسان اور جانور سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ سب اللہ ہی کی قدرت اور اسکے حکم سے ہوتا ہے۔

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو آسمانی کناروں سے نکال لے آتے ہیں پھر وہ ہوائیں ان بادلوں کو پورے آسمان پر پھیلا دیتی ہیں اسکے بعد آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جس سے بادل پانی اپنے اندر جمع کرلیتے ہیں پھر بادل اس پانی کو برساتے ہیں۔ (تفسیر طبری۔ج ۱۲،ص ۴۹۳)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جس طرح ہم ایک بنجر زمین سے کھیتی اگاتے ہیں اسی طرح ہم قیامت کے دن انسانوں کو انکی قبروں سے اٹھائیں گے، جو مرنے کے بعد پھر سے زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ اس بیان کی ہوئی حالت کو دیکھ لیں کہ کس طرح وہ رب ایک بنجر زمین سے کھیتی نکالتا ہے؟ اسی طرح وہ تم کو بھی کل قیامت کے دن زندہ نکالے گا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب پہلا صور پھونکا جائیگا اور سب لوگ مرجائیں گے تب اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سے ان پر بارش برسائیں گے جسے ماءالحیوان کہا جاتا ہے، یہ پانی چالیس سال ان پر برستا رہیگا جس سے وہ آگ بن جائیں گے جیسے کھیتی پانی سے اگتی ہے یہاں تک کہ انکا جسم مکمل بن جاتا ہے، پھر اللہ ان میں روحیں ڈالے گا اور ان پر نیند طاری کردے گا جس سے وہ لوگ اپنی قبروں میں سوتے پڑے رہیں گے اور پھر جب دوسرا صور پھونکا جائیگا تو اپنی نیند سے بیدار ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں اور سروں میں نیند کا مزہ پائیں گے پھر کہیں گے کہ کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگایا؟ ایک فرشتہ آواز دے گا کہ یہ وہی ہے جسکا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے اسے سچ بتایا تھا۔ (تفسیر طبری۔ج ۱۲،ص ۴۹۴)

درس نمبر (۱۷٦) مومن اور کافر کی مثال کھیتی کی سی ہے الاعراف: ۵۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝۵۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالْبَلَدُ اور شہر (زمین) الطَّيِّبُ پاکیزہ (عمدہ) يَخْرُجُ نکلتی ہے نَبَاتُهٗ اس کی انگوری بِاِذْنِ رَبِّهٖ

اپنے رب کے حکم سے وَالَّذِیْ اور جو (زمین) خَبُثَ خراب ہے لَا یَخْرُجُ نہیں نکلتی (اس کی انگوری) اِلَّا مگر نَکِدًا ناقص کَذٰلِکَ اسی طرح نُصَرِّفُ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں الْاٰیٰتِ آیات کو لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے جو یَشْکُرُوْنَ شکر کرتے ہیں

ترجمہ: جو زمین پاکیزہ (ہے) اُس میں سے سبزہ بھی رب کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم آیتوں کو شکر گزار لوگوں کیلئے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جو اچھی زمین ہے اسکا سبزہ نکلتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

۲۔ جو زمین خراب ہے اسکا سبزہ نہیں نکلتا مگر ناقص۔

۳۔ ہم اسی طرح ان لوگوں کے لئے طرح طرح سے نشانیاں بیان کرتے ہیں جو شکر گذار ہوتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی مومنوں اور کافروں کی مثال اچھی اور خراب کھیتی سے دے رہے ہیں کہ جس طرح بارش پڑنے پر اچھی اور کاشت کے قابل زمین سے چارہ، سبزہ، پھل اور اناج اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور خراب اور ناقابل کاشت زمین سے چارہ، سبزہ اناج وغیرہ نہیں نکلتا اور اگر نکل بھی جائے تو بیکار ناقص نکلتا ہے جو کسی کام کا نہیں ہوتا، ایسی ہی مثال ایک مومن اور کافر کی ہے کہ جب مومن کے سامنے اللہ کی نشانیاں بیان کی جاتی ہے تو وہ اس پر ایمان لاتا ہے اور اسکے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرتا ہے اور ہدایت کے نصیب ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور رسولوں کی اطاعت وفرمانبرداری بھی کرتا ہے جس کے سبب اعمال خیر اس سے صادر ہوتے ہیں، تو مومن کی مثال اس عمدہ زمین کی سی ہے جس سے سبزہ اور کھیتی وغیرہ اگتی ہے جو کہ اعمال کی شکل میں ہوتی ہے، اور کافر کا حال یہ ہے کہ جب اسکے سامنے اللہ کی واضح اور بصیرت افروز نشانیاں بیان کی جاتی ہیں تو اسکا انکار کر بیٹھتا ہے اور جھٹلاتا ہے اور جب اسے ہدایت کی جانب بلایا جاتا ہے تو روگردانی کرتا ہے اور اسطرح ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے تو اسکی مثال اس بنجر و بے آب وگیاہ زمین کی سی ہے جسکا وجود بے فائدہ ہے۔ بعض مفسرین جیسے کہ ابن جریر وغیرہ نے یہاں اچھی اور خراب کھیتی سے مراد مومن اور کافر کا دل مراد لیا ہے کہ جب اللہ کا کلام مومن کے دل پر اترتا ہے یعنی جب اسکے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو اسکا دل اس پر ایمان لے آتا ہے اور ایمان اسکے دل میں جم جاتا ہے، اور کافر کا دل اسکا انکار کر بیٹھتا ہے اور اسکے دل پر کسی بھی آیت کا اثر نہیں ہوتا۔

درس نمبر (۶۷۲) **حضرت نوح علیہ السلام کو قوم نے کیا جواب دیا؟** الاعراف: ۵۹۔۶۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجا نُوْحًا نوح کو اِلٰی قَوْمِهٖ اس کی قوم کی طرف فَقَالَ تو اس نے کہا یا

قَوۡمِ اے میری قوم! اعۡبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَالَكُمۡ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنۡ اِلٰهٍ کوئی معبود غَيۡرُهٗ اس کے سوا اِنِّیۡۤ یقیناً میں اَخَافُ اندیشہ کرتا ہوں عَلَيۡكُمۡ تم پر عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ بڑے دن کے عذاب کا O قَالَ الۡمَلَاُ سرداروں نے کہا مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اس کی قوم میں سے اِنَّا لَنَرٰٮكَ بے شک ہم تجھے دیکھتے ہیں فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ظاہر گمراہی میں

ترجمہ: ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے (ان سے) کہا کہ اے میری برادری کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا (بہت ہی) ڈر ہے O جو اُن کی قوم میں سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں صریح گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ بے شک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا۔

۲۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

۳۔ تمہارے لئے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔

۴۔ بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔

۵۔ انکی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم تجھے کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔

ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ واقعات اور حالات لوگوں کو سنائیں اور انہیں ان واقعات سے عبرت دلائیں، مفسرین نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس پشتوں کا فاصلہ تھا اور جس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہوئی اس وقت حضرت آدم علیہ السلام باحیات تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نو سو پچاس سال دعوت دی اور انہیں اللہ کی جانب بلایا، اسی دعوت کا یہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو انکی قوم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پوجتے ہو اور اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہو، اگر تم ایسے ہی کرتے رہے تو ایک خطرناک عذاب تمہارے اوپر آئے گا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کے اس پیغام توحید کو لوگوں نے سنا تو کہنے لگے کہ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ تم گمراہی میں مبتلا ہو، تمہیں اپنے احوال درست کرنے چاہئیں چہ جائیکہ تم ہمیں کہہ رہے ہو کہ ہم اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ کر تمہارے دین کو اپنا لیں۔

درمنثور میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ اپنی اولاد کو یہ تاکید کرتے تھے کہ دیکھو! اس مجنون شخص سے بچے رہنا اسکی باتوں میں نہ آنا ورنہ یہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے دین سے دور کر دے گا اور لوگ اسی شخص کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں گے۔ یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے کندھے پر اپنے بچے کو اٹھالے آیا اور نوح علیہ السلام کے سامنے ٹھہر کر اپنے بچے سے کہنے لگا کہ اے بیٹے! اگر میں مر جاوں اور تم زندہ رہو تو اس بوڑھے سے بچے رہنا جب تک تم زندہ ہو۔

درس نمبر (۶۷۳) **میں سارے جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں** الاعراف: ۶۱۔۶۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلَالَةٌ وَّلَكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ O أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّيْ وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ کہا اس (نوح) نے يَا قَوْمِ اے میری قوم! لَيْسَ نہیں ہے بِيْ میرے ساتھ ضَلَالَةٌ کوئی گمراہی وَلَكِنِّيْ لیکن میں (تو) رَسُوْلٌ رسول ہوں مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ رب العالمین کی طرف سے O أُبَلِّغُكُمْ میں تمہیں پہنچاتا ہوں رِسَالَاتِ پیغامات رَبِّيْ اپنے رب کے وَأَنْصَحُ اور خیر خواہی کرتا ہوں لَكُمْ تمہاری وَأَعْلَمُ اور میں جانتا ہوں مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے مَا وہ باتیں جو لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں O تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم میرے ساتھ کوئی گمراہی نہیں ہے۔

۲۔ لیکن میں سارے جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔

۳۔ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں۔

۴۔ میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔

۵۔ اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

پچھلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے انہیں گمراہ کہا تھا اور ان کے راستے کو گمراہی کا راستہ قرار دیا تھا۔ اس آیت میں انکی اس بات کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اے میری قوم کے لوگو! میں تمہیں یہ جو احکامات بتلا رہا ہوں اور جو تمہیں ہدایت کی جانب بلا رہا ہوں، تو یہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے جسکی میں تکمیل کر رہا ہوں تا کہ مجھ پر سے وہ حق ادا ہو جائے جسکی ذمہ داری میرے رب نے مجھ پر ڈالی ہے اور تم جو مجھے گمراہ کہہ رہے ہو تو سنو! گمراہ میں نہیں ہوں بلکہ گمراہ تم لوگ ہو، مجھے تو اللہ نے اپنا رسول اور قاصد بنا کر بھیجا ہے جسکا کام اپنے رب کے پیغام کو تم تک پہنچانا ہوتا ہے میں اپنا کام کر رہا ہوں، اور اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقہ کی جانب تمہیں بلا رہا ہوں، مجھے اللہ نے وہ چیزیں بتلائی ہیں جو تم نہیں جانتے۔ اگر تم اللہ کی آیتوں کا انکار کرو گے اور اسکی وحدانیت کو جھٹلاؤ گے اور اسے چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناؤ گے تو تم پر کتنا سخت عذاب آئے گا یہ تم نہیں جانتے؟ اس لئے میری بات مان لو اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف آ جاؤ میں تو تمہیں نصیحت کر رہا ہوں اور میں تو تمہارا بھلا چاہنے والا تمہارا اپنا ہی تو ہوں۔

درس نمبر (۶۷۴) **ہم نے ان کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا** الاعراف: ۶۳-۶۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ O فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْماً عَمِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَوَ عَجِبْتُمْ کیا تم تعجب کرتے ہو أَن جَاءَكُمْ کہ آئی تمہارے پاس ذِكْرٌ نصیحت مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے عَلَى رَجُلٍ ایسے آدمی پر مِّنكُمْ جو تم میں سے ہے لِيُنذِرَكُمْ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے وَلِتَتَّقُوا اور تاکہ تم ڈر جاؤ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اور تاکہ تم رحم کیے جاؤO فَكَذَّبُوهُ پھر انہوں نے جھٹلایا اس (نوح) کو فَأَنجَيْنَاهُ تو ہم نے نجات دی اسے وَالَّذِينَ اوران کو جو مَعَهُ اس کے ساتھ تھے فِي الْفُلْكِ کشتی میں وَأَغْرَقْنَا اور ہم نے غرق کر دیا الَّذِينَ ان لوگوں کو جنہوں نے كَذَّبُوا جھٹلایا تھا بِآيَاتِنَا ہماری آیات کو إِنَّهُمْ كَانُوا بلاشبہ وہ تھے قَوْماً عَمِينَ (دل کے) اندھے لوگ

ترجمہ: کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم پرہیزگار بنو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائےO مگر ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے نوح کو اور جو اُن کیساتھ کشتی میں سوار تھے اُن کو تو بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا انہیں غرق کر دیا کچھ شک نہیں کہ وہ اندھے لوگ تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک شخص کے پاس نصیحت کی باتیں آ گئیں۔

۲۔ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۳۔ ان لوگوں نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا۔

۴۔ ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی۔

۵۔ ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔

۶۔ بلاشبہ وہ لوگ اندھے تھے۔

ان آیتوں کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ لوگ اس بات کو نہیں مانتے تھے کہ ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کیسے نبی بنا سکتا ہے؟ بلکہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں تو تم اپنے جیسے ہی لگتے ہو، تم میں ایسی کونسی بات ہو گئی کہ ہم تمہیں نبی مانیں؟ اسی کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ تم کو اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ اللہ نے اپنا کلام ایک ایسے آدمی پر نازل کیا جو تمہیں میں سے ایک باشندہ ہے، تم تعجب مت کرو اللہ ایسا ہی کرتا ہے کہ ہر قوم میں ایک نبی کو بھیجتا ہے جو

اسی قوم کا ایک فرد ہوتا ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اللہ کا مقصد اس کلام کو نازل کرنے کا یہ ہے کہ وہ نبی جو تمہاری ہی قوم کا ایک فرد ہے تمہیں اللہ کے عذاب اور اسکی سزا سے ڈرائے جو عذاب ایمان نہ لانے والوں کو ہوگا، یہ سن کر تمہیں اللہ کے عذاب اور اسکی سزا اور پکڑ سے ڈرنا چاہیئے، اگر تم ایسا کرلو گے اور اللہ کی نافرمانی سے دور ہوکر اللہ کی فرمانبرداری کروگے تو تم پر اللہ کی رحمت ہوگی اور تمہیں عذاب سے بچالیا جائیگا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے یہ ساری باتیں اپنی قوم کے سامنے تقریباً ایک ہزار سال تک رکھی، اور اسے بار بار انکے سامنے دہرایا تب بھی ان لوگوں نے انکی بات کو نہیں مانا، تو انکی اس مسلسل نافرمانی کی وجہ سے اللہ کا عذاب ان پر آ گیا جو کہ طوفان کی شکل میں بھیجا گیا تھا اور جتنے بھی نافرمان لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے کلام کو جھٹلایا تھا اور اللہ کے نبی کی باتوں کا انکار کیا تھا ان تمام کو اللہ نے اس طوفان میں غرق کردیا، مگر ان میں چند گنے چنے ایمان والے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم سے اس طوفان سے نجات دی، امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ لوگ جو کشتی میں تھے جنہیں اللہ نے اس طوفان سے نجات عطا کی وہ دس لوگ تھے انسانوں میں سے، اور امام اسحاق نے کہا کہ وہ نوح علیہ السلام اور انکے تین بیٹے سام، حام، یافث اور انکی بیویاں اور دیگر چھ لوگ تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اسکے علاوہ جانوروں کا ہر جوڑا اس کشتی میں تھا۔

درس نمبر (٦٧٥) حضرت ہود علیہ السلام نے کہا مجھ میں بے وقوفی نہیں ہے الاعراف: ٦٥۔٦٧

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلاَ تَتَّقُونَ O قَالَ الْمَلأُ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وِّإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ O قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّيْ رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِلَى عَادٍ اور (ہم نے بھیجا) عاد کی طرف أَخَاهُمْ ان کے بھائی هُوداً ہود کو قَالَ اس نے کہا يَا قَوْمِ اے میری قوم! اعْبُدُواْ اللّهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَا لَكُم تمہارے لیے نہیں ہے مِّنْ إِلَـٰهٍ کوئی معبود غَيْرُهُ اس کے سوا أَفَلاَ تَتَّقُونَ کیا پھر تم نہیں ڈرتے O قَالَ کہا الْمَلأُ (ان) چودھریوں نے الَّذِيْنَ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا تھا مِن قَوْمِهِ اس کی قوم میں سے إِنَّا بلاشبہ ہم لَنَرَاكَ البتہ تجھے دیکھتے ہیں فِيْ سَفَاهَةٍ بے وقوفی میں وِإِنَّا اور یقیناً ہم لَنَظُنُّكَ البتہ تجھے گمان کرتے ہیں مِنَ الْكَاذِبِيْنَ جھوٹوں میں سے O قَالَ (ہود نے) کہا يَا قَوْمِ اے میری قوم! لَيْسَ نہیں ہے بِيْ میرے ساتھ سَفَاهَةٌ کچھ بیوقوفی وَلَكِنِّيْ لیکن میں (تو) رَسُولٌ رسول ہوں مِّن رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ رب العالمین کی طرف سے

ترجمہ: اور (اسی طرح) قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ بھائیو! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں؟ O تو اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں O انہوں نے کہا کہ بھائیو! مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔قومِ عاد کی طرف انکے بھائی ہود کو بھیجا۔

۲۔حضرت ہود علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

۳۔تمہارے لئے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔

۴۔کیا تم ڈرتے نہیں؟

۵۔ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا جواب میں کہنے لگے۔

۶۔بلاشبہ ہم تمہیں بے وقوفی میں دیکھ رہے ہیں۔

۷۔بلاشبہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔

۸۔حضرت ہود علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! مجھ میں بے وقوفی نہیں ہے۔

۹۔میں رب العالمین کی طرف سے رسول بنکر آیا ہوں۔

پچھلی آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام اور انکی قوم کا تذکرہ تھا کہ کیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسلام اور توحید کی دعوت دی اور انکی قوم نے انہیں کس طرح جھٹلایا؟ یہاں حضرت ہود علیہ السلام اور انکی قوم کا تذکرہ ہے، تفسیر رازی میں منقول ہے کہ عاد یمن کے لوگ تھے جو احقاف یعنی ریتیلی زمین میں رہا کرتے تھے، اور تفسیر قرطبی میں منقول ہے کہ عاد سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے اور ہود علیہ السلام بھی انہیں کی اولاد میں سے تھے، اسی لئے یہاں پر اللہ تعالی نے أَخَاهُمْ کہہ کر مخاطب فرمایا کہ ہم نے ہود علیہ السلام کو انکے بھائیوں یعنی قوم عاد کی جانب نبی بنا کر بھیجا، ہر نبی کا مشن یہی تھا کہ وہ اپنی اپنی قوم کو توحید کی جانب بلاتے، اور معبودان باطل کی عبادت سے انہیں روکتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنے اسی فریضہ کو انجام دیا اور اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو، اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت میں مت لگو، اس لئے کہ اس کے علاوہ تمہارا کوئی اور معبود ہے ہی نہیں، تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اس ایک اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تمہیں ایسا کرنے میں اللہ کی سزا کا خوف نہیں ہوتا؟ کیا تمہیں ڈر نہیں کہ اللہ تمہاری اس حرکت پر تمہاری پکڑ کرے اور تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا فرمادے؟

سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۱۵ میں ہے کہ جب حضرت ہود علیہ السلام انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے تو وہ لوگ یہ کہتے کہ مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کہ کون ہم سے زیادہ طاقتور ہے؟ قوم عاد چونکہ بڑی طاقتور قوم تھی جنکے بارے میں قرآن نے کہا اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ جو کہ ارم ستون والے تھے، یعنی ارم طاقتور تھے کہ اپنے بازوؤں سے پہاڑوں کو اٹھالیا کرتے تھے جیسا کہ درمنثور میں روایت منقول ہے۔ الغرض یہ لوگ اپنی طاقت پر گھمنڈ کرتے اور کہتے کہ ہم ہی اتنے طاقتور ہیں کہ کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا تو پھر کون ہمیں سزا دے گا؟ اور ہم کیوں کسی سے ڈریں؟ اور اس قوم کے وہ کافر لوگ کہنے لگے جو توحید کا انکار کرتے تھے اور حضرت ہود علیہ السلام کی رسالت کا بھی انکار کرتے تھے کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ تم بے وقوف ہو چلے ہو، اس لئے

ایسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہو (نعوذ باللہ) اور ہمیں تو لگتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو کہ اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔ انکا جواب سن کر حضرت ہود علیہ السلام کہنے لگے کہ اے میری قوم! مجھے کوئی حماقت نہیں چڑھی ہے بلکہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ سچ ہے کہ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے وہ اللہ جو میرا، تمہارا اور تمام جہانوں کا مالک و پروردگار ہے۔

درس نمبر (۶۷۶) میں تمہارے حق میں خیر خواہ اور امانتدار ہوں الاعراف: ۶۸۔۶۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ O أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أُبَلِّغُكُمْ میں تمہیں پہنچاتا ہوں رِسَالَاتِ پیغامات رَبِّي اپنے رب کے وَأَنَا اور میں لَكُمْ تمہارے لیے نَاصِحٌ خیر خواہ ہوں أَمِينٌ امین ہوںO أَوَعَجِبْتُمْ کیا تم تعجب کرتے ہو أَن جَاءَكُمْ کہ آئی تمہارے پاس ذِكْرٌ نصیحت مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے عَلَى رَجُلٍ ایسے آدمی پر مِّنكُمْ جو تم ہی میں سے ہے لِيُنذِرَكُمْ تا کہ وہ تمہیں ڈرائے وَاذْكُرُوا اور یاد کرو إِذْ جبکہ جَعَلَكُمْ اس نے تمہیں بنایا خُلَفَاءَ ایک دوسرے کا جانشین مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ قوم نوح کے بعد وَزَادَكُمْ اور تمہیں زیادہ دیا فِي الْخَلْقِ قد و قامت میں بَسْطَةً پھیلاؤ فَاذْكُرُوا چنانچہ تم یاد کرو آلَاءَ اللّٰهِ اللہ کی نعمتیں لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تا کہ تم فلاح پاؤ

ترجمہ: میں تمہیں اللہ کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوںO کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد تو کرو جب اُس نے تمہیں قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تمہیں پھیلاؤ زیادہ دیا پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ نجات حاصل کرو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ میں تمہیں میرے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں۔

۲۔ میں تمہارے حق میں خیر خواہ ہوں اور امانت دار بھی۔

۳۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی تمہیں میں سے ایک شخص کے واسطہ سے تا کہ تمہیں ڈرائے؟

۴۔ یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد خلیفہ بنا دیا۔

۵۔ جسمانی طور پر تمہارے ڈیل ڈول میں پھیلاؤ زیادہ کر دیا۔

۶۔ لہٰذا تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاو۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو دعوت دین دینے اور ان کی قوم کے جواب کا تذکرہ تھا۔ اب

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو جواب دے رہے ہیں کہ اے میری قوم! میرا کام تو اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچانا ہے میں تمہیں اسکا پیغام پہنچا رہا ہوں، اپنے رب کی دی ہوئی امانت تم تک پہنچا رہا ہوں، اس امانت کے پہنچانے میں میں نے کسی قسم کی خیانت نہیں کی بلکہ جس طرح میرے رب نے اپنا پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے ویسے ہی میں اسکا پیغام تم تک پہنچا رہا ہوں اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا اور میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کل قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ حضرت ہود علیہ السلام ان سے مزید کہہ رہے ہیں کہ اے میری قوم! تمہیں یہ تعجب کی بات لگ رہی ہے کہ تمہارے رب کی نصیحت اور اسکا کلام تمہیں میں سے ایک آدمی تمہارے پاس لے آیا ہے تا کہ وہ تمہیں توحید کو نہ ماننے اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر اللہ کے عذاب سے ڈرائے، اللہ نے اس کام کے لئے ہماری ہی طرح کسی آدمی کو کیوں چنا؟ کسی فرشتہ کو اللہ نے یہ کلام دیکر کیوں نہیں بھیجا؟ اس بات سے تمہیں تعجب ہو رہا ہے، یاد رکھو! اللہ نے تم سے پہلے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام کو بھی انہیں کی قوم سے نبی بنا کر بھیجا تھا، تو کسی آدمی کو نبی بنا کر بھیجنا کوئی نئی بات نہیں ہے، لہذا تم اس بات پر تعجب مت کرو، اور یاد رکھو کہ اللہ نے تمہیں نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد اس سرزمین کا جانشیں بنایا ہے اور نوح علیہ السلام کی قوم پر جو ہلاکت آئی تھی، جو اللہ کا عذاب ان پر آیا تھا جس نے انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا، اس واقعہ سے تم نصیحت حاصل کرو، پھر اس نے اس قوم کے بعد اس سرزمین پر تمہیں بھیجا اور تم قوت و طاقت میں ان سے کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہو، اللہ کی یہ نعمتیں جو اس نے تم پر کی ہیں اسے یاد کرو اور اللہ کا احسان مانو اور اسکی اطاعت و عبادت کرو شاید کہ اس عمل کے ذریعہ تم کل آخرت میں کامیاب ہو جاؤ اور تمہیں جنت میں داخلہ مل جائے۔

درس نمبر (۶۷۷) **حضرت ہود علیہ السلام سے قومِ عاد نے کیا کہا؟** الاعراف: ۷۰-۷۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالُوٓا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ O قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُوٓا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوا انہوں نے کہا أَجِئْتَنَا کیا تو ہمارے پاس آیا ہے لِنَعْبُدَ اللّٰهَ اس لیے کہ ہم عبادت کریں اللہ کی وَحْدَهُ اکیلے وَنَذَرَ اور چھوڑ دیں مَا انہیں جن کی كَانَ يَعْبُدُ عبادت کرتے تھے آبَاؤُنَا ہمارے باپ دادا؟ فَأْتِنَا چنانچہ تو لے آ ہم پر بِمَا وہ (عذاب) جس سے تَعِدُنَا تو ہمیں ڈراتا ہے إِن اگر كُنتَ تو ہے مِنَ الصّٰدِقِينَ سچوں میں سے O قَالَ (ہود نے) کہا قَدْ تحقیق وَقَعَ ثابت ہو گیا عَلَيْكُم تم پر مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے رِجْسٌ عذاب وَغَضَبٌ اور غضب أَتُجَادِلُونَنِي کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو فِي أَسْمَاءٍ ان ناموں کے بارے میں سَمَّيْتُمُوهَا (کہ) وہ رکھ لیے ہیں أَنتُمْ تم نے وَآبَاؤُكُم اور تمہارے آباء

واجداد نے مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ نہیں نازل فرمائی اللہ نے بِهَا ان کی مِن سُلْطَانٍ کوئی دلیل فَانتَظِرُوٓا سو تم انتظار کرو
إِنِّي بے شک میں بھی مَعَكُم تمہارے ساتھ مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اُن کو چھوڑ دیں؟ تم اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اُسے لے آؤ O ہود نے کہا کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب (کا نازل ہونا) مقرر ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (اپنی طرف سے) رکھ لئے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا۔

۲۔ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔

۳۔ ان معبودوں کی عبادت کو چھوڑ دیں جنکی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔

۴۔ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ہمارے پاس وہ عذاب لے آؤ جسکا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو۔

۵۔ حضرت ہود علیہ السلام نے کہا تم پر اللہ کا عذاب اور غصہ واقع ہو گیا۔

۶۔ کیا تم مجھ سے ان اسماء کے بارے میں جھگڑتے ہو جسے تم اور تمہارے باپ دادا نے رکھا تھا، جبکہ اللہ نے اسکی کوئی دلیل نہیں اتاری؟

۷۔ لہٰذا تم عذاب کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

پچھلی قوموں کا حال یہ تھا کہ جب کسی سے کچھ جواب بن نہ پاتا تو وہ یہ کہہ دیتا کہ جاؤ ہم پر عذاب لے آؤ۔ قومِ عاد نے بھی حضرت ہود علیہ السلام کو یہی جواب دیا چنانچہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں صرف ایک رب کی عبادت کا حکم دو اور اسکی عبادت کی خاطر ہم ان معبودوں کی عبادت کو ترک کر دیں جن معبودوں کی ہمارے آباء واجداد عبادت کیا کرتے تھے؟ تو سن لو ہم ایسا ہرگز نہیں کرینگے اور اپنے باپ دادا کے دین پر رہیں گے۔ لہٰذا تم جاؤ اور اپنا وہ عذاب جسکی تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو لے آؤ تاکہ ہم بھی تو دیکھیں تم کتنے سچے ہو اور کتنے جھوٹے؟ یہ جواب ہر زمانہ میں ہر قوم کا رہا ہے کہ جب انہیں صحیح راستہ کی جانب بلایا جاتا ہے تو وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو کیسے اپنا سکتے ہیں؟ جسکا مطلب یہ ہے کہ انکے یہاں راہ ہدایت وہی ہے جس پر انکے باپ دادا چلا کرتے تھے حالانکہ وہ گمراہ تھے، سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے تھے۔ انکے گمراہ ہونے کی دلیل بھی دیجاتی تب بھی وہ لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے تھے، ایسا ہی حال اس قوم عاد کا تھا، تو انہوں نے بھی آخر میں یہی کہدیا کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹنے والے نہیں ہیں جاو اپنا وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو لے آؤ تاکہ یہ سب ختم ہی ہو جائے، اسکے جواب میں حضرت

ہودعلیہ السلام نے کہا کہ تمہاری ان نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے تم پر عذاب تو واجب ہوگیا ہے اور تم اس عذاب کے مستحق بھی بن چکے ہو مگر ذرا انتظار کرو وہ وقت بھی عنقریب آ ہی جائیگا کہ تم اس عذاب کی لپیٹ میں آ جاوگے، کیا تم لوگ مجھ سے ان بتوں کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو جسے تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود تیار کیا ہے؟ ارے بے وقوفو! عبادت کے لائق تو وہ ذات ہوتی ہے جو سب کو پیدا کرتی ہے اور جسکے ہاتھ میں ہی سب کی باگ ڈور ہوتی ہے اور تم جسکی عبادت کرتے ہو اسکی نہ تو تمہارے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ ہی اللہ نے اسکی دلیل نازل فرمائی ہے، لہٰذا جس عذاب کا تم مطالبہ کرتے ہو وہ آ جائیگا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

درس نمبر(۶۷۸) **ان کی جڑیں کاٹ دیں جنہوں نے جھٹلایا** الاعراف:۷۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَأَنجَيْنَاهُ پھر ہم نے نجات دی اس (ہود) کو وَالَّذِيْنَ اور ان کو جو مَعَهُ اس کے ساتھ تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت کے ساتھ وَقَطَعْنَا اور ہم نے کاٹ دی دَابِرَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی جڑ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیات کو وَمَا كَانُوْا اور نہ تھے وہ مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے

ترجمہ: پھر ہم نے ہود کو اور جو لوگ اُن کیساتھ تھے اُن کو نجات بخشی اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اُن کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے ہود اور انکے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دی۔

۲۔ ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دیں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔

۳۔ اور وہ ایمان والے نہیں تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ قومِ عاد پر ہوئے عذاب کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے جب اپنا عذاب قوم عاد کی جانب بھیجا تو ہم نے ایمان والوں کو اور حضرت ہود علیہ السلام کو اپنے عذاب سے نجات دی اور انہیں اپنے عذاب سے مامون رکھا مگر ہم نے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دیں اور انہیں نیست و نابود کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جو لوگ ایمان والے بھی نہ تھے۔

قوم عاد پر کس قسم کا عذاب اللہ نے نازل فرمایا اسکو قرآن کریم کی دیگر آیتوں میں بھی بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قمر کی آیت نمبر ۱۹ میں بیان کیا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ہم نے ان پر سخت ہوا بھیجی نحوست والے دن جو دیر تک رہنے والا تھا، یعنی ان پر ایسی سخت ہوائیں چلیں کہ انکو اپنی جگہ سے اکھاڑ پھینکا تھا جیسا کہ کھجور کے درخت کو ہوائیں اُکھاڑ پھینکتی ہیں اس طرح انکا حال ہوگیا تھا کہ نام و نشان ہی باقی نہیں رہا۔ یہی مضمون سورۂ

فصلت کی آیت نمبر۱۶ میں بھی بیان کیا گیا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ کہ ان پر سخت آندھیوں کا عذاب آیا تھا جس نے انہیں اپنی جڑوں سے اکھاڑ پھینکا جبکہ انہیں اپنی قوت وطاقت اور جسامت پر بہت گھمنڈ تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قوم عاد کے سب سے لمبے آدمی کا قد سو ذراع اور سب سے پست آدمی کا قد ساٹھ ذراع تھا، اللہ نے انہیں ہواؤں میں اڑا کر رہتی دنیا تک کیلئے ایک عبرت سے بھرا سبق دے دیا کہ تم اپنی طاقت وقوت پر گھمنڈ کرتے ہوئے اللہ کے حکم کی نافرمانی مت کرو، تمہارا وجود اللہ کے یہاں ایک تنکہ کے برابر بھی نہیں ہے ان طویل قامت لوگوں کو اللہ نے تنکہ کی طرح ہواؤں کے زور سے اڑا دیا تھا، لہٰذا اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو اور غرور و گھمنڈ سے پرہیز کرو۔

درس نمبر (۶۷۹) قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا الاعراف :۷۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَـٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِيْ أَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِلَىٰ ثَمُودَ اور (ہم نے بھیجا) ثمود کی طرف أَخَاهُمْ ان کے بھائی صَالِحاً صالح کو قَالَ اس (صالح) نے کہا يَا قَوْمِ اے میری قوم! اعْبُدُواْ اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَا لَكُم نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ إِلَـٰهٍ کوئی معبود غَيْرُهُ اس کے سوا قَدْ تحقیق جَاءَتْكُم آ گئی تمہارے پاس بَيِّنَةٌ واضح دلیل مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے هَـٰذِهِ یہ نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی ہے لَكُمْ تمہارے لیے آيَةً خاص نشانی فَذَرُوهَا لہٰذا تم اسے چھوڑ دو تَأْكُلْ چرتی پھرے فِيْ أَرْضِ اللّٰهِ اللہ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوهَا اور مت ہاتھ لگانا اسے بِسُوْءٍ برائی کے ساتھ فَيَأْخُذَكُمْ ورنہ تمہیں آ پکڑے گا عَذَابٌ أَلِيْمٌ دردناک عذاب

ترجمہ: اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا (تو) صالح نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک معجزہ آ چکا ہے (یعنی) یہی اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے تو اسے (آزاد) چھوڑ دو تاکہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ دردناک عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ قوم ثمود کی طرف انکے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

۳۔ اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

۴۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک معجزہ آ چکا ہے۔

۵۔ یہی اللہ کی اونٹنی تمہارا معجزہ ہے، تو اسے آزاد چھوڑ دو تاکہ اللہ کی زمین میں چرے پھرے۔

۶۔ تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا

۷۔ ورنہ تم پر دردناک عذاب تمہیں پکڑے گا۔

پچھلی آیتوں میں قومِ عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ تھا۔ ان آیتوں میں قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم ثمود کو اسی طرح اللہ کی عبادت کی دعوت دی جس طرح ہود علیہ السلام نے دی تھی اور اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو جسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے انہیں یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہوں تو انکی قوم نے کہا کہ ہم تمہاری بات اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک کہ تم ہمیں کوئی معجزہ نہ دکھا دو، اور انہوں نے معجزہ بھی اپنی پسند کا مانگا تھا کہ اس پہاڑ سے زندہ اونٹنی نکال کر بتاؤ اگر تم واقعی نبی ہو۔ ابو طفیل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ اگر تم سچے ہو، تو ان سے حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ اس زمین کی سب سے اونچی جگہ پر چلو سارے لوگ چل نکلے تو وہ پہاڑ آوازیں نکالنے لگا جیسے حاملہ عورت نکالتی ہے پھر وہ پہاڑ کھل گیا اور اسکے بیچ سے ایک اونٹنی نکل آئی تب حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے بطور معجزہ ہے تو تم اسے کھانے پینے کے لئے چھوڑ دو اور اسے کسی قسم کی تکلیف مت دو ورنہ تم پر دردناک عذاب آ جائیگا۔ اب اسکے بعد واقعہ کیا ہوا وہ دوسری آیتوں میں مذکور ہے چنانچہ سورۂ ہود آیت نمبر ۶۴، سورہ شعراء آیت نمبر ۱۵۶، اور سورۂ شمس آیت نمبر ۱۴ میں ہے کہ ان کی قوم کے لوگوں نے اس اونٹنی کے پیر کی رگیں کاٹ دیں جس سے وہ مرگئی اور ان پر اللہ کا عذاب آ گیا اور وہ قوم ہلاک ہوگئی جسکی منظر کشی اگلی آیتوں میں کی گئی ہے۔

درس نمبر (۶۸۰) تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو الاعراف: ۷۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاذْكُرُوْا اور تم یاد کرو إِذْ جبکہ جَعَلَكُمْ اس نے تمہیں بنایا خُلَفَآءَ ایک دوسرے کا جانشین مِنۢ بَعْدِ عَادٍ عاد کے بعد وَبَوَّأَكُمْ اور اس نے تمہیں ٹھکانہ دیا فِی الْأَرْضِ زمین میں تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو مِنْ سُهُوْلِهَا اس کی نرم مٹی سے قُصُوْراً محلات وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ اور (تم بناتے ہو) پہاڑوں کو تراش کر بُيُوْتاً گھر فَاذْكُرُوْا چنانچہ تم یاد کرو اٰلَآءَ اللّٰهِ اللہ کی نعمتیں وَلَا تَعْثَوْا اور تم مت پھرو فِی الْأَرْضِ زمین میں مُفْسِدِيْنَ فسادی بن کر

ترجمہ: اور یاد تو کرو جب اُس نے تمہیں قومِ عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے (مٹی لے لے

کر) محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یاد کرو جب اللہ نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا۔

۲۔ زمین پر تم کو آباد کیا۔

۳۔ تم نرم زمین سے مٹی لیکر محل تعمیر کرتے ہو۔

۴۔ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔

۵۔ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

۶۔ زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔

پچھلی آیتوں میں جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور انہیں اللہ کی نعمتوں کی یاد دلائی تب بھی انہیں الفاظ کے ذریعہ سے نصیحت کی تھی یاد کرو کہ جب اللہ نے تم کو قوم نوح کے بعد اس زمین پر آباد کیا، ویسے ہی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے انہیں الفاظ کا استعمال کر رہے ہیں کہ اے میری قوم! یاد کرو کہ جب اللہ نے تم کو قوم عاد کے خاتمہ کے بعد اس زمین پر آباد کیا پھر تم کو ایسی صلاحیتوں سے نوازا کہ تم نرم مٹی سے بڑے اور عالیشان محل بناتے ہو اور ساتھ ہی ساتھ تمہارے پاس ایسی طاقت اور ایسا ہنر ہے کہ تم پہاڑ جیسے سخت سے سخت چیز کو تراش کر گھر بناتے ہو، تم سے پہلے اللہ نے یہ صلاحیت کسی کو نہ دی، تو کیا ان نعمتوں کو بھول گئے ہو؟ ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ نے تم پر کی ہیں اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ایسی بیش بہا نعمتوں سے نوازا ہے اور ہاں! تم اپنی اس قوت کے زور سے زمین میں فساد مچاتے مت پھرنا کہ اللہ کی نافرمانی کرو، اللہ کی نعمتوں کا انکار کرو، اللہ کے بھیجے ہوئے پیغام کو جھٹلاؤ اور میری رسالت کا انکار کرو۔ یہ سب چیزیں زمین میں فساد پھیلانے کے برابر ہیں۔ مفسرین نے ایک نکتہ یہاں بیان کیا ہے کہ رہنے کے لئے اچھے گھر تعمیر کرنا کوئی حرج کی بات نہیں ہے جیسا کہ اللہ نے اس تعمیر کو ایک نعمت کے طور پر گنایا ہے کہ تم عمدہ محل تعمیر کرتے ہو یہ ایک اللہ کی نعمت ہے، اور اللہ کی نعمت کو ظاہر کرنا بھی ایک عبادت ہے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمتوں کا اثر اپنے بندہ پر دیکھنا چاہتا ہے۔ (ترمذی: ۲۸۱۹) یعنی اتنی کنجوسی سے کام نہ لیا جائے کہ اللہ کی سب نعمتیں ہونے کے باوجود بھی فقیری و بے حالی کی زندگی گزارنے لگو یہ چیز درست نہیں ہے اور نہ ایسا ہو کہ ضرورت سے زیادہ دکھاوا کیا جائے اور اسراف کیا جائے یہ بھی درست نہیں ہے ،جیسا کہ طبرانی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی ضرورت سے زیادہ کی تعمیر کی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ وہ اپنی گردن پر اس زائد حصہ کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۲۸۷)

درس نمبر (۶۸۱) قوم ثمود کے مغرور سرداروں نے کیا کہا؟ الاعراف: ۷۵۔۷۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ

رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ کہا الْمَلَاُ ان سرداروں نے الَّذِيْنَ جنہوں نے اسْتَكْبَرُوْا تکبر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم میں سے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو اسْتُضْعِفُوْا کمزور سمجھے جاتے تھے لِمَنْ اٰمَنَ جو ایمان لے آئے تھے مِنْهُمْ ان میں سے اَتَعْلَمُوْنَ کیا تم جانتے ہو اَنَّ کہ بے شک صٰلِحًا صالح مُّرْسَلٌ بھیجا ہوا ہے مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کا قَالُوْٓا کہا اِنَّا بِمَآ یقیناً اس چیز پر کہ اُرْسِلَ وہ بھیجا گیا بِهٖ اس کے ساتھ مُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں O قَالَ کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے اسْتَكْبَرُوْٓا تکبر کیا اِنَّا یقیناً ہم بِالَّذِيْٓ اس چیز کے ساتھ کہ اٰمَنْتُمْ تم ایمان لائے ہو بِهٖ اس کے ساتھ كٰفِرُوْنَ کفر کرتے ہیں

ترجمہ: تو انکی قوم میں سردار لوگ جو تکبر رکھتے تھے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے کہنے لگے بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! جو چیز وہ دے کر بھیجے گئے ہیں ہم اس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں O تو وہ مغرور سردار کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اس کو نہیں مانتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ قوم ثمود کے مغرور سرداروں نے ان غریب لوگوں سے کہا جو پہلے سے ایمان لائے تھے۔

۲۔ بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟

۳۔ انہوں نے کہا ہاں! جو چیز انہیں دے کر بھیجی گئی ہے ہم اس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں۔

۴۔ تو مغرور سرداروں نے کہا کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔

قومِ ثمود کے کفار کا مکالمہ جو ان کے ساتھ ہوا نقل کیا جا رہا ہے جو کہ متکبر اور مغرور قسم کے لوگ تھے اور وہ بڑے مالدار اور سرداری پر فائز بھی تھے۔ چنانچہ ان مغرور قسم کے لوگوں نے کمزور اہل ایمان سے کہا تمہارے نبی کہتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنا رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے اور اللہ نے انہیں کچھ آیتیں بھی دی ہیں تو کیا تم اس صالح کی باتوں پر یقین رکھتے ہو؟ یہ سن کر ان ضعیف اور کمزور مگر پختہ ایمان والوں نے کہا کہ ہاں! ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے نبی صالح علیہ السلام ہم سے کہتے ہیں کہ انہیں اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان احکامات پر بھی عمل کرتے ہیں جسے دیکر انہیں بھیجا گیا ہے، اس بات پر ان مغرور لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو اس صالح پر اور انکے ساتھ بھیجے ہوئے احکامات پر ایمان لاتے ہو مگر ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر اس صالح کے دین کو نہیں اپنائیں گے۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں محمد ابن اسحاق کے وسیلہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ مخدوم بن عمرو اور اسکے قبیلے کے لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو اشرافِ ثمود نے بھی ایمان لانے اور صالح علیہ السلام کی تصدیق کرنے کا ارادہ کیا مگر دواب بن عمرو بن لبید اور حباب جو کہ اس قوم میں موجود بتوں کے نگران تھے ان دونوں نے ان کو اس سے منع کیا اور یہ لوگ اشرافِ ثمود میں سے تھے تو انہوں نے دیگر اشراف ثمود کو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایمان لانے سے روکا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ ج۵۔ ص۱۵۱۴)

درس نمبر (۶۸۲)

قوم نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں

الاعراف: ۷۷:۷۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَعَقَرُوا پھر انہوں نے ٹانگیں کاٹ ڈالیں النَّاقَةَ اونٹنی کی وَعَتَوْا سرکشی کی عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم سے وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا یَا صَالِحُ اے صالح! ائْتِنَا لے آ ہم پر بِمَا وہ (عذاب) کہ تَعِدُنَا تو ہمیں ڈراتا ہے (جس سے) اِنْ كُنْتَ اگر ہے تو مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے O فَأَخَذَتْهُمُ تو پکڑ لیا ان کو الرَّجْفَةُ زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا تو وہ ہو گئے فِیْ دَارِهِمْ اپنے گھروں میں جَاثِمِيْنَ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے

ترجمہ: آخر انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ صالح جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے تھے اگر تم اللہ کے پیغمبر ہو تو اسے ہمارے پاس لے آؤ O پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔

۲۔ اپنے پروردگار کے حکم کی سرکشی کی۔

۳۔ انہوں نے کہا اے صالح! لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو، اگر تم رسولوں میں سے ہو۔

۴۔ تو پکڑ لیا زلزلہ نے انہیں

۵۔ تو وہ ہو گئے اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اس اونٹنی کے قتل کا واقعہ یہاں بیان کیا جا رہا ہے جسے قوم نے بطور معجزہ مانگا تھا، چنانچہ اس قوم کے کچھ لوگوں نے اس اونٹنی کے کونچیں یعنی پچھلی ٹانگوں کے جو گھٹنے ہوتے ہیں آسے کاٹ دیا، اسطرح انہوں نے اس جرم کے ارتکاب کے ذریعہ اللہ کے حکم کی سرکشی کی۔ انہیں حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے ہی متنبہ کیا تھا کہ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْءٍ بدنیتی سے اسکے قریب بھی نہ جانا ورنہ اللہ کا عذاب تمہیں آ پکڑے گا مگر انکی اس تنبیہ پر عمل نہیں کیا اور اس اونٹنی کو قتل کر ڈالا اور پھر کہنے لگے کہ اے صالح! تم نے کہا تھا کہ اگر ہم نے اس اونٹنی کو کوئی تکلیف پہنچائی تو اللہ کا عذاب ہم پر آ جائے گا، اب اللہ کے اس عذاب کو ہم پر لے آؤ اگر تم واقعی رسول ہو؟ پھر کیا تھا اللہ نے ان پر ایک زلزلہ بطور عذاب کے بھیجا اس زلزلہ نے انہیں تباہ کر دیا اور وہ اپنے گھروں میں دفن ہو گئے۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں ایک روایت محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ اس قوم کے لوگ اس اونٹنی کی گھات میں لگے رہے۔ جب وہ اونٹنی پانی پینے کے لئے آئی تو قدار نامی شخص جو اسکی گھات میں پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور مصداع نامی شخص جو ایک دوسرے پہاڑ کے پیچھے اسکی گھات میں بیٹھا ہوا تھا، تو جیسے ہی وہ اونٹنی مصداع نامی شخص کے پاس سے گزری تو اس نے ایک تیر چلایا جو اسکی پنڈلی کو لگا، تو پھر قدار نے اس اونٹنی پر خنجر سے حملہ کیا اور اسکے پیچھے کے پیر گھٹنوں سے کاٹ دیئے جسکی وجہ سے وہ اونٹنی گر پڑی اور ایک زوردار چیخ نکالی اور پھر قدار نے خنجر سے اس اونٹنی کے دل پر وار کیا اور اسے مار ڈالا، اسی دوران اس اونٹنی کا بچہ بھاگ گیا اور ایک پہاڑ پر آ گیا اور اور پکارتے ہوئے ایک چٹان میں چھپ گیا، پھر حضرت صالح علیہ السلام انکے پاس آئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اونٹنی مری پڑی ہے تو رونے لگے اور کہا کہ تم نے اللہ کی حرمت کو پامال کر دیا، اب عذاب کے لئے تیار رہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ج،۵۔ص،۱۵۱۵)

ایک دوسری روایت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اس قوم سے کہا کہ تمہارے پاس تین دن کی مہلت ہے اسکے بعد تم پر عذاب آ جائے گا۔ اسکی نشانی یہ ہوگی کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد پڑ جائیں گے، پھر اگلے دن لال ہو جائیں گے اور تیسرے دن کالے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ اسکے بعد اللہ کا عذاب زلزلہ کی شکل میں ان پر آ گیا اور وہ اپنے گھروں میں ہی دفن ہو گئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ج،۵۔ص،۱۵۱۵)

درس نمبر (۶۸۳) حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب الاعراف: ۷۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّىْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَتَوَلّٰى بالآخر وہ پھرا عَنْهُمْ ان سے وَقَالَ اور کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ بلاشبہ میں نے تمہیں پہنچا دیا تھا رِسَالَةَ پیغام رَبِّىْ اپنے رب کا وَنَصَحْتُ میں نے خیر خواہی کی تھی لَكُمْ تمہاری وَلٰكِنْ اور لیکن لَّا تُحِبُّوْنَ تم پسند نہیں کرتے النّٰصِحِيْنَ خیر خواہوں کو

ترجمہ: پھر صالح ان سے ناامید ہو کر پھرے اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے میرے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تم کو نصیحت کی مگر تم ایسے ہو کہ خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت صالح علیہ السلام ان سے ناامید ہو کر پھرے۔

۲۔ کہا کہ اے میری قوم! میں نے میرے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔

۳۔ میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے۔

۴۔ لیکن تم ایسے ہو کہ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

جب قوم ثمود پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آ گیا اور وہ ہلاک ہو گئے تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی

طرف سے منہ پھیرلیا اور وہاں سے منہ موڑ کر چلے گئے۔ اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے اور میں نے تمہاری خیر خواہی بھی کی ہے، مگر تمہارا حال یہ ہے کہ تم تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والوں کو ہی پسند نہیں کرتے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ جب قومِ ثمود ہلاک ہوگئی تو حضرت صالح علیہ السلام نے آخر کس سے خطاب کیا؟ اس سلسلے میں بعض مفسرین نے یہ جواب دیا کہ جب قومِ ثمود پر عذاب آنے کی علامتیں نظر آئیں اور حضرت صالح علیہ السلام نے محسوس کرلیا کہ ان پر تو عذاب آنے ہی کو ہے تو حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر روانہ ہوگئے اور روانہ ہوتے وقت قوم سے خطاب کیا۔ بعض مفسرین کا کہنا یہ ہے کہ جب ان کی قوم ہلاک ہوگئی تو ان سے یہ خطاب کیا۔ مفسرین نے یہاں یہ بات بتلائی کہ یہ خطاب ایسا ہی ہے جیسا کہ جنگِ بدر کے موقع پر ہلاک ہونے والے کافروں سے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا تھا جبکہ ان کافروں کی نعشیں ایک کنویں میں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اس واقعہ کے بعد ان لوگوں کو جو ان پر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ لے کر فلسطین کی طرف چلے گئے اور وہیں قیام پذیر ہوگئے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو یہ بات ناگوار گزری کہ وہ ایسی بستی میں قیام کریں جہاں ان کی قوم پر عذاب آیا ہو۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے جا رہے تھے تو اس وادی سے گزرے جس پر قومِ ثمود کو عذاب آیا تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ انور پر کپڑا ڈالے ہوئے تھے، پھر وہاں سے تیزی سے گزرے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم یہاں سے روتے ہوئے گزرو، ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی وہ عذاب پہنچ جائے۔ (مسلم: ۲۹۸۰) لیکن اس روایت میں سر ڈھانکنے کا تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ الترغیب والترھیب میں سر ڈھانکنے کا بھی ذکر ہے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کی بھی تاکید کی کہ یہاں کے کنویں سے پانی کا استعمال نہ کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے اس کنویں سے پانی پیا ہے اور اپنا آٹا بھی گوندھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی بہا دو اور آٹا جانوروں کو کھلا دو۔ (مسلم: ۲۹۸۱)

درس نمبر (۶۸۴) قومِ لوط حد سے نکلی ہوئی قوم الاعراف: ۸۰۔۸۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۰ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۸۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلُوْطًا اور لوط کو (بھیجا) اِذْ قَالَ جب اس نے کہا لِقَوْمِهٖٓ اپنی قوم سے اَتَاْتُوْنَ کیا تم کرتے ہو الْفَاحِشَةَ ایسی بے حیائی مَا سَبَقَكُمْ نہیں کی تم سے پہلے بِهَا (وہ برائی) مِنْ اَحَدٍ کسی نے بھی مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ جہاں والوں میں سے ۝۸۰ اِنَّكُمْ بلاشبہ تم لَتَاْتُوْنَ آتے ہو الرِّجَالَ مردوں کے پاس شَهْوَةً شہوت رانی کے مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر بَلْ اَنْتُمْ بلکہ تم قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ حد سے بڑھنے والے لوگ ہو ۝۸۱

ترجمہ: اور اسی طرح جب ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا؟ ۝۸۰ یعنی خواہش نفسانی پورا کرنے کیلئے

عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو ۝۸۱

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اسی طرح جب ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔

۲۔ اس وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا نفسانی خواہشات پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام جس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اس قوم کی بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل عورتوں سے کرنے کے بجائے مردوں سے کیا کرتی تھی۔ اس قوم کی اس خبیث اور نچلی حرکت پر حضرت لوط علیہ السلام نے مواخذہ کیا اور ان سے کہا کہ تم بے حیائی کی ایسی حرکت کر رہے ہو کہ دنیا جہاں میں کسی نے ماضی میں ایسی حرکت نہیں کی ہے۔ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۶۵ اور ۱۶۶ میں بھی حضرت لوط علیہ السلام کا قوم سے اسی طرح کا سوال دوسرے الفاظ میں یوں موجود ہے: اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۵ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ کیا تم جہاں والوں میں سے مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ نے تمہارا جوڑا بنایا ہے ان کو چھوڑ دیتے ہو؟ بلکہ تم ہو ہی حد سے گزر جانے والے۔

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ ان آیتوں میں کیا گیا ہے: سورۂ ہود (۷۰، ۷۴، ۷۷، ۸۹)، سورۂ حجر (۵۹)، سورۂ حج (۴۳)، سورۂ شعراء (۱۶۰، ۱۶۱)، سورۂ نمل (۵۶)، سورۂ عنکبوت (۲۶، ۳۲، ۳۳)۔

درس نمبر (۶۸۵) قومِ لوط پر پتھروں کی بارش الاعراف: ۸۲۔۸۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۸۲ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۸۳ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۸۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا كَانَ اور نہیں تھا جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اس کی قوم کا جواب اِلَّآ مگر اَنْ قَالُوْٓا کہ انہوں نے کہا اَخْرِجُوْهُمْ انہیں نکال دو مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اپنی بستی سے اِنَّهُمْ بے شک یہ اُنَاسٌ لوگ يَّتَطَهَّرُوْنَ بڑے پاک صاف بنتے ہیں ۝۸۲ فَاَنْجَيْنٰهُ تو ہم نے اس کو نجات دی وَاَهْلَهٗٓ اور اس کے گھر والوں کو اِلَّا سوائے امْرَاَتَهٗ اس کی بیوی کے كَانَتْ (کہ) وہ تھی مِنَ الْغٰبِرِيْنَ باقی ماندہ (ہلاک ہونے والوں) میں سے ۝۸۳ وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائی عَلَيْهِمْ ان پر مَّطَرًا (پتھروں کی) بارش فَانْظُرْ تو دیکھ لیجئے كَيْفَ کیسا كَانَ ہوا عَاقِبَةُ انجام الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کا ۝۸۴

ترجمہ: تو اُن سے اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں (یعنی لوط اور اُن کے گھر والوں) کو اپنے گاؤں سے نکال دو (کہ) یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں ۝۸۲ تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی (نہ

بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی ۸۳ اور ہم نے اُن پر (پتھروں کا) مینہ برسایا سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا ۸۴

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیا۔

۲۔انہیں اور انکے ماننے والوں کو اس شہر سے نکال دو

۳۔یہ تو بڑے پاک بنتے ہیں۔

۴۔ہم نے نوح اور اہل ایمان کو نجات دی۔

۵۔سوائے انکی بیوی کے جو پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔

۶۔ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی

۷۔تم لوگ دیکھ لو کہ جرم کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

قومِ لوط جو کہ رذیل قسم کے ایک گناہ میں مبتلا تھی جس کو اس سے پہلی آیت میں بیان کیا گیا ہے، جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم اس گھٹیا قسم کی حرکت سے باز آجاؤ کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے ہو؟ اس قوم نے یہ جواب دیا کہ چلو انہیں اور انکے ماننے والوں کو اس شہر سے نکالدو کیونکہ ہم جو کام کرتے ہیں وہ انہیں برا لگتا ہے اور یہ تو بڑے پاک اور صاف ستھرے لوگ ہیں انہیں ہمارے درمیان رہنے کا حق نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ چیز جس نے انہیں اس برے کام پر آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ ان کے پاس اناج اور میوہ جات گھروں میں رکھے ہوئے تھے اور کچھ اناج اور میوہ جات بازاروں میں بکنے کے لئے تھے، تو ایک دفعہ انکے یہاں قحط پڑ گیا اور اناج اور میوہ جات کی قلت ہوگئی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر تم اس بازار کے اناج کو روک لو کہ اسے کوئی مسافر نہ لیجائے تو تم اس قحط سے بچ سکتے ہو، تو انہوں نے کہا کہ ایسی کونسی چیز ہے کہ جس سے ہم انہیں روکیں، تو آپسی مشورہ ہوا کہ ایک طریقہ اپناؤ کہ اگر کوئی مسافر تمہارے یہاں آئے تو تم اسے پکڑ و اور فعل بد کرلو اور پھر بطور جرمانہ چار درہم دیدو، تو اسطرح کرنے پر لوگ یہاں نہیں آئیں گے اور تم قحط سے بچ جاؤ گے، تو لوگ ایسا ہی کرنے لگے جسکے بعد وہ اس عادت میں مبتلا ہوگئے۔ (الدر المنثور۔ج ۳۔ص، ۴۹۶)

الغرض اللہ نے اس قوم کو انکے اس جرم کی سزا دی اور ان پر پتھروں کی بارش برسائی اور ہلاک کر دیا۔ بعض نے کہا کہ گھر والوں سے مراد اہل ایمان ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد انکی تین بیٹیاں ہیں جو لوط علیہ السلام کے ساتھ اس قریہ سے نکلے تھے، تو اللہ نے ان نکلنے والوں کے علاوہ سب کو اس عذاب میں مبتلا کیا یہاں تک کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اس جرم میں شریک تھی تو وہ بھی اس عذاب سے بچ نہ سکی۔ حضرت لوط علیہ السلام اور انکے اہل خانہ رات کے وقت اس قریہ سے کوچ کر گئے، پھر اسکے بعد جبرئیل امین کو حکم ہوا تو وہ اس عذاب کو اپنے پروں میں لے آئے اور اس قوم پر پتھر برسانے لگے اور ایک پتھر لوط علیہ السلام کی بیوی کو بھی لگا جو انکے پیچھے آرہی تھی جس سے اس کی بھی موت ہوگئی۔ (تفسیر قرطبی۔ج ،۷۔ص، ۲۴۷)

پھر اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ دیکھو! اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرو کہ اللہ کے رسول کو جھٹلانے اور اللہ کے احکامات کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟

درس نمبر (۶۸۶) **ناپ اور تول پورا پورا کرو** الاعراف: ۸۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ط ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۸۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِلٰی مَدْیَنَ اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف اَخَاهُمْ ان کے بھائی شُعَیْبًا شعیب کو قَالَ اس نے کہا یٰقَوْمِ اے میری قوم! اعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود غَیْرُهٗ اس کے سوا قَدْ جَآءَتْكُمْ تحقیق آ گئی تمہارے پاس بَیِّنَةٌ واضح دلیل مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَاَوْفُوا چنانچہ تم پورا کرو الْكَیْلَ ناپ وَالْمِیْزَانَ اور تول وَلَا تَبْخَسُوا اور تم کم کر کے مت دو النَّاسَ لوگوں کو اَشْیَآءَهُمْ ان کی چیزیں وَلَا تُفْسِدُوْا اور تم فساد مت کرو فِی الْاَرْضِ زمین میں بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اس کی اصلاح کے بعد ذٰلِكُمْ یہ خَیْرٌ بہت بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم مُّؤْمِنِیْنَ مومن ۸۵

ترجمہ: اور مدیَن کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا (تو) انہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا
۲۔ کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو
۳۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے
۴۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آ گئی ہے
۵۔ ناپ اور تول پورا پورا کرو
۶۔ لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو
۷۔ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت کرو
۸۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو

اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں حضرت نوح اور ان کی قوم، حضرت ہود اور ان کی قوم، حضرت صالح اور ان کی قوم اور

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کرنے کے بعد اصحاب مدین اور ان کی طرف بھیجے گئے نبی کا تذکرہ کیا ہے۔ مدین اور اصحابِ مدین کا تذکرہ قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل آیتوں میں موجود ہے: سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۰، سورۂ ھود کی آیت نمبر ۸۴، سورۂ طہٰ کی آیت نمبر ۴۰، سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۴، سورۂ قصص کی آیت نمبر ۲۲ اور ۴۵ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے سب سے پہلے وہی پیغام دیا جو پیغام دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی ان برائیوں سے آگاہ کیا جن میں وہ قوم مبتلا تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں یہ سماجی بگاڑ موجود تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی۔ یہ لوگ اگر کوئی چیز ناپ کر کسی کو دینا ہوتا تو چھوٹا پیمانہ استعمال کرتے اور اگر کسی سے وہی چیز لینا ہوتا تو بڑا پیمانہ استعمال کرتے۔ اسی طرح تولنے میں بھی ڈنڈی مارا کرتے تھے جیسا کہ آج بھی بعض لوگ ناپ تول میں ڈنڈی مارتے ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۲ میں بھی پورا پورا تولنے کا حکم دیا گیا ہے: وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ''اور ناپ اور تول پورا پورا انصاف کے ساتھ تولو۔'' حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔ اس کے بعد ناپ تول میں کمی بیشی کرنے سے روکا۔ اس کے بعد یہ بھی بتایا کہ لوگو! زمین میں اس کے بعد کہ اصلاح ہو چکی ہو بگاڑ پیدا مت کرو یعنی انبیاء کرام اور صالحین نے روئے زمین پر جو اصلاح کا کام کیا ہے اس میں بگاڑ پیدا کر کے ان کی محنتوں کو ضائع مت کرو اور یہ بھی کہا کہ لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔

درس نمبر (۶۸۷) دیکھو! فسادیوں کا انجام کیا ہوا؟ الاعراف: ۸۶

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝۸۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَقْعُدُوا اور تم مت بیٹھو بِكُلِّ صِرَاطٍ ہر ایک راستے پر تُوعِدُونَ (کہ) تم ڈراتے ہو وَتَصُدُّونَ اور روکتے ہو عَنْ سَبِيلِ اللهِ اللہ کے راستے سے مَنْ اس شخص کو جو اٰمَنَ ایمان لائے بِهٖ اس کے ساتھ وَتَبْغُونَهَا اور تم تلاش کرتے ہو اس (راہ) میں عِوَجًا کجی وَاذْكُرُوٓا اور تم یاد کرو اِذْ جبکہ كُنْتُمْ تھے تم قَلِيلًا تھوڑے فَكَثَّرَكُمْ تو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا وَانْظُرُوا اور دیکھو كَيْفَ كَانَ کیسا تھا عَاقِبَةُ انجام الْمُفْسِدِينَ فسادیوں کا ۝۸۶

ترجمہ: اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اُسے تم ڈراتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اُس میں کجی ڈھونڈتے ہو اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے تمہیں جماعتِ کثیر بنا دیا اور دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم مت بیٹھو ہر راستے میں کہ تم لوگوں کو دھمکیاں دیتے ہو

۲۔ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہو جو اس پر ایمان لے آئے

۳۔ اور اس میں کجی تلاش کرتے ہو

۴۔ یاد کرو جب کہ تم تھوڑے سے تھے

۵۔ اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا

۶۔ دیکھ لو! فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟

پچھلی آیت میں قوم شعیب کی تین غلطیوں کی نشاندہی کی گئی: (۱) ناپ اور تول پورا پورا کرو (۲) لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو (۳) زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت کرو۔ اس آیت میں مزید ان کی تین غلطیوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے: (۱) تم ہر راستے میں لوگوں کو دھمکیاں دیتے ہوئے مت بیٹھو (۲) ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے تم روکتے ہو (۳) تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو۔

اس کے بعد قوم شعیب کو یہ بات یاد دلائی جا رہی ہے کہ تم اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم تعداد میں بہت کم تھے، اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ تم دیکھو کہ جن لوگوں نے سرزمین میں بگاڑ اور فساد برپا کیا ان کا کیا انجام ہوا؟ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا حال یہ تھا کہ یہ چوراہوں اور نکڑوں پر بیٹھ کر لوگوں کو قتل کی دھمکیاں دیتے تھے۔ جب لوگ اپنے مال ان کو نہیں دیتے تھے یا یہ کہ وہ ان مسلمانوں کو جو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس ان کی اتباع کے لیے آتے تھے، ان کو قوم کے نالائق لوگ دھمکیاں دیتے تھے۔ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے معنی کو زیادہ ترجیح دی ہے اور ''ایمان والوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے یہ بدبخت لوگ ان لوگوں کو جو اللہ کے دین کو ماننے اور ایمان لانے کا ارادہ کرتے تھے ان کا رخ موڑ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے سیدھے راستے کو ٹیڑھا راستہ بتلانے کی کوشش کرتے تھے اور گمراہی کی باتیں کرتے ہوئے اور جھوٹ بکتے ہوئے لوگوں میں دین کے سلسلے میں شکوک وشبہات ڈالتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی ان برائیوں سے روکا۔ یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے سماجی برائی سے اپنی قوم کو روکا، ناپ تول میں کمی کرنے سے روکا، راستوں میں لوگوں کو دھمکی دیتے ہوئے ظلم کرنے سے روکا اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹا کر دینے سے روکا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سماج سے کٹے ہوئے نہیں تھے۔ وہ نہ صرف توحید کی تعلیم دیتے تھے بلکہ ان انبیاء کرام علیہم السلام نے توحید کی تعلیم کے ساتھ سماجی اور معاشرتی برائیوں سے لوگوں کو روکا۔ اس زمانے میں جو ائمہ کرام اور علماء کرام ہیں جن کی نسبت ان انبیاء کرام علیہم السلام سے عوام کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے جو نبیوں کے حقیقی وارث ہیں، ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے علاقے میں ہو رہی سماجی برائیوں کا جائزہ لیں اور ان برائیوں کو دور کرنے کی تدبیریں کریں اور اس سلسلے میں جستجو اور کوشش بھی کریں۔ امام اور عالم کا کام صرف نماز پڑھانا اور مسائل بتلانا نہیں ہے بلکہ قوم کی قیادت و سیادت کرنا اور ان کی رہنمائی اور اصلاح کرنا بھی ہے۔

درس نمبر (۶۸۸) **اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے** الاعراف: ۸۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ج وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ اوراگر كَانَ ہے طَآئِفَةٌ ایک گروہ مِّنْكُمْ تم میں سے اٰمَنُوْا جوایمان لایا بِالَّذِيْٓ اس پر کہ اُرْسِلْتُ میں بھیجا گیا ہوں بِهٖ اس کے ساتھ وَطَآئِفَةٌ اورایک گروہ لَّمْ يُؤْمِنُوْا ایمان نہیں لایا فَاصْبِرُوْا چنانچہ تم صبر کرو حَتّٰى یہاں تک کہ يَحْكُمَ اللّٰهُ فیصلہ کرے اللہ بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَهُوَ اوروہ خَيْرُ سب سے بہتر الْحٰكِمِيْنَ فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اوراگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اورایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کئے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے اورتمہارے درمیان فیصلہ کردے اوروہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اگر تم میں سے ایک گروہ اس پیغام پر ایمان لے آیا ہے جو میرے ذریعے بھیجا گیا ہے۔

۲۔اوردوسرا گروہ ایمان نہیں لایا۔

۳۔ذرااس وقت تک صبر کرو جب تک اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے۔

۴۔اوروہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ بگڑی ہوئی قوموں کی جانب اپنے محبوب بندوں کو اپنا نبی اور رسول بنا کر بھیجتے ہیں تو وہ انبیاء پوری دردمندی کے ساتھ ان بگڑی ہوئی قوموں کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔اس کے بعد قوم دو طبقوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ایک طبقہ تو وہ ہوتا ہے جو ان نبیوں کو سچا جانتا اوران کی ہر بات کو تسلیم کرتا ہے اورشرک وکفر کو چھوڑ کر توحید پر قائم ہوجاتا ہے۔دوسرا طبقہ ان نبیوں کا مذاق اڑاتا ہے،ان کا انکار کر بیٹھتا ہے اوران کی مخالفت پر کمربستہ ہوجاتا ہے۔ان قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ رہا کہ وہ ماننے والوں کو نجات عطا کرتا ہے اور جھٹلانے والوں کو عذاب اورسزا دیتا ہے۔البتہ اس عذاب اورسزا سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ دوبارہ غوروفکر کریں اورایمان قبول کریں۔اگر وہ طبقہ مہلت کے دیئے جانے کے باوجود اسی غفلت میں پڑا رہتا ہے اورکفروضلالت اورشرک کی خباثت ہی میں جم جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طبقے کی طرف عذاب آ ہی جاتا ہے اوروہ قوم ہلاک ہوجاتی ہے۔جو قومیں گزری ہیں ان کے ساتھ یہی برتاؤ کیا گیا۔قوم نوح ،قوم عاد،قوم ثمود اورقوم لوط کی ہلاکت وتباہی بیان کردی گئی۔اسی حقیقت کو اس آیت میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کفر پر جمے رہنے پر عذاب الٰہی سے ڈرایا تو اس پر قوم کے لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ تم پر ہماری قوم میں سے ایک جماعت ایمان لائی ہے اورہم لوگ تو ایمان نہیں لائے ہیں۔تمہارے کہنے کے مطابق اب

تک ہم لوگوں پر عذاب کیوں نہیں آیا؟ جبکہ ہم نے تم کو جھٹلا دیا۔ تم پر ایمان نہ لانے کے باوجود ہم پر عذاب کا نہ آنا اس بات کی علامت ہے کہ جس عذاب سے تم ہم کو ڈرا رہے ہو اس کی کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہے۔ نافرمان قوم کے اعتراض کا جواب حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ دیا کہ انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور اے قوم کے لوگو! اس حقیقت کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ سارے حاکموں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے قوم کے لوگو! اگر تم سب میرے بارے میں مختلف ہوگئے ہو کہ کوئی ایمان لایا اور کوئی ایمان نہیں لایا، کسی نے تصدیق کی اور کسی نے تکذیب کی تو تم انتظار کرو۔ یہ بات یاد رکھو کہ عذاب کے اب تک نہ آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عذاب ہی نہیں آئے گا، بلکہ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو، جب فیصلہ آجائے گا تو دو فریقوں کے درمیان اللہ تعالیٰ فاصلہ پیدا کردے گا۔ ایمان والوں کو نجات ملے گی اور انکار کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کو عذاب کے ذریعہ سزا ہوگی۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۲ میں بھی اسی طرح کی بات یوں کہی گئی: فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ''بس ایک طرف تم منتظر رہو دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں۔''

درس نمبر (۶۸۹) حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم نے دھمکی دی الاعراف: ۸۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۚ۝۸۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ کہا الْمَلَاُ ان سرداروں نے الَّذِيْنَ جنہوں نے اسْتَكْبَرُوْا تکبر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم میں سے لَنُخْرِجَنَّكَ ہم تجھے ضرور نکال دیں گے يٰشُعَيْبُ اے شعیب! وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کو بھی جو اٰمَنُوْا ایمان لائے مَعَكَ تیرے ساتھ مِنْ قَرْيَتِنَآ اپنی بستی سے اَوْ یا لَتَعُوْدُنَّ یقیناً تم لوٹ آ ؤ گے فِيْ مِلَّتِنَا ہمارے دین میں قَالَ (شعیب نے) کہا اَ وَلَوْ کیا اگرچہ كُنَّا ہم ہوں كٰرِهِيْنَ کراہت کرنے والے؟

ترجمہ: تو ان کی قوم میں جو لوگ سردار تھے جو تکبر کرتے تھے وہ کہنے لگے کہ شعیب یا تو ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ۔ انہوں نے کہا خواہ ہم تمہارے دین سے بیزار ہی ہوں تو بھی؟

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قوم کے سردار جو بڑائی کے گھمنڈ میں تھے کہنے لگے۔

۲۔ اے شعیب! ہم نے پکا ارادہ کرلیا ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کردیں گے۔

۳۔ تم سب کو ہمارے دین میں واپس آنا پڑے گا۔

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا اچھا اگر ہم تمہارے دین سے نفرت کرتے ہوں تب بھی؟

اگر گزری ہوئی قوموں کے حالات کا آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہر قوم کے غریب، نادار نیز مادی اور ظاہری اعتبار سے بے حیثیت لوگوں نے نبیوں کے پیغام کو پہلے تسلیم کیا اور ان ظاہری طور پر بے حیثیت لوگوں کی حیثیت دنیا جہاں میں اس قدر روشن ہوئی کہ وہ دنیا میں عذاب سے نجات پاگئے اور آخرت میں کامیاب ہوگئے۔ ان کے مقابلے میں ان قوموں کے صاحبِ حیثیت اور ذی اثر بڑے قسم کے لوگ جو مال و دولت میں بڑے مانے جاتے تھے جن کو ان کی قوم اپنا سردار مانتی تھی ایسے سرداروں نے غرور و گھمنڈ کے نشے میں نبیوں کی باتوں کا انکار کردیا اور ان لوگوں نے نبیوں کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی۔ وہ دنیا میں ہلاک ہوئے اور آخرت میں خسارہ میں پڑ گئے۔ چنانچہ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۳ میں کافروں کا رسولوں کے ساتھ سلوک اس طرح بیان کیا گیا: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ''کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم تمہیں ملک بدر کردیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی ہلاک کریں گے۔'' ہر قوم کے بڑے لوگوں نے اپنے نبیوں کے ساتھ گستاخی کا معاملہ کیا اور نبیوں کو ہی گمراہ قرار دیا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۰ میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے یہ کہا: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ''ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا: ہاں! ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔'' اسی سورت کی آیت نمبر ۶۶ میں ہے قوم عاد کے سرداروں نے کہا: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ''ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اپنا رکھا تھا کہنے لگے ہم تو یقینی طور پر دیکھ رہے ہیں کہ تم بے وقوفی میں مبتلا ہو اور بے شک ہمارا گمان یہ ہے کہ تم ایک جھوٹے آدمی ہو۔'' بہر حال ہر قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے نبیوں کی مخالفت کی اور طرح طرح کی باتیں کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے ان سے کہا کہ اے شعیب! ہم تم کو اور تمہارے ساتھ جو ایمان لائے ان کو ہماری بستی سے نکال باہر کردیں گے۔ اگر تمہیں اپنی ہی بستی میں زندگی بسر کرنا ہو تو ایک ہی صورت ہے کہ تم ہماری ملت میں لوٹ کر آجاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس کا جواب یہ دیا: اچھا! یہ تو بتاؤ کہ اگر ہم تمہارے دین سے نفرت کرتے ہوں، تب بھی ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ کر آجائیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے صاف کہہ دیا کہ جس دین سے ہم نفرت کرتے ہیں اس دین کی طرف لوٹ کر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہمارے ملک بھارت میں بھی یہی تاریخ دہرائی جارہی ہے اور ہم مسلمانوں کے لیے یہ ایک چیلنج ہے۔ وہی چیلنج جو گزری ہوئی قوموں کے درمیان ان بسنے والے مومنوں کے ساتھ تھا۔ اس ملک کی فرقہ پرست طاقتیں ہم مسلمانوں سے یہی کہہ رہی ہیں کہ ہم تم کو اس ملک سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہماری ملت میں لوٹ کر آجاؤ، اسی ناپاک تحریک کا نام گھر واپسی ہے، جس تحریک کو ناپاک تحریک بلکہ ناکام تحریک کہا جاسکتا ہے۔ اس ملک کے مسلمانوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رہنا ہے اور اپنی نسلوں پر اس بات کی محنت کرنی ہے کہ وہ اپنے محبوب اور پیارے دین کے ساتھ ہمیشہ منسلک رہیں اور ان کی موت اسلام ہی کی حالت میں آئے۔

درس نمبر (۶۹۰) **ہدایت کے بعد گمراہ ہونا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے** الاعراف:۸۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝۸۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَدِ افْتَرَيْنَا تحقیق (پھر تو) ہم نے باندھا عَلَى اللّٰهِ اللہ پر كَذِبًا جھوٹ اِنْ عُدْنَا اگر ہم لوٹ آئیں فِيْ مِلَّتِكُمْ تمہارے دین میں بَعْدَ اِذْ اس کے بعد کہ نَجّٰنَا اللّٰهُ اللہ نے ہمیں نجات دی مِنْهَا اس سے وَمَا يَكُوْنُ اور نہیں ہے لائق لَنَآ ہمارے لیے اَنْ نَّعُوْدَ کہ ہم لوٹ آئیں فِيْهَآ اس میں اِلَّآ مگر اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ کہ چاہے اللہ رَبُّنَا جو ہمارا رب ہے وَسِعَ گھیر لیا ہے رَبُّنَا ہمارے رب نے كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو عِلْمًا (اپنے) علم سے عَلَى اللّٰهِ اللہ ہی پر تَوَكَّلْنَا ہم نے بھروسہ کیا رَبَّنَا اے ہمارے رب! افْتَحْ تو فیصلہ فرما بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَ بَيْنَ قَوْمِنَا اور ہماری قوم کے درمیان بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَاَنْتَ اور تو خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ۝۸۹

ترجمہ: اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بیشک ہم نے اللہ پر جھوٹ افتراء باندھا اور ہمیں شایاں نہیں ہے کہ ہم اس میں لوٹ جائیں، ہاں! اللہ جو ہمارا رب ہے وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں) ہمارے رب کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے، ہمارا اللہ ہی پر بھروسا ہے اے اللہ! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کیساتھ فیصلہ کردے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم اللہ پر بڑا بہتان باندھیں گے اگر تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں گے۔

۲۔ جب کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے۔

۳۔ ہمارے لئے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس کی طرف واپس جائیں۔

۴۔ اللہ ہمارا پروردگار ہی کچھ چاہے تو اور بات ہے۔

۵۔ ہمارے رب نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

۶۔ اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کر رکھا ہے۔

۷۔ اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دیجئے۔

۸۔ آپ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

جب قوم کے سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو یہ دھمکی دی کہ اے شعیب! ہم تم کو اور تمہارے ساتھ جو ایمان لائے ہیں ان کو ہماری بستی سے نکال دیں گے، اگر ہماری بستی سے نکلنا نہیں چاہتے تو

تمہارے لئے یہی ایک صورت باقی ہے کہ تم ہمارے دین کی طرف لوٹ کر آ جاؤ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اس کا ایک جواب تو یہ دیا کہ کیا اگر ہم تمہارے دین سے نفرت کرتے ہوں جب بھی ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ کر آ جائیں؟ یہ کسی بھی صورت نہیں ہوسکتا کہ ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ کر آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین ہم کو عطا کیا ہے اس دین کی محبت ہمارے دلوں میں راسخ ہو چکی ہے اور جس دل میں اس دین حق کی محبت بیٹھ جاتی ہے وہ ملک تو چھوڑ سکتا ہے مگر اس دین حق کو کبھی چھوڑ نہیں سکتا۔ دوسری بات یہ بتلائی کہ خدانخواستہ اگر ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔ یعنی اگر ہم پھر تمہارا دین قبول کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا یہ دین حق غلط ہے۔ اس طرح سے تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے، اس لیے کہ دین حق یعنی ایمان اور توحید کے اس پاکیزہ عقیدے کو چھوڑ کر کفر کا عقیدہ رکھنا اور کفر کو دین حق سمجھنا یہ تو صاف طور پر اللہ تعالیٰ پر تہمت باندھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس باطل دین سے ہم کو نجات دے دی اور جس دین حق کو ہم نے پورے شعور کے ساتھ قبول کیا اس دین کو چھوڑ دینا اور زیادہ تہمت کی چیز ہوگی۔ حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے یہ بات بھی صاف طور پر کہہ دی کہ ہمارے لئے کسی بھی طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم تمہارے دین کی طرف واپس ہو جائیں۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ ہی چاہیں تو اور بات ہے، اس لئے کہ کسی بھی شخص کو ہدایت کا ملنا اور کسی بھی شخص کا گمراہ ہونا اللہ تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ ہمارے رب کی شان یہ ہے کہ اس کو ہر چیز کا علم ہے۔ اس کا وسیع علم ہر ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ اسی کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے یہ بات بھی دوٹوک انداز میں بتلا دی کہ ہمارے اس دوٹوک جواب کے نتیجے میں تمہاری طرف سے اذیت اور تکلیف پہنچے گی، لیکن ہمارے دل کی حالت یہ ہے کہ ہمارا دل توکّل سے لبریز ہے۔ ہم اس پر توکّل کرتے ہیں جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ یہ ایمان والے اپنے نبی کے ساتھ رب ذوالجلال کے دربار میں یہ دعا کرتے ہیں کہ رَبَّنَا افۡتَحۡ بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡفٰتِحِيۡنَ "اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دیجئے آپ تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔" توکّل کرنے والے کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کا رب اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ سورۂ طلاق کی آیت نمبر ۳ میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی ہے: وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ "جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔"

درس نمبر (۶۹۱) **قومِ شعیب پر اللہ کا عذاب** الاعراف: ۹۰۔۹۱

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعۡتُمۡ شُعَيۡبًا اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ۝ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ قَالَ اور کہا الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ ان سرداروں نے جنہوں نے كَفَرُوۡا کفر کیا مِنۡ قَوۡمِهٖ اس کی قوم میں سے لَئِنِ (کہ) البتہ اگر اتَّبَعۡتُمۡ تم نے اتباع کی شُعَيۡبًا شعیب کی اِنَّكُمۡ (تو) یقیناً تم اِذًا اس وقت لَّخٰسِرُوۡنَ

البتہ خسارہ اُٹھانے والے ہو گے ۝ فَاَخَذَتْهُمُ بالآخر پکڑ لیا انہیں الرَّجْفَةُ زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا تو وہ ہو گئے فِيْ دَارِهِمْ اپنے گھروں میں جٰثِمِيْنَ گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے ۝

ترجمہ: اور اُن کی قوم میں سے سردار لوگ جو کافر تھے کہنے لگے کہ (بھائیو!) اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بیشک تم خسارے میں پڑ گئے ۝ تو اُن کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے قوم کے لوگوں سے کہا۔

۲۔ اگر تم شعیب کے پیچھے چلے تو یاد رکھو اس صورت میں تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

۳۔ پھر ہوا یہ کہ انہیں زلزلے نے آ پکڑا۔

۴۔ اور وہ اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ قوم کے جو سردار ہوتے تھے وہ ان لوگوں کو جو وقت کے نبی پر ایمان لاتے تھے دھمکیاں دیتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سردار جب ان لوگوں سے مایوس ہو گئے اور وہ سمجھ گئے کہ یہ حضرت شعیب پر ایمان لانے سے باز نہیں آئیں گے تو انہوں نے انہیں ڈرانے اور دھمکانے کا آغاز کیا۔ اب ان لوگوں کو جنہوں نے حضرت شعیب کی حق بات کو تسلیم کر لیا تھا اور ایمان لا چکے تھے یہ دھمکی دی کہ اگر تم ہماری بات نہ مان کر شعیب کی بات مانو گے اور شعیب کے پیچھے چلو گے تو یہ بات یاد رکھو کہ تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ان سرداروں نے نقصان سے یہ مراد لیا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین سے محروم ہو جاؤ گے جس سے تم اب تک مانوس رہے ہو اور تم ایسے دین کی طرف چلے جاؤ گے جس سے تم مانوس نہیں ہو، یہ تمہارا مادی نقصان ہے اور یہ کہ ڈنڈی نہ مارنے کی وجہ سے تمہارا مالی نقصان بھی ہو گا اور تم شعیب پر ایمان لاؤ گے تو ڈاکہ بھی نہیں ڈال سکو گے اور ناپ تول میں ڈنڈی بھی نہ مار سکو گے، اس طرح مال سے محروم ہو جاؤ گے۔ ان سرداروں نے ایک طرف ان لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کی اتباع کرنے سے روکا جو ابھی تک ان پر ایمان نہیں لائے تھے اور دوسری طرف ان لوگوں کو دھمکی دی جو حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے کہ اگر تم نے ان کی بات مان لی اور ان کی اتباع کی تو سخت نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ یہ سردار قسم کے لوگ تو حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکی دے رہے تھے کہ تمہارا سخت نقصان ہو جائے گا۔ لیکن تاریخ اور قرآن مجید کی آیت بتاتی ہے کہ نقصان ان سرداروں کا ہوا کہ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ "زلزلے نے انہیں آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔" قوم ثمود جس طرح زلزلے کے ذریعہ ہلاک ہوئی اسی طرح حضرت شعیب کی قوم بھی زلزلے سے ہلاک ہو گئی۔ سورۂ ہود میں کہا گیا: اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ "خبردار! مدین کے لیے رحمت سے دوری ہے جیسے قوم ثمود رحمت سے دور ہوئی۔"

درس نمبر (۶۹۲) **قومِ شعیب کی بربادی کا تذکرہ** الاعراف: ۹۲۔۹۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۞ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا شُعَيْبًا شعیب کو كَاَنْ (یوں ہو گئے) گویا کہ لَّمْ يَغْنَوْا وہ کبھی بسے نہیں تھے فِيْهَا ان میں اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا شُعَيْبًا شعیب کو كَانُوْا هُمُ وہی تھے الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے ۞ فَتَوَلّٰى پھر (شعیب نے) منہ پھیرا عَنْهُمْ ان سے وَقَالَ اور کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ البتہ میں نے تمہیں پہنچا دیئے رِسٰلٰتِ پیغامات رَبِّيْ اپنے رب کے وَنَصَحْتُ اور میں نے خیر خواہی کی لَكُمْ تمہاری فَكَيْفَ پھر کیوں اٰسٰى میں غم کھاؤں عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ کافر قوم پر ۞

ترجمہ: (یہ لوگ) جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ اُن میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے (غرض) جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے ۞ تو شعیب علیہ السلام اُن میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج و غم کیوں کروں؟ ۞

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہ ایسے ہو گئے جیسے کبھی وہاں وہ بسے ہی نہ تھے۔

۲۔ چنانچہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام سے منہ پھیر کر چل دیئے۔

۳۔ کہنے لگے میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے تھے۔

۴۔ مگر اب میں اس پر کیا افسوس کروں جو ناشکری کرے؟

قوم کے بڑے سرداروں نے ایمان لانے والوں سے یہ بات کہی تھی کہ اگر تم شعیب کی اتباع کرو گے تو نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، لیکن نتیجہ اس کے برعکس ہوا۔ جن لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے، اس لیے کہ ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی تباہی کو بھی نقصان ہی سے تعبیر کیا۔ اس آیت میں یوں کہا گیا کہ جن لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہی خسارے میں پڑ گئے اور وہ نقصان بھی کوئی معمولی نقصان نہیں بلکہ وہ پورے کے پورے جنہوں نے جھٹلایا تھا ہلاک ہو گئے اور ایسے ہلاک ہو گئے کہ گویا وہ اپنے گھروں میں تھے ہی نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو قوم نبیوں کو جھٹلاتی ہے ان کا انجام یہی ہوتا ہے۔ قوم کی تباہی کا ذکر سورۂ ہود کی آیت نمبر ۹۴ میں یوں ہے: **وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ** ”اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور

جو ظالم تھے ان کو چنگھاڑ نے آدبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔" تمام قوموں کے سنگین نتائج سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا چاہئے کہ نیک انجام متقیوں کے لئے ہے، جیسا کہ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۲ میں کہا گیا کہ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى آخر میں بول بالا پرہیزگاری ہی کا ہے۔ حقیقی نفع اسی کو ملتا ہے جو حلال کھاتا ہے اور حرام سے پرہیز کرتا ہے۔ ہلاکت، تباہی اور افلاس ان کافروں کیلئے ہے جو حرام میں لت پت رہتے ہیں اور لوگوں کے مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا یہاں دونوں الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، اَلرَّجْفَةُ اور الصَّيْحَةُ۔ اَلرَّجْفَةُ کے معنی ہلاکت خیز شدید زلزلہ ہے۔ واضح رہے کہ شدید زلزلہ جب آتا ہے تو آواز بھی شدید ہی نکلتی ہے تو زلزلہ اور آواز ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں۔ یہ خاص قسم کا عذاب ان کے لئے مخصوص تھا جنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا، باقی جو مومن تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ نجات عطا فرمائی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا اس کی منظر کشی مفسرین نے یوں کی ہے: ان لوگوں پر پہلے سخت گرمی پڑی جس سے یہ بلبلا اٹھے، پھر شہر سے باہر ایک بادل آیا جس میں ٹھنڈی ہوا تھی، یہ لوگ گھروں سے نکل کر اس کے نیچے جمع ہو گئے۔ اس وقت اس بادل سے آگ برسائی گئی جسے سائبان سے تعبیر کیا گیا، پھر زلزلہ آیا اور زلزلے کے ساتھ عموماً آواز بھی ہوتی ہے جسے چنگھار کہا جاتا ہے۔ جب قوم پر عذاب آ گیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنا منہ پھیرا اور کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر چکا ہوں، اب میں کیسے کافروں پر افسوس کروں؟ (تفسیر الرازی) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں تم کو حق بات نہ پہنچاتا اور تم کو نصیحت نہ کرتا اور تم پر عذاب آ جاتا تو یہ بات میرے لئے افسوس کی ہوتی، مگر اب تو میں تم پر افسوس نہیں کر سکتا تم نے چونکہ میری بات کو سنی ان سنی کر دی اور کفر اور شرارت پر برابر جمے رہے تو اب میں ایسے کافر لوگوں پر کیسے رنج و غم کروں؟ تم نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بربادی کا سامان پیدا کر لیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ خطاب فرضی تھا، اس لئے کہ جس وقت وہ یہ باتیں کہہ رہے تھے کہ قوم اس وقت ہلاک ہو چکی تھی۔ بعض مفسرین کے قول کے مطابق یہ بھی ممکن ہے کہ جب عذاب آنے کے آثار نمودار ہوئے تو اس وقت حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے خطاب کیا ہو۔ قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام ان کے ساتھ جو ان پر ایمان لائے تھے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور وہیں حضرت شعیب علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ مسجد حرام میں صرف دو قبریں ہیں ایک قبر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جو حطیم میں ہے اور دوسری حضرت شعیب علیہ السلام کی جو حجر اسود کے مقابل کسی جگہ پر ہے۔ (روح المعانی)

درس نمبر (۶۹۳) **ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا** الاعراف: ۹۴-۹۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ۹۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَآ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجا فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں مِّنْ نَّبِيٍّ کوئی نبی اِلَّآ مگر اَخَذْنَآ ہم نے

پکڑا اَھْلَھَا اس کے رہنے والوں کو بِالْبَاْسَآءِ سختی کے ساتھ وَالضَّرَّآءِ اور تکلیف کے (ساتھ) لَعَلَّھُمْ تاکہ وہ یَضَّرَّعُوْنَ گڑگڑائیں ۹۴ ثُمَّ پھر بَدَّلْنَا ہم نے بدل کردے دی (انکو) مَكَانَ السَّیِّئَةِ برائی کی جگہ الْحَسَنَةَ اچھائی حَتّٰی یہاں تک کہ عَفَوْا وہ زیادہ ہوگئے وَّقَالُوْا اور انہوں نے کہا قَدْ مَسَّ تحقیق پہنچی تھی اٰبَآءَ نَا ہمارے آباءواجداد کو (بھی) الضَّرَّآءُ سختی وَالسَّرَّآءُ اور راحت فَاَخَذْنٰھُمْ تو ہم نے پکڑلیا انہیں بَغْتَةً یکا یک وَّھُمْ اور وہ لَا یَشْعُرُوْنَ شعور نہیں رکھتے تھے ۹۵

ترجمہ: اور ہم نے کسی شہر میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو (جو ایمان نہ لائے) دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اور انکساری کریں ۹۴ پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہوگئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا رنج و راحت ہمارے بڑوں کو بھی پہنچتا رہا ہے تو ہم نے اُن کو اچانک پکڑ لیا اور وہ (اپنے حال میں) بے خبر تھے ۹۵

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ جس بستی میں بھی کوئی پیغمبر بھیجا گیا اس میں رہنے والوں کو بدحالی اور تکلیفوں میں ضرور گرفتار کیا گیا۔

۲۔ تاکہ ان تکلیفوں اور بدحالی کی وجہ سے وہ عاجزی اختیار کریں۔

۳۔ پھر ہم نے کیفیت بدلی یعنی بدحالی کی جگہ خوشحالی عطا فرمائی۔

۴۔ یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے۔

۵۔ اور کہنے لگے کہ دکھ تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچتے رہے ہیں۔

۶۔ پھر ہم نے انہیں اچانک اس طرح پکڑ لیا کہ انہیں پہلے سے پتہ بھی نہ چل سکا۔

گزری ہوئی جن قوموں کی طرف انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا گیا۔ ان قوموں کو ان نبیوں نے حق کی دعوت دی اور قوموں نے نبیوں کا جب انکار کیا تو اللہ تعالی نے پہلے مرحلے ہی میں ان پر عذاب نازل نہیں کیا بلکہ ان کو پہلے سختی، دکھ اور تکلیف کے ذریعہ آزمایا گیا۔ یہ چھوٹی سی سختی، دکھ اور تکلیف اس لیے دی گئی تاکہ وہ کفر اور نافرمانی کی زندگی سے توبہ کریں اور رب ذوالجلال کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے نبی کی اطاعت کریں۔ مگر قومیں اس دکھ، سختی اور تکلیف کے بعد بھی برابر سرکشی اور نافرمانی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دوسرے انداز میں آزمائش کی۔ چنانچہ ان کی بدحالی کو اللہ تعالیٰ نے خوشحالی میں بدل دیا، ان کو مال و دولت، صحت اور تندرستی سب کچھ عطا کیا اور اپنی نعمتوں کی بارش برسائی۔ یہ قومیں بدحالی کی آزمائش میں بھی ناکام ہوگئے اور خوشحالی کی آزمائش میں بھی ناکام ہوگئے، اس لیے کہ ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انہوں نے خوشحالی کے آنے کے بعد اس سے عبرت حاصل کرنے اور اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے بجائے الٹا نتیجہ یہ نکال لیا کہ یہ خوشحالی اور بدحالی ایمان اور کفر کی وجہ سے یا نیک اعمال اور برے اعمال کے سبب سے نہیں آتی بلکہ یہ تو دنیا کا الٹ پھیر ہے۔ ہمارے باپ دادا پر بھی اس قسم کے حالات آئے تھے۔ وہ بھی اپنے دین پر جمے رہے ہم بھی اسی پرانے دین

یعنی شرک اور سرکشی پر جمے رہیں گے۔ جب قوم آزمائشوں میں اپنے آپ کو بدلنے کے لیے تیار نہیں ہوتی تو بس اللہ تعالیٰ اس قوم پر اپنا عذاب نازل فرماتے ہیں۔ عذاب کے نازل کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی مرحلے میں عذاب نازل نہیں کرتے بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ مہلت اور موقع فراہم کرتے ہیں، حجت قائم کرتے ہیں، جب حجت تمام ہو جاتی ہے تو پھر اپنا عذاب اس قوم پر نازل کرتے ہیں۔ جب عذاب نازل کرتے ہیں تو اس طرح نازل کرتے ہیں کہ پہلے سے ان کو اس کا اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے امت محمدیہ کو سبق دے رہے ہیں کہ گمراہ قوموں کے عذاب دینے کے سلسلے میں ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ ہم جس قوم کی طرف بھی نبی بھیجتے ہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو ان کی حرکتوں کے بدلنے کے لئے ان کو نصیحت بھی کرتے ہیں اور مہلت بھی دیتے ہیں۔ پھر پہلے کچھ سختیاں اور ناپسندیدہ حالات میں مبتلا بھی کرتے ہیں یعنی مادی اعتبار سے بدحالی اور فقر و فاقہ میں مبتلا کرتے ہیں یا اس کے برعکس بھی کرتے ہیں کہ پہلے بیماری یا پھر کچھ سختی میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ کے دربار میں گڑگڑائیں اور اللہ سے ڈریں تا کہ ان پر سے مصیبتیں ہٹالی جائیں۔ پھر اس کے بعد بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کرتے ہیں اور مفلسی کو مالداری میں بدل دیتے ہیں یا بیماری کو صحت اور عافیت میں تبدیل کر دیتے ہیں تا کہ وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ قوموں کے بدلنے سے حالات بدلتے ہیں۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۵۳ میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے: ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دیں جو کہ انکی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

درس نمبر (۶۹۴) ایمان و تقویٰ نعمتوں کے نزول کا سبب الاعراف: ۹۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۹۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اور اگر اَنَّ بیشک اَھْلَ الْقُرٰٓى بستیوں والے اٰمَنُوْا ایمان لے آتے وَاتَّقَوْا اور تقویٰ اختیار کرتے لَفَتَحْنَا تو ہم ضرور کھول دیتے عَلَيْهِمْ ان پر بَرَكٰتٍ برکتیں مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین کی وَلٰكِنْ لیکن كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا فَاَخَذْنٰھُمْ تو ہم نے انہیں پکڑ لیا بِمَا بوجہ ان (عملوں) کے جو كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے ۝۹۶

ترجمہ: اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر اُنہوں نے تو تکذیب کی سو اُن کے اعمال کی سزا میں ہم نے اُن کو پکڑ لیا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں

کے دروازے کھول دیتے۔

۲۔لیکن انہوں نے حق کو جھٹلایا

۳۔اس لیے ان کی مسلسل بدعملی کی پاداش میں ہم نے ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔

اس آیت میں قدرت کا یہ عمومی قانون بتلایا گیا ہے جو کسی قوم کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر قوم کے لیے عام ہے کہ اگر بستیوں والے یعنی کسی بھی علاقے کے لوگ مجموعی طور پر ایمان لائیں اور تقوے کی روش اختیار کرلیں تو پھر ان کے لئے آسمان و زمین دونوں طرف سے برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ جب عام طور پر لوگ ایمان والی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں، نیک اعمال اختیار کرنے لگتے ہیں اور کفر وشرک اور گناہوں سے پرہیز کرنے لگتے ہیں تو ان کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں کھول دی جاتی ہیں۔ آسمانوں سے برکتوں کا نزول اور زمین سے برکتوں کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اس آیت سے یہ نتیجہ خود بخود نکل آتا ہے کہ جس علاقے میں کفر والحاد کا دور دورہ ہوگا، شرک اور بت پرستی زندہ رہے گی اور حلال وحرام کی تمیز باقی نہیں رہے گی اور برے عمل عام ہوجائیں گے، انصاف کی جگہ ظلم، سچائی کی جگہ جھوٹ، امانت کی جگہ خیانت، حیاداری کی جگہ بے حیائی اور محبتوں کے بجائے نفرتوں کا بازار گرم ہوگا تو آسمانی برکتوں سے وہ لوگ محروم ہوجائیں گے۔ زمینوں سے برکتوں کا خاتمہ ہونے لگے گا۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بتایا گیا کہ اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ ایمان اور تقویٰ دو چیزوں کو قرآن مجید میں ایک ساتھ متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶۵ میں اہل کتاب کے بارے میں یہ بات کہی گئی: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ’’اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام برائیاں معاف کردیتے اوران کو چین کے باغوں میں داخل کرتے۔‘‘ آیت نمبر ۹۳ میں یوں بیان کیا گیا: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ’’جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جبکہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیا، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔‘‘ اپنے بندوں کے سلسلے میں یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

آج ہم اپنی زبانوں سے بار بار یہ کہتے رہتے ہیں کہ گھروں میں برکت ہی نہیں رہی۔ آخر یہ برکت جو ہمارے گھروں میں تھی وہ کہاں چلی گئی اور کیوں چلی گئی؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ گھروں میں رہنے والے افراد کا ایمان کمزور ہوگیا اور گھروں میں رہنے والوں کے اعمالِ صالحہ میں یا تو کمی واقع ہوگئی یا سرے سے اعمالِ صالحہ ختم ہی ہوگئے۔ ایمان اور تقویٰ والی زندگی جب اختیار کی جاتی ہے تو آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھلنے لگ جاتے ہیں۔ آج وقت پر بارشیں نہیں ہورہی ہیں، موسم کا کوئی حساب نہیں رہا اور پیداوار میں فرق پڑ گیا ہے۔ یہ سب اس لیے کہ ہمارے ایمان میں کمی اور تقویٰ میں نقص پیدا ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی کی سعادت مندی اور خوش حالی ایمان اور تقویٰ پر موقوف ہے۔

درس نمبر (۶۹۵) **کیا لوگ اللہ کے عذاب سے غافل ہو گئے؟** الاعراف: ۹۷-۹۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۹۷ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۹۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَاَمِنَ کیا پھر بے خوف ہو گئے اَهْلُ الْقُرٰٓى بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ کہ آ جائے ان کے پاس بَاْسُنَا ہمارا عذاب بَيَاتًا رات کو وَّهُمْ اور وہ نَآئِمُوْنَ سوئے ہوئے ہوں ۹۷ اَوَ اَمِنَ کیا بے خوف ہو گئے اَهْلُ الْقُرٰٓى بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ کہ آ جائے ان کے پاس بَاْسُنَا ہمارا عذاب ضُحًى دن چڑھے وَّهُمْ اور وہ يَلْعَبُوْنَ کھیل رہے ہوں ۹۸

ترجمہ: کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں ۹۷ اور کیا اہلِ شہر اس سے نڈر ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں؟ ۹۸

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اب بتاؤ کہ کیا بستیوں کے لوگ اس بات سے بالکل بے خوف ہو گئے کہ کسی رات ہمارا عذاب ان پر ایسے وقت آ پڑے جب وہ سوئے ہوئے ہوں۔

۲۔ کیا ان بستیوں کے لوگوں کو اس بات کا بھی کوئی ڈر نہیں کہ ہمارا عذاب ان پر کبھی دن چڑھے آ جائے جب وہ کھیل کود میں لگے ہوئے ہوں۔

اردو میں یہ محاورہ مشہور ہے کہ "اگلا گرا پچھلا ہوشیار" ہم دیکھتے ہیں کہ راستہ چلتے ہوئے جو ہم سے آگے ہو اور وہ گر جائے تو ہم چوکنا ہو جاتے ہیں اور خود کو گرنے سے بچانے کیلئے احتیاط کرتے ہیں۔ گزری ہوئی قوموں کی بدانجامی کو دیکھ کر ہمیں بھی احتیاط اختیار کرنی چاہیے اور ان برائیوں سے بچنا چاہیے جن برائیوں کی وجہ سے پچھلی قوم عذاب کا شکار ہو گئی۔ پچھلی قوموں کا تذکرہ کرنے اور ان کے انجامِ بد کو بتلانے کے بعد رسول رحمت ﷺ کے زمانہ کے ان کافروں کو جو مکہ میں رہتے تھے اور نبی کی مخالفت پر کمر بستہ تھے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ کیا بستی کے یہ لوگ اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ کسی بھی رات کے وقت جب کہ وہ سوئے ہوئے ہوں ان پر ہمارا عذاب آ سکتا ہے یا یہ کہ دوپہر کا وقت جبکہ وہ کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں اس وقت بھی ہمارا ان پر عذاب آ سکتا ہے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اس بات کا خوف دل میں رہنا چاہیے کہ ہمارے کرتوتوں کی وجہ سے کہیں اللہ کا عذاب نہ آ جائے؟ اللہ کے عذاب سے بے خوف کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہیں، اپنے بندوں کو بخشنے والے اور اپنے بندوں کے ساتھ رحم کرنے والے ہیں۔ مگر رب ذوالجلال کا معاملہ یہ بھی تو ہے کہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے، جیسا کہ سورۂ بروج کی آیت نمبر ۱۲ میں فرمایا گیا: اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ "تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔" ہمیں اپنے رب سے امید بھی رکھنی چاہیے، مگر یہ امید خوف کے بغیر نہ ہو اور ہمیں اپنے رب سے خوف بھی رکھنا چاہیے، مگر یہ خوف امید کے بغیر نہ ہو۔ امید اور خوف کے درمیان

توازن رہے، اللہ کا خوف بھی چھایا رہے اور اس سے امیدیں بھی وابستہ رہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ کا عذاب جو آتا ہے وہ عموماً رات کے وقت آتا ہے، جبکہ نافرمان قوم غفلت کی نیند سو رہی ہوتی ہے یا دوپہر میں چاشت یا قیلولہ کے وقت آتا ہے، جب کہ لوگ کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔ ان دو اوقات کی نشاندہی اس آیت میں کی گئی ہے: بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ رات کے وقت جب کہ وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں، ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ دوپہر کے وقت جبکہ وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴ میں بھی ان دو اوقات کی وضاحت کی گئی ہے: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ''اور بہت سی بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔'' سورۂ یونس میں رات کے ساتھ نہار یعنی دن کے وقت کا بھی تذکرہ ہے: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ''آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو تو عذاب میں کونسی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کی جلدی مچا رہے ہیں؟'' سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۱ میں قوم لوط پر آئے عذاب کے سلسلہ میں صبح کے وقت کا بھی تذکرہ موجود ہے: اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ''یقیناً ان کے وعدہ کا وقت صبح تھا کیا صبح قریب نہیں ہے؟'' سورۂ حجر کی آیت نمبر ۶۶ میں قوم لوط پر آئے عذاب کے سلسلے میں صبح کے وقت کا ذکر موجود ہے: وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ''ہم نے اس کی طرف اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ صبح ہوتے ہوئے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی۔''

درس نمبر (۶۹۶)

ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں

الاعراف: ۹۹-۱۰۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۹۹ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۱۰۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَاَمِنُوْا کیا پھر وہ بے خوف ہو گئے مَكْرَ اللّٰهِ اللہ کی تدبیر سے فَلَا يَاْمَنُ چنانچہ نہیں بے خوف ہوتے مَكْرَ اللّٰهِ اللہ کی تدبیر سے اِلَّا مگر الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانے والے لوگ ہی ۹۹ اَوَلَمْ يَهْدِ کیا واضح نہیں ہوئی لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جو يَرِثُوْنَ وارث بنے الْاَرْضَ زمین کے مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اس کے رہنے والوں کے بعد اَنْ لَّوْ کہ اگر نَشَآءُ ہم چاہیں اَصَبْنٰهُمْ (تو) ان کو سزا دیں بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کے سبب وَنَطْبَعُ اور ہم مہر لگا دیں عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پھر وہ (کچھ) نہ سنیں ۱۰۰

ترجمہ: کیا یہ لوگ اللہ کے داؤ کا ڈر نہیں رکھتے (سن لو کہ) اللہ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں ۹۹ کیا ان لوگوں کو جو اہلِ زمین کے (مر جانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں ۱۰۰

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا کیا یہ لوگ اللہ کی دی ہوئی ڈھیل کے انجام سے بے فکر ہو چکے ہیں؟

۲۔ اگر ایسا ہے تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ کی دی ہوئی ڈھیل سے وہی لوگ بے فکر ہو بیٹھتے ہیں جو آخر کار نقصان اٹھانے والے ہوتے ہیں۔

۳۔ جو لوگ کسی زمین کے باشندوں کی ہلاکت کے بعد اس کے وارث ہو جاتے ہیں بھلا کیا ان کو یہ سبق نہیں ملا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی ان کے گناہوں کی وجہ سے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیں۔

۴۔ جو لوگ اپنی ضد کی وجہ سے یہ سبق نہیں لیتے ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ کوئی بات نہیں سنتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت کی گئی ہے جس مکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر ہے۔ یہاں خفیہ تدبیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو نعمتیں عطا کرتے ہیں اور بندوں کی نافرمانی کے باوجود فوراً عذاب دینے کے بجائے عذاب نازل کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس طرح ڈھیل کی وجہ سے نافرمان لوگ دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اب تک عذاب نہیں آیا تو آئندہ بھی نہیں آئے گا۔ یہ محاورہ مشہور ہے کہ ''اللہ کے پاس دیر ہے اندھیر نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کاموں سے لاعلم نہیں ہے، اس کو سب کچھ معلوم ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہی سوال کر رہے ہیں کہ کیا یہ نافرمان لوگ اللہ کی دی ہوئی ڈھیل کے انجام سے نڈر اور بے فکر ہو چکے ہیں؟ اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ وہ اس احساس کے ساتھ زندگی بسر کریں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر ہر قسم کی طاقت اور قدرت ہے۔ وہ چاہے تو انہیں اپنی نعمتیں دے سکتا ہے اور چاہے تو انہیں پکڑ بھی سکتا ہے۔ مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اطاعت والے اعمال اختیار کرتا ہے اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر، خوف اور خشیت کو بسائے رکھتا ہے۔ فاسق و فاجر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اور وہ مطمئن رہتا ہے کہ اس کو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اگر کوئی قوم ایسی قوم کے بعد وجود میں آتی ہے جس قوم کو ہلاک و تباہ کر دیا گیا تھا تو بعد میں آنے والی قوم کو چاہیے کہ وہ اپنے بارے میں اس بات پر غور کرے کہ برے اعمال اور گناہوں کی وجہ سے جو انجام پچھلی قوم کا ہوا وہی انجام اس کا بھی ہو سکتا ہے۔ بعد میں آنے والی قوموں کو چاہیے کہ وہ اپنے سے پہلے گزری ہوئی قوموں سے عبرت حاصل کریں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جس خدا نے گزری ہوئی قوم کو ہلاک کیا وہی خدا ان کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ یہ بات مکہ کے قریش سے بطور خاص کہی جا رہی ہے جو ان تمام قوموں کی تباہی کے بعد اس روئے زمین پر آباد ہوئے۔ ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہیں جو ہلاک و برباد ہو گئیں اور ان قوموں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ ہاں! وہ وارث لوگ بھی اپنے بڑوں کی طرح ہلاک کیے جا سکتے ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴ میں یہ بات بتلائی گئی: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں جن پر ہمارا عذاب یا تو رات میں آتا تھا جبکہ وہ سوتے تھے یا دن کو جب وہ قیلولہ یعنی دوپہر کو آرام کرتے تھے۔'' یہ بات بھی جان لیں کہ اگر ہم نے ان کو ہلاک نہیں کیا تو ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے اور جب مہر لگ جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اب ان کے اندر سے کسی نصیحت کو سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جائے گی۔ اب وہ نصیحت کو قبول نہیں کر پائیں گے اور نہ ہی اپنی زندگی میں تبدیلی لا پائیں گے۔

درس نمبر (۶۹۷) **یہی وہ بستیاں ہیں جن کے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں** الاعراف: ۱۰۱۔۱۰۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: تِلْكَ یہ الْقُرٰى بستیاں ہیں نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں عَلَيْكَ آپ پر مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ان کی کچھ خبریں وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ اور البتہ آئے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلیلوں کے ساتھ فَمَا كَانُوْا تو نہ ہوئے وہ لِيُؤْمِنُوْا (اس لائق) کہ ایمان لاتے بِمَا اس پر جسے كَذَّبُوْا وہ جھٹلا چکے تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے كَذٰلِكَ اسی طرح يَطْبَعُ اللّٰهُ مہر لگا دیتا ہے اللہ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ کفر کرنے والوں کے دلوں پر ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا اور ہم نے نہ پایا لِاَكْثَرِهِمْ ان کے اکثر کے لیے مِّنْ عَهْدٍ کوئی عہد (کا پاس) وَاِنْ وَّجَدْنَآ اور بلاشبہ ہم نے پایا اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر کو لَفٰسِقِيْنَ نافرمان ہی ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم تمہیں سناتے ہیں اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اُسے مان لیں اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ﴿۱۰۱﴾ اور ہم نے اُن میں سے اکثروں میں (عہد کا نباہ) نہیں دیکھا اور اُن میں اکثروں کو (دیکھا تو) بدکار ہی دیکھا ﴿۱۰۲﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہی وہ بستیاں ہیں جن کے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔

۲۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سب کے پاس ان کے پیغمبر کھلے کھلے دلائل لے کر آئے تھے۔

۳۔ مگر جس بات کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر کبھی ایمان لانے کو تیار نہیں ہوئے۔

۴۔ جو لوگ کفر کو اپنا چکے ہوتے ہیں ان کے دلوں پر اللہ اسی طرح مہر لگا دیتا ہے۔

۵۔ ہم نے ان کی اکثریت میں عہد کی پاسداری نہیں پائی۔

۶۔ واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا۔

یہ بستیاں ہیں جن کے قصے پیغمبر! ہم آپ کو سناتے ہیں۔ ان بستیوں سے مراد ان پانچ قوموں سے متعلقہ بستیاں ہیں جن کے کرتوتوں کی وجہ سے ان بستیوں پر اللہ کا عذاب آیا (۱) قومِ نوح (۲) قومِ ہود (۳) قومِ ثمود (۴) قومِ لوط (۵) قومِ شعیب یعنی اصحاب مدین۔ ان بستیوں پر جو عذاب کے واقعات پیش آئے ان کو گزرے ہوئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس ہو گئے تھے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانے میں گزرے واقعات وحی کے ذریعے بتلائے گئے تاکہ آپ کی امت کے وہ افراد جو آپ کو جھٹلانے میں لگے ہوئے تھے وہ عبرت حاصل کریں۔ ان واقعات کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم

میں لانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو جائے کہ کسی بھی نبی کو جھٹلانے کا واقعہ نیا نہیں ہے بلکہ دین کی دعوت کے میدان میں ہر نبی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اپنی قوموں کو جب دعوت دی تو لوگوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کے ذریعے تسلی بھی دی گئی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تسلی سے دعوت دین میں استقامت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان پانچ بستیوں کے واقعات بطور خاص اس لیے بیان کیے گئے کہ ان پانچ اقوام کو بہت سی نعمتیں بھی دی گئی تھیں اور لمبی مہلت بھی دی گئی تھی، مگر انہوں نے اپنی سرکشی کو حق سمجھا اور اللہ تعالیٰ نے ان پانچ قوموں کے تذکرہ کے ذریعے قریش مکہ کو متنبہ کیا کہ گزری ہوئی قوموں نے جو حرکتیں کی ہیں تم وہ حرکتیں مت کرو، ورنہ تمہارا حشر بھی ان قوموں جیسا ہو سکتا ہے۔ ان پانچ قوموں کا بطور خاص تذکرہ اس لیے بھی کیا گیا کہ ان پانچوں قوموں کی بستیاں سرزمین عرب سے تعلق رکھتی تھیں اور مکہ کے لوگ ان قوموں سے متعلقہ واقعات پر تبصرے بھی کیا کرتے تھے۔ اس لیے بھی ان پانچ قوموں کا تذکرہ کیا گیا کہ رسولوں کے جھٹلانے میں یہ ساری قومیں ایک دوسرے کے مشابہ تھیں۔ ان تمام بستیوں کی ہلاکت کا بنیادی سبب سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے: ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیۡکَ مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِیۡدٌ ”بستیوں کی بعض خبریں جنہیں ہم تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض کی فصلیں کٹ گئی ہیں۔“ اس آیت میں یہ حقیقت بھی بیان کی گئی کہ ان قوموں کے پاس جو رسول آئے تھے خالی ہاتھ نہیں آئے تھے بلکہ وہ اپنے ساتھ معجزات لے کر آئے تھے: وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ”ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے۔“ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۳ میں کہا گیا: قُلۡ قَدۡ جَآءَکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِیۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ”کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس رسول دلائل کے ساتھ آئے۔“ تیسری حقیقت یہ بتلائی گئی کہ فَمَا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا بِمَا کَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ جس بات کو انہوں نے پہلے مرحلے میں جھٹلا دیا بس وہ اسی جھٹلانے پر ہی قائم رہے جھٹلائی ہوئی بات پر ایمان نہیں لائے۔ وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ جس چیز کو جھٹلایا اس پر ایمان لے آتے۔ جب قوموں کا طرز عمل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے تو رب ذوالجلال کا نظام یہ ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے: کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِ الۡکٰفِرِیۡنَ ایسے کافروں کے دلوں پر اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۸۷ میں بھی یہ بات بتلائی گئی: وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا یَفۡقَهُوۡنَ اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب وہ کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی بھی بات کو سمجھنے کا موقع اسی وقت ہوتا ہے جب کہ مہر نہ لگائی گئی ہو، لیکن جب مہر لگا دی جاتی ہے تو اب سمجھنے اور سننے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۰۸ میں کہا گیا: اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔ گزری ہوئی قوموں کی ایک برائی اور خرابی اس آفاقی جملے میں بیان کی گئی اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا پورا کرنا نہ پایا اور ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گزری ہوئی قوموں میں عہد و پیمان کا کوئی پاس نہ تھا، چاہے اس عہد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جیسا کہ ان سے اللہ نے عہد لیا تھا جب وہ صلب آدم میں تھے، چاہے اس عہد کا تعلق حقوق اللہ، حقوق العباد اور اپنے اوپر عائد ذمہ داریوں سے متعلق ہو۔ گزری قوموں کی حالت یہ تھی کہ وہ عہد کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں بنی اسرائیل

کے سلسلے میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یہ لوگ جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کی ایک نہ ایک جماعت اسے توڑ دیتی ہے۔ ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ عہد کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں اصل نیکی کی فہرست میں اس عہد کو بھی شامل کیا گیا: وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا جب وہ وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۵۲ میں یہ حکم دیا گیا کہ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو۔

درس نمبر (۶۹۸) دیکھو! فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟ الاعراف: ۱۰۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ پھر بَعَثْنَا ہم نے بھیجا مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد مُّوْسٰى موسیٰ کو بِاٰيٰتِنَآ اپنی آیات کے ساتھ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف فَظَلَمُوْا تو انہوں نے ظلم کیا بِهَا ان کے ساتھ فَانْظُرْ چنانچہ دیکھئے كَيْفَ کیسا كَانَ ہوا عَاقِبَةُ انجام الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کا؟ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: پھر ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے موسیٰ کو نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے اعیانِ سلطنت کے پاس بھیجا تو اُنہوں نے اُن کیساتھ کفر کیا سو دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر ہم نے ان سب کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔

۲۔ انھوں نے بھی ان نشانیوں کی ظالمانہ ناقدری کی۔

۳۔ اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا انجام کیا ہوا؟

سورۂ اعراف میں اس سے پہلے پانچ نبیوں اور ان سے متعلقہ پانچ قوموں کا تذکرہ کیا گیا۔ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۱۰۳ سے ۱۵۶ تک مسلسل ۵۴ آیتیں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم اور اس وقت کے ظالم و جابر بادشاہ فرعون اور اس کے درباریوں سے متعلق ہیں۔ جن پانچ قوموں کا تذکرہ پچھلی آیتوں میں ہوا ان قوموں اور قوموں سے متعلقہ انبیاء کے واقعات کو مختصر طور پر بیان کیا گیا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ مفصل اور پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے، اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیگر نبیوں کے مقابلہ میں زیادہ قوی تھے اور جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے وہ قوم یعنی قوم فرعون کی جہالت بھی دیگر قوموں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جن نبیوں کا تذکرہ ہوا ان نبیوں کو ان کی اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھی رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام قرآنِ مجید میں ۱۳۰ سے زائد مرتبہ آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے تفصیل کے

ساتھ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات موثر اور عجیب بھی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ایسے وقت ہونا جبکہ بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا۔ ایسے گمبھیر حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زندہ بچ جانا، ان کا دریا میں ڈال دیا جانا، ان کا محل تک پہنچنا، ان کا مصر سے مدین جانا، ان کا حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر میں رہنا، پھر مدین سے مصر لوٹ کر آنا، فرعون کو دعوتِ حق دینا، جادوگروں سے مقابلہ کرنا اور بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلنا اور کوہ طور پر جانا وغیرہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی زندگی کے ایسے مختلف و متعدد واقعات قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں آپ کو بکثرت ملیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجے جانے کی بات کہی۔ یہاں فرعون اور اس کی قوم کی طرف نہیں کہا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت فرعون اور اس کے سرداروں ہی کی سب کچھ چلتی تھی، اس کی رعایا بے اثر تھی، جو فرعون اور اس کے سرداروں کا حکم ہوتا تھا وہی حکم پوری قوم پر چلتا تھا۔ اگر فرعون اور اس کے سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا لیتے تو قوم خود بخود ایمان لا لیتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نشانیاں اور معجزات لے کر آئے تھے، فرعون اور اس کے سرداروں نے ان معجزات پر ظلم کیا یعنی ناقدری کا معاملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ دیکھو! بگاڑ اور فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ زمین میں بگاڑ پیدا کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۷ میں فرمایا گیا: فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ دیکھو لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۹ میں فرمایا گیا: فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الظّٰلِمِیۡنَ دیکھ لیجئے کہ ان ظالموں کا کیا انجام ہوا؟ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۵۱ میں ہے: فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ مَکۡرِهِمۡ دیکھ لیجئے کہ ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ ان آیات سے معلوم ہوا کہ جھٹلانے، ظلم کرنے، فساد کرنے اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

درس نمبر (۶۹۹) **اے فرعون! میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے** الاعراف: ۱۰۴۔۱۰۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَالَ مُوۡسٰی یٰفِرۡعَوۡنُ اِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱۰۴﴾ حَقِیۡقٌ عَلٰۤی اَنۡ لَّاۤ اَقُوۡلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِبَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَرۡسِلۡ مَعِیَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۱۰۵﴾ؕ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اور کہا مُوۡسٰی موسیٰ نے یٰفِرۡعَوۡنُ اے فرعون! اِنِّیۡ بلاشبہ میں رَسُوۡلٌ رسول ہوں مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ رب العالمین کی طرف سے ﴿۱۰۴﴾ حَقِیۡقٌ سزاوار ہے (میرے لیے) عَلٰۤی اَنۡ یہ بات کہ لَّاۤ اَقُوۡلَ میں نہ کہوں عَلَی اللّٰهِ اللہ پر اِلَّا مگر الۡحَقَّ حق قَدۡ جِئۡتُکُمۡ تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس بِبَیِّنَۃٍ واضح دلیل مِّنۡ رَّبِّکُمۡ تمہارے رب کی طرف سے فَاَرۡسِلۡ چنانچہ تو بھیج دے مَعِیَ میرے ساتھ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ بنی اسرائیل کو ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: اور موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون! میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں ﴿۱۰۴﴾ مجھ پر واجب ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں، میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، چنانچہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی رخصت دے ﴿۱۰۵﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ موسیٰ نے کہا تھا کہ اے فرعون! یقین جان کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر بن کر آیا ہوں۔

۲۔ میرا فرض ہے کہ میں اللہ کی طرف منسوب کر کے حق کے سوا اور کوئی بات نہ کہوں۔

۳۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک کھلی دلیل لے کر آیا ہوں۔

۴۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کے والد کا نام عمران تھا، بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تمام انبیاء میں سب سے زیادہ مقام و مرتبہ رکھنے والے پیغمبر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس گئے تو انہوں نے اس سے کیا کہا اور کس چیز کا مطالبہ کیا؟ اس کا تذکرہ ان آیات میں موجود ہے۔ فرعون کون ہے؟ دراصل قدیم زمانے میں ہر ملک کے بادشاہ کا الگ الگ لقب ہوتا تھا، روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ وغیرہ۔ اسی طرح ملک مصر کے ہر بادشاہ کو پرانے زمانے میں فرعون کہا جاتا تھا۔ فرعون نام نہیں ہے بلکہ ایک لقب ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت جو بادشاہ فرعون تھا اس کا نام منفتاح بن رمسیس الاول تھا۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وقت کے بادشاہ فرعون سے کہا کہ میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا ہوں یعنی ہر چیز کے خالق اور مالک اور پوری دنیا کی تدبیر کرنے والے رب ذوالجلال کی طرف سے آیا ہوں۔ رسول ہونے کی حیثیت سے میرے لئے یہی لائق ہے اور میرا یہ فرض ہے کہ میں جو کچھ کہوں حق کہوں، حق کے سوا کچھ نہ کہوں، اس لئے کہ رسول کی شان یہ نہیں کہ وہ ہر چیز کے خالق و مالک کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اسی بات کی اطلاع دیتا ہوں جو بات کہ حق اور سچ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے توحید اور رسالت کی بنیادی حقیقت رکھ دی۔ پھر اس کے بعد فرعون سے یہ بات کہی کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی یعنی معجزہ لے کر آیا ہوں یعنی میں تمہارے پاس خالی ہاتھ نہیں آیا ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے حجت اور دلیل لے کر آیا ہوں۔ میرے رب نے میرے سچے ہونے کی دلیل اور گواہی مجھے عطا فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے کہا: مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے، جس کا مقصد یہ تھا کہ اے فرعون! تو اگر اپنے آپ کو رب سمجھ رہا ہے تو یہ تیرا دھوکہ ہے۔ نہ میں رب ہوں اور نہ تو رب ہے۔ ہمارا اور تمہارا اور سب کا رب ایک اللہ ہے۔ مِّنْ رَّبِّكُمْ کے ذریعے یہ بھی بتلا دیا کہ میں خود سے رسول بن کر نہیں آیا ہوں بلکہ مجھے اسی رب نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ گویا میں آیا نہیں ہوں بلکہ بھیجا گیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت موسی علیہ السلام نے فرعون کے سامنے ایک مطالبہ رکھا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ واضح ہو کہ بنی اسرائیل کی برادری کے ایک فرد حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام اور ظلم و بربریت کا شکار بنا رکھا تھا۔ چونکہ بنی اسرائیل نبیوں کے سلسلے سے تھے۔ یہ سب اسرائیل کی اولاد تھے اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے۔ یہ وہی یعقوب ہیں جو اسحاق کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں۔ اسرائیل چونکہ ارض مقدس سے آئے ہوئے مہاجر لوگ تھے جو مصر میں آباد ہو گئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کس طرح مصر آئی، یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ سے سمجھ

میں آئے گی جوان پر گزرا کہ ان کے بھائیوں نے انہیں کنویں میں ڈال دیا تھا اور مصر جانے والے قافلے نے انہیں لے لیا تھا ،اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچے تھے۔ بعد میں چل کر ان کے والدین اور بھائی مصر آ گئے اور یہیں آباد ہو گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی جب وفات ہوئی تو ایک عرصے کے بعد فرعون کا بنی اسرائیل پر غلبہ ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر پہنچنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر پہنچنے کے درمیان چار سو سال کی مدت گزری ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل پر ظلم کا سلسلہ قائم تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے دوبارہ ارضِ مقدس لے جائیں تا کہ یہ بنی اسرائیل فرعون کے چنگل سے آزاد ہو اور اپنے وطن میں آباد ہو کر اپنے رب کی عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بحیثیت نبی اپنی قوم کو ظلم سے آزاد کرنے کی عملی کوشش کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صرف دعوت و تبلیغ ہی میں مصروف نہیں رہے بلکہ اس مشن کے ساتھ انہوں نے سماجی خدمات بھی انجام دیں، مظلوم قوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے اور آزاد کرنے کی کوشش کی۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے سلسلے میں فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ جب اتنا بڑا منصب علمائے کرام کا ہے تو علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ سماج سے اپنے آپ کو قریب رکھیں، سماجی مسائل میں حصہ لیں اور سماج کے مظلوم طبقے کو ظالم کے چنگل سے نکالنے کی عملی تدبیریں اور کوششیں کریں۔

درس نمبر (۷۰۰) **حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے** الاعراف: ۱۰۶۔۱۰۷۔۱۰۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس نے کہا اِنْ كُنْتَ جِئْتَ اگر تو لایا ہے بِآيَةٍ کوئی (بڑی) نشانی فَاْتِ بِهَآ تو لے آ اسے اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے مِنَ الصَّادِقِيْنَ سچوں میں سے O فَاَلْقٰى تو ڈال دیا (موسیٰ نے) عَصَاهُ اپنا عصا فَاِذَا هِىَ پھر دفعۃً وہ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ظاہر اژدھا تھا O وَّنَزَعَ اور اس نے (باہر) نکالا يَدَهٗ اپنا ہاتھ فَاِذَا هِىَ تب وہ بَيْضَآءُ سفید چمکتا ہوا تھا لِلنَّاظِرِيْنَ دیکھنے والوں کے لیے

ترجمہ: فرعون نے کہا کہ اگر تم نشانی لے کر آئے ہو تو اگر سچے ہو تو لاؤ (دکھاؤ) O موسیٰ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو وہ اُسی وقت صریح اژدھا (ہو گیا) O اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کی نگاہوں میں سفید چمکدار تھا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس نے کہا کہ اگر تم کوئی نشانی لے کر آؤ تو اسے پیش کرو اگر تم ایک سچے آدمی ہو۔

۲۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی دی۔

۳۔ اچانک وہ ایک صاف صاف اژدھا بن گیا۔

۴۔اپنا ہاتھ گریبان میں سے کھینچا تو وہ سارے دیکھنے والوں کے سامنے یکا یک چمکنے لگا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں اور میں نشانی لے کر آیا ہوں تو فرعون نے اس کا جواب دیتے ہوئے اس نشانی کا یوں مطالبہ کیا اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر تو واقعی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ نشانی لے کر آ اگر واقعی تو سچوں میں سے ہے۔'' یعنی اگر تیری تائید تیرے رب کی طرف سے کسی نشانی کے ذریعے کی گئی ہے تو اس نشانی کو ظاہر کردے تا کہ ہم اس نشانی کو دیکھیں واقعی اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس فرعونی مطالبے کا فوراً ہی عملاً جواب دیا اور ایک نشانی نہیں بلکہ دو نشانیاں پیش کردیں۔پہلی نشانی یہ پیش کی کہ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک جب وہ بالکل واضح طور پر ایک اژدھا بن گیا۔سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۳۲ میں بھی اس کا تذکرہ یوں ہے فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۔سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۰ میں حَيَّةٌ (سانپ) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ڈالتے ہی وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سیدھے ہاتھ میں موجود لاٹھی کو فرعون کے سامنے ہی زمین پر ڈال دیا پھر کیا تھا کہ وہ لاٹھی اژدھا بن گیا۔ایسا واضح، ظاہر اور حقیقی معنوں میں اژدھا بن گیا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے ہوئے چلنے لگا۔دوسری نشانی یہ ظاہر کردی کہ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ اور اپنا ہاتھ نکالا تو یکا یک وہ دیکھنے والوں کو سفید نظر آ رہا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قمیص کے جیب میں سے ہاتھ نکالا۔جب ہاتھ نکالا تو وہ ہاتھ سفید چمکتا ہو گیا اور یہ سفید اور چمک کسی برص کی بیماری یا کسی دوسری بیماری کی وجہ سے نہیں تھا اور ہاتھ چمکتے سورج کی طرح چمک رہا تھا، اس کی تفصیل سورۂ نمل کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں کی گئی ہے وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اور داخل کر و اپنا ہاتھ گریبان میں نکلے گا وہ سفید بغیر کسی برائی کے۔'' سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۳۳ میں اس معجزہ کا تذکرہ یوں کیا گیا'' اور اپنا ہاتھ کھینچ نکالا تو وہ بھی اسی وقت دیکھنے والے کو سفید چمکیلا نظر آنے لگا۔''

درس نمبر (۱۰۷) قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا یہ بڑا ماہر جادوگر ہے الاعراف: ۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ الْمَلَاُ سرداروں نے کہا مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم میں سے اِنَّ هٰذَا یقیناً یہ تو لَسَاحِرٌ جادو گر ہے عَلِيْمٌ بڑا ماہر O يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے اَنْ يُّخْرِجَكُمْ کہ تمہیں نکال دے مِّنْ أَرْضِكُمْ تمہاری زمین سے فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ تو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟O قَالُوْٓا انہوں نے کہا أَرْجِهْ اس کو مہلت دے وَأَخَاهُ اور اس کے بھائی کو وَأَرْسِلْ اور تو بھیج فِي الْمَدَآئِنِ شہروں میں حَاشِرِيْنَ اکٹھے کرنے والے O يَأْتُوْكَ وہ تیرے پاس لے آئیں بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيْمٍ ہر ماہر جادوگر کو

ترجمہ: قومِ فرعون میں جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ بڑا علامہ جادوگر ہے O اس کا ارادہ یہ ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے بھلا تمہاری کیا مشورہ ہے؟ O انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو معاف رکھئے اور شہروں میں نقیب روانہ کیجئے O کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ فرعون کی قوم کے سردار ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ تو یقینی طور پر بڑا جادوگر ہے۔

۲۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال باہر کردے۔

۳۔ اب بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

۴۔ انہوں نے کہا کہ ذرا اس کو اور اس کے بھائی کو کچھ مہلت دو۔

۵۔ شہروں میں ہرکارے بھیج دو۔

۶۔ تاکہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو جمع کر کے تمہارے پاس لے آئیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں اپنے دو معجزے ظاہر کر دیئے تو فرعون کی قوم کے جو سردار تھے انہوں نے یہ کہا کہ یہ ایک بڑا ماہر جادوگر ہے، اس جادوگری کے ذریعہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہاری اس سرزمین سے تمہیں نکال دے، اب بتاؤ کہ اس کے بارے میں تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ فرعون کے ہر معاملے میں جو فرعون کی موافقت اور چاپلوسی کرنے والے سردار تھے انہوں نے یہ بات کہی اور یہ وہ سردار قسم کے لوگ تھے جن سے فرعون مشورے کیا کرتا تھا۔ انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ یہ شخص جادوگری اور اس کے تمام اقسام میں ماہر شخص ہے اور اس سے بڑا خطرہ ہے اس بات کا کہ یہ اپنے جادو کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے گا اور یہی چیز اس کے ہم پر غالب آنے کا ذریعہ بنے گی۔ یہ ہماری سلطنت کے چھن جانے کا سبب بن سکتا ہے اور اپنی جادوگری کے ذریعہ یہ شخص ہم کو ہماری سرزمین سے نکال سکتا ہے۔ اس کی وضاحت سورۂ یونس کی آیت نمبر ۷۸ سے ہوتی ہے **قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ** وہ لوگ کہنے لگے تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے تم دونوں (موسیٰ اور ہارون) کو دنیا میں بڑائی مل جائے اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔'' سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں ماہر جادوگر ہونے کی بات جہاں فرعون کے سرداروں نے کہی وہیں یہ بات خود فرعون نے اپنے اطراف رہنے والے سرداروں سے کہی تھی **قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ڰ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ** فرعون نے اپنے اطراف رہنے والے سرداروں سے کہا کہ بے شک یہ تو ماہر جادوگر ہے یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے ذریعہ نکال دے پس تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ اور جس چیز سے یہ ڈر رہے تھے وہ چیز واقع ہو کر رہی۔'' سورۂ قصص آیت نمبر ۶ میں یہ بات کہی گئی کہ **وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ** اور فرعون اور انکے لشکروں کو وہ دکھائی گئیں جس سے وہ ڈر رہے ہیں۔'' چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے

میں جادو کا دَور دورہ تھا۔ جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسا معجزہ دیکھا تو انکو وہم ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو عجیب چیزیں پیش کر رہے ہیں وہ جادو کی قسم میں سے ہیں اس لئے جادو کا مقابلہ جادو سے کرنے کا فیصلہ فرعون اور اس کے سرداروں نے کیا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون کے سرداروں نے فرعون کے سامنے باتیں کیں اور اپنی اپنی رائے دینا شروع کیا۔ سب سے پہلے یہ بات کہی کہ أَرْجِهْ وَأَخَاهُ موسیٰ کو اور اس کے بھائی ہارون کو ڈھیل دے دو وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حَاشِرِيْنَ ہر طرف یہ ڈھنڈورا پیٹا جائے کہ جہاں کہیں جادوگر ہوں وہ موسیٰ اور ہارون دونوں کے مقابلے کے لیے جمع ہو جائیں اور نمائندوں کو اس مقصد سے ہر طرف روانہ کیا جائے تاکہ وہ جادوگروں کو جمع کریں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر طرف سے ماہر جادوگر جمع ہو جائیں گے۔

درس نمبر (۷۰۲) **جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ** الاعراف: ۱۱۳۔۱۱۴۔۱۱۵۔۱۱۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَآءَ اور آئے السَّحَرَةُ جادوگر فِرْعَوْنَ فرعون کے پاس قَالُوْٓا انہوں نے کہا إِنَّ یقیناً لَنَا ہمارے لیے لَاَجْرًا انعام ہوگا اِنْ كُنَّا نَحْنُ اگر ہوئے ہم الْغَالِبِيْنَ غالب؟O قَالَ (فرعون نے) کہا نَعَمْ ہاں! وَإِنَّكُمْ اور بلاشبہ تم لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ مقرب لوگوں میں سے ہو گےO قَالُوْا انہوں نے کہا يَا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ! اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ یا تو تم ڈالو گے وَاِمَّآ أَنْ اور یا یہ کہ نَّكُوْنَ نَحْنُ ہم ہی ہوں الْمُلْقِيْنَ ڈالنے والےO قَالَ (موسیٰ نے) کہا اَلْقُوْا تم ہی ڈالو فَلَمَّآ پھر جب اَلْقَوْا انہوں نے ڈالیں (لاٹھیاں تو) سَحَرُوْٓا جادو کر دیا أَعْيُنَ النَّاسِ لوگوں کی آنکھوں پر وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ اور انہیں ڈرا دیا وَجَآءُوْا اور وہ لائے بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ بہت بڑا جادو

ترجمہ: (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) اور جادوگر فرعون کے پاس آ پہنچے اور کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں صلہ عطا کیا جائے گاO (فرعون نے) کہا ہاں (ضرور) اور (اس کے علاوہ) تم مقربین میں داخل کر لئے جاؤ گےO (جب فریقین روزِ مقرر پر جمع ہوئے تو) جادوگروں نے کہا موسیٰ یا تو تم (جادو کی چیز) ڈالو یا ہم ڈالتے ہیںO (موسیٰ نے) کہا کہ تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا بنا کر انہیں ڈرایا اور بڑا بھاری جادو دکھایا۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جادوگر فرعون کے پاس گئے۔

۲۔ جادوگروں نے کہا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آ گئے تو ہمیں کوئی انعام تو ضرور ملے گا؟

۳۔فرعون نے کہا ہاں !اور تمہارا شمار یقیناً مقرب لوگوں میں بھی ہوگا۔
۴۔جادوگروں نے موسیٰ سے کہا موسیٰ! چاہو تو جو پھینکنا چاہتے ہو تم پھینکو ورنہ ہم جادو کی چیز پھینکیں گے۔
۵۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم پھینکو۔
۶۔چنانچہ جب انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔
۷۔ان پر دہشت طاری کر دی۔
۸۔زبردست جادو کا مظاہرہ کیا

جب جادوگروں کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ طے ہوا ظاہر ہے کہ بات تاریخ اور وقت مقرر کرنے کی تھی۔سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵۸ میں یہی بات کہی گئی ہے فَلَنَاْ تِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى اچھا! ہم بھی تیرے مقابلے میں اسی جیسا جادو ضرور لے آئیں گے بس ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدے کا وقت مقرر کر لے کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو، صاف میدان میں مقابلہ ہو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ زینت اور جشن کے دن کا وعدہ ہے اور یہ لوگ دن چڑھتے ہی جمع ہو جائیں۔ چنانچہ وقت مقررہ پر جادوگر جمع ہو گئے جس کو سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۳۸ میں یوں بتلایا گیا ’’فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ جمع کیے گئے جادوگر مقررہ دن میں جو معلوم تھا۔‘‘ جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے ایک ہی سوال کیا کہ ’’اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟‘‘ فرعون نے کہا کہ ہاں! اور بے شک تم لوگ مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔ پھر فرعون نے جادوگروں سے یہ کہا کہ تم کو ایک بڑا صلہ ضرور ملے گا، اسی کے ساتھ ساتھ تم اگر غالب آ جاؤ گے تو تم ہمارے مقربین میں سے ہو جاؤ گے یعنی تمہارا درجہ ہمارے پاس بڑا رہے گا تم تو گویا ہماری مرکزی مجلس کے ارکان رہو گے۔ جب وہ مقررہ دن آ گیا اور سارے لوگ جمع ہو گئے تو فرعون اور فرعون کے سرداران، جادوگر، حضرت موسیٰ اور ہارون اور پھر مصر کے وہ سارے لوگ جو اس منظر کو دیکھنے کے شوقین اور نتیجہ کے منتظر تھے سب کے سب جمع تھے۔ جادوگر کہنے لگے کہ آپ ڈالو گے یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ڈالو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ فہم وفراست اور دانشمندی کا جواب تھا، اس لیے کہ جب سامنے والا اپنی طاقت جھونک دے گا تو پتہ چل جائے گا کہ اس کی طاقت اور مہارت کی کیا حد ہے؟ جب اس کی حد معلوم ہو جائے گی تو اس کا جواب دینا آسان ہو جائے گا۔ جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم کھا کر اپنا کرتب بتایا اور ان کی لاٹھیاں اور رسیاں لوگوں کی نظروں کے سامنے سانپ بن کر دوڑنے لگیں۔ یہ لاٹھیاں اور رسیاں کثیر تعداد میں تھیں۔

درس نمبر (۷۰۳) **حق ثابت ہو گیا اور فرعونی مغلوب ہو گئے** الاعراف: ۱۱۷۔۱۱۸۔۱۱۹۔۱۲۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝۱۱۷ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ ۝۱۱۸ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝۱۱۹ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝۱۲۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی کی اِلٰی مُوْسٰٓی موسیٰ کی طرف اَنْ اَلْقِ کہ تو (بھی) ڈال عَصَاكَ اپنا عصا فَاِذَا پھر جب (اس نے ڈالا) هِيَ (تو یکا یک) وہ تَلْقَفُ نگلنے لگا مَا اس (جھوٹ) کو جو يَاْفِكُوْنَ وہ گھڑتے تھے ۝ فَوَقَعَ تو ثابت ہو گیا الْحَقُّ حق وَبَطَلَ اور باطل ہو گیا مَا جو کچھ کہ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کر رہے تھے ۝۱۱۸ فَغُلِبُوْا چنانچہ وہ (جادوگر) مغلوب ہو گئے هُنَالِكَ وہاں وَانْقَلَبُوْا اور لوٹے وہ صٰغِرِيْنَ ذلیل وخوار ہو کر ۝۱۱۹ وَاُلْقِيَ اور گرا دیئے گئے السَّحَرَةُ جادوگر سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے ۝۱۲۰

ترجمہ: (اس وقت) ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کر کے) نگل جائے گی ۝۱۱۷ (پھر) تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ فرعونی کرتے تھے باطل ہو گیا ۝۱۱۸ اور وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر رہ گئے ۝۱۱۹ (یہ کیفیت دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گر پڑے ۝۱۲۰

تشریح: ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور ہم نے موسیٰ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو۔
۲۔ پھر کیا تھا اس نے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساری چیزیں نگلنی شروع کر دیں جو انہوں نے جھوٹ موٹ بنائی تھی۔
۳۔ اس طرح حق کھل کر سامنے آ گیا۔
۴۔ ان کا بنا بنایا کام ملیا میٹ ہو گیا۔
۵۔ اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے۔
۶۔ اور ذلیل ہو کر پلٹ گئے
۷۔ اس واقعے نے سارے جادوگروں کو بے ساختہ سجدے میں گرا دیا۔

پچھلی آیتوں میں فرعون کے جادوگروں کی طرف سے رسیوں اور لاٹھیوں کے ڈالے جانے کی بات آئی تو فرعون کے جادوگروں نے اپنی جادوگری کی مہارت کو میدان میں ڈال دیا اب حضرت موسی علیہ السلام کی باری تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی کے ذریعے یہ حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں اللہ تعالی کے حکم سے حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا اس عصا کے ڈالے جانے سے فرعون کے جادوگروں نے جو کھیل بنایا تھا اس سے لوگ خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ایسے لگ رہا تھا کہ ان جادوگروں نے بڑا تیر مار دیا ہے، اب تو موسیٰ اور ہارون کے لیے گویا پریشانی ہی پریشانی ہے، مگر جیسے ہی حضرت موسی علیہ سلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو نقشہ ہی بدل گیا۔ جادوگروں کا سارا کیا کرایا اکارت ہو گیا۔ سارے جادوگر بغلیں جھانکنے لگے۔ ہوا یہ کہ جس لاٹھی کو حضرت موسی علیہ السلام نے ڈالا تھا اس نے تو ان ساری رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنا شروع کر دیا اس طرح حق ظاہر اور غالب آ گیا اور باطل کا منہ کالا ہو گیا۔ وہ سارے لوگ جو اس زعم میں تھے کہ فرعون نے دور دور سے ماہر جادوگروں کو جمع کر لیا ہے یہ تو اب غالب آ کر ہی رہیں گے مگر معاملہ الٹا ہو گیا اور وہ سب مغلوب اور مقہور ہو گئے اور ذلیل ہو کر لوٹنے

لگے۔ مصر کے کونے کونے سے آئے ہوئے یہ ماہر جادوگر تھے یہ ایک دو نہیں بلکہ ۷۰ سے زیادہ جادوگر تھے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ معجزہ جو ہوتا ہے وہ جادو پر ہمیشہ غالب رہتا ہے اگر معجزہ جادو جیسا ہو یا جادو پر غالب نہ آئے تو پھر تو وہ معجزہ ہی کیا ہے؟ معجزے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ دوسروں کو ہرا دے اور عاجز کر دے۔ نبی جو دلیل بھی معجزے کے طور پر لاتے ہیں وہ قوموں کے پاس جتنی عجیب چیزیں ہوتی ہیں ان سب پر وہ معجزے غالب اور فائق ہوتے ہیں۔ معجزے اور جادو میں بنیادی فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ معجزہ وہ حقیقت ہوتی ہے جو اس شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے۔ جب حضرت موسی علیہ السلام کی لاٹھی نے جادوگروں کی ساری لاٹھیوں اور رسیوں کو لقمہ بنالیا تو جادوگر اس حقیقت کو سمجھ گئے کہ یہ زمینی چیز نہیں ہے جو موسیٰ نے ڈالی ہے یہ تو ایک آسمانی حقیقت ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ وہ واقعی اللہ کے نبی ہیں پھر کیا تھا کہ وہ سارے جادوگر سجدے میں پڑ گئے حق بات کھل کر سامنے آ گئی اور روزِ روشن کی طرح حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ ان جادوگروں نے تیار کیا تھا وہ صرف خیال تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں آئے ماہر جادوگروں نے اپنی ہار مان لی یہ ایک ایسا مقابلہ تھا جس سے فرعون، اس کے سردار اور اس کی قوم سب کے سب ایک لخت ذلیل و خوار ہو گئے۔ انہیں اپنی ہار کی وجہ سے ہزیمت، رسوائی اور ذلت اٹھانی پڑی مگر اس مقابلے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ۷۰ سے زائد جادوگر حضرت موسی کے نبی ہونے کا یقین دل میں پیدا کر چکے اور ایمان کے دائرے میں داخل ہو گئے۔

درس نمبر (۷۰۴) جادوگروں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے الاعراف: ۱۲۱۔۱۲۲۔۱۲۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۲۱ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝۱۲۲ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۲۳

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْٓا انہوں نے کہا آمَنَّا ہم ایمان لائے بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین پر O رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ موسیٰ اور ہارون کے رب پر O قَالَ فِرْعَوْنُ فرعون نے کہا اٰمَنْتُمْ بِهٖ (کیا) تم اس پر ایمان لے آئے ہو قَبْلَ اس سے پہلے اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ کہ میں تمہیں اجازت دوں اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ یقیناً یہ مکر ہے مَّكَرْتُمُوْهُ تم نے یہ مکر کیا ہے فِى الْمَدِيْنَةِ (اس) شہر میں لِتُخْرِجُوْا تاکہ تم نکال دو مِنْهَآ اس (شہر) سے اَهْلَهَا اس کے رہنے والوں کو فَسَوْفَ چنانچہ عنقریب تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے

ترجمہ: اور کہنے لگے کہ ہم جہان کے رب پر ایمان لائے O (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے رب پر O فرعون نے کہا کہ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بیشک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ اہلِ شہر کو یہاں سے نکال دو سو عنقریب (اس کا نتیجہ) معلوم کر لوگے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جادوگروں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے

۲۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے

۳۔ فرعون نے کہا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس شخص پر ایمان لے آئے

۴۔ یہ ضرور کوئی سازش ہے جو تم نے اس شہر میں مل بھگت کر کے بنائی ہے

۵۔ تاکہ تم یہاں کے رہنے والوں کو یہاں سے نکال باہر کرو

۶۔ اچھا تو تمہیں ابھی پتہ چل جائے گا

غور کیجئے کہ وہ جادوگر جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیلئے بلایا تھا وہ جادوگر جنہیں فرعون نے موسیٰ پر غالب آنے کی شرط پر بڑا اصلہ دینے اور اپنے مقرب لوگوں میں بنانے کا وعدہ کیا تھا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب مقابلہ ہوا تو کایا ہی پلٹ گئی۔ انہی جادوگروں نے پہلے تو سجدہ کر کے عملاً اپنے ایمان کا اظہار کیا اور اپنی زبانوں سے صاف طور پر یہ اعلان کر دیا کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ہم تو رب العالمین پر ایمان لے آئے وہی رب جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ جادوگروں کا یہ سجدہ ایمان اور معرفتِ الٰہی کے پانے میں کامیابی کے حصول پر تھا کہ اللہ تعالیٰ کا انہوں نے سجدہ کرتے ہوئے شکر بجالایا اور سجدے کے ذریعہ انہوں نے سارے لوگوں کو اور بالخصوص فرعون اور اس کے سرداروں کو بتلا دیا کہ وہ کفر کے دائرہ سے نکل کر ایمان کے دائرے میں آچکے ہیں اور انہوں نے اس بات کا اظہار بھی کر دیا کہ بڑائی ہماری نہیں ہے بڑائی تو اس رب کی ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی سلطنت ہے۔ ہم جادوگر ہیں مگر ہماری حقیقت کا علم آپ کو آج ہو چکا ہے کہ اصل طاقت تو وہ ربانی طاقت ہے جس طاقت کا ایک مظہر وہ معجزہ ہے جس معجزہ کو حضرت موسیٰ لے کر آئے ہیں۔ یہاں جادوگروں نے رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کو ملا لیا کہ اگر صرف موسیٰ کا رب کہتے تو فرعون کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ موسیٰ کا رب تو میں ہوں کہ میں نے موسیٰ کو پالا اور اس کی پرورش کی ہے اور ہارون کا نام اس جملہ میں جڑ گیا تو فرعون کو جو ممکنہ حق تھا وہ ختم ہی ہو گیا۔

جب فرعون نے دیکھا کہ یہ سارے جادوگر تو موسیٰ کی طرف ہو گئے تو اس نے ان کو ڈانٹنا شروع کیا اور کہا اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ کیا تم نے مجھ سے اجازت لئے بغیر موسیٰ پر ایمان لا لیا؟ یعنی تم سب نے موسیٰ پر ایمان قبول کر لیا اور اس کی رسالت کے معاملہ میں اس کی اتباع کر لی جبکہ تم نے مجھ سے اجازت ہی نہ لی؟ پھر فرعون نے کہا کہ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا بلاشبہ یہ ایک بڑا مکر ہے جو تم سب نے مل کر اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ شہر والوں کو نکال دو۔ یعنی فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ تم سب نے منصوبہ بند طریقے سے کوئی دھوکہ ہم سے کیا ہے اور تمہارا مقصد یہ ہے کہ مصر کے لوگوں کو مصر سے نکال باہر کرو۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷۱ میں ایک اور جملہ ہے جو فرعون نے کہا تھا اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ یہ موسیٰ تم میں کا بڑا یعنی استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے اور تمہارا منصوبہ یہ ہے کہ تم بنی اسرائیل کے ساتھ مصر میں آباد رہو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس جرم کی سزا کے طور پر میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہوں۔

روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کے امیر یا ان میں بڑے جادوگر سے کہا کہ اگر میں غالب آجاؤں اس مقابلہ میں تو کیا تو مجھ پر ایمان لے آئے گا؟ تو اس بڑے جادوگر یا امیر نے کہا کہ ہم ایسا جادو لے آئیں گے کہ اس جادو پر کوئی جادو غالب نہیں آئے گا اور اگر تم غالب آجاؤ تو میں ضرور ایمان لے آؤں گا اور فرعون یہ سب کچھ سن رہا تھا۔

درس نمبر (۷۰۵) میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر لٹکاؤں گا الاعراف: ۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَاُ قَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَأُقَطِّعَنَّ البتہ میں ضرور کاٹوں گا أَيْدِيَكُمْ تمہارے ہاتھ وَأَرْجُلَكُمْ اور تمہارے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ مخالف سمت سے ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ پھر البتہ میں ضرور سولی پر لٹکاؤں گا أَجْمَعِيْنَ تم سب کو O قَالُوْا انہوں نے کہا إِنَّا یقیناً ہم إِلَى رَبِّنَا اپنے رب ہی کی طرف مُنقَلِبُوْنَ لوٹنے والے ہیں O وَمَا تَنقِمُ مِنَّا اور تو سزا نہیں دے رہا ہمیں إِلَّا أَنْ مگر (اس بات کی) کہ آمَنَّا ہم ایمان لائے بِآيَاتِ رَبِّنَا اپنے رب کی آیات پر لَمَّا جَآءَتْنَا جب وہ آئیں ہمارے پاس رَبَّنَا اے ہمارے رب! أَفْرِغْ تو ڈال دے عَلَيْنَا صَبْرًا ہم پر صبر وَتَوَفَّنَا اور ہمیں فوت کر مُسْلِمِيْنَ اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں

ترجمہ: میں (پہلے تو) تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا O وہ بولے کہ ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں O اور اُس کے سوا تجھ کو ہماری کون سی بات بُری لگی ہے کہ جب ہمارے رب کی نشانیاں ہمارے پاس آگئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے؟ اے اللہ! ہم پر صبر و استقامت کے دہانے کھول دے اور ہمیں (مارنا) تو مسلمان۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میں (پہلے تو) تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا

۲۔ پھر تم سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا

۳۔ وہ بولے کہ ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

۴۔ اس کے سوا تجھ کو ہماری کونسی بات بُری لگی ہے کہ جب ہمارے رب کی نشانیاں ہمارے پاس آگئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے؟

۵۔ اے اللہ! ہم پر صبر و استقامت کے دہانے کھول دے

۶۔ ہمیں (مارنا) تو مسلمان

فرعون نے جادوگروں سے یہ کہا تھا کہ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہوں جس کا تذکرہ گزشتہ آیت میں گزرا۔ اب فرعون نے اس سزا کی وضاحت کردی کہ لَاُ قَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوادوں گا، پھر تم سب کو سولی پر چڑھوادوں گا۔ اس کا مطلب یہ کہ اگر تمہارا سیدھا ہاتھ کاٹوں تو بایاں پیر کاٹوں گا یا اگر بایاں ہاتھ کاٹوں تو سیدھا پیر کاٹوں گا۔ یہ سخت ترین سزا کی ایک شکل ہے جس کو فرعون نے بتلایا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ تم کو سولی پر بھی لٹکادوں گا۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷۱ میں اس کی بھی وضاحت ہے کہ کہاں لٹکائے گا فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمۡ فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ ۫ وَلَتَعۡلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰی میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوادوں گا اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ یہ سزا اس لئے دی جائے گی تاکہ تمہیں تمہارے اس دھوکہ کی سزا مل جائے جو تم نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے کسی کو سولی پر لٹکایا ہو اور جس نے اس طرح ہاتھوں اور پیروں کو اس ترتیب سے کاٹا ہو۔

جب جادوگروں نے یہ بات سنی تو انہوں نے استقامت کا پہاڑ بن کر فرعون کو کیا جواب دیا اس کو یہاں یوں بیان کیا گیا ہے۔ سلام ہو ان جادوگروں کے تازہ ایمان پر جو انہوں نے پوری جرأت مندی کے ساتھ وقت کے بادشاہ کو یہ جواب دیا کہ قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ اے وقت کے بادشاہ! اس بات کو ذہن میں رکھ لے کہ ہم سب کو ایک نہ ایک دن اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وَمَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا جو تو ہم سے انتقام لے رہا ہے اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے جب وہ نشانیاں ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ گویا جادوگروں نے یہ کہا کہ اے وقت کے بادشاہ! اس حقیقت کو سن لے کہ ہم نہ قتل سے گھبرانے والے ہیں اور نہ ہی موت کی پرواہ کرنے والے ہیں، اس لئے کہ ہم تحقیق کی اس منزل تک پہنچ چکے ہیں کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور آخرت ہی کا دن وہ دن ہے جس دن جزا ملے گی۔ ہمارا رب اس دن ہم کو ہمارے ہاتھوں کے کاٹے جانے اور سولی پر لٹکائے جانے کی جزا اور اس کا ثواب ضرور عطا کرے گا۔ اے وقت کے بادشاہ! یہ بات یاد رکھ لے کہ تیرے عذاب سے بڑھ کر اللہ کا عذاب ہے، جس کفر اور جادو کی طرف تو ہم کو بلا رہا ہے اور مجبور کر رہا ہے اس کفر اور جادو کی جو سزا اللہ تعالیٰ ہمیں دے گا وہ سزا تیری سزا سے زیادہ بھاری ہوگی۔ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۵۰ اور ۵۱ میں جادوگروں کے یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں قَالُوۡا لَا ضَیۡرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿ۚ۵۰﴾ اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ جادوگروں نے کہا کوئی حرج نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ہی، اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے بنے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرمادے گا۔

زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جادوگروں کے اس جملہ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ میں جادوگروں نے فرعون کو بھی شامل کرلیا کہ ہم سب یعنی ہم اور تو اللہ کی طرف لوٹ کر جائیں گے اور وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ گویا جادوگروں نے

اشارتاً فرعون کو بتلا دیا کہ تیرا یہ دعویٰ کہ تو رب ہے یہ جھوٹا دعویٰ ہے، تجھ کو بھی بندوں کی طرح رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ پھر سارے جادوگر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور کہا رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دیجئے اور ہم کو اسلام پر ثابت رکھتے ہوئے موت دیجئے۔ جادوگروں نے دو دعائیں مانگیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعا مانگی اور دوسرے اسلام کی حالت میں موت کی دعا مانگی۔ زندگی صبر و ثابت قدمی کے ساتھ گزر جائے اور موت ایمان و اسلام کی حالت میں آجائے اس سے بڑھ کر ایک بندے کو اور کیا چاہیئے؟

درس نمبر (۷۰۶) فرعون کی قوم نے فرعون کو بھڑکایا الاعراف: ۱۲۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اَتَذَرُ مُوۡسٰى وَقَوۡمَهٗ لِيُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ‌ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَنَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ‌ ۚ وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ ۝۱۲۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اور کہا الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ فرعون کی قوم کے چودھریوں نے اَتَذَرُ مُوۡسٰى کیا چھوڑتا ہے تو موسیٰ کو وَقَوۡمَهٗ اور اس کی قوم کو لِيُفۡسِدُوۡا تاکہ وہ فساد کریں فِى الۡاَرۡضِ زمین میں وَيَذَرَكَ اور چھوڑ دیں تجھے وَاٰلِهَتَكَ اور تیرے معبودوں کو؟ قَالَ (فرعون نے) کہا سَنُقَتِّلُ عنقریب ہم قتل کردیں گے اَبۡنَآءَهُمۡ ان کے بیٹے وَنَسۡتَحۡىٖ اور زندہ رہنے دیں گے نِسَآءَهُمۡ ان کی عورتیں (بیٹیاں) وَاِنَّا اور بلاشبہ ہم فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ ان پر غالب ہیں

ترجمہ: اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں خرابی کریں اور آپ سے اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ دیں وہ بولا کہ ہم اُن کے لڑکوں کو تو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم اُن پر غالب ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ فرعون کی قوم کے سرداروں نے فرعون سے کہا کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو کھلا چھوڑ رہے ہیں؟

۲۔ تاکہ وہ زمین میں فساد مچائیں

۳۔ اور آپ اور آپ کے خداؤں کو پسِ پشت ڈال دیں

۴۔ فرعون نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے

۵۔ ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے

۶۔ ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے

مصر میں جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو مقابلہ ہوا اور اس مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام غالب آگئے اور فرعون اور فرعونیوں کو شکست ملی تو یہ مقابلہ ایک Turning point (فیصلہ کن موڑ) تھا جس نے لوگوں کا رخ

بدل دیا تھا۔ ایک طرف تو جادوگر ایمان لا چکے تھے اور اس منظر سے متاثر ہو کر فرعون کی قوم کے لوگ بھی کچھ ایمان لا چکے تھے۔ اس واقعہ نے فرعونیوں کے درمیان ہلچل سی مچا دی تھی تو فرعون کی قوم کے جو اشراف و معزز قسم کے لوگ تھے وہ چاپلوسی اور خوشامدی کے طور پر فرعون کو ابھارنے لگے اور یوں کہنے لگے کہ کیا تم موسیٰ کو اور اس کی قوم کو یوں ہی آزاد چھوڑ دو گے؟ پھر تو یہ زمین میں فساد مچائیں گے اور ہماری قوم کے لوگوں کو اپنے دین میں داخل کر لیں گے اور اپنی قیادت و سیادت قائم کر لیں گے اور تجھے چھوڑ کر ان کے اپنے رب کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ وہ تجھے بھی چھوڑ دیں گے اور تیرے معبودوں کو بھی چھوڑ دیں گے۔ مصر کی قدیم تاریخ میں یہ بات مشہور ہے کہ مصریوں کے بہت سے معبود تھے جن میں سے سورج بھی ان کا خدا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرعون بھی بتوں کی عبادت کرتا ہے۔ اس کا حال یہ تھا کہ وہ ایک طرف اپنے بتوں کی عبادت کرتا تھا اور دوسری طرف لوگوں سے کہتا تھا کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ وہ بہ یک وقت عابد اور معبود دونوں بنے بیٹھا ہوا تھا۔

قوم کے اُبھارنے کی وجہ سے فرعون نے ایک آرڈر پاس کیا اور کہا کہ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَ هُمۡ وَنَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَ هُمۡ ہم بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بات بھی کہی کہ وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ ہم کو ان پر پوری طرح غلبہ حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ موسیٰ اور بنی اسرائیل کی بات کچھ آگے بڑھی ہے، لیکن ابھی ہم کو طاقت اور قوت میں بنی اسرائیل پر برتری حاصل ہے۔ بچوں کو قتل کرنے اور عورتوں کو چھوڑ دینے کا یہ حکم فرعون کے لئے نیا نہیں تھا۔ یہ آرڈر اس وقت بھی پاس ہوا تھا جب نجومیوں نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے تناظر میں یہ خطرہ پیش کیا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا یہ شخص تمہاری سلطنت کو ختم کر دے گا۔ اب یہ دوسری مرتبہ فرعون نے حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا جائے اور عورتوں کو چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ ان کی خدمت کرتی رہیں۔ سورۂ غافر کی آیت نمبر ۲۶ میں بھی اس کا تذکرہ یوں موجود ہے: وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ذَرُوۡنِیۡۤ اَقۡتُلۡ مُوۡسٰی وَلۡیَدۡعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّبَدِّلَ دِیۡنَکُمۡ اَوۡ اَنۡ یُّظۡهِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلا لے مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو نہ بدل دے یا ملک میں فساد نہ پیدا کر دے۔

درس نمبر (۷۰۷) بھلائی تو پرہیزگاروں کیلئے ہے الاعراف:۱۲۸

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَاصۡبِرُوۡا ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۙ۬ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۝۱۲۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ کہا مُوۡسٰی موسیٰ نے لِقَوۡمِهِ اپنی قوم سے اسۡتَعِیۡنُوۡا تم مدد طلب کرو بِاللّٰهِ اللہ سے وَاصۡبِرُوۡا اور صبر کرو اِنَّ الۡاَرۡضَ یقیناً زمین (تو) لِلّٰهِ اللہ ہی کی ہے یُوۡرِثُهَا وہ اس کا وارث بناتا ہے مَنۡ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے مِنۡ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَالۡعَاقِبَةُ اور (اچھا) انجام (تو) لِلۡمُتَّقِیۡنَ متقیوں ہی کیلئے ہے

ترجمہ: موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو زمین تو اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور آخر بھلا تو ڈرنے والوں کا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔

۲۔ اللہ سے مدد مانگو۔

۳۔ صبر سے کام لو۔

۴۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے۔

۵۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔

۶۔ آخری انجام پرہیزگاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو کاموں کا حکم دیا۔ ایک حکم تو یہ دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس حقیقت کی بنیاد پر دیا کہ جو شخص دل کی گہرائی سے اس حقیقت کو جان لیتا ہے کہ دنیا میں تدبیر کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسی کا ارادہ اور حکم دنیا میں چلتا ہے۔ اس یقین کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس کا سینہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے کھل جاتا ہے۔ اس کو یہ شرح صدر ہو جاتا ہے کہ جو مصیبتیں بھی آئیں گی اللہ کی طرف ہی سے آئیں گی۔ خیر اور شر دونوں رب ذو الجلال کی طرف سے آتی ہیں۔ اس شرح صدر کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف قسم کی آزمائشوں کا مقابلہ کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے اور جب آزمائشیں آتی ہیں اور بلائیں اترتی ہیں تو وہ یقین کی آنکھوں سے یہ دیکھ لیتا ہے کہ یہ سب کچھ قضائے الٰہی اور تقدیر خداوندی ہی سے ہوتا ہے اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایسے وقت میں اللہ کی مدد مانگو اور دوسرا حکم یہ دیا کہ مصیبتوں پر صبر کرو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۳ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرو۔ مدد اور صبر کا حکم یہاں دیا گیا ہے۔ اس کے بعد نتیجے کے طور پر دو خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور دوسری خبر یہ دی گئی کہ آخری انجام پرہیزگاروں کے حق میں ہوتا ہے اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اپنی قوم کو یہ امید دلائی جا رہی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو گے اور آنے والے حالات میں صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں زمین کا وارث بنائے گا اور تمہارے اس تقوی کی بنیاد پر تمہارا انجام بھی بہتر سے بہتر بنا دے گا یعنی فرعون کی ہلاکت کے بعد تم اس کے وارث بنو گے اللہ تعالیٰ نے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ فرما کر ایک آفاقی دستور بتا دیا کہ جو شخص بھی تقوی اختیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو دنیا میں اس کا انجام بہتر ہوگا اور آخرت میں اس کے لوٹ کر جانے کی جگہ بہتر سے بہتر ہوگی یہ انجام دنیاوی اعتبار سے بھی بہتر ہوگا اور آخرت کے اعتبار سے بھی بہتر ہوگا دنیا کے اعتبار سے بہتر اس معنی کر ہوگا کہ دشمن کے مقابلے میں فتح اور نصرت ملے گی اور آخرت کے اعتبار سے جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ ہمارے بھارت کے مسلمانوں کو اس آیت سے یہ

سبق ملتا ہے کہ فرقہ پرستوں کی طرف سے پہنچنے والی سازشوں اور ناپاک تدبیروں کی وجہ سے جو کچھ ان پر مصیبتیں آئیں گی وہ صبر سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائیں۔ اس طرح ان کے اندر تقویٰ پیدا ہوگا اور صبر و ثابت قدمی ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں گے اور مدد کی بھیک مانگیں گے تو اللہ انہیں زمین کا وارث بھی بنائے گا اور انجام بھی ان کا بہتر ہوگا وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ (ابراہیم:۲۰) اور اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

درس نمبر (۷۰۸) بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت اور تسلی الاعراف:۱۲۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالُوۡۤا اُوۡذِیۡنَا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَاۡتِیَنَا وَمِنۡۢ بَعۡدِ مَا جِئۡتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّهۡلِکَ عَدُوَّکُمۡ وَیَسۡتَخۡلِفَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۲۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوۡۤا انہوں نے کہا اُوۡذِیۡنَا ہم تکلیف دیئے گئے مِنۡ قَبۡلِ اس سے پہلے اَنۡ تَاۡتِیَنَا کہ تو آئے ہمارے پاس وَمِنۡۢ بَعۡدِ اور اس کے بعد مَا جِئۡتَنَا کہ تو آ گیا ہمارے پاس قَالَ (موسیٰ نے) کہا عَسٰی امید ہے کہ رَبُّکُمۡ تمہارا رب اَنۡ یُّهۡلِکَ ہلاک کردے گا عَدُوَّکُمۡ تمہارے دشمن کو وَیَسۡتَخۡلِفَکُمۡ اور جانشین بنادے گا تمہیں فِی الۡاَرۡضِ زمین میں فَیَنۡظُرَ پھر وہ دیکھے گا (کہ) کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

ترجمہ: وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچتی رہیں اور آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور اُس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھو کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ موسیٰ کی قوم نے کہا ہمیں تو آپ کے آنے سے پہلے بھی ستایا گیا

۲۔ آپ کے آنے کے بعد بھی ستایا جارہا ہے

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا

۴۔ تمہیں زمین میں اس کا جانشین بنادے گا

۵۔ پھر دیکھے گا کہ تم کیسا کام کرتے ہو؟

تاریخی حیثیت سے ہم یہ بات جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر جا کر وہیں بس گئی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد فرعونیوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے پرائے کا معاملہ شروع کیا۔ بنی اسرائیل چونکہ غیر ملکی تھے، ان کو فرعون کی قوم نے خوب دبا کر رکھا اور ان کو خوب ستایا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم فرعون اور فرعونی کیا کرتے تھے۔ مصر کے یہ لوگ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے اور بنی اسرائیل اس کے جواب میں بالکل کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا جادوگروں سے مقابلہ ہوا اور مقابلے میں فرعون کو اور

فرعونیوں کو شکست، ہزیمت، ذلت اور رسوائی ہوئی تو فرعون کی قوم کی بنی اسرائیل سے دشمنی اور بڑھ گئی۔ اس طرح بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ ان پر فرعون اور فرعونیوں کی طرف سے بہت زیادہ ظلم ہو رہا ہے تو انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام سے یہ عرض کیا کہ ہم تو مصیبت ہی مصیبت میں ہیں۔ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم دکھ ہی دکھ میں مبتلا تھے اور آپ کے آنے کے بعد بھی ہم تکلیف ہی تکلیف میں ہیں۔ اس وقت حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ تم صبر کرو اور اللہ سے مانگو۔ اللہ کے سوا ان کے مظالم سے کوئی چھٹکارہ دینے والا نہیں ہے۔ صبر اور اللہ سے مانگنے کی نصیحت کی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ نہ سوچو کہ فرعون کی بڑی حکومت ہے۔ اس کا مضبوط تسلط ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو سب کچھ قدرت ہے۔ وہ زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے۔ وہ مختار کل ہے اور قادر مطلق ہے اور جس سے چاہے اپنی زمین کو چھین سکتا ہے اور جسے چاہے اس پر مسلط کر سکتا ہے۔ دنیا میں حق اور باطل کی ہمیشہ ہی جنگ رہی ہے۔ جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں ان کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اچھا انجام اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں کے حق میں رکھتے ہیں جو اس دنیا میں تقوی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تسلی بھی دی اور ان کا حوصلہ بھی بڑھایا اور یہ بھی بتایا کہ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تم کو زمین میں جانشین بنادے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری آزمائش کرے گا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ پہلے تمہاری آزمائش مصیبتوں میں ہوگی۔ تم اگر صبر کرو گے تو تم کو صبر کی وجہ سے کامیابی ملے گی اور آئندہ جب اللہ تم کو زمین کا وارث و جانشین بنائے گا تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک اور آزمائش ہوگی کہ اس وقت تم اللہ کا شکر کرو گے یا ناشکری؟ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوگی۔

درس نمبر (۷۰۹) فرعونیوں کو قحط سالی اور میووں کی کمی میں مبتلا کیا گیا الاعراف: ۱۳۰۔۱۳۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَخَذْنَآ ہم نے پکڑا آلَ فِرْعَوْنَ آلِ فرعون کو بِالسِّنِيْنَ قحط سالیوں کے ساتھ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ اور پھلوں میں نقصان کرنے کے ساتھ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O فَإِذَا پھر جب جَآءَتْهُمُ آتی ان کے پاس الْحَسَنَةُ بھلائی قَالُوْا (تو) کہتے لَنَا ہمارے لیے ہی ہے هٰذِهٖ یہ وَإِن اور اگر تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ انہیں کوئی برائی پہنچتی يَطَّيَّرُوْا (تو) وہ نحوست پکڑتے بِمُوْسٰى موسیٰ کے ساتھ وَمَنْ مَّعَهٗ اور ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے ساتھ تھے اَلَآ خبردار! إِنَّمَا طَٰئِرُهُمْ نحوست تو انہی کی عِندَ اللّٰهِ اللہ کے پاس ہے وَلٰكِنَّ اور لیکن أَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے

ترجمہ: اور ہم نے فرعونیوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں پکڑا تاکہ نصیحت حاصل کریں O تو جب اُن کو آسائش

حاصل ہوتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور اُن کے رفیقوں کی بدشگونی بتاتے۔ دیکھو! اُن کی بدشگونی اللہ کے ہاں (مقدر) ہے لیکن اُن میں اکثر نہیں جانتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے فرعون کے لوگوں کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کیا تا کہ ان کی تنبیہ ہو۔

۲۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے یہ تو ہمارا حق تھا۔

۳۔ اگر ان پر کوئی مصیبت پڑ جاتی ہے تو اس کو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔

۴۔ یہ تو خود ان کی نحوست تھی جو اللہ کے علم میں تھی۔

۵۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں تھے۔

قرآن مجید میں لفظ اَخَذْنَآ عذاب کیلئے استعمال کیا گیا ہے جس طرح اس آیت میں استعمال کیا گیا۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۲ میں بھی یہی لفظ عذاب کے لئے استعمال کیا گیا ہے: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اور آپ کے رب کا پکڑنا اسی طرح ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جب کہ وہ ظالم ہوں بے شک اس کا پکڑنا دردناک اور سخت ہے۔ سرزمین مصر جہاں قبطی قوم آباد تھی جس پر فرعون کی بادشاہت تھی یہ فرعون اور آل فرعون عیش وعشرت اور آرام وراحت کی زندگی بسر کر رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انہیں راہ راست پر لانے کے لئے بھیجا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کو دعوت دی مگر فرعون اور آل فرعون نے صاف انکار کر دیا یہ فرعون اور آل فرعون اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں تو پل رہے تھے مگر جس کی نعمتوں میں پل رہے تھے اسی کا انکار کر رہے تھے اور رب کی طرف سے بھیجے گئے پیغمبر کو بھی جھٹلا رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس برادری میں پیدا ہوئے تھے یعنی بنی اسرائیل ان پر فرعون اور آلِ فرعون ظلم ڈھا رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بتا دیا تھا کہ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اب اسی ہلاکت کی گویا ابتدا ہو رہی ہے جس کا تذکرہ ان دو آیتوں میں ہے۔ ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی کے ذریعے اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ پکڑ لیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ان ظالم وجابر فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ کا جو عذاب آیا وہ قحط سالی اور پھلوں میں کمی کی شکل میں آیا آل فرعون کو دریائے نیل پر بڑا زعم تھا انہیں بھروسہ اور یقین تھا کہ ہماری کھیتیوں کی آب پاشی کے لئے یہ میٹھا اور عمدہ پانی کافی ہے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ زمین سے کسی بھی چیز کا اگانا انسان کے اختیار کی بات نہیں ہے یہ تو رب ذوالجلال کے ارادے پر موقوف ہے جیسا کہ سورۃ الواقعہ کی آیت نمبر ۶۴، ۶۵، ۶۶ اور ۶۷ میں اسی حقیقت کو بتلایا گیا: ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۞ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۞ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۞ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ یہ تو بتاؤ کہ جو کچھ تم بوتے ہو کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا بنا دیں پھر تم تعجب کرتے ہوئے رہ جاتے ہو بلاشبہ ہم پر تاوان پڑ گیا بلکہ ہم محروم رہ گئے قحط سالی کی وجہ صرف بارش کا رک جانا نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قحط یہ نہیں ہے کہ بارش نہ ہو لیکن قحط یہ ہے کہ بارش تو خوب ہو مگر زمین کچھ بھی نہ اگائے۔ (مسلم) آل فرعون پر جو عذاب آیا وہ یہ

کہ کھیتیوں میں کچھ اگا ہی نہیں کھیتیوں میں پیداوار ہوئی ہی نہیں اور باغوں میں پھل پیدا ہی نہیں ہوئے ان میں خوب کمی آ گئی ۔ یہ عذاب ان پر اس لئے آیا تا کہ یہ اس حادثہ سے سبق اور عبرت حاصل کریں ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہو اور ان کے دل کی سختی ختم ہو جائے مگر آل فرعون میں کوئی تبدیلی ہی نہیں آئی ان فرعونیوں کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو خوشی کی کوئی چیز نصیب ہوتی تو بجائے شکر ادا کرنے کے یوں کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے تو ہونا ہی چاہیے تھا اور اگر ان پر بدحالی چھا جاتی تو یوں کہتے کہ یہ تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن ان کو اس کا علم نہیں ہے اس قسم کی بات منافقوں نے رسول رحمت ﷺ سے کہی تھی جس کو سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۸ میں یوں بیان کیا گیا ہے: وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ اور اگر ان منافقوں کو کوئی بھلائی ملتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کوئی برا واقعہ پیش آ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے پیغمبر! یہ برا واقعہ آپ کی وجہ سے ہوا ہے ۔ نعوذ باللہ

درس نمبر (۷۱۰) **کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی فرعونی ایمان نہیں لائے** الاعراف: ۱۳۲۔۱۳۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۗ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ جو بھی لائے گا تو ہمارے پاس مِنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی لِّتَسْحَرَنَا تا کہ تو ہم پر جادو کرے بِهَا اس کے ساتھ فَمَا نَحْنُ تو ہم نہیں ہیں لَكَ تجھ پر بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے O فَاَرْسَلْنَا چنانچہ ہم نے بھیجا عَلَيْهِمُ ان پر الطُّوْفَانَ طوفان وَالْجَرَادَ ٹڈی دل وَالْقُمَّلَ اور جوئیں وَالضَّفَادِعَ اور مینڈک وَالدَّمَ اور خون آيَاتٍ (تمام) نشانیاں مُّفَصَّلٰتٍ الگ الگ فَاسْتَكْبَرُوْا پھر (بھی) انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا اور تھے وہ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ مجرم لوگ

ترجمہ: اور کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس (خواہ) کوئی ہی نشانی لاؤ تا کہ اس سے ہم پر جادو کرو مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں O تو ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی گنہگار۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ سے وہ کہتے تھے کہ تم ہم پر اپنا جادو چلانے کے لیے چاہے کیسی بھی نشانی لے کر آ جاؤ ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۲۔ چنانچہ ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی اور گھن کے کیڑوں، مینڈکوں اور خون کی بلائیں چھوڑیں۔

۳۔ جو سب علیحدہ علیحدہ نشانیاں تھیں۔

۴۔ پھر بھی انہوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا اور وہ بڑے مجرم لوگ تھے۔

یہاں فرعونیوں کا ایک معمول بیان کیا گیا ہے جو معمول کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ روا رکھتے تھے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے معجزات اور ان کی نشانیوں کو دیکھ کر آل فرعون ایمان قبول نہیں کرتے تھے بلکہ جو بھی کوئی معجزہ ان کے سامنے آتا تھا تو صاف طور پر یہ فرعونی ظالم کہا کرتے تھے کہ یہ جادو تمہارا دھندہ ہے بس تمہارے جادو کے ذریعے یہ ساری چیزیں تم سے ظاہر ہوجاتی ہیں جادو کے علاوہ کوئی اور حقیقت تمہارے ساتھ نہیں ہے تم کچھ بھی کرلو ہم تو تمہاری تصدیق ہرگز نہیں کریں گے اس طرح یہ آل فرعون نافرمانی، انانیت اور سرکشی پر جمے ہوئے تھے یہ فرعونی حق کے خلاف ڈٹے رہے اور یہی کہتے رہے کہ اے موسیٰ! تم جو بھی حجت، نشانی، برہان یا معجزہ ہمارے سامنے ظاہر کرو اور تم جس قدر بھی ہم کو ہمارے دین سے دور کرنے کی کوشش کرو ہم ہرگز اپنے دین کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ نہ ہم تم پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی تم جو چیز لے آؤ گے اس پر ہم ایمان لائیں گے۔ نہ تمہاری رسالت کی ہم تصدیق کریں گے اور نہ ہی تمہاری کسی بات کی ہم تصدیق کریں گے۔ جب ان فرعونیوں کی سرکشی بڑھتی ہی چلی گئی تو پھر ان پر عذاب کی یہ شکلیں سامنے آئیں اور فرعونیوں پر اس قسم کے عذاب آئے جن کا اس آیت میں تذکرہ کیا گیا ہے: فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَـرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی، گھن کے کیڑوں، مینڈکوں اور خون کی بلائیں چھوڑیں جو سب کے سب علحدہ علحدہ نشانیاں تھیں۔ آل فرعون پر یہ عذاب کی پانچ شکلیں تھیں۔

اَلطُّوۡفَانُ : یعنی پانی کا طوفان ان پر آیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی طوفان سے یہی پانی کا طوفان مراد ہے۔ حضرت عطاء اور حضرت مجاہد ان دونوں کا قول یہ ہے کہ طوفان سے مراد موت ہے۔ ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے جس سے یہ معنی مراد لئے گئے ہیں کہ ان لوگوں میں وباء کے طور پر موت کی کثرت ہوگئی۔ حضرت وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ طوفان سے مراد طاعون ہے۔ حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد چیچک ہے، فرماتے ہیں کہ چیچک کا عذاب سب سے پہلے انہیں پر آیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی وبائی مرض تھا، جیسا کہ آج کل پوری دنیا میں کورونا وائرس کا مرض چل رہا ہے۔ پوری دنیا اس مرض سے بے چینی اور اضطراب میں ہے۔ آکسیجن کی کمی اور دوسری علامتوں نے لاکھوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ہمارا ملک کورونا وائرس کی دوسری لہر سے بُری طرح متاثر ہے۔

اَلۡجَرَادُ : جراد ٹڈی کو کہتے ہیں۔ بکثرت ٹڈیوں کے ذریعے فرعون کی سرکوبی کی گئی۔ ٹڈیوں کا لشکر جب کسی جگہ آجاتا ہے تو جینا دوبھر ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ٹڈیوں کے ذریعہ آل فرعون کو عذاب میں مبتلا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ ٹڈیوں کے لشکر بھیج دیتے ہیں تو میلوں تک یہ لشکر کھیتوں کو صاف کردیتے ہیں اور کسی فوج اور لشکر کے قابو میں نہیں آتے اور ختم کرنے سے ختم نہیں ہوتے۔ جب یہ ٹڈیاں سڑکوں اور گھروں میں پہنچ جاتے ہیں تو آفتِ جان بن جاتے ہیں۔

اَلۡقُمَّلُ : قمل یعنی جوں کے ذریعہ بھی آل فرعون کو عذاب دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اگر جوؤں کی کثرت ہوجاتی ہے تو زندگی دوبھر ہوجاتی ہے صاحب روح المعانی نے قمل سے مراد چھوٹی چھوٹی ایسی ٹڈیاں لی ہیں جن کو ابھی پر نہ آئے ہوں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ القمل سے چھوٹے چھوٹے کیڑے مراد ہیں جو اونٹ اور دیگر جانوروں کے جسم میں ہوجاتے ہیں یہی

کیڑے فرعونیوں کے جسم میں ہوگئے تھے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ چھوٹے کیڑے مراد ہیں جو گیہوں کے دانوں میں پڑ جاتے ہیں۔

اَلضَّفَادِعُ: مینڈک ان میں اس قدر کثرت سے ہوگئے کہ وہ کھانے کے برتن میں نمودار ہوتے تھے اور سارے کھانے کو خراب کردیتے تھے۔

اَلدَّمُ: خون۔ فرعونیوں پر خون کا عذاب آیا فرعونیوں کے کھانے پینے اور پکانے کھانے کی ساری چیزوں میں خون ہی خون ہوگیا ہر برتن سے پانی کے بجائے خون نکلتا تھا اور فرعونیوں کے بجائے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا کوئی آدمی پانی نکالتا تو پانی ہی نکلتا تھا یہ کھلی کھلی نشانیاں تھیں جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ان فرعونیوں کی اس بات کی تردید کی کہ یہ فرعونی کہا کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو چیزیں لے کر آئے ہیں وہ معجزہ نہیں بلکہ جادو ہے اللہ تعالیٰ نے آیات مفصلات کہہ کر اس کا جواب دیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے عذاب ہے جادو نہیں ہے یہ کھلی کھلی نشانیاں ہیں حضرت زید بن اسلم نے فرمایا کہ یہ نو نشانیاں تھیں جو نو سال میں ظاہر ہوئیں۔ ہر سال میں ایک نشانی ظاہر ہوتی تھی اس آیت میں پانچ عذابوں کا تذکرہ ہے بعض روایتوں میں ہے کہ جادوگروں کے واقعات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس بیس سال رہے اور برابر اس قسم کی چیزیں پیش آتی رہتی تھیں جو قوم فرعون کے لیے عذاب اور حضرت موسیٰ کے لئے معجزہ ہوتی تھیں بس ان فرعونیوں نے غرور کیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تھے ہی مجرم۔

درس نمبر (۱۱۷) **قومِ فرعون کی حالت** الاعراف: ۱۳۴۔۱۳۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ ۝۱۳۴ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝۱۳۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب وَقَعَ واقع ہوتا عَلَيْهِمُ ان پر اَلرِّجْزُ (یہ) عذاب قَالُوا (تو) کہتے يٰمُوسَى ادْعُ اے موسیٰ! تو دعا کر لَنَا ہمارے لیے رَبَّكَ اپنے رب سے بِمَا بہ سبب اس کے جو عَهِدَ اس نے عہد کیا عِنْدَكَ تجھ سے لَئِنْ اگر كَشَفْتَ تو دور کردے عَنَّا ہم سے اَلرِّجْزَ یہ عذاب لَنُؤْمِنَنَّ تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے لَكَ تجھ پر وَلَنُرْسِلَنَّ اور ہم ضرور بھیج دیں گے مَعَكَ تیرے ساتھ بَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ بنی اسرائیل کو ○ فَلَمَّا پھر جب كَشَفْنَا ہم ہٹا دیتے عَنْهُمُ ان پر سے اَلرِّجْزَ عذاب اِلٰٓى اَجَلٍ ایک وقت تک (کہ) هُمْ وہ بٰلِغُوْهُ اس کو پہنچنے والے ہوتے اِذَا تب هُمْ وہ يَنْكُثُوْنَ عہد توڑ دیتے

ترجمہ: اور جب اُن پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے کہ موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو جیسا اُس نے تم سے عہد

کر رکھا ہے، اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے (کی اجازت) دیں گے O پھر جب ہم ایک مدت کیلئے جس تک اُن کو پہنچنا تھا اُن سے عذاب دُور کر دیتے تو وہ عہد کو توڑ ڈالتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان پر عذاب آپڑتا تو وہ کہتے

۲۔ اے موسیٰ! تمہارے پاس اللہ کا جو عہد ہے اس کا واسطہ دے کر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کردو

۳۔ اگر واقعی تم نے ہم پر سے یہ عذاب ہٹا دیا تو ہم تمہاری بات مان لیں گے

۴۔ بنی اسرائیل کو ضرور تمہارے ساتھ بھیج دیں گے

۵۔ پھر ہم ان پر سے عذاب کو اتنی مدت تک ہٹا لیتے جس تک انہیں پہنچنا ہی تھا تو وہ ایک دم اپنے وعدے سے پھر جاتے۔

پچھلی آیت میں فرعونیوں پر جن عذابوں کے آنے کا تذکرہ کیا گیا ان میں قحط سالی، پھلوں میں کمی، طوفان، گھن کا کیڑا، مینڈک اور خون کے عذاب ہیں۔ یہ عذاب ان پر آتے تو وہ فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگتے کہ موسیٰ! آپ اپنے رب سے اس بات کی دعا کیجیے جس کا اس نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اگر آپ دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول کرے گا اور اس مصیبت کو دور کر دے گا جس عذاب میں ہم مبتلا ہیں۔ اگر آپ نے ہم سے اس عذاب کو دور کر دیا تو ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن عذابوں کا تذکرہ کیا گیا ان میں سے جو عذاب بھی آتا فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رجوع ہوتے اور یہ کہتے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے اور اس عذاب کو ہم پر سے ہٹا دیجئے۔ اگر آپ ایسا کریں گے اور عذاب ہٹ جائے گا تو ہم آپ کی تصدیق بھی کریں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور مطالبہ کے مطابق بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی گزارش پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور وہ عذاب ان پر سے ہٹ جاتا تو وہ فوراً ہی اپنے اس عہد کو توڑ دیتے۔ فرعون کی یہ قوم عہد کو توڑتی رہی اور کفر پر ہی جمی رہی۔

درس نمبر (۷۱۲) **ہم نے اُن سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا** الاعراف: ۱۳۶۔۱۳۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَانْتَقَمْنَا بالآخر ہم نے انتقام لیا مِنْهُمْ ان سے فَأَغْرَقْنَاهُمْ تو ہم نے انہیں غرق کر دیا فِي الْيَمِّ سمندر میں بِأَنَّهُمْ بوجہ اس کے کہ كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو وَكَانُوْا اور تھے وہ عَنْهَا اس سے غَافِلِيْنَ غافل O وَأَوْرَثْنَا اور ہم نے وارث کر دیا الْقَوْمَ ان لوگوں کو الَّذِيْنَ جو كَانُوْا تھے يُسْتَضْعَفُوْنَ

کمزور سمجھے جاتے مَشَارِقَ الْاَرْضِ (اس) زمین کے مشرق وَمَغَارِبَهَا اوراس کے مغرب (کی جہتوں) کا الَّتِیْ وہ (زمین) کہ بٰرَكْنَا ہم نے برکت رکھی تھی فِيْهَا اس میں وَتَمَّتْ اور پورا ہوا كَلِمَتُ وعدہ رَبِّكَ آپ کے رب کا الْحُسْنٰى اچھا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل پر بِمَا بوجہ اس کے جو صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا وَدَمَّرْنَا اورہم نے تباہ کردیا مَا وہ (فیکٹریاں) کہ كَانَ تھا يَصْنَعُ بناتا (جنہیں) فِرْعَوْنُ فرعون وَقَوْمُهٗ اور اس کی قوم وَمَا اوران (محلات) کوجو كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ وہ بلند کرتے تھے

ترجمہ: تو ہم نے اُن سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا کہ اُن کو دریا میں ڈبو دیا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور اُن سے بے پرواہی کرتے تھے O اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُن کو زمین (شام) کے مشرق ومغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی وارث کر دیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں اُن کے صبر کی وجہ سے تمہارے رب کا نیک وعدہ پورا ہوا اور فرعون اور قومِ فرعون جو (محل) بناتے اور (انگور کے باغ) جو چھتریوں پر چڑھاتے تھے سب کو ہم نے تباہ کردیا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے ان سے بدلہ لیا
۲۔ انہیں سمندر میں غرق کردیا
۳۔ کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا
۴۔ ان سے بالکل بے پرواہ ہوگئے تھے
۵۔ جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا
۶۔ ہم نے انہیں اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنادیا
۷۔ جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں
۸۔ بنی اسرائیل کے حق میں تمہارے رب کا کلمۂ خیر پورا ہوا
۹۔ کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا
۱۰۔ فرعون اوراس کی قوم جو کچھ بناتی چڑھاتی رہی تھی اس سب کو ہم نے ملیامیٹ کردیا

قرآنی اصطلاح میں نقمہ عذاب کے معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا کہ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ہم نے ان سے انتقام لیا۔ یعنی ان پر عذاب نازل کیا اور وہ عذاب یہ تھا کہ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ ہم نے ان کو سمندر میں ڈبو دیا۔ انتقام کا یہ لفظ سورۂ روم کی آیت نمبر ۴۷ میں یوں استعمال کیا گیا فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا پس ہم نے انتقام لیا ان لوگوں سے جنہوں نے جرم کیا۔ سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۲۵ میں فرمایا فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ پس ہم نے ان سے انتقام لیا پس دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ جب آل فرعون پر آیا وہ عذاب ان سے ہٹالیا گیا اور ایسا کئی مرتبہ ہوا مگر اس کے باوجود آل فرعون اپنے کفر سے باز نہ آئے، پھر ان کا مقررہ وقت آ پہنچا تو اللہ

تعالیٰ نے آل فرعون سے ان کے جرائم کا انتقام لیا اس طرح کہ انہیں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔ آل فرعون کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے ان پر اتری ہوئی نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور یہ لوگ اس عذاب سے غافل رہے جو عذاب دنیا اور آخرت میں ان کے جرائم کے پیچھے آنے والا ہے۔ عذاب سے غافل ہونے کا مطلب یہ کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں سے منہ موڑا اور ان نشانیوں کی جانب توجہ نہ دی، اس طرح وہ ان نشانیوں سے منہ موڑے رہے گویا کہ وہ ان سے غافل ہیں۔ آل فرعون میں جو کافر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق کر دیا اور ان میں جو ایسے مومن تھے جو اپنے ایمان کو دلوں میں چھپائے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو اس سمندر میں غرق کیا جس سمندر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے راستے بنا دیئے تھے جن راستوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سمندر پار ہوئے۔ ہوا یہ تھا کہ پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل ان راستوں سے سمندر پار کر گئے اور ان کے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں داخل ہوئے۔ جب یہ بیچ سمندر میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے بنائے گئے وقتی راستوں کو ختم کر دیا اور پانی کو ملا دیا، اس طرح فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو کر رہ گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان بنی اسرائیل کو جن کو فرعونیوں نے کمزور بنا رکھا تھا اور جن کو اپنا غلام بنا کر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے اللہ تعالیٰ نے انہی بنی اسرائیل کو زمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنا دیا جن میں اللہ تعالیٰ نے برکت بھی دی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ جس زمین کا وارث اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بنایا وہ کونسی سرزمین تھی؟ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سرزمین سے مراد ملک شام ہے۔ بنی اسرائیل جب فرعون کی گرفت سے نجات پا کر سمندر پار کر گئے تو وہ اس کے بعد ملک شام میں آ گئے۔ یہ اور بات ہے کہ چالیس سال تک میدانِ تیہ میں حیران و پریشان پھرتے رہے۔ چالیس سال کے بعد ملک شام کا اقتدار بنی اسرائیل کو ملا اور اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہوا کہ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ۔ (الاعراف: ۱۲۹) امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور تم کو زمین میں جانشین بنا دے۔

درس نمبر (۱۳۷) **قومِ موسیٰ کی نامعقول فرمائش** الاعراف: ۱۳۸۔۱۴۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَاوَزْنَا اور ہم نے پار اتار دیا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو الْبَحْرَ سمندر سے فَاَتَوْا تو آئے وہ عَلٰی قَوْمٍ ایسے لوگوں پر یَعْکُفُوْنَ جو عبادت میں لگے ہوئے تھے عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ اپنے بتوں کی قَالُوْا انہوں نے کہا یٰمُوْسَی اجْعَلْ اے موسیٰ! تو بنا دے لَّنَآ ہمارے لیے اِلٰهًا ایک معبود کَمَا جیسے کہ ہیں لَهُمْ ان کے اٰلِهَةٌ معبود قَالَ (موسیٰ نے) کہا اِنَّکُمْ بلاشبہ تم قَوْمٌ لوگ تو تَجْهَلُوْنَ (یکسر) جاہل ہو ○ اِنَّ یقیناً هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ مُتَبَّرٌ تباہ ہونے والے ہیں مَّا وہ (مذہب) کہ هُمْ وہ فِیْهِ اس میں (مشغول) ہیں وَبَاطِلٌ اور

بَاطِلٌ ہیں مَّا جو کچھ کہ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے ہیں O قَالَ (موسیٰ نے) کہا اَغَيْرَ اللّٰهِ اللہ کے سوا اَبْغِيْكُمْ میں تمہارے لیے تلاش کروں اِلٰهًا کوئی معبود؟ وَهُوَ جبکہ اس نے فَضَّلَكُمْ تمہیں فضیلت دی ہے عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جہانوں پر

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کیلئے بیٹھے رہتے تھے۔ (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ موسیٰ! جیسے اُن لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو O یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں O (اور یہ بھی) کہا کہ بھلا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تم کو تمام اہلِ عالم پر فضیلت بخشی ہے

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کروایا۔

۲۔ وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں سے لگے بیٹھے تھے۔

۳۔ بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ! ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی دیوتا بنا دو جیسے ان لوگوں کے دیوتا ہیں۔

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ایسے عجیب لوگ ہو جو جہالت کی باتیں کرتے ہو۔

۵۔ یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جس دھندے میں لگے ہوتے ہیں سب برباد ہونے والا ہے۔

۶۔ جو کچھ کرتے آرہے ہیں سب باطل ہے۔

۷۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود تمہارے لئے تلاش کروں؟

۸۔ جب کہ اس نے تم کو دنیا جہاں پر فضیلت بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وتشدد سے بچا دیا اور امن وعافیت کے ساتھ بنی اسرائیل کشتی کے بغیر سمندر میں زمین پر چلتے ہوئے سمندر پار کر گئے۔ اس واقعہ کو سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۶۳ سے ۶۷ تک یوں بیان کیا گیا ہے: فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۚ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۚ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۚ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ؕ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنا عصا مار پس اسی وقت دریا ہٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کے مثل بڑے پہاڑ جیسا ہو گیا اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا اور موسیٰ کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی اور دوسروں کو ڈبو دیا، یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں کے اکثر لوگ ایمان والے نہیں۔ بنی اسرائیل جب سمندر پار کر رہے تھے تو اپنی نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں ڈوب رہا ہے۔ ایسے وقت بنی اسرائیل پر یہ لازم تھا کہ وہ دل کی گہرائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور توحید میں مزید پختہ ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت میں

مشغول رہ جاتے چونکہ یہ بنی اسرائیل عرصہ سے حضرت موسی علیہ السلام کی رفاقت میں رہے اور حضرت موسی علیہ السلام انہیں بار بار توحید کی تعلیم دیتے رہے جس کا تقاضا یہی تھا کہ ان کے دل میں توحید رچ بس جاتی اور پورے رسوخ کے ساتھ وہ موحد بن جاتے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ سمندر پار کرنے کے بعد بنی اسرائیل نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ بتوں کی پرستش میں مشغول ہیں تو بنی اسرائیل وہیں بیٹھ گئے اور حضرت موسی علیہ السلام سے یہ نامعقول جاہلانہ مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود تجویز کیجئے جو ہمارے سامنے مجسمہ کی صورت میں ہو حضرت موسی علیہ السلام نے جواب میں یہ کہا کہ تم لوگ تو جہالت کی باتیں کرتے ہو جن لوگوں کو تم دیکھ رہے ہو کہ وہ بتوں کی عبادت کر رہے ہیں یہ باطل معبود ہیں اور ان کا یہ عمل ان کو تباہی تک پہنچانے والا ہے اور وہ جو عمل کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔ کیونکہ یہ شرک ہے اور شرک اللہ تبارک وتعالی کو نہ ہی پسند ہے اور نہ ہی وہ شرک کرنے والوں کو معاف کرے گا۔ اے میری قوم کے لوگو! تم لوگ کیوں مشرکوں کے پیچھے چل رہے ہو؟ تم کو چاہیے کہ تم توحید پر جمے رہو تمہیں اس معبود حقیقی کی عبادت کی تلقین کی گئی ہے جو ایک اللہ ہے ۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود تجویز کرتے ہو؟ حالانکہ اس رب ذوالجلال نے تمہیں دنیا جہاں پر فضیلت بخشی۔ مگر تم ہو کہ اللہ کے ساتھ بغاوت کر رہے ہو؟ ہو تم تو نبیوں کی اولاد ہو اور اللہ نے تم میں نبی پیدا کیے جن کے ذریعے تم نے فرعون سے نجات پائی اب تم ایسی بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو کہ اسی رب العزت کے ساتھ پتھروں کو شریک بنا کر شرک میں مبتلا ہونا چاہتے ہو، اب تم ہی بتاؤ کہ کیا میں تمہارے لیے کوئی اور معبود تجویز کروں؟

درس نمبر (۷۱۴) **ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے بچایا** الاعراف:۱۴۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۱۴۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ اور جب اَنْجَيْنٰكُمْ ہم نے تم کو نجات دی مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ آل فرعون سے يَسُوْمُوْنَكُمْ وہ تمہیں دیتے تھے سُوْٓءَ الْعَذَابِ بدترین عذاب يُقَتِّلُوْنَ قتل کر دیتے تھے اَبْنَآءَكُمْ تمہارے بیٹے وَيَسْتَحْيُوْنَ اور زندہ رہنے دیتے تھے نِسَآءَكُمْ تمہاری عورتیں (بیٹیاں) وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس میں بَلَآءٌ آزمائش تھی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے عَظِيْمٌ بہت بڑی

ترجمہ: اور (ہمارے ان احسانوں کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونیوں (کے ہاتھ) سے نجات بخشی وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے سخت آزمائش تھی۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یاد کرو کہ ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے بچایا ہے۔

۲۔ جو تمہیں بدترین تکلیفیں پہنچاتے تھے۔
۳۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔
۴۔ تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔
۵۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

اللہ تعالیٰ نے مظلوم بنی اسرائیل کی مختلف مراحل میں متعدد پہلوؤں سے ایسی مدد ونصرت فرمائی جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قوم بنی اسرائیل فرعون اور آل فرعون کے ظلم واستبداد کے چنگل میں پڑی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدترین عذاب اور تکلیف سے بچایا چونکہ فرعونی بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے اوران کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں بہت بڑی آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے اسباب پیدا کیے اور بنی اسرائیل کو اپنی خاص قدرت سے سمندر پار کروایا اور فرعون اور آل فرعون کو ان کی آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا' اسی نجات وسلامتی کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۹ میں اس کا تذکرہ یوں موجود ہے: وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ' اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے جو تمہارے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے اس نجات دینے میں تمہارے رب کی بڑی مہربانی تھی سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۸۰ میں بھی بنی اسرائیل پر کیے گئے اس احسان کا تذکرہ یوں ہے کہ قَدْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی۔ اس واقعہ سے امت محمدیہ کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں وہ جب چاہے اور جس طرح چاہے اپنے بندوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

درس نمبر (۷۱۵) الاعراف: ۱۴۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَوَاعَدْنَا اور ہم نے وعدہ کیا مُوْسٰى موسیٰ سے ثَلاثِيْنَ لَيْلَةً تیس راتوں کا وَأَتْمَمْنَاهَا اور ہم نے ان کو پورا کیا بِعَشْرٍ دس (راتوں) کے ساتھ فَتَمَّ تو پوری ہوگئی مِيْقَاتُ مدتِ مقررہ رَبِّهٖٓ اس کے رب کی أَرْبَعِيْنَ چالیس لَيْلَةً راتیں وَقَالَ اور کہا مُوْسٰى موسیٰ نے لِاَخِيْهِ اپنے بھائی هَارُوْنَ ہارون سے اخْلُفْنِيْ میری جانشینی کرنا فِيْ قَوْمِيْ میری قوم میں وَأَصْلِحْ اور اصلاح کرنا (ان کی) وَلَا تَتَّبِعْ اور پیروی مت کرنا سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کے راستے کی

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس (راتیں) اور ملا کر اُسے پورا کر دیا تو اس کے رب کی

چالیس رات کی میعاد پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے (کوہِ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے راستے پر نہ چلنا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ ٹھہرایا۔

۲۔پھر دس راتیں مزید بڑھا کر ان کی تکمیل کی۔

۳۔اس طرح ان کے رب کی ٹھہرائی ہوئی میعاد کل چالیس دن ہوگئی۔

۴۔حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے پیچھے تم میرے قائم مقام بن جانا۔

۵۔معاملات درست رکھنا۔

۶۔مفسد لوگوں کے پیچھے نہ چلنا۔

جب بنی اسرائیل فرعون اور فرعونیوں سے نجات پا کر آگے بڑھ گئے تو اب اللہ تعالی کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے شریعت کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو آسمانی کتاب تورات دینے کے لیے طور پہاڑ پر بلایا اور وہاں تیس دن اعتکاف اور روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن تیس راتیں گزرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کرلی جس کی وجہ سے ان تیس دنوں کی جو خاص خوشبو تھی وہ زائل ہوگئی۔ پھر اللہ تبارک وتعالی نے مزید دس راتیں گزارنے کا حکم دیا تو چالیس راتیں مکمل ہوگئیں۔ حضرت موسی علیہ السلام نے جو چالیس دن گزارے وہ ذوالقعدہ کا مکمل ایک مہینہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن تھے۔ اس طرح چالیس دن مکمل ہوئے گویا عیدالاضحیٰ کا جو دن تھا وہ چالیسواں دن تھا جس دن حضرت موسی علیہ السلام کی وہ چالیس دن کی مدت مکمل ہوئی حضرت موسی علیہ السلام کا اس طرح اللہ سے ملاقات کا وہ وقت آیا۔ جب حضرت موسی علیہ السلام کوہ طور جارہے تھے تو اپنا خلیفہ اپنے ہی بھائی حضرت ہارون کو بنایا۔ چونکہ حضرت موسی علیہ السلام نے خود اللہ تبارک وتعالی سے اپنے لئے وزیر کی درخواست کی تھی جس کا تذکرہ سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۹ سے ۳۲ تک یوں ہے وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ ‎O‎ هٰرُوۡنَ اَخِی ‎O‎ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ ‎O‎ وَاَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ اور میرا وزیر میرے کنبہ میں سے کردے یعنی میرے بھائی ہارون کو تو اس سے میری کمر کس دے اور اسے میرا شریک کار کردے۔ حضرت موسی علیہ السلام جب کوہ طور جارہے تھے تو اپنے بھائی حضرت ہارون سے تین باتیں کہیں ایک بات تو یہ کہی کہ تم میری قوم میں میرے نائب بنے رہو۔ دوسرے یہ کہ ان کی اصلاح کرتے رہو اور جو فساد پیدا کرنے والے ہیں ان کی راہ کی اتباع نہ کرو۔

درس نمبر (۷۱۶) **حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوکر گر پڑے** الاعراف:۱۴۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰی لِمِیۡقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ وَلٰكِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا ۚ

فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب جَآءَ آئے مُوْسٰی موسیٰ لِمِیْقَاتِنَا ہماری مقررہ مدت پر وَکَلَّمَهٗ اوران سے کلام کیا رَبُّهٗ ان کے رب نے قَالَ (تو) کہا (موسیٰ نے) رَبِّ اے میرے رب! اَرِنِیْٓ مجھے (اپنی جھلک) دکھا أَنْظُرْ کہ میں دیکھوں اِلَیْکَ تجھے قَالَ کہا لَنْ تَرَانِیْ ہرگز نہیں دیکھ سکے گا تو مجھ کو وَلٰکِنِ لیکن انْظُرْ تو دیکھ اِلَی الْجَبَلِ (اس) پہاڑ کی طرف فَاِنِ چنانچہ اگر اسْتَقَرَّ وہ ٹھہرا رہا مَکَانَهٗ اپنی جگہ پر فَسَوْفَ تو ضرور تَرَانِیْ تو (بھی) مجھے دیکھ سکے گا فَلَمَّا پھر جب تَجَلّٰی جلوہ ڈالا رَبُّهٗ ان کے رب نے لِلْجَبَلِ پہاڑ پر جَعَلَهٗ (تو) اس کو کردیا دَکًّا ریزہ ریزہ وَخَرَّ اور گر پڑے مُوْسٰی موسیٰ صَعِقًا بے ہوش ہوکر فَلَمَّا پھر جب أَفَاقَ ہوش میں آئے قَالَ (تو) کہا سُبْحَانَکَ تو پاک ہے تُبْتُ میں نے توبہ کی اِلَیْکَ تیری طرف وَأَنَا اور میں ہوں أَوَّلُ سب سے پہلا الْمُؤْمِنِیْنَ مومن

ترجمہ: اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور اُن کے رب نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے اللہ! مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) کروں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے، ہاں! پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے جب اُن کا رب پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوار ربانی نے) اُس کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ بیہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانے والے ہیں اُن میں سب سے اوّل ہوں۔

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر پہنچے۔

۲۔ انکا رب ان سے ہم کلام ہوا۔

۳۔ وہ کہنے لگے میرے پروردگار! مجھے اپنا دیدار کرادیجئے کہ میں آپ کو دیکھ لوں۔

۴۔ فرمایا تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔

۵۔ البتہ پہاڑ کی طرف نظر اٹھاؤ۔

۶۔ اس کے بعد اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔

۷۔ جب ان کے رب نے پاک تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کردیا۔

۸۔ موسیٰ بے ہوش کر گر پڑے۔

۹۔ بعد میں جب انہیں ہوش آیا تو انھوں نے کہا۔

۱۰۔ پاک ہے آپ کی ذات آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے گفتگو کرنے کے لئے وقت مقررہ پر آئے تاکہ وہ شریعت حاصل کریں

جس کا مطالبہ بنی اسرائیل نے کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے بلا واسطہ کلام کیا۔ یہ گفتگو جو اللہ تبارک و تعالی سے حضرت موسی علیہ السلام کی ہوئی اس گفتگو کو ان ستر منتخب افراد نے بھی سنا جن کو حضرت موسی علیہ السلام اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالی سے کہا کہ اے میرے پروردگار! میں آپ کی مقدس ذات کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ایسی قوت عطا فرمایئے کہ میں آپ کو دیکھ سکوں۔ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ تم مجھے اس دنیا میں نہیں دیکھ سکو گے اس لیے کہ کسی بھی انسان کی یہ قدرت وطاقت نہیں کہ وہ دنیا میں مجھے دیکھ سکے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس سے گفتگو کی جاتی ہے فطری طور پر اس کو دیکھنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ اسی فطری تقاضہ کی بنیاد پر حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے یہ درخواست کی۔ پھر اللہ تبارک وتعالی نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ مجھے تم نہیں دیکھ سکتے لیکن تم پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم یقیناً مجھے دیکھ سکو گے۔ لیکن جب اللہ تبارک وتعالی کی تجلی اس پہاڑ پر پڑی تو اس پہاڑ میں یہ قوت وطاقت نہیں تھی کہ اس تجلی کو برداشت کر سکے۔ چنانچہ وہ ریزہ ریزہ ہوگیا، وہ برداشت نہ کرسکا تو ظاہر ہے کہ حضرت موسی کیسے دیکھ سکتے تھے؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ جب اپنی بے ہوشی سے انہیں افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ اے پروردگار! آپ کی ذات بالکل پاک ہے۔ یعنی اے میرے رب! آپ کی عظمت آپ کا جلال اس قدر عظیم ہے کہ دنیا میں کوئی آدمی آپ کو دیکھ نہیں سکتا۔ میں نے آپ سے آپ کے دیدار کا سوال کرکے جو غلطی کی ہے میں اس پر آپ سے توبہ کرتا ہوں اور میں بنی اسرائیل کے اس زمانے کے تمام ایمان والوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں کہا کہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں، اس بات پر کہ قیامت تک آپ کی مخلوق میں سے آپ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ (تفسیر طبری) اللہ تعالیٰ کے دیدار کے سلسلے میں یہ حقیقت سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۳ میں بیان کی گئی ہے کہ لَّا تُدۡرِكُهُ الۡأَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡأَبۡصَارَ اس (اللہ) کو تو کسی کی نگاہ احاطہ نہیں کرسکتی اور وہ سب نگاہوں کو احاطہ میں لے لیتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن پانچ باتیں بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ بے شک اللہ نہیں سوتا اور اس کی شایان شان نہیں کہ وہ سوئے۔

۲۔ وہ ترازو کو بلند کرتا ہے اور پست کرتا ہے یعنی اعمال کا وزن فرماتا ہے جس کا کمال اور نقص اخلاص کے اعتبار سے کم وبیش ہوتا ہے۔

۴۔ اس کی طرف دن کے اعمال سے پہلے رات کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔

۵۔ اور رات کے اعمال سے پہلے دن کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔

۶۔ اس کا حجاب نور ہے اگر وہ اس حجاب کو ہٹادے تو اس کی ذات گرامی کے انوار اس سب کو جلادے جہاں تک مخلوق پر اس کی نظر پہنچتی ہے یعنی ساری مخلوق جل کر ختم ہوجائے گی۔ (مسلم:۱۷۹)

درس نمبر (۱۷) **اللہ کے دیئے ہوئے احکام کو قبول کرو** الاعراف: ۱۴۴۔۱۴۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴
وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا
بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۱۴۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (اللہ نے) کہا يٰمُوْسٰۤى اے موسیٰ اِنِّىْ بلاشبہ میں نے اصْطَفَيْتُكَ تجھے چن لیا ہے عَلَى النَّاسِ لوگوں پر بِرِسٰلٰتِىْ اپنے پیغامات (پہنچانے) کے لیے وَبِكَلَامِىْ اور اپنی ہم کلامی کیلئے فَخُذْ لہٰذا تو لے لے مَاۤ جو کچھ اٰتَيْتُكَ میں نے تجھ کو دیا وَكُنْ اور تو ہو جا مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ شکر گزاروں میں سے O وَكَتَبْنَا اور ہم نے لکھ دی لَهٗ اس (موسیٰ) کے لیے فِى الْاَلْوَاحِ تختیوں میں مِنْ كُلِّ شَىْءٍ ہر چیز کی مَّوْعِظَةً نصیحت وَتَفْصِيْلًا اور تفصیل لِّكُلِّ شَىْءٍ ہر ایک شئے کی فَخُذْهَا سو تو پکڑ لے ان کو بِقُوَّةٍ قوت کے ساتھ وَاْمُرْ اور حکم دے قَوْمَكَ اپنی قوم کو يَاْخُذُوْا (کہ) وہ پکڑیں بِاَحْسَنِهَا ان کی اچھی باتیں سَاُورِيْكُمْ عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا دَارَ الْفَاسِقِيْنَ فاسقوں کا گھر

ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا کہ موسیٰ! میں نے تمہیں اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا ہے تو جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے اُسے پکڑ رکھو اور (میرا) شکر بجالاؤ O اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کیلئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی پھر (ارشاد فرمایا کہ) اسے زور سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اس میں (درج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں۔ میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ فرمایا اے موسی! میں نے اپنے پیغام دے کر اور تم سے ہم کلام ہو کر تمہیں تمام انسانوں پر فوقیت دی ہے۔
۲۔ لہٰذا تمہیں میں نے جو کچھ دیا ہے اسے لے لو۔
۳۔ ایک شکر گزار شخص بن جاؤ۔
۴۔ ہم نے ان کے لیے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے۔
۵۔ حکم دیا کہ اب اس کو مضبوطی سے تھام لو۔
۶۔ اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے بہترین احکام پر عمل کریں۔
۷۔ میں عنقریب تم کو نافرمانوں کا گھر دکھادوں گا۔

اللہ تبارک وتعالی نے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک خاص قسم کی تسلی دی ہے، اس پس منظر میں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے بڑی محبت سے یہ بات کہی تھی کہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

ایک دلی تمنا پوری نہ ہو پائی۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سلام کے دل کو خوش کرنے کے لیے ان کو ایک خاص مرتبے کا حامل و مالک ظاہر کیا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے یوں کہا کہ اے موسی! میں نے تم کو زمانے کے تمام لوگوں میں منتخب کرلیا ہے اور میں نے تم سے بات کرنے کے لیے ان تمام پر تم کو ترجیح دی ہے اور میں نے اپنی رسالت کے دیئے جانے میں تم کو منتخب کرلیا ہے۔ اے موسی! جو کچھ کہ شریعت میں تم کو دوں اس کو تم مضبوطی سے پکڑو، یعنی جو آفاقی کتاب تورات میں تم کو دوں اس کو مضبوطی سے پکڑلو اور تم شکر کرنے والوں کی جماعت میں شامل ہوجاؤ۔ میری نعمتیں جو میں نے تمہارے اوپر کی ہیں اور میں نے جو تم کو فضیلت دی ہے اور تم پر خاص احسان کیا ہے اس پر تم میرا شکر کرنے والے بن جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ میں نے تم کو تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے۔ یہاں دو الفاظ استعمال کیے گئے، ایک موعظہ نصیحت اور دوسرے تفصیل۔ موعظت کہتے ہیں ہر وہ بات جو آدمی کو اطاعت کی طرف راغب کرے اور گناہ اور معصیت سے دور رکھے اور اس کی نفرت پیدا کرے اور تفصیل سے مراد احکام کی تفصیل مراد ہے، یعنی میں نے جو تختیوں میں تم کو احکامات دیئے ہیں جس میں نصیحت اور احکام کی مختلف قسمیں موجود ہیں ان کو مضبوطی سے پکڑو اور جو تفصیلی احکامات حلال اور حرام پر مبنی ہیں، نیز عقیدے کے جو اصول بیان کئے گئے ہیں ان کو بھی تم مضبوطی سے پکڑلو اور یہ وہ شریعت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ اس کتاب کو قوت سے پکڑلو یعنی مضبوطی سے پکڑلو، یعنی اس پر عمل کرو، اس کی اطاعت کا عزم کرو اور حسن نیت کے ساتھ اس کتاب کو تھام لو۔ جہاں خود اس پر عمل کرو اپنی قوم کو بھی اس بات کا حکم دو کہ تمہاری قوم اس کتاب کو اچھے انداز میں مضبوطی سے پکڑے رہے، یعنی اس کتاب میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس پر وہ عمل کریں اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے وہ رک جائیں۔

درس نمبر (۷۱۸) تکبر کرنے والے اللہ کی رحمت سے محروم الاعراف: ۱۴۶۔۱۴۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِیَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُـؤۡمِنُوۡا بِهَا ۚ وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ لَا يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ۚ وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الۡغَىِّ يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِيۡنَ ۞ ۱۴۶ وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَةِ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ ؕ هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۞ ۱۴۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَاَصۡرِفُ عنقریب میں پھیر دوں گا عَنۡ اٰيٰتِیَ اپنی آیتوں سے الَّذِيۡنَ ان لوگوں کو جو يَتَكَبَّرُوۡنَ تکبر کرتے ہیں فِى الۡاَرۡضِ زمین میں بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ناحق وَاِنۡ اور اگر يَّرَوۡا وہ دیکھ لیں كُلَّ اٰيَةٍ ہر نشانی لَّا يُـؤۡمِنُوۡا وہ ایمان نہیں لائیں گے بِهَا ان کے ساتھ وَاِنۡ اور اگر يَّرَوۡا وہ دیکھ لیں سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ راہِ ہدایت لَا يَتَّخِذُوۡهُ اسے نہ پکڑیں سَبِيۡلًا (اپنے لیے) راستہ وَاِنۡ اور اگر يَّرَوۡا وہ دیکھ لیں سَبِيۡلَ الۡغَىِّ گمراہی

کی راہ يَتَّخِذُوهُ (تو) پکڑلیں اسے (اپنے لیے) سَبِيلًا راستہ ذٰلِكَ یہ بِأَنَّهُمْ اس لئے کہ انہوں نے كَذَّبُوا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو وَكَانُوا اور وہ تھے عَنْهَا ان سے غَافِلِينَ غافل O وَالَّذِينَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ آخرت کی ملاقات کو حَبِطَتْ برباد ہوگئے أَعْمَالُهُمْ ان کے عمل هَلْ يُجْزَوْنَ وہ بدلہ نہیں دیئے جائیں گے إِلَّا مگر مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کاموں کا) جو وہ کرتے تھے

ترجمہ: جو لوگ زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں اُن کو اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی اُن پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے راستہ بنالیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غفلت کرتے رہے O اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے یہ جیسے عمل کرتے ہیں ویسا ہی ان کو بدلہ ملے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں

۲۔ وہ اگر ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں تو ان پر ایمان نہیں لائیں گے

۳۔ اگر انہیں ہدایت کا سیدھا راستہ نظر آئے تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بنائیں گے

۴۔ اگر گمراہی کا راستہ نظر آجائے تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں گے

۵۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا

۶۔ ان سے بالکل بے پرواہ ہو گئے

۷۔ جن لوگوں نے ہماری نشانیوں اور آخرت کے سامان کو جھٹلایا ان کے اعمال غارت ہو گئے

۸۔ انہیں جو بدلہ دیا جائے گا وہ کسی اور چیز کا نہیں خود ان اعمال کا ہوگا جو وہ کرتے آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی آیات سے ایسے لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو دنیا میں شرعی احکام پر عمل کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی جائے گی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں تدبر اور تفکر نہ کر سکیں گے۔ ان کے دلوں میں جو تکبر ہے اس کی وجہ سے کوئی عبرت بھی حاصل نہ کر سکیں گے۔ اللہ کی آیتوں سے برگشتہ ہونے اور برگشتہ رہنے کا جو سبب بنے گا وہ ان کا غرور ہوگا، جس غرور میں وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا تکبر کرنا اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہ لانا اور ہدایت والے راستے سے منہ موڑ لینا یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلا دیا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے بالکل غافل ہو گئے اور لاپرواہی اختیار کی۔ ان آیتوں میں نہ ہی تفکر و تدبر کیا اور نہ ہی ان آیتوں پر ایمان لانے کی طرف ان کا دھیان گیا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ان کے سلسلے میں اس آیت میں یہ وعید بیان کی گئی کہ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ جو لوگ ہماری آیتوں کو اور آخرت کے دن کی ملاقات کو جھٹلاتے ہیں ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان متکبر لوگوں کے بارے میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ میری اطاعت کے سامنے غرور کرتے ہیں اور اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑتے ہیں اور میری عظمت پر دلالت کرنے والے دلائل کی پرواہ نہیں کرتے میں ایسے لوگوں کے دلوں کو میری اطاعت سے روک دوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی آیتیں اس بدنصیب کو کچھ فائدہ نہیں دیتیں جو ان آیات کو سمجھنے کے لیے تیار ہی نہ ہو۔ اسی حقیقت کو سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۶ اور ۹۷ میں یوں بیان کیا گیا: اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے گو ان کے پاس تمام نشانیاں پہنچ جائیں جب تک کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔ یہ لوگ رشد و ہدایت کے طریقہ سے دور ہیں اور اس راستے سے بھی دور ہیں جو نجات کی طرف لے جاتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی شخص اس سیدھے راستے کو دیکھتا ہے تو اس سیدھے راستے پر نہیں چلتا بلکہ اس کے علاوہ راستے پر چلتا ہے۔ ان کے غرور اور جہالت کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے کہ جب ان کو ضلالت اور گمراہی اور فساد و بگاڑ کا راستہ مل جاتا ہے تو اس کی طرف دوڑنے لگتے ہیں اور اپنی خواہشات والا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ فیصلہ کر دیا کہ ان کے اعمال اکارت ہو گئے اور ان کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو انہوں نے اس دنیا میں کیا، یعنی جزا عمل کے اعتبار سے ہوگی۔ جو ایمان لائے گا اور نیک اعمال اختیار کرے گا تو اس کو جنت ملے گی اور جو کفر کرے گا اور برے عمل کرے گا اس کے مقدر میں دوزخ ہی رہے گی۔

درس نمبر (۷۱۹) **حضرت موسیٰ کی قوم نے بچھڑے کو معبود بنالیا** الاعراف: ۱۴۸۔۱۴۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰى مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِيِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمۡ وَلَا يَهۡدِيۡهِمۡ سَبِيۡلًا ۘ اِتَّخَذُوۡهُ وَكَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِىۡۤ اَيۡدِيۡهِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ يَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَيَغۡفِرۡ لَنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۱۴۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتَّخَذَ اور بنالیا قَوۡمُ مُوۡسٰى موسیٰ کی قوم نے مِنۡۢ بَعۡدِهٖ اس (موسیٰ) کے (جانے) کے بعد مِنۡ حُلِيِّهِمۡ اپنے زیورات سے عِجۡلًا ایک بچھڑا جَسَدًا جو ایک جسم تھا لَّهٗ اس کی خُوَارٌ گائے کی آواز تھی أَلَمۡ يَرَوۡا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّهٗ کہ وہ لَا يُكَلِّمُهُمۡ ان سے کلام نہیں کرتا وَلَا يَهۡدِيۡهِمۡ اور انہیں نہیں بتلاتا سَبِيۡلًا کوئی راستہ اِتَّخَذُوۡهُ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا وَكَانُوۡا اور تھے وہ ظَالِمِيۡنَ ظالم○ وَلَمَّا اور جب سُقِطَ فِىۡ أَيۡدِيۡهِمۡ وہ نادم ہوئے وَرَاَوۡا اور انہوں نے دیکھا أَنَّهُمۡ کہ وہ قَدۡ حقیقتاً ضَلُّوۡا گمراہ ہو گئے ہیں قَالُوۡا (تو) انہوں نے کہا لَئِنۡ اگر لَّمۡ يَرۡحَمۡنَا ہم پر رحم نہ کیا رَبُّنَا ہمارے رب نے وَيَغۡفِرۡ اور (نہ) بخشا لَنَا ہمیں لَنَكُوۡنَنَّ تو یقیناً ہم ہو جائیں گے مِنَ الۡخَاسِرِيۡنَ خسارہ پانے والوں میں سے

ترجمہ: اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنالیا (وہ) ایک جسم (تھا) جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی، ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ اُن سے بات کر سکتا ہے اور نہ اُن کو راستہ دکھا سکتا ہے اُس کو اُنہوں نے (معبود) بنالیا

اور (اپنے حق میں) ظلم کیا O اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمیں معاف نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ موسیٰ کی قوم نے حضرت موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنالیا۔

۲۔ جس میں سے گائے کے بچھڑے کی آواز نکلتی تھی۔

۳۔ ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرسکتا ہے اور نہ ہی راستہ دکھا سکتا ہے۔

۴۔ اپنے حق میں ظلم کیا۔

۵۔ جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں۔

۶۔ کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمیں معاف نہیں کرے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔

چونکہ بنی اسرائیل مصر میں رہتے ہوئے بت پرستی دیکھتے آ رہے تھے، جب ان کو فرعون سے نجات ملی تو سمندر پار کرنے کے بعد جس علاقے میں آباد ہوئے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی کوئی معبود بنا دیجئے جو مجسمہ کی شکل میں ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تنبیہ کی اور ان کے لئے آسمانی ہدایت اور شریعت لانے کیلئے کوہ طور چلے گئے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا دیا جیسا کہ پچھلی آیت میں اس کا ذکر کیا گیا۔ بنی اسرائیل جب مصر میں تھے تو قبطی قوم سے شادی وغیرہ کے موقع پر پہننے کے لئے عارضی طور پر زیورات لے لیا کرتے تھے۔ جب راتوں رات چلے تھے تو قبطی قوم کا یہ زیور بنی اسرائیل ہی کے پاس رہ گیا تھا۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام سامری تھا۔ بنی اسرائیل میں اس کی مقبولیت تھی اور یہ لوگ اس کی بات مان لیا کرتے تھے۔ سامری نے بنی اسرائیل کیلئے یہ معبود بنا ڈالا۔ بنی اسرائیل اس بچھڑے سے بہت خوش ہو گئے اور اس کی عبادت کرنے لگے۔ بنی اسرائیل نے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ان کے لئے وہ کوئی معبود بنا دیں۔ مگر انہوں نے نہیں بنایا اور سامری نے بنا دیا تو اب سامری کے وہ شیدائی ہو گئے۔ ادھر حضرت ہارون علیہ السلام جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا نائب بنایا تھا وہ بے چین ہو گئے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ تم بڑے فتنہ میں پڑ گئے ہو۔ تمہارا رب تو وہ ہے جو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے۔ یہ تمہارا معبود ہو نہیں سکتا۔ تم میری اتباع کرو اور میرا حکم مانو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی اس حرکت پر ارشاد فرمایا اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی راستہ بتاتا ہے، انہوں نے اس کو معبود بنا دیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے۔ بنی اسرائیل نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ہم اس بچھڑے کے پیچھے ہی لگے رہیں گے۔ اس کی عبادت نہیں چھوڑیں گے۔ سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۸۸ میں بھی اس واقعہ کا ذکر موجود ہے فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ پھر اس نے لوگوں کے لیے ایک بچھڑا نکال کھڑا کیا، یعنی بچھڑے کا بت جس میں گائے کی آواز بھی تھی۔ اس بچھڑے کے سلسلے میں حضرت قتادہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں کہ سامری نے جو بچھڑا بنایا تھا دراصل اس نے حضرت جبرئیل علیہ السلام

کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ بنی اسرائیل کو دریا پار کرا رہے تھے تو اس نے ان کے گھوڑے کے پیروں کو دیکھا کہ زمین کے جس حصے پر گھوڑا اپنے پاؤں رکھتا ہے اس میں زندگی کے آثار نظر آتے ہیں اور وہاں فوراً ہریالی اُگ جاتی ہے۔ چنانچہ مٹھی بھر مٹی وہاں سے حاصل کی اور اس کو اس سونے سے بنائے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا اور وہ بچھڑا خون اور گوشت میں تبدیل ہو گیا اور اس سے بچھڑے کی سی آواز آئی تو سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا رب۔ پھر جن لوگوں نے گوسالہ پرستی اختیار کر لی تھی انہیں اپنی گمراہی کا احساس ہوا اور توبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ تبدیلی اس وقت آئی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سختی کی اور ان کی گرفت کی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور سے واپس آنے سے پہلے ہی توبہ کر لی ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمیں معاف نہیں کرے گا تو ہم تباہ کاروں میں ہو جائیں گے۔

درس نمبر (۲۰۷) الاعراف: ۱۵۰۔۱۵۱

حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں اپنی قوم کے پاس آئے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۵۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب رَجَعَ واپس آئے مُوْسٰى موسیٰ اِلٰى قَوْمِهٖ اپنی قوم کی طرف غَضْبَانَ غضبناک اَسِفًا افسوس کرتے ہوئے قَالَ (تو) کہا بِئْسَمَا بُری ہے جو خَلَفْتُمُوْنِيْ تم نے میری جانشینی کی مِنْۢ بَعْدِيْ میرے (جانے کے) بعد أَعَجِلْتُمْ کیا تم نے جلدی کی أَمْرَ رَبِّكُمْ اپنے رب کے حکم سے؟ وَأَلْقَى اور ڈال دیں الْاَلْوَاحَ تختیاں وَأَخَذَ اور پکڑ لیا بِرَأْسِ أَخِيْهِ اپنے بھائی کا سر يَجُرُّهٗ کھینچتے تھے اس کو إِلَيْهِ اپنی طرف قَالَ (ہارون نے) کہا ابْنَ أُمَّ اے میری ماں کے بیٹے! إِنَّ بیشک الْقَوْمَ (ان) لوگوں نے اسْتَضْعَفُوْنِيْ مجھے کمزور سمجھا وَكَادُوْا اور قریب تھا يَقْتُلُوْنَنِيْ کہ وہ مجھے قتل ہی کر دیتے فَلَا تُشْمِتْ مت ہنسا بِيَ مجھ پر الْاَعْدَآءَ دشمنوں کو وَلَا تَجْعَلْنِيْ اور (شامل) نہ کر تو مجھے مَعَ الْقَوْمِ ان لوگوں کے ساتھ الظَّالِمِيْنَ جو ظالم ہیں O قَالَ موسیٰ نے (کہا) رَبِّ اے میرے رب! اغْفِرْ لِيْ تو مجھے بخش دے وَلِأَخِيْ اور میرے بھائی کو وَأَدْخِلْنَا اور ہمیں داخل فرما فِيْ رَحْمَتِكَ اپنی رحمت میں وَأَنْتَ اور تو أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

ترجمہ: اور جب موسیٰ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد

بہت ہی بُرا کیا تم نے اپنے رب کا حکم (یعنی میرا اپنے پاس آنا) جلد چاہا (یہ کہا) اور (شدتِ غضب سے تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے انہوں نے کہا کہ بھائی جان! لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں تو ایسا کام نہ کریں کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے O تب انہوں نے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئے۔

۲۔ انہوں نے کہا تم نے میرے بعد میری کتنی بری نمائندگی کی؟

۳۔ کیا تم نے اتنی جلد بازی سے کام لیا کہ اپنے رب کے حکم کا بھی انتظار نہیں کیا؟

۴۔ حضرت موسی نے تختیاں پھینک دیں۔

۵۔ اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔

۶۔ وہ بولے اے میری ماں کے بیٹے! یقین جانئے ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا۔

۷۔ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔

۸۔ آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجیے۔

۹۔ مجھے ان ظالم لوگوں میں شمار نہ کیجیے۔

۱۰۔ کہا میرے پروردگار! میری اور میرے بھائی کی مغفرت فرما دے۔

۱۱۔ اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔

۱۲۔ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر تو رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام کوہِ طور سے جب واپس ہوئے اس حالت میں کہ وہ غصے میں بھی تھے اور ان پر رنج اور غم طاری تھا جب انہوں نے اپنی قوم کو گمراہی اور ضلالت میں دیکھا تو یہ صورتِ حال دیکھ کر انتہائی رنجیدہ ہو گئے۔ جس قوم پر انہوں نے محنت کی تھی وہ خود اپنی قوم کو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں کہ قوم بت پرستی میں مبتلا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے چونکہ اپنے بھائی حضرت ہارون کو اپنا نائب بنایا تھا اور ان کی موجودگی میں یہ حادثہ پیش آیا تھا اس لئے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کی طرف رخ کیا اور ان سے سوال کیا کہ میرے بعد میری کتنی بری نمائندگی کی گئی؟ کیا تم نے اتنی جلد بازی سے کام لیا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار بھی نہ کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو ملامت کی کہ تم نے اپنی قوم کی حالت پر خاموشی کیوں اختیار کی؟ مگر حضرت ہارون نے اپنی قوم کو اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ تم لوگ جو حرکت کر رہے ہو وہ گمراہی ہے۔ مگر اس کے باوجود قوم نے اس طرح کی حرکت کی تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام نے چونکہ توحید کے عقیدے کی وضاحت اپنی قوم بنی اسرائیل سے کر دی تھی اور ان کے دلوں میں توحید کا بیج بویا تھا اور ان کے سینوں کو شرک اور بت پرستی سے پاک کر دیا تھا اور ان لوگوں سے اپنی قوم بنی اسرائیل کو دور رکھا تھا جو

قوم بتوں کی عبادت اور گوسالہ پرستی میں مصروف تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام نے ان تختیوں کو جو وہ اپنے ساتھ لے آئے تھے ایک طرف ڈال دیا اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ میری ماں کے بیٹے! یقین جانئے کہ ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔ آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع مت دیجئے اور مجھے ان ظالم لوگوں میں شمار مت کیجئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے حقیقت حال سے حضرت موسی کو آگاہ کیا اور معذرت کی تو حضرت موسی علیہ السلام نے اپنے لئے اور اپنے بھائی کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی کہ میرے پروردگار! میری اور میرے بھائی کی مغفرت فرما اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما دے۔ آپ تو بہتر رحم کرنے والے ہیں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۸۵ سے ۸۹ تک اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا: ہم نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے بہکا دیا تھا۔ بس حضرت موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہو کر رنج کے ساتھ واپس لوٹے اور کہنے لگے کہ اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے پروردگار نے نیک وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا اس کی مدت تمہیں لمبی معلوم ہوئی؟ بلکہ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب نازل ہو کہ تم نے میرے وعدے کے خلاف کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدے کے خلاف نہیں کیا بلکہ ہم پر زیورات قوم کے جو دیئے گئے تھے انہیں ہم نے ڈال دیا اور اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیئے۔ پھر اس نے لوگوں کے لئے بچھڑا نکال کھڑا کیا یعنی جس کی گائے کی سی آواز تھی۔ پھر کہنے لگا کہ یہی تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس لوٹنے لگے تو جب وہ اپنی قوم کے قریب تھے انہوں نے ان کی آوازیں سنی اور کہا کہ میں غافل قوم کی آوازیں سن رہا ہوں۔ پھر جب انہوں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اس وقت تختیاں نیچے ڈال دیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ (تفسیر طبری) حضرت موسیٰ کا خیال یہ تھا کہ حضرت ہارون نے اپنی نیابت میں کچھ کمی بیشی کی ہے اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۹۲ اور ۹۳ میں یہی بات کہی گئی کہ حضرت موسی نے حضرت ہارون سے کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات سے منع کیا جبکہ تو نے قوم کو گمراہی میں دیکھا کہ میرے پاس چل کر آ جاتے، کیا تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟ ظاہر ہے کہ حضرت ہارون اپنی پوری قوم کو چھوڑ کر جا نہیں سکتے تھے اور ایسی صورت میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام مواخذہ کر سکتے تھے۔ اس لیے حضرت ہارون نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میری قوم نے مجھے کمزور سمجھا تھا، قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔ مجھ سے جس قدر ہو سکے میں نے کوشش کی، لیکن قوم گمراہی پر اٹل رہی۔

درس نمبر (۱۷۱) **غیر اللہ کی عبادت اللہ کے غضب اور ذلت کا سبب** الاعراف: ۱۵۲۔۱۵۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک الَّذِیْنَ وہ لوگ جنہوں نے اتَّخَذُوا الْعِجْلَ بنایا بچھڑے کو (معبود) سَیَنَالُھُمْ عنقریب انہیں پہنچے گا غَضَبٌ غضب مِّنْ رَّبِّھِمْ ان کے رب کی طرف سے وَذِلَّۃٌ اور ذلت فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا زندگانی دنیا میں وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح نَجْزِی ہم سزا دیتے ہیں الْمُفْتَرِیْنَ بہتان باندھنے والوں کو O وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ بُرے عمل کیے ثُمَّ پھر تَابُوْا توبہ کی مِنْۢ بَعْدِھَا ان کے بعد وَاٰمَنُوْٓا اور ایمان لے آئے اِنَّ (تو) یقیناً رَبَّکَ آپ کا رب مِنْۢ بَعْدِھَا اس کے بعد لَغَفُوْرٌ البتہ بہت بخشنے والا رَّحِیْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: (اللہ نے فرمایا کہ) جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا تھا ان پر اللہ کا غضب واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (نصیب ہوگی) اور ہم افتراء پردازوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں O اور جنہوں نے بُرے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب اس کے بعد (بخش دے گا کہ وہ) بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ہے۔

۲۔ ان پر جلد ہی ان کے رب کا غضب اور دنیاوی زندگی ہی میں ذلت آپڑے گی۔

۳۔ جو لوگ افترا پردازی کرتے ہیں ہم ان کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

۴۔ جو لوگ برے کام کریں پھر ان کے بعد توبہ کریں اور ایمان لے آئیں تمہارا رب اس توبہ کے بعد ان کے لئے بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

پچھلی آیتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس آئے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا تو پہلے تو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف لپکے اور ان کی سرزنش کی۔ جب انہوں نے حقیقت بتلادی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ محسوس ہوا کہ اس میں حضرت ہارون علیہ السلام کی کوئی کوتاہی اور غفلت نہیں ہے تو انھوں نے اپنے لیے اور اپنے بھائی کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی۔ جو لوگ گوسالہ پرستی میں مگن تھے ان کے بارے میں اس آیت میں وعید بیان کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا ان کے رب کی طرف سے ضرور غضب پہنچے گا اور دنیاوی زندگی میں ذلت بھی پہنچے گی۔ اس آیت میں ایسے بت پرستوں کو دو سزائیں سنائی گئی ہیں۔ پہلی سزا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ہوا۔ دوسری سزا یہ کہ دنیاوی زندگی میں ان کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ اللہ کا غضب اور سخت ترین عذاب بت پرستوں کے لئے ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۴ میں یوں بیان کیا گیا: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع ہوکر اپنے کو آپس میں قتل کرو۔ بنی اسرائیل کے لیے یہ سخت ترین سزا تجویز کی گئی کہ ان میں کے وہ لوگ جو گوسالہ پرستی کے ذریعے شرک میں پڑے

ہوئے تھے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں۔ یہی ان کے جرم کی سزا تھی جو رب ذوالجلال نے تجویز کی۔اس کے علاوہ دوسری سزا ان کے لیے یہ تھی کہ دنیاوی زندگی میں انھیں ذلت سے دوچار ہونا پڑا جس کی وضاحت سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔ذلت و رسوائی کی صورت یہ ہوئی کہ اپنے شہر سے نکالے گئے اور مارے مارے پھرتے رہے اور لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و بے حیثیت ہوگئے۔جس طرح سامری کے نقش قدم پر چلنے والوں کو جنہوں نے اللہ تعالی پر جھوٹی بات گھڑی اور یہ کہا کہ هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى یہ بچھڑا تمہارا اور موسی کا معبود ہے۔ یہ وہ جرم عظیم ہے کہ جو کوئی اللہ پر جھوٹی بات گھڑنے والا یہ جرم کرے گا اس کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے بت پرستوں کو دیا گیا۔اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ اللہ کے دین میں افترا پردازی کرنے والوں کا انجام ایک طرف اللہ کا غضب ہے تو دوسری طرف دنیا میں ذلت و رسوائی ہے۔

اس کے بعد ایک اور حقیقت سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے گناہ کے کام کیے پھر ان گناہوں کے بعد توبہ کر لی اور کفر کو چھوڑ کر ایمان لے آئے تو رب ذوالجلال اپنے بندوں پر جب بھی مہربان ہیں۔ سچی توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالی معاف کرنے والے ہیں۔ نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ ایسے بندوں پر رحم بھی فرماتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کفر اور شرک بھی معاف ہو جاتا ہے۔حدیث میں ہے کہ اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ اسلام لانا اس سے پہلے کے سارے بُرے اعمال کو ڈھا دیتا ہے۔(مسلم:۱۲۱) یعنی اسلام لانے اور کفر و شرک سے سچی توبہ کرنے کی وجہ سے وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

درس نمبر (۷۲۲) **ستر لوگوں کا انتخاب** الاعراف:۱۵۴۔۱۵۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب سَكَتَ ٹھنڈا ہوا عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ موسیٰ کا غصہ أَخَذَ (تو) اس نے اُٹھائیں الْأَلْوَاحَ (وہ) تختیاں وَفِيْ نُسْخَتِهَا اور ان کے مضامین میں هُدًى وَّرَحْمَةٌ ہدایت اور رحمت تھی لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے کہ هُمْ لِرَبِّهِمْ وہ اپنے رب سے يَرْهَبُوْنَ ڈرتے تھے O وَاخْتَارَ اور منتخب کیے مُوْسٰى موسیٰ نے قَوْمَهٗ اپنی قوم میں سے سَبْعِيْنَ رَجُلًا ستر آدمی لِّمِيْقَاتِنَا ہمارے مقررہ وقت کے لیے فَلَمَّا پھر جب أَخَذَتْهُمُ ان کو پکڑ لیا الرَّجْفَةُ زلزلے نے قَالَ (تو موسیٰ نے) کہا رَبِّ اے میرے رب! لَوْ شِئْتَ اگر تو چاہتا أَهْلَكْتَهُمْ تو انہیں ہلاک کر دیتا مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَإِيَّايَ اور مجھے بھی أَتُهْلِكُنَا کیا وہ ہمیں ہلاک

کرتا ہے بِمَا بوجہ اس کے فَعَلَ السُّفَهَآءُ جو کیا بیوقوفوں نے مِنَّا ہم میں سے؟ إِنْ نہیں ہے هِيَ یہ إِلَّا مگر فِتْنَتُكَ تیری آزمائش ہی تُضِلُّ تو گمراہ کرتا ہے بِهَا اس (آزمائش) کے ساتھ مَنْ تَشَآءُ جسے چاہتا ہے وَتَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے مَنْ تَشَآءُ جسے چاہتا ہے أَنْتَ وَلِيُّنَا تو ہمارا کارساز ہے فَاغْفِرْ لَنَا لہٰذا ہمیں بخش دے وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما وَأَنْتَ اور تو خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ بہترین بخشنے والا ہے

ترجمہ: اور جب موسیٰ کا غصہ ختم ہوا تو (تورات کی) تختیاں اٹھالیں اور جو کچھ ان میں لکھا تھا وہ ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی O اور موسیٰ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب (کر کے کوہِ طور پر حاضر) کئے جب ان کو زلزلے نے پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا تو اُن کو مجھ سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقلوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ تو تیری آزمائش ہے اس سے تو جس کو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے، تو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمیں (ہمارے گناہ) بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا تو انھوں نے تختیاں اٹھالیں۔

۲۔ ان تختیوں میں جو باتیں لکھی تھیں اس میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان تھا جو اپنے رب سے ڈرتے تھے۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب کئے تا کہ انہیں ہمارے طے کئے ہوئے وقت پر کوہِ طور لے آئیں۔

۴۔ پھر جب انہیں زلزلے نے پکڑا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

۵۔ میرے پروردگار! اگر آپ چاہتے تو ان کو اور خود مجھ کو بھی پہلے ہی ہلاک کر دیتے۔

۶۔ کیا ہم میں سے کچھ بیوقوفوں کی حرکت کی وجہ سے کیا آپ ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟

۷۔ یہ واقعہ آپ کی طرف سے صرف ایک امتحان ہے۔

۸۔ جس کے ذریعے آپ جس کو چاہیں گمراہ کر دیں اور جس کو چاہیں ہدایت دے دیں۔

۹۔ آپ ہی ہمارے رکھوالے ہیں۔

۱۰۔ اس لیے ہمیں معاف کر دیجیے اور ہم پر رحم فرما دیجئے۔

۱۱۔ بے شک آپ سارے معاف کرنے والوں سے بہتر معاف کرنے والے ہیں۔

جیسا کہ پچھلی آیتوں میں یہ بات بتلائی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیوں کو ایک طرف ڈال دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلدی میں اس طرح ایک طرف رکھا کہ دیکھنے والا اسے پھینکنے سے تعبیر کرسکتا تھا۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ

السلام کا تختیوں کو اس طرح ڈال دینا اس کی بے حرمتی کے طور پر نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو تختیاں ڈال دی تھیں وہ غیرت کی وجہ سے بھی تھا اور قوم پر غصہ کی وجہ سے بھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا۔ یہ وہ تختیاں تھیں جن پر تورات لکھی گئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قدرے تیز طبیعت تھے جس کی وجہ سے انہیں غصہ بھی جلد آ تا تھا۔ لیکن ان کی خوبی یہ تھی کہ جب سامنے والا حق کی طرف لوٹ کر آ جاتا اور ظالم اپنے ظلم سے باز آ جاتا تو ان کا غصہ بھی حلم و تحمل کی طرف جلد ہی لوٹ کر آ جاتا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک شریف اور نیک انسان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ دین کے معاملے میں جہاں اسے گڑ بڑ محسوس ہوتی ہے اس کو جلد غصہ آ جائے۔ لیکن تحمل اور بردباری کی اس صفت کی وجہ سے اس کا غصہ جلد ہی چلا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی یہ تختیاں اس لئے اٹھا لیں تاکہ اس میں موجود آیات سے قوم کی اصلاح کر سکیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو غصے کی حالت میں چونکہ ڈال دیا تھا تو وہ تختیاں ٹوٹ گئی تھیں جس سے اس کے مضامین مفقود ہو گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کا افسوس تھا۔ چنانچہ انہوں نے چالیس دن تک روزے رکھے تو وہ تختیاں انہیں لوٹا دی گئیں اور ان میں سے کوئی مضمون چھوٹ نہیں پایا۔ (تفسیر طبری)

اب سوال یہ ہے کہ ان تختیوں میں کیا تھا؟ جس کا جواب یہ ہے کہ ان تختیوں میں جو لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت تھی اور رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں میں جو گوسالہ پرستی سے محفوظ تھے ان میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کیا اور یہ انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ وہ روزہ رکھیں اور اپنا جسم اور اپنے کپڑے پاک رکھیں۔ بات یہ ہوئی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس تورات کے احکام پر عمل کرو تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ ہم کیسے یقین کریں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے کہہ دے کہ یہ میری کتاب ہے اور یہ میرے احکام ہیں تو ہم مان لیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی منتخب فرمائے تاکہ ان کو اپنے ہمراہ لے جائیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام سنوائیں۔ جب یہ لوگ کوہ طور آئے اور اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا تو وہ لوگ کہنے لگے ہمیں کیا معلوم کہ کون بول رہا ہے؟ ہم تو تب یقین کریں گے جب بالکل اپنے سامنے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں۔ یہی ان کی گستاخی تھی۔ پھر کیا ہوا کہ زلزلے نے ان کو پکڑا اور وہ وہیں ہلاک ہو گئے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۵ میں بھی اس کا ذکر ہے:
وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کو علانیہ نہ دیکھ لیں، بس ایک چیخ نے تم کو آ پکڑا، پھر ہم نے تمہارے مرنے کے بعد تم کو زندہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر گھبرائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور یہ بھی کہا کہ اس فعل کی سزا ایں جو ہم میں سے بے عقلوں نے کیا ہے کیا تو ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ تو تیری آزمائش ہے۔

درس نمبر (۷۲۳) **میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے** الاعراف:۱۵۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيم . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاكۡتُبۡ لَـنَـا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ اِنَّا هُدۡنَاۤ اِلَيۡکَ ؕ قَالَ عَذَابِىۡۤ اُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ اَشَآءُ ۚ
وَرَحۡمَتِىۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَىۡءٍ ؕ فَسَاَكۡتُبُهَا لِلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِاٰيٰتِنَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۚ﴿۱۵۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاكۡتُبۡ اور تو لکھ دے لَـنَـا ہمارے لیے فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا اس دنیا میں حَسَنَةً بھلائی وَّفِى الۡاٰخِرَةِ اور آخرت میں (بھی) اِنَّا یقیناً ہم نے هُدۡنَا رجوع کیا اِلَيۡکَ تیری طرف قَالَ (اللہ نے) کہا عَذَابِىۡ میرا عذاب اُصِيۡبُ میں پہنچاتا ہوں بِهٖ وہ مَنۡ اَشَآءُ جسے میں چاہتا ہوں وَرَحۡمَتِىۡ اور میری رحمت وَسِعَتۡ اُس نے گھیر رکھا ہے كُلَّ شَىۡءٍ ہر چیز کو فَسَاَكۡتُبُهَا چنانچہ عنقریب میں لکھ دوں گا یہ (رحمت) لِلَّذِيۡنَ ان لوگوں کے لیے جو يَتَّقُوۡنَ ڈرتے ہیں وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے ہیں وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ کہ هُمۡ بِاٰيٰتِنَا وہ ہماری آیتوں پر يُؤۡمِنُوۡنَ ایمان رکھتے ہیں

ترجمہ: اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہو چکے (اللہ نے) فرمایا کہ جو میرا عذاب ہے اُسے تو میں جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے، میں اس کو ان لوگوں کیلئے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی رکھ دیجیے اور آخرت میں بھی۔

۲۔ ہم آپ ہی سے رجوع کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ نے فرمایا اپنا عذاب تو میں اس پر نازل کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔

۴۔ جہاں تک میری رحمت کا تعلق ہے وہ ہر چیز پر چھائی ہے۔

۵۔ چنانچہ یہ رحمت مکمل طور پر ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو تقوی اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا وہ حصہ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی دعا فرمائی تھی۔ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایک اور دعا فرمائی ہے۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس دنیا میں نیک حالت پر ہونا لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا مانگی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۱ میں بھی دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعا کا ذکر ہے: وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَفِى الۡآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور انہی میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اس سے ایک

بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی مانگنے کی تعلیم قرآنِ مجید میں دی گئی ہے۔صرف دنیا کی بھلائی چاہنا اور آخرت کی بھلائی سے بے نیاز بن جانا اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔مفسرین نے دنیا کی بھلائی سے صحت، لوگوں سے بے نیازی اور استقامت مراد لیا ہے۔جس کو یہ نعمتیں مل گئیں کہ وہ بیمار نہیں بلکہ صحت مند ہے۔لوگوں کی محتاجی میں زندگی نہیں بسر کرتا بلکہ وہ لوگوں سے بے نیاز ہو کر زندگی گزار رہا ہے۔اس میں مستقل مزاجی بھی ہے کہ استقامت کا پہاڑ بن کر دین پر عمل پیرا ہے تو سمجھ جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فِی الدُّنیَا حَسَنَةً یعنی دنیا کی بھلائی کی نعمت سے نوازا ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت کا مل جانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا نصیب ہو جانا ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بھی مل جائے اور جنت بھی مل جائے تو سمجھ جائیے کہ اس کو فِی الآخِرَةِ حَسَنَةً والی نعمت مل گئی۔اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رجوع الی اللہ کی بات کہی ہے کہ اِنَّا هُدْنَا اِلَیکَ اے پروردگار! ہم سب آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی ہم نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے اور اپنے تمام تر معاملات میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد جواب میں یوں ارشاد فرمایا میرے عذاب کا معاملہ ہی ایسا ہے کہ میں جس کو چاہتا ہوں میرا عذاب پہنچاتا ہوں۔دنیا میں اگر کسی کو عذاب ہو رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عذاب کا پہنچانے والا میں ہوں۔میرے ارادے کے بغیر کسی پر کوئی عذاب نہیں پہنچتا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی حقیقت بتلادی کہ میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔یعنی میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔کسی بھی چیز کا وجود اس بات کی علامت ہے کہ اس چیز پر رحمت الٰہی کا سایہ پڑا ہے۔دنیا کی کوئی چیز اللہ کی رحمت سے باہر نہیں ہے۔رحمت سے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک اصول بلکہ ایک آفاقی فارمولا دیا ہے کہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کس کے حق میں لکھی جاتی ہے؟ فرمایا کہ یہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی مکمل رحمت خصوصی طور پر لکھی جاتی ہے۔ایک تو وہ خوش نصیب لوگ جو تقویٰ والی زندگی بسر کرتے ہیں۔دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے زکوۃ ادا کرتے ہیں اور تیسرے وہ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

درس نمبر (۲۴۷) تورات وانجیل میں رسولِ رحمت ﷺ کا ذکرِ خیر الاعراف:۱۵۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ز يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَتَّبِعُوْنَ اتباع کرتے ہیں الرَّسُوْلَ اس رسول کی النَّبِيَّ (جو) نبی الْاُمِّيَّ اُمّی ہے الَّذِيْ وہ جو يَجِدُوْنَهٗ پاتے ہیں اس کو وہ مَكْتُوْبًا لکھا ہوا عِنْدَهُمْ اپنے ہاں فِي التَّوْرٰىةِ تورات میں وَالْاِنْجِيْلِ اور انجیل میں يَاْمُرُهُمْ وہ انہیں حکم دیتا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے کاموں کا وَيَنْهٰهُمْ اور انہیں روکتا ہے

عَنِ الْمُنْكَرِ بُرے کاموں سے وَيُحِلُّ اوروہ حلال کرتا ہے لَهُمُ ان کیلئے الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں وَيُحَرِّمُ اور حرام ٹھہراتا ہے عَلَيْهِمُ ان پر الْخَبٰٓئِثَ ناپاک چیزیں وَيَضَعُ اوراتارتا ہے عَنْهُمْ ان سے اِصْرَهُمْ ان کے بوجھ وَالْاَغْلٰلَ اور(وہ)طوق الَّتِيْ جو كَانَتْ تھے عَلَيْهِمْ ان پر فَالَّذِيْنَ پھروہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے بِهٖ اس کے ساتھ وَعَزَّرُوْهُ اوراس کی تعظیم کی وَنَصَرُوْهُ اوراس کی مدد کی وَاتَّبَعُوا اوراتباع کی النُّوْرَ اس نورکی الَّذِيْٓ جو اُنْزِلَ نازل کیا گیا مَعَهٗٓ اس کے ساتھ اُولٰٓئِكَ هُمُ یہی لوگ ہیں الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے

ترجمہ: وہ جو (محمد ﷺ) رسول (اللہ) کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کیلئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نُور ان کیساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو اس رسول یعنی نبی امی کے پیچھے چلیں جس کا ذکر وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔

۲۔ جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے طوق اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوتے ہیں۔

۳۔ چنانچہ جو لوگ اس نبی پر ایمان لائیں گے، ان کی تعظیم کریں گے، ان کی مدد کریں گے اور ان کے ساتھ جو نور اتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

پچھلی آیت میں خصوصی رحمت کا حق دار انہیں قرار دیا گیا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ ایمان والے کون ہیں؟ تو اس کی تشریح اس آیت میں کی جارہی ہے کہ یہ ایمان والے وہ ہیں جو رسول نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ رسولِ امی ﷺ کی شان یہ ہے کہ وہ لوگ ان کے پاس تورات وانجیل میں اس نبی کے بارے میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اس نبی اور رسول امی کی شان اور ان کا مشن یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے روکتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور طوق ہٹاتے ہیں جو ان پر پہلے سے تھا۔ اس آیت میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تین لقب اور منصب بیان کئے گئے۔ (۱) رسول (۲) نبی (۳) امی۔ نبی اور رسول میں فرق یہ ہوتا ہے کہ نبی وہ پیغمبر ہوتے ہیں کہ ان کی شریعت الگ سے نہیں ہوتی اور رسول وہ پیغمبر ہوتے ہیں جن کو الگ سے شریعت دی گئی ہو۔ دنیا میں بھیجے گئے پیغمبروں میں رسول کم ہیں اور نبی زیادہ ہیں۔ امی اسے کہتے ہیں جس نے کسی مخلوق سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا ہو اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت اور اپنے فضل سے جن کو علوم عطا فرمائے جو کسی اور کو نہیں دیئے گئے جس کے حقیقی مصداق رسول رحمت

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ایسے امی ہیں کہ دنیا میں آپ کا کوئی استاد اور معلم نہیں۔ مگر آپ پوری دنیا کے لئے معلم ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ میں آپ ﷺ کے بارے میں یہ بات بتائی گئی کہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کتاب وحکمت کی آپ تعلیم دیتے ہیں۔ ساری مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی صاحب علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل دوزخ کے بھی حالات بتا دیئے۔ سارے انبیاء ورسل اور ان کی امتوں کے حالات اور واقعات بھی بتلا دیئے۔ اہل کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت قریب سے جانتے تھے، اس قدر قریب سے جیسے باپ اپنے بیٹوں کو جانتا ہے ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۶ میں بتلایا گیا: اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ أَبْنَاءَ هُمْ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ رسولِ رحمت ﷺ کو اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ اور آپ ﷺ کے اوصافِ جمیلہ کا ذکر تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے۔ حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو میں نے کہا کہ تورات میں جو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ مجھے بتایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآنِ مجید میں رسول اللہ ﷺ کی جو صفتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے بعض تورات میں بھی ہیں جیسے ہم نے آپ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ تورات میں یہ تذکرہ بھی ہے کہ تو میرا بندہ ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا جو درشت خو اور سخت مزاج نہیں ہے، بازاروں میں شور مچانے والا نہیں ہے، جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا لیکن معاف کر دیتا اور بخش دیتا ہے اور اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ اس کے ذریعے کجی والی امت کو سیدھی نہ کر دے، اس طرح سے کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں گے اور اس کے ذریعہ سے ان کی اندھی آنکھوں کو کھول دے گا اور بہرے کانوں اور غلاف چڑھے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔ (بخاری: ۲۱۲۵) حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے۔ پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اسلام قبول کیا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ہم تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ۔میرے برگزیدہ بندے ہیں، نہ درشت خو ہیں اور نہ ہی سخت مزاج ہیں۔ ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی اور ان کی ہجرت کی جگہ مدینہ منورہ ہوگی، ان کا ملک شام میں ہوگا۔ ملک شام جہاں ان کے صحابہ کی حکومت ہوگی اور ان کی امت کے لوگ خوب زیادہ حمد بیان کرنے والے ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی حمد بیان کریں گے، خوشحالی میں بھی اور سختی میں بھی۔ وہ ہر منزل میں اللہ کی تعریف کریں گے اور ہر بلندی پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے۔ یہ لوگ آفتاب کی نگرانی کریں گے، جب نماز کا وقت ہو جائے گا تو نماز ادا کریں گے۔ (تفسیر بغوی)

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ وہ ان سے یعنی اہل کتاب سے وہ احکام ہٹاتے ہیں جو ان کے لیے بوجھ تھے اور طوق بنے ہوئے تھے اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اس لیے سابقہ تمام شریعتیں آپ کے تشریف لانے پر منسوخ ہوں گی۔ جو کوئی شخص آپ کے دین کو قبول کرے گا وہ ان سب سہولتوں اور آسانیوں سے متنفع ہوگا جو اللہ تعالی نے اپنی آخری شریعت میں اپنے آخری نبی کے ذریعے اخری امت کے لئے بھیجی ہیں۔ اس کے بعد یہ بات بتائی گئی کہ جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تکریم کی اور ان کی مدد کی اور اس کی اتباع کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا، یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور محبت کرنا اور آپ ﷺ کا نام مبارک ادب سے لینا ہے۔

آپ ﷺ کے احکام کو خوش دلی سے قبول کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ یہ سب تعزیر و توقیر اور تعظیم و تکریم میں داخل ہے۔حدیث میں ہے: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش اس کے مطابق نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ (مشکوٰۃ: ۱۶۷) یہاں ایمان والوں کی یہ صفت بیان کی گئی کہ یہ لوگ اسلام کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں اور آپ کے دین کو تقویت پہنچاتے ہیں اور اپنی کوششوں سے دین کی بقا اور دین کے زندہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس نور کی اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل ہوا۔اس نور سے مراد قرآنِ مجید ہے جس کا نور ہونا سب پر ظاہر ہے۔

درس نمبر (۷۲۵) **اللہ کے نبی ﷺ کی اتباع میں ہی ہدایت ہے** الاعراف: ۱۵۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجیے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنِّیْ یقیناً میں رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کا رسول ہوں اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا تم سب کی طرف الَّذِیْ وہ ذات کہ لَهٗ اسی کے لیے مُلْكُ بادشاہی ہے السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی وَالْاَرْضِ اور زمین کی لَآ اِلٰهَ نہیں ہے کوئی معبود (برحق) اِلَّا هُوَ مگر وہی يُحْيٖ وہ زندہ کرتا ہے وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے فَاٰمِنُوْا لہٰذا تم ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے ساتھ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ جو نبی اُمّی ہے الَّذِیْ وہ جو يُؤْمِنُ (خود بھی) ایمان لاتا ہے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَكَلِمَاتِهٖ اور اس کے کلمات کے ساتھ وَاتَّبِعُوْهُ اور اس کی اتباع کرو لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت پاؤ

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اُس کا رسول) ہوں (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی بخشتا اور وہی موت دیتا ہے تو اللہ پر اور اُس کے رسول پیغمبر اُمّی پر، جو اللہ پر اور اُس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ اور اُن کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔

۲۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔

۴۔ اب تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نبی امی ہیں۔

۵۔ جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں۔

٦۔ان کی پیروی کروتا کہ تمہیں ہدایت حاصل ہو۔
اللہ تعالیٰ نے مختلف نبیوں کومختلف قوموں اور علاقوں کے لیے دنیا میں بھیجا یعنی نبیوں اور رسولوں کے لیے علاقہ یا قوم کو مخصوص کیا گیا، جیسا کہ کہا گیا: وَاِلٰی عَادٍ أَخَا هُوْدًا وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحاً حضرت ہود علیہ السلام کو عاد کی طرف اور حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کی طرف بھیجا گیا۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آخری رسول کو بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ اعلان کردیا گیا کہ قُلْ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ دنیا جہاں کے سارے لوگو! اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔آپ ﷺ عرب وعجم کے لیے بھی نبی ہیں، کالے اور گورے کے لئے بھی، مالدار اور غریب کے لیے بھی، حاکم اور محکوم کے لیے بھی، مرد اور عورت اور بچے اور بوڑھے کے لئے بھی نبی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بنا کر بھیجے جانے کے بعد اب کسی اور نبی کی آمد کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے نبی اور رسول ہیں۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۹ میں کہا گیا: وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ہم نے آپ کو لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔یہ مخصوص نہیں کیا گیا کہ مکہ، مدینہ کے لوگوں کے لئے یا عرب یا عجم کے لیے بلکہ لِلنَّاسِ کہا گیا کہ سارے ہی لوگوں کے لئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔سورۂ سبا کی آیت نمبر ۲۸ میں صاف طور پر یہ بات کہی گئی کہ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔مگر یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔ کَآفَّةً لِّلنَّاسِ کا یہ جملہ رسول رحمت ﷺ کی رسالت کے سلسلے میں یہ پیغام دیتا ہے کہ آپ کسی خاص قوم یا کسی خاص مدت کے لیے رسول بن کر نہیں آئے ہیں بلکہ آپ کو دنیا جہاں کے سارے لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۷ سے بھی عمومیت معلوم ہوتی ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔یہ بات خود رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمائی۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء ان کی قوموں کی طرف بھیجے جاتے ہیں اور میں سارے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔(بخاری: ۳۳۵) جس رب ذوالجلال نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا ہے وہ ایسی ذات مقدس ہے کہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۰ میں یہ کہا گیا: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ وہ ذات ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۹ میں بھی کہا گیا: وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ آسمانوں اور زمین کی سلطنت صرف اللہ کی ہے اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔سارے انسانوں اور جنات کی زندگی اور بر و بحر کے سارے لوگ بلکہ سارے جانوروں اور حشرات الارض کی زندگی اور موت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔جس رب ذوالجلال نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے وہ دنیا جہاں کا خالق ہے۔اس کی وحدانیت مسلّم ہے، جس کا علم وسیع ہے، جس کی قدرت کی انتہا نہیں، جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہے، جو دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور قیامت کے دن ان سب کو ایک جگہ جمع کرنے

پر قادر ہے۔ سارے آسمانوں اور زمین کا وہ مالک ہے، جن میں وہ جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ ساری مخلوق اس کے بندے اور غلام ہیں۔ وہ رب ذوالجلال ان مخلوقات کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کرنے والا ہے۔ مخلوق کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رب ہونے پر ایمان لائیں اور اس نے جس رسول اور نبی کو بھیجا ہے اس پر ایمان لے آئیں۔ اس رسول کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کلمات سے مراد وہ معجزات ہیں جو آپ علیہ السلام کے نبی برحق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ معجزات کی دو قسمیں ہیں۔ معجزات کی پہلی قسم وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ظاہر ہوئی کہ آپ تھے تو امی لقب، آپ نے نہ ہی کسی استاد سے پڑھا، نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا اور نہ علماء میں بیٹھنا ہوا۔ مگر اس کے باوجود آپ پوری دنیا کے استاد بن گئے۔ معجزات کی دوسری قسم وہ ہے جو آپ ﷺ سے صادر ہوئے، جیسے شق القمر کا واقعہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا وغیرہ۔

درس نمبر (۷۲۶) قومِ موسیٰ کے کچھ لوگ نیک تھے الاعراف:۱۵۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اور موسیٰ کی قوم میں سے اُمَّةٌ ایک گروہ (ایسا) ہے يَهْدُوْنَ جو رہنمائی کرتے ہیں بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَبِهٖ اور اسی (حق) کے ساتھ يَعْدِلُوْنَ وہ عدل وانصاف کرتے ہیں

ترجمہ: اور قومِ موسیٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کا راستہ بتاتے اور اُسی کیساتھ انصاف کرتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ موسیٰ کی قوم میں ایک جماعت ایسی ہے۔

۲۔ جو لوگوں کو حق کا راستہ دکھاتی ہے۔

۳۔ اور حق کے مطابق انصاف سے کام لیتی ہے۔

اس آیت میں بنی اسرائیل میں جو اچھے اور قابلِ تعریف وتحسین لوگ تھے ان کا ذکر کیا گیا ہے کہ موسیٰ کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اس کے ساتھ انصاف بھی کرتے ہیں۔ یہاں اچھے لوگوں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ بنی اسرائیل کے اچھے لوگوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے اور دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ یہ سعادت مند لوگ ایسے ہیں جو حق کے موافق فیصلہ بھی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس زمانے میں تورات اور انجیل پر بھی عمل کیا یعنی یہود ونصاریٰ کے ان سعادت مند لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی آسمانی کتابوں یعنی تورات اور انجیل پر بھی عمل کیا۔ پھر جب رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اوصاف وکمالات سے پہچان لیا جو تورات وانجیل میں بیان کیے گئے تھے۔ جب ان کو بات سمجھ میں آ گئی تو ان کے دل میں کسی بھی قسم کا کوئی عناد پیدا نہیں ہوا۔ وہ حسد کی بیماری میں گرفتار نہیں ہوئے بلکہ رسول رحمت ﷺ کے دستِ حق

پرست پر ایمان لائے، اس طرح ضلالت وگمراہی اور ٹیڑھے راستے سے بچے رہے۔ بنی اسرائیل کی اس نیک جماعت کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی کہ موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کی ہدایت دیتی ہے اور اسی حق کے موافق انصاف کرتی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۳ میں بھی اس پاکیزہ جماعت کی تعریف وتحسین کی گئی ہے: لَیۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیۡلِ وَھُمۡ یَسۡجُدُوۡنَ سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں ہیں، اہل کتاب میں وہ لوگ بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں جو اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی یہ وہ جماعت ہے جس نے حق کی اتباع کی اور حق کے ساتھ انصاف کیا۔ یہ وہ مومن لوگ تھے جنہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لائے اور رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان پر قائم رہے اور اس ایمان کی طرف لوگوں کی بھی رہبری ورہنمائی کی اور اس حق کی نشاندہی کی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آیا۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۹۹ میں بھی یوں تعریف کی گئی ہے: وَاِنَّ مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ لَمَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡھِمۡ خٰشِعِیۡنَ لِلّٰہِ ۙ لَا یَشۡتَرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور تمہاری طرف جو اتارا گیا ہے اور ان کی جانب جو نازل ہوا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر نہیں بیچتے۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

درس نمبر (۶۲۷) ## بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ## الاعراف: ۱۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَطَّعۡنٰھُمُ اثۡنَتَیۡ عَشۡرَۃَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اِذِ اسۡتَسۡقٰہُ قَوۡمُہٗۤ اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡحَجَرَ ۚ فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡہُ اثۡنَتَا عَشۡرَۃَ عَیۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَھُمۡ ؕ وَظَلَّلۡنَا عَلَیۡھِمُ الۡغَمَامَ وَاَنۡزَلۡنَا عَلَیۡھِمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰی ؕ کُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَھُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَطَّعۡنَاھُمۡ اور ہم نے ان کو جدا جدا کردیا اثۡنَتَیۡ عَشۡرَۃَ بارہ أَسۡبَاطاً قبیلوں کے لحاظ سے أُمَماً (بارہ) جماعتوں میں وَاَوۡحَیۡنَآ اور ہم نے وحی کی اِلٰی مُوۡسٰی موسیٰ کی طرف إِذِ جب اسۡتَسۡقَاہُ اس سے پانی مانگا قَوۡمُہٗٓ اس کی قوم نے أَنِ اضۡرِبۡ کہ تو مار بِّعَصَاکَ اپنی لاٹھی الۡحَجَرَ (اس) پتھر پر فَانۡبَجَسَتۡ (اس نے ماری) تو پھوٹ پڑے مِنۡہُ اس (پتھر) سے اثۡنَتَا عَشۡرَۃَ بارہ عَیۡناً چشمے قَدۡ تحقیق عَلِمَ جان لیا کُلُّ أُنَاسٍ ہر قبیلے نے مَّشۡرَبَھُمۡ اپنا گھاٹ وَظَلَّلۡنَا اور ہم نے سایہ کیا عَلَیۡھِمُ ان پر الۡغَمَامَ بادلوں کا وَأَنۡزَلۡنَا اور ہم نے نازل کیا عَلَیۡھِمُ ان پر الۡمَنَّ من وَالسَّلۡوٰی اور سلویٰ کُلُوۡا (اور کہا) تم کھاؤ مِنۡ طَیِّبَاتِ ان پاکیزہ چیزوں سے مَا جو رَزَقۡنَاکُمۡ ہم نے تم کو رزق دیا وَمَا ظَلَمُوۡنَا اور ظلم نہیں کیا انہوں نے ہم پر وَلٰکِنۡ لیکن

كَانُوٓا أَنفُسَهُمۡ وہ اپنی ہی جانوں پر يَظۡلِمُونَ ظلم کرتے تھے

ترجمہ: اور ہم نے ان کو (یعنی بنی اسرائیل کو) الگ الگ کر کے بارہ قبیلے (اور) بڑی بڑی جماعتیں بنادیا۔ اور جب موسیٰ سے اُن کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا اور ہم نے اُن (کے سروں) پر بادل کو سائبان بنائے رکھا اور اُن پر من وسلویٰ اتارتے رہے (اور اُن سے کہا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم تمہیں دیتے ہیں اُنہیں کھاؤ اور اُن لوگوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ (جو) نقصان (کیا) اپنا ہی کیا۔

تشریح: اس آیت میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر دیا۔

۲۔ وہ الگ الگ جماعتوں کی صورت اختیار کر گئے تھے۔

۳۔ جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی مانگا۔

۴۔ ہم نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو۔

۵۔ چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

۶۔ ہر خاندان کو پانی پینے کی جگہ معلوم ہوگئی۔

۷۔ ہم نے ان کو بادل کا سایہ دیا۔

۸۔ ہم نے ان پر من وسلوی اتارا۔

۹۔ کھاؤ وہ پاکیزہ رزق جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔

۱۰۔ اس کے باوجود انہوں نے ناشکری کی۔

۱۱۔ انہوں نے ہمارا نقصان نہیں کیا۔

۱۲۔ بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کے قبیلوں کی تعداد قرآنِ مجید میں بارہ بتلائی گئی ہے: اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے ان کی الگ الگ جماعتیں بنادیں۔ یہ بارہ جماعتیں زندگی کے مختلف شعبوں میں اور معاشرتی زندگی میں اپنا الگ امتیازی نظام رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالی کے ان گنت احسانات ہوئے ہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کے لئے پانی کا انتظام کیا جائے۔ مصر سے نکلنے اور سمندر پار کرنے کے بعد یہ لوگ میدان تیہ میں سرگرداں تھے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا کی۔ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر ماریں۔ چنانچہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پتھر پر ماری تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ گئے جیسا کہ اوپر یہ بات بتلائی گئی کہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے تو ان بارہ خاندانوں میں سے ہر ایک خاندان کے لیے ایک ایک

چشمہ عطا کیا گیا۔ ہر قبیلے نے اپنے لیے ایک ایک چشمے کا انتخاب کرلیا اور اسی چشمے سے پانی لینے لگے۔ بنی اسرائیل کے اس مطالبے کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۶۰ میں بھی یوں ہے: وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت میں فَانۡفَجَرَتۡ کا لفظ ہے اور سورۂ اعراف کی اس آیت میں جس کی تشریح کی جارہی ہے فَانۡبَجَسَتۡ ہے۔ التفسیر المنیر نے یہاں یہ بات تحریر کی ہے: فَانۡفَجَرَتۡ اور فَانۡبَجَسَتۡ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فَانۡبَجَسَتۡ کے معنی پانی کا قلت کے ساتھ نکلنا اور فَانۡفَجَرَتۡ سے مراد پانی کا کثرت سے نکلنا ہے۔ بنی اسرائیل پر ایک خصوصی انعام یہ بھی ہوا کہ ان پر بادل کا سایہ کیا گیا۔ میدانِ تیہ میں جب بنی اسرائیل دھوپ کی تمازت سے پریشان ہوئے اور کسی بھی قسم کا سایہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل بھیج دیا۔ چنانچہ میدان میں جب بھی ان پر گرمی پڑتی تو اللہ تعالیٰ ان پر بادل کو مسخر کردیتے جو ان پر سایہ کرتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر بطور رحمت کے تھا۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی ایک اور خصوصی نعمت یہ ہوئی کہ ان پر من وسلویٰ نازل کیا گیا۔ بڑی آسانی سے یہ دو مزیدار ڈشیں ان کے لئے فراہم کی جاتی تھیں۔ اس کے حصول میں انہیں محنت اور مشقت اٹھانی نہ پڑتی تھی۔ یہ دو چیزیں یہ تھیں (۱) من اور (۲) سلویٰ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۷ میں یوں ہے: وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۸۰ میں ہے: وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ۔ من روٹی کے قائم مقام تھا، وہ ایک قسم کا میٹھا تھا، صبح کے وقت میں جیسے شبنم پڑتی ہے وہ اس شکل کا تھا۔ سلوی وہ گوشت کی طرح کا تھا جس کو بٹیر کہا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو ان نعمتوں کے دیئے جانے کے بعد کہا گیا کہ جو کچھ ہم نے تم کو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ، ہم نے تمہارے لیے یہ مخصوص نعمتیں عطا کی ہیں، بس اب تم پر ایک ہی ذمہ داری ہے کہ تم ان نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ لیکن بنی اسرائیل نے کفرانِ نعمت کیا یعنی ناشکری کی اور ضد، انانیت، انکار، نافرمانی اور سرکشی پر تلے رہے۔ ظاہر ہے کہ اس قدر نعمتوں کے دیئے جانے کے بعد بھی اگر کوئی ان نعمتوں کے دینے والے کے حکموں کی نافرمانی کرے تو گویا اس نے خود اپنے پیر پر کلہاڑی ماری ہے اور خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ظلم نہیں کیا مگر انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔

درس نمبر (۲۸۷) بنی اسرائیل پر اللہ کا عذاب الاعراف: ۱۶۱-۱۶۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذۡ قِيۡلَ لَهُمُ اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطِيۡٓـئٰتِكُمۡ ؕ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۱۶۱ فَبَدَّلَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِىۡ قِيۡلَ لَهُمۡ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ ۝۱۶۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذۡ اور جب قِيۡلَ کہا گیا لَهُمُ ان سے اسۡكُنُوۡا تم ٹھہرو هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ اس بستی میں وَكُلُوۡا اور تم کھاؤ مِنۡهَا اس میں سے حَيۡثُ جہاں سے شِئۡتُمۡ تم چاہو وَقُوۡلُوۡا اور کہو حِطَّةٌ ہمیں معاف کردے وَّادۡخُلُوا

اور داخل ہو جاؤ الْبَابَ دروازے میں سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے نَّغْفِرْ لَكُمْ تو ہم بخش دیں گے تمہارے لیے خَطِيْٓئٰتِكُمْ تمہاری خطائیں سَنَزِيْدُ عنقریب ہم زیادہ دیں گے الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کو O فَبَدَّلَ پھر بدل دیا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا تھا مِنْهُمْ ان میں سے قَوْلًا بات کو غَيْرَ مخالف الَّذِىْ اس کے جو قِيْلَ کہی گئی تھی لَهُمْ ان سے فَأَرْسَلْنَا تو ہم نے بھیجا عَلَيْهِمْ ان پر رِجْزًا عذاب مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ وہ ظلم کرتے تھے

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب اُن سے کہا گیا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کر لو اور اس میں جہاں سے جی چاہے کھانا (پینا) اور (ہاں شہر میں جانا تو) حِطَّةٌ (توبہ) کہنا اور دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرنا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے O مگر جو اُن میں ظالم تھے اُنہوں نے اس لفظ کو جس کا اُنہیں حکم دیا گیا تھا بدل کر اُس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کیا تو ہم نے اُن پر آسمان سے عذاب بھیجا اس لئے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب ان سے کہا گیا تھا کہ اس بستی میں جا کر بس جاؤ

۲۔ اس میں جہاں سے چاہو کھاؤ

۳۔ اور یہ کہتے جانا کہ یا اللہ! ہم آپ کی بخشش کے طلب گار ہیں

۴۔ بستی کے دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہونا

۵۔ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے

۶۔ نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ ثواب بھی دیں گے

۷۔ پھر ہوا یہ کہ جو بات ان سے کہی گئی تھی ان میں سے ظالم لوگوں نے اسے بدل کر دوسری بات بنالی

۸۔ جب ہم نے ان کی مسلسل زیادتیوں کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا

بنی اسرائیل کے مختلف احوال اور ان پر کی جانے والی نعمتوں اور ان کی نافرمانی، سرکشی اور اپنے آپ پر ظلم کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی دو نافرمانیوں کا تذکرہ اس آیت میں کیا ہے۔ ان کی نافرمانی کی ایک شکل عملاً یہ تھی کہ ان کو جس بستی میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا انہیں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ اس بستی میں خشوع کے ساتھ جھکے ہوئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہوں۔ مگر ان نافرمان اور شریر قسم کے لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور بجائے جھکے ہوئے داخل ہونے کے بچوں کی طرح سروں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کا مذاق اڑانا تھا۔ دوسری نافرمانی انکی یہ ہوئی کہ انہیں یہ کہا گیا کہ یہ کہتے ہوئے داخل ہوں کہ حِطَّةٌ یعنی ہمارے گناہ معاف ہوں یعنی معافی چاہتے ہوئے داخل ہوں۔ مگر بنی اسرائیل نے اس میں بھی مذاق اڑانے کا انداز اختیار کیا اور حِطَّةٌ کے بجائے حِنطَةٌ یعنی جو کا دانہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

سوال یہ ہے کہ وہ کون سی بستی تھی جس میں داخل ہونے کا انہیں حکم دیا گیا تھا؟ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس بستی سے بیت المقدس مراد ہے۔ بعض مفسرین نے اریحا نامی مقام مراد لیا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر اپنے علاقہ ارضِ مقدس جا رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس راستے میں اریحا نامی مقام نہیں پڑتا ۔ دوسری بات یہ ہے کہ بستی میں داخل ہونے کا یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نہیں ہے، بلکہ بنی اسرائیل ۴۰ سال تک تو میدان تیہ میں حیران وسرگرداں پھرتے رہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو بیت المقدس جانا نصیب ہوا۔ یہ واقعہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۸ میں بھی اس طرح بیان کیا گیا ہے: وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے کہا تھا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو جی بھر کر کھاؤ اور بستی کے دروازے میں جھکے سروں کے ساتھ داخل ہونا اور یہ کہتے جانا کہ یا اللہ! ہم آپ کی بخشش کے طلبگار ہیں، ہماری خطائیں معاف کر دیجئے نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ ثواب دیں گے۔ ان کی اس شرارت اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا۔ مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ ان پر جو عذاب آیا وہ طاعون تھا یعنی وبائی مرض کا عذاب تھا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ طاعون کا عذاب ہے جو تم سے پہلی امتوں کو دیا گیا۔

درس نمبر (۷۲۹) **ہفتہ کے دن کے ذریعہ بنی اسرائیل کی آزمائش** الاعراف:۱۶۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ النصف

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاسْأَلْهُمْ اور ان سے پوچھئے عَنِ الْقَرْيَةِ اس بستی کے بارے میں الَّتِيْ جو كَانَتْ تھی حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ساحلِ سمندر پر إِذْ جب يَعْدُوْنَ وہ حد سے تجاوز کرتے تھے فِي السَّبْتِ ہفتے کے دن إِذْ جب کہ تَأْتِيْهِمْ آتی تھیں ان کے پاس حِيْتَانُهُمْ ان کی مچھلیاں يَوْمَ سَبْتِهِمْ ان کے ہفتے کے دن میں شُرَّعًا ظاہر (پانی کے اوپر) وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ اور جو دن ہفتے کا نہ ہوتا لَا تَأْتِيْهِمْ نہ آتیں ان کے پاس كَذٰلِكَ اسی طرح نَبْلُوْهُمْ ہم آزماتے تھے انہیں بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ وہ نافرمانی کرتے تھے

ترجمہ: اور ان سے اُس گاؤں کا حال تو پوچھو جو لبِ دریا واقع تھا جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی) اس وقت کہ انکے ہفتے کے دن مچھلیاں ان کے سامنے پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں، اسی طرح ہم ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالنے لگے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی

۲۔ جب وہ ہفتہ کے دن کے معاملے میں زیادتیاں کرتے تھے
۳۔ جب ان کی مچھلیاں ہفتہ کے دن تو اچھل اچھل کر سامنے آتی تھیں
۴۔ جب وہ ہفتہ کا دن نہ منا رہے ہوتے تو وہ مچھلیاں نہیں آتی تھیں
۵۔ اس طرح ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ہم انہیں آزماتے تھے۔

بحرِ احمر یعنی بحرِ قلزوم کے کنارے ایلہ نامی بستی میں جب بنی اسرائیل آباد تھے ان پر یہ پابندی تھی کہ وہ ہفتہ کے دن مچھلیاں نہ پکڑیں اس پابندی کے ذریعہ بنی اسرائیل کی آزمائش بھی تھی کہ یہ لوگ حکم کی پابندی کرتے ہیں یا حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ بنی اسرائیل کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا کہ وہ شریر اور ضدی مزاج کے لوگ تھے اور ان کی آزمائش بھی طرح طرح سے ہوتی رہی ہفتہ کے دن مچھلیوں کے پکڑنے پر پابندی تھی مگر ہوتا یہ تھا کہ ہفتے کے دن ہی مچھلیاں خوب ابھرابھر کر اور اچھل اچھل کر سامنے آجاتی تھیں اب بنی اسرائیل کا دل مچلتا تھا کہ مچھلیاں پکڑیں مگر ان پر پابندی تھی۔ بنی اسرائیل نے ایک چال چلی وہ ہفتہ کا دن آنے سے پہلے ہی جال بچھا دیتے تھے اور مچھلی پکڑنے کے کانٹے ڈال دیتے تھے، چنانچہ ہفتے کے دن مچھلیاں ان جالوں اور کانٹوں میں پھنس جاتی تھی جب ہفتے کا دن گزر جاتا تو ان مچھلیوں کو وہ پکڑ لیتے تھے اور جھوٹی تسلی اپنے آپ کو یوں دیتے تھے کہ ہم نے تو ہفتہ کے دن ایک مچھلی بھی نہیں پکڑی۔ اس طرح بنی اسرائیل نے مردار کی چربی کے سلسلے میں بھی کیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں پر اللہ لعنت کرے جب اللہ نے ان پر مردار کی چربی حرام قرار دے دی تو اس کو انہوں نے اچھی شکل دے دی یعنی اس کو پگھلا کر کچھ خوشبو وغیرہ لگا کر کچھ اور بنا دیا پھر اس کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔ (بخاری: ۳۴۶۰)

ہفتہ کا دن یہودیوں کے نزدیک عظمت والا دن تھا اس دن وہ شکار وغیرہ سے باز رہتے تھے یہودیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ جمعہ کے دن کو عظمت کا دن بنائیں مگر انہوں نے جمعہ کو چھوڑ دیا اور ہفتے کے دن کو عظمت کا دن مقرر کر لیا اس دن ان کے لئے شکار کو حرام قرار دیا گیا اور اس دن کی تعظیم کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر اتنی کثیر مقدار میں آجاتی تھیں کہ پانی ہی نظر نہیں آتا تھا۔ بڑی بڑی سفید مچھلیاں ہوتی تھیں ہفتہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں مچھلیاں اوپر ہی نہیں آتی تھیں۔ ابلیس نے ان کو گمراہ کیا اور کہا کہ تم کو تو ہفتہ کے دن شکار سے منع کیا گیا ہے اس لئے تم حوض تیار کرلو اور ہفتے کے دن مچھلیوں کو اس حوض کی طرف ہانک دو۔ جب وہ حوض میں چلی جائیں گی تو وہاں سے نکل نہیں پائیں گی، تم اتوار کے دن مچھلیوں کو لے لو۔ ایک آدمی نے تو ایسا بھی کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کو پکڑا مچھلی کی دم میں دھاگا باندھ کر کنارے پر لکڑی سے باندھ دیا پھر اتوار کے دن اس کو تلنے لگا۔ اس کے پڑوسی کو مچھلی کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ اللہ تجھے عذاب دے گا۔ جب اس نے دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اگلے ہفتہ اس نے دو مچھلیاں پکڑیں۔ پھر جب دیکھا کہ عذاب تو آیا ہی نہیں تو لوگ مچھلیاں شکار کرنے اور کھانے لگے اور اللہ کے حکموں کی سراسر خلاف ورزی کرنے لگے۔

درس نمبر (۷۳۰) **شاید کہ نصیحت سے وہ لوگ پرہیزگار بن جائیں** الاعراف:۱۶۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۱۶۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ اور جب قَالَتْ کہا اُمَّةٌ ایک گروہ نے مِّنْهُمْ ان میں سے لِمَ کیوں تَعِظُوْنَ تم وعظ کرتے ہو قَوْمَا ایسی قوم کو اللّٰهُ (کہ) اللہ مُهْلِكُهُمْ انہیں ہلاک کرنے والا ہے اَوْ یا مُعَذِّبُهُمْ انہیں عذاب دینے والا ہے عَذَابًا شَدِيْدًا سخت عذاب قَالُوْا (تو) انہوں نے کہا مَعْذِرَةً معذرت پیش کرنے کے لیے اِلٰى رَبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف وَلَعَلَّهُمْ اور شاید کہ وہ يَتَّقُوْنَ ڈر جائیں

ترجمہ: اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کر دینے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ تمہارے رب کے سامنے معذرت کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ جب انہیں میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا تھا

۲۔ تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کر رہے ہو جنہیں اللہ یا تو ہلاک کرنے والا ہے یا کوئی سخت قسم کا عذاب دینے والا ہے؟

۳۔ دوسرے گروہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ ہم اس لیے کرتے ہیں تا کہ تمہارے رب کے حضور بری الذمہ ہو سکیں

۴۔ شاید کہ نصیحت سے یہ لوگ پرہیزگاری اختیار کر لیں

ہفتہ کے دن ان مچھلیوں کے پکڑنے اور نہ پکڑنے کے سلسلے میں بنی اسرائیل میں تین جماعتیں ہو گئی تھیں۔ (۱) ایک جماعت وہ جو ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑ کر حد سے تجاوز کر رہی تھی (۲) دوسری جماعت وہ جو ایسے لوگوں کو جو مچھلیاں پکڑ رہے تھے انہیں اس سے روک رہی تھی (۳) تیسری جماعت وہ تھی جو ان لوگوں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی مگر وہ خاموش تھی۔ یہ تیسری جماعت جو خاموش تھی وہ ان لوگوں سے جو ان مچھلیاں پکڑنے والوں کو روک رہے تھے یہ کہہ رہی تھی کہ تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کا ارادہ تمہاری بات ماننے ہی کا نہیں ہے؟ ان کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی گرفت ہو گی یا اللہ تعالیٰ ان کو بالکل ہی ہلاک کر دے گا یا سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا تو دوسری جماعت نے جو ان لوگوں کو روک رہی تھی یہ کہا کہ ہم نے ان لوگوں کو صرف اس لئے روکا ہے کہ کل اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری جب پیشی ہو گی تو ہم یہ تو کہہ سکیں گے کہ ہم نے برائی سے روکنے کا فریضہ تو پورا کر دیا ممکن ہے کہ یہ لوگ مان ہی جائیں اور اپنے رب سے ڈرنے لگ جائیں اور گناہوں سے بچ جائیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس معاملے میں بنی اسرائیل کے لوگ جو تین حصوں میں بٹ گئے ایک تہائی تو وہ تھے جنہوں نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے والوں کو روکا یہ تقریباً بارہ ہزار لوگ تھے اور دوسرے وہ لوگ ایک

تہائی تھے جنہوں نے روکنے والوں سے یہ کہا تھا کہ تم کیوں نصیحت کرتے ہو؟ اور ایک تہائی وہ لوگ تھے جنہوں نے ہفتہ کے دن مچھلیاں شکار کرتے ہوئے حد سے تجاوز کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

درس نمبر (۷۳۱) **ذلیل بندر بن جاؤ** الاعراف: ۱۶۵۔۱۶۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پھر جب نَسُوْا انہوں نے بھلا دیا مَا جو ذُكِّرُوْا وہ نصیحت کیے گئے تھے بِهٖٓ ساتھ اس کے اَنْجَيْنَا (تو) ہم نے نجات دی الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يَنْهَوْنَ روکتے تھے عَنِ السُّوْٓءِ بُرے کام سے وَاَخَذْنَا اور ہم نے پکڑ لیا الَّذِيْنَ ان کو جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بدترین عذاب کے ساتھ بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ وہ نافرمانی کرتے تھے O فَلَمَّا پھر جب عَتَوْا انہوں نے سرکشی کی عَنْ مَّا اس سے کہ نُهُوْا وہ روکے گئے تھے عَنْهُ اس سے قُلْنَا تو ہم نے کہا لَهُمْ ان کو كُوْنُوْا تم ہو جاؤ قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ذلیل بندر

ترجمہ: جب انہوں نے ان باتوں کو فراموش کر دیا جن کی اُن کو نصیحت کی گئی تھی تو جو لوگ بُرائی سے منع کرتے تھے اُن کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے اُن کو بُرے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کئے جاتے تھے O غرض جن اعمالِ (بد) سے اُن کو منع کیا گیا تھا جب وہ اُن (پر اصرار اور ہمارے حکم سے) گردن کشی کرنے لگے تو ہم نے اُن کو حکم دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ پھر جب یہ لوگ وہ بات بھلا بیٹھے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی۔

۲۔ برائی سے روکنے والوں کو تو ہم نے بچا لیا

۳۔ جنہوں نے زیادتیاں کی تھیں ان کی مسلسل نافرمانی کی بنا پر ہم نے انہیں ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا

۴۔ چنانچہ ہوا یہ کہ جس کام سے انہیں روکا گیا تھا جب انہوں نے اس کے خلاف سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہا

۵۔ جاؤ ذلیل بندر بن جاؤ۔

مچھلی کا شکار کرنے والے مجرم لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو نیک لوگوں نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے چنانچہ اس بستی کو ایک دیوار سے منقسم کر لیا اب نیکوکاروں کے لیے آنے جانے کا ایک دروازہ تھا اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا ایک الگ دروازہ تھا۔ دونوں کے درمیان دیوار تھی ایک دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ یہ حد سے تجاوز کرنے والے لوگ باہر ہی نکل نہیں رہے ہیں تو ان کو گمان ہوا کہ ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہوا ہے؟ انہوں نے دیکھا تو یہ منظر دیکھا کہ حد سے تجاوز کرنے والے سارے لوگ بندر بن گئے ہیں۔ اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے جن لوگوں کو

نصیحت کی گئی مگر انھوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا تو اس میں ایک جماعت وہ تھی جو نجات پا گئی یعنی وہ جماعت جس نے ان لوگوں کو برائی سے روکا اور نصیحت کی اور عذاب میں گرفتار وہ جماعت ہوئی جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک تیسری جماعت تھی جو خاموش رہی اس جماعت کا شمار حد سے تجاوز کرنے والوں میں بھی نہیں تھا اور نہ نصیحت کرنے اور برائی سے روکنے والوں میں تھا اس جماعت کا انجام کیا ہوا کہ یہ جماعت نجات پا گئی یا ان پر بھی عذاب آیا؟ اس کا جواب معالم التنزیل کی اس روایت سے ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ جو لوگ خاموش تھے ان کا کیا ہوا؟ ان کے شاگرد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میری سمجھ میں تو یوں آتا ہے کہ وہ بھی عذاب سے بچا لیے گئے کیونکہ انہیں بھی شکار کرنے والوں کا عمل ناگوار تھا اور اسی ناگواری کو انہوں نے اپنے ان الفاظ میں یوں ظاہر کیا کہ **لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨ لا اللّٰہُ مُھْلِکُھُمْ اَوْ مُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا** تم کیوں نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں کو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا شدید عذاب دینے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دینے کا تذکرہ نہیں فرمایا اور ہلاک کرنے کا بھی تذکرہ نہیں فرمایا۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آئی اور وہ بہت خوش ہوئے اور انہیں دو چادریں انعام میں عطا کیں۔ ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑ کر بنی اسرائیل کی جس جماعت نے رب ذوالجلال کی نافرمانی کی اس پر جو عذاب آیا ان کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۵ میں بھی ہے: **وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَھُمْ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ** اور تم اپنے لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہو جو ہفتہ کے معاملے میں حد سے گزر گئے تھے چنانچہ ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم دھتکارے ہوئے ذلیل بندر بن جاؤ۔ بنی اسرائیل کو تاکید کر دی گئی تھی کہ وہ ہفتے کے دن کے معاملے میں حد سے تجاوز نہ کریں اور ان سے مضبوط عہد لیا گیا تھا سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۴ میں کہا گیا کہ **وَقُلْنَا لَھُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَھُمْ لَاتَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا** اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز مت کرو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔ ہفتہ کے دن کے احکامات کے بارے میں سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۲۴ میں یہ بات بتائی گئی: **اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَی الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ** ہفتہ کے دن کے احکام تو ان لوگوں پر لازم کئے گئے تھے جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ بعض مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ بنی اسرائیل کے جس گروہ پر عذاب آیا ان میں کے نوجوان بندر بن گئے اور ان میں کے بوڑھے خنزیر بن گئے۔

درس نمبر (۷۳۲) یہودیوں پر اللہ کی جانب سے عذاب دینے والا مسلط الاعراف:۱۶۷

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ یَّسُوْمُھُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۶۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ اور (یاد کرو) جب تَاَذَّنَ بتلا دیا رَبُّکَ آپ کے رب نے لَیَبْعَثَنَّ کہ وہ ضرور بھیجتا رہے گا

عَلَيْهِمْ ان پر اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ روز قیامت تک مَنْ ایسے شخص کو جو يَّسُوْمُهُمْ ان کو چکھاتا رہے گا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بدترین عذاب اِنَّ بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَسَرِيْعُ البتہ جلدی الْعِقَابِ سزا دینے والا ہے وَاِنَّهٗ اور یقیناً وہ لَغَفُوْرٌ البتہ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ خوب رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے رب نے (یہود کو) آگاہ کردیا تھا کہ وہ اُن پر قیامت تک ایسے شخص کو مسلط رکھے گا جو ان کو بُری بُری تکلیفیں دیتا رہے گا بیشک تمہارا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک کوئی نہ کوئی ایسا شخص مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بری بری تکلیف پہنچائے گا

۲۔ بے شک تمہارا رب جلد ہی سزا دینے والا بھی ہے

۳۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان بھی ہے

بنی اسرائیل پر ایک عذاب تو وہ آیا جس کا تذکرہ پچھلی آیت میں کیا گیا کہ وہ ذلیل بندر بنا دیئے گئے۔ اس آیت میں یہ حقیقت بتائی گئی ہے کہ بنی اسرائیل یعنی ان یہودیوں پر قیامت تک برابر ایسے لوگوں کا تسلط رہے گا جو ان یہودیوں کو تکلیف دیتے رہیں گے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو یہ بات بتلائی گئی کہ پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے یہودیوں کو اس حقیقت سے آگاہ کردیا تھا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے شخص کو مسلط کر رکھے گا جو ان کو بری بری تکلیف دیتا رہے گا۔ گزرے ہوئے یہودیوں کو ان کے زمانے کے نبیوں کے ذریعہ اس حقیقت سے باخبر کردیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا ہے کہ ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو ان یہودیوں کو سخت تکلیفیں پہنچاتے رہیں گے اور ان کی ذلت ورسوائی ہوتی رہے گی اور ان پر ایسے لوگ مسلط ہوں گے جو ان پر جزیہ دینا لازم کریں گے یہاں تک کہ وہ ذلیل ہوجائیں گے اس آیت کی تصدیق یہودیوں کے وہ حالات کرتے ہیں جو ان یہودیوں پر پیش آتے رہے۔ سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان یہودیوں پر ٹیکس کو لازم کیا، پھر ان پر یونانیوں اور کلدانیوں نے قہر برسایا، پھر رومیوں نے ان پر قہر برسایا اور ان پر ٹیکس کو لازم کردیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے اس کے بعد بخت نصر کے ذریعہ بھی ان یہودیوں کی ذلت ورسوائی ہوئی۔ دورِ رسالت میں یہودیوں سے مسلمانوں نے جزیہ اور ٹیکس لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بھی ان یہودیوں کی ذلت ہوئی۔ نازیوں نے ان یہودیوں کا قتل عام کیا۔ ہٹلر کے زمانے میں ہزاروں یہودی قتل کیے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بھی یہ یہودی قرب قیامت میں مارے جائیں گے۔ دجال کے ظاہری اقتدار کو دیکھ کر دنیا کی قومیں دجال کے ساتھ ہوجائیں گی جن میں یہ یہودی بھی ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے ساتھ ان کے ان ساتھیوں کا بھی قتل کریں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی دجال کی اتباع کریں گے جو چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ (مسلم: ۲۹۴۴)

حضرت عیسٰی علیہ السلام سرزمین شام میں دجال کو قتل کریں گے اوراس کے ساتھیوں سے وہیں جنگ ہوگی اسی لیے دنیا بھر سے اپنے رہنے کے علاقے چھوڑ کر یہودی شام کے علاقے میں جمع ہورہے ہیں اوراپنی تباہی کا سامان تیار کررہے ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے قتال نہ کریں گے۔مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کہ کوئی یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائے گا تو وہ درخت یا پتھر کہے گا کہ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کردے البتہ غرقد کا درخت ایسا نہ کرے گا کیونکہ یہ ان یہودیوں کے درخت میں سے ہے۔(۲۹۲۲)

درس نمبر (۳۳۷) **ہم نے یہودیوں کومختلف جماعتوں میں بانٹ دیا** الاعراف:۱۶۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۱۶۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَطَّعْنَاهُمْ اورہم نے انہیں جداجدا کردیا فِي الْاَرْضِ زمین میں اُمَمًا کئی گروہ بنا کر مِّنْهُمُ کچھ ان میں سے الصّٰلِحُوْنَ صالح تھے وَمِنْهُمْ اور کچھ ان میں سے دُوْنَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ تھے وَبَلَوْنَاهُمْ اورہم نے انہیں آزمایا بِالْحَسَنَاتِ نعمتوں کے ساتھ وَالسَّيِّئَاتِ اور تکلیفوں کے (ساتھ) لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں

ترجمہ: اورہم نے ان کو جماعت جماعت کرکے ملک میں منتشر کردیا،بعض ان میں سے نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے (یعنی بدکار) اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔

تشریح:اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ہم نے دنیامیں ان کومختلف جماعتوں میں بانٹ دیا

۲۔چنانچہ ان میں نیک لوگ بھی تھے

۳۔اور کچھ دوسری طرح کے لوگ بھی تھے

۴۔ہم نے انہیں اچھے اور برے حالات سے آزمایا

۵۔تاکہ وہ راہ راست کی طرف لوٹ آئیں

یہودیوں کے سلسلے میں ایک بات یہاں یہ بتائی گئی کہ ان یہودیوں کو اللہ تعالی نے زمین میں منتشر کردیا یعنی دنیا کے مختلف علاقوں میں تھوڑے تھوڑے کچھ یہاں اور کچھ وہاں آباد ہوتے چلے گئے یہ بھی ایک اللہ تعالی کا منصوبہ تھا اس لئے کہ منتشر رہ کر بھی یہ اس قدر بگاڑ پیدا کرتے ہیں اگر یہ یکجا ہوجائیں تو تباہی،فسادات اور دنیا میں انتشار مزید پیدا کردیں گے۔اللہ تعالی نے ان کی اجتماعیت کو منتشر کردیا۔کسی بھی جماعت اور قوم کے لئے اجتماعیت بہت بڑی نعمت ہوتی ہے اللہ تعالی نے

یہودیوں سے اس نعمت کو چھین لیا۔ اس آیت میں یہودیوں کے سلسلے میں ایک بات یہ کہی گئی کہ ان پر کوئی نہ کوئی ہمیشہ مسلط رہے گا جو انہیں تکلیف دیتا رہے گا۔ اس آیت میں ان یہودیوں کے سلسلے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ ان یہودیوں کو کئی جماعتوں، گروہوں اور فرقوں میں دنیا کے مختلف علاقوں میں بکھیر دیا گیا سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴ سے ۸ تک اس سلسلے میں مزید وضاحت کی گئی ہے۔ ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ان کی کتاب میں صاف فیصلہ کردیا تھا کہ تم زمین میں دو بار فساد برپا کرو گے، تم بڑی زبردست زیادتیاں کرو گے ان دونوں باتوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے بندے بھیج دیئے جو بڑے ہلاکو تھے۔ جب وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل گئے اور اللہ کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا پھر بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کی بات کہی جارہی ہے کہ ان بنی اسرائیل میں کچھ نیک لوگ تھے اور کچھ لوگ کچھ دوسری طرح کے یعنی برے لوگ تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ اچھے اور برے لوگ کون تھے؟ بنی اسرائیل کے اچھے لوگ وہ نیک لوگ اور مومن لوگ تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لے آئے اور پھر جب رسول رحمت ﷺ تشریف لائے تو ان پر بھی ایمان لے آئے اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے وہ ساتھی جو مسلمان ہوئے اور جو برے لوگ تھے یہ وہ لوگ تھے جو فاسق، فاجر اور کافر تھے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کیا اور وہ لوگ جھوٹی باتیں زیادہ سنتے تھے اور سود رشوت جیسے حرام مال کھاتے تھے اس کے بعد یہ بات بتائی گئی کہ ہم نے بنی اسرائیل کی آزمائش دونوں صورتوں میں کی ان کی آزمائش اس طرح کی کہ ان کو خوشحالی دی گئی اور ان کو بدحالی بھی دی گئی۔ یہ خوشحالی اور بدحالی دونوں صورتوں کی آزمائش کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی ان حرکتوں سے باز آجائیں جن حرکتوں میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش صرف غربت اور فقر و فاقہ کی حالت میں ہی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش دونوں صورتوں میں ہوتی ہے عقلمند ہیں وہ جو ان دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں اور اس کے فیصلے پر راضی رہیں اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کریں اور اس کی دی ہوئی مصیبتوں پر صبر سے کام لیں۔

درس نمبر (۴۳۷) **آخرت کا گھر متقیوں کے لیے** الاعراف:۱۶۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۶۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَخَلَفَ پھر جانشین بنے مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد خَلْفٌ ناخلف وَّرِثُوا جو وارث ہوئے الْكِتَابَ کتاب (تورات) کے يَأْخُذُوْنَ وہ لے لیتے عَرَضَ سامان هٰذَا الْاَدْنٰى اس ادنیٰ (دنیا) کا وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے سَيُغْفَرُ لَنَا عنقریب ہمیں بخش دیا جائے گا وَإِنْ اور اگر يَّاْتِهِمْ آئے ان کے پاس (پھر) عَرَضٌ سامان مِّثْلُهٗ اس جیسا ہی يَأْخُذُوْهُ تو وہ اسے بھی لے لیں أَلَمْ يُؤْخَذْ کیا نہیں لیا گیا عَلَيْهِمْ ان سے مِّيْثَاقُ پختہ

وعدہ الْكِتَابِ کتاب میں اَنْ لَّا يَقُولُوا کہ وہ نہ کہیں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر اِلَّا مگر الْحَقَّ حق؟ وَدَرَسُوا حالانکہ انہوں نے پڑھ لیا ہے مَا جو کچھ فِيهِ اس میں ہے وَالدَّارُ الْآخِرَةُ اور آخرت کا گھر خَيْرٌ بہت بہتر ہے لِّلَّذِينَ ان لوگوں کے لیے جو يَتَّقُونَ تقویٰ اختیار کرتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُونَ کیا پھر بھی تم عقل نہیں رکھتے؟

ترجمہ: پھر ان کے بعد ناخلف ان کے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے یہ (بے تامل) اس دنیائے ادنیٰ کا مال ومتاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بخش دیئے جائیں گے اور (لوگ ایسوں پر طعن کرتے ہیں) اگر ان کے سامنے بھی ویسا ہی مال آجاتا ہے تو وہ بھی اُسے لے لیتے ہیں، کیا ان سے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے؟ اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اُس کو انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے اور آخرت کا گھر پرہیز گاروں کیلئے بہتر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں؟

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے جانشین آئے جو کتاب یعنی تورات کے وارث بنے

۲۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ اس ذلیل دنیا کا ساز وسامان یعنی رشوت لیتے ہیں

۳۔ یہ کہتے ہیں کہ ہماری بخشش ہو جائے گی

۴۔ حالانکہ اگر اسی جیسا ساز وسامان دوبارہ ان کے پاس آتا ہے تو وہ اسے بھی رشوت میں لے لیتے

۵۔ کیا ان سے کتاب میں مذکورہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کریں؟

۶۔ اس کتاب میں جو کچھ لکھا تھا وہ انہوں نے باقاعدہ پڑھا بھی تھا

۷۔ آخرت والا گھر ان لوگوں کیلئے کہیں بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں

اس آیت میں بنی اسرائیل کے ان ناخلف فاسق وفاجر لوگوں کا تذکرہ ہے کہ یہ ناخلف لوگ اللہ کی اس کتاب تورات کے وارث تو بن گئے یعنی ان لوگوں نے اپنے سے بڑوں سے جو اس کتاب کو جانتے تھے تورات پڑھ تو لی چاہیے تو یہ تھا کہ اس کتاب کو پڑھ کر اس پر عمل کرتے مگر ان ناخلف فاسقوں نے اس کتاب کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا یہ لوگ ان سے سوالات کرنے والوں کی مرضی کے مطابق مسائل بتلاتے تھے اور اس کے عوض لوگوں سے حقیر معاوضہ لے لیتے تھے۔ اس طرح اللہ تعالی کی طرف سے اتری ہوئی مقدس کتاب تورات میں ادل بدل کر ڈالتے تھے اور جب کبھی ان کے دل میں یہ احساس جاگ جاتا کہ ہم نے حرام طریقے سے دنیا حاصل کی ہے تو اپنے آپ سے یوں کہتے تھے کہ اللہ ہم کو معاف کر دے گا۔ ان کے ان الفاظ میں توبہ سے متعلق کوئی جان نہیں تھی ان الفاظ میں ندامت، شرمندگی اور آئندہ اس قسم کے گناہ سے باز آنے کا کوئی ارادہ وغیرہ بھی نہیں تھا اور وہ اس جرم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ پھر دوبارہ اس جیسا حرام مال مل گیا تو وہ بھی لے لیتے تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کی فطرت میں نافرمانی رچ بس جاتی ہے۔ وہ سچے دل سے توبہ نہیں کرتے بلکہ گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ حرام کمانے

اور حرام کھانے کی جب عادت پڑ جاتی ہے تو ایسا شخص گناہ کا خیال آنے پر مغفرت اور بخشش کا سہارا لے کر برابر اس گناہ میں پڑا رہتا ہے بلکہ اس کا یہ گناہ بتدریج ترقی کرتا چلا جاتا ہے پہلے وہ چھوٹے پیمانے پر یہ جرم کرتا تھا اب وہ بڑے پیمانے پر جرم کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف حق بات ہی منسوب کریں گے اور وہ تورات کی اس تعلیم سے باخبر بھی تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف حق بات ہی کو منسوب کرنا چاہیے، مگر ان فاسقوں نے اپنا یہ برا رویہ تبدیل نہیں کیا۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لئے ہے جو دنیاوی زندگی میں تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ناخلف طبقہ کی روش ایسی نہیں ہے کہ آخرت کا وہ بہترین گھر پا سکیں ان ناخلف فاسقوں کو اس بات کا بھی زعم تھا کہ نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ اسی خوش فہمی نے ان کو حوصلہ بخشا تھا کہ وہ جرم پر جرم کرتے چلے جا رہے تھے، یہ ناخلف ایسے تھے کہ گناہوں پر مصر رہے، جرائم پر قائم رہے، اپنے حلال مال میں حرام مال ملا دینے سے گریز نہ کیا، حلال اور حرام کی تمیز ہی ان کے اندر سے ختم ہوگئی۔ انہیں معلوم تھا کہ مغفرت کے سلسلے میں اللہ کا وعدہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایسی توبہ کرتے ہیں کہ گناہوں کو یکسر چھوڑ دیتے ہیں۔

درس نمبر (۷۳۵) اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے الاعراف:۱۷۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ ۝۱۷۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيۡنَ وہ لوگ جو يُمَسِّكُوۡنَ مضبوطی سے پکڑتے ہیں بِالۡكِتٰبِ کتاب کو وَاَقَامُوۡا اور انہوں نے قائم کیا الصَّلٰوةَ نماز کو اِنَّا (تو) یقیناً ہم لَا نُضِيۡعُ ضائع نہیں کرتے اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ اصلاح کرنے والوں کا اجر

ترجمہ: اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کا التزام رکھتے ہیں (ان کو ہم اجر دیں گے کہ) ہم نیکوکاروں کا اُجر ضائع نہیں کرتے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑتے ہیں

۲۔ نماز کو قائم کرتے ہیں

۳۔ ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے

اس آیت میں دو اہم کام انجام دینے والوں کے بارے میں تذکرہ کیا گیا ہے ایک کام ہے۔ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا اور دوسرا کام ہے نماز کو قائم کرنا۔ جو شخص بھی ان دو اہم ترین کاموں کو انجام دیگا قادرِ مطلق کا ان کے بارے میں یہ قطعی فیصلہ ہے کہ ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا جائے گا۔ انسانی زندگی کی اصلاح کا تعلق ان دو اہم کاموں سے ہے۔ جب انسان ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آفاقی کتاب میں جن کاموں کے کرنے کا حکم

دیا ہے جو کوئی ان کاموں کو انجام دیتا ہے اور اس کتاب میں جن کاموں سے روکا گیا ہے پورے اہتمام کے ساتھ ان کاموں سے رک جاتا ہے اور یہ کتاب جس راستے کی رہنمائی کرتی ہے اس راستے کو اختیار کر لیتا ہے اور یہ کتاب جس ٹیڑھے راستے پر چلنے سے روکتی ہے اس راستے سے رک جاتا ہے اور وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (آل عمران:۱۰۳) کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو کا جو کوئی مصداق بن جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ نماز پوری پابندی سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسا شخص مصلح ہے۔ یہ وہ سعادت مند شخص ہے جس نے اپنی اصلاح کر لی اور جو مصلح بن جاتا ہے قادر مطلق کا یہ قانون ہے کہ اس کے اجر کو وہ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ یہی بات اس آیت میں بتلائی گئی ہے ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے جو کتابِ الٰہی کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کی زندگی قرآن مجید سے منسوب ہو جاتی ہے، جس شخص کی زندگی کا ہر عمل اور ہر قول قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق ہو جاتا ہے اس کی زندگی میں سدھار آ جاتا ہے اور اس شخص کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جس کی زندگی تعلیمات قرآنی کے مطابق ہو جائے وہ واقعی ایسا شخص ہے کہ اس کی اصلاح ہوگئی اور جہاں تک نماز کو قائم رکھنے کی بات ہے اس کی تائید تو سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۵ کرتی ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ آسمانی ہدایات اور نماز یہ دو چیزیں وہ سپر پاور چیزیں ہیں جن میں انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کی قوت و طاقت ہے۔ آدمی کا اپنے آپ کو قرآن مجید کی تعلیمات سے جوڑ لینا ہر کام اور ہر بات کو اس کی تعلیمات کے مطابق بنا دینا اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا یہ وہ طاقتور اور پر تاثیر کام ہیں کہ جن سے انسان کی زندگی کی اصلاح ہو ہی جاتی ہے سورۂ کہف کی آیت نمبر ۳۰ میں کہا گیا کہ بے شک جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں ہم اس شخص کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو اچھا عمل کرتا ہے۔ ایک منصف مزاج مالک اپنے غلام کی کسی محنت کو ضائع نہیں کرتا، ایک مخلص باپ اپنے فرمانبردار بیٹے کی محنت کو ضائع کرنا پسند نہیں کرتا اور ایک سنجیدہ استاد اپنے شاگرد کی محنت کو ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جو کہ رحمان اور رحیم ہیں وہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والے اور ان پر احسان کرنے والے ہیں وہ کیسے اپنے مخلص بندوں کی محنت کو ضائع کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۱ میں کہا گیا: وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى تم میں سے کام کرنے والے کے کام کو ہم ضائع نہیں کرتے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۰ میں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

درس نمبر (۷۳۶) جو ہم نے تم کو دیا اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو الاعراف:۱۷۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۷۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ اور جب نَتَقْنَا ہم نے اُٹھایا الْجَبَلَ پہاڑ کو فَوْقَهُمْ ان کے اوپر كَاَنَّهٗ گویا کہ وہ ظُلَّةٌ ایک سائبان ہے وَّظَنُّوْٓا اور انہوں نے یقین کر لیا تھا اَنَّهٗ کہ یقیناً وہ (پہاڑ) وَاقِعٌ گرنے ہی والا ہے بِهِمْ ان پر خُذُوْا (کہا ہم نے) پکڑو! مَآ اس (تورات) کو جو اٰتَيْنٰكُمْ ہم نے تمہیں دی بِقُوَّةٍ قوت کے ساتھ وَّاذْكُرُوْا اور یاد کرو مَا جو کچھ فِيْهِ اس میں ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بچ جاؤ

ترجمہ: اور جب ہم نے اُن (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ اُن پر گرتا ہے تو (ہم نے کہا کہ) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں لکھا ہے اُس پر عمل کرو تا کہ تم بچ جاؤ۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ ہم نے بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ اٹھا کر کھڑا کیا

۲۔ گویا وہ سائبان تھا

۳۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ ان پر گرتا ہے

۴۔ ہم نے کہا جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے زور سے پکڑے رہو

۵۔ اس میں جو لکھا اس پر عمل کرو تا کہ تم بچ جاؤ

اس آیت میں بنی اسرائیل پر گزرے ہوئے ایک حیرت ناک واقعہ کا ذکر ہے۔ اگر آدمی سنجیدگی سے اس بات پر غور کرے تو رونگھٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ کس قدر ہیبت ناک منظر تھا جب بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو کھڑا کر دیا گیا تھا؟ اور وہ پہاڑ فضاؤں میں لٹکے ہوئے تھا ایک حساس انسان اس منظر کے تصور سے ہی کانپ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یاد کرو اس وقت کو جب کہ ہم نے بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو اٹھا کر کھڑا کر دیا تھا اس طرح کہ وہ سائبان کی طرح معلّق تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر وہ پہاڑ کونسا تھا؟ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۳ میں اس کی وضاحت ہے: وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ہم نے تمہارے اوپر کوہ طور اٹھا کر کھڑا کیا تھا۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۹۳ میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۴ میں بھی ہے: وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ ہم نے کوہِ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے عہد لیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور کو اٹھا کر کیوں کھڑا کیا گیا؟ یہ اس لیے کیا گیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر بنی اسرائیل کے پاس آئے تو بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اس کتاب کو قبول کرو اور اس پر عمل کرو تو بنی اسرائیل کہنے لگی کہ یہ تو بھاری احکام ہیں ان احکامات پر عمل کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے چنانچہ ان کی اس گستاخی کی وجہ سے ان کے سروں پر کوہ طور کو اٹھا کھڑا کر دیا گیا۔ بنی اسرائیل نے دیکھا کہ کوہِ طور ان کے سروں پر لٹکا ہوا ہے تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ پہاڑ ان پر گر جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اگر ان پر اس قدر وزنی پہاڑ گر جائے گا تو وہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔

اس حال میں کہ کوہ طور بنی اسرائیل کے سروں پر لٹکا ہوا ہے ان سے دو باتیں کہی گئیں۔ جو کچھ تم کو دیا گیا تم اس کو

مضبوطی سے پکڑو یعنی جو آسمانی کتاب تورات تمہیں دی گئی ہے تم اس پر عمل کرو۔ شریعت کے جو احکام دیئے گئے ہیں پوری کوشش اور محنت سے ان پر عمل کرو اور احکام پر مشقت اور تکلیف ہونے کے باوجود پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ عمل پیرا ہو جاؤ اور دوسری بات یہ کہی گئی کہ اس کتاب میں جن جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے اور جن جن کاموں سے روکا گیا ہے ان کو یاد رکھو اور ان احکامات کو مت بھولو یا یہ معنی ہیں کہ اس میں ثواب اور عذاب کے سلسلے میں جو باتیں کہی گئی ہیں یعنی وعدے اور وعیدیں بیان کی گئی ہیں ان کو یاد کرو بس اب تم اس عظیم ثواب کی رغبت اپنے دل میں پیدا کرو اور اس کے عذاب شدید کا ڈر اپنے دل میں پیدا کرو آیت کے آخر میں کہا گیا: **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** یہ سب کچھ اس امید کے ساتھ کرو کہ تمہارے دلوں میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ تمہارے اعمال دین کے موافق ہو جائیں اسی میں تمہاری بھلائی ہے یا یہ کہ جس بری حالت میں تم ہو یعنی احکامات کی خلاف ورزی کے جس دلدل میں تم پھنسے ہوئے ہو اس سے بچو اور بری حالت کے انجام سے ڈرو۔ جب کوہ طوران کے سروں پر اٹھا کھڑا کیا گیا تو انہیں یہ کہا گیا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے تھامو۔ اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کو یاد کرو تاکہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو۔

درس نمبر (۴۳۷) اللہ کا اولادِ آدم سے عہد الاعراف: ۱۷۲۔۱۷۳۔۱۷۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝۱۷۲ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۱۷۳ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۱۷۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب أَخَذَ پکڑا (نکالا) رَبُّكَ آپ کے رب نے مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ بنی آدم کی پیٹھوں سے ذُرِّيَّتَهُمْ ان کی اولاد کو وَأَشْهَدَهُمْ اور انہیں گواہ بنایا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ان کی جانوں پر اَلَسْتُ کیا نہیں ہوں میں بِرَبِّكُمْ تمہارا رب؟ قَالُوْا انہوں نے کہا بَلٰى کیوں نہیں شَهِدْنَا ہم گواہی دیتے ہیں اَنْ تَقُوْلُوْا تاکہ نہ کہو تم يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن إِنَّا بیشک كُنَّا ہم تو تھے عَنْ هٰذَا اس (بات) سے غٰفِلِيْنَ غافل ○ اَوْ تَقُوْلُوْٓا یا تم کہو اِنَّمَآ بے شک أَشْرَكَ شرک کیا تھا اٰبَاۗؤُنَا ہمارے باپ دادا نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَكُنَّا اور تھے ہم ذُرِّيَّةً (ان کی) اولاد مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد أَ فَتُهْلِكُنَا کیا پھر تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بِمَا بوجہ اس (فعل) کے فَعَلَ جو کیا تھا الْمُبْطِلُوْنَ گمراہ لوگوں نے؟ ○ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ہم مفصّل بیان کرتے ہیں آیتیں وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور تاکہ وہ رجوع کریں

ترجمہ: اور جب تمہارے رب نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد نکالی تو اُن سے خود اُن کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی اُن سے پوچھ لیا کہ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے یہ اقرار اس لئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر ہی نہ تھی ○ یا یہ (نہ)

کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو اُن کی اولاد تھے (جو) اُن کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہلِ باطل کرتے رہے اُس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے O اور اسی طرح ہم (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ یہ رجوع کریں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب تمہارے رب نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی

۲۔ ان سے خود ان کے مقابلہ میں اقرار کرالیا

۳۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

۴۔ وہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں؟

۵۔ ہم گواہ ہیں کہ قیامت کے دن کہیں یوں نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر ہی نہ تھی

۶۔ یا یہ نہ کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا

۷۔ ہم تو ان کی اولاد تھے جو ان کے بعد پیدا ہوئے

۸۔ تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے؟

۹۔ اسی طرح ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ یہ رجوع ہوں

اس آیت میں جس عہد کا تذکرہ کیا جارہا ہے اس کو عہدِ اَلَسۡتُ کہا جاتا ہے۔ یہاں اس عہد کا ذکر ہے جو عہد کہ اولادِ آدم سے لیا گیا جس کی تفصیل احادیث شریفہ میں یوں ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وادی نعمان میں جو عرفات کے میدان کے قریب ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا جو چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی صورتوں میں تھے اور قیامت تک یکے بعد دیگرے پیدا ہونے والے جتنے انسان تھے سب کو پیدا کیا اور ان سب کی وہی صورتیں بنادیں جو بعد میں اپنے ماں باپ کے پیٹ سے پیدا ہونے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ اس کے بعد ساری اولادِ آدم سے عہد لیا گیا اور خود ان کو ان کے نفسوں پر گواہ بنایا گیا۔ یہ عہد کیا تھا؟ وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام انسانوں سے فرمایا کہ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سارے ہی انسانوں نے کہا کہ بلیٰ جی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں کہ واقعی آپ ہمارے رب ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سارے ہی انسانوں سے اس انداز میں عہد کیوں لیا گیا؟ اس کا جواب اسکے فوری بعد اسی آیت میں دیا گیا کہ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ یہ عہد ہم نے اس لئے لیا کہ اے انسانو! تم یہ نہ کہنے لگو کہ بیشک ہم تو اس سے غافل تھے۔ یعنی ہم اس بات سے غافل تھے کہ ہمارا رب کون ہے؟ یا تم یہ نہ کہنے لگو کہ پہلے سے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا اور ہم تو ان کے بعد میں آنے والی اولاد تھے۔ کیا آپ ہم کو باطل عمل کرنے والوں کے اس عمل کی وجہ سے ہم کو ہلاک کردیں گے؟ یہ عہد گویا اتمامِ حجت کیلئے تھا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں پیدا ہونے والی تمام روحوں سے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر کہ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ دنیا جہاں کے سارے ہی انسانوں نے جواب میں بلیٰ کہا کہ جی ہاں! آپ ہمارے رب ہیں۔ اس قسم کا جواب عالمِ ارواح میں دینے والے کافر ومشرک بھی ہیں، سب نے ہی

بــلـــیٰ کہا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ دنیا کی اس زندگی میں آ کر اس جواب کو بھول گئے۔ قیامت کے دن کسی کا یہ عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا کہ ہم نے ہمارے باپ دادا کو کفر وشرک میں مبتلا پایا اس لئے ہم بھی کافر ومشرک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح گرمی اور سردی کو سمجھنے کی سمجھ اور صلاحیت انسان کو دی ہے، نفع اور نقصان کو سمجھنے کی صلاحیت انسان کو دی ہے اسی صلاحیت سے یہ انسان حق اور باطل کو سمجھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم وفراست سے توحید کی حقانیت اور شرک کے باطل ہونے کو انسان سمجھ سکتا ہے۔

درس نمبر (۲۳۸) اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کی مثال الاعراف: ۱۷۵۔۱۷۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتْلُ اور پڑھیئے عَلَيْهِمْ ان پر نَبَأَ خبر الَّذِي اس شخص کی کہ آتَيْنَاهُ ہم نے اُسے دی تھیں آيَاتِنَا اپنی آیتیں فَانْسَلَخَ پھر وہ نکل گیا مِنْهَا ان سے فَأَتْبَعَهُ تو پیچھے لگا لیا اس کو الشَّيْطَانُ شیطان نے فَكَانَ تو وہ ہو گیا مِنَ الْغَاوِيْنَ گمراہوں میں سے ○ وَلَوْ اور اگر شِئْنَا ہم چاہتے لَرَفَعْنَاهُ تو البتہ بلند کرتے اس کو بِهَا بسبب ان (آیات) کے وَلٰكِنَّهٗٓ لیکن وہ أَخْلَدَ جھک پڑا إِلَى الْأَرْضِ زمین کی طرف وَاتَّبَعَ اور وہ پیچھے لگ گیا هَوَاهُ اپنی خواہش کے فَمَثَلُهٗ چنانچہ اس کی مثال كَمَثَلِ الْكَلْبِ اس کتے کی مثال کے مانند ہے إِنْ (کہ) اگر تَحْمِلْ تو بوجھ لادے عَلَيْهِ اس پر يَلْهَثْ (تو بھی) ہانپتا ہے أَوْ یا تَتْرُكْهُ تو چھوڑ دے اس کو يَلْهَثْ (تو بھی) وہ ہانپتا ہے ذٰلِكَ یہی مَثَلُ مثال ہے الْقَوْمِ ان لوگوں کی الَّذِيْنَ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو فَاقْصُصِ لہٰذا آپ بیان کریں الْقَصَصَ یہی واقعات لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تا کہ وہ غور وفکر کریں

ترجمہ: اور ان کو اُس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں تو اُس نے اُن کو اتار دیا پھر شیطان اُس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا○ اور اگر ہم چاہتے تو اُن آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا تو اُس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یونہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو (ان سے) یہ قصہ بیان کر دو تا کہ وہ فکر کریں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ اے رسول! ان کو اس شخص کا واقعہ پڑھ کر سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں

۲۔ مگر وہ ان کو بالکل ہی چھوڑ نکلا

۳۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگا
۴۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا
۵۔ اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اسے سربلند کرتے
۶۔ مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا
۷۔ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا رہا
۸۔ اس لیے اس کی مثال اس کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تم اس پر زیادتی کرو تب بھی زبان لٹکا کر ہانپنے لگے گا
۹۔ اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکا کر ہانپنے لگے گا
۱۰۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا
۱۱۔ لہٰذا تم یہ واقعات ان کو سناتے رہو تا کہ یہ کچھ سوچیں

اس آیت میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ ہے جس نے اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے اللہ تعالی کی آیتوں کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ رسول رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان یہودیوں کو اس شخص کی خبر دیں جس کو ہم نے ہماری آیتوں کی تعلیم دی تھی لیکن اس نے ان پر عمل نہیں کیا۔ اس نے ان آیتوں کو پس پشت ڈال دیا اور ہمیشہ کے لئے ان آیتوں سے محروم ہو گیا شیطان نے اس کو وسوسہ میں مبتلا کیا اور اس کو پٹی پڑھائی اور وہ شیطان کا دوست بن گیا اور گمراہوں اور کافروں میں ہو گیا اس لیے کہ اس کا میلان اور رجحان دنیا کی طرف ہو گیا اور اس کی توجہ نفسانی خواہشات کی طرف ہو گئی۔ یہ شخص کون تھا جس کے بارے میں اس آیت میں بتلایا گیا؟ وہ بنی اسرائیل کے علماء میں سے ایک عالم تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ وہ یمن کا ایک آدمی تھا جس کا نام بلعم بن باعوراء تھا۔ (تفسیر الرازی) اللہ تعالیٰ کی کتاب کے علوم کا ایک حصہ اس کو دیا گیا تھا مگر اس نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور ان آیتوں کو اپنے پیٹھ پیچھے ڈال دیا بلعم بن باعوراء ایسا شخص تھا جو مستجاب الدعوات تھا یعنی اس کی دعا قبول کی جاتی تھی اس کے پاس اسم اعظم کا علم تھا وہ جس شہر میں رہتا تھا وہاں کے لوگ کافر تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کافروں سے جنگ کا ارادہ کیا اس شہر کے لوگ بلعم بن باعورہ سے رجوع ہوئے اور اس سے درخواست کرنے لگے کہ تم موسیٰ اور ان کی قوم کے خلاف بد دعا کرو وہ لوگ بلعم بن باعورہ سے درخواست میں اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ بلعم بن باعوراء نے دعا کی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بلعم بن باعوراء بنی اسرائیل کے علماء میں سے تھا وہ اس سے رجوع ہوتے تھے اور دعا کی درخواست کرتے تھے اور اس کی دعا قبول بھی کی جاتی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلعم بن باعوراء کو مدین بادشاہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس بادشاہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے وہاں اس کا معاملہ بگڑ گیا اور بلعم بن باعوراء کو اس بادشاہ نے خوب داد و دہش کی تو اس نے اس بادشاہ کا دین قبول کر لیا اور موسیٰ علیہ السلام کے دین کو چھوڑ دیا (ابن کثیر) اگر بلعم بن باعورا آسمانی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرتا اور دنیا کی دولت کو آخرت کے مقابلے میں ترجیح نہ دیتا تو اس کا مقام نیک لوگوں میں اور بڑے علماء میں شمار ہوتا۔ مگر اس نے دنیا کی طرف رغبت کی اور اسی کی طرف مائل ہو گیا اور دنیا کی لذتوں کا شکار ہو گیا۔ اس کی مثال ذلت اور حقارت میں اس کتے کی سی ہو گئی کہ وہ ہر حالت میں زبان لٹکائے ہانپتا

رہتا ہے۔ صاحبِ جلالین لکھتے ہیں کہ جب بلعم بن باعوراء نے رشوت لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے بددعا کر دی تو اس کی زبان باہر نکل کر سینے پر آ گئی اور اس کا حال ایسا ہو گیا جیسے کتے کا ہوتا ہے اور کتے کی حالت سب سے بدترین حالت ہوتی ہے جب وہ زبان لٹکائے ہانپتے رہتا ہے یہ مثال صرف ایک بلعم بن باعوراء کی نہیں بلکہ اس قوم کی بھی ہے جس قوم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا جس کے نتیجے میں آسمانی نصیحت نے انہیں کچھ بھی نفع نہیں پہنچایا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص کا اس آیت کریمہ میں واقعہ بیان فرمایا گیا ہے یہ شخص جبارین یعنی عمالقہ میں سے تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تو بلعم کے چچا کے بیٹے اور قوم کے دوسرے افراد اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ موسیٰ قوت وشوکت والے آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں وہ ان لشکروں کے ذریعے ہم پر غلبہ پانے کا ارادہ رکھتے ہیں لہذا تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ کو اور اس کے ساتھیوں کو ہم سے دفع کر دے بلعم نے کہا کہ میں تو ایسا نہیں کروں گا۔ (تفسیر الرازی)

درس نمبر (۷۳۹) **ہدایت وضلالت اللہ کے ارادے پر موقوف ہے** الاعراف: ۱۷۷۔۱۷۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَآءَ مَثَلًا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَآءَ بُری ہے مَثَلًا ۨ الْقَوْمُ مثال ان لوگوں کی الَّذِيْنَ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو وَأَنفُسَهُمْ اور اپنی جانوں پر كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ وہ ظلم کرتے تھے O مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جسے ہدایت دے اللہ فَهُوَ تو وہی ہے الْمُهْتَدِيْ ہدایت یافتہ وَمَنْ يُّضْلِلْ اور جسے گمراہ کر دے (اللہ) فَاُولٰٓئِكَ هُمْ تو وہی لوگ ہیں الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانے والے

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُن کی مثال بُری ہے اور انہوں نے نقصان (کیا تو) اپنا ہی کیا O جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے؟

۲۔ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں

۳۔ جسے اللہ ہدایت دے بس وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے

۴۔ جسے وہ گمراہ کر دے تو ایسے ہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھاتے ہیں

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اس آیت میں ان کی بدترین مثال دی گئی ہے۔ ان لوگوں کو جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اس کتے کے مانند قرار دیا گیا جو زبان لٹکائے ہانپتے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔

خالق کائنات کی نگاہ میں یہ بہت بڑا جرم ہے اسی لئے تو یہ بدترین مثال دی گئی اور پھر اس آیت میں اس کا اظہار بھی کیا گیا کہ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اللہ تعالی کی آیتوں سے منہ موڑنے والوں کو کتوں کے مشابہ قرار دے کر آگاہ کیا گیا کہ جس طرح کتے کی زندگی کا مقصد صرف کھانا اور خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے ان لوگوں کی زندگی کا مقصد بھی اسی کتے کی طرح ہے کہ اللہ کی آیتوں کو چھوڑ کر دنیا کی دولت کو جو لوگ ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کمانے اور کھانے ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں ان میں اور کتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جنہوں نے کسی اور پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ رب ذوالجلال کی اطاعت سے منہ موڑ کر اور ہدایت کی اتباع سے پیٹھ پھیر کر انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اس لیے کہ ان کا انجام سوائے آخرت میں رسوائی کے اور کچھ نہیں ہے۔ قرآنِ مجید میں جہاں کتے کی مثال دی گئی ہے حدیث میں بھی کتے کی مثال ہمیں ملتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے لئے اس سے بدتر کوئی مثال نہیں ہے کہ وہ شخص جو کسی کو کوئی تحفہ دے کر واپس لے لیتا ہے اس کی مثال کتے کی سی ہے جو قے کر کے پھر اسی کو نگل لیتا ہے۔ (ترمذی: ۱۲۹۸) ہم اس آیت پر غور کریں اور اپنا احتساب کریں کہ ہماری اپنی زندگی میں اس قسم کا جرم تو سرزد نہیں ہو رہا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ایمان سے منہ موڑ رہے ہوں اور حق کو جان لینے کے بعد رسول رحمت صلی اللہ وسلم سے منہ موڑ رہے ہوں اور علم کے مل جانے کے بعد جس علم کا تعلق اللہ اور اس کے رسول سے ہے کہیں ہم اس علم سے منہ تو نہیں موڑ رہے ہیں؟ اگر ہمارا میلان اللہ کے دیئے ہوئے دین سے اکتا رہا ہو اور ہمارا میلان دنیا کی طرف ہو رہا ہو تو ہمیں اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ ہم خسیس اور ناپاک جانوروں کے مطابق تو نہیں ہو رہے ہیں کہیں ہم زبان لٹکائے ہانپنے والے کتے کی طرح تو نہیں؟ اپنی ذاتی زندگی اور ہماری زندگی کے قول و عمل کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ اللہ ہمیں اس دین حق کی قدر کرنے کی اور اس کی آیتوں کی طرف لپکنے کی اور ان کو اپنی عملی زندگی میں لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اس آیت میں ایک اور حقیقت بتلائی گئی کہ جس کو اللہ تعالی ہدایت دے وہی ہدایت پر آئے گا اور جس کو گمراہ کر دے یہ لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں جس بندے کو اللہ تعالی نے ایمان کی توفیق بخشی اور جس کو خیر اور شریعت محمدی کی اتباع کی توفیق عطا کر دی تو ایسا شخص کامیاب ہو گیا اور وہ شخص جو اپنی عقل اور اپنی حواس کو استعمال کرے اس طور پر کہ اس کی عقل اور اس کی آواز ذہن کو معطل کر دے اس کی آیتوں کو سمجھنے سے تو ایسا شخص ہدایت سے دور ہے۔ جس نے اپنی دنیا کا بھی گھاٹا کر لیا اور اپنی آخرت کا بھی خسارہ کر لیا۔

درس نمبر (۴۷۰) **دل، آنکھ اور کان ہیں مگر!** الاعراف: ۱۷۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ ہم نے پیدا کیا جہنم کے لیے كَثِيْرًا بہت سے مِّنَ الْجِنِّ جن وَالْاِنْسِ اور انسان لَهُمْ ان کے قُلُوْبٌ دل ہیں لَّا يَفْقَهُوْنَ وہ سمجھتے نہیں بِهَا ان کے ساتھ (حق کو) وَلَهُمْ اور

ان کی أَعْيُنٌ آنکھیں ہیں لَّا يُبْصِرُونَ وہ دیکھتے نہیں بِهَا ان کے ساتھ وَلَهُمْ اوران کے آذَانٌ کان ہیں لَّا يَسْمَعُونَ وہ سنتے نہیں بِهَا ان کے ساتھ (حق) اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں كَالْاَنْعَامِ چوپایوں کی مانند بَلْ بلکہ هُمْ وہ أَضَلُّ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ یہی لوگ ہیں الْغَافِلُونَ غافل

ترجمہ: اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کئے ہیں، اُن کے دل ہیں لیکن اُن سے سمجھتے نہیں اور اُن کی آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھتے نہیں اور اُن کے کان ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں یہ لوگ (بالکل) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی بھٹکے ہوئے، یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں

۲۔ ان کے پاس دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں

۳۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں

۴۔ ان کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں

۵۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں

۶۔ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں

دنیا میں دو قسم کے لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو کثیر تعداد میں ہیں اور وہ ایسے عمل کر رہے ہیں جس عمل کا انجام دوزخ ہے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو ایسے اعمال میں مگن ہیں جن اعمال کے ذریعے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۷ میں ان دونوں گروہوں کا تذکرہ یوں ہے: فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ایک گروہ تو جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۵ میں کہا گیا: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ ان انسانوں میں بدبخت اور بدنصیب بھی ہیں اور نیک بخت اور خوش نصیب بھی ہیں۔ جو لوگ دوزخ کے مستحق قرار دیئے جائیں گے اس کی کیا وجہ ہوگی؟ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں نے اپنی عقلوں کا صحیح طور پر استعمال نہیں کیا تھا انہوں نے اپنی عقل سے یہ فیصلہ تسلیم ہی نہیں کیا تھا کہ خیر اور بھلائی یہ ہے کہ جس کام کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا اس کو انجام دیا جائے اور شر اور برائی وہ ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔ یہ بدقسمت لوگ وہ تھے جن کی نظر ظاہر تک محدود رہی وہ حقیقت کی گہرائی سے محروم رہے جس کو سورۂ روم کی آیت نمبر ۷ میں یوں بتلایا گیا: يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ یہ لوگ دنیاوی زندگی کے ظاہر کو تو جانتے ہیں مگر آخرت کے امور سے یکدم غافل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عقل رکھنے کے باوجود بے عقل ہیں ان کا دل اس قابل نہیں رہا کہ وہ ان کو یہ فیصلہ لینے پر آمادہ کرے کہ وہ ثواب اور عقاب کو سمجھ سکے۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر یہ اپنی ان آنکھوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے اگر وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کو دیکھتے اور حقیقی معنی میں دیکھتے تو یہ ضرور عبرت حاصل کرتے مگر انہوں نے حقیقی معنی میں اپنی آنکھوں کا

استعمال ہی نہیں کیا۔ ان لوگوں کو اپنے کانوں سے جس پیمانے پر سننا چاہیے تھا جس تدبر اور تفکر سے سننا چاہیے تھا ایسا انہوں نے نہیں سنا۔ یہ لوگ اگر گزری ہوئی قوموں کی تاریخ سنتے تو انہیں حقیقت کا علم ہو جاتا۔ یہ اپنے کانوں سے کتے بلی کی آوازیں تو سنتے ہیں مگر ہدایت کی باتیں نہیں سنتے جن باتوں سے زندگی میں انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۲۶ اور ۲۷ میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے: اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۞ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں اس میں تو بڑی بڑی نشانیاں ہیں کیا پھر بھی یہ نہیں سنتے؟ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر غیر آباد زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر اس سے ہم کھیتیاں نکالتے ہیں جس سے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں کیا پھر بھی یہ نہیں دیکھتے؟

افسوس کہ ان کا دل بھی انہیں کام نہ آیا ان کی آنکھیں بھی ان کے کام نہ آئیں اور ان کے کان بھی ان کے کام نہ آئے۔ ان کے دل ایسے ہیں کہ سمجھتے ہی نہیں، ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے وہ دیکھتے ہی نہیں اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے وہ سنتے ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ انسان ہیں بلکہ یہ چوپائے ہیں، یہ گائے بکری اور اونٹ کی طرح ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور دنیا کی لذت حاصل کرنا ہے۔ جس طرح ایک جانور کی زندگی ہوتی ہے ان کی بھی زندگی بالکل اسی طرح ہے۔ یہ تو جانور سے بھی بدتر ہیں۔ جانور تو اس چیز کی طرف راغب ہوتا ہے جو چیز اسے نفع دیتی ہے اور اس چیز سے بھاگتا ہے جو اس کو نقصان پہنچاتی ہے یہ تو ان جانوروں سے بھی بدتر ہیں یہ لوگ جو جہنم کا ایندھن بننے جا رہے ہیں یہ دوزخ کی طرف اپنے قدم خود ہی بڑھا رہے ہیں یہ دنیا کی لذت میں حد سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ لوگ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے غافل بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی کے ہزاروں صبح و شام گزر گئے، یہ آج تک اس حقیقت کو سمجھ نہ پائے کہ یہ کیوں پیدا کیے گئے ہیں؟ باخبر اور عقلمند انسان وہ ہے جو سنی ہوئی باتوں سے استفادہ کرتا ہے دیکھی ہوئی چیزوں سے نفع حاصل کرتا ہے یہ وہ احمق اور نکمے قسم کے لوگ ہیں کہ اپنا حقیقی مستقبل سمجھنے سے محروم ہیں۔ یہ دن بدن دنیا میں زندگی کی طرف لوٹ کر جا رہے ہیں جبکہ ان کی عمریں موت کی طرف رواں دواں ہیں ان بدنصیبوں نے ان کاموں کو چھوڑ دیا جن کاموں سے وہ آخرت میں ہمیشہ کی پر بہار نعمتوں میں رہ سکیں۔ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور یقیناً غفلت میں ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی نشانیوں پر غور اور تدبر کرنا چھوڑ دیا اور ان کی زندگی کا طریقہ بتلا رہا ہے کہ ان کو جنت اور دوزخ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے بہت سے جنات کو اور بہت سے انسانوں کو، یہ لوگ اپنی زندگی کی ہر گھڑی کو جہنم کی تیاری میں لگا رہے ہیں۔ ہمیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے اور اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ہم ان لوگوں میں سے تو نہیں ہیں جنہیں جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہو؟ یہ فکر مند سوال اپنی ذات سے کر لینا اس کی زندگی کو بدل دے گا اور وہ جنت کے لئے عمل کرنے میں لگ جائے گا۔

درس نمبر (۱۴۷) **اللہ کے بہت اچھے اچھے نام ہیں** الاعراف: ۱۸۰۔۱۸۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۰ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۸۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے ہیں اَلْاَسْمَاءُ سب نام الْحُسْنٰى اچھے اچھے فَادْعُوْهُ سو تم اسے پکارو بِهَا ان (ناموں) کے ساتھ وَذَرُوْا اور چھوڑ دو الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يُلْحِدُوْنَ کجروی اختیار کرتے ہیں فِيْ أَسْمَآئِهٖ اس کے ناموں میں سَيُجْزَوْنَ عنقریب وہ بدلہ دیئے جائیں گے مَا اس کا جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے ○ وَمِمَّنْ اور ان میں سے جنہیں خَلَقْنَا پیدا کیا ہم نے اُمَّةٌ ایک گروہ ہے يَهْدُوْنَ جو رہنمائی کرتے ہیں بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَبِهٖ اور اسی کے ساتھ يَعْدِلُوْنَ وہ عدل کرتے ہیں

ترجمہ: اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اُس کو اُس کے ناموں سے پکارا کرو اور جو لوگ اُس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اُس کی سزا پائیں گے ○ اور ہماری مخلوقات میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا رستہ بتاتے ہیں اور اُسی کیساتھ انصاف کرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ اسمائے حسنٰی اچھے نام اللہ ہی کے ہیں

۲۔ لہٰذا اس رب ذوالجلال کو انہی ناموں سے پکارو

۳۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں

۴۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا بدلہ انہیں دیا جائے گا

۵۔ ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو لوگوں کو حق کا راستہ دکھاتی ہے

۶۔ اسی حق کے مطابق انصاف سے کام لیتی ہے

اس آیت کے نزول کے سلسلے میں مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ دورِ رسالت میں مسلمانوں میں سے ایک شخص نماز میں یا رحمٰن یا رحیم کہہ رہا تھا۔ مکہ کے ایک مشرک نے کہا کہ محمد اور اس کے ساتھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی رب کی عبادت کرتے ہیں پھر انہیں کیا ہوا کہ وہ دو کو پکارتے ہیں یا رحمان بھی پکارتے ہیں اور یا رحیم بھی پکارتے ہیں اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایک ہی ہے یہ الرحمان اور الرحیم تو اس کے صفاتی نام ہیں اور یوں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں تم اسے ان ناموں سے پکارو اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام صرف رحمٰن اور رحیم ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ سارے نام ہیں جو اچھا معنی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ثناء کے لئے پکارو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں ہے: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ اللہ وہ ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندۂ جاوید ہیں۔ اس کو یوں پکارو یَا حَیُّ یَا قَيُّوْمُ۔ سورۂ حشر کی آیت نمبر ۲۲

میں یوں ہے:هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو طلب کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کو اس کے اچھے اچھے نام لے کر پکارو۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے یعنی اچھے اچھے نام۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو، جس کسی نے ننانوے ناموں کو یاد کرلیا جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری:۲۷۳۶۔ مسلم:۲۶۷۷)

اس حدیث میں لفظ اَحْصَاهَا ہے جس کے معنی ہیں ناموں کو شمار کرنا اور یاد کرنا اور اس کے معنی میں غور وفکر کرنا یہاں اللہ تعالیٰ کو پکارو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں سے موسوم کرو یعنی ان ناموں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور ان ہی ناموں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ قرآن مجید کی چار سورتوں میں اسمائے حسنیٰ کا ذکر ہے۔ (۱) سورۂ اعراف کی اسی آیت میں ہے (۲) سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کہہ دو کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو اس کے تو اچھے اچھے نام ہیں (۳) سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۰ میں ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (۴) سورۂ حشر کی آیت نمبر ۲۴ میں ہے هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یاذا الجلال والاکرام کہتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیری دعا قبول ہوگئی تو سوال کرلے۔ (ترمذی:۳۵۲۷) پھر رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص پر گزر ہوا جو یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن پڑھ رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو سوال کرلے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف رحمت کی نظر فرمائی ہے۔ (مستدرک) ایک اور شخص پڑھ رہا تھا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَد آپ نے اس کے یہ الفاظ سن کر فرمایا کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی ہے اس کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول فرمالیتا ہے۔ (ابن ماجہ:۳۸۵۷)

دُرمنثور میں امام بیہقی سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرنے لگیں تو انہوں نے یوں کہا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِجَمِیْعِ اَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی کُلِّهَا مَا عَلِمْنَا مِنْهَا وَمَا لَمْ نَعْلَمْ وَاَسْاَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ الْکَبِیْرِ الْاَکْبَرِ الَّذِیْ مَنْ دَعَاکَ بِهٖ اَجَبْتَهٗ وَمَنْ سَاَلَکَ بِهٖ اَعْطَیْتَهٗ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ٹھیک طریقہ اختیار کیا آپ نے دو بار ایسا ہی فرمایا۔

وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ کے ذریعہ یہ بات کہی جارہی ہے کہ ان لوگوں کو چھوڑو جو اس کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ان کاموں کا بدلہ پالیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے جس کو درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ناموں کو اپنے بتوں کے نام پر رکھ دیا تھا مثلاً لفظ اَللّٰه سے اَللَّات نکالا، اَلْعَزِیْز سے اَلْعُزّٰی اور اَلْمَنَّان سے مَنَات نکالا اور ان ناموں سے اپنے بتوں کو موسوم کردیا۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ کے ذریعہ یہ بات کہی گئی اور جن کو ہم نے پیدا کیا ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں یعنی یہ بات بتائی گئی ہے کہ ہم نے جن لوگوں کو پیدا کیا ہے ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کی ہدایت دینے والی ہے یہ لوگ حق کی راہ بتاتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

درس نمبر (۷۴۲) **میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں** الاعراف:۱۸۲۔۱۸۳۔۱۸۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۱۸۲ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۱۸۳ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا سکتة مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۱۸۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ عنقریب ہم انہیں بتدریج پکڑیں گے مِّنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَعْلَمُوْنَ انہیں علم بھی نہیں ہوگاO وَاُمْلِيْ اور میں مہلت دیتا ہوں لَهُمْ انہیں اِنَّ بلاشبہ كَيْدِيْ میری تدبیر مَتِيْنٌ انتہائی مضبوط ہےO اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا کیاانہوں نے غور نہیں کیا (کہ) مَا نہیں ہے بِصَاحِبِهِمْ ان کے ساتھی (پیغمبر) کو مِّنْ جِنَّةٍ کوئی جنون اِنْ نہیں ہے هُوَ وہ اِلَّا مگر نَذِيْرٌ ڈرانے والا مُّبِيْنٌ ظاہر

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ اُن کو معلوم ہی نہ ہوگاO اور میں اُن کو مہلت دیئے جاتا ہوں، میری تدبیر (بڑی) مضبوط ہےO کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ اُن کے رفیق (محمد ﷺ) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں ہے وہ تو واضح طور پر ڈر سنانے والے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

۲۔ انہیں ہم اس طرح دھیرے دھیرے پکڑلیں گے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا

۳۔ میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں

۴۔ یقین جانو کہ میری خفیہ تدبیر بڑی مضبوط ہے

۵۔ ان لوگوں نے سوچا نہیں کہ یہ صاحب جن سے ان کا سابقہ ہے ان میں جنون کا کوئی شائبہ نہیں ہے

۶۔ وہ کچھ اور نہیں بلکہ صاف صاف طریقے سے لوگوں کو متنبہ کرنے والے ہیں

پچھلی آیت میں اس جماعت کا تذکرہ کیا گیا جس جماعت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور حق کے مطابق فیصلہ بھی کرتی ہے اس آیت میں دوسرے فریق اور گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والا ہے۔ یہاں یہ حقیقت بتائی جارہی ہے کہ مکہ کے جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ فوراً ہی ہم ان پر تباہی و بربادی والا عذاب اتار دیں جب کہ ہم اس پر قادر بھی ہیں مگر ہمارا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو ہم تھوڑا تھوڑا کر کے پکڑتے ہیں ہم تھوڑا تھوڑا کر کے ان کو تباہی کے قریب لے جاتے ہیں تو ہم ان کو ان کی گمراہی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ جن بدنصیب اور بدبخت لوگوں نے قرآن جیسی مقدس کتاب کی آیتوں کو جھٹلایا ان کا انجام تو برا ہی ہونے والا ہے لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس طرح ڈھیل دیتے ہیں کہ ان لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کو عمداً ڈھیل دی جارہی ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمارہے

ہیں کہ میں انہیں ڈھیل دوں گا انہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوگی۔ ایسے جھٹلانے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں میں خوب اضافہ کرتے ہیں۔ رزق اور مال و دولت کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں اور معاش حاصل کرنے کے آسان راستے فراہم کرتے ہیں پھر جب ان کو خوب فراوانی نصیب ہوتی ہے اور وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم کوئی جرم نہیں کررہے ہیں۔ ہماری حالتوں کا اچھا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ہم اللہ کے پاس مجرم نہیں ہیں جب کہ یہ ان جھٹلانے والوں کی خام خیالی اور خوش فہمی ہوتی ہے۔ جب ان کی دولت کے اسباب بڑھنے لگتے ہیں تو زمین میں وہ مزید فساد کرنے لگتے ہیں ان کی سرکشی اور بڑھنے لگتی ہے حالانکہ دنیا میں کسی کا اچھے حال میں ہونا اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کی علامت نہیں ہے مال و دولت کی بہتات نمرود، فرعون اور قارون کے پاس بھی تھی تو کیا یہ سب اللہ کے محبوب تھے؟ اگر محبوب ہوتے تو تباہ و برباد نہ ہوتے۔ دنیا کی اس دھن دولت کے باوجود ان سب کا اور ان جیسوں کا انجام کیا ہوا؟ یہ قرآنِ مجید کے اوراق میں محفوظ ہے۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۵۵ اور ۵۶ میں اس سلسلے میں وضاحت کی گئی ہے اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ کیا یہ یوں سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم جو بھی ان کے مال واولاد بڑھا رہے ہیں ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں؟ نہیں! بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۴۴ میں کہا گیا: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترائے تو ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل مایوس ہوگئے۔ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پہلے تو مہلت دیتے ہیں۔ ان کے رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں پھر اس کے بعد جب ان کی سرکشی اور بڑھ جاتی ہے تو پھر وہ وقت آجاتا ہے جس وقت ان پر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کرتے ہیں۔

مکہ کے ان کافروں سے یہ سوال کیا جارہا ہے کہ کیا یہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جو نبی ان کو دینِ حق کی دعوت دے رہے ہیں ان کو کوئی جنون نہیں ہے بلکہ یہ نبی تو واضح طور پر ڈرانے والے ہیں۔ انہوں نے غور نہیں کیا کہ جو نبی اتنی حکمت بھری باتیں کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کے لئے اس قدر بے چین رہتے ہیں اور جو نبی ان کو آخرت کی یاد دلاتے ہیں وہ مجنون کیسے ہوسکتے ہیں؟ مکہ کے مشرکین نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہہ دیا تھا وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ (القلم:۵۱) ہر قوم نے ہر رسول کو جادوگر یا مجنون کہا۔ سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۵۲ میں ہے كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ۔ اسی طرح ان سے پہلے جو لوگ تھے ان کے پاس بھی کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کے بارے میں انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ جادوگر اور مجنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے اس قول کی تردید کی کہ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ اپنے پروردگار کے فضل سے آپ مجنون نہیں ہیں۔ اسکے بعد یہ بات بتلائی گئی کہ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ یہ تو کھلے طور پر ڈرانے والے ہیں۔

درس نمبر (۳۴۷) **آخر وہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟** الاعراف:۱۸۵۔۱۸۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا فِيْ مَلَكُوْتِ بادشاہی میں السَّمَاوَاتِ آسمانوں وَالْأَرْضِ اورزمین کی وَمَا اور جو بھی خَلَقَ اللّٰهُ پیدا کی اللہ نے مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز وَأَنْ اور یہ کہ عَسٰى شاید اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ کہ قریب آچکی ہو أَجَلُهُمْ ان کی مقررہ مدت فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ پھر کس بات کے ساتھ بَعْدَهٗ اس (قرآن) کے بعد يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے ○ مَنْ جس کو يُّضْلِلِ گمراہ کردے اللّٰهُ اللہ فَلَا هَادِيَ تو کوئی ہدایت دینے والا نہیں لَهٗ اسے وَيَذَرُهُمْ اور وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے فِيْ طُغْيَانِهِمْ ان کی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ وہ سرگرداں پھرتے ہیں

ترجمہ: کیا اُنہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اُن پر نظر نہیں کی اور اس بات پر (خیال نہیں کیا) کہ عجب نہیں اُن (کی موت) کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہو تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟○ جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بہکتے رہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پر اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان پر غور نہیں کیا؟

۲۔ یہ نہیں سونچا کہ شاید ان کا مقررہ وقت قریب ہی آپہنچا ہے۔

۳۔ اب اس کے بعد آخر وہ کونسی بات ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟

۴۔ جس کو اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا

۵۔ ایسے لوگوں کو اللہ بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں

پچھلی آیتوں میں ان لوگوں کو دعوتِ فکر دی گئی جو وقت کے نبی کو جھٹلاتے ہیں اور اس نبی کی طرف جنون کو منسوب کرتے ہیں کہ کیا یہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اس نبی کی شان کیا ہے اور اس نبی کی فکر کیا ہے؟ اس کے بعد اس آیت میں ایسے لوگوں کو دعوت نظر دی جارہی ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ فکر و نظر جو حقیقی معنی میں اپنے اندر گہرائی و گیرائی لیے ہوتی ہے وہ انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہے جھٹلانے والوں کو اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا کے ذریعہ دعوتِ فکر دی گئی اور اب اس آیت کے ذریعہ دعوتِ نظر دی جارہی ہے کہ یہ جھٹلانے والے کیا آسمان و زمین کی بادشاہت میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اللہ نے انہیں جو

آنکھیں دی ہیں ان آنکھوں سے اس بادشاہت کو کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ آخر اس پورے آسمان اور پوری زمین پر کس کی بادشاہت چل رہی ہے؟ جب کہ آسمان وزمین کی بادشاہت میں حکیم اور قدیم، قادر مطلق اور مختار کل اور خالق و مالک کے وجود کی دلیلیں موجود ہیں اگر جھٹلانے والے حقیقی معنی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور اس کی سلطنت و بادشاہت پر اپنی نظریں دوڑائیں اور آسمان وزمین کی اس عجیب وغریب پیدائش پر غور وفکر کریں اور جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی بڑی چیزیں زمین و آسمان میں پیدا کی ہیں ان پر اپنی نظریں دوڑائیں تو ان کی نظریں انہیں سمجھائیں گی کہ ان تمام مخلوقات کا خالق و مالک ایک ہی اللہ ہے۔ دوسری جانب ذرا یہ جھٹلانے والے اس بات پر بھی غور کریں کہ ان کی موت کا وقت قریب ہی آ پہنچا ہے یہ لوگ اپنی آنکھوں سے کتنے انسانوں کو موت کے منہ میں جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں؟ اگر یہ غور کرتے تو اس نتیجے پر پہنچتے کہ دوسروں کی موت خود ان کی موت کی خبریں دے رہی ہے۔ ان کی موت کا ان کے قریب آ جانا کوئی ناممکن کام تو نہیں ہے کہ اس قدر بے فکری کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں؟ انہیں چاہیے کہ اچانک موت کے منہ میں چلے جانے سے پہلے ہی اپنی نظریں سنبھالیں اور حق کی طلب میں اپنی نظروں کا استعمال کریں۔ اب بھی وقت ہے ان جھٹلانے والوں کے لئے کہ اپنے رسول پر ایمان لے آئیں اور ان کی اطاعت کریں۔ اگر آدمی اپنی موت کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگ جائے تو اس کا یہ غور کرنا اس کو ایمان کی طرف ضرور راغب کریگا۔ قرآن مجید کھل کر ان کے سامنے وہ ساری حقیقتیں رکھ رہا ہے اس کے باوجود بھی مکہ کے یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو پھر کس بات پر ایمان لائیں گے؟ اگر مکہ کے یہ لوگ قرآن مجید جیسی بے غبار اور فصیح و بلیغ کتاب پر ایمان نہیں لاتے تو پھر یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ جو باتیں رسول عربی ﷺ اپنے رب کے پاس سے لے کر آئے ہیں اگر ان باتوں پر بھی ایمان نہیں لاتے تو یہ کن باتوں پر ایمان لائیں گے؟ اس کے بعد یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا خود رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی گئی سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۶ میں اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ تم جس کو چاہو ہدایت نہیں پہنچا سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت پہنچا دیتا ہے۔ جو شخص اپنے اندر نبی پر ایمان لانے کی استعداد کھو دیتا ہے اور قرآن پر عمل کرنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسکی ضلالت و گمراہی پر چھوڑ دیتا ہے۔

درس نمبر (۷۴۴) **قیامت بہت بھاری چیز ہے** الاعراف:۱۸۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ ج لَا یُجَلِّیْھَا لِوَقْتِھَآ اِلَّا ھُوَ ط ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَاتَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْھَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یَسْئَلُوْنَکَ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں أَیَّانَ (کہ) کب ہے مُرْسٰھَا اس کا واقع ہونا قُلْ کہہ دیجئے اِنَّمَا عِلْمُھَا اس کا علم تو صرف عِنْدَ رَبِّیْ میرے رب کے

پاس ہے لَا يُجَلِّيهَا ظاہر نہیں کرے گا اسے لِوَقْتِهَا اس کے وقت پر إِلَّا مگر هُوَ وہی ثَقُلَتْ وہ بھاری (حادثہ) ہے فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ آسمانوں اور زمین میں لَا تَأْتِيكُمْ وہ نہیں آئے گی تمہارے یہاں إِلَّا مگر بَغْتَةً اچانک ہی يَسْأَلُونَكَ وہ (لوگ) آپ سے سوال کرتے ہیں كَأَنَّكَ گویا کہ آپ حَفِيٌّ پوری تحقیق کر چکے ہیں عَنْهَا اس کی قُلْ فرمادیجئے إِنَّمَا عِلْمُهَا اس کا علم تو صرف عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس ہے وَلٰكِنَّ اور لیکن أَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ لَا يَعْلَمُونَ نہیں جانتے

ترجمہ: (یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے؟ کہہ دو کہ اُس کا علم تو میرے رب ہی کو ہے وہی اُسے اُس کے وقت پر ظاہر کر دے گا، وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی اور ناگہاں تم پر آ جائے گی۔ یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اُس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اُس کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر یہ لوگ نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی؟
۲۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے
۳۔ وہی اسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا کوئی اور نہیں
۴۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری چیز ہے
۵۔ جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آئے گی
۶۔ یہ لوگ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے تم نے اس کی پوری تحقیق کر رکھی ہو
۷۔ کہہ دو کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔
۸۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

جس طرح اللہ پر، اس کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں اور تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح آخرت یعنی قیامت کے دن، جنت اور دوزخ، میزانِ عدل، شفاعت وغیرہ پر بھی ایمان ضروری ہے۔ مشرکین رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر سوالات کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی کرتے تھے کہ اے محمد! جس قیامت کی باتیں آپ ہم سے کرتے ہیں آخر وہ قیامت کب قائم ہوگی؟ مکہ کے مشرکین چونکہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا یقین نہیں رکھتے تھے اس لئے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ ہم جو مر جائیں گے اور ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گے اور چورا چورا ہو جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ زندہ ہوں گے؟ یہ بات یہودیوں نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی کہ اگر آپ واقعی نبی ہیں تو ہمیں قیامت کے بارے میں بتایئے کہ وہ کب واقع ہوگی؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ امام طبری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ حمل بن قشیر اور سمویل بن زید نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ اگر واقعی آپ نبی ہیں ہمیں بتایئے کہ یہ قیامت کب قائم ہوگی؟ جب آپ

اس قیامت کے دن سے ڈراتے ہیں تو بھلا بتائیں کہ قیامت کب آئے گی؟ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۸ میں انکا یہ اعتراض ذکر کیا گیا وَقَالُوْٓا ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا اور یہ کہا تھا کہ کیا جب ہم مر کر ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گے اور چورا ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں نئے سرے سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۳۵ میں ہے: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ بھلا بتاؤ کہ یہ شخص تمہیں ڈراتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی ہڈیوں میں تبدیل ہو جاؤ گے تو تمھیں دوبارہ اس زمین سے نکالا جائے گا؟ سورۂ نبا کی آیت نمبر ۱ تا ۳ میں ہے عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۞ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۞ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ کس چیز کے بارے میں یہ سوالات کر رہے ہیں؟ اس بڑی چیز کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن کے اسی واقعہ کو قرآن مجید نے بہت بڑی خبر قرار دیا ہے جس دن سارے انسانوں کو زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا اور ایک میدان میں ساری انسانیت کو جمع کر دیا جائے گا۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶۳ میں بھی ہے يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

قیامت کے سلسلے میں دو گروہ ہیں، ایک گروہ تو وہ ہے جو قیامت پر یقین نہیں رکھتا اور وہ قیامت کی جلدی مچاتا ہے اور دوسرا گروہ وہ ہے جو قیامت پر یقین و ایمان رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے۔ اسی حقیقت کو سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۸ میں یوں کہا گیا يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ قیامت کی جلدی مچاتے ہیں وہ لوگ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے خبردار! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں۔ کافروں، مشرکوں یا یہودیوں کے اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ یہ جواب دیا گیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو وہی ظاہر کرے گا کہ اس حادثہ کا علم صرف اللہ ہی کو ہے مخلوقات میں سے کسی کو اس کی تاریخ کا کوئی علم نہیں ہے یہ یقین ہے کہ قیامت قائم ہوگی مگر کب قائم ہوگی؟ اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے چھپا رکھا ہے۔ اس کے مقررہ وقت کو ظاہر فرمائے گا۔ اس کا علم نہ کسی فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی کو ہے۔ سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۴۷ میں ہے اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ اسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اور سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۳۴ میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش برساتا ہے وغیرہ۔

یہ جو کہا گیا کہ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قیامت آسمان وزمین میں بھاری پڑ جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا علم آسمان وزمین میں رہنے والے سارے ہی لوگوں سے پوشیدہ ہے نہ ہی کسی مقرب فرشتے کو اس کا علم ہے اور نہ ہی کسی نبی کو اس کا علم ہے اور اسی طرح یہ فطری حقیقت ہے کہ جس چیز کو چھپایا گیا ہو وہ چیز دلوں پر بھاری ہوتی ہے اس لئے قیامت بھی دنیا جہاں کی ساری مخلوقات کے لئے بھاری ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قیامت کا آنا آسمانوں اور زمینوں پر بڑا ہی بھاری حادثہ اور واقعہ ہوگا۔

درس نمبر (۷۴۵) **میں کسی نفع وضرر کا خود اپنے لئے اختیار نہیں رکھتا** الاعراف:۱۸۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لَّآ اَمْلِكُ میں اختیار نہیں رکھتا لِنَفْسِیْ اپنی جان کے لیے نَفْعًا نفع کا وَّلَا ضَرًّا اور نہ نقصان کا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر جو چاہے اللہ وَلَوْ اور اگر كُنْتُ اَعْلَمُ میں جانتا ہوتا الْغَيْبَ غیب لَاسْتَكْثَرْتُ (تو) البتہ میں حاصل کر لیتا بہت مِنَ الْخَيْرِ بھلائیاں وَمَا مَسَّنِیَ اور نہ پہنچتی مجھے السُّوْٓءُ (کوئی) تکلیف اِنْ نہیں ہوں اَنَا میں اِلَّا (کچھ بھی) مگر نَذِيْرٌ ڈرانے والا (کافروں کو) وَّبَشِيْرٌ اور خوشخبری دینے والا لِّقَوْمٍ ان لوگوں کو جو يُّؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں

ترجمہ: کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو مومنوں کو ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کہہ دو کہ جب تک اللہ نہ چاہے میں خود اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا

۲۔ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا

۳۔ مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی

۴۔ میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والا خوشخبری سنانے والا ہوں

۵۔ ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں

پچھلی آیتوں میں یہ حقیقت بتا دی گئی تھی کہ قیامت کے وقت کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس آیت میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ لوگوں سے یہ حقیقت بھی بتلا دیں کہ سارے امور ایک اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ نفع ونقصان، عزت وذلت، فتح وشکست، کامیابی وناکامی، عروج وزوال، زندگی اور موت، صحت اور بیماری وغیرہ اور غیب کا سارا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ آپ یہ بھی بتا دیجیے کہ نبی علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتے، نبی تو بس بشیر ونذیر ہیں، نبی کے ہاتھ میں نفع ونقصان نہیں ہے، پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اتنا ہی اختیار ہے جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۹ میں بھی یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا اس آیت میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنے سارے امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور خود اپنی ذات کے بارے میں لوگوں کو یہ بات بتا دیں کہ مستقبل کی غیب کی باتوں کو میں نہیں جانتا اور ان امور کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے ہاں! جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے خود مجھے باخبر اور مطلع کر دیا، جیسا کہ سورۂ جن کی آیت نمبر ۲۶ اور ۲۷ میں بتایا گیا کہ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى

غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرے۔رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اختیار سے نہ خود اپنا فائدہ کر سکتے ہیں نہ ہی اپنے اختیار سے نقصان پہنچا سکتے ہیں ہاں !اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قدرت شامل ہو تو اور بات ہے۔اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کو اس کا الہام کرتے ہیں اور اس کی توفیق بھی عطا فرماتے ہیں۔آگے مزید اس بات کی بھی وضاحت کی گئی کہ وَلَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ۚۖۛ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے منافع حاصل کر چکا ہوتا اور مجھے کوئی ناگوار چیز بھی نہ پہنچتی اگر میں علم غیب جاننے والا ہوتا تو کسی شر کے پہنچنے سے پہلے ہی اس سے بچ جاتا اور اس تکلیف سے پہلے ہی میں اپنا بچاؤ کر لیتا۔اس آیت کے ذریعہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کو بتایا گیا ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یکہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں امام الانبیاء اور رحمۃ للعالمین ہیں، خاتم النبیین اور محسنِ انسانیت ہیں۔ساری مخلوقات میں سب سے اونچا درجہ آپ کا ہے،مگر اس کے باوجود آپ ﷺ بندگی کے دائرے سے باہر نہیں ہیں۔آپ اللہ کے رسول بھی ہیں اور اس کے بندے بھی ہیں۔رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآنِ مجید میں متعدد بار عبد کا لفظ استعمال کیا گیا۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳ میں کہا گیا وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا۔ یہاں رَسُوۡلًا بھی کہا جاسکتا تھا مگر عَبۡدًا کہہ کر بندوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی گئی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہونے کے باوجود اللہ کے بندے بھی ہیں۔کسی بھی نبی کے لئے بندہ ہونا عار کی بات بھی نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے بارے میں نصاریٰ نے غلو سے کام لیا تھا اور انہیں اللہ کا بیٹا تصور کیا تھا۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۲ میں کہا گیا لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَلَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھتے کہ وہ اللہ کے بندے ہوں اور نہ ہی مقرب فرشتے اس بات کو عار سمجھتے ہیں۔سورۂ کہف کی آیت نمبر ۱۱۰ میں اس بات کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں بس میری طرف وحی کی جاتی ہے۔نبی اور غیر نبی میں فرق یہ ہوتا ہے کہ نبی پر وحی کی جاتی ہے اور جو نبی نہیں ہوتا اس کی جانب وحی نہیں کی جاتی۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۰ میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنے بارے میں لوگوں کو یہ بات بھی بتلا دیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے بھی نہیں ہیں اور میرے پاس غیب کا علم بھی نہیں ہے اور میں فرشتہ بھی نہیں ہوں قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ اِنِّیۡ مَلَکٌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ۔ (الانعام:۵۰) پیغمبر! ان سے کہو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا پورا علم رکھتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں۔

درس نمبر (۷۴۶) وہی ہے اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا الاعراف:۱۸۹۔۱۹۰

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا لِیَسۡکُنَ اِلَیۡہَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰہَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا

خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۸۹ فَلَمَّآ
اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۹۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ وہی ہے (اللہ) الَّذِیْ جس نے خَلَقَكُمْ تمہیں پیدا کیا مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک جان سے وَّجَعَلَ اوراس نے بنایا مِنْهَا اس سے زَوْجَهَا اس کا جوڑا لِيَسْكُنَ تاکہ وہ سکون حاصل کرے إِلَيْهَا اس سے فَلَمَّا پھر جب تَغَشَّاهَا اس نے صحبت کی اس (بیوی) سے حَمَلَتْ تو اُٹھایا اس نے حَمْلًا حمل خَفِيْفًا ہلکا سا فَمَرَّتْ تو وہ لیے پھرتی رہی بِهٖ اس کو فَلَمَّا سو جب أَثْقَلَتْ وہ بوجھل ہوگئی دَّعَوَا اللّٰهَ تو ان دونوں نے دعا کی اللہ سے رَبَّهُمَا یعنی اپنے رب سے لَئِنْ کہ اگر آتَيْتَنَا تو نے ہمیں دیا صَالِحًا تندرست (بچہ) لَّنَكُوْنَنَّ تو یقیناً ہم ہوں گے مِنَ الشَّاكِرِيْنَ شکر گزاروں میں سے ۝ فَلَمَّا پھر جب آتَاهُمَا اس (اللہ) نے انہیں دیا صَالِحًا تندرست (بچہ) جَعَلَا (تو) ان دونوں نے بنالیے لَهٗ اس (اللہ) کے شُرَكَاءَ شریک فِيْمَا اس میں جو آتَاهُمَا اس نے انہیں دیا تھا فَتَعٰلَى اللّٰهُ پس بلند تر ہے اللہ عَمَّا اس سے جو يُشْرِكُوْنَ وہ شرک کرتے ہیں

ترجمہ: وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا اور اُس سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ اُس سے راحت حاصل کرے۔ سو جب وہ اُس کے پاس جاتا ہے تو اُسے ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے اور وہ اُس کیساتھ چلتی پھرتی ہے۔ پھر جب کچھ بوجھ معلوم کرتی ہے (یعنی بچہ پیٹ میں بڑا ہوتا ہے) تو دونوں (میاں بیوی) اپنے رب سے التجا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں صحیح وسالم (بچہ) دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے ۝ جب وہ اُن کو صحیح وسالم (بچہ) دیتا ہے تو اُس (بچے) میں جو وہ اُن کو دیتا ہے اُس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔ جو وہ شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ (کا رتبہ) اُس سے بلند ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

۲۔ اسی سے اس کی بیوی بنائی۔

۳۔ تاکہ وہ اس کے پاس آکر تسکین حاصل کرے۔

۴۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو عورت میں حمل کا ایک ہلکا سا بوجھ اٹھالیا۔

۵۔ جسے لے کر وہ چلتی پھرتی رہی۔

۶۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی نے اللہ سے دعا کی کہ اگر تو نے ہمیں تندرست اولاد دی تو ہم ضرور بالضرور تیرا شکر ادا کریں گے۔

۷۔ لیکن جب اللہ نے ان کو ایک تندرست بچہ دے دیا تو ان دونوں نے اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا شروع کیا۔

۸۔ حالانکہ اللہ ان کی مشرکانہ باتوں سے کہیں بلند اور برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا تو وہ ایک جان سے کون مراد ہے؟ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ نَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وَجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا سے حضرت حوا مراد ہیں۔ پھر ان دونوں سے سارے لوگ پھیل گئے۔ سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۱۳ میں یہ بات یوں کہی گئی کہ یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱ میں یوں ہے: یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور ان دونوں سے کثیر تعداد میں مرد اور عورت کو پھیلا دیا۔'' بعض مفسرین نے اس کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ تم کو ایک ہی جنس سے پیدا کیا اور ایک ہی طبیعت کا بنایا اور اس کی جنس سے اس کی بیوی بنائی تا کہ وہ مرد اس عورت سے سکون حاصل کرے اور وہ اس سے مطمئن ہو۔ جس طرح مختلف قسم کی مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے جوڑا جوڑا بنا کر پیدا کیا۔ سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۴۹ میں یوں کہا گیا: وَمِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ہر چیز میں جوڑے جوڑے بنائے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اس مختصر سے جملے میں بہت اہم بات بتلا دی ہے لِيَسۡكُنَ اِلَيۡهَا تا کہ وہ اس عورت سے سکون حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد ہی سے عورت کو پیدا کیا تا کہ یہ مرد اس عورت سے مانوس ہو اس سے اس کو اطمینان اور سکون بھی ملے اور اس سے محبت و الفت بھی نصیب ہو کہ یہ ازدواجی زندگی کی روح ہے کہ میاں بیوی کا مطلب ہی یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے مانوس رہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوشی و مسرت، محبت و الفت، سکون و اطمینان اور آرام و راحت کے ساتھ خوشحال زندگی بسر کریں۔ میاں بیوی کے درمیان کی یہ اٹوٹ وابستگی اور محبت دراصل قدرت کی ایک نشانی ہے جس کو سورۂ روم کی آیت نمبر ۲۱ میں یوں بیان کیا گیا وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً اس رب ذوالجلال کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اس سے سکون حاصل کر سکو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی بھی پیدا کر دی۔ مرد اور عورت کے درمیان کا یہ پُر لطف اور حساس رشتہ ہی خاندانی نظام کو برقرار رکھتا ہے۔

اس کے بعد مشرکین کی حالت بیان کی جا رہی ہے کہ پھر جب اس نے اس کو ڈھانپا تو عورت کو ہلکا سا حمل رہ گیا پھر وہ اس کو لیے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں اللہ سے دعا کرنے لگے۔ پھر جب اللہ نے انکو صحیح سالم بچہ عطا فرما دیا تو جو چیز ان کو عطا فرمائی اس میں اللہ کے لئے شریک قرار دینے لگے جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے شریک بنانے سے بالا و برتر ہے۔ اس آیت میں ایک طرف حاملہ عورت کے مراحل اور کیفیت کو بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف اپنی اولاد کے سلسلے میں جو مشرکانہ عقائد لوگ اختیار کرتے ہیں تا کہ بچہ محفوظ رہے اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان مشرکانہ روایات سے باز رہنے کا اشارہ دیا گیا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب آدمی اپنی عورت سے جماع کرتا ہے تو اس سے حمل قرار پاتا ہے۔ پہلے تو حمل ہلکا ہوتا ہے جس میں عورت نہ بوجھل ہوتی ہے اور نہ ہی اس کو درد ہوتا ہے اور حمل کے قرار پانے کی وجہ سے اس کے حیض کا سلسلہ بھی منقطع ہو

جاتا ہے اور عورت اپنی عادت والے کاموں میں بغیر مشقت کے مصروف رہتی ہے جب تک یہ حمل ہلکا رہتا ہے پھر جب عورت کا حمل وزنی ہوجاتا ہے یعنی جب بچہ پیٹ میں بڑا ہوجاتا ہے تو دونوں میاں بیوی دعا کرتے ہیں کہ اگر آپ نے ہمیں تندرست، صحیح سالم بیٹا عطا کیا تو ہم آپ کی اس نعمت کا شکرادا کریں گے۔ بس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا جوانہوں نے مانگا تھا تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں یعنی بچے کے سلسلے میں مشرکانہ رویہ اختیار کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بالکل پاک ہے۔

درس نمبر (۷۴۷) **کیا تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو معبود بناتے ہو؟** الاعراف: ۱۹۱۔۱۹۲۔۱۹۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝۱۹۱ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۲ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝۱۹۳

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَيُشْرِكُوْنَ کیاوہ شریک ٹھہراتے ہیں مَا ان کوجو لَا يَخْلُقُ پیدانہیں کرسکتے شَيْـًٔا کوئی چیز بھی وَهُمْ حالانکہ وہ (خود) يُخْلَقُوْنَ پیدا کیے جاتے ہیں؟O وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اوروہ طاقت نہیں رکھتے لَهُمْ ان (مشرکین) کی نَصْرًا مدد کرنے کی وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ اورنہ اپنی ہی يَنْصُرُوْنَ وہ مدد کرسکتے ہیںO وَاِنْ اوراگر تَدْعُوْهُمْ تم انہیں بلاؤ اِلَى الْهُدٰى ہدایت کی طرف لَا يَتَّبِعُوْكُمْ پیروی نہیں کریں گے وہ تمہاری سَوَآءٌ برابر ہے عَلَيْكُمْ تم پر اَدَعَوْتُمُوْهُمْ خواہ تم ان کو بلاؤ اَمْ یا اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ تم خاموش رہنے والے ہو

ترجمہ: کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے اور خود پیدا کئے جاتے ہیںO اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کرسکتے ہیںO اگر تم اُن کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو تمہارا کہا نہ مانیں۔ تمہارے لئے برابر ہے کہ تم ان کو بلاؤ یا چپ رہو۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا وہ ایسی چیزوں کو اللہ کے ساتھ خدائی میں شریک مانتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے۔

۲۔ بلکہ خود ان کو پیدا کیا جاتا ہے۔

۳۔ جو نہ ان لوگوں کی کوئی مدد کرسکتے ہیں۔

۴۔ نہ خود اپنی مدد کرسکتے ہیں۔

۵۔ اگر تم انہیں کسی صحیح راستے کی طرف دعوت دو تو وہ تمہاری بات نہ مانیں۔

۶۔ بلکہ تم انہیں پکارو یا خاموش رہو ان کے لئے دونوں باتیں برابر ہیں۔

ہم اگر کسی کو ملک کا صدر یا وزیر اعظم بناتے ہیں یا کسی ریاست کا وزیر اعلیٰ بناتے ہیں تو اس میں سب سے پہلے صلاحیت دیکھتے ہیں۔ اگر ہم کسی ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں تو پہلے اس کے علم اور تجربے کا اندازہ لگالیتے ہیں۔ اگر ہم کسی استاد سے پڑھنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کی علمی قابلیت معلوم کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر ہم کسی کو اپنا معبود بنانا چاہیں تو

ہمیں یہ تو دیکھنا پڑے گا کہ اس کے اندر کس قدر طاقت ہے؟ ظاہر ہے کہ دنیا بھر کے انسان جس کی عبادت کرنا چاہیں تو اس میں دنیا بھر کے انسانوں سے زیادہ طاقت وصلاحیت ہونی چاہیے۔ اسی وقت ہماری عقل کہے گی کہ یہ اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے سامنے اپنا سر جھکائیں۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی چیز کی عبادت کرے جس میں ایک مکھی کو اپنی ناک سے ہٹانے کی طاقت نہیں اور ایک ایسی چیز کو سجدہ کرے جس میں اس کے اوپر پیشاب کرنے والے کتے کو بھی ہٹانے کی سکت نہیں تو پھر وہ کیسے معبود بن سکتا ہے؟ علم، عقل اور احساس رکھنے والا ایک انسان کسی پتھر کے سامنے اگر جھکتا ہے تو اس کی عقل پر تو ماتم کرنا چاہیے۔ معبود وہی ہوسکتا ہے جس میں کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے کی طاقت ہو، جو کسی چیز کا خالق ومالک ہو، جو کسی کی مدد کرسکتا ہو، وہ کسی کا محتاج نہ ہو اور جس کا کوئی ہمسر نہ ہو۔

مکہ کے مشرکوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے گئے بتوں کی عبادت یہ سمجھ کر کرتے تھے کہ یہ ہمارے آڑے وقت میں کام آئیں گے اور ہماری مدد کریں گے۔ جبکہ ان بتوں کی حالت یہ تھی کہ دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے خود وہ اپنی مدد آپ نہیں کرسکتے تھے۔ اگر غلطی سے کوئی بت گر جائے تو کبھی ایسا تو نہیں ہوتا تھا کہ یہ خود بخود سیدھا ہو جائے۔ جو گرنے کے بعد خود سے اٹھ نہ سکے اور اپنی مدد آپ نہ کرسکے وہ دوسروں کی کیا مدد کرے گا؟ یہی سوال اس آیت میں کھڑا کیا گیا ہے جس پر سارے مشرک لاجواب ہیں اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ کیا وہ لوگ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ فائدہ نہیں کرتے بلکہ حالت یہ ہے کہ یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں پیدا کیے جاتے ہیں۔'' عبادت کرنے والا خود اپنے معبود کو اپنے ہاتھ سے بنا کر وجود میں لاتا ہے!!

سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۳ میں تفصیل سے بتلایا گیا یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے ذرا کان لگا کر سن لو، اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کرسکتے گو وہ سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے۔''

سورۂ نحل کی آیت نمبر ۲۰ میں بھی واضح طور پر اس مضمون کو بتلایا گیا ہے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔'' یہ معبودانِ باطل پیدا کیے گئے اور بنائے گئے ہیں جب کہ معبود کی یہ شان نہیں کہ اس کو بنایا جائے۔ معبود تو وہ ہوتا ہے جو سب کو پیدا کرتا ہے اس کو کوئی پیدا نہیں کرتا۔ اس کے بعد ان کمزور اور بے بس معبودوں کی یہ حقیقت بھی بتلائی گئی کہ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ اگر تم بتوں اور باقی معبودوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو دونوں برابر ہے۔ یہ جتنے معبود ہیں وہ سب خالق حقیقی کی مخلوق ہیں۔ جو چیز ایسی ہو جس میں نہ سننے کی صلاحیت ہو اور نہ سمجھنے کی صلاحیت ہو اور نہ جواب دینے کی صلاحیت ہو اور نہ ہی نفع پہنچانے کی صلاحیت ہو اور نہ کسی کی مراد پورا کرنے کی طاقت ہو، ایسے حقیر معبود کیسے حقیقی معبود ہوسکتے ہیں؟

درس نمبر (۴۷۸) **یہ باطل معبود تمہاری ہی طرح کی مخلوق ہیں** الاعراف: ۱۹۴-۱۹۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمۡثَالُكُمۡ فَادۡعُوۡهُمۡ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝۱۹۴ اَلَهُمۡ
اَرۡجُلٌ يَّمۡشُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اَيۡدٍ يَّبۡطِشُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ يُّبۡصِرُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا ط
قُلِ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ كِيۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ۝۱۹۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بے شک الَّذِينَ وہ لوگ جنہیں تَدْعُونَ تم پکارتے ہو مِنْ دُونِ اللّٰهِ اللہ کو چھوڑ کر عِبَادٌ (وہ تو) بندے ہیں أَمْثَالُكُمْ تم جیسے ہی فَادْعُوهُمْ سو تم انہیں پکارو فَلْيَسْتَجِيبُوا پھر چاہئے کہ وہ جواب دیں لَكُمْ تمہیں إِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم صَادِقِينَ سچے O أَلَهُمْ کیا ان کے أَرْجُلٌ ایسے پیر ہیں يَمْشُونَ (کہ) وہ چلتے ہیں بِهَا ان سے؟ أَمْ کیا لَهُمْ ان کے أَيْدٍ ایسے ہاتھ ہیں يَبْطِشُونَ (کہ) وہ پکڑتے ہیں بِهَا ان سے؟ أَمْ کیا لَهُمْ ان کی أَعْيُنٌ ایسی آنکھیں ہیں يُبْصِرُونَ (کہ) وہ دیکھتے ہیں بِهَا ان سے؟ أَمْ کیا لَهُمْ ان کے آذَانٌ ایسے کان ہیں يَسْمَعُونَ (کہ) وہ سنتے ہیں بِهَا ان سے؟ قُلِ کہہ دیجئے ادْعُوا تم بلاؤ شُرَكَاءَكُمْ اپنے شریکوں کو ثُمَّ پھر كِيدُونِ تم تدبیر کرو میرے خلاف فَلَا تُنْظِرُونِ اور تم مجھے مہلت نہ دینا

ترجمہ: (مشرکو!) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں (اچھا) تم اُن کو پکارو اگر سچے ہو تو چاہئے کہ وہ تمہیں جواب بھی دیں O بھلا اُن کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں؟ کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلالو اور میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی ہو) کرلو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یقین جانو کہ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو تم پکارتے ہو۔
۲۔ وہ سب تمہاری طرح اللہ کے بندے ہیں۔
۳۔ اب ذرا ان سے دعا مانگو۔
۴۔ اگر تم سچے ہو تو انہیں تمہاری دعا قبول کرنی چاہیے۔
۵۔ بھلا کیا ان کے پاس پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں۔
۶۔ یا ان کے پاس ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں۔
۷۔ یا ان کے پاس آنکھ ہیں جس سے وہ دیکھیں۔
۸۔ یا ان کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنیں۔
۹۔ ان سے کہہ دو کہ تم ان سب دیوتاؤں کو بلاؤ جنہیں تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔

۱۰۔ پھر میرے خلاف کوئی سازش کرو۔

۱۱۔ مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔

پچھلی آیتوں میں جن بتوں کی بے بسی اور کمزوری کی حقیقت بتائی گئی اس کو مزید تفصیل کے ساتھ ان دو آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے۔ ایک بات تو یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن کو بھی پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں۔ ان بتوں کے سلسلے میں یہ یقین رکھتے ہو کہ یہ کچھ اختیار رکھتے ہیں یا تمہاری مدد کر سکتے ہیں تو انہیں پکار کر دیکھو، پھر وہ تمہاری پکار کو قبول کر لیں، اگر تم سچے ہو۔ یہاں یہ حقیقت واضح کی جارہی ہے کہ وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور اللہ کو چھوڑ کر جن کا نام تم الٰہ رکھتے ہو اور اپنی مشکلات سے نجات پانے اور کسی بھی قسم کے نفع کے حصول کے لیے جن کو تم پکارتے ہو تو یہ بات جان لو کہ وہ بھی تمہاری طرح کے بندے ہیں، تمہاری طرح کی مخلوق ہیں بلکہ تم ایک انسان ہونے کے اعتبار سے ان پتھروں سے بنے معبودوں سے کئی گنا بہتر ہو، اس لیے کہ تم تو سنتے ہو، دیکھتے ہو، کسی چیز کو پکڑتے ہو اور یہ بت تو ان میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کر سکتے۔ جب ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ پتھر ہیں۔ ان میں کوئی اختیار ہی نہیں تو پھر تم ہی بتاؤ تم سے یہ بت کیسے مقدس ہو سکتے ہیں؟ اور تم جیسی مخلوق ہونے کے باوجود وہ تمہارے معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ بات جان لو کہ عبادت کے مستحق تو وہ ہے جو پالنہار ہے اور کائنات کا خالق ہے جس کے حکم کے تابع ساری کائنات ہے اور دنیا کے سارے اسباب اسی رب کے حکم کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ اگر تم ان کو معبود بنانے میں سچے ہو اور ان کے بارے میں تمہارا یقین یہ ہو کہ یہ عبادت کے لائق ہیں تو ان تمام معبودوں کو پکارو اور ان سے مدد طلب کرو۔ جو کچھ تم طلب کرنا چاہتے ہیں ان سے جواب مانگو۔ تمہاری مشکلات سے نجات کے بارے میں تم ان کے سامنے اپنی بپتا سناؤ۔ جب تم سب کو معلوم ہے کہ یہ جواب دینے کی طاقت ہی نہیں رکھتے تو بتاؤ کہ یہ کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں؟ غور کرو کہ ان بتوں کے نہ تو پیر ہیں کہ نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے کے لیے چل سکیں اور نہ ان کے ہاتھ ہیں کہ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑ سکیں یا کسی مفید چیز کی طرف اپنا ہاتھ پہنچا سکیں۔ ان بتوں کی نہ آنکھیں ہیں کہ وہ اپنے اطراف واکناف نیز سامنے کے حالات کو دیکھ سکیں۔ نہ ان کے کان ہیں کہ جن سے تمہاری آوازیں سن سکیں۔ کسی بھی پہلو سے یہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو معبود بنایا جاسکے۔ پھر رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے معبودوں کو بلا لو اور تم سب مل کر مجھے نقصان پہنچانے کی تدبیر کر سکتے ہو تو کر لو اور مجھے ذرا بھی مہلت مت دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین اور یہ معبودانِ باطل سب مل کر آپ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ بات اس لیے کہی گئی کہ مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باطل معبودوں سے ڈراتے تھے، جیسا کہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳۶ میں ہے ''وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور لوگ تمہیں اس کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں۔''

درس نمبر (۷۴۹) **میرا کارساز تو اللہ ہی ہے جس نے کتاب نازل کی** الاعراف: ۱۹۶۔۱۹۷۔۱۹۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ وَلِيِّـۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۹۶ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

نَصۡرَكُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَهُمۡ يَنۡصُرُوۡنَ ۝۱۹۷ وَاِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا يَسۡمَعُوۡا ؕ وَتَرٰٮهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ
وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝۱۹۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بلاشبہ وَلِيِّـىَ میرا کارساز تو اللّٰهُ الَّذِىۡ اللہ ہی ہے جس نے نَزَّلَ نازل کی ہے الۡكِتٰبَ یہ کتاب وَهُوَ اور وہی يَتَوَلَّى کارسازی کرتا ہے الصّٰلِحِيۡنَ صالحین کی ○ وَالَّذِيۡنَ اور وہ جنہیں تَدۡعُوۡنَ تم پکارتے ہو مِنۡ دُوۡنِهٖ اس (اللہ) کے سوا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ وہ استطاعت نہیں رکھتے نَصۡرَكُمۡ تمہاری مدد کی وَلَاۤ اَنۡفُسَهُمۡ اور نہ اپنی ہی يَنۡصُرُوۡنَ وہ مدد کر سکتے ہیں ○ وَاِنۡ اور اگر تَدۡعُوۡهُمۡ تم انہیں بلاؤ اِلَى الۡهُدٰى ہدایت کی طرف لَا يَسۡمَعُوۡا تو نہ سنیں وہ وَتَرٰٮهُمۡ اور آپ دیکھتے ہیں ان کو يَنۡظُرُوۡنَ (کہ) وہ دیکھ رہے ہیں اِلَيۡكَ آپ کی طرف وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ حالانکہ وہ نہیں دیکھتے

ترجمہ: (پھر دیکھو کہ وہ میرا کیا کر سکتے ہیں) میرا مددگار تو اللہ ہی ہے جس نے کتاب (برحق) نازل کی اور نیک لوگوں کا وہی دوست ہے ○ اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری ہی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں ○ اور اگر تم اُن کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو سن نہ سکیں اور تم اُنہیں دیکھتے ہو کہ (بہ ظاہر) آنکھیں کھولے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر (فی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میرا رکھوالا تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی ہے۔
۲۔ وہ نیک لوگوں کی رکھوالی کرتا ہے۔
۳۔ تم اس کو چھوڑ کر جن جن کو پکارتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی مدد کرتے ہیں۔
۴۔ اگر تم انہیں صحیح راستے کی طرف بلاؤ تو وہ سنیں گے بھی نہیں۔
۵۔ وہ تمہیں نظر تو ایسے آتے ہیں جیسے تمہیں دیکھ رہے ہوں۔
۶۔ لیکن حقیقت میں انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

اس آیت کے ذریعہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم رب ذوالجلال پر اپنے مضبوط بھروسے کا اور باطل معبودوں کی تحقیر کا اعلان کر رہے ہیں۔ نیز یہ اعلان ایسے ماحول میں ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد، نصرت وحمایت کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم سے یہ اعلان کر رہے ہیں ''اِنَّ وَلِيِّـىَ اللّٰهُ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ کہ میرا رکھوالا تو وہ اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی''، یعنی میرا حقیقی رب میرے کاموں کو بنانے والا ہے، جو میرے لئے کافی ہے، وہی میرا مددگار ہے، وہی تمہارے مقابلے میں میری نصرت کرنے والا ہے اور میرے دنیاوی اور اخروی تمام کاموں کا وہی نگہبان اور نگران ہے جس پر میرا توکل ہے اور میں اسی کی طرف لپکنے والا ہوں۔ وہی ہے میرا اللہ جس نے مجھ پر اپنی وہ کتاب نازل کی جو کتاب توحید کی دعوت دیتی ہے اور شرک سے روکتی ہے۔ یہی میرا اللہ ہے جس نے رسالت کے ذریعے

مجھے عزت بخشی۔ وہی میرا اللہ ہے جو صرف میرے کام ہی کیا میرے علاوہ ہر نیک آدمی کے کام بناتا ہے، ہر اس شخص کے کام بناتا ہے جس کا عقیدہ درست ہو اور جو اوہام وخرافات سے بالکل پاک وصاف ہو، جس کے اعمال نیک ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا دستور اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو ذلت اور رسوائی سے بچاتا ہے۔ ان کے مقابلے میں جو لوگ مشرک ہیں ان کا ولی اور دوست تو شیطان ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۷ میں یہی بات بتلائی گئی اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔'' ان آیتوں سے عقلمند یہ سبق حاصل کرے اور یہ فیصلہ کرلے کہ عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی ہے، اس کے سوا کسی کی عبادت جو کوئی کرے گا وہ بے عقل اور بیوقوف شمار ہوگا۔ اس کے بعد یہ حقیقت بھی کھول کھول کر بیان کردی گئی کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جن جن کی عبادت کرتے ہو وہ کسی کی مدد نہیں کرسکتے اور نہ وہ خود اپنی مدد کر پائیں گے۔ یعنی جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر جس کسی کی بھی عبادت کریں گے وہ ان کی مدد کرنے سے بالکل عاجز ہوں گے اور ان کی عبادت کرنے والوں کے ضرر اور نقصان کو دور کرنے سے بھی عاجز ہوں گے۔ یہ وہ لچر معبود ہیں کہ ان کے منہ پر رکھی گئی کوئی چیز یہ نہ کھا سکتے ہیں اور نہ پی سکتے ہیں اور نہ ان کے اطراف موجود کسی قسم کی خوشبو کو سونگھ سکتے ہیں۔ مشرکین ان بتوں پر خوشبو لگاتے تھے۔ ان کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں رکھا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ بت خوشبو سونگھتے اور کھاتے پیتے ہیں جبکہ ان بتوں کو کھاتے پیتے انہوں نے کبھی نہیں دیکھا بلکہ ان کے سامنے رکھی ہوئی چیزیں کتے یا بلی یا دیگر جانور کھا جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا مگر ان بتوں میں سے نہ کسی چھوٹے بت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی اور نہ کسی بڑے بت نے کوئی تکلیف پہنچائی۔ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۹۳ میں اس قصے کو یوں بیان کیا گیا ہے ''فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا ۢبِالْيَمِيْنِ پھر تو پوری قوت کے ساتھ دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے کیلئے چل پڑے۔'' سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۵۸ ہے ''فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ بس اس نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا وہ بھی اس لیے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں۔'' ایک اور بات بتلادی گئی کہ اگر تم انہیں صحیح راستے کی طرف بلاؤ تو وہ سنیں گے بھی نہیں یعنی جس طرح یہ بت کسی کی مدد کرنے سے عاجز ہیں اسی طرح یہ اس بات سے بھی عاجز ہیں کہ اگر تم ان کی رہبری کرنا چاہو، سیدھا راستہ بتلانا چاہو تو وہ تمہاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے، جب وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے تو بھلا یہ بتلاؤ کہ وہ تمہاری مدد ونصرت کیا کرسکیں گے؟ تم ان بتوں کو غور سے دیکھو تو سہی کہ ان کی ایسی مصنوعی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ نہیں سکتے۔ ان کی آنکھیں بھی مصنوعی اور ان کے کان بھی مصنوعی۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۴ میں یہ بات بتلائی گئی اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ اگر تم ان کو پکارو تو یہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری پکار کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔'' جب ان میں سننے اور دیکھنے ہی کی صلاحیت نہیں تو پھر تم کیسے ان سے مدد کی امید رکھتے ہو؟ اور کیسے ان سے ضرر اور نقصان کا خوف کرسکتے ہو؟ اور تمہارے لئے کیسے یہ لائق ہے کہ تم ان کو اپنا معبود بنالو؟

درس نمبر (۷۵۰) **درگزر کیا کرو اور نیکی کا حکم کرو** الاعراف: ۱۹۹۔۲۰۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: خُذِ اختیار کیجئے الْعَفْوَ درگزر کرنے کو وَاْمُرْ اور حکم کیجئے بِالْعُرْفِ نیک کام کا وَاَعْرِضْ اور اعراض کیجئے عَنِ الْجَاهِلِيْنَ جاہلوں سے O وَاِمَّا اور اگر يَنْزَغَنَّكَ اُبھارے آپ کو مِنَ الشَّيْطَانِ شیطان کا نَزْغٌ کوئی وسوسہ فَاسْتَعِذْ تو پناہ مانگئے بِاللّٰهِ اللہ کی اِنَّهٗ یقیناً وہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرلو O اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ سے پناہ مانگو بیشک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے پیغمبر! درگزر کا رویہ اختیار کیجیے۔

۲۔لوگوں کو نیکی کا حکم دیجیے۔

۳۔جاہلوں کی طرف دھیان نہ دیجیے۔

۴۔اگر کبھی شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی کچوکا لگ جائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجیے۔

۵۔یقیناً وہ ہر بات سننے والا ہر چیز جاننے والا ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ پر جو شخص ظلم کرے اس کو آپ معاف فرمادیں اور جو شخص آپ کو نہ دے آپ اس کو عطا فرمائیں اور جو شخص آپ سے اپنے تعلق کو توڑ لے آپ اس سے اپنا تعلق جوڑ رکھیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے یہاں سب سے پہلے جو حکم دیا وہ یہ کہ آپ درگزر کا معاملہ فرمائیں یعنی لوگوں پر ان کی تکلیف سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، ان کے لئے آسانیاں پیدا فرمائیں، مشکلات میں نہ ڈالیں۔حضرت انس بن مالک راوی ہیں، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو آسانی پہنچاؤ اور مشکل میں نہ ڈالو، لوگوں کو خوشخبری دو نفرت اور دہشت میں مت ڈالو۔ (بخاری: ۶۹۔مسلم: ۱۷۳۴) خُذِ الْعَفْوَ میں یہ بھی داخل ہے کہ جو رشتہ دار اپنا رشتہ توڑنے لگے ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے اور غلطی کرنے والوں کو معاف کردیں اور ایمان والوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ یہ آیت ایمان والوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ لوگوں سے متعلقہ حقوق پورے طور پر ادا کریں اور لوگوں سے فراخدلی، سخاوت و فیاضی کا برتاؤ کریں اور مالی حقوق میں تشدد کا راستہ اختیار نہ کریں۔ لوگوں سے عمدہ اخلاق کے ساتھ پیش آئیں اور سخت دلی اور درشت خوئی سے گریز کریں۔ نیز دین کی دعوت دیتے ہوئے نرمی اور مہربانی کا

رو یہ اختیار کریں کہ ہمارے کسی قول اور عمل سے کسی کو مشقت، تکلیف اور حرج واقع نہ ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا وہ تاریخی جملہ قرآن مجید میں محفوظ ہے جو انہوں نے اپنے ان بھائیوں سے کہا تھا جن بھائیوں نے انہیں اندھیرے اور سوکھے کنویں میں ڈال دیا تھا: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ تم پر آج کوئی الزام نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کردے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اس طرح کے جملے زبان پر لانے کے لیے بڑا ظرف چاہیے، وہ ظرف جس کو سمجھنے کے لئے بھی بہت بڑا ظرف چاہیے۔ کوئی کم ظرف اس جملے کی حقیقت کو اپنی کم ظرفی کی وجہ سے شاید نہ سمجھ پائے۔ مگر وسیع الظرف اشخاص کے لیے اس جملے میں وہ قیمتی سبق چھپا ہوا ہے جو سبق انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کرتا ہے۔ رحمۃ اللعالمین سید المرسلین مکی و مدنی رسولِ عربی ﷺ کے ان اخلاق حسنہ پر سلام ہو کہ مکہ والوں نے آپ ﷺ کو کس قدر تکلیف دی تاریخ اس کو فراموش نہیں کرسکتی۔ دشمنوں نے سب کچھ کیا مگر آٹھ سن ہجری کو جب مکہ فتح ہوا تو رسولِ رحمت ﷺ نے مکہ والوں سے پوچھا کہ تم لوگ کیا خیال کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ مکہ والوں نے کہا اَخٌ كَرِيمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيمٍ آپ شریف آدمی ہیں اور شریف آدمی کے بیٹے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اہل مکہ سے وہی جملہ کہا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ)

اس آیت میں دوسرا حکم آپ ﷺ کو یہ دیا گیا کہ آپ بھلائی کا حکم دیں۔ سوال یہ ہے کہ معروف سے کیا مراد ہے؟ معروف ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ جس میں اطاعت، نیکی، لوگوں کے ساتھ احسان اور ہر قسم کی بھلائی کرنا مراد ہے اور وہ حقوق ادا کرنا جن سے غفلت برتنے کی اجازت نہیں ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۴ میں کہا گیا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم دے ہر قسم کی نیکی کے کام کو بھی معروف کہا جاتا ہے۔ یہی لفظ معروف حقوق العباد کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۸ میں یوں ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ عورتوں کے بھی ایسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے حقوق ہیں۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۲۲۹ میں کہا گیا: ''فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ اچھائی سے روکنا اور عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا'' اور آیت نمبر ۲۳۱ میں ہے کہ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ جب عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اچھی طرح انہیں بساؤ یا بھلائی کے ساتھ الگ کردو۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

تیسری بات یہ کہی گئی کہ جاہلوں سے اعراض کرو یعنی جب آدمی اپنی جہالت کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنے لگے تو ایسے جاہلوں سے منہ مت لگاؤ، اپنا وقت ان سے بحث کرنے میں مت لگاؤ، ان سے الجھنے میں اپنی توانائی صرف مت کرو۔ اگر آدمی اپنی جہالت کی وجہ سے جاہلانہ بات کرنے لگ جائے تو عقل مند کا کام یہ نہیں ہے کہ اس جاہل کے ساتھ بحث ومباحثہ میں لگ جائے۔ پھر تو جاہل اور عقلمند میں کیا فرق رہ جائے گا؟ اس لئے جاہل کی جہالت کو اور اسکی جاہلانہ طاقت کو اس سے منہ موڑ کر ہی

ختم کر دو بلکہ تمہارا کام یہ ہونا چاہیے کہ تم صبر، تحمل، برداشت اور حلم کے ساتھ وہاں سے ہٹ جاؤ۔ ایسے حالات میں ہی تو تمہارا امتحان ہوتا ہے کہ تم غصہ سے بے قابو ہو جانے والے آدمی ہو یا غصہ کو پی جانے والے انسان ہو۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۴ میں مومنوں کی یہ صفات بیان کی گئیں: وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ اور وہ غصہ کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے نیکوکاروں کو اللہ پسند فرماتے ہیں۔ اس کے بعد یہ بات بتائی گئی کہ اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے، بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ ابن جریر نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ غصے کی حالت میں کیا کیا جائے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ اور اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی کچوکا لگ جائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجیے۔

درس نمبر (۱۵۷) **اللہ کا ذکر شیطانی وسوسوں سے بچنے کا ذریعہ** الاعراف: ۲۰۱۔۲۰۲

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے اتَّقَوْا تقویٰ اختیار کیا إِذَا جب مَسَّهُمْ پہنچتا ہے انہیں طَآئِفٌ کوئی وسوسہ مِّنَ الشَّيْطٰنِ شیطان کی طرف سے تَذَكَّرُوْا (تو) چونک پڑتے ہیں فَإِذَا پھر ناگہاں هُمْ وہ مُّبْصِرُوْنَ سوجھ بوجھ والے ہو جاتے ہیں ۝ وَإِخْوَانُهُمْ اور ان (شیاطین) کے بھائی يَمُدُّوْنَهُمْ انہیں کھینچتے ہیں فِي الْغَيِّ گمراہی میں ثُمَّ پھر لَا يُقْصِرُوْنَ وہ کمی نہیں کرتے

ترجمہ: جو لوگ پرہیز گار ہیں جب اُن کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں ۝ اور ان (کفار) کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں پھر (اس میں کسی طرح کی) کوتاہی نہیں کرتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آ کر چھوتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کر لیتے ہیں۔

۲۔ چنانچہ اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

۳۔ جو شیاطین کے بھائی ہیں ان کو یہ شیاطین گمراہی میں گھسیٹتے جاتے ہیں۔

۴۔ نتیجہ یہ کہ وہ گمراہی سے باز نہیں آتے۔

ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں شیطان سے بچنے والے متقیوں کا تذکرہ ہے اور شیطان سے دوستی کرنے والے فاسقوں کا بھی ذکر ہے۔ جن خوش نصیب لوگوں کے دلوں میں تقویٰ ہوتا ہے اور ایسے متقی لوگوں کو شیطان کی طرف سے کوئی

خیال آتا ہے تو وہ متقی اس خیال کی پرورش نہیں کرتے اور اس خیال کو عملی شکل دینے کا کوئی منصوبہ بھی نہیں بناتے بلکہ وہ اس خیال کو اللہ کی یاد سے مردہ کر دیتے ہیں۔ جب وہ اس خیال کو اللہ کے ذکر سے مردہ کر دیتے ہیں تو پھر تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ شیطانی خیالات اور وسوسوں کو مردہ کرنے کا بہترین فارمولا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل و دماغ میں بسا لی جائے۔ جب دل و دماغ میں اللہ ہی اللہ بس جاتا ہے تو ایسے خوش نصیبوں کے تقوے کی کیفیت اور طاقت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ تیر و تلوار وہ ہتھیار ہے جس سے دشمن کا خاتمہ ہوتا ہے اور ذکر الٰہی وہ ہتھیار ہے جس سے ازلی دشمن شیطان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دوسری آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ شیطان کے بھائیوں کو شیطان گمراہی میں گھسیٹ لے جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان کے بھائی گمراہی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور اس دلدل سے نکل نہیں پاتے۔ اب سوال یہ ہے کہ شیطان کے بھائی سے کون مراد ہیں؟ شیطان کے بھائیوں سے مراد وہ انسان ہیں جو شیطانی کردار ادا کرتے ہیں، وہ فاسق و فاجر اور وہ کفار و مشرکین مراد ہیں جن کو شیطان ضلالت اور گمراہی کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے یہ شیاطین الانس ان شیاطین الجن کے معاون و مددگار ہوتے ہیں گویا گمراہی اور ضلالت کے پھیلانے میں دونوں آپس میں بھائی بھائی ہو جاتے ہیں۔ شیطان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی انسان اس شیطان کی بات کو مان لیتا ہے اور اس گمراہی میں پھنسانے میں جب انسان شیطان کا ساتھ دیتا ہے تو وہ شیطان اس کو برابر گمراہی کے راستے پر چلاتا رہتا ہے اور اسے دوزخ میں پہنچا کر ہی چھوڑتا ہے۔

درس نمبر (۷۵۲) **میں تو وحی کی اتباع کرتا ہوں** الاعراف: ۲۰۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب لَمْ تَأْتِهِمْ نہیں لاتے آپ ان کے پاس بِآيَةٍ کوئی نشانی قَالُوْا (تو) کہتے ہیں لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا تُو خود کیوں نہیں بنا لایا اس کو قُلْ کہہ دیجئے إِنَّمَا أَتَّبِعُ میں تو پیروی کرتا ہوں صرف مَا (اس چیز کی) جو يُوْحٰى وحی کی جاتی ہے إِلَيَّ میری طرف مِنْ رَّبِّيْ میرے رب کی طرف سے هٰذَا یہ بَصَآئِرُ روشن دلائل ہیں مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَهُدًى اور ہدایت وَّرَحْمَةٌ اور رحمت لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں

ترجمہ: اور جب تم اُن کے پاس (کچھ دنوں تک) کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنالی؟ کہہ دو کہ میں تو اُسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ یہ (قرآن) تمہارے رب کی جانب سے دانش و بصیرت اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتائی گئی ہیں:

ا۔ جب تم ان کے سامنے ان کا منہ مانگا معجزہ پیش نہیں کرتے۔

۲۔تو یہ کہتے ہیں کہ تم نے یہ معجزہ خود اپنی پسند سے کیوں نہ پیش کر دیا؟
۳۔ کہہ دو کہ میں تو اس بات کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے وحی کے ذریعے مجھ تک پہنچائی جاتی ہے۔
۴۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے بصیرتوں کا مجموعہ ہے۔
۵۔ جو لوگ ایمان لائیں ان کے لیے یہ ہدایت اور رحمت ہے۔

نبیوں کو جو معجزات دیئے جاتے ہیں وہ رب ذوالجلال کی مرضی اور حکمت کی بنیاد پر دیئے جاتے ہیں۔ مگر مکہ کے مشرکین رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مرضی سے معجزے طلب کرتے تھے کہ اے محمد! آپ نے یہ معجزہ اپنی پسند سے کیوں پیش نہیں کیا؟ مکہ کے مشرکین نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے معجزے طلب کئے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۰ سے ۹۴ تک ان طلب کردہ معجزات کا تذکرہ یوں ہے: ''وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعاً انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں جب تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں أَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيْرًا یا خود آپ کے لیے ہی کوئی باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو اور اس کے درمیان آپ بہت سی نہریں جاری کر دکھائیں أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا یا آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے أَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلَآئِكَةِ قَبِيْلًا یا آپ خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دیں أَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا آپ کے اپنے لیے کوئی سونے کا گھر ہی ہو جائے أَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَاءِ یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔'' یہ وہ معجزات تھے جو مشرکین نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگے تھے۔ ان مطالبات کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہ آپ جواب دے دیں کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔ اس جواب کے ذریعے یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ رسول کے اختیار میں معجزہ ظاہر کرنا نہیں ہے۔ معجزہ تو اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کسی بھی نبی سے معجزے کا ظاہر ہونا ناممکن ہے۔ اگر مشرکین کسی خاص معجزے کا مطالبہ کرتے ہیں تو انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے پابند نہیں ہیں کہ لوگوں کے کہنے کے مطابق معجزے ظاہر کر دیں۔ ان مشرکین کا معجزہ طلب کرنے کا مقصد تھوڑی ہی ایمان لانے کی غرض سے تھا وہ تو محض عناد، سرکشی، غرور، ضد اور مخالفت کی وجہ سے ان معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔ جب مشرکین نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نے ہماری فرمائش کے مطابق معجزے کا اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیوں نہیں کیا تو جواب دیا گیا کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اسی کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے، میرا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اتباع کرنا ہے، میرا کام یہ نہیں ہے کہ تمہارے فرمائشی معجزے پورے کرتے رہوں، تم اِدھر اُدھر کے معجزوں کے پیچھے بھاگ رہے ہو، سب سے بڑا معجزہ تو یہی قرآنِ مجید ہے جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرت کی باتیں لے کر آیا ہے۔ مشرکین اگر واقعی حق اور ہدایت کے طلبگار ہیں تو ان کے لیے خود وہ قرآنِ مجید کافی ہے جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے، جس میں

دلوں کو چھو لینے والی بصیرت کی کافی باتیں موجود ہیں اور روشن اور واضح دلائل بھی موجود ہیں، جس سے اس کتاب کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید وہ معجزاتی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے، جس سے حق کی معرفت ہوتی ہے اور درست باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے والا نابینا سے بینا بن جاتا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۴ میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا: قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرت کے سامان پہنچ چکے ہیں، اب جو شخص آنکھیں کھول کر دیکھے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو شخص اندھا بن جائے گا اپنا ہی نقصان کرے گا، مجھے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں دی گئی ہے۔ کفر پر مضبوطی سے قائم اور ایمان سے بھاگنے والے مکہ کے یہ مشرکین جو ہمیشہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے میں ڈٹے رہتے ہیں ان کا معجزات طلب کرنا صرف اور صرف ضد، مخالفت، سرکشی اور غرور کی وجہ سے تھا۔

درس نمبر (۷۵۳) **قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو** الاعراف: ۲۰۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب قُرِئَ پڑھا جائے الْقُرْآنُ قرآن فَاسْتَمِعُوا لَهُ تو غور سے (کان لگا کر) سنو اس کو وَأَنصِتُوا اور خاموش رہو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ تاکہ تم رحم کئے جاؤ

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتائی گئی ہیں:

۲۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو۔

۲۔ خاموش رہو۔

۳۔ تاکہ تم پر رحمت ہو۔

دنیا میں ہزاروں کتابیں ہیں جنہیں پڑھا اور سنا جاتا ہے مگر ایک کتاب ایسی ہے جس کا پڑھا جانا اور سنا جانا دنیا کی دیگر تمام کتابوں سے جداگانہ ہے۔ اس آفاقی کتاب کا نام قرآنِ مجید فرقانِ حمید ہے، جس کو لاپرواہی اور بے اعتنائی کے ساتھ نہ پڑھنا درست ہے اور نہ ہی سننا۔ جب بھی یہ کتاب پڑھی جائے گی تو پوری یکسوئی، دلچسپی، طلب، تڑپ، جستجو، لگن اور عقیدت و محبت کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ جب اس کتاب کو سنا جائے گا تو پوری سنجیدگی، یکسوئی، دلچسپی، توجہ اور خاموشی کے ساتھ سنا جائے گا اور نہ صرف سنا جائے گا بلکہ غور سے سنا جائے گا اس طرح کہ اس آواز کے سامنے دوسری آوازیں ہیچ ہو جائیں۔ اس کتابِ مقدس کو اس طرح سنا جائے کہ اس کی آیتوں کو سمجھ رہے ہوں اور اس کی نصیحتوں سے سبق بھی حاصل کر رہے ہوں۔ اس کتابِ الٰہی کو جب بھی کسی کے سامنے پڑھا جائے گا سننے والے کا کام یہ ہوگا کہ دوسری تمام باتوں کے سننے سے اپنے آپ کو دور رکھے اور خشوع و خضوع سے اس کتاب مقدس کو سنے۔ نیز ان آیات کو سننے کے ساتھ ان کے معانی کو سمجھتے ہوئے اور ان

کے مطلب پر تدبر و تفکر کرتے ہوئے اس مقصد پر پہنچ جائیں جس مقصد سے یہ کتاب اتاری گئی ہے۔ اس کتابِ الٰہی کو اس طرح سننا چاہیئے کہ یہ سننا اللہ کی رحمت کو اس پر واجب کردے جو اس کتاب کو سن رہا ہے۔ یہی حکم اس آیت میں دیا گیا ہے وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ جب قرآنِ مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ آیت اپنے ماننے والوں کو یہ بتا رہی ہے کہ جب بھی قرآنِ مجید تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اس کا غور سے سننا بھی تم پر واجب ہے اور قرآن مجید کو سننے کے لیے تمہاری خاموشی بھی واجب ہے، چاہے قرآن مجید کا یہ پڑھا جانا نماز میں ہو یا عام اوقات میں۔ جس جگہ پر قرآن مجید پڑھا جائے گا اور جس ماحول میں بھی قرآن مجید پڑھا جائے گا وہاں سننے کا اور خاموشی کا ماحول بنانا ضروری ہوگا۔ جن محافل اور مجالس میں اللہ کی کتاب پڑھی جائے گی وہاں اگر خاموشی کا ماحول نہ ہو اور غور سے سننے کا ماحول نہ ہو تو یہ بات انتہائی ناپسندیدہ اور مکروہ ہے کہ ایسی جگہ اللہ کی کتاب پڑھی جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کی کتاب کی کوئی ایک آیت بھی غور سے سنا اس کو کئی گنا نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو کوئی اللہ کی کتاب کی کسی ایک آیت کی تلاوت کرتا ہے وہ تلاوت اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی۔ (مسند احمد: ۸۴۹۴)

عربی زبان میں سَمِعَ يَسۡمَعُ کے معنی سننے کے ہیں اور اِسۡتَمَعَ يَسۡتَمِعُ کے معنی غور سے سننے کے ہیں۔ اس آیت میں اس موقع پر یہ حکم نہیں دیا گیا کہ سنو بلکہ یہ حکم دیا گیا کہ غور سے سنو اور غور سے سننے کے لیے خاموشی ضروری ہوتی ہے، اس لیے وَاَنۡصِتُوۡا کہا گیا کہ خاموش رہو۔ قرآنِ مجید کی یہ بے ادبی ہے کہ ایک طرف قرآن مجید پڑھا جائے اور دوسری طرف لوگ باتوں میں مشغول رہیں۔ قرآن مجید پڑھنے والے کو چاہیئے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے کہ جن کانوں میں یہ آواز پہنچ رہی ہے وہ لوگ کام کاج اور نیند میں تو نہیں ہیں؟ اگر لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں یا سو رہے ہوں تو اونچی آواز سے تلاوت نہ کی جائے، کیونکہ کام میں لگے ہوئے لوگ قرآن مجید کی طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ بعض اوقات ٹی وی، کمپیوٹر یا موبائل پر قرآن مجید کی تلاوت لگا دی جاتی ہے اور اس جانب توجہ ہی نہیں دی جاتی، لوگ نہ سنتے ہیں اور نہ ہی خاموش رہتے ہیں، اس طرح کی صورت پیدا کر لینا قرآن مجید کی بے ادبی ہے۔ یہ ایک علمی مسئلہ ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا ہے یا نہیں؟ اس آیت کی روشنی میں مفسرین اور محدثین نے تفصیلات بیان کی ہیں تاہم اس سلسلے میں ہم زیادہ تفصیل نہیں بتائیں گے۔ کسی کے ہاں امام کے پیچھے قرات نہیں ہے اور کسی کے ہاں ہے اور ہر مسلک کے پاس دلائل ہیں۔ اس سلسلے میں علمائے کرام سے معلومات حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔

درس نمبر (۷۵۴) دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کرو الاعراف: ۲۰۵-۲۰۶

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِيۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيۡفَةً وَّدُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ وَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ۝۲۰۵ اِنَّ الَّذِيۡنَ عِنۡدَ رَبِّكَ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوۡنَهٗ وَلَهٗ يَسۡجُدُوۡنَ ۝۲۰۶ ع السَّجۡدَة

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاذْكُرْ اور یاد کیجئے رَّبَّكَ اپنے رب کو فِي نَفْسِكَ اپنے دل میں تَضَرُّعًا عاجزی سے وَخِيفَةً اور ڈرتے ہوئے وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (ایسی آواز سے کہ) کم ہو پکار کر بات کرنے سے بِالْغُدُوِّ صبح کو وَالْآصَالِ اور شام کو وَلَا تَكُنْ اور نہ ہوں آپ مِّنَ الْغَافِلِينَ غافلوں سے O اِنَّ الَّذِينَ بیشک وہ (فرشتے) جو عِندَ رَبِّكَ آپ کے رب کے پاس ہیں لَا يَسْتَكْبِرُونَ وہ تکبر نہیں کرتے عَنْ عِبَادَتِهِ اس کی عبادت سے وَيُسَبِّحُونَهُ اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں وَلَهُ اور اسی کو يَسْجُدُونَ وہ سجدہ کرتے ہیں

ترجمہ: اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے، پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو اور (دیکھنا) غافل نہ ہونا O جو لوگ تمہارے رب کے پاس ہیں وہ اُس کی عبادت سے رُوگردانی نہیں کرتے اور اس پاک ذات کو یاد کرتے اور اس کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو۔
۲۔ اللہ کے ذکر سے غافل مت ہو جاؤ۔
۳۔ جو لوگ تمہارے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے روگردانی نہیں کرتے۔
۴۔ وہ اس پاک رب ذوالجلال کو یاد کرتے ہیں۔
۵۔ اس کے آگے سجدہ کرتے رہتے ہیں۔

پچھلی آیت میں قرآنِ مجید کے سلسلے میں آداب بتلائے گئے۔ اس آیت میں اللہ کے ذکر کا حکم دیا جا رہا ہے اور ذکر کرنے کے آداب بھی بتلائے جا رہے ہیں۔ اللہ کی یاد کو ذکر الٰہی کہتے ہیں۔ مومن بندے کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے حقیقی محسن اور اپنے حقیقی خالق و رازق کو بھول نہیں سکتا۔ جس رب نے اس کو پیدا کیا اور جو رب اس کو ہر روز رزق دے رہا ہے وہ اس رب کو کیسے بھول سکتا ہے؟ قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں اللہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۲ میں کہا گیا فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۸ میں کہا گیا وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ اللہ کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۰ میں یوں کہا گیا کہ فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۹ میں یوں کہا گیا: ''پھر جب تم امن کی حالت میں آ جاؤ تو اللہ کا ذکر اس طریقہ سے کرو جو اس نے تمہیں سکھایا ہے جس سے تم پہلے ناواقف تھے۔'' حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا: وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (آل عمران: ۴۱) اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ سورۂ ق کی آیت نمبر ۳۹ میں رسول رحمت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ آپ اپنے

رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کریں سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی۔

اس آیت میں ذکر کے اصول بتائے گئے کہ وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے ایسی آواز سے اپنے رب کو یاد کیجیے جو زور کی بات سے کچھ کم ہو صبح کے اوقات اور شام کے اوقات میں۔ جب ہم اللہ کا ذکر کریں تو صرف زبانی ذکر نہ ہو، خیالات گدھے اور گھوڑے میں، دل روپئے پیسے میں، دماغ بازاروں اور میلوں میں اور زبان سے صرف اللہ اللہ جاری ہو اور تسبیح کے دانے آگے بڑھ رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا ذکر اور ایسی تسبیح مطلوب و مقصود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ بندہ اس کو دل سے یاد کرے۔ اللہ کا ذکر جب کیا جائے تو دل میں اللہ کے اچھے اچھے ناموں کا احساس، اللہ تعالیٰ کی صفات کا ادراک، اس کی نعمتوں کے شکر کے جذبات، اپنے گناہوں پر مغفرت کی طلب ہو اس طرح کہ وہ ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے۔ ایسے ذکر کا نقد فائدہ یہ ہوگا کہ خاص قسم کا سکون دل میں محسوس ہوگا أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۸) خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جب یاد کیا جائے تو دل میں عاجزی اور انکساری ہو۔ نیز ڈر اور امید کی کیفیت ہو۔ اس رب ذوالجلال سے اجر و ثواب اور اس کے فضل و کرم کا یقین دل میں جما ہوا ہو۔ ذکر بھی ایسا ہو کہ نہ ہی اتنی بلند آواز سے ذکر ہو کہ دوسروں کو ایذا ہو یا ریاکاری کا عنصر شامل ہو، جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کہا گیا وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا نہ تو اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ ہی پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان راستہ تلاش کر لے کیونکہ نماز بھی ایک ذکر ہے۔ جب نماز میں یہ حکم ہے تو نماز کے علاوہ اوقات میں بھی ذکر کا اصول یہی ہے کہ اس میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، تم ایسے معبود کو نہیں پکار رہے ہو جو بہرہ ہے یا تم ایسی ذات کو نہیں پکار رہے ہو جو غائب ہے بلکہ وہ سمیع ہے، بصیر ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ قسم اس ذات کی جسے تم پکار رہے ہو وہ تم سے اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنی قریب تمہاری اونٹ کی گردن ہے۔ (ابوداود)

یہ بات یاد رہے کہ بندہ کو کسی بھی وقت اپنے رب سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ تعلیماتِ نبوی میں اسی لئے اس بات کی عملاً ترغیب دی گئی کہ چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، ہر وقت دعائیں پڑھیں۔ یہ دعائیں پڑھنا اصل میں اپنے رب کو یاد کرنے کے لئے ہے، رسم پوری کرنے کے لئے نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس نورانی مخلوق کا تذکرہ کیا جن کو ملائکہ کہا جاتا ہے۔ ان فرشتوں کی یہ خصوصیت بتلائی گئی کہ ملأ اعلیٰ میں جو فرشتے ہیں وہ اپنے رب کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے، وہ غرور نہیں کرتے، وہ اپنی ذات کو بڑا نہیں سمجھتے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کریں۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ جانتے ہیں اور بندگی کے وہ آداب بجالاتے ہیں جن سے اللہ راضی اور خوش ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز بھی ہو جاتے ہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۲ میں بھی فرشتوں سے متعلق یہ بات کہی گئی: لَّنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بات کو عار نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور نہ ہی مقرب فرشتے سمجھ سکتے ہیں۔ جو شخص اپنے پروردگار کی بندگی میں عار سمجھے اور تکبر کا مظاہرہ کرے تو وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

سورۃ الانفال مَدَنِيَّةٌ

یہ سورت دس رکوع اور ۷۵ آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر (۷۵۵) **اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو** الانفال:۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسْأَلُوْنَكَ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْأَنفَالِ غنیمتوں کے بارے میں قُلِ کہہ دیجئے الْأَنفَالُ غنیمتیں لِلّٰهِ اللہ وَالرَّسُوْلِ اور اس کے رسول کے لیے ہیں فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَأَصْلِحُوا اور تم اصلاح کرلو ذَاتَ بَيْنِكُمْ (اپنی) آپس میں وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ اور تم اللہ کی اطاعت کرو وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی إِن اگر كُنتُم ہو تم مُّؤْمِنِيْنَ مومن

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت اللہ اور اُس کے رسول کا مال ہے تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگ آپ سے انفال یعنی مال غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

۲۔ کہہ دیجیے کہ انفال یعنی مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں یعنی اس بارے میں فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کریں گے

۳۔ تم اللہ سے ڈرو۔

۴۔ آپس میں تعلقات کو درست رکھو۔

۵۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

سورۂ انفال کی تلاوت کرنے سے مومن بندہ نفاق سے بَری ہو جاتا ہے۔ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کی تلاوت کی تو میں قیامت کے دن اس کا سفارشی اور گواہ رہوں گا کہ وہ نفاق سے بَری ہے۔ (التفسیر الوسیط) مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جو جنگ ہوتی ہے اور اس جنگ میں کافروں کا جو مال قبضے میں آتا ہے اس مال کو مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ جب جنگِ بدر ہوئی اور اس جنگ میں مال غنیمت ہاتھ آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

سے سوال کیا کہ یہ غنیمت کا مال جو جنگِ بدر سے حاصل ہوا اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ اور اس غنیمت کے مال کے حقدار کون ہونگے؟ مال غنیمت کی تقسیم میں مہاجرین کے فیصلے کا اعتبار ہوگا یا انصار کے فیصلے کا اعتبار ہوگا یا دونوں جماعتوں کا اعتبار ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں سورۂ انفال کی یہ پہلی آیت نازل ہوئی اور رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہہ دیجئے کہ مال غنیمت کا معاملہ اللہ کے پاس ہے کہ وہ جس کے حق میں چاہے گا فیصلہ کرے گا اور تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں۔ وہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقسیم کریں گے تو مال غنیمت کی تقسیم کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف تفویض کردو۔

گزری ہوئی قوموں میں مسلمان جب کافروں سے جہاد کرتے تھے اور اس موقع پر جو مال قبضہ میں آتا تھا اس مال کو آپس میں تقسیم کرلینے کا کوئی قانون نہیں تھا بلکہ آسمان سے آگ نازل ہوتی تھی جو غنیمت کے سارے مال کو جلا کر خاکستر کردیتی تھی۔ اُمت محمدیہ کے لیے مال غنیمت کو آپس میں تقسیم کرنے کی اجازت دی گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مجھے چھ چیزوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی:

(۱) ایک یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے (جو الفاظ مختصر ہوں اور بہت سے معنی پر دلالت کرتی ہوں انہیں جوامع الکلم کہا جاتا ہے۔)

(۲) رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی کہ دور دور تک دشمن ہیبت کھاتے ہیں اور مرعوب ہوتے ہیں۔

(۳) اموال غنیمت میرے لیے حلال کردیئے گئے دوسری امتوں کے لئے حلال نہ تھے۔

(۴) پوری زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنادی گئی اور طہارت کی جگہ بنادی گئی جہاں وقت ہوجائے نماز پڑھ لیں مسجد کی کوئی قید نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمّم کرلیں۔

(۵) میں ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔

(۶) میرے آنے پر نبیوں کی آمد ختم کردی گئی۔ (مسلم)

مال غنیمت کی تقسیم کی تفصیل ان شاء اللہ اسی سورت کی آیت نمبر ۴۱ میں آئے گی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مال غنیمت کے بارے میں سوال کیا کہ مال غنیمت کے سلسلے میں یہ آیت اصحاب بدر یعنی ان صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ بدر میں شریک رہے جب کہ ہمارے درمیان مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں اختلاف ہوا اور اس سلسلے میں ہمارے اخلاق برے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں سے اس معاملے کو کھینچ لیا اور اس کو اللہ کے رسول کے حوالے کردیا اور اللہ کے رسول نے مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کردیا۔ مال غنیمت کے سلسلے میں فیصلہ کن بات بتلائے جانے کے بعد ایمان والوں کو تین کاموں کا حکم دیا گیا:

(۱) اللہ سے ڈرو (۲) آپس میں تعلقات کو درست رکھو (۳) اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

ظاہر ہے کہ جب آدمی دین اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرے گا اور تقویٰ اختیار کرے گا تو آپس کے معاملات بھی درست رکھے گا، اس لئے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ جو واقعی متقی ہو اس کے دل میں حسد اور بغض پیدا ہو، وہ کسی سے جھگڑا کرے اور ظلم وستم کرے۔ اس لئے سب سے پہلے آدمی کو چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے اور اس تقوے کے ساتھ ساتھ آپس کے معاملات کو درست رکھے۔ نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے سے پیش آئیں اور دین کے احکامات کے سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔

درس نمبر (۷۵۶) **قرآنِ مجید کی تلاوت سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے** الانفال: ۲۔۳۔۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ (کامل) مومن تو صرف الَّذِينَ وہ لوگ ہیں کہ إِذَا جب ذُكِرَ اللّٰهُ اللہ کا ذکر کیا جائے وَجِلَتْ (تو) ڈر جاتے ہیں قُلُوبُهُمْ ان کے دل وَإِذَا اور جب تُلِيَتْ تلاوت کی جاتی ہیں عَلَيْهِمْ ان پر آيَاتُهُ اس کی آیتیں زَادَتْهُمْ (تو) وہ ان کو زیادہ کر دیتی ہیں إِيْمَاناً ایمان میں وَعَلَى رَبِّهِمْ اور اپنے رب ہی پر يَتَوَكَّلُونَ وہ توکل کرتے ہیں ٥ الَّذِينَ وہ لوگ جو يُقِيمُونَ قائم کرتے ہیں الصَّلَاةَ نماز وَمِمَّا اور اس سے جو رَزَقْنَاهُمْ ہم نے ان کو رزق دیا يُنفِقُونَ وہ خرچ کرتے ہیں ٥ أُولَٰئِكَ هُمُ یہی لوگ ہیں الْمُؤْمِنُونَ مومن حَقًّا سچے لَّهُمْ ان کیلئے دَرَجَاتٌ درجے ہیں عِندَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش ہے وَرِزْقٌ كَرِيمٌ باعزت رزق

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اُس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ٥ (اور) وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اُس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں ٥ یہی سچے مومن ہیں اور ان کیلئے اللہ کے ہاں (بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۲۔ جب اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں۔

۳۔ وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

۴۔ جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔

۵۔ جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔
۶۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ایمان والے ہیں۔
۷۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات ہیں اور مغفرت اور رزق کریم ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جن کے دلوں میں شرک، کفر اور نفاق کی خباثت اور گندگی ہوتی ہے تو ان کے دلوں میں کسی بھی قسم کی انقلابی کیفیت اجاگر نہیں ہوتی، وہ بے حس دل ہوتے ہیں، وہ بنجر زمین کی طرح ہوتے ہیں جہاں سے کسی چیز کے اگنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا، اس کے برعکس جن کے دلوں میں ایمان کی چنگاریاں ہوتی ہیں، جن کے دل و دماغ میں ایمان پیوست ہو چکا ہوتا ہے ان کی کیفیت ہی جداگانہ ہوتی ہے۔

پچھلی آیت میں حکم دیا گیا تھا کہ اللہ سے ڈرو آپس کے معاملات کو درست رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اس آیت میں ایسے مطیع و فرمانبردار مومنوں کی پانچ خصلتیں بیان کی جارہی ہیں۔ ایسا مومن جس کے دل میں تقویٰ ہوتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہتا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف چھایا ہوا ہوتا ہے جس کو اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کے ذریعے ظاہر کیا گیا کہ جب کسی مومن کے سامنے رب السموات والارض اور خالق کائنات کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اللہ کی عظمت میں اس کا دل مچل جاتا ہے، اس کا دل اللہ کے خوف سے لرز جاتا ہے، اللہ کی عظمت و جلال کا رعب اس کے دل میں لرزہ طاری کر دیتا ہے، وہ جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو اس کو اس کے رب کے وعدے اور اس کی وعیدیں یاد آجاتی ہیں، اس کی رحمت اور اس کا عذاب یاد آجاتا ہے، اس کا غضب اور اس کی مہربانی یاد آجاتی ہے، سورۂ حج کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ میں یہ بات یوں بیان کی گئی ہے وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنائیے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ان کے دل تھرا جاتے ہیں یہ کیفیت تجربے سے زیادہ محسوس ہوسکتی ہے، جب ہم خود اپنی خلوت گاہوں میں بیٹھ جائیں، کوئی ہمارے ساتھ نہ ہو اور پھر اس رب کو یاد کریں، اس کی مہربانیوں اور نعمتوں کو یاد کریں، اس کی جنت و دوزخ کو یاد کریں، اس کی پیدا کی گئیں مخلوقات پر غور کریں اور جب آپ خشوع و خضوع کی کیفیت میں ڈوب کر اللہ کو یاد کریں گے تو آپ اپنے دل کو لرزتا اور کانپتا پائیں گے۔ ایک قسم کی جھنجھناہٹ کی کیفیت آپ محسوس کریں گے۔ جب یہ کیفیت آپ محسوس کریں تو خوش ہو جائیے کہ آپ کو ایک بڑی نعمت مل گئی ہے۔ ایمان کی لذت آپ کو مل گئی ہے جس سے بڑھ کر کوئی لذت ہی نہیں ہے۔

فرمانبردار اور متقی مومنوں کی دوسری خصلت یہاں یہ بیان کی گئی کہ ان متقی مومنوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہونے لگتا ہے ان کا یقین بڑھنے لگتا ہے ان کا دل ان ساری حقیقتوں کی تصدیق کر رہا ہوتا ہے جن کی اطلاع اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے، ان آیتوں کا سننا اس کے نیک اعمال کرنے کے ارادوں کو پختہ کر دیتا ہے۔ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۴ میں بھی ایمان میں اضافہ کی بات کہی گئی ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وہ ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں۔

متقی مومنوں کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی کہ پرہیز گار ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ کمزور چیزوں پر تکیہ نہیں لگاتے۔ ان کا بھروسہ اس رب العرش الکریم پر ہوتا ہے جو ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْن ہے جو عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے، وہ متقی مومن بندے اللہ پر اعتماد اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں سارے معاملات کو اسی کے سپرد کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہ میں اپنے تمام معاملات کو اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ وہ خاص بندے ہوتے ہیں جو اللہ ہی سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور اس کو اپنا ماوی وملجا بناتے ہیں اور وہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ قل کل من عند الله کہہ دو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

متقی مومنوں کی چوتھی صفت یہ بیان کی گئی کہ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ جو نماز کو قائم رکھتے ہیں یعنی ایسی نماز ادا کرتے ہیں جس میں خشوع وخضوع ہوتا ہے، جس میں وہ تمام ارکان کو تمام شرائط کے ساتھ ادا کرتے ہیں، ان کی نمازوں کا ہر قیام، ہر رکوع، ہر سجدہ اور ہر قعدہ مکمل اطمینان کے ساتھ ادا ہوتا ہے اور وہ نماز میں جو پڑھتے ہیں، اس پر تدبر بھی کرتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں میں اپنے رب سے مناجات بھی کرتے ہیں۔

متقی مومنوں کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خیر کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ فرض زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں، نفل صدقات بھی دیتے ہیں اور ان پر اپنے اہل وعیال سے متعلقہ خرچ کرنے کی جو ذمہ داریاں ہیں اس پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے غریب رشتہ داروں اور دیگر ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرتے ہیں اور اجتماعی امور میں بھی اور دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کی ضرورت پڑنے پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ دین اسلام کی اشاعت اور سر بلندی کے لیے بھی خرچ کرتے ہیں اور مدارس ومساجد پر بھی خرچ کرتے ہیں۔

ان صفتوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے مومنوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کن حقیقت بتلا دی کہ یہی سچے مومن ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کی طرف سے درجات کی بلندی بھی ہے اور مغفرت اور عزت کی روزی بھی ہے یعنی اللہ متقی مومنوں کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ان کے نامۂ اعمال میں نیکیاں عطا فرمائے گا۔ ان کے لئے عزت کی روزی یعنی جنت کی نعمتیں عطا کرے گا۔

درس نمبر (۷۵۷) جنگ بدر کے حالات الانفال: ۵۔۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَمَا جس طرح کہ أَخْرَجَكَ نکالا تھا آپ کو رَبُّكَ آپ کے رب نے مِنْ بَيْتِكَ آپ کے گھر سے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَإِنَّ اور بلاشبہ فَرِيْقًا کچھ لوگ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے لَكٰرِهُوْنَ

البتہ ناپسند کرتے تھےO یُجَادِلُوْنَکَ وہ آپ سے جھگڑتے تھے فِیْ الْحَقِّ حق میں بَعْدَ مَا اس کے بعد کہ تَبَیَّنَ وہ واضح ہو گیا تھا کَاَنَّمَا گویا کہ یُسَاقُوْنَ وہ ہانکے جا رہے ہیں اِلَی الْمَوْتِ موت کی طرف وَھُمْ اور وہ یَنْظُرُوْنَ (اُسے) دیکھ رہے ہیں

ترجمہ: (ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہیئے تھا) جس طرح تمہارے رب نے تمہیں تدبیر کیساتھ اپنے گھر سے نکالا اور (اس وقت) مومنوں کی ایک جماعت ناخوش تھیO وہ لوگ حق بات میں اُس کے ظاہر ہوئے پیچھے تم سے جھگڑنے لگے گویا موت کی طرف ڈھکیلے جاتے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کا یہ معاملہ کچھ ایسا ہی ہے جیسے تمہارے رب نے تمہیں اپنے گھر سے حق کی خاطر نکالا۔

۲۔ جبکہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو یہ بات ناپسند تھی۔

۳۔ وہ تم سے حق کے مقابلہ میں اس کے واضح ہو جانے کے باوجود اس طرح بحث کر رہے تھے جیسے ان کو موت کی طرف ہنکا کر لے جایا جا رہا ہو۔

۴۔ وہ اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔

رسولِ رحمت ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور آپ پر ایمان لانے والے ساتھیوں نے بھی ہجرت کی اور اس ہجرت کی وجہ یہی تھی کہ مکہ والوں نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم وتشدد جاری رکھا تھا۔ مکہ کے مسلمانوں نے دین اسلام کی خاطر اپنا مال، زمینیں اور گھر چھوڑ دیئے۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان جنگ کا موقع ہاتھ آیا اور تاریخ اسلام کی سب سے پہلی جنگ پیش آئی جس کو جنگِ بدر کہا جاتا ہے۔ اسی جنگ کی کچھ جھلکیاں ان دو آیتوں کے علاوہ اگلی آیتوں میں بھی پیش کی گئی ہیں۔ جنگِ بدر کے موقع پر کیا حالات پیش آئے ان کو تفصیل کے ساتھ ہم یہاں بیان کریں گے:

قریش مکہ تو مکہ معظّمہ سے چلے اور آنحضرت سرورِ عالم ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ وہ آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہونے والوں میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں مقامِ روحاء سے واپس کر دیا اور امیر مدینہ بنا کر بھیج دیا۔ آپ ﷺ کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ ستر اونٹ تھے۔ جن پر نمبر وار سوار ہوتے تھے۔ تین تین افراد کو ایک ایک اونٹ دیا گیا تھا۔ خود آپ ﷺ بھی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک اونٹ میں شریک تھے۔ باری کے اعتبار سے آپ بھی پیدل چلتے تھے۔ مقامِ روحاء تک یہی سلسلہ رہا۔ جب روحاء سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو واپس فرما دیا تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک اونٹ میں شریک رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب آپ ﷺ کے پیدل چلنے کی نوبت

آتی تھی تو حضرت ابولبابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما عرض کرتے تھے کہ یارسول اللہ! آپ برابر سوار رہیں، ہم آپ کی طرف سے پیدل چل لیں گے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: مَا أَنْتُمَا بِأَقْوىٰ مِنِّیْ وَلَا أَنَا بِأَغْنیٰ عَنِ الْاَجْرِ مِنْکُمَا (مشکوٰۃ المصابیح) تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور ثواب کے اعتبار سے بھی میں تمہاری بہ نسبت بے نیاز نہیں ہوں۔ یعنی جیسے تمہیں ثواب کی ضرورت ہے مجھے بھی ثواب کی ضرورت ہے۔ جب آنحضرت ﷺ وادی ذفران میں پہنچے تو وہاں قیام فرمایا۔ اب تک تو ابوسفیان کے قافلے سے تعرض کرنے کی نیت سے سفر ہو رہا تھا۔ یہاں پہنچ کر خبر ملی کہ قریش بھی اپنے قافلے کی مدد کے لئے مکہ معظّمہ سے نکل چکے ہیں۔ ابوسفیان اپنا قافلہ لے کر رات کاٹ کر آگے بڑھ چکا تھا۔ اب صورتِ حال یہ پیدا ہوگئی کہ قریش مکہ سے جنگ کرنے کی نوبت آ گئی۔ آپ ﷺ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ قریش ہمارے مقابلہ کے لئے نکل چکے ہیں۔ اب کیا کیا جائے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اچھا جواب دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے بھی اچھا جواب دیا۔ پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ اپنی رائے کے مطابق تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ایسا نہ ہوگا جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہہ دیا تھا: فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (المائدہ:۲۴) تو اور تیرا رب چلے جائیں، دونوں قتال کرلیں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ (ﷺ) تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ قتال کرنے والے ہیں۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں برک الغماد (یہ یمن میں ایک جگہ کا نام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جگہ مکہ معظّمہ سے پانچ رات کی مسافت پر ہے (نہایہ ابن کثیر)) تک ساتھ لے چلیں گے تو ہم ساتھ رہیں گے اور جنگ سے منہ نہ موڑیں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اَشِيرُوْا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاس اے لوگو! مشورہ دو۔ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ انصاری حضرات بھی اپنی رائے پیش کریں۔ آپ ﷺ کی بات سن کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (جو انصار میں سے تھے) کہ یارسول اللہ (ﷺ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہم سے جواب لینا چاہتے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی تصدیق کی۔ ہم نے گواہی دی کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپ سے عہد کیا ہے کہ ہم آپ کی بات مانیں گے اور فرمانبرداری کریں گے۔ آپ اپنے ارادہ کے موافق عمل کریں اور تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر راہ میں سمندر آ گیا اور آپ اس میں داخل ہونے لگیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ داخل ہوجائیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم جنگ میں ڈٹ جانے والے ہیں اور دشمن کے مقابلہ میں مضبوطی کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے والے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو ایسی بات دکھادے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔ آپ اللہ کی برکت کے ساتھ چلیئے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر آپ ﷺ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا کہ چلو! خوش خبری قبول کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ دو جماعتوں میں سے تم کو ایک جماعت پر غلبہ عطا فرمائیں گے (ایک جماعت ابوسفیان

کا قافلہ اور دوسری جماعت قریش مکہ کا لشکر)۔آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ جس جماعت سے مقابلہ ہوگا ان کے مقتولین کہاں کہاں پڑے ہیں؟ اس کے بعد آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔راستہ میں ایک غلام سے ملاقات ہوئی۔حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُس سے پوچھا کہ ابوسفیان کا قافلہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اس کا تو مجھے کوئی پتہ نہیں۔یہ ابوجہل، عتبہ اور اُمیہ بن خلف آرہے ہیں۔بعض روایات میں یوں ہے کہ جب ابو سفیان کے قافلے سے تعرض کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے تو ایک دن یا دو دن کی مسافت طئے کرنے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تھا کہ ابوسفیان کو پتہ چل گیا کہ ہم اس سے تعرض کرنے نکلے ہیں (وہ قافلہ تو نکل چکا ہے) اب قریش مکہ کے آنے کی خبر سنی گئی ہے۔اُن سے مقابلہ ہونے کی بات بن رہی ہے، اس بارے میں کیا خیال ہے؟ اس پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمیں تو قریش کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔آپ (ﷺ) تو ابوسفیان کے قافلہ کے لئے نکلے تھے۔آپ نے پھر وہی سوال فرمایا کہ قریش مکہ سے جنگ کرنے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے وہ جواب دیا جو عنقریب گزر چکا۔بعض روایات میں ہے کہ یہ سوال جواب مقامِ روحاء میں ہوئے۔بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یہ کہا تھا کہ ہمیں قریش مکہ سے جنگ کی طاقت نہیں۔ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَاِنَّ فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لَکٰرِهُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ یُجَادِلُوۡنَکَ فِی الۡحَقِّ بَعۡدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوۡنَ اِلَی الۡمَوۡتِ وَهُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اور بلاشبہ مومنین کی ایک جماعت کو گراں گزر رہا تھا، وہ آپ سے حق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اس کے بعد کہ حق ظاہر ہو چکا تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔جب ابوسفیان اپنے قافلہ کو لے کر مسلمانوں کی زَد سے بچ کر نکل گیا تو اس نے قریش مکہ کے پاس خبر بھیجی کہ تم ہماری حفاظت کیلئے نکلے تھے، اب جبکہ ہم بچ کر نکل آئے ہیں تو تمہیں آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔لہٰذا واپس چلے جاؤ۔اس پر ابوجہل نے کہا اللہ کی قسم! ہم واپس نہیں لوٹیں گے، جب تک کہ ہم بدر نہ پہنچ جائیں۔وہاں تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانے کھلائیں گے، شرابیں پئیں گے اور گانے والیاں گانے سنائیں گی اور عرب کو پتہ چل جائے گا کہ ہم مقابلہ کیلئے نکلے تھے۔ہمارے اس عمل سے ایک دھاک بیٹھ جائے گی اور لوگ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔لہٰذا چلو آگے بڑھو۔

درس نمبر (۷۵۸) حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کردے الانفال: ۷۔۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِذۡ یَعِدُکُمُ اللّٰهُ اِحۡدَی الطَّآئِفَتَیۡنِ اَنَّهَا لَکُمۡ وَتَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَیۡرَ ذَاتِ الشَّوۡکَةِ تَکُوۡنُ لَکُمۡ وَیُرِیۡدُ اللّٰهُ اَنۡ یُّحِقَّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ وَیَقۡطَعَ دَابِرَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۙ﴿۷﴾ لِیُحِقَّ الۡحَقَّ وَیُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۚ﴿۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب یَعِدُکُمُ تم سے وعدہ کر رہا تھا اللّٰهُ اللہ إِحْدَی الطَّائِفَتَيْنِ دو گروہوں میں سے ایک کا أَنَّهَا کہ یقیناً وہ لَکُمْ تمہارے لیے ہے وَتَوَدُّونَ اور تم چاہتے تھے أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ کہ جو غیر مسلح گروہ ہے تَكُونُ وہی ہو لَكُمْ تمہارے لیے وَيُرِيدُ اللّٰهُ اور چاہتا تھا اللہ أَنْ يُحِقَّ کہ وہ ثابت کر دکھائے

الحَقَّ حق کو بِکَلِمَاتِهِ اپنے حکموں کے ساتھ وَيَقْطَعَ اور کاٹ دے دَابِرَ جڑ الْكَافِرِينَ کافروں کی O لِيُحِقَّ تا کہ وہ حق کر دکھائے الْحَقَّ حق کو وَيُبْطِلَ اور باطل کر دکھائے الْبَاطِلَ باطل کو وَلَوْ اگرچہ كَرِهَ ناپسند کریں (اسے) الْمُجْرِمُونَ مجرم لوگ

ترجمہ: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تم سے وعدہ کرتا تھا (ابوسفیان اور ابوجہل کے) دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا (مسخر) ہو جائے گا اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و) شوکت (یعنی بے ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ آ جائے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر (پھینک) دے O تا کہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دے گو مشرک ناخوش ہی ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم سے یہ وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے کوئی ایک تمہارا ہوگا۔

۲۔ تمہاری خواہش تھی کہ جس گروہ میں خطرے کا کوئی کانٹا نہیں تھا وہ تمہیں ملے۔

۳۔ اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے احکام سے حق کو حق کر دکھائے۔

۴۔ کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔

۵۔ تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے۔

۶۔ چاہے مجرم لوگوں کو یہ بات ناگوار ہو۔

پچھلی دو آیتوں کی تشریح میں ہم نے جنگِ بدر سے متعلق اہم باتیں بتلا دی ہیں جس میں یہ بات بھی آئی تھی کہ مکہ سے ایک قافلہ تو تجارت کے لیے شام گیا ہوا تھا جس کے سردار ابوسفیان تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب ابو سفیان کا یہ تجارتی قافلہ ملک شام سے واپس ہو رہا تھا تو اس وقت اس قافلے میں تیس سے چالیس افراد اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ جب ابوسفیان کو اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں مدینے کی طرف سے مسلمان ان کے تجارتی قافلے پر حملہ نہ کر دیں تو ابوسفیان نے مکہ والوں کو اس خطرے کی اطلاع دی۔ مکہ سے مقابلے کے لئے ابوجہل کی قیادت میں ایک ہزار افراد نکلے اور یہ قافلہ باقاعدہ پوری تیاری کے ساتھ مکہ سے نکلا تھا۔ ابوسفیان تو اپنا قافلہ لے کر راستہ کاٹ کر آگے بڑھ چکے تھے۔ اب مکہ کے اس قافلے سے مقابلہ کرنے کی نوبت آ گئی جو پورے کروفر کے ساتھ اور پوری تیاری کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف نکلا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش یہ تھی کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے سے مقابلہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تجارتی قافلہ تھا جو جنگ کی تیاری کے ساتھ نہ تھا۔ اس قافلے سے جنگ کرنا آسان تھا۔ یہی بات اس آیت میں بیان کی گئی کہ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے لیے ہے، تم خواہش کر رہے تھے کہ جو جماعت شوکت والی نہیں ہے وہ تمہارے لیے ہو جائے۔ یعنی ابوسفیان کے قافلہ سے مقابلہ ہو اور ابوجہل والے قافلے سے مقابلہ نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلمات کے ذریعے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور ایسی

طاقتور جماعت جو ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ آئی ہے جس کے پاس سارے اسباب ہیں اس جماعت سے دو بدو میدان بدر میں مقابلہ ہو اور ان دشمنوں کو پتہ چل جائے کہ مسلمانوں کی طاقت کیا ہے؟ ان کے پیچھے کس زبردست ذات کی طاقت کار فرما ہے؟ ایک زبردست جنگ اور مقابلے کے ذریعے حق کا حق ہونا بھی ثابت ہو جائے اور باطل کا باطل ہونا بھی معلوم ہو جائے۔ اس طرح کافروں کی جڑ اس جنگ کے ذریعے کاٹ دی جائے۔ جنگ بدر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر فرمائی کہ مشرکین مکہ ذلیل وخوار ہو کر لوٹے، باوجود یہ کہ مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے اور مشرکین مکہ ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ دوستوں نے بھی دیکھ لیا اور دشمنوں نے بھی دیکھ لیا کہ جیت کس کی ہوئی اور ہار کس کی ہوئی؟ فتح کس کو نصیب ہوئی اور شکست سے کون دوچار ہوئے؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا فاتح ہونا اور ان مشرکوں کا ہار جانا مجرموں کو ناگوار گزرا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ یہاں یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ بھلائی اس میں نہیں ہے جو تم چاہتے ہو اور مصلحت اس میں نہیں ہے جس کا تم ارادہ کرتے ہو۔ بھلائی اور مصلحت اللہ کے ارادے اور فیصلے میں ہے۔ بظاہر ابوجہل کے تیار قافلے کے ساتھ مقابلہ مسلمانوں کو دشوار محسوس ہوا اور وہ تو یہی چاہتے تھے کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے سے مدبھیڑ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کا منصوبہ یہ تھا کہ یہ سنہری موقع ہے کہ مکہ کے مشرکین کو ان کی حقیقت بتلا دی جائے اور مسلمانوں کے ایمان اور ان کے توکل کی طاقت بھی بتلا دی جائے۔ بعض مرتبہ ایک چیز ایسی ہوتی ہے جو بظاہر نقصاندہ محسوس ہوتی ہے، مگر اللہ کے علم میں اسی میں نفع ہوتا ہے اور بعض مرتبہ ایک چیز ایسی ہوتی ہے جو بظاہر فائدہ مند ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ اگر صرف ابوسفیان کے قافلہ سے مقابلہ ہوتا تو مال غنیمت تو مل جاتا مگر حق اور باطل کے درمیان ڈنکے کی چوٹ کوئی فیصلہ نہ ہو پاتا۔ ابوجہل کے قافلہ سے جنگ نے مشرکین مکہ کو زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔

اس واقعہ کی روشنی میں بھارت کے مسلمانوں کو بھی یہ سبق ملتا ہے کہ اس ملک میں اگر مسلمانوں کے حق میں کچھ دشوار اور سخت ترین حالات پیدا ہوتے ہیں تو بظاہر مسلمانوں کے لیے یہ نقصان دہ محسوس ہوگا لیکن اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی کچھ مصلحتیں اور حکمتیں بھی پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ایک دن آئے گا کہ بھارت کے مسلمان ان حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھ جائیں گے اور اس تکلیف اور دشواری کو اپنے لیے راحت ورحمت جانیں گے۔

درس نمبر (۷۵۹) میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا الانفال: ۹-۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِذْ جب تَسْتَغِيْثُوْنَ تم فریاد کر رہے تھے رَبَّكُمْ اپنے رب سے فَاسْتَجَابَ تو اس نے قبول کر لی لَكُمْ تمہاری (فریاد) اَنِّيْ کہ بیشک میں مُمِدُّكُمْ تمہاری امداد کروں گا بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مُرْدِفِيْنَ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ○ وَمَا اور نہیں جَعَلَهُ اللّٰهُ بنایا اس (مدد) کو اللہ نے

اِلَّا مگر بُشْرٰی خوشخبری وَلِتَطْمَئِنَّ اورتا کہ مطمئن ہوجائیں بِهٖ اس سے قُلُوْبُكُمْ تمہارے دل وَمَا النَّصْرُ اورنہیں ہے نصرت اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مگراللہ ہی کے پاس سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ عَزِیْزٌ نہایت غالب حَكِیْمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ایک ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے O اور اس مدد کو اللہ نے محض بشارت بنایا تھا کہ تمہارے دل اس سے اطمینان حاصل کریں اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔

۲۔ اس نے تمہاری فریاد کا جواب دیا کہ میں تمھاری مدد کے لئے ایک ہزار فرشتوں کی کمک بھیجنے والا ہوں جو لگاتار آئیں گے۔

۳۔ یہ وعدہ اللہ نے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لیے کیا کہ وہ خوشخبری بنے۔

۴۔ تا کہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو۔

۵۔ ورنہ مدد کسی اور کے پاس سے نہیں صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے۔

۶۔ یقیناً اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک ہے۔

ایک طرف جب مکہ کا لشکر اپنے تمام ساز وسامان اور اسبابِ عیش وعشرت اور گانے ناچنے والی عورتوں کو لے کر بدر کے مقام تک پہنچا۔ دوسری طرف رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ منورہ سے بدر کے مقام تک پہنچ گئے اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بدر کے دن رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نظر ڈالی تو یہ ۳۱۰ سے کچھ اوپر تھے۔ مشہور یہی ہے کہ یہ تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے۔ بخاری کی روایت سے بھی ۳۱۳ کی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ جب مکہ کے مشرکین پر نظر ڈالیں تو وہ ایک ہزار سے کچھ زیادہ تھے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنا ہاتھ پھیلا کر رب ذوالجلال سے خوب دعا فرمائی۔ دعا کے الفاظ یہ تھے: اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ اے اللہ! آپ نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اسے پورا فرما اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ اگر مسلمانوں کی جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں آپ کی عبادت نہ کی جائے گی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر مسلمانوں کی یہ مختصر سی جماعت ہلاک ہوگئی تو مدینہ منورہ میں بچے ہوئے مسلمانوں میں کمزوری آجائے گی۔ اسلام کا یہ سلسلہ منقطع ہوجائے گا، پھر آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب سے یہ بطور ناز کہا ورنہ اللہ تعالیٰ تو بندوں کی عبادت کے محتاج نہیں ہیں۔ اس موقع پر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہوکر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے مسلسل دعا فرمارہے تھے، یہاں تک کہ آپ کی چادر مبارک کاندھوں سے گر گئی۔ یارِ غار

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو آپ کے مونڈھوں پر ڈال دیا، پھر وفورِ محبت وعقیدت میں آپ سے چمٹ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ اب بس کیجیے، آپ نے جو اپنے رب سے مناجات کی ہے وہ کافی ہوگئی ہے، بے شک آپ کا رب اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ الخ۔ اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا کو قبول کرلیا ہے اور مسلمانوں کی نصرت اور فتح کے آفاقی اسباب بھی پیدا کر دیئے جائیں گے۔ زمینی فوج کا مقابلہ آسمانی فوج کرے گی، حق اور باطل کا کڑا مقابلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خوشخبری دی کہ ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کروں گا اور یہ فرشتے مسلسل آتے رہیں گے۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ فرشتوں کی آمد وقت کے نبی اور سارے ہی مسلمانوں کے لیے خوشخبری کا باعث ہوگی اور مسلمانوں کے دلوں کو ان فرشتوں کی آمد سے اطمینان بھی حاصل ہوگا۔ یہ مدد دنیا کے کسی ملک کے بادشاہ کی طرف سے نہیں بلکہ زمین وآسمان کے حقیقی خالق اور مالک کی طرف سے ہوگی، جس کی مدد کے بعد شکست، ذلت اور ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ مدد اس مقدس و پاکیزہ ذات کی طرف سے آرہی ہے جو مغلوب ہونے والا نہیں بلکہ غالب رہنے والا ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے۔ اس کا ہر فیصلہ اور ہر ارادہ حکمت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کو لے کر نازل ہوئے جو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھے۔ اس جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کو لے کر حاضر ہوئے جو رسولِ رحمت ﷺ کی بائیں جانب تھے، میں بھی اسی جانب تھا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۴ میں تین ہزار فرشتوں کا ذکر یوں موجود ہے: إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُنْزَلِينَ جب بدر کی جنگ میں تم مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد کو بھیج دے؟ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۵ میں پانچ ہزار فرشتوں کا ذکر یوں ہے: بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُسَوِّمِينَ ہاں! بلکہ اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ لوگ اپنے اس ریلے میں اچانک تم تک پہنچ جائیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیجے گا جنہوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہوگی۔ اس سلسلے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح وضاحت فرمائی کہ پہلے ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد کی گئی، پھر تین ہزار فرشتے آئے، پھر اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار کی تعداد پوری فرمادی۔ یہاں ایک سوال یہ ہے کہ کیا فرشتوں نے عملاً جنگِ بدر میں کافروں سے قتال کیا؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے عملاً قتال نہیں کیا۔ وہ معنوی اعتبار سے مسلمانوں کے لیے تقویت کا باعث تھے۔ وہ اس لیے شریک تھے کہ کافروں کو مسلمانوں کی بھاری تعداد محسوس ہو اور فرشتے ایمان والوں کی ثابت قدمی کے لیے اس جنگ میں شریک تھے۔ اگر فرشتوں کے ذریعہ ہی کافروں کو شکست دینا مقصود ہوتا تو ان ہزاروں فرشتوں میں سے صرف ایک فرشتہ ان کافروں کی اس بھاری جماعت کو تہس نہس کرنے کے لیے کافی تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے بازو کے ایک پر سے قوم لوط کے کئی شہروں کو ہلاک کر دیا۔ لیکن جمہور علمائے کرام فرماتے ہیں

کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بدر کے دن حاضر رہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ ابوجہل نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ وہ آواز کہاں سے آ رہی تھی کہ ہم کسی شخص کو تو نہیں دیکھ رہے تھے مگر آواز آ رہی تھی؟ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے۔ ابوجہل نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو تم ہم پر غالب نہیں آئے بلکہ فرشتے ہم پر غالب آئے۔ ابوجہل کے اس جملے سے یہ محاورہ یاد آتا ہے: گرے تو گرے ٹانگ اوپر۔

درس نمبر (۶۰۷) میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کردوں گا الانفال: ۱۱۔۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِذْ (یاد کرو) جب يُغَشِّيْكُمُ وہ (اللہ) تم پر طاری کر رہا تھا النُّعَاسَ اونگھ أَمَنَةً امن دینے کے لیے مِّنْهُ اپنی طرف سے وَيُنَزِّلُ اور نازل فرما رہا تھا عَلَيْكُم تم پر مِّنَ السَّمَاءِ آسمان سے مَآءً پانی (بارش) لِّيُطَهِّرَكُم تاکہ وہ تم کو پاک کر دے بِهِ اس کے ساتھ وَيُذْهِبَ اور لے جائے عَنكُمْ تم سے رِجْزَ نجاست الشَّيْطَانِ شیطان کی وَلِيَرْبِطَ اور تاکہ مضبوط کر دے عَلَى قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں کو وَيُثَبِّتَ اور ثابت رکھے بِهِ اس کی وجہ سے الْأَقْدَامَ قدموں کو ۝ إِذْ (یاد کرو) جب يُوحِيْ وحی کر رہا تھا رَبُّكَ آپ کا رب إِلَى الْمَلَآئِكَةِ فرشتوں کی طرف أَنِّيْ کہ بے شک میں مَعَكُمْ تمہارے ساتھ ہوں فَثَبِّتُوْا لہٰذا تم ثابت (قدم) رکھو الَّذِيْنَ ان کو جو آمَنُوْا ایمان لائے سَأُلْقِيْ عنقریب میں ڈال دونگا فِيْ قُلُوبِ ان لوگوں کے دلوں میں الَّذِيْنَ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا الرُّعْبَ رعب فَاضْرِبُوْا لہٰذا تم مارو فَوْقَ الْأَعْنَاقِ (ان کی) گردنوں پر وَاضْرِبُوْا اور تم ضرب لگاؤ مِنْهُمْ ان کی كُلَّ بَنَانٍ (ہر) ہر پور پر

ترجمہ: جب اُس نے (تمہاری) تسکین کیلئے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اُڑھا دی اور تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تاکہ تمہیں اُس سے (نہلا کر) پاک کر دے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کر دے اور اس لئے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے رکھے ۝ جب تمہارا رب فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں، میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں تو اُن کے سر مار (کر) اڑا دو اور اُن کا پور پور مار (کر توڑ) دو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاد کرو جب تم پر سے گھبراہٹ دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا۔

۲۔ تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا۔

۳۔تاکہ اس کے ذریعہ تمہیں پاک کرے۔

۴۔تم سے شیطان کی گندگی دور کردے۔

۵۔تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے۔

۶۔اس کے ذریعہ سے تمہارے پاؤں اچھی طرح جمادے۔

۷۔وہ وقت جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی کے ذریعہ حکم دے رہا تھا۔

۸۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔

۹۔اب تم مومنوں کے قدم جماؤ۔

۱۰۔میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کردوں گا۔

۱۱۔پھر تم گردنوں کے اوپر وار کرو اور ان کی انگلیوں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

جنگِ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں پر ایک مدد تو یہ ہوئی کہ آسمان سے فرشتوں کو اتارا۔اس کے علاوہ اس جنگ کے موقع پر مسلمانوں پر اور دو نعمتیں ہوئیں۔ایک نعمت تو یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے ان پر اونگھ بھیج دی۔ظاہر ہے کہ مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے اور مشرکین کا لشکر ایک ہزار سے زیادہ کا تھا۔فطری اور طبعی طور پر ان حالات میں گھبراہٹ اور اضطراب تو یقینی ہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کے اس اضطراب، گھبراہٹ اور بے چینی کو دور کرنے کیلئے ان پر اونگھ بھیج دی۔اس اونگھ کا فائدہ یہ ہوا کہ جب اونگھ سے بیدار ہوئے تو مسلمانوں کی جماعت تر و تازہ ہوگئی۔اللہ تعالیٰ کا یہ قدرتی نظام ہے کہ جب آدمی کسی ٹینشن (پریشانی) میں ہوتا ہے یا کسی الجھن کا شکار ہوجاتا ہے،کوئی خاص قسم کی فکر لاحق ہوجاتی ہے تو ایسے وقت جب وہ سوجاتا ہے اور اس کی نیند مکمل ہوجاتی ہے تو وہ بالکل تر و تازہ ہوجاتا ہے۔اس کے دل و دماغ کی وہ الجھن اور بے چینی ختم ہوجاتی ہے۔جنگِ احد کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جماعت میں اسی طرح اونگھ طاری کردی تھی،جس کو سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۴ میں یوں بیان کیا گیا: ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ پھر اس غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم پر طمانیت نازل کی ایک اونگھ جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی۔نیند کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز سے غافل کردیتی ہے،خوشی سے بھی اور غم سے بھی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب پر نیند کا غلبہ ہوگیا تھا اور رسولِ رحمت ﷺ صبح تک برابر نماز میں مشغول رہے۔(درمنثور) اس نیند کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت کا یہ احساس ختم ہوگیا کہ دشمن ہم سے زیادہ ہیں اور ہم دشمن سے تعداد میں کم ہیں۔مدینہ سے چل کر آنے میں جو تھکاوٹ ہوئی تھی اس سے بھی انہیں راحت مل گئی۔یہ جو اونگھ طاری ہوئی تھی وہ اس رات میں ہوئی تھی جس رات کے بعد والے دن جنگِ بدر ہوئی۔غیر معمولی طور پر سارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اچانک ایک ہی وقت میں اجتماعی طور پر شدید خوف کے ماحول میں عجیب انداز میں اونگھ طاری ہوئی،باوجود یہ کہ آنے والا دن ان کے لئے ایک اہم دن تھا جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا دن تھا۔

جنگِ بدر کے موقع پر جو دوسری نعمت ہوئی وہ یہ کہ آسمان سے زبردست بارش ہوئی،جس بارش کی ہر اعتبار سے شدید

ضرورت تھی، اس لئے کہ مسلمان جس جگہ پر مقیم تھے وہاں ریت تھی، بارش پڑنے کی وجہ سے وہ ریت جم گئی اور جہاں مشرکین ٹھہرے ہوئے تھے وہاں کیچڑ تھا۔ مسلمانوں کو پانی کی سخت ضرورت تھی۔ جس جگہ مشرکین تھے انہوں نے وہاں پانی پر قبضہ کر رکھا تھا اور جہاں مسلمان تھے وہاں پانی نہیں تھا۔ جب زوردار بارش ہوئی تو مسلمانوں کے لئے پینے کا پانی بھی مل گیا اور اس بارش کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ظاہری نجاست سے بھی پاکی حاصل کی۔ اس بارش کی وجہ سے شیطانی وسوسے بھی دور ہوگئے، جس سے باطنی نجاست بھی دور ہوگئی۔ بارش آنے کی وجہ سے ریتیلا مقام سمنٹ کی طرح مضبوط ہوگیا جس کی وجہ سے اس جگہ چلنا پھرنا اور دشمن سے مقابلہ کرنا بھی آسان ہوگیا اور اس سے مسلمانوں کے دلوں کو اطمینان بھی حاصل ہوا۔

اس کے بعد ایک اور بات مسلمانوں کو یاد دلائی جارہی ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب تمہارا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم ایمان والوں کا عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ چنانچہ اسی خدائی مدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ کافروں کے دلوں میں رعب داخل ہوا۔ مسلمانوں نے جم کر کافروں سے مقابلہ کیا۔ ستر دشمن ہلاک ہوگئے اور ستر دشمنوں کو قید کرلیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر پور پر مارو۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے عملاً جنگ کی اور بعض کافروں کو اس موقع پر مارا۔ ویسے فرشتوں کا اصل کام تو یہ تھا کہ وہ جنگِ بدر میں دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو جمائیں اور انہیں جنگ پر ثابت قدمی کے ساتھ ٹھہرے رہنے دیں۔ جنگ تو اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی سے لڑائی، لیکن فرشتوں کو بطور مددگار بھیجا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ بدر کے دن فرشتوں کی نشانی یہ تھی کہ وہ سفید عمامے باندھے ہوئے تھے، جو اپنے شملے اپنی کمروں پر ڈال رکھے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا عملا زرد (پیلے) رنگ کا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ جنگِ بدر کے علاوہ کسی دوسری جنگ میں فرشتوں نے عملاً قتال نہیں کیا۔ جنگِ بدر کے سلسلہ میں ایک واقعہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اس نے اپنے سامنے کوڑا لگنے کی اور گھوڑ سوار کی آواز سنی جو اپنے گھوڑے کو یوں کہہ رہا تھا کہ اے حیزوم! آگے بڑھ (حیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا)۔ اچانک اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ مشرک جس کا یہ پیچھا کر رہے تھے ان کے سامنے چت پڑا ہوا ہے۔ اس پر جو نظریں ڈالیں تو دیکھا کہ اس کی ناک پر مار کا نشان ہے اور اس کا چہرہ کوڑے کے مار سے چیر دیا گیا ہے۔ یہ بات جب رسولِ رحمت ﷺ سے کہی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔

آیاتِ قرآنی کا ظاہر یہ اشارہ دیتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر جو اونگھ آئی تھی وہ اس بارش سے پہلے تھی اور یہ ماہِ رمضان المبارک کی سترہویں رات تھی۔ حضرت مجاہد کا قول اس کے برعکس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے بارش ہوئی، اس کے بعد اونگھ آئی۔

درس نمبر (۷۶۱) اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کا انجام الانفال: ۱۳۔۱۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ

فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ذَالِکَ یہ بِأَنَّهُمْ اس لیے کہ بلاشبہ شَآقُّوا اللّٰهَ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی وَمَن اور جو کوئی يُشَاقِقِ اللّٰهَ مخالفت کرے اللہ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی فَاِنَّ اللّٰهَ تو یقیناً اللہ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے ۝ ذٰلِكُمْ یہ (سزا) فَذُوْقُوْهُ چنانچہ تم چکھو اس کو وَأَنَّ اور بے شک لِلْكَافِرِيْنَ کافروں کے لیے عَذَابَ النَّارِ آگ کا عذاب ہے

ترجمہ: یہ (سزا) اسلیئے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے ۝ یہ (مزہ تو یہاں) چکھو اور یہ (جانے رہو) کہ کافروں کیلیئے (آخرت میں) دوزخ کا عذاب (بھی تیار) ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لی ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لیتا ہے تو یقیناً اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

۳۔ یہ سب تو اب چکھ لو۔

۴۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے لئے اصل عذاب دوزخ کا ہے۔

جنگِ بدر کا یہ معرکہ جو پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی باوجودیکہ مسلمان تعداد میں بہت کم تھے اور ساز و سامان اور ہتھیار کے اعتبار سے بھی بہت کمزور تھے، کافروں کو زبردست شکست ہوئی۔ ان کی ذلت و رسوائی ہوئی۔ وہ ناکام و نامراد ہو کر لوٹے باوجود یہ کہ وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ساز و سامان بھی ان کے پاس بہت زیادہ تھا۔ ہتھیار کے اعتبار سے بھی ان میں فراوانی تھی۔ اس کے باوجود کافروں کو یہ سخت سزا کیوں دی گئی؟ اس کی وجہ اس آیت میں بیان کی گئی کہ: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کافروں کو یہ شکست اور ان کو جو رسوائی ملی وہ صرف اور صرف اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور اس کے احکامات سے منہ موڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شکست سے دوچار ہوئے اور ذلت کا چہرہ دیکھا۔ یہ تو دنیا کی مار تھی جو معمولی تھی اور ایک غیر معمولی سزا اور باقی ہے، وہ سزا آخرت میں عذابِ شدید کی شکل میں ہوگی، وہ وقتی اور عارضی سزا نہیں بلکہ ابدی اور دائمی سزا ہوگی۔ پھر ان کافروں سے جنہوں نے وقت کے نبی کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور مسلمانوں کی جماعت کے خلاف میدانِ جنگ میں آ کھڑے ہوئے انہیں کہا جا رہا ہے کہ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ یہ ہے تمہاری مخالفت کی سزا جس کا مزہ چکھو کہ کس طرح تمہاری پٹائی ہوئی، کس طرح تمہیں زمین چاٹنے پر مجبور کیا گیا اور کس طرح تم میں سے ستر ہلاکت کا مزہ چکھ چکے اور ستر مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر چلے گئے؟ یہ ہے تمہاری مخالفت اور اسلام دشمنی کی سزا کا مزہ اور تمہاری سزا پر اس قدر ہی اکتفاء نہیں کیا جائے گا بلکہ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ کافروں کو تو دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا۔ یہ جنگ کے وقت شکست اور ذلت کا معاملہ تو بہت چھوٹا معاملہ ہے، اصل اور بڑا معاملہ تو

آخرت میں ہے۔ وہاں ان کافروں کا دوزخ کی آگ استقبال کرے گی۔ جنگِ بدر کے اس تاریخی واقعہ سے مسلمانوں کو یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ:

(۱) جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگو گے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کے لئے آگے آئیں گے۔

(۲) دیکھو کہ کس طرح تمہارے رب نے جنگِ بدر کے موقع پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک خاص قسم کی اونگھ دے کر ان کے غم کو ہلکا کر دیا؟ تم اپنے رب پر یقین رکھو کہ تمہاری زندگی میں بھی مدد کی ایسی جھلکیاں ہو سکتی ہیں بشرطیکہ تمہارا توکل اور ایمان مضبوط ہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کیا۔ ان کے دلوں کے خوف اور غم کو دور کر دیا، ان کے دلوں میں صبر کو انڈیل دیا اور ان کے دلوں میں دشمن کے مقابلہ کیلئے ہمت اور ثابت قدمی ڈال دی۔ اگر تمہاری زندگی میں تم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی مضبوط کریں گے۔

(۴) آسمان سے وہ بارش نازل کی جس نے ان کے ظاہر و باطن کو پاک کر دیا۔

(۵) ریتیلی زمین پر اپنی رحمت کی بارش برسا کر اس زمین کو جما دیا اور مضبوط کر دیا تا کہ مسلمان اگلے دن کافروں سے جم کر مقابلہ کر سکیں۔

(۶) فرشتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے یہ وحی فرمائی کہ بیشک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے، تم ان ایمان والوں کی مدد کرو اور ان کے قدموں کو میدانِ جنگ میں جمائے رکھو۔

(۷) فرشتوں کے ذریعہ کافروں کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا جس کے نتیجہ میں کافروں کے پیر اُکھڑ گئے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

درس نمبر (۷۶۲) **میدانِ جنگ میں پیٹھ نہ دکھاؤ** الانفال: ۱۵۔۱۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝۱۵ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! إِذَا جب لَقِيْتُمْ تم ملو الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا زَحْفاً اکٹھے ہو کر فَلَا تُوَلُّوْهُمُ تو مت پھیرو تم ان سے الْأَدْبَارَ (اپنی) پیٹھیں O وَمَنْ اور جو شخص يُوَلِّهِمْ پھیرے گا ان سے يَوْمَئِذٍ اس دن دُبُرَهُ اپنی پیٹھ إِلَّا سوائے (اس شخص کے جو) مُتَحَرِّفاً پینترا بدلنے والا ہو لِّقِتَالٍ لڑائی کے لیے أَوْ یا مُتَحَيِّزاً پناہ پکڑنے والا ہو إِلَى فِئَةٍ (اپنی) کسی جماعت کی طرف فَقَدْ تو یقیناً بَآءَ وہ شخص لوٹا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کے غضب کے ساتھ وَمَأْوَاهُ اور اس کا ٹھکانا جَهَنَّمُ جہنم ہے وَبِئْسَ اور بُری ہے وہ الْمَصِيْرُ پھرنے کی جگہ

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! جب میدانِ جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو اُن سے پیٹھ نہ پھیرنا O اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کیلئے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمتِ عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے اُن سے پیٹھ پھیرے گا تو (سمجھو کہ) وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو جائے جبکہ وہ چڑھائی کر کے آ رہے ہوں

۲۔ تو ان کو پیٹھ مت دکھاؤ۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی جنگی چال کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو یا اپنی جماعت سے جا ملنا چاہتا ہو تو اور بات ہے۔

۴۔ مگر اس کے سوا جو شخص ایسے دن پیٹھ پھیرے گا تو وہ اللہ کی طرف سے غضب لے کر لوٹے گا۔

۵۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے میدانِ جنگ سے متعلق یہ اہم ہدایت دے رہے ہیں کہ اے وہ ایمان والو! جو اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کر چکے ہو، تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ جب تم دشمن کے آمنے سامنے ہو جاؤ اور ان سے بالکل قریب ہو جاؤ اس حال میں کہ تم اسلامی لشکر کا ایک حصہ ہو اور تم قتال کے لئے میدان میں اتر چکے ہو تو اب تمہارے لئے یہ زیبا نہیں کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگ جاؤ، چاہے مدِ مقابل میں دشمن زیادہ ہوں یا کم۔ اب تمہاری نگاہ دشمن کی کمی یا زیادتی پر نہیں رہنی چاہئے بلکہ اپنے رب کی قوت و طاقت پر ہونی چاہئے۔ اے ایمان والو! اب تم میدان میں آ چکے ہو۔ اب تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ تم پوری ہمت و جرأت اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے قدم بڑھاتے رہو۔ یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم ایسے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤ گے اور دین اسلام کی سربلندی کی فکر سے زیادہ تمہارے دل میں اپنی جان کی فکر ہوگی تو یاد رکھو کہ تم جو لوٹ رہے ہو اللہ تعالیٰ کے غصہ کو لے کر لوٹ رہے ہو۔ جو میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگے گا تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور دوزخ تو بہت بُری جگہ ہے جو لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کیا چیزیں ہیں؟ فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) کسی جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا، الا یہ کہ حق کے ساتھ ہو۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) جنگ کے موقع پر پیٹھ پھیر کر چلا جانا۔ (۷) مومن پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا جن کو برائی کا دھیان تک نہیں ہے۔

ہلاک کرنے والی ان سات چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی جنگ کے موقع پر پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ جنگ کے موقع پر یوں تو پیٹھ پھیر کر بھاگنا منع ہے، لیکن دو صورتیں ایسی ہیں جن میں میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر چلے جانا درست ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں پینترا بدلنے کے لئے جس کو اس آیت میں مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ کا جملہ استعمال کیا گیا،

جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس جگہ جنگ کر رہا ہے اس جگہ کو چھوڑ کر ایسی جگہ چلا جائے جو جنگ کے لئے زیادہ مناسب ہو یا کافروں کے ایک جتھہ کو چھوڑ کر دوسرے جتھے کی طرف چلا جائے۔اس طرح پینترا بدلنے کے لئے پیٹھ پھیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کی گنجائش اس آیت میں دی گئی ہے۔دوسری صورت یہ ہے جس کو یوں کہا گیا کہ **اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ** کوئی جنگ کرنے والا مسلمان، مسلمانوں کی کسی جماعت کے پاس اس ارادے سے چلا جائے تاکہ ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لے اور ان کو ساتھ لے کر جنگ کرے۔اس صورت کو اختیار کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں پیٹھ پھیر کر جانے کی اجازت ہے۔اس بات کو اس روایت سے عملاً سمجھا جا سکتا ہے:

درس نمبر (۷۶۳) **وہ مٹی اللہ نے پھینکی تھی** الانفال: ۱۷۔۱۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۷ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ قتل نہیں کیا تم نے ان کو وَلٰكِنَّ اللّٰهَ لیکن اللہ نے قَتَلَهُمْ انہیں قتل کیا وَمَا رَمَيْتَ اور نہیں پھینکی تھی آپ نے (مٹھی بھر خاک) اِذْ جبکہ رَمَيْتَ آپ نے پھینکی تھی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ نے رَمٰى (وہ) پھینکی تھی وَلِيُبْلِيَ اور تاکہ وہ نوازے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو مِنْهُ اپنی طرف سے بَلَآءً حَسَنًا اچھے انعام سے اِنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے ○ ذٰلِكُمْ یہ تھی (حکمت) وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ مُوْهِنُ کمزور کرنے والا ہے كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ کافروں کی تدبیر

ترجمہ: تم لوگوں نے اُن (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُنہیں قتل کیا اور (اے محمد ﷺ!) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں، اس سے یہ غرض تھی کہ مومنوں کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح آزمالے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے ○ (بات) یہ (ہے) کچھ شک نہیں کہ اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کر دینے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مسلمانو! حقیقت میں تم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا تھا۔

۲۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا تھا۔

۳۔ اے پیغمبر! جب آپ نے ان پر مٹی پھینکی تھی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی۔

۴۔ بلکہ وہ مٹی اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔

۵۔ تمہارے ہاتھوں میں کام اس لئے کرایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ مومنوں کو بہترین اجر عطا کرے۔

۶۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والا ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

۷۔ یہ سب کچھ تو اپنی جگہ ہے، اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی ہر سازش کو کمزور کرنا تھا۔

جنگِ بدر کے موقع پر جو مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان مقابلہ ہوا اور مسلمانوں نے جو کافر کو قتل کیا اور اس قتال میں جو کامیابی اور فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی اس کے پیچھے ربانی طاقت کام کر رہی تھی۔ ورنہ یہ ناممکن تھا کہ تین سو تیرہ کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ افراد پر غالب آ جائے۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بتلا رہے ہیں کہ بدر کے میدان میں تم نے اپنی قوت سے ان مشرکوں کو قتل نہیں کیا بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو قتل کیا، اس طرح کہ اس نے اس قتال میں تمہاری مدد کی۔ یہ سب کچھ جو ہوا وہ تمہاری اپنی قوت، اپنے ہتھیار اور اپنے ہاتھوں کی تاثیر نہیں ہے بلکہ اصل تاثیر تو اللہ کی مشیت اور ارادہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کے ذریعہ ان مشرکین کو قتل کرنا چاہا، اس لئے اس قدر کثیر تعداد میں قتل ہوئے۔

جنگِ بدر کے موقع پر ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسولِ رحمت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ایک مٹھی بھر مٹی دشمنوں کی طرف پھینک دیجئے۔ چنانچہ رسولِ رحمت ﷺ نے ایسا ہی کیا اور ایک مٹھی بھر مٹی لے کر کافروں کی طرف پھینکا۔ یہ مٹی مشرکوں میں سے ہر شخص کی آنکھوں، ناکوں، نتھنوں اور مونھوں میں پہنچ گئی، جس کی وجہ سے وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ جب وہ بھاگنے لگے تو مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان میں سے بیشتر کو قتل کر دیا اور ستر افراد کو قیدی بنا لیا۔ ظاہر ہے کہ ایک مٹھی بھر مٹی چند لوگوں کی آنکھوں تک پہنچ سکتی ہے، لیکن یہاں تو سارے ہی مشرکوں کی آنکھوں وغیرہ میں پہنچ گئی اور وہ ایک ہزار سے زیادہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا اس کے پیچھے کیا راز تھا؟ اس کو اس جملہ میں بیان فرمارہے ہیں کہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى آپ نے جب مٹی پھینکی تو حقیقت میں آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ لوگوں کی آنکھوں کے اعتبار سے جو کچھ آپ پھینک رہے تھے وہ آپ نہیں پھینک رہے تھے، اس لئے کہ ایک مٹھی بھر مٹی کس طرح پورے لشکر کی آنکھوں تک پہنچ سکتی ہے؟ دراصل اس پھینکنے کے پیچھے ربانی طاقت کام کر رہی تھی کہ آپ نے تو بظاہر مٹھی بھر مٹی پھینکی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس مٹی کو سارے مشرکوں کی آنکھوں، ناکوں، نتھنوں اور مونھوں تک پہنچا دیا۔ یہ اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے: وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

جس وقت رسولِ رحمت ﷺ مٹھی بھر مٹی پھینک رہے تھے اس وقت یہ جملہ آپ کی زبانِ مبارک پر تھا: شَاهَتِ الْوُجُوْه دشمنوں کے چہرے بدصورت ہو گئے۔ اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ مومن ظاہری اسباب ہی کا مکلّف ہے۔ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ ظاہری اسباب کو اختیار کرے، جیسا کہ رسولِ رحمت ﷺ نے مٹھی بھر مٹی لے کر کافروں کی طرف پھینکا۔ اسباب کو اختیار کرتے ہوئے توکل اللہ تعالیٰ پر رکھے اور اپنے سارے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دے۔ نتیجہ تک پہنچنا بندے کا کام نہیں ہے، نتائج تک تو اللہ بندوں کو پہنچا دیتے ہیں۔ مٹھی بھر مٹی تو رسولِ رحمت ﷺ نے پھینکی اور مشرکوں کی آنکھوں تک اس مٹی کو اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا۔ بندہ کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنا کام کرے اور اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔

قرآنِ مجید نے یَبْلُوَ کے اس لفظ کو اکثر آزمائش کے معنی میں لیا ہے، جیسا کہ سورۂ ملک کی اس آیت میں ہے: لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے؟ لیکن یہاں وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا سے مراد اجر و ثواب لیا ہے کہ جنگِ بدر کے اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ مومنوں کو اچھا انعام اور اجر عطا کرے۔

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان یہ ہوا کہ کافروں کو شکستِ فاش ہوئی اور مومنوں کو فتح وکامیابی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ کافروں کی تدبیروں کو کمزور کردیتا ہے، جیسا کہ جنگِ بدر میں ہوا۔

درس نمبر (۷٦٤) اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے الانفال:۱۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِن اگر تَسْتَفْتِحُواْ تم فیصلہ طلب کرتے ہو فَقَدْ تو تحقیق جَاءَكُمُ آ گیا ہے تمہارے پاس الْفَتْحُ فیصلہ وَإِن اور اگر تَنتَهُواْ تم باز آجاؤ فَهُوَ تو وہ خَيْرٌ بہت بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے وَإِن اور اگر تَعُودُواْ پھر تم ایسا کروگے نَعُدْ (تو) ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے وَلَن تُغْنِيَ اور ہرگز فائدہ نہیں دے گی عَنكُمْ فِئَتُكُمْ تمہیں تمہاری جماعت شَيْئاً کچھ بھی وَلَوْ اور اگرچہ كَثُرَتْ کثیر ہی ہو وَأَنَّ اور یقیناً اللّهَ اللہ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مومنوں کے ساتھ ہے

ترجمہ: (کافرو) اگر تم (محمد ﷺ پر) فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آچکی (دیکھو) اگر تم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر (نافرمانی) کروگے تو ہم بھی پھر (تمہیں عذاب) کریں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور اللہ تو مومنوں کیساتھ ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے کافرو! اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو! اب فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا۔

۲۔ اب اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہوگا۔

۳۔ اگر تم پھر وہی کام کروگے جواب کرتے رہے ہو تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے جواب کیا ہے۔

۴۔ تمہارا جتھہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا۔

۵۔ چاہے وہ کتنا ہی زیادہ ہو۔

٦۔ یاد رکھو! اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں کافروں سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر تم فیصلہ ہی چاہتے تھے تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آہی گیا ہے۔ یہ بات کافروں سے اس لئے کہی گئی کہ جنگِ بدر کے لئے مکۂ مکرمہ سے نکلتے ہوئے مکہ کے کافروں نے اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی تھی کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں جو اعلیٰ اور اکرم ہو اے اللہ! اس کی مدد فرما۔ روایتوں میں آیا ہے کہ ابوجہل نے بدر کے دن لڑائی ہونے سے پہلے یوں دعا کی تھی کہ اے اللہ! یہ جو دو جماعتیں ہیں، یعنی ایک مسلمانوں کی جماعت اور دوسرے مشرکین کی جماعت ان میں سے جو بھی قطع رحمی میں بڑھ کر ہو اور جو ایسی چیز لے کر آیا ہو جسے ہم نہیں جانتے آج

کی صبح اس جماعت کو شکست دے دینا۔ ایک اور روایت اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ جب مکہ کے مشرکین بدر کی طرف روانہ ہونے لگے تو کعبۃ اللہ کے پردے پکڑ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور یہ کہا کہ اے اللہ! دونوں لشکروں میں سے جو لشکر آپ کے نزدیک اعلیٰ، اکرم اور بہتر ہو اس کی مدد فرمایئے۔ (ابن کثیر) ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب بدر کے میدان میں مشرکین اور مسلمان دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو ابوجہل نے کہا کہ اے اللہ! ہمارا دین قدیم ہے اور محمد (ﷺ) کا دین نیا ہے۔ دونوں دینوں میں جو دین آپ کو محبوب اور پسندیدہ ہو آپ اس سے راضی ہو جایئے، اسی دین کے اصحاب کی مدد کیجئے۔ (روح المعانی) جب مشرکین نے دعا کی تھی تو ابوجہل اس دعا میں آگے آگے تھا۔ ان کی دعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ جنگِ بدر میں مشرکین کو شکست ہوگئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگئی۔ اس طرح مشرکین نے اس دعا کے ذریعہ اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مار ڈالی۔ یہی بات اس آیت میں بیان کی جارہی ہے کہ **إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ** اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو یہ بات جان لو کہ اب فیصلہ تو تمہارے سامنے آ ہی گیا اور تمہاری دعا نے خود یہ بات بتلادی کہ اعلیٰ، افضل اور بہتر کون ہے؟ تمہاری دعا کو تو اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور جو بہتر ہیں اور جن کا دین بہتر اور حق ہے وہی فتح پاگئے۔

جنگِ بدر کے بعد کچھ لوگ تو قیدی بن کر آئے اور کچھ لوگ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جو لوگ قیدی بن کر آئے تھے ان سے کہا جارہا ہے کہ اگر تم رسولِ رحمت ﷺ کی دشمنی سے اور آپ ﷺ کے مقابلہ میں جنگ کے لئے آمادہ ہونے سے باز آجاؤ تو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ یعنی اے کافرو! تم اگر کفر سے باز آجاؤ اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو جھٹلانے سے باز آجاؤ اور وقت کے نبی کی دشمنی سے باز آجاؤ تو یہ بات تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے بہتر ہے۔ جس جنگ کا تجربہ تم نے کرلیا، جس میں تم کو ذلت کا منہ دیکھنا پڑا اور جو کچھ تمہارے لوگ قیدی ہوئے اور ہلاک ہوئے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں سے قتال کرنے اور جنگ کرنے سے باز آجاؤ، یہی تمہارے لئے مناسب ہے اور بہتر بھی ہے۔ اس کے بعد جو مکہ کی جانب شکست کا منہ دیکھ کر چلے گئے ان لوگوں سے یہ کہا جارہا ہے کہ **وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ** اگر تم پھر وہی کام کروگے جو پہلے کیا تھا تو ہم بھی وہی کام کریں گے جو ہم نے کیا۔ یعنی اگر تم مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے دوبارہ مکہ سے نکلو گے تو ہم بھی دوبارہ تم کو وہی ذلت، رسوائی اور شکست دیں گے۔ یہ بات اسی طرح مکہ کے مشرکین سے کہی جارہی ہے جس طرح بنی اسرائیل سے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸ میں کہی گئی: **وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا** اگر تم دوبارہ وہی کام کروگے تو ہم بھی دوبارہ وہی کام کریں گے۔

بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو خطاب کیا گیا ہے کہ **إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ** اس میں ایمان والوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر تم فیصلہ چاہتے تھے اور فتح کی دعائیں کرتے تھے تو تمہاری دعا کے مطابق تمہیں فتح مل چکی ہے۔

کافروں سے یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ تمہاری کثرت اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں آئے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نہیں، مومنوں کے ساتھ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو وہی کامیاب و کامران ہوتا ہے، چاہے ان کے مقابلہ میں تعداد کے اعتبار سے کتنے ہی لوگ موجود ہوں۔

درس نمبر (۷۶۵) **اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو** الانفال: ۲۰۔۲۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے ہو! اَطِيْعُوا اللّٰهَ اللہ کی اطاعت کرو وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی وَلَا تَوَلَّوْا اور تم منہ نہ پھیرو عَنْهُ اس سے وَأَنْتُمْ جبکہ تم تَسْمَعُوْنَ سن رہے ہو O وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو تم كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی مانند جنہوں نے قَالُوْا کہا تھا سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَهُمْ حالانکہ وہ لَا يَسْمَعُوْنَ نہیں سنتے تھے

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو اور اُس سے روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو O اور اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم نے (حکمِ الٰہی) سن لیا مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

۲۔ ان سے روگردانی مت کرو جبکہ تم سنتے ہو۔

۳۔ ان لوگوں کی طرح مت ہو جاو جو کہتے ہیں ہم نے سن لیا جبکہ وہ نہیں سنتے ہیں۔

یہاں پر ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، کیونکہ نبی کہ اطاعت کے بغیر کامیابی ناممکن ہے، اور نبی کی اطاعت کرنا گویا خود اللہ کی اطاعت کرنا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (بخاری: ۲۹۵۷) لہٰذا اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ نبی کی اطاعت بھی تم پر فرض ہے، جس کام کا نبی تم کو حکم دیں اسے کرو اور جس کام سے روکیں اس کام سے رک جاؤ، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: ۷) اور اللہ کے نبی کی باتوں کو سنتے ہوئے، قرآن کے احکامات کو سنتے ہوئے، جانتے ہوئے بھی انجان مت بنو اور اس سے روگردانی مت کرو کہ تمہیں سب کچھ علم ہے کیا حلال ہے کیا حرام، کیا منع ہے کیا مباح؟ ان کی طرح مت بنو جن منافقوں اور مشرکین کا حال ہے کہ جب تم انکے سامنے اللہ کے احکامات بتلاتے ہو اور نبی کا پیغام سناتے ہو تو بظاہر تو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے، ہم نے ان احکام کو سن لیا اور اب اس پر عمل بھی کرینگے، مگر وہ اس پر عمل نہیں کرتے، تم بھی ان جیسی حرکت نہ کرنا اور ان جیسے نہ بننا کہ ظاہر میں مطیع ہونے کا اظہار کرتے ہیں مگر حقیقت میں مطیع نہیں ہیں بلکہ اللہ اور اسکے رسول کے نافرمان ہیں۔

درس نمبر (٦٦٧) **اللہ کے نزدیک بدترین جانور** الانفال: ۲۲۔۲۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَلَوۡ عَلِمَ اللّٰهُ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا لَّاَسۡمَعَهُمۡ ؕ وَلَوۡ اَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک شَرَّ بدترین الدَّوَآبِّ زمین پر چلنے والے عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک الصُّمُّ (وہ) بہرے ہیں الۡبُكۡمُ گونگے ہیں الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ جو عقل نہیں رکھتے O وَلَوۡ اور اگر عَلِمَ اللّٰهُ اللہ جانتا فِيۡهِمۡ خَيۡرًا ان میں کوئی بھلائی لَّاَسۡمَعَهُمۡ تو وہ انہیں ضرور سنوا دیتا وَلَوۡ اور اگر أَسۡمَعَهُمۡ وہ انہیں سنواتا بھی لَتَوَلَّوْا تو وہ ضرور منہ پھیر لیتے وَّهُمۡ اور وہ مُّعۡرِضُوۡنَ اعراض کرنے والے ہوتے

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں سے بدتر بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے O اور اگر اللہ ان میں نیکی (کا مادہ) دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا اور اگر (بغیر صلاحیت ہدایت کے) سماعت دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یقین رکھو کہ اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

۲۔ اگر اللہ کے علم میں ان کے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو وہ اس کو سننے کی توفیق دے دیتا۔

۳۔ لیکن اب جبکہ ان میں بھلائی نہیں ہے، اگر ان کو سننے کی توفیق دے بھی دے تو وہ منہ موڑ کر بھاگ جائیں گے۔

اس آیت کی تشریح سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عربی زبان میں دَابَّة ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی ہو، جس میں انسان، جانور، درندے پرندے اور حشرات الارض سب داخل ہیں۔ اس دَابَّة کی جمع الدَّوَآبِّ ہے، یعنی زمین پر چلنے پھرنے والے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زمین میں چلنے پھرنے والوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو گونگے اور بہرے ہیں، جو سمجھ نہیں رکھتے۔ یہاں گونگے اور بہرے سے مراد وہ لوگ نہیں جو بولنے اور سننے سے معذور ہیں، جن کو ہم گونگا اور بہرہ کہتے ہیں بلکہ مخصوص قسم کے گونگے اور بہرے ہیں جو نہ حق بات سنتے ہیں اور نہ حق بات بولتے ہیں۔ ان کی حالت یہ ہے کہ سمجھتے بھی نہیں ہیں۔ یہ عام بہرے تو بعض مرتبہ کچھ اشارے سے تو سمجھ جاتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ بہت زیادہ ہی سمجھ لیتے ہیں۔ مگر یہ مخصوص قسم کے بہرے اور گونگے ایسے ہیں کہ جن میں عقل کا نام ونشان ہی نہیں ہے۔ انہیں سب کچھ سمجھ میں آتا ہے مگر حق بات سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ احمق قسم کے لوگ روئے زمین پر بسنے والوں میں سب سے بدترین مخلوق ہیں۔ یہ حق بات کو حقیقی معنی میں سن لیتے تو حق بات کی اتباع کر لیتے اور اگر حق بات بولتے تو حق بات کو سمجھ لیتے۔ یہ وہ بدترین قسم کے لوگ ہیں جو حق اور باطل کے درمیان فرق ہی نہیں کرتے، خیر اور شر کے درمیان تمیز ہی نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک ہدایت اور گمراہی میں اور اسلام اور کفر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی جہالت اور تعصب کو چھوڑ دیتے تو اس قابل ہوتے کہ وہ حق بات تک پہنچ جاتے۔ حق بات کو سمجھنے کیلئے کان لگا کر سننا اور دل کو اس جانب متوجہ رکھنا

ضروری ہوتا ہے۔ سورۂ ق کی آیت نمبر ۳۷ میں یہی بات بتلائی گئی: اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِیۡدٌ" اس میں ہر صاحبِ دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر بھی ہو۔

اس کے بعد ایک حقیقت اس بدترین مخلوق کے بارے میں یہ بتلائی گئی کہ اگر اللہ کے علم میں ہوتا کہ ان میں کوئی خیر ہے یعنی ان میں حق کی طلب ہے تو انہیں حق بات سنا دیتا۔ یعنی انہیں سننے کی ایسی توفیق دے دیتا جو سننا عقیدت و عظمت کے ساتھ ہو، جس سننے سے ان کا نفع بھی ہو۔ مگر ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ان میں حق پانے کی طلب اور تڑپ ہی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو سناتے تو ان کے بارے میں یقین یہی ہے کہ وہ منہ موڑ لیں گے اور حق کے سوا کسی دوسری طرف رخ کر کے چلے جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ کان میں پڑنے والی بات مفید اور موثر اسی وقت ہوتی ہے جب اس بات کی طرف دل بھی مائل ہو اور دل میں اس بات کو سننے اور سمجھنے کی طلب اور تڑپ ہو، مگر یہ چیز ان کے اندر ہے ہی نہیں۔ ان کافروں کے اندر صحیح فہم اور سمجھ ہی نہیں ہے اور ان کے ارادے بھی صحیح نہیں ہیں۔ اگر ان کے دلوں میں خیر اور بھلائی کی طرف رجحان اور میلان ہوتا اور ایمان اور ہدایت کو حاصل کرنے کی استعداد ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور سمجھا دیتا اور انہیں اپنے کلام کو تدبر و تفکر کے ساتھ سننے کی توفیق بھی عطا فرما دیتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں خیر کا دور دور تک پتہ ہی نہیں ہے۔

درس نمبر (۷۶۷) **اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کرو** الانفال: ۲۴۔۲۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡكُمۡ ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوۡا فِتۡنَةً لَّا تُصِیۡبَنَّ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوۡا ایمان لائے ہو! اسۡتَجِیۡبُوۡا تم کہنا مانو لِلّٰهِ اللہ کا وَلِلرَّسُوۡلِ اور (اس کے) رسول کا اِذَا جب دَعَاكُمۡ وہ تمہیں بلائے لِمَا اس (امر) کی طرف جو یُحۡیِیۡكُمۡ تمہیں زندگی بخشتا ہے وَاعۡلَمُوۡۤا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ کے بیشک اللہ یَحُوۡلُ حائل ہو جاتا ہے بَیۡنَ الۡمَرۡءِ بندے کے درمیان وَقَلۡبِهٖ اور اس کے دل کے وَاَنَّهٗۤ اِلَیۡهِ اور بلاشبہ اسی کی طرف تُحۡشَرُوۡنَ تم اکٹھے کیے جاؤ گے ○ وَاتَّقُوۡا اور تم ڈرو فِتۡنَةً اس فتنے سے جو لَّا تُصِیۡبَنَّ نہیں پہنچے گا (صرف) الَّذِیۡنَ انہی لوگوں کو جنہوں نے ظَلَمُوۡا ظلم کیا مِنۡكُمۡ تم میں سے خَآصَّةً خاص طور پر وَاعۡلَمُوۡۤا تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے

ترجمہ: مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کیلئے بلاتے ہیں جو تمہیں (جاوداں) زندگی بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اُس کے رُوبرو جمع کئے جاؤ گے ○ اور اُس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کیساتھ اُنہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ظالم ہیں اور جان رکھو

کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو۔

۲۔جب رسول تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

۳۔یہ بات جان رکھو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے۔

۴۔یہ کہ تم سب کو اسی کی طرف اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا۔

۵۔ڈرو اس وبال سے جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں پڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا۔

۶۔جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

جہاں جہاں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اے ایمان والو کے ذریعہ پکار رہے ہیں وہیں اسی طرف اشارہ ہے کہ اے ایمان والو! تمہارے ایمان کی یہ صفت تم سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرو۔ وہ جس جانب تمہیں دعوت دے رہا ہے اس کا جواب دو اور اس ایمان کے بعد جن کاموں کے کرنے کا تقاضا کیا جارہا ہے وہ کام کرو اور جن کاموں سے روکا جارہا ہے ان سے رُک جاؤ۔

اس آیت میں ایمان والوں سے یہ کہا جارہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کرو۔ جس طرح تم کسی شخص کے دسترخوان پر بلاتے ہی دسترخوان کی طرف مائل ہو جاتے ہو، اس سے زیادہ تمہیں اس دعوت کا جواب دینا ہے اور اس پکار کو قبول کرنا ہے جو پکار اور دعوت زمین اور آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے اور اس کے بھیجے ہوئے اس پیغمبر کی طرف سے ہے جو تمام نبیوں کے سردار اور عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ دنیا کا کوئی حقیر انسان تمہیں بلاتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس میں تمہاری زندگی کا سامان ہو، لیکن اگر اللہ اور اس کے رسول تمہیں کسی چیز کی طرف بلا رہے ہیں تو یہ بات یاد رکھو کہ اس میں تمہاری زندگی ہے، اس لئے کہ انسان کی وہ زندگی جس میں اس کے خالق و مالک کی بندگی نہیں، وہ زندگی نہیں بلکہ فنا اور موت ہے۔ حقیقی زندگی تو اس جانب ہے جس جانب تمہیں تمہارا رب بلا رہا ہے اور اس کے بھیجے ہوئے آخری پیغمبر بلا رہے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول جس چیز کی طرف تمہیں بلاتے ہیں وہ پاکیزہ اور دائمی زندگی ہے جس کی سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۷ میں ان الفاظ سے تعبیر کی گئی: فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اِسۡتَجِیۡبُوۡا کے معنی اَجِیۡبُوۡا کے لئے ہیں کہ تم اس پکار کا جواب دو جو پکار تمہاری زندگی کی اصلاح کر دے جو تمہیں درست زندگی عطا کرے۔ اصل زندگی جس کو زندگی کہا جاسکتا ہے وہ زندگی ہے جس زندگی میں ایمان بھی ہو اور اعمالِ صالحہ بھی ہوں۔ وہ زندگی جس میں ایمان نہیں ہے بلکہ کفر و شرک ہے اس زندگی کو موت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۴ میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ لَھِیَ الۡحَیَوَانُ بیشک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔ جس زندگی میں کفر ہے اور جس کا دل اللہ کے ذکر سے غافل ہے وہ تو مردہ ہے۔ اسی لئے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَثَلُ الَّذِیۡ یَذۡکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیۡ لَا یَذۡکُرُ مَثَلُ الۡحَیِّ وَالۡمَیِّتِ۔ (بخاری: ۶۴۰۷) اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور جو

اس کو یاد نہیں کرتا مردہ اور زندہ کی سی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے وہ زندہ ہے اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہے وہ مردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ جان لو کہ اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دل سے بھی زیادہ قریب ہیں، جیسا کہ سورۂ ق کی آیت نمبر ۱۶ میں فرمایا: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ آدمی اور آدمی کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ ہیں۔ بعض مفسرین نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ جیسے چاہتا ہے ان دلوں میں تصرف کرتا ہے۔ کسی کو رشد و ہدایت سے نوازتا ہے اور کسی کو سیدھے راستہ سے ہٹا دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے بندۂ مومن اس بات کی توفیق طلب کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو دین پر ثابت رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے جس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ اکثر یوں دعا کرتے تھے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ آپ کثرت سے یہ دعا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا دل اللہ کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔ وہ جسے چاہے ہدایت پر قائم رکھے اور جسے چاہے ہٹا دے۔ (ترمذی: ۳۵۲۲) یہ بات بھی بندۂ مومن کے ذہن پر سوار رہے کہ اس کو اس کے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اسی رب ذوالجلال کی طرف ساری انسانیت کو جمع کیا جائے گا۔ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ آخرت کا استحضار ہمیشہ رہے کہ ہم کو دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے بلکہ ہم سب کو اپنے رب کی طرف جانا ہے اور اس کے پاس ایک دن ساری انسانیت کو کھڑا ہونا ہے، جہاں پر ہر ایک کو اس کے اچھے بُرے عمل کی جزاء و سزا دی جائے گی۔

پھر یہ بات کہی گئی کہ تم ایسے فتنہ سے بچو جو خاص کر انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے بلکہ گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جو فتنہ یعنی عذاب اور وبال آتا ہے وہ صرف انہی لوگوں تک محدود نہیں رہتا جنہوں نے گناہ کئے بلکہ دوسرے لوگ بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب لوگ بھلائی کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے سے غافل ہو جائیں تو جو عذاب گنہگاروں پر آتا ہے تو وہ لوگ بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ان گناہوں کے مرتکب نہیں ہوتے اور جن کی وجہ سے عذاب آیا۔ چونکہ لوگوں نے گناہوں سے روکنے کا فریضہ ادا نہیں کیا اور اپنی نیکیوں میں مگن رہے اور گنہگاروں کو گناہوں سے نہیں روکا، اس لئے یہ خود بھی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

درس نمبر (۷۶۸) **کمزوری وناتوانی کی حالت میں اللہ کی مدد** الانفال: ۲۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٢٦

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاذْكُرُوٓا اور یاد کرو إِذْ أَنتُمْ جب تم قَلِيلٌ (بہت) تھوڑے تھے مُّسْتَضْعَفُونَ کمزور سمجھے جاتے تھے فِي الْأَرْضِ زمین میں تَخَافُونَ تم خوف کھاتے تھے أَن يَتَخَطَّفَكُمُ کہ تمہیں اُچک (نہ) لے جائیں النَّاسُ لوگ فَآوَاكُمْ تو اس (اللہ) نے تمہیں جگہ دی وَأَيَّدَكُم اور تمہاری تائید کی بِنَصْرِهِ اپنی نصرت کے ساتھ وَرَزَقَكُم اور تمہیں رزق دیا مِّنَ الطَّيِّبَاتِ پاکیزہ چیزوں سے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم شکر گزار رہو

ترجمہ: اور (اُس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُڑا (نہ) لے جائیں (یعنی بے جان و مال نہ کردیں) تو اُس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ (اُسکا) شکر کرو۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ وقت یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے۔

۲۔ لوگوں نے تمہاری سرزمین میں تمہیں دبا کر رکھا ہوا تھا۔

۳۔ تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے۔

۴۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانہ دیا۔

۵۔ اپنی مدد سے تمہیں مضبوط بنا دیا۔

۶۔ تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا۔

۷۔ تاکہ تم شکر ادا کرو۔

جب تک رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مکۂ مکرمہ میں رہے مکہ کے مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کو اذیتیں پہنچاتے رہے۔ مکۂ مکرمہ میں تعداد کے اعتبار سے مسلمان کم تھے اور ان کے مقابلہ میں دوسرے سارے ہی مشرک و کافر تھے۔ ان کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانا ان کے لئے آسان تھا۔ مکہ کی سرزمین مسلمانوں کے لئے تنگ کردی گئی تھی۔ مسلمانوں کو یہ ظالم مشرکین کمزور سمجھا کرتے تھے اور مسلمانوں کو اس بات کا ڈر بھی تھا کہ کہیں یہ اچک لئے نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ ہجرت کر گئے۔ رسولِ رحمت ﷺ بھی اپنے یارِ غار کے ساتھ مدینۂ منورہ پہنچ گئے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی جس کو تاریخ جنگِ بدر سے یاد کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر کے ذریعہ ایک طرف کافروں کی ذلت، رسوائی اور شکست کو ظاہر کردیا تو دوسری طرف مسلمانوں کی فتح، کامیابی و کامرانی کو ظاہر کردیا۔ یہ محض رب ذوالجلال کا فضل و احسان تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کی جماعت ایک ہزار سے زائد کافروں کے لشکر پر غالب آ گئی۔ اس جنگ نے پورے عرب پر مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی اور یہ خبر دنیا کی دو بڑی طاقتوں یعنی قیصر و کسریٰ تک پہنچ گئی کہ مدینہ کے مسلمانوں نے مکہ کے مشرکوں پر غلبہ اور فتح حاصل کرلی ہے۔ مسلمانوں کی

اس ابھرتی طاقت نے ایک انقلاب برپا کردیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان بے بس تھے، مظلوم و مجروح ہو گئے تھے، کمزور و ضعیف مانے جاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کی جو مدد فرمائی اس مدد نے مسلمانوں کی شان وشوکت بڑھادی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اپنے اس احسان کا اظہار فرمارہے ہیں کہ اے مسلمانو! اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے، تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت وطاقت عطا کی اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا۔ یہ ساری نعمتیں تمہیں اس لئے دی گئیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے **وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ** جو کہا ہے اس سے بعض مفسرین نے تمام حلال اور لذیذ چیزیں مراد لی ہیں۔ بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں غنیمت کے طور پر جو اموال حاصل ہوئے وہ مراد ہیں۔ ۸؍سن ہجری کو مسلمان دوبارہ فاتح بن کر مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اس سرزمین کو امن کا گہوارہ بنادیا۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی اچک لئے جانے کی بات کہی گئی ہے: **اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ** کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو باامن بنادیا ہے، حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔

بھارت کے مسلمانوں کے لئے بھی اس آیت میں بڑا سبق ہے کہ آج ہمارے اس ملک میں ایک طرف اکثریت سمجھا جانے والا طبقہ ہے اور دوسری طرف اقلیت سمجھا جانے والا طبقہ ہے۔ اس ملک کے ہندو اپنے آپ کو اکثریت تصور کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اقلیت تصور کرتے ہیں جبکہ ہم مسلمان اس ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہیں۔ پچیس کروڑ کی آبادی کو اقلیت سے تعبیر کرنا حماقت ہے۔ اتنی تعداد میں مسلمان کسی بھی ملک میں نہیں ہیں۔ ہمارے پڑوسی مسلم ملک میں جتنے مسلمان ہیں اس سے ایک تہائی زیادہ اس ملک میں صرف مسلمان آباد ہیں۔ اس کے باوجود مکی زندگی میں جس طرح مشرکین مکہ مسلمانوں کو قلیل اور کمزور سمجھتے تھے آج یہ ہندو، مسلمانوں کو اقلیت اور کمزور سمجھتے ہیں۔ ہاں! اگر ان کی سمجھ کے اعتبار سے ہم کم بھی ہوں اور کمزور بھی ہوں تو وہ یہ بات یاد رکھیں کہ ہمارے ساتھ وہ ربانی طاقت موجود ہے جو ان کثیر پر اس قلیل کو غالب کردے۔ یہ حقیقت ہے جس کی گواہی تاریخ دیتی ہے کہ اگر یہ پچیس کروڑ مسلمان حقیقی معنی میں مومن بن جائیں تو ان پر کوئی قوم غالب نہیں آسکتی۔

درس نمبر (۷۶۹) **خیانت سے بچنے کا حکم** الانفال: ۲۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو! لَا تَخُوْنُوا تم خیانت مت کرو اللّٰهَ اللہ کی وَالرَّسُوْلَ اور رسول کی وَتَخُوْنُوْۤا اور (نہ) تم خیانت کرو أَمَانَاتِكُمْ اپنی آپس کی امانتوں میں وَأَنْتُمْ جبکہ تم

تَعۡلَمُوۡنَ جانتے ہو

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے بے وفائی مت کرو۔

۲۔ اپنی امانتوں میں خیانت جانتے بوجھتے مت کرو۔

جس رب ذوالجلال کے ایک ہونے پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور جس رسول کے نبی و رسول ہونے کا یقین رکھتے ہیں اس اللہ اور رسول سے اس مضبوط نسبت، تعلق اور رشتہ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس اللہ اور رسول سے وفاداری کا معاملہ کریں۔ یہ فطری تقاضا ہے کہ کسی بھی محسن کے ساتھ بے وفائی کرنا نامعقول حرکت ہے اور ہمارے لئے سب سے بڑے محسن تو اللہ تعالیٰ ہیں اور اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت اور بے وفائی کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ایمان والوں سے اس آیت میں یہی بات کہی جارہی ہے کہ **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ** اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابوسفیان کی مکہ سے روانگی ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسولِ رحمت ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی کہ ابوسفیان فلاں جگہ پر ہے، لہٰذا اس کی طرف نکل کھڑے ہوں۔ اس کے ساتھ اس بات کی ہدایت بھی دی گئی کہ اس بات کو پوشیدہ رکھا جائے۔ لیکن بعض منافقوں نے ابوسفیان کو خط کے ذریعہ اس بات کی اطلاع دی کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمہارے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں، لہٰذا تم اپنی حفاظت کی فکر کرلو۔ ظاہر ہے کہ منافقوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بے وفائی اور خیانت کا معاملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا گیا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ (الدر المنثور) دوسری روایت حضرت ابن شہاب زہری سے ہے کہ یہودیوں کا ایک قبیلہ جس کا نام بنوقریظہ تھا، جب اس قبیلے نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا۔ بنوقریظہ نے کہا کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ ان میں جو بالغ مرد ہیں ان کو قتل کردیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے۔ ان کے اس فیصلہ کا علم حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہوگیا جو یہودیوں کے حلیف تھے۔ انہوں نے یہودیوں کو اپنے گلے پر ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے یہ بتادیا کہ تمہارے بارے میں قتل کا فیصلہ ہے۔ (الدر المنثور) ظاہر ہے کہ حضرت ابولبابہ کا بنوقریظہ سے اشارہ سے اس بات کا بتلانا اللہ اور اس کے رسول سے خیانت تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ جو میں نے کیا اچھا کام نہیں کیا، میں نے تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے تو وہ فوراً مسجد نبوی کے پاس آئے اور اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا اور کہنے لگے کہ میں نہ کوئی چیز چکھوں گا اور نہ کوئی چیز پیوں گا، یہاں تک کہ میں مرجاؤں یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول

فرمائے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے استغفار کر دیتا، اب تو انہوں نے خود ایسا کر لیا ہے تو میں اسی وقت چھوڑ سکتا ہوں جب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے۔ سات دن تک بعض روایتوں میں نو دن تک انہوں نے کوئی چیز نہ کھائی اور نہ پی، یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو رسولِ رحمت ﷺ خود تشریف لائے اور ان کو کھول دیا۔

اس کے بعد وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ کے ذریعہ اس بات سے بھی ایمان والوں کو آپس میں اپنی امانتوں میں خیانت کرنے سے روک دیا گیا۔ ایک مومن و مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کے ساتھ خیانت کا برتاؤ کرے۔ مومن کی پہچان ہی یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھ دی جائے تو امانتداری اختیار کرے اور خیانت نہ کرے اور یہ منافق کی پہچان ہے کہ امانت رکھی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سے یہ بات بتائی گئی کہ تمہیں معلوم ہے کہ خیانت کا بُرا انجام کیا ہوتا ہے؟ اس لئے خیانت نہ کرو۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۸ میں یہ کہا گیا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی امانتوں کو ان کے اہل تک ادا کردو۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا اور جو حدود مقرر کئے ان حدود کو توڑنا اور حرام کا ارتکاب بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ان کو نہ کرنا اور جن کاموں سے روکا ان سے نہ رُکنا یہ رسول ﷺ کے ساتھ خیانت ہے۔

درس نمبر (۷۷۰) **مال اور اولاد آزمائش کا ایک ذریعہ** الانفال:۲۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّمَا یقیناً اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال وَاَوْلَادُكُمْ اور تمہاری اولاد فِتْنَةٌ فتنہ ہیں وَّ اَنَّ اللّٰهَ اور بلاشبہ اللہ عِنْدَهٗٓ اس کے ہاں اَجْرٌ اجر ہے عَظِيْمٌ بہت عظیم

ترجمہ: اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بڑا ثواب ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ بات سمجھ لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہیں۔

۲۔ یہ کہ عظیم انعام تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مال اور اولاد ان دو نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں رہے کہ مال اور اولاد یہ دونوں نعمت بھی ہیں اور امانت بھی۔ نعمت اس لئے دی جاتی ہے تاکہ بندہ اس نعمت سے فائدہ حاصل کرے اور اس رب کا شکر ادا کرے جس نے یہ نعمت عطا فرمائی۔ مال اور اولاد جہاں بندوں کے حق میں نعمت ہیں وہیں امانت بھی ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس ہوگی۔ مال کے بارے میں قیامت کے دن دو سوال کئے جائیں گے: لَا تَزُوْلُ

قَدَمَا ابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ عِنْدِ رَبِّہٖ، حَتّٰی یُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ بنی آدم کے قدم آگے بڑھ نہیں پائیں گے جب تک کہ پانچ سوالات اس سے نہ کئے جائیں۔ (ترمذی: ۲۴۱۶) ان پانچ سوالات میں سے دو سوالات تو مال کے سلسلہ میں ہوں گے کہ یہ مال آیا کیسے اور گیا کیسے؟ یعنی کس طرح کمایا اور کس طرح خرچ کیا؟ اسی طرح اولاد کا معاملہ بھی ہے کہ اولاد نعمت بھی ہے اور امانت بھی۔ اولاد کے سلسلہ میں ماں باپ سے مواخذہ ہوگا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کُلُّکُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری: ۸۹۳)

مال اور اولاد یہ دونوں بہ یک وقت نعمت بھی ہیں اور امانت بھی۔ اسی لئے اس آیت میں اس ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے کہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَۃٌ تم اس حقیقت کو جان لو کہ بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں یعنی آزمائش کی چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں مال اور اولاد دے کر آزماتے ہیں کہ مال اور اولاد کی محبت کیا تمہیں احکامِ الٰہی کی ادائیگی سے روکتی ہے؟ اگر مال اور اولاد کی محبت تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کی ادائیگی میں رکاوٹ بنتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دل میں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی شریعت سے زیادہ تمہیں مال اور اولاد زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ مال اور اولاد کی محبت انسان کو جہاد میں شرکت سے روکتی ہے۔ یہ محبت نماز کو صحیح طریقہ پر ادا کرنے سے بھی روکتی ہے۔ مال اور اولاد کی محبت زکوٰۃ جیسے اہم ترین فریضہ کی ادائیگی میں بھی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو صرف بیٹے یا بیٹی کی شادی اور ولیمہ کی مصروفیات میں پنج وقتہ نمازیں ہی چھوڑ دیتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو مال کمانے کی دھن میں روزہ سے بھی محروم رہ جاتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو مال اور اولاد کی محبت میں اپنا سارا مال یا تو ذخیرہ کرکے رکھتے ہیں یا اولاد ہی پر خرچ کرتے ہیں؟ اس مال میں سے فرض زکوٰۃ ہی ادا نہیں کرتے۔ کتنے لوگ ہیں جو تجارت اور ملازمت کی مصروفیات اور بیٹے اور بیٹیوں کی محبت میں حج جیسا مقدس فریضہ ادا کئے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں؟ ایک مومن بندہ کو چاہئے کہ وہ مال اور اولاد کے سلسلہ میں اعتدال کی راہ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ مال اور اولاد کے ذریعہ سے جو امتحان لیں اس امتحان میں صدفی صد کامیاب ہونے کی ہم کوشش و جدوجہد کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ پر غور کریں کہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنا سر جھکادیا اور فرمانبردار، نیکوکار اور چہیتے بیٹے کو ذبح کرنے میں اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا: فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (الصّافّات: ۱۰۳) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پسندیدہ گھوڑوں کو ذبح کردیا جب وہ حکمِ ربانی میں خلل انداز ہوئے۔ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (ص: ۳۳) پھر تو پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کردیا۔

اس آیت میں اس بات پر بھی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اموال یعنی مال و دولت کا پہلے اور اولاد کا بعد میں ذکر فرمایا، جس سے یہ معلوم محسوس ہوتا ہے کہ مال کا فتنہ اولاد کے فتنہ سے بڑھ کر ہے۔ یعنی مال کی آزمائش اولاد کی آزمائش سے بڑھ کر کی جاتی ہے۔ حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ نے رسول رحمت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّۃٍ فِتْنَۃً، فِتْنَۃُ اُمَّتِی الْمَالُ بلاشبہ ہر امت کیلئے ایک فتنہ (آزمائش) ہے اور میری امت کا فتنہ یعنی آزمائش مال ہے۔ (مسند احمد: ۱۷۴۷۱) اس لئے کہ آدمی مال کی محبت میں اکثر اوقات حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ مال حاصل کرنے اور خرچ کرنے میں نافرمانی

کرتا ہے کہ اسراف وفضول خرچی کرتا ہے۔ جو لوگ مال اور اولاد کی آزمائش میں کھرے اترتے ہیں اور کامیاب ہوجاتے ہیں اس آیت میں انہیں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور بیشک اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو اپنی شان سے اجر دیں گے۔

درس نمبر (۱۷۷) تقویٰ کفارۂ سیأت اور مغفرت کا سبب الانفال:۲۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْۤا ایمان لائے ہو! اِنْ اگر تَتَّقُوْا تم ڈرو اللّٰهَ اللہ سے يَجْعَلْ تو وہ بنا دے گا لَّكُمْ تمہارے لیے فُرْقَانًا کسوٹی (دلیل حق) وَيُكَفِّرْ اور مٹا دے گا عَنْكُمْ تم سے سَيِّئَاتِكُمْ تمہاری برائیاں وَيَغْفِرْ اور بخش دے گا لَكُمْ تمہیں وَاللّٰهُ اور اللہ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ فضلِ عظیم کا مالک ہے

ترجمہ: مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امر فارق پیدا کر دے گا (یعنی تمہیں ممتاز کر دے گا) اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے ساتھ تقویٰ کی روش اختیار کرو گے

۲۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حق و باطل کی تمیز عطا کر دے گا

۳۔ تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا

۴۔ تمہیں مغفرت سے نوازے گا

۵۔ اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

اس آیت میں تقویٰ کی تاثیر یہ بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ کا بندہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا نور اپنے دل میں پیدا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندۂ مومن کو تین نعمتوں سے نوازتے ہیں۔ پہلی نعمت تو اس بندے کو یہ دی جاتی ہے کہ اس کو حق اور باطل کی تمیز عطا فرماتے ہیں۔ یعنی فیصلہ والی چیز عطا فرماتے ہیں۔ مفسرین کرام نے فیصلہ والی چیز سے متعلق مختلف اور متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں۔ بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے تقویٰ کی وجہ سے اس کو ہدایت کا وہ نور عطا فرماتے ہیں جس نور کے ذریعہ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کر سکتا ہے۔ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بجالاتا ہے اور اس نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے رک جاتا ہے تو اس کی برکت سے اس کی ایسی مدد و نصرت کرتے ہیں اور ایسی چیزوں سے نجات عطا فرماتے ہیں جن چیزوں سے وہ بندہ خوف کھاتا ہے۔ مفسرین نے فُرْقَانًا سے یہ بھی مراد لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کی یہ چیز عطا فرماتے ہیں کہ کافروں کی جماعت کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرماتے ہیں، جیسا کہ بدر کے دن یہ معاملہ پیش آیا، جس کو سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۱ میں یوم الفرقان سے تعبیر کیا گیا۔ بعض مفسرین نے

فرقانا سے وہ علم صحیح، راج حکم اور نور ہدایت و بصیرت مراد لیا ہے جس سے حق اور باطل کے درمیان تمیز اور فرق پیدا ہو، جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ا میں کہا گیا: تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فرقان نازل کیا تا کہ دنیا جہاں کے لئے ڈرانے کا باعث ہو۔

تقویٰ کی دوسری تاثیر یہ بیان کی گئی کہ اس تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام کبیرہ وصغیرہ گناہوں کے آثار کو زائل کر دے گا، ان کو مٹا دے گا اور دنیا میں لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دے گا۔ ظاہر ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا وہ توبہ بھی تو ضرور کرے گا اور سچی توبہ تو ایسی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ تمام صغائر و کبائر کو معاف کر دیتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجہ: ۴۲۵۰) گناہوں کے کفارہ کی بات قرآنِ مجید میں متعدد جگہوں پر کہی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۱ میں ہے: اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ج وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ط وَیُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِکُمْ اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی ضرورت مندوں کو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس طرح کا دینا تمہارے گناہوں کو بھی دور کرے گا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں ہے: فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ تو جو لوگ میرے لئے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے میں ان کے گناہ دور کر دوں گا۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا: اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ اگر تم بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے پرہیز کرو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۲ میں فرمایا گیا: لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوةَ۔ الخ۔ اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان رکھو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ کو قرضِ حسن دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا۔

تقویٰ کی تیسری تاثیر یہ بیان کی گئی کہ وَیَغْفِرْلَکُمْ اللہ تمہیں معاف کر دے گا۔ جو بندہ پرہیزگاری کی روش اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کا سامان کر دیتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ میں اتباعِ رسول ﷺ کو بھی گناہوں کی مغفرت کا باعث قرار دیا گیا: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اے پیغمبر (ﷺ) لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ کریمی کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر بڑا فضل فرمانے والے ہیں۔

درس نمبر (۷۷۲) **جب کافر منصوبے بنا رہے تھے** الانفال: ۳۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ اور (یاد کیجئے) جب یَمْکُرُ تدبیر کررہے تھے بِکَ آپ کی بابت الَّذِیْنَ وہ لوگ جنھوں نے کَفَرُوْا کفر کیا لِیُثْبِتُوْکَ تاکہ وہ آپ کو قید کردیں اَوْ یا یَقْتُلُوْکَ آپ کو قتل کردیں اَوْ یا یُخْرِجُوْکَ آپ کو نکال دیں وَیَمْکُرُوْنَ اور وہ تدبیریں کررہے تھے وَیَمْکُرُ اللّٰہُ اور اللہ تدبیر کررہا تھا وَاللّٰہُ اور اللہ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے

ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ! اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کردیں یا جان سے مارڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کیجئے جب کافر لوگ منصوبے بنارہے تھے۔

۲۔ کہ تمہیں گرفتار کرلیں

۳۔ یا تمہیں قتل کردیں

۴۔ یا تمہیں وطن سے نکال دیں

۵۔ وہ اپنے منصوبے بنارہے تھے

۶۔ اور اللہ اپنا منصوبہ بنارہا تھا

۷۔ اور اللہ سب سے بہتر منصوبہ بنانے والا ہے

رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ اپنی وہ خصوصی نعمت یاددلارہے ہیں جبکہ مکہ کے سارے کافر آپ ﷺ کی دشمنی پر متحد ہوگئے تھے اور آپ کے خلاف تدبیریں کرنے کیلئے ایک جگہ جمع ہوگئے تھے۔ نہ صرف آپ ﷺ کے خلاف بلکہ آپ کی دعوتِ حق کے خلاف کھڑے ہوگئے تھے۔ اس خطرناک اور نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح بحفاظت آپ ﷺ کو مکۂ مکرمہ سے نکال کر مدینۂ منورہ تک پہنچادیا۔ چاروں طرف سے رسولِ رحمت ﷺ خطرات میں گھرے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کا مکۂ مکرمہ سے بحفاظت نکلنا بظاہر ناممکن محسوس ہورہا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے مکہ کے کافروں کی تدبیروں کو ناکام بنادیا اور اپنی آفاقی تدبیر سے اپنے پیارے حبیب کی حفاظت فرمائی اور آپ ﷺ مدینۂ منورہ پہنچ گئے۔

مکہ کے مشرکین نے آپ ﷺ کے خلاف تین قسم کی تدبیریں کیں۔ ایک یہ کہ آپ کو قید کردیا جائے تاکہ آپ ﷺ کے اور لوگوں کے درمیان دعوتِ دین کا سلسلہ ہی ختم ہوجائے۔ دوسرے یہ کہ سارے قبیلوں کی شراکت سے آپ ﷺ کو قتل کردیا جائے۔ تیسرے یہ کہ آپ ﷺ کو شہر بدر کردیا جائے کہ آپ ﷺ مکہ میں نہ رہیں اور مکہ کے علاوہ کسی اور شہر میں جاکر بس جائیں۔ مکہ کے یہ مشرکین خاموشی سے ایسی ناپسندیدہ تدبیریں کررہے تھے کہ آپ ﷺ کو ان کی تدبیروں کا وہم وگمان بھی نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت سے ان کی اس تدبیر کو ناکارہ بنادیا، ان کے آپسی مشوروں کو نامراد کردیا اور ان کا یہ

ناپاک منصوبہ درہم برہم ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو اس آیت میں اپنی وہ نعمت یاد دلائی ہے کہ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ ۔الخ۔اور (اے محمد ﷺ !اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کردیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے درمیان سے سلامتی کے ساتھ بغیر کسی ایذاء اور تکلیف کے مہاجر بنا کر مکۂ مکرمہ سے نکال دیا اور مکۂ مکرمہ اور مدینۂ منورہ کے اس مشکل ترین سفر کو آسان بنادیا۔اس واقعہ کے ذریعہ بتلا دیا گیا کہ انسانوں کی تدبیروں پر خالقِ کائنات کی تدبیر کس طرح غالب آتی ہے؟

ہجرت کے موقع پر مکہ کے مشرکین نے دارالندوہ یعنی پنچایت گھر میں جو اجلاس منعقد کیا تھا اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں بیان کیا ہے: جب مدینۂ منورہ میں حضراتِ انصار نے اسلام قبول کرلیا تو قریش مکہ خائف ہوئے اور مشورے کے لئے دارالندوہ (پنچایت گھر) میں جمع ہوئے تا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں غور کریں کہ اب آپ ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟اس موقع پر ابلیس ملعون بھی ایک بڑے میاں کی صورت میں ظاہر ہوگیا۔ان لوگوں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا کہ میں شیخ نجد ہوں۔ مجھے آپ لوگوں کے جمع ہونے کا پتہ چلا تو میں نے چاہا کہ تمہارے پاس حاضر ہوجاؤں اور اپنی خیر خواہانہ رائے سے تم لوگوں کو محروم نہ کروں۔ان لوگوں نے اسے اپنے مشورے میں شریک کرلیا۔مکہ والوں میں سے جو لوگ حاضر تھے ان میں سے ایک شخص ابوالبختری ابن ہشام بھی تھا۔اس نے اپنی رائے ظاہر کی اور کہنے لگا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد ﷺ کو کسی گھر میں محبوس کر کے دروازہ بند کردو صرف تھوڑا سا روشن دان کھلا رہے جس میں سے دانہ پانی ڈالتے رہو اور اس کی موت کا انتظار کرو،جیسے اس سے پہلے دوسرے شعراء ہلاک ہوگئے یہ بھی ہلاک ہوجائے گا۔ یہ سنتے ہی شیخ نجدی ابلیس چیخ اُٹھا اور اس نے کہا: یہ تو بُری رائے ہے۔اگر اس پر عمل کروگے تو اس کے ماننے والے میدان میں آجائیں گے اور تم سے جنگ کر کے تمہارے ہاتھوں سے چھڑالیں گے۔ یہ سن کر سب کہنے لگے: شیخ نجدی نے صحیح کہا۔ یہ رائے مصلحت کے خلاف ہے۔اس کے بعد ہشام بن عمرو نے رائے دی اور کہنے لگا کہ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ اس شخص کو کسی اونٹ پر بٹھا کر اپنے درمیان سے نکال دو۔آگے کہاں جائے کیا بنے تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔جب تمہارے یہاں سے چلا گیا تو تمہیں تو آرام مل ہی جائے گا۔ یہ سن کر ابلیس ملعون بولا کہ یہ رائے بھی صحیح نہیں۔تم اس شخص کو جانتے ہو،تمہیں پتہ ہے کہ اس شخص کی گفتگو کتنی شیریں ہے اور زبان میں کتنی مٹھاس ہے۔ یہ بھی جانتے ہو کہ اس کی باتیں سن کر لوگ گرویدہ ہوجاتے ہیں۔اللہ کی قسم!اگر تم نے اس رائے پر عمل کیا تو باہر جا کر بہت سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حملہ آور ہوگا اور تمہیں وطن سے نکال دے گا۔ یہ سن کر اہلِ مجلس کہنے لگے کہ شیخ نجدی نے ٹھیک کہا۔

اس کے بعد ابوجہل بولا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں تمہیں ایک ایسی رائے دوں گا کہ اس کے علاوہ کوئی رائے ہے ہی نہیں۔میری سمجھ میں تو یوں آتا ہے کہ قریش کے جتنے قبیلے ہیں ہر قبیلے میں سے ایک خوب تگڑا نوجوان لیا جائے اور ہر ایک کو تلوار دے دی جائے۔پھر یہ نوجوانوں کی جماعت یکبارگی مل کر حملہ کر کے قتل کردے۔ایسا کرنے سے تمام قبیلوں پر اُن کے

خون کی ذمہ داری آجائے گی اور میرے خیال میں بنی ہاشم قصاص لینے کے لئے مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ لہٰذا دیت قبول کرلیں گے اور سارے قریش مل کر دیت ادا کردیں گے۔ یہ سن کر ابلیس بولا، اس جوان آدمی نے صحیح رائے دی ہے اور یہ شخص تم میں سب سے اچھی رائے رکھنے والا ہے۔ اس نے جو رائے دی ہے میرے خیال میں بھی اس کے علاوہ کوئی دوسری رائے درست نہیں ہے۔ سب نے اسی پر اتفاق کرلیا اور مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔

اِدھر تو یہ لوگ متفرق ہوئے اور اُدھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کے مشورہ سے باخبر کردیا اور عرض کیا کہ آپ جس گھر میں رات گزارہ کرتے ہیں اس میں اس رات کو نہ رہیں، ساتھ ہی انہوں نے مشرکین کے مشوروں سے آپ ﷺ کو باخبر کردیا۔ (تفسیر طبری) آپ ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ رات گزارنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ سفر ہجرت کے لئے روانہ ہوگئے اور ایک مٹھی میں مٹی بھر کر دشمنوں کی طرف پھینک دی جو اُن کے سروں میں بھر گئی اور آپ ﷺ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ پڑھتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ دونوں حضرات راتوں رات غارِ ثور پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ امانتیں ادا کردیں جو آپ کے پاس رکھی رہتی تھیں۔ (سچائی اور امانتداری ایسی ہی چیز ہے جو سچے اور امانتدار شخص کا لوہا خود منوا دیتی ہے۔ اہلِ مکہ آپ ﷺ سے دشمنی بھی کرتے تھے، لیکن ساتھ ہی اپنی امانتیں رکھنے کے لئے آپ ہی کو منتخب کر رکھا تھا۔)

جب آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ معظّمہ سے تشریف لے گئے تو مشرکین مکہ اس خیال سے کہ صبح اُٹھ کر باہر تشریف لائیں گے، صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ارادہ تھا کہ حملہ کریں، لیکن جب دیکھا کہ جسے قتل کرنا تھا وہ موجود نہیں۔ لہٰذا اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے دوست کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے پتہ نہیں۔ لہٰذا قدموں کے نشانوں پر چلتے رہے، یہاں تک کہ غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ وہاں دیکھا کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالا بُن رکھا ہے یہ دیکھ کر ٹھٹھک کر رہ گئے اور کہنے لگے کہ اگر اس کے اندر گئے ہوتے تو مکڑی کا جالا غار کے دروازہ پر کیسے ہوتا؟ آپ ﷺ اس غار میں تین دن تک تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوگئے۔ آیتِ بالا میں جو وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فرمایا ہے اس میں اسی واقعہ کا بیان ہے۔ دشمن اپنی تدبیر میں ناکام ہوئے اور اللہ کی تدبیر غالب آگئی۔ (البدایہ والنہایہ)

درس نمبر (۷۷۳) **قرآن کے بارے میں کفار کا قول** الانفال: ۳۱-۳۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَا اور جب تُتْلٰى پڑھی جاتی ہیں عَلَيْهِمْ ان پر اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں قَالُوْا تو کہتے ہیں قَدْ

تحقیق سَمِعْنَا ہم نے سن لیا لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں لَقُلْنَا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں مِثْلَ هٰذَآ اس کے مثل إِنْ هٰذَآ نہیں ہے إِلَّآ أَسَاطِيْرُ مگر داستانیں الْأَوَّلِيْنَ پہلوں کی○ وَإِذْ اور جب قَالُوْا انہوں نے کہا اللّٰهُمَّ اے اللہ! إِنْ اگر كَانَ ہے هٰذَا یہ (قرآن) هُوَ الْحَقَّ ہی حق مِنْ عِنْدِكَ تیری طرف سے فَأَمْطِرْ تو برسا عَلَيْنَا ہم پر حِجَارَةً پتھر مِّنَ السَّمَاءِ آسمان سے أَوِ یا ائْتِنَا لے آ ہم پر بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب

ترجمہ: (یہ کلام) ہم نے سن لیا ہے اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا (کلام) ہم بھی کہہ دیں اور یہ ہے ہی کیا صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں○ اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ بس ہم نے سن لیا۔

۳۔ اگر چاہیں تو اس جیسی باتیں ہم بھی کہہ لائیں۔

۴۔ یہ قرآن اور کچھ نہیں صرف پچھلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

۵۔ ایک وقت وہ تھا جب انہوں نے کہا تھا

۶۔ یا اللہ! اگر یہ قرآن ہی وہ حق ہے جو تیری طرف سے آیا ہے

۷۔ تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے

۸۔ یا ہم پر کوئی اور تکلیف دہ عذاب ڈال دے

جس طرح مکہ کے مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ کے خلاف تدبیریں کیں (جیسا کہ پچھلی آیت میں بتلایا گیا) اسی طرح ان مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ کے دین اور آپ کی شریعت کے خلاف بھی تدبیریں کیں۔ ان مشرکین نے آپ ﷺ پر اتری ہوئی کتاب قرآنِ مجید کے بارے میں ایک بات تو یہ کہی کہ اگر چاہیں تو قرآن جیسی باتیں ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہی کہ یہ قرآنِ مجید تو صرف گزرے ہوئے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔ گویا انہوں نے قرآنِ مجید کو کتابِ ہدایت سمجھنے کے بجائے یہ کہا کہ یہ قرآن تو گویا گزرے ہوئے لوگوں کی حکایتوں کا مجموعہ ہے۔ (نعوذ باللہ) جبکہ قرآنِ مجید وہ معجزہ ہے جس نے عرب کے بڑے بڑے شاعروں، ادیبوں، ماہرِ فن اور قادر الکلام افراد کو اس کتاب جیسی ایک سورت بنانے سے عاجز کر دیا۔ قرآنِ مجید نے چیلنج کیا کہ اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ قرآنِ مجید جیسی پوری کتاب یا دس سورتیں یا ایک سورت تو دور کی بات ہے صرف قرآنِ مجید میں جتنی باتیں ہیں ان میں سے صرف ایک بات جیسی کوئی بات لے کر آئیں۔ قرآنِ مجید نے ان کی کمزوری کا اظہار کر دیا کہ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (بنی اسرائیل:۸۸) قرآن جیسی ایک بات بھی نہ لا سکے اور نہ قیامت تک کوئی لا سکے گا۔ مشرکین نے جو یہ کہا کہ ہم بھی چاہیں تو اس جیسی کتاب لا سکتے ہیں۔ یہ محض ان کا دعویٰ تھا، عملاً ایسی کتاب لانا ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ ظاہر ہے

کہ صرف بولنے سے کوئی فائدہ تو نہیں ہے۔آدمی آسمان کو نیچے اور زمین کو اوپر لے جانے کی بات کر سکتا ہے، مگر اس کیلئے ایسا کرنا ناممکن ہے۔جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگروں نے ان کے معجزہ کے بارے میں سمجھا تھا کہ یہ معجزہ بھی ان کے جادو کی طرح کوئی چیز ہے۔مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے سامنے عاجز آ گئے اور ہار مان لی۔سورۃ انعام کی آیت نمبر ۲۵ میں بھی ان کے اس باطل دعویٰ کا تذکرہ موجود ہے: اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یہ نہیں ہے مگر پچھلے لوگوں کے افسانے۔

قبیلۂ بنی عبدالدار کا ایک شخص جس کا نام نضر بن حارث تھا، اس نے یہ بات کہی تھی کہ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام کہہ دیں۔اس کے اس دعویٰ کا مطلب یہ تھا کہ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے ہم عاجز نہیں ہیں۔ہم ایسا کلام کہہ تو سکتے ہیں مگر کہتے نہیں ہیں۔یعنی ہم ایسا کلام پیش کرنے سے عاجز نہیں ہیں۔اس نے یہ بھی کہا کہ یہ قرآن تو گزرے ہوئے لوگوں کی باتیں ہیں۔جب یہ بات نضر بن حارث نے کہی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو اللہ سے ڈر! محمد (ﷺ) جو فرماتے ہیں حق فرماتے ہیں۔اس پر اس نے کہا کہ میں بھی حق کہتا ہوں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد (ﷺ) تو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔اس نے کہا کہ میں بھی لا الہ الا اللہ کہتا ہوں، لیکن یہ بت تو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔(نعوذ باللہ) نضر بن حارث نے اس کلمۂ توحید کا مطلب ہی نہیں سمجھا تھا۔اس کے بعد نضر بن حارث نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ! اگر یہ دین جس کی دعوت محمد (ﷺ) دیتے ہیں حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس حق بات کو قبول نہ کرنے کی سزا میں ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے اور کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔(تفسیر مظہری) جس طرح نضر بن حارث نے یہ بات کہی تھی، یہودیوں نے بھی اسی طرح کی بات کہی تھی، جس کو سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۸ میں یوں کہا گیا: وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ وہ لوگ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں عذاب کیوں نہیں دیتا ہے؟ کسی جرم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ دینا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ شخص مجرم نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ عذاب دینے کے پابند نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ کسی کے جرم پر دنیا ہی میں چاہیں تو عذاب دیں چاہیں تو عذاب نہ دیں۔دنیا کا عذاب تو چھوٹا ہوتا ہے، اصل اور بڑا عذاب تو آخرت کا عذاب ہے: وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (القلم: ۳۳) اور آخرت کا عذاب بڑا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ میں جو عذاب کا سوال اور مطالبہ ہے یہ سوال ابوجہل نے کیا تھا۔(تفسیر طبری) یہ بات ذہن میں رہے کہ عذاب کی جلدی مچانے سے عذاب نہیں آ جاتا بلکہ عذاب تو اپنے وقتِ مقررہ پر آتا ہے۔اس حقیقت کو سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۵۳ میں یوں بتلایا گیا: وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور یہ لوگ عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اگر مقررہ وقت نہ ہوتا تو کبھی کا عذاب آ چکا ہوتا اور ان کے پاس تو وہ اچانک آئے گا اور ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔

درس نمبر (۴۷۷) **عذابِ الٰہی سے بچنے کا فارمولہ** الانفال: ۳۳۔۳۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۞ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ

اللّٰہُ وَھُمۡ یَصُدُّوۡنَ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَمَا کَانُوۡۤا اَوۡلِیَآءَہٗ ؕ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا کَانَ اللّٰہُ اور نہیں ہے اللہ لِیُعَذِّبَھُمۡ کہ عذاب دے انہیں وَأَنۡتَ جبکہ آپ (بھی) فِیۡھِمۡ ان کے اندر موجود ہوں وَمَا کَانَ اللّٰہُ اور نہیں ہے اللہ مُعَذِّبَھُمۡ ان کو عذاب دینے والا وَھُمۡ جبکہ وہ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ بخشش طلب کرتے ہوں O وَمَا اور (اب) کیا وجہ ہے لَھُمۡ ان کے لیے أَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ کہ انہیں عذاب نہ دے اللہ وَھُمۡ جبکہ وہ یَصُدُّوۡنَ روکتے ہیں عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ مسجد حرام سے وَ مَا کَانُوۡا حالانکہ نہیں ہیں أَوۡلِیَاءَہٗ وہ اس کے متولی اِنۡ نہیں ہیں أَوۡلِیَآؤُہٗ اس کے متولی اِلَّا مگر الۡمُتَّقُوۡنَ متقی لوگ ہی وَلٰکِنَّ اور لیکن أَکۡثَرَھُمۡ ان کے اکثر لَا یَعۡلَمُوۡنَ نہیں جانتے

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک تم اُن میں تھے اُنہیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور اُنہیں عذاب دے O اور (اب) اُن کیلئے کونسی وجہ ہے کہ وہ اُنہیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد محترم (میں نماز پڑھنے) سے روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں اُس کے متولی تو صرف پرہیز گار ہیں لیکن اُن میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے پیغمبر! اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کو اس حالت میں عذاب دے جبکہ آپ ان کے درمیان میں موجود ہوں۔

۲۔اللہ اس حالت میں بھی ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب وہ استغفار کرتے ہوں۔

۳۔بھلا ان میں کیا خوبی ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔

۴۔جبکہ وہ لوگوں کو مسجدِ حرام سے روکتے ہیں۔

۵۔حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں ہیں۔

۶۔متقی لوگوں کے سوا کسی قسم کے لوگ اس کے متولی نہیں ہو سکتے۔

۷۔لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

چونکہ نضر بن حارث نے عذاب کا مطالبہ کیا تھا کہ اگر یہ دینِ اسلام حق ہے اور وہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایئے۔اس کے مطالبہ اور سوال کے جواب میں یہ بات کہی گئی کہ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡھِمۡ پیغمبر! آپ کے ان کے درمیان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور اور قانون ہے کہ جس بستی میں اللہ کا کوئی نبی موجود ہو اس پر اس وقت کوئی عذاب نازل نہیں فرماتا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے درمیان سے اپنے نبی کو نہ نکال لے۔تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت لوط علیہم السلام کی قوموں پر اس وقت عذاب آیا جبکہ وہ ان بستیوں سے باہر جا چکے تھے۔رسولِ رحمت ﷺ کا مکۂ مکرمہ میں موجود رہنا عذاب کے اترنے سے مانع ہے۔جب مکۂ مکرمہ سے رسولِ رحمت ﷺ مدینۂ منورہ تشریف لے گئے اور اس کے دوسرے ہی سال جنگِ بدر ہوئی جس جنگ

میں یہ دونوں لوگ تھے جن کے بارے میں روایتیں ہیں کہ انہوں نے عذاب مانگا تھا، ابوجہل اور نضر بن حارث۔ جنگِ بدر میں ستر مشرکین مارے گئے۔ نضر بن حارث اور ابوجہل جیسے لوگوں نے عذاب کا مطالبہ کیا، لیکن چونکہ رسولِ رحمت ﷺ مکۂ مکرمہ میں تھے اس لئے وہ عذاب سے محفوظ رہے اور جب رسولِ رحمت ﷺ مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ چلے گئے تو حالات ایسے آئے کہ یہ حالات خود ان کے لئے عذاب کے برابر ہو گئے، اس لئے کہ وہ مشرکین جو کعبۃ اللہ کے متولی تھے، اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت ﷺ سے دشمنی کرنے، اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے، کعبۃ اللہ میں سیٹیاں اور تالیاں بجا کر اور مردوں اور عورتوں کا ننگے ہو کر کعبۃ کا طواف کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کی تولیت ان سے چھین لی اور وہ جنگِ بدر میں رسوا اور ذلیل ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر تو ان کا بچا کچا دبدبہ بھی ختم ہو گیا۔

دوسری بات یہاں یہ بتلائی گئی یعنی قادرِ مطلق کا دستور بتلا دیا گیا کہ **وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ** اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا جب کہ وہ مغفرت طلب کرتے رہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے: **غُفْرَانَكَ غُفْرَانَكَ** آپ ہمیں معاف فرمائیے آپ ہمیں معاف فرمائیے۔ (تفسیر مظہری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مکہ والوں کے لئے دو چیزیں امان کی تھیں۔ ایک نبی رحمت ﷺ کی ذات گرامی اور دوسرے استغفار۔ مکہ کے مشرکین اس وقت تک عذاب سے محفوظ و مامون رہے جب تک رسولِ رحمت ﷺ ان کے درمیان یعنی مکۂ مکرمہ میں رہے۔ جب آپ ﷺ مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ چلے گئے تو امان و حفاظت کی ایک چیز باقی رہ گئی، وہ ہے مشرکین کا استغفار کہ وہ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے استغفار کیا کرتے تھے۔ (تفسیر الرازی) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے، عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (مسند احمد: ۲۳۹۵۳) اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بتلا دیا کہ **وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے اولیاء نہیں ہیں۔ اس کے اولیاء تو صرف متقی لوگ ہیں یعنی مسجد حرام کے متولی بننے کا کوئی حق ان مشرکوں کو نہیں ہے جو مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ یہ گھر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔ کعبۃ اللہ اور مسجد حرام پر مشرکوں کے مسلط رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ **اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ** مسجد حرام کے متولی تو وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں تقویٰ ہے۔ مگر ان مشرکین کو اس کا علم نہیں ہے کہ انہیں مسجد حرام کے متولی ہونے کا کوئی حق نہیں ہے اور جن کو معلوم ہے وہ صرف ضد اور ہٹ دھرمی پر تلے ہوئے ہیں۔ یہی وہ مشرکین مکہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس وقت مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا جب ۶ رسن ہجری کو رسولِ رحمت ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لائے تھے اور حدیبیہ کے مقام ہی سے آپ ﷺ کو لوٹنا پڑا تھا۔

درس نمبر (۷۷۵) **کفر سبب عذاب ہے** الانفال: ۳۵-۳۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمۡ عِنۡدَ الۡبَيۡتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصۡدِيَةً ؕ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ۝ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِيَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنۡفِقُوۡنَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ حَسۡرَةً ثُمَّ يُغۡلَبُوۡنَ ۬ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحۡشَرُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا كَانَ اورنہیں تھی صَلَاتُهُمۡ ان (مشرکین) کی نماز عِنۡدَ الۡبَيۡتِ بیت اللہ کے پاس اِلَّا مگر مُكَآءً سیٹیاں وَتَصۡدِيَةً اور تالیاں بجانا ہی فَذُوۡقُوۡا لہٰذا تم چکھو الۡعَذَابَ عذاب بِمَا بوجہ اس کے جو كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ تم کفر کرتے تھے ○ اِنَّ بے شک الَّذِيۡنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوۡا کفر کیا يُنۡفِقُوۡنَ وہ خرچ کرتے ہیں اَمۡوَالَهُمۡ اپنے مال لِيَصُدُّوۡا تا کہ وہ (لوگوں کو) روکیں عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے سے فَسَيُنۡفِقُوۡنَهَا سو عنقریب وہ خرچ کریں گے ان (مالوں) کو ثُمَّ پھر تَكُوۡنُ وہ (خرچ کرنا) ہوگا عَلَيۡهِمۡ ان پر حَسۡرَةً (باعث) حسرت ثُمَّ پھر يُغۡلَبُوۡنَ وہ مغلوب کردیئے جائیں گے وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوۡا کفر کیا اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف يُحۡشَرُوۡنَ وہ اکٹھے کیے جائیں گے

ترجمہ: اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی تو تم جو کفر کرتے تھے اس کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو ○ جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں) کو اللہ کے رستے سے روکیں سو ابھی اور خرچ کریں گے مگر آخر وہ (خرچ کرنا) اُن کیلئے (موجبِ) افسوس ہوگا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

۲۔ لہٰذا اے کافرو! جو کافرانہ باتیں تم کرتے رہے ہو ان کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔

۳۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ اپنے مال اس کام کے لیے خرچ کررہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکیں۔

۴۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ خرچ تو کریں گے۔

۵۔ مگر پھر یہ سب کچھ ان کے لیے حسرت کا سبب بن جائے گا۔

۶۔ آخرکار یہ مغلوب ہو جائیں گے۔

۷۔ ان کافر لوگوں کو جہنم کی طرف اکٹھا کر کے لایا جائے گا۔

مکہ کے مشرکین اللہ کے اس پاکیزہ اور مقدس گھر میں نماز تو نہیں پڑھتے تھے، بس ان کی عبادت کعبۃ اللہ کے پاس

صرف یہ ہوتی تھی کہ وہ سیٹیاں بجاتے تھے اور تالیاں پیٹتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کعبۃ اللہ کے پاس مشرکوں کا یہ عمل اللہ کے غضب، غصہ اور عذاب کو دعوت دینے والا تھا۔ وہ سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے ہی کو عبادت اور اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ اللہ کے اس مقدس گھر کی نہ تعظیم کرتے تھے اور نہ احترام کرتے تھے، جیسا کہ اس کے احترام اور تعظیم کا حق تھا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طواف کے درمیان مکہ کے مشرکین آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اور آپ ﷺ کے آڑے آتے تھے۔ (تفسیر طبری) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کا سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا بھی رسولِ رحمت ﷺ کو ایذاء پہنچانے کے لیے ہوتا تھا۔ (تفسیر طبری)

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ یہاں مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ پچھلی آیت میں جس عذاب کا تذکرہ ہے اس سے دنیا کا عذاب مراد ہے اور اس آیت میں جس عذاب کا تذکرہ ہے اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ اس کے بعد یہ بات جو کہی جارہی ہے کہ: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ بات اس پس منظر میں کہی گئی ہے کہ جب جنگِ بدر ہوگئی اور اس جنگ میں مشرکوں کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا اور ستر افراد کی ہلاکت اور ستر افراد کا قیدی بن کر مسلمانوں کے ہاتھ لگنا وغیرہ۔ جب مشرکوں کی اس قدر ذلت ہوئی تو اس ذلت آمیز شکست کے بعد جو لوگ اس جنگ سے زندہ بچ کر آئے تھے وہ مکہ مکرمہ واپس آنے کے بعد ابوسفیان کے گلے پڑ گئے کہ ہم لوگ تو تمہارے قافلہ کی حفاظت کے لیے نکلے تھے۔ تم لوگ تو صحیح سالم مکۂ مکرمہ پہنچ گئے اور ہمارے آباء اور ہماری اولاد اور ہمارے بھائی بدر میں ہلاک ہوگئے۔ واضح ہو کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلہ پر مدینہ والوں کی طرف سے حملہ کے خدشہ ہی سے مکہ مکرمہ سے ابوجہل اپنی قیادت میں ایک ہزار سے زائد لشکر لے کر نکلا تھا۔ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ تو بچ کر نکل گیا اور ابوجہل کا لشکر بدر کے میدان پہنچ گیا اور جنگِ بدر ہوئی۔ جنگِ بدر سے واپس آنے والے مشرکین نے ابوسفیان پر دباؤ ڈالا کہ تم لوگ مال سے ہماری مدد کرو تا کہ ہم دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کریں اور محمد (ﷺ) سے اور ان کے ساتھیوں سے بدلہ لیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس سلسلہ میں دل کھول کر چندہ کیا اور مکہ کے لوگوں نے خوب مال خرچ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ اللہ کے راستہ سے روکنے کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بدر جاتے ہوئے اپنی جماعت پر ہر منزل میں دل کھول کر خرچ کیا تھا۔ ایک منزل پر ابوجہل عتبہ جیسے لوگوں نے آٹھ آٹھ نو نو دس دس اونٹ ذبح کئے تھے اور اپنا مال دل کھول کر خرچ کیا تھا۔ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جنگِ احد کے موقع پر انہوں نے چالیس اوقیہ چاندی خرچ کی تھی، جبکہ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

یہ مشرکین آج تو اللہ کے راستہ سے روکنے کے لیے خرچ کر رہے ہیں، مگر مستقبل میں انہیں اس طرح خرچ کرنے پر پچھتاوا ہوگا، پھر وہ مغلوب ہوں گے۔ یہ مغلوب ہونا تو دنیا میں سزا ہے اور آخرت کی ابدی سزا یہ ہوگی کہ ان کے کفر کی وجہ سے انہیں دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا، وہی ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

درس نمبر (۶۷۷) **کافروں کیلئے اللہ کی طرف سے ایک موقع** الانفال: ۳۷۔۳۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لِيَمِيْزَ اللّٰهُ تاکہ الگ کردے اللہ الْخَبِيْثَ ناپاک کو مِنَ الطَّيِّبِ پاک سے وَيَجْعَلَ اور کردے الْخَبِيْثَ ناپاک بَعْضَهٗ (یعنی) اس کے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر فَيَرْكُمَهٗ پھر وہ اس کا اوپر تلے ڈھیر لگادے جَمِيْعًا اکٹھا فَيَجْعَلَهٗ پھر اسے ڈال دے فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں اُولٰٓئِكَ هُمُ یہی لوگ ہیں الْخَاسِرُوْنَ خسارہ پانے والے O قُلْ کہہ دیجئے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جنہوں نے كَفَرُوْٓا کفر کیا اِنْ اگر يَّنْتَهُوْا وہ باز آجائیں يُغْفَرْ (تو) بخش دیا جائے گا لَهُمْ ان کے لیے مَّا جو کچھ قَدْ سَلَفَ پہلے گزر چکا وَاِنْ اور اگر يَّعُوْدُوْا وہ دوبارہ ایسا ہی کریں گے فَقَدْ تو تحقیق مَضَتْ گزر چکی ہے سُنَّةُ (ہماری) سنت الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں (میں)

ترجمہ: (اور جب اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنادے پھر اُس کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں O (اے پیغمبر!) کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا وہ اُنہیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر (وہی حرکات) کرنے لگیں گے تو اگلے لوگوں کا (جو) طریق جاری ہو چکا ہے (وہی اُن کے حق میں برتا جائے گا)۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے جدا کردے۔

۲۔ ناپاک کو ایک دوسرے کے ساتھ ملادے۔

۳۔ پھر اس کو اکٹھا ڈھیر بنادے۔

۴۔ پھر اس کو دوزخ میں داخل فرمادے۔

۵۔ یہ لوگ تباہ کار ہیں۔

۶۔ پیغمبر! ان کافروں سے آپ کہہ دیجئے: اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ ان کے لیے معاف کردیا جائے گا۔

۷۔ اگر وہ پھر بھی وہی کریں جو کرتے رہے ہیں تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

پچھلی آیت میں یہ بات کہی گئی کہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اس آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ ان کافروں کو دوزخ کی طرف اس لئے جمع کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ پاک لوگوں کو یعنی مومنوں کو ناپاک سے یعنی کافروں سے جدا کردے۔ جو کافر لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے مل کر اسلام سے دشمنی کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو مسجدِ حرام

سے روکتے تھے اور یہ سارے کافرمل کر دنیا میں اسلام کے خلاف اپنی دولت خرچ کیا کرتے تھے اور اسلام کے خلاف سازشوں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے تھے۔ جب دنیا میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر یہ سارے کام کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ جہنم میں ان کو سزا بھی اس حالت میں دیں گے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ ان ناپاک خبیثوں کو جو اپنے سینوں میں کفر کی گندگی اور خباثت رکھتے ہیں، ان کو ایک دوسرے میں گڈمڈ کر دیا جائے گا اور انہیں ایک ساتھ سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن ایسے پاکیزہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کا نور تھا، جن کے سینوں میں توحید تھی، وہ الگ ہو جائیں گے، جن کا جنت استقبال کرے گی۔ جن کے دلوں میں کفر کی گندگی، ظلمت اور خباثت تھی ان کو دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا میں بھی گھاٹے میں رہے کہ ان کا وہ مال بھی ضائع ہو گیا جو انہوں نے اسلام کے خلاف خرچ کیا اور ان کی آخرت خسارہ اور نقصان میں ہوگی کہ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ کافروں کا اللہ کے راستہ سے روکنے کیلئے مال کا خرچ کرنا انہیں کچھ بھی نفع نہیں دے گا۔ انہیں اس کے بدلہ میں سوائے پچھتاوے اور ذلت کے اور کچھ ملنے والا نہیں اور آخرت میں تو دردناک عذاب ہی ملے گا۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان کافروں سے یہ کہہ دیجئے کہ اب تک تم کفر پر جمے رہے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور تدبیریں کرتے رہے اور اسلام اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے جنگ کرتے رہے۔ تمہیں اب بھی موقع دیا جاتا ہے، اگر تم نے اب بھی توبہ کر لی اور اسلام قبول کر لیا تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا۔ اب تک کی تمام سازشوں اور تدبیروں پر تمہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اے کافرو! تم اپنے کفر پر ابھی بھی جمے رہو گے اور وہی کرتے رہو گے جو اب تک کرتے آئے ہو اور اپنی زندگی میں تبدیلی نہیں لاؤ گے تو یہ بات یاد رکھ لو کہ تم سے پہلے لوگوں کو ان کے انکار کرنے، جھٹلانے، ہٹ دھرمی اور مخالفت کرنے پر جو سزائیں ملی ہیں تمہیں بھی وہی سزائیں دی جائیں گی۔ تم سے پہلے لوگوں نے جب نبیوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں اور رسولوں کی مدد کی اور ان کے مقابلہ میں جو دشمن تھے ان کو ہلاک کیا۔ اگر تم بھی وہی تاریخ دہراؤ گے تو ہم بھی وہی تاریخ دہرائیں گے۔

اس آیت میں کافروں کے لئے ایک طرف ترغیب کا پہلو ہے تو دوسری طرف ترہیب یعنی ڈانٹ ڈپٹ کا پہلو ہے۔ کافروں کے لئے یہ ٹرننگ پوائنٹ (فیصلہ کن موڑ) تھا۔ انہیں ایک گولڈن چانس (سنہری موقع) دیا گیا تھا کہ اب بھی موقع ہے کہ تم چاہو تو اپنا قبلہ بدل لو، اپنا رویہ تبدیل کر لو اور کفر و شرک سے توبہ کرتے ہوئے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اگر اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے تو ہمیشہ کی ذلت، رسوائی، ناکامی و نامرادی اور عذاب و غضبِ الٰہی کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمرو بن عاص جو اسلام کے بڑے دشمنوں میں شمار کئے جاتے تھے انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے عرض کیا کہ میں اس شرط پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دی جائے، میرے گناہوں کو مٹا دیا جائے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام ان سب چیزوں کو ختم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے تھیں۔ (مسلم) یہ رب ذوالجلال کا کس قدر احسان ہے کہ جب کٹر سے کٹر دشمنِ اسلام بھی اگر سچی توبہ کر لیتا ہے اور اسلام کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

درس نمبر (۷۷) **فساد کو ختم کرنے تک لڑنے کا حکم** الانفال: ۳۹-۴۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَاتِلُوهُمْ اور تم ان سے لڑو حَتّٰى یہاں تک کہ لَا تَكُونَ نہ رہے فِتْنَةٌ فتنہ (شرک) وَيَكُونَ اور ہو جائے الدِّينُ دین كُلُّهُ سارے کا سارا لِلّٰهِ اللہ ہی کا فَإِنِ پھر اگر انْتَهَوْا وہ (کافر) باز آ جائیں فَإِنَّ اللّٰهَ تو یقیناً اللہ بِمَا ساتھ اس کے جو يَعْمَلُونَ وہ عمل کرتے ہیں بَصِيرٌ خوب دیکھنے والا ہے ۝ وَإِنْ اور اگر تَوَلَّوْا وہ منہ پھیریں فَاعْلَمُوا تو جان لو أَنَّ اللّٰهَ کہ بیشک اللہ مَوْلَاكُمْ تمہارا کارساز ہے نِعْمَ (اور وہ) اچھا الْمَوْلٰى کارساز وَنِعْمَ اور اچھا النَّصِيرُ مددگار ہے

ترجمہ: اور اُن لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے اور اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ اُن کے کاموں کو دیکھ رہا ہے ۝ اور اگر رُوگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مسلمانو! ان کافروں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

۲۔ دین پورے کا پورا اللہ کا ہو جائے۔

۳۔ پھر اگر یہ باز آ جائیں تو ان کے اعمال کو اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے۔

۴۔ اور اگر یہ منہ موڑے رکھیں تو اللہ تمہارا رکھوالا ہے اور بہترین مددگار

مسلمانوں کو اس آیت میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ مشرکینِ مکہ اگر اپنے کفر پر قائم ہیں اور ایمان لانے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں اور وہ اسلام دشمنی پر اَڑے ہوئے ہیں تو اب تم ان کافروں سے لڑتے رہو اور تمہارا یہ لڑنا اور قتال اس وقت تک جاری رہے یہاں تک کہ یہ فتنہ یعنی کفر باقی ہی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ ہی کا ہو جائے۔ یعنی اس وقت تک ان کافروں سے لڑو کہ یہ کافر اسلام قبول کر لیں اور سارے کے سارے توحید پر آ جائیں۔ بعض مفسرین نے یہاں یہ بات بتلائی ہے کہ کافروں سے مراد عرب کے سارے کافر مراد ہیں، چونکہ ان کافروں سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ عرب کے ان کافروں سے یہاں تک لڑو اور قتال کرو کہ پورے عرب میں کفر باقی ہی نہ رہے اور سارا عرب اسلام کا گہوارہ ہو جائے۔ بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کافروں سے برابر لڑتے رہو، وہ جہاں کہیں بھی ہوں اور اس وقت تک لڑتے رہو یہاں تک کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے۔ غلبہ کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ کہ یہ سارے کے سارے اہلِ عرب اسلام قبول کر لیں یا دوسری صورت یہ کہ وہ جزیہ دینے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اس آیت کی روشنی میں بادشاہوں نے جہاد کا

سلسلہ جاری رکھا۔

اور اگر یہ لوگ کفر سے باز آ جائیں اور تم سے قتال کرنے سے بھی باز آ جائیں تو تم انہیں چھوڑ دو، اس لئے کہ تم ان کے دلوں سے واقف نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے تو اپنے علم کے اعتبار سے انہیں بدلہ دے گا۔ اگر یہ کافر لوگ منہ موڑ لیں اور تمہاری دعوت کو سننے سے انکار کر دیں اور اپنے کفر سے باز نہ آئیں تو ان کے معاملہ میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ یہ بات جان لو کہ تمہارے سارے کاموں کو بنانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارا مددگار بھی اللہ ہے اور جس کا مددگار اللہ ہو وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا سوائے اللہ کے اور اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے۔ تمہارے کاموں کو بھی وہی بناتے ہیں اور تمہارے کاموں میں وہی مددگار بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا دوست بنا لے اس کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا اور وہ مغلوب اور شکست خوردہ بھی نہیں ہو سکتا۔

یہاں یہ بات بتلائی گئی کہ اگر یہ کافر اسلام قبول کر لیں تو تمہیں ان کے بارے میں شک میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ ان کافروں نے دھوکہ دینے کیلئے اسلام قبول کیا ہے اور یہ شک پیدا کرتے ہوئے انہیں قتل کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے، دلوں کی حالت کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو رسولِ رحمت ﷺ نے قبیلۂ بنی جہینہ کی طرف ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ جنگ کے موقع پر جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کافروں میں سے ایک آدمی کو قتل کرنے لگے تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا۔ اس کے باوجود انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ جب رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واقعہ عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَقَتَلْتَهٗ وَقَدْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیا تو نے اس کے باوجود اسے قتل کر دیا کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اِنَّمَا فَعَلَ ذَالِکَ تَعَوُّذًا کہ اس نے جان بچانے کے لئے ایسا کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ تو نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھا؟ (مشکوٰۃ: ۳۴۵۰) اس کا مطلب یہ تھا کہ جب کسی نے اسلام کا کلمہ پڑھ لیا تو ہمیں اسے مسلمان مان لینا چاہئے۔ دلوں کا حال تو ہم نہیں جانتے، ہم دلوں کو چیر کر تو نہیں دیکھ سکتے، دلوں کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، ہم صرف ظاہر کے مکلّف ہیں۔

درس نمبر (۷۷۸) مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا حکم الانفال: ۴۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّمَا کہ جو غَنِمْتُمْ تم غنیمت حاصل کرتے ہو مِّنْ شَيْءٍ کسی چیز سے فَاَنَّ تو بے شک لِلّٰهِ اللہ کے لیے ہے خُمُسَهٗ اس کا پانچواں حصہ وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول کے لیے وَلِذِي الْقُرْبٰى اور

رشتے داروں کے لیے وَالْيَتٰمٰى اوریتیموں کے لیے وَالْمَسَاكِيْنِ اورمسکینوں کے لیے وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کے لیے إِنْ اگر كُنْتُمْ ہوتم آمَنْتُمْ ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ کےساتھ وَمَا اور(ساتھ)اس کے جو أَنْزَلْنَا ہم نے اتارا عَلٰى عَبْدِنَا اپنے بندے پر يَوْمَ الْفُرْقَانِ فیصلے کےدن يَوْمَ جس دن الْتَقَى باہم ملی الْجَمْعَانِ دوجماعتیں وَ اللّٰهُ اوراللہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہرچیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ: اورجان رکھو کہ جو چیزتم (کفار سے) لُوٹ کرلاؤ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اوراہلِ قرابت کا اوریتیموں کا اورمحتاجوں کا اور مسافروں کا ہے اگرتم اللہ پراوراس (نصرت) پرایمان رکھتے ہو جو (حق وباطل میں) فرق کرنے کے دن (یعنی جنگ بدر میں) جس دن دونوں فوجوں میں مُدبھیڑ ہوگئی اپنے بندے (محمد ﷺ) پرنازل فرمائی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔مسلمانو! یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو

۲۔اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اوران کے قرابت داروں اورمسکینوں اورمسافروں کا حق ہے۔

۳۔اگرتم اللہ پر اوراس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی تھی

۴۔جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائی تھیں

۵۔اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ آیت سورۂ انفال کی پہلی آیت کی تفصیل ہے۔سورۂ انفال کی پہلی آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ میں اجمالی طور پر مختصر بات بتلائی گئی تھی کہ غنیمت کے مال اللہ اوراس کے رسول کے لئے ہیں کہ اس کے سلسلہ میں حکم تو اللہ تعالیٰ کا چلے گا اور رسولِ رحمت ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کریں گے۔اس آیت میں اس کی وضاحت کی جارہی ہے کہ مالِ غنیمت میں سے پہلے پانچواں حصہ علحدہ کرلیا جائے گا،مثلاً سو میں سے بیس اور باقی جو چار حصے ہیں وہ مجاہدوں میں تقسیم کردیئے جائیں گے۔اب سوال یہ ہے کہ یہ جو پانچواں حصہ مالِ غنیمت سے نکال لیا گیا یہ کس پر خرچ ہوگا؟ اس سلسلہ میں اس آیت میں یوں کہا گیا:فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی مالِ غنیمت کے اس پانچویں حصہ کا مصرف رسولِ رحمت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور آپ ﷺ کے رشتہ دار ہیں اور یتیم اور مسکین اورمسافر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ تو اب نہیں ہیں اس لئے آپ ﷺ کا حصہ ساقط ہوگیا، چونکہ آپ ﷺ کے رشتہ دار بھی نہیں رہے تو یہ حصہ بھی ساقط ہوگیا۔اس کے بعد کے تین مصارف رہ گئے،یعنی یتیم،مسکین اور مسافر۔اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اب مالِ غنیمت سے جو پانچواں حصہ نکالا جائے گا وہ امیر المومنین اپنی صوابدید کے مطابق یتیموں،مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرے گا۔امیر المومنین پر یہ لازم نہیں رہے گا کہ وہ ہر یتیم،مسکین اور مسافر کو وراثت کے حصہ کی طرح تقسیم کرے گا بلکہ امیر المومنین کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی صوابدید سے ان میں یہ پانچواں حصہ تقسیم کردے۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ یعنی اگرتم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہواوراس بات پر بھی ایمان رکھتے ہوکہ ہم نے فیصلہ کے دن یعنی بدر کے دن جوتمہاری جیت ہوئی وہ جیت تمہاری طاقت وقوت سے نہیں بلکہ ہماری غیبی مدد کی وجہ سے ہوئی تو تمہیں چاہیئے کہ مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جوحکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔ مالِ غنیمت کے سلسلہ میں پانچواں حصہ نکالنے میں تمہارے دلوں میں کسی قسم کی تنگی نہیں آنی چاہیئے بلکہ خوشدلی سے تمہیں یہ فریضہ انجام دینا چاہیئے۔ تمہیں اس پانچویں حصہ کے علاوہ جو مال ہے اس پر اکتفاء کرنا چاہیئے کہ اس مال کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کرلو۔ اس پانچویں حصہ کی طرف تمہارا دل نہیں جانا چاہیئے۔ یہ تو اللہ اوراس کے رسول کا حق ہے اور رسول کے رشتہ داروں کا حق ہے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ یہاں یتیم سے مراد وہ یتیم ہیں جن کے باپوں کی ہلاکت ہوئی اور مسکینوں سے مراد مسلمانوں کے وہ حاجتمند لوگ ہیں جوغربت کا شکار ہیں۔ ابن سبیل سے وہ مسافر مراد ہیں جو حالتِ سفر میں مجبور و بے بس ہو گئے ہوں۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ' کے ذریعہ یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ تعداد کے اعتبار سے قلیل ہونے کے باوجود تم کو فتح وکامیابی عطا کرے اور تمہارے دشمن کے زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود ان کو ناکام، ذلیل ورسوا کردے اور شکست سے دوچار کردے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جس چیز کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس کے ارادے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ جب کسی سے وعدہ کرلیتا ہے تو وہ پورا کرہی دیتا ہے۔ جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے وعدہ کیا کہ انہیں فتح عطا کرے گا تو اس نے ان کو فتح عطا کردی۔

درس نمبر (۷۷۹) جسے زندہ رہنا ہو وہ واضح دلیل دیکھ کر زندہ رہے الانفال:۴۲

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

اِذۡ اَنۡتُمۡ بِالۡعُدۡوَۃِ الدُّنۡیَا وَهُمۡ بِالۡعُدۡوَۃِ الۡقُصۡوٰی وَالرَّکۡبُ اَسۡفَلَ مِنۡکُمۡ ؕ وَلَوۡ تَوَاعَدۡتُّمۡ لَاخۡتَلَفۡتُمۡ فِی الۡمِیۡعٰدِ ۙ وَلٰکِنۡ لِّیَقۡضِیَ اللّٰہُ اَمۡرًا کَانَ مَفۡعُوۡلًا ۬ۙ لِّیَہۡلِکَ مَنۡ ہَلَکَ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ وَّیَحۡیٰی مَنۡ حَیَّ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿ۙ۴۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِذۡ جس وقت (کہ) اَنۡتُمۡ تھے تم بِالۡعُدۡوَۃِ الدُّنۡیَا قریب کے کنارے پر وَهُمۡ اور تھے وہ (تمہارے دشمن) بِالۡعُدۡوَۃِ الۡقُصۡوٰی دور کے کنارے پر وَالرَّکۡبُ اور قافلہ اَسۡفَلَ نیچے کی جانب تھا مِنۡکُمۡ تم سے وَلَوۡ اور اگر تَوَاعَدۡتُّمۡ تم آپس میں وعدہ کرتے لَاخۡتَلَفۡتُمۡ تو ضرور تم اختلاف کرتے فِی الۡمِیۡعَادِ وقتِ مقرر میں وَلٰکِنۡ اور لیکن (اللہ نے یوں ہی جمع کردیا) لِّیَقۡضِیَ اللّٰہُ تاکہ پورا کردے اللہ اَمۡرًا اس کام کو (کہ) کَانَ تھا وہ مَفۡعُوۡلًا کیا ہوا لِّیَہۡلِکَ تاکہ ہلاک ہو مَنۡ جو ہَلَکَ ہلاک ہو عَنۡ بَیِّنَۃٍ دلیل سے (حجت قائم ہونے کے بعد) وَّیَحۡیٰی اور زندہ رہے مَنۡ جو حَیَّ زندہ رہے عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ دلیل سے (حق پہچان کر) وَاِنَّ اللّٰہَ

اور بے شک اللہ لَسَمِيْعٌ البتہ خوب سننے والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: جس وقت تم (مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر بعید کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا) تھا اور اگر تم (جنگ کے لئے) آپس میں قرارداد کر لیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم وتاخیر ہو جاتی لیکن اللہ کو منظور تھا کہ جو کام ہو کر رہنے والا تھا اسے کر ہی ڈالے تاکہ جو مرے بصیرت پر (یعنی یقین جان کر) مرے اور جو جیتا رہے وہ بھی بصیرت پر (یعنی حق پہچان کر) جیتا رہے اور کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ وقت یاد کرو جب تم لوگ وادی کے قریب والے کنارے پر تھے

۲۔ اور وہ لوگ دور والے کنارے پر تھے

۳۔ اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف

۴۔ اور اگر تم پہلے سے لڑائی کا وقت آپس میں طئے کرتے تو وقت طئے کرنے میں تمہارے درمیان ضرور اختلاف ہو جاتا

۵۔ لیکن یہ واقعہ اس لئے ہوا کہ جو کام ہو کر رہنا تھا اللہ اسے پورا کر دکھائے۔

۶۔ تاکہ جسے برباد ہونا ہو وہ واضح دلیل دیکھ کر برباد ہو

۷۔ اور جسے زندہ رہنا ہو وہ واضح دلیل دیکھ کر زندہ رہے

۸۔ اور اللہ ہر بات سننے والا ہر چیز جاننے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنا وہ احسان یاد دلا رہے ہیں جو جنگِ بدر کے موقع پر کیا گیا۔ جنگِ بدر کے موقع پر مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جو مدبھیڑ ہوئی اور اس موقع پر مشرکوں کی تعداد کے زیادہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور خصوصی مدد ونصرت کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح دے کر جو احسان کیا وہ یاد دلایا جا رہا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جنگِ بدر کوئی منصوبہ کے تحت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے لئے باقاعدہ کوئی تیاری ہی نہیں ہوئی تھی، اس لئے کہ مسلمان ابو سفیان کے تجارتی قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے نکلے تھے اور بدر کے مقام تک پہنچ گئے تھے۔ بظاہر مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ کے درمیان اس قدر بھاری جنگ کا ماحول ہی نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا منصوبہ یہ تھا کہ مشرکوں کے اس بھاری بھرکم لشکر سے مقابلہ ہو جس لشکر کو ابوجہل بڑی شان وشوکت سے مکہ سے لے کر آیا تھا اور مشرکوں کی تعداد کا علم بھی پہلے سے مسلمانوں کو نہ ہو اور ایسی فیصلہ کن جنگ ہو جس میں اسلام کا بول بالا ہو اور باطل کا منہ کالا ہو۔ جنگِ بدر کے سلسلہ میں ہم اس منظر اور ماحول پر بھی نظر رکھیں تاکہ اس جنگ کی حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہو کہ مکہ کے مشرکین نے بدر کے مقام پر پہنچ کر ایسی جگہ پر پڑاؤ ڈال لیا تھا جو مدینہ سے دور ہے۔ وہ ایسی جگہ پر قبضہ جمائے ہوئے تھے جو جنگ کے محاذ کے لئے زیادہ مناسب تھی۔ مشرکین چونکہ پہلے پہنچ چکے تھے اس لئے ان کو مناسب جگہ مل گئی تھی اور مسلمان چونکہ بعد میں پہنچے تو ان کو نیچے والی ایسی جگہ ملی جو ریتیلی تھی اور وہ مدینہ سے قریب بھی تھی۔ پہلے سے نہ ہی جنگ کا خیال تھا اور نہ ہی جنگ کا کوئی وقت مقرر تھا، جیسا کہ عموماً اس زمانہ میں جنگ کا وقت طئے کیا جاتا تھا۔ پیشگی طور پر بات چیت کئے بغیر مسلمان اور مشرکین مکہ جمع ہو گئے تھے۔ اس جنگ کے بعد بھی اور کھلی آنکھوں

اس حقیقت کو جان لینے کے باوجود بھی جو شخص کفر پر جمارہے گا اس کو اختیار ہے کہ وہ ہلاکت اور تباہی کو اختیار کرلے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی اس فتح و کامیابی کو دیکھ کر ایمان کی پختگی اور مضبوطی اپنے دل میں پیدا کرے وہ پوری حجت اور دلیل کے ساتھ دین پر قائم رہے گا۔اس حقیقت کو لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ۔الخ۔کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

درس نمبر(۷۸۰) **اللہ نے کافروں کی تعداد کو کم کر کے دکھایا تا کہ تم ہمت نہ ہارو** الانفال:۴۳۔۴۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِذْ جب يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ دکھلاتا تھا اللہ آپ کو وہ (کافر) فِي مَنَامِكَ آپ کے خواب میں قَلِيلًا تھوڑے وَلَوْ اور اگر أَرَاكَهُمْ وہ دکھلاتا آپ کو انہیں كَثِيرًا زیادہ لَّفَشِلْتُمْ تو تم ضرور پست ہمت ہو جاتے وَلَتَنَازَعْتُمْ اور ضرور باہم نزاع کرتے فِي الْأَمْرِ اس معاملے میں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ نے بچالیا إِنَّهُ بیشک وہ عَلِيمٌ خوب جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُورِ سینے کے رازوں کو ۝ وَإِذْ اور جب يُرِيكُمُوهُمْ وہ دکھلاتا تھا تمہیں ان (کافروں) کو إِذِ جب الْتَقَيْتُمْ تم باہم ملے فِي أَعْيُنِكُمْ تمہاری آنکھوں میں قَلِيلًا تھوڑے وَيُقَلِّلُكُمْ اور کم دکھلاتا تھا تم کو فِي أَعْيُنِهِمْ ان کی آنکھوں میں لِيَقْضِيَ اللّٰهُ تا کہ پورا کردے اللہ أَمْرًا (اس) کام کو (کہ) كَانَ تھا وہ مَفْعُولًا کیا ہوا وَإِلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی کی طرف تُرْجَعُ الْأُمُورُ سارے کام لوٹائے جاتے ہیں

ترجمہ: اس وقت اللہ نے تمہیں خواب میں کافروں کو تھوڑی تعداد میں دکھایا اور اگر بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور (جو) کام (درپیش تھا اس) میں جھگڑنے لگتے لیکن اللہ نے (تمہیں اس سے) بچالیا بیشک وہ سینوں کی باتوں تک سے واقف ہے ۝ اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا تا کہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے پیغمبر! وہ وقت یاد کرو جب اللہ خواب میں تمہیں ان دشمنوں کی تعداد کم دکھارہا تھا

۲۔اگر تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو اے مسلمانو! تم ہمت ہار جاتے۔

۳۔تمہارے درمیان اس معاملہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا۔

۴۔لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا۔

۵۔یقیناً وہ سینوں میں چھپی باتیں خوب جانتا ہے
۶۔وہ وقت یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے مدِ مقابل آئے تھے
۷۔اللہ تمہاری نگاہوں میں ان کی تعداد کم دکھا رہا تھا
۸۔ان کی نگاہوں میں تمہیں کم دکھا رہا تھا
۹۔تا کہ جو کام ہو کر رہنا تھا اللہ اسے پورا کر دکھائے

رسولِ رحمت ﷺ کو خواب کے ذریعہ بہت سی باتیں بتلادی جاتی تھیں۔جنگِ بدر سے پہلے بھی آپ ﷺ کو خواب کے ذریعہ چند حقیقتیں بتلادی گئی تھیں۔اس حدیث سے بھی رسولِ رحمت ﷺ کے خواب سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔میں دیکھتا ہوں کہ لوگ انہیں اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔کوئی زیادہ اور کوئی کم اور ایک رسی ہے جو زمین سے آسمان تک لٹکی ہوئی ہے۔میں نے دیکھا کہ پہلے آپ ﷺ نے آ کر اسے پکڑا اور اوپر چڑھ گئے۔پھر ایک دوسرے صاحب نے بھی اسے پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گئے۔پھر ایک تیسرے صاحب نے پکڑا اور وہ بھی چڑھ گئے۔پھر چوتھے صاحب نے پکڑا اور وہ بھی اس کے ذریعہ چڑھ گئے۔پھر وہ رسی ٹوٹ گئی، پھر جڑ گئی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔مجھے اجازت دیجئے میں اس کی تعبیر بیان کر دوں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیان کرو۔انہوں نے کہا سایہ سے مراد دین اسلام ہے اور شہد اور گھی ٹپک رہا تھا وہ قرآنِ مجید کی شیرینی ہے اور بعض قرآن کو زیادہ حاصل کرنے والے ہیں، بعض کم اور آسمان سے زمین تک کی رسی سے مراد وہ سچا طریق ہے جس پر آپ ﷺ قائم ہیں۔آپ ﷺ اسے پکڑے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ذریعہ اللہ آپ کو اُٹھا لے گا۔پھر آپ کے بعد ایک دوسرے صاحب آپ کے خلیفہ اول اسے پکڑیں گے، وہ بھی مرتے دم تک اس پر قائم رہیں گے۔پھر تیسرے صاحب پکڑیں گے، ان کا بھی یہی حال ہوگا۔پھر چوتھے صاحب پکڑیں گے تو ان کا معاملہ خلافت کا کٹ جائے گا۔وہ بھی اوپر چڑھ جائیں گے۔یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بتائیے کیا میں نے جو تعبیر دی ہے وہ غلط ہے یا صحیح۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض حصہ کی صحیح تعبیر دی ہے۔(سنن دارمی:۲۲۰۲)

رسولِ رحمت ﷺ کو جنگِ بدر سے پہلے ہی خواب میں مشرکوں کی تعداد کم دکھلائی گئی تا کہ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوں اور مسلمانوں کو بزدل اور کم ہمتی سے بچانے کا ساز و سامان کر دیا اور آپسی اختلاف سے بھی محفوظ رکھا۔**اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ** کے ذریعہ یہ اشارہ دیا جا رہا ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر یہ سخت آزمائش ہوئی کہ کون متقی اور پرہیزگار ہے اور کون بزدل اور کون بہادر ہے، کس کا رخ آخرت کی طرف ہے اور کون دنیا کی طلب اور آرزو میں ہے؟ مخلص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنی جان نچھاور کی اور پوری ہمت، شجاعت اور وفاداری سے کافروں کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ احسان اس وقت یہ رہا کہ مسلمانوں کی آنکھوں میں کافروں کو اور کافروں کی آنکھوں میں مسلمانوں کو کم تعداد میں دکھایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے شجاعت، دلیری اور بے جگری سے کافروں کا مقابلہ کیا اور کافر بھی یہ سمجھ کر ہی لڑتے

رہے کہ یہ تھوڑے لوگ ہیں، ان کو ختم کردینا آسان ہے۔ مگر انجام یہ ہوا کہ کافر تو ہار گئے اور ذلت کا منہ دیکھا اور مسلمانوں کو غلبہ، کامیابی اور فتح نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن مشرکوں کی تعداد ہماری آنکھوں میں اس قدر کم ہوگئی تھی کہ میں نے ایک ساتھی سے پوچھا جو میرے بازو ہی تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ لوگ ستر (۷۰) تو ہوں گے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے خیال میں ایک سو ہوں گے۔ اس کے بعد ہم نے مشرکین میں سے ایک شخص کو قید کرلیا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری کل تعداد کتنی ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک ہزار ہیں۔ (تفسیر الرازی)

جنگ کے آغاز سے پہلے رسولِ رحمت ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ مشرکین کی تعداد کم ہے۔ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان کے حوصلے بلند ہوگئے اور صحابۂ کرام جنگ کرنے کے لئے تیار بھی ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ اگر جنگ سے پہلے ہی مشرکوں کی تعداد زیادہ دکھلادی جاتی تو مسلمانوں کے حوصلے پست ہوجاتے اور ان میں بزدلی پیدا ہوجاتی اور مشرکوں کے لشکر کی تعداد زیادہ ہونے کی اطلاع پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم میں اختلاف بھی ہوجاتا کہ جنگ کرنا چاہئے یا نہیں؟ آگے بڑھنا چاہئے یا پیچھے ہٹنا چاہئے۔ اسی حقیقت کو یہاں یوں بیان کیا گیا کہ **وَلَوْ اَرٰكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ** اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ان مشرکوں کی تعداد زیادہ دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس معاملہ میں تمہارے درمیان جھگڑا ہوجاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچالیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ایمان والوں پر رہی کہ اس نے اپنی تدبیر سے ایسا ماحول فراہم کیا کہ جنگ واقع ہوئی اور کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ کے ذریعہ اسلام کے حق ہونے اور کفر و شرک کے باطل ہونے کا فیصلہ ہوگیا۔

درس نمبر (۷۸۱) کثرتِ ذکر ثابت قدمی اور کامیابی کا باعث الانفال: ۴۵۔۴۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے ہو! إِذَا جب لَقِيْتُمْ تم ٹکراؤ فِئَةً کسی جماعت سے فَاثْبُتُوْا تو ثابت قدم رہو وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور اللہ کو یاد کرو كَثِيْرًا بہت زیادہ لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُوْنَ تا کہ تم فلاح پاؤ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ تم اللہ کی اطاعت کرو وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی وَلَا تَنَازَعُوْا اور نزاع نہ کرو آپس میں فَتَفْشَلُوْا ورنہ تم کم ہمت ہوجاؤ گے وَتَذْهَبَ اور جاتی رہے گی رِيْحُكُمْ تمہاری ہوا وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ مَعَ الصَّابِرِيْنَ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

ترجمہ: مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ مراد حاصل کرو○ اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والے کا مددگار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔

۲۔ اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

۴۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔

۵۔ ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۶۔ اور صبر سے کام لو۔

۷۔ یقین رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ جب کافروں کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔ باطل کے مقابلہ اور حق کی سربلندی کیلئے میدانِ جنگ سے فرار ہونے کی اجازت نہیں ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ ڈٹ کر ثابت قدمی سے مقابلہ کیا جائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ رحمت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شہید چار طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلا وہ اچھے ایمان والا مومن جو دشمن سے مقابلہ کرے اور اللہ سے کئے گئے وعدہ کو سچ کر دکھائے یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔ یہی وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے دن لوگ آنکھیں اُٹھا کر دیکھیں گے۔ (ترمذی:۱۶۴۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں جو بھی زخمی ہوگا اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ خون کے رنگ میں رنگا ہوا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (مسند احمد:۹۰۸۷)

اللہ تعالیٰ نے جنگ کے موقع پر ثابت قدمی کی ہدایت دیتے ہوئے یہ حکم بھی دیا کہ **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس سے ایک قرآنی فارمولہ یہ بھی ملا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کسی بھی معاملہ میں کامیابی ملے تو اس کو چاہئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ بچہ جب اپنی ماں کو یاد کرتا ہے اور روتا بلبلاتا ہے تو ماں کی ممتا جاگ جاتی ہے۔ جب بندہ اپنے رب کو بکثرت یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت جوش میں آ جاتی ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہارے رب کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجے والے عمل کی تمہیں خبر نہ دوں؟ وہ عمل تمہارے لئے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے، وہ عمل تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم میدانِ جنگ میں اپنے دشمن سے ٹکراؤ، وہ تمہاری گردنیں کاٹیں اور تم ان کی گردنیں کاٹو۔ لوگوں نے کہا: جی ہاں! ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے۔ (ابن ماجہ:۳۷۹۰) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر اللہ کے عذاب سے بچانے والی کوئی اور چیز نہیں ہے۔ (ترمذی:۳۳۷۷)۔ (ابن ماجہ:۳۷۹۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور آپس میں جھگڑا نہ کریں، اگر جھگڑا کرو گے تو ظاہر ہے کہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں مومنوں

کو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم بار بار دیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۲ میں ہے: قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۳۲ میں کہا گیا کہ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۹ میں کہا گیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہیں ان کی اطاعت کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور بیشک امام ڈھال ہے۔ (بخاری: ۲۹۵۷) امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں یعنی اس کے ساتھ ہو کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ دشمن کے حملہ سے بچا جاتا ہے۔ اس آیت میں آپسی جھگڑوں کو بزدلی اور ناکامی کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ ملت اسی وقت مضبوط ہوتی ہے جبکہ اس کے افراد میں اتحاد و اتفاق ہو۔ جب ملت آپس میں جھگڑنے لگتی ہے تو اس کی طاقت و قوت ختم ہو جاتی ہے۔

بھارت کے مسلمانوں کو اس وقت ہوش میں آنا چاہئے۔ پوری دنیا بالعموم اور ہندوستانی فرقہ پرست طاقتیں بالخصوص ہم مسلمانوں کو مفلوج و بے حیثیت بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ ایسے وقت مسلمانوں کو ہوش کے ناخن سنبھالنے ہیں مسلمان یہ فیصلہ کریں کہ آپس کے مسلکی جھگڑوں اور برادری کے تنازعات سے دور رہ کر اس ملتِ ہندیہ کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر اب بھی بھارت کے یہ مسلمان نہیں جاگیں گے اور مفاد پرستی، خود غرضی اور غفلت و لاپرواہی کی پالیسی پر ہی قائم رہیں گے تو ہماری نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔

اس آیت میں ایمان والوں کو صبر کی تلقین بھی کی گئی ہے: وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ تم صبر کرو اور یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی رحمت ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپ ﷺ کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی رحمت ﷺ تھے، تو اب وہ (گھبرا کر) آپ ﷺ کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمایئے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہئے (اب کیا ہوتا ہے)۔ (بخاری: ۱۲۸۳)

درس نمبر (۷۸۲) **شیطان نے کافروں کے بُرے اعمال کو مزین کر دکھایا** الانفال: ۴۷-۴۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو تم كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کے مانند جو خَرَجُوْا نکلے مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے بَطَرًا اتراتے ہوئے وَرِئَآءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کیلئے وَيَصُدُّوْنَ اور وہ روکتے تھے عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے وَاللّٰهُ اور اللہ بِمَا ان کو جو يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے ہیں مُحِيْطٌ گھیرنے والا ہے O وَاِذْ اور جب زَيَّنَ مزین کر دیئے لَهُمُ ان کے لیے الشَّيْطٰنُ شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل وَقَالَ اور کہا لَا غَالِبَ کوئی غالب آنے والا نہیں لَكُمُ تم پر الْيَوْمَ آج کے دن مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے وَاِنِّيْ اور بے شک میں جَارٌ پشت پناہ ہوں لَّكُمْ تمہارا فَلَمَّا پھر جب تَرَآءَتِ آمنے سامنے ہوئیں الْفِئَتٰنِ دونوں جماعتیں نَكَصَ (تو) وہ پھر گیا عَلٰى عَقِبَيْهِ اپنی ایڑیوں پر وَقَالَ اور کہا اِنِّيْ بے شک میں بَرِيْٓءٌ بیزار ہوں مِّنْكُمْ تم سے اِنِّيْ تحقیق میں اَرٰى دیکھتا ہوں مَا لَا تَرَوْنَ جو تم نہیں دیکھتے اِنِّيْٓ بے شک میں اَخَافُ اللّٰهَ اللہ سے ڈرتا ہوں وَاللّٰهُ اور اللہ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے

ترجمہ: اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتراتے ہوئے (یعنی حق کا مقابلہ کرنے کے لئے) اور لوگوں کو دکھانے کے لئے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو یہ اعمال کرتے ہیں اللہ ان پر احاطہ کئے ہوئے ہے O اور جب شیطانوں نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا رفیق ہوں (لیکن) جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل (صف آراء) ہوئیں تو پسپا ہو کر چل دیا اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں میں تو ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں میں اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے تھے۔

۲۔ دوسروں کو اللہ کے راستے سے روک رہے تھے۔

۳۔ اللہ لوگوں کے سارے اعمال کو اپنے علم کے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔

۴۔ وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جب شیطان نے ان کافروں کو یہ سمجھایا تھا کہ ان کے اعمال بڑے خوشنما ہیں۔

۵۔ یہ کہا تھا کہ آج کوئی نہیں ہے جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا محافظ ہوں۔

۶۔ پھر جب دونوں گروہ آمنے سامنے آئے تو وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹا

۷۔ کہنے لگا میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔

۸۔ مجھے جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے۔

۹۔ مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے۔

۱۰۔ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

مکہ کے مشرکین جب مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ابوجہل کی قیادت میں بدر کی طرف نکل رہے تھے تو فخر، غرور اور گھمنڈ میں ڈوبے ہوئے نکل رہے تھے۔ جب مکہ کے مشرکین کو اس بات کی اطلاع ملی کہ ابوسفیان اپنا تجارتی قافلہ لے کر مدینہ والوں سے بچ کر نکل چکے ہیں تو مشرکین نے یہ رائے ابوجہل کو دی کہ اب ہمیں بدر کی طرف نہیں جانا چاہئے۔ لیکن ابوجہل غرور، گھمنڈ اور فخر کے نشہ میں تھا، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم جب تک بدر نہیں پہنچ جائیں گے واپس نہیں ہوں گے۔ وہاں ہم تین دن قیام کریں گے، اونٹوں کو ذبح کریں گے، خوب کھائیں گے اور پئیں گے اور شراب کی محفلیں چلائیں گے، گانے والیاں خوب گائیں گی اور پورے عرب میں ہماری شہرت ہوگی اور ہمارا رعب اور دبدبہ بیٹھ جائے گا، پھر ہمیشہ عرب کے لوگ ہم سے ڈرتے رہیں گے، کسی میں ہم سے مقابلہ کرنے کی ہمت و جرأت نہ ہوگی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائی کہ یہ لوگ اپنے غرور اور گھمنڈ کے ساتھ آئے ہیں اور یہ آپ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ اے اللہ! آپ نے ہم سے جس مدد کا وعدہ فرمایا ہے اس کے مطابق ہماری مدد فرمائیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے غرور و فخر کا نشہ ان کے دل و دماغ سے نکال دیا، کایا پلٹ گئی، نقشہ بدل گیا، غرور کافور ہوگیا، گانے والیاں ماتم کرنے میں لگ گئیں، غرور کرنے والے اور اترانے والے پیٹھ پھیر کر بھاگنے پر مجبور ہوگئے، غالب آنے کا یقین رکھنے والے ہلاک و برباد ہوگئے اور ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنے لگے۔ قدرت کا قانون یہی ہے کہ مَنۡ تَکَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰه جو غرور کرتا ہے وہ منہ کی کھاتا ہے، اللہ اس کو گرا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے۔ مومن کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے اور دین کی مدد اور رسولِ رحمت ﷺ کی تائید میں اپنی توانائی صرف کرے۔ اپنی طاقت پر گھمنڈ کرنا، لوگوں کے سامنے اپنی شان و شوکت پر اترانا اور غرور کرنا اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا بیشک اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے اور شیخی بازی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جن مشرکوں کی طرح نہ ہونے کا حکم مسلمانوں کو اس آیت میں دیا گیا ان مشرکوں کی ایک برائی یہ بھی بیان کی گئی کہ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ یہ مشرکین اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۹۹ میں اہلِ کتاب سے مواخذہ یوں کیا گیا کہ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی راہ سے لوگوں کو کیوں روکتے ہو؟

وَاِذۡ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ کے ذریعہ یہ حقیقت بیان کی گئی کہ کس طرح شیطان بندوں کے بُرے اعمال کو خوشنما کرکے دکھلاتا ہے؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب مشرکین بدر کیلئے مکۂ مکرمہ سے نکل رہے تھے تو شیطان ان مشرکین کے

پاس سراقہ بن مالک کی صورت میں پہنچ گیا۔ سراقہ بن مالک پہلے تو بنی کنانہ کے سرداروں میں سے تھے جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ شیطان نے مکہ کے قریش سے کہا کہ تم لوگ اپنے ارادہ سے ہرگز باز نہ آؤ بلکہ بدر کی طرف چلو۔ میں تمہارا مددگار ہوں۔ آج تم پر کوئی غلبہ پانے والا نہیں ہے۔ پھر جب مشرکین بدر کے میدان میں پہنچ گئے اور مسلمانوں اور کافروں کی صفیں جنگ کیلئے ترتیب دی گئیں تو شیطان، مشرکوں کی ان صفوں میں بھی سراقہ بن مالک ہی کی شکل میں پہنچ گیا اور وہ حارث بن ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ ہیں تو وہ حارث بن ہشام کا ہاتھ چھڑا کر بھاگنے لگا۔ چونکہ شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں تھا، تو حارث بن ہشام نے کہا: تجھے کیا ہوا کہ تو جنگ سے پہلے ہی بھاگ رہا ہے؟ اس سوال پر شیطان نے حارث بن ہشام کے سینہ پر مارا اور الٹے پاؤں چلا گیا اور اس نے یوں کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں، میرا تمہارا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میں تو وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ پھر جب مکہ کے مشرکین شکست کھا کر مکۂ مکرمہ پہنچے تو شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ ہمیں سراقہ نے شکست دی۔ سراقہ بن مالک کو یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ تم لوگ میرے بارے میں ایسا کہتے ہو۔ اللہ کی قسم! مجھے تو تمہارے جانے ہی کی خبر نہیں ہوئی۔ مجھے تو اس وقت خبر ہوئی جب تمہیں شکست ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ کیا تو فلاں دن ہمارے پاس نہیں تھا؟ سراقہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے تو اس کی بالکل خبر نہیں۔ (تفسیر طبری) پھر جب سراقہ بن مالک اور دوسرے لوگ مسلمان ہوگئے تو انہیں پتہ چلا کہ یہ شیطان لعین کی حرکت تھی۔ شیطان نے یہ جو کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ دیگر ہلاک ہونے والوں کی طرح کہیں میں بھی ہلاک نہ ہو جاؤں۔

درس نمبر (۷۸۳) **کافروں کی جان نکالنے کا منظر** الانفال: ۴۹۔۵۰۔۵۱

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ۙ ۵۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِذْ جب يَقُوْلُ کہتے تھے الْمُنَافِقُوْنَ منافق وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ فِيْ قُلُوْبِهِمْ جن کے دلوں میں مَّرَضٌ روگ تھا غَرَّ دھوکے میں ڈال دیا هٰٓؤُلَآءِ ان کو دِيْنُهُمْ ان کے دین نے وَمَنْ اور جو کوئی يَّتَوَكَّلْ بھروسہ کرے عَلَى اللّٰهِ اللہ پر فَإِنَّ تو یقیناً اللّٰهَ اللہ عَزِيْزٌ نہایت غالب حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہے ○ وَلَوْ اور کاش تَرٰى آپ دیکھیں! إِذْ جب کہ يَتَوَفَّى جان قبض کرتے ہیں الَّذِيْنَ ان لوگوں کی جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا الْمَلَآئِكَةُ فرشتے يَضْرِبُوْنَ وہ (فرشتے) مارتے ہیں وُجُوْهَهُمْ ان کے چہروں پر وَأَدْبَارَهُمْ ان کی پیٹھوں پر وَذُوْقُوْا اور (کہتے ہیں) چکھو عَذَابَ الْحَرِيْقِ جلانے والا عذاب ○ ذَالِكَ یہ بِمَا بہ سبب اس کے ہے جو قَدَّمَتْ آگے بھیجا أَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں نے وَأَنَّ اور یہ کہ بے شک اللّٰهَ اللہ لَيْسَ نہیں ہے

بِظَلَّامٍ ظلم کرنے والا لِّلۡعَبِيۡدِ (اپنے) بندوں پر

ترجمہ: اس وقت منافق اور (کافر) جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر رکھا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ غالب حکمت والا ہے O اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے (ہیں اور کہتے ہیں) کہ (اب) عذابِ آتش (کا مزہ) چکھو O یہ ان (اعمال) کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور یہ (جان رکھو) کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ کو وہ وقت یاد دلا رہے ہیں کہ اس وقت کو یاد کروائے پیغمبر! جب ان منافقوں نے جن کے دلوں میں بیماری تھی، یعنی عقیدہ اور ایمان کی کمزوری تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کی قلیل تعداد کو جنگِ بدر کے موقع پر دیکھا تھا اور کافروں کی تعداد کی کثرت کو دیکھا تھا۔ اس وقت یہ کہا تھا کہ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيۡنُهُمۡ ان مسلمانوں کے دین نے ان کو غرور میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہ مسلمان یہ سمجھ رہے ہیں کہ چونکہ ہم حق پر ہیں اس لئے غالب ہو کر رہیں گے۔ ان مسلمانوں کو غرور اور گھمنڈ کی چکر میں اس بات کا احساس ہی نہیں ہے کہ یہ کس سے مقابلہ کرنے کی جرأت کر رہے ہیں؟ یہ تین سو تیرہ، ایک ہزار لوگوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت کر رہے ہیں۔ ان کا یہ گمان ہے کہ ان کے دینِ حق کی وجہ سے ان کی مدد کی جائے گی۔ یہ ساری باتیں وہ لوگ کر رہے تھے جن کے دلوں میں بیماری تھی، جس کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰ میں یوں کہا گیا: فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بیماری کو بڑھا دیا۔ یہ منافق لڑھکتے بینگن ہیں، ان کو ایمان کی طاقت کا اور رب ذوالجلال کی قدرت کا علم و احساس کہاں؟ رب ذوالجلال کے ہاں سروں کو گنا نہیں جاتا۔ كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةً ۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ (البقرہ:۲۴۹) کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ایسی ہیں جو بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مومنوں کے پاس تقویٰ، توکل اور انابت الی اللہ کی جو آفاقی قوت ہے اس قوت سے وہ کافر و مشرک اور منافق محروم ہیں۔ اس آیت میں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے توکل کا تذکرہ فرمایا کہ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اس حقیقت کو جان لینا اور مان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غالب ہے۔ اس کے فیصلے، ارادے اور اس کی تدبیریں بھی غالب ہیں اور اس کے ہر کام میں حکمت کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ باطل کے مقابلہ میں حق کی مدد کرتا ہے۔ وہ جب ارادہ کرتا ہے تو اس کمزور اور چھوٹی سی جماعت کو جو حق کی حامل ہے اس طاقتور جماعت پر غالب کر دیتا ہے جو تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: جب مومن کی موت آتی ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں اور (اس کی روح سے) کہتے ہیں: نکل، تو اللہ سے راضی ہے اور اللہ تجھ سے راضی ہے۔ اللہ کی رحمت اور رزق کی طرف اور (اپنے) رب کی طرف جو ناراض نہیں ہے، تو وہ پاکیزہ خوشبودار مشک کی مانند نکل پڑتی ہے، یہاں تک کہ (فرشتے) اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ (جب) آسمان کے دروازے پر اسے لے کر آتے

ہیں تو (دربان) کہتے ہیں: کیا خوب ہے یہ خوشبو جو زمین سے تمہارے پاس آئی ہے۔ (پھر) وہ اسے مومن کی روحوں کے پاس لے کر آتے ہیں، تو انہیں ایسی خوشی ہوتی ہے جو گمشدہ شخص کے لوٹ کر آ جانے سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ وہ روحیں اس سے ان لوگوں کا حال پوچھتی ہیں جنہیں وہ دنیا میں چھوڑ گئے تھے: فلاں کیسے ہے اور فلاں کیسے ہے؟ وہ کہتی ہیں: انہیں چھوڑو، یہ دنیا کے غم میں مبتلا تھے، تو جب وہ (نو وارد روح) کہتی ہے: کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ (وہ تو مر گیا تھا) تو وہ کہتی ہیں: اسے اس کے ٹھکانہ ہاویہ کی طرف لے جایا گیا ہوگا اور جب کافر قریب المرگ ہوتا ہے تو عذاب کے فرشتے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا لے کر آتے ہیں (اور) کہتے ہیں: اللہ کے عذاب کی طرف نکل، تو اللہ سے ناراض ہے اور اللہ تجھ سے ناراض ہے، تو وہ نکل پڑتی ہے جیسے سڑے مردار کی بدبو نکلتی ہے، یہاں تک کہ اسے زمین کے دروازے پر لاتے ہیں۔ (پھر) کہتے ہیں: کتنی خراب بدبو ہے یہاں تک کہ اسے کافروں کی روحوں میں لے جا کر (چھوڑ دیتے ہیں)۔ (نسائی: ۱۸۳۳)

کافروں کی روح قبض کرنے اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارنے کی جو بات کہی گئی ہے اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ جس وقت کافروں کو ان کے کفر پر عذاب دیا جائے گا اس وقت کی منظر کشی کی گئی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ سے یوں کہا جا رہا ہے کہ اگر آپ دیکھیں گے کافروں کا یہ حال جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے تو آپ بہت بڑا معاملہ دیکھیں گے اور خوفناک اور دردناک ایسا منظر دیکھیں گے جو ناقابلِ بیان ہو۔ فرشتے ان کی پیٹھوں اور مونہوں پر لوہے کے گرزوں سے ماریں گے اور ان کے جسموں سے ان کی روحوں کو سخت تکلیف کے ساتھ نکالیں گے۔ وہ فرشتے یہ کہتے ہوں گے تو دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھ اور یہ سخت ترین عذاب اور دردناک مار جو تمہیں ماری جا رہی ہے وہ تمہارے بُرے اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیا تھا اور تم نے کفر اور ظلم کا دنیوی زندگی میں ارتکاب کیا۔ سوال یہ ہے کہ بُرے اعمال کے ارتکاب کے لئے یہاں ہاتھوں کا تذکرہ کیوں کیا گیا: بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ جو کچھ تمہارے ہاتھوں نے انجام دیا؟ جبکہ بُرے اعمال میں دوسرے اعضاء بھی شریک ہوتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، زبان اور پیر وغیرہ، تو اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا کہ چونکہ اکثر اعمال ہاتھ سے انجام پاتے ہیں اس لئے صرف ہاتھوں کا ذکر کیا گیا۔

یہاں یہ بات بھی بتلائی گئی کہ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو سزا دے رہے ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کفر اور ظلم اور دیگر گناہوں کے بدلہ میں جو سزا اور عذاب دیتے ہیں وہ سزا انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی ظلم کا شائبہ نہیں ہوتا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۴ میں یہ حقیقت بتلائی گئی کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن انسان ہیں جو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والے حاکم و مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے جیسا کہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۴۷ میں ہے: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازو رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر حقدار کو اس کا حق دیں گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (مسلم: ۲۵۷۷) صفوان بن سلیم نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے کچھ بیٹوں سے اور انہوں نے اپنے آباء سے (جو ایک دوسرے کے عزیز تھے) اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کا کوئی حق چھینا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے وکیل ہوں گا۔ (ابوداود: ۳۰۵۲)

درس نمبر (۷۸۴)

ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا

الانفال: ۵۲-۵۳-۵۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۵۳ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَدَأْبِ جیسے عادت تھی آلِ فِرْعَوْنَ آلِ فرعون کی وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کی جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا بِآيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کے ساتھ فَأَخَذَهُمْ تو انہیں پکڑ لیا اللّٰهُ اللہ نے بِذُنُوْبِهِمْ بہ سبب ان کے گناہوں کے إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ قَوِيٌّ نہایت طاقتور شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے ۝ ذٰلِكَ یہ بِأَنَّ اس واسطے کہ بے شک اللّٰهَ اللہ لَمْ يَكُ نہیں ہے مُغَيِّرًا بدلنے والا نِّعْمَةً کسی نعمت کو أَنْعَمَهَا جو اس نے انعام کی ہو عَلٰى قَوْمٍ کسی قوم پر حَتّٰى یہاں تک کہ يُغَيِّرُوْا وہ (خود ہی) بدل دیں مَا جو بِأَنْفُسِهِمْ ان کے دلوں میں ہے وَأَنَّ اور بے شک اللّٰهَ اللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے ۝ كَدَأْبِ جیسے عادت تھی آلِ فِرْعَوْنَ آلِ فرعون کی وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کی جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کو فَأَهْلَكْنَاهُمْ تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بِذُنُوْبِهِمْ بہ سبب ان کے گناہوں کے وَأَغْرَقْنَا اور ہم نے غرق کر دیا آلَ فِرْعَوْنَ آلِ فرعون کو وَكُلٌّ اور سب كَانُوْا تھے ظَالِمِيْنَ ظالم

ترجمہ: جیسا حال فرعونیوں کا اور ان سے پہلے لوگوں کا (ہوا تھا ویسا ہی ان کا ہوا کہ) انہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا میں ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ زبردست اور سخت عذاب دینے والا ہے ۝ یہ اس لئے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ اسے نہیں بدلا کرتا اور اس لئے کہ اللہ سنتا جانتا ہے ۝ جیسا حال فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا (ہوا تھا ویسا ہی ان کا ہوا) انہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی آیتوں کا انکار کرنے والوں کے لئے جو سزا دی گئی اس سزا کی مثال دی ہے۔ جس طرح آل فرعون نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کی جانب سے بھیجے ہوئے رسول کو جھٹلایا اور جس طرح آل فرعون سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور رسولوں کو جھٹلایا اسی طرح مکہ کے مشرکین نے بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کو جھٹلایا۔ جس طرح آل فرعون کو ان کے کفر کی اور جھٹلانے کی سزا دی گئی اور ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کو سزا دی گئی بالکل اسی طرح مکہ کے ان مشرکین کو جنگِ بدر کے موقع پر سزا دی گئی کہ ستر کو ہلاک کیا گیا اور ستر کو قید کرلیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے سبب ان کو ہلاک کیا اور ان کی سخت گرفت کی۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت آل فرعون اور ان سے پہلے والوں کے حق میں اور مکہ کے مشرکین کے حق میں ایک ہی رہی کہ اُن سب کو ہلاک کیا گیا۔ کفر اور شرک اور ظلم و بربریت اور انکار و تکذیب کی وجہ سے ہلاکت کی خبریں قرآنِ مجید میں جگہ جگہ دی گئی ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶ میں فرمایا گیا: **اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ** کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں؟ ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمہیں دیا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴ میں یوں کہا گیا: **وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا فَجَآءَھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْھُمْ قَآئِلُوْنَ** کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کیا، چنانچہ ان کے پاس ہمارا عذاب راتوں رات آ گیا یا ایسے وقت آیا جب وہ دوپہر کو آرام کر رہے تھے۔

قرآنِ مجید میں کفر اور تکذیب یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے اور اس کو جھٹلانے پر وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۹ میں فرمایا: **وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ** جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴۰ میں کہا گیا: **اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ** جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اس سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے نہیں جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اور حقیقت سے اپنے بندوں کو باخبر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو اپنی نعمتیں عطا کرتے ہیں تو اس نعمت کو اس وقت تک ان میں باقی رکھتے ہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی فرمانبردار بندے بنے رہتے ہیں۔ لیکن جب وہ لوگ اپنے ذاتی اعمال کو بدل لیتے ہیں، ایمان کے بجائے کفر اختیار کرنے لگتے ہیں، فرمانبرداری کے بجائے نافرمانی کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمتیں ان سے چھین لیتے ہیں۔ یہی حقیقت **ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ** کے ذریعہ بتلائی گئی۔ یہی بات سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی بتلائی گئی ہے: **اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ** کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ شاعر نے اسی آیت کی یوں ترجمانی کی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اس کے بعد آل فرعون کے اور ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے جھٹلانے کا ذکر کیا گیا اور ان کا انجام بتلایا گیا

کہ ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہلاک کیا اور آل فرعون کو غرق کیا۔ ان سب کا مجموعی قصور یہی تھا کہ وہ ظالم تھے، رب ذوالجلال کی سرزمین میں اسی کی نافرمانی کرتے تھے، اس کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اس کے رسولوں کو جھٹلاتے تھے اور اس رب ذوالجلال کے ساتھ شرک کرتے تھے جو سب سے بڑا بھاری ظلم ہے: اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان: ۱۳) بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

درس نمبر (۷۸۵) **سب سے بدتر مخلوق کون؟** الانفال: ۵۵۔۵۶۔۵۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵ اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ۝۵۶ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝۵۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک شَرَّ بدترین الدَّوَابِّ زمین پر چلنے والے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک الَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا فَهُمْ چنانچہ وہ لَا یُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے O الَّذِیْنَ وہ لوگ کہ عَاهَدْتَّ آپ نے عہد باندھا مِنْهُمْ ان سے ثُمَّ پھر یَنْقُضُوْنَ وہ توڑ دیتے ہیں عَهْدَهُمْ اپنا عہد فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ ہر مرتبہ وَهُمْ اور وہ لَا یَتَّقُوْنَ نہیں ڈرتے O فَاِمَّا لہٰذا اگر تَثْقَفَنَّهُمْ آپ ان کو پائیں فِی الْحَرْبِ لڑائی میں فَشَرِّدْ بِهِمْ تو بھگا دیں ان کے ذریعے سے مَّنْ ان لوگوں کو جو خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے ہیں لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں

ترجمہ: جانداروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں سو وہ ایمان نہیں لاتے O جن لوگوں سے تم نے (صلح کا) عہد کیا ہے پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور (اللہ سے) نہیں ڈرتے O اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہیں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں عجب نہیں کہ ان کو (اس سے) عبرت ہو۔

تشریح: زمین پر چلنے والی بدترین مخلوق کے سلسلہ میں قرآنِ مجید نے یہ فیصلہ سنایا کہ وہ کون لوگ ہیں جو روئے زمین کی سب سے بدترین مخلوق ہیں؟ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۔ جو لوگ کفر کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایمان سے محروم ہیں وہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ مفسرین نے یہاں ایک نکتہ کی بات لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اِنَّ شَرَّ النَّاس نہیں کہا کہ لوگوں میں بدترین لوگ بلکہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ کہا کہ جو شخص اپنے حقیقی خالق و مالک ہی کا انکار کر دے وہ انسانوں کی فہرست میں شامل ہی نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک چوپایہ کی طرح ہے، جس طرح چوپائے اپنے حقیقی مالک اور خالق سے ناواقف ہوتے ہیں یہ کافر بھی انہی کی طرح ہیں۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۲۲ میں بھی یہی حقیقت یوں بیان کی گئی: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ یقین رکھو کہ اللہ کے نزدیک بدترین زمین پر چلنے والے وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ جس طرح جانور عقل سے کام نہیں لیتے ان کافروں کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ اگر عقل سے کام لیتے تو اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے معبودوں کی عبادت نہ کرتے۔ انہیں یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ معبود تو وہ ہوتا ہے جو سب کو بناتا اور پیدا کرتا ہے۔ وہ معبود نہیں ہو سکتا جس کو ہم اپنے ہاتھوں سے بنائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ شَـرَّ الـدَّوَآبِّ سے مراد بنو قریظہ کے لوگ ہیں، جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ ڈالا اور ہتھیاروں کے ذریعہ جنگِ بدر کے موقع پر کافروں کی مدد کی۔ پھر بنو قریظہ نے نَسِیْنَا وَ اَخْطَأْنَا ہم سے بھول ہوگئی اور غلطی ہوگئی کہہ کر معافی مانگی۔ پھر دوسری مرتبہ بھی بنو قریظہ نے رسولِ رحمت ﷺ سے معاہدہ کیا اور اس دوسرے عہد کو بھی توڑ ڈالا اور جنگِ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں کافروں کی طرف مائل ہوئے اور بنو قریظہ کے سردار کعب بن اشرف نے مکہ پہنچ کر رسولِ رحمت ﷺ سے جنگ کے سلسلہ میں کافروں سے ساز باز کی۔ یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کو بدترین مخلوق اس لئے قرار دیا گیا کہ انہوں نے روئے زمین پر ایک تو کفر کیا اور اس کفر پر اصرار کیا اور مسلسل اسلام اور مسلمانوں سے بغض، عناد اور دشمنی رکھی اور جس عہد و پیمان کو قسموں سے مضبوط کیا تھا اسی عہد کو بنی قریظہ نے توڑ ڈالا۔ ایسے بدترین لوگ اس آیت کے بھی مصداق ہیں: اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (الاعراف:۱۷۹) یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی گئے گزرے ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں۔

سورۂ بینہ کی آیت نمبر ۶ میں بھی اہلِ کتاب اور مشرکین کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا گیا ہے کہ یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ بیشک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور مشرکین سب دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷ میں عہد کو توڑنے والوں کے بارے میں یوں کہا گیا: اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

درس نمبر (۷۸۶) **اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے** الانفال: ۵۸۔۵۹۔۶۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۝۵۸ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ۝۵۹ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِمَّا اور اگر تَخَافَنَّ آپ ڈریں مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً کسی قوم کی خیانت (بدعہدی) سے فَانْۢبِذْ تو پھینک دیں اِلَیْهِمْ ان کی طرف عَلٰی سَوَآءٍ (ان کا عہد) برابری پر اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ لَا یُحِبُّ پسند نہیں کرتا الْخَآئِنِیْنَ خیانت (بدعہدی) کرنے والوں کو ۝ وَلَا یَحْسَبَنَّ اور ہرگز گمان نہ کریں الَّذِیْنَ وہ لوگ جنہوں نے

كَفَرُوْا کفر کیا سَبَقُوْا کہ وہ (ہماری گرفت سے) بچ نکلے اِنَّهُمْ بے شک وہ لَا يُعْجِزُوْنَ عاجز نہیں کر سکتے (اللہ کو)O وَاَعِدُّوْا اور تیاری کرو لَهُمْ ان (کافروں) کے لیے مَّا جتنی اسْتَطَعْتُمْ تم استطاعت رکھو مِّنْ قُوَّةٍ قوت کی وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ اور (تیار) بندھے ہوئے گھوڑوں کی تُرْهِبُوْنَ تم خوفزدہ کردو گے بِهٖ اس کے ذریعے سے عَدُوَّ اللّٰهِ اللہ کے دشمنوں کو وَعَدُوَّكُمْ اور اپنے دشمنوں کو وَاٰخَرِيْنَ اور دوسروں کو مِنْ دُوْنِهِمْ ان کے علاوہ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ تم انہیں نہیں جانتے اَللّٰهُ اللہ (ہی) يَعْلَمُهُمْ انہیں جانتا ہے وَمَا اور جو بھی تُنْفِقُوْا تم خرچ کرو گے مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں يُوَفَّ پورا دیا جائے گا اِلَيْكُمْ تمہیں (اس کا اجر) وَاَنْتُمْ اور تم لَا تُظْلَمُوْنَ ظلم نہیں کیے جاؤ گے

ترجمہ: اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) انہیں کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کو دوست نہیں رکھتاO اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں وہ (اپنے چالوں سے ہمیں) ہرگز عاجز نہیں کر سکتےO اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لئے مستعد ہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ ہو تو تم وہ معاہدہ ان کی طرف صاف سیدھے طریقہ سے پھینک دو۔

۲۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ بدعہدی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳۔ کافر لوگ ہرگز دل میں یہ خیال بھی نہ لائیں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں۔

۴۔ یہ یقینی بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

۵۔ مسلمانو! جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلہ کے لئے تیار کرو۔

۶۔ جن کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن اور اپنے موجودہ دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو۔

۷۔ ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔

۸۔ اللہ کے راستہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا۔

۹۔ تمہارے لئے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

اسلام کی پیاری تعلیمات کا اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر کافروں سے بھی مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو جائے باوجودیکہ کافر مسلمانوں کے دشمن ہیں، اس معاہدہ کی پاسداری لازمی ہوگی۔ ایسے کافروں کے ساتھ کئے ہوئے عہد و معاہدہ کا پاس و لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے جن سے دشمنی ہے۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ

خِیَانَۃً فَانۡبِذۡ اِلَیۡھِمۡ عَلٰی سَوَآءٍ اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو ان سے جو عہد آپ نے کیا ہے وہ ان کی طرف پھینک دیجئے تا کہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں۔ ہوسکتا تھا کہ بعض مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات آ جائے کہ چونکہ دشمن، دشمن ہے کوئی بھروسہ نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ اپنا عہد توڑ ڈالے۔ اس لئے ہم اپنی حفاظت کے لئے پہلے ہی حملہ کر دیں تو ہماری حفاظت ہو جائے گی۔ اس طرح خیال پیدا کر لینا اور اقدام کرنا درست نہیں ہے۔ اگر کافر تمہارے دشمن ہیں تو بات دشمنی کی نہیں ہے، بات معاہدہ کی پاسداری کی ہے۔ تمہارے لئے معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں! اگر ان دشمنوں سے عہد کی خلاف ورزی کا ڈر ہے تو تم پہلے انہیں بتا دو کہ ہمارا عہد جو تمہارے ساتھ ہوا تھا وہ ختم ہے۔ جب تم ان کو اس کی اطلاع دے دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ ان وجوہات کی وجہ سے ختم کیا جا رہا ہے تو اب تمہارے لئے یہ درست ہے کہ تم ان پر حملہ کرو۔ بہرحال یہ بات واضح ہوگئی کہ خیانت کے خوف کی وجہ سے عہد کو توڑ دینا درست نہیں ہے، اس لئے کہ خوف کا مطلب ایک گمان ہے جس میں یقین نہ ہو۔ صرف خیانت کے خوف کی وجہ سے یقینی عہد کو ساقط اور کالعدم کر دینا درست نہیں ہے۔

عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِ بۡنِ عَمۡرٍو، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''أَرۡبَعٌ مَنۡ کُنَّ فِیۡہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنۡ کَانَتۡ فِیۡہِ خَصۡلَۃٌ مِنۡھُنَّ کَانَتۡ فِیۡہِ خَصۡلَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا: اِذَا اؤۡتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.'' تَابَعَہُ شُعۡبَۃُ عَنِ الۡأَعۡمَشِ۔ (بخاری: ۳۴) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔

جنگِ بدر کے موقع پر ستر مشرکین تو ہلاک ہو گئے اور ستر قیدی بن کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گئے۔ اس کے بعد وہ جتنے مشرکین تھے وہ تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ ظاہر ہے کہ وہ آٹھ سو چالیس سے زیادہ افراد تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ جو کافر بھاگ کھڑے ہوئے وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ بچ کر نکل گئے، اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو عاجز کر کے چلے گئے۔ بات ایسی نہیں ہے۔ یہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان سے انتقام لینے سے عاجز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں دنیا میں بھی سزا دے گا اور چاہے گا تو آخرت میں بھی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ ہدایت دے رہے ہیں کہ تم سے جس قدر ممکن ہو سکے تم دشمنوں سے لڑنے اور ان کا دفاع کرنے کے لئے ہر طرح کی قوت و طاقت تیار رکھو۔ جنگِ بدر ہو گئی اور فتح ہو گئی۔ اسی خوشی اور مسرت میں ہاتھ باندھے خاموش مت بیٹھ جاؤ۔ مسلمانوں کو ہر زمانہ کی مناسبت سے جنگ کے آلات و ساز و سامان تیار رکھنے چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ ہر زمانہ کے اعتبار سے مختلف قسم کی طاقتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک دور تھا جبکہ تیراندازی، گھوڑوں اور کشتی وغیرہ کا سیکھ لینا کافی تھا، مگر دور بدل گیا ہے، یہ ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ نئے نئے اوزار و ہتھیار کا دور ہے۔ بری اور بحری ہر اعتبار سے دشمن کے مقابلہ کیلئے

مختلف نوعیّتوں اور شکلوں کے ہتھیار اور اوزار کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمانہ کے تقاضے اور ضرورتیں زمانہ کے حالات خود بتلاتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو اسباب سے عاری ہو کر صرف توکل علی اللہ کا جملہ کہہ کر خاموش نہیں رہ جانا چاہئے۔ توکّل کا یہ مطلب بالکل غلط ہے کہ آدمی اسباب کو چھوڑ دے اور جا کر مصلّی پر بیٹھ جائے۔ ایک طرف اسباب کا اختیار کرنا اور دوسری طرف اپنے حقیقی خالق و مالک پر توکّل اور یقین رکھنا کہ وہ ضرور ہماری مدد کرے گا، اس کا نام توکّل ہے۔

بھارت کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ حقیقی دشمن کو سمجھیں، پھر اس کی حقیقی طاقت سے باخبر رہیں اور دشمن کی مکاریوں اور ان کی ناپاک سازشوں کی گہرائیوں سے بھی واقف رہیں۔ نیز ان تمام معلومات کی بنیاد پر جس سطح کی تیاریاں مطلوب ہیں ان تیاریوں کی جانب توجہ دیں۔ محافظ ہتھیاروں اور دفاعی ہتھیاروں کے سلسلہ میں بھی غور کریں۔ صرف دشمن کی سازشوں کے تذکرے کافی نہیں ہیں۔ وقت کی ضرورت کو مسلمان محسوس کریں اور کسی بھی قوم کے تحفظ کیلئے قانون کے دائرہ میں رہ کر اس میدان میں عملاً تدبیریں کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ دشمن کے خلاف تیاری کے سلسلہ میں ایک بنیادی ضرورت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں، وہ ہے مال۔ مسلمانوں میں جو صاحبِ ثروت ہیں انہیں ایسی آیتیں للکار رہی ہیں کہ وہ اپنی دولت کا بیشتر حصہ صرف فضول خرچی میں خرچ نہ کریں بلکہ ملتِ اسلامیہ کے تحفظ و بقاء اور اس کی تعمیر و ترقی کیلئے بھی اپنی دولت خرچ کریں اور یاد رکھیں کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کا پورا بدلہ عطا فرمائیں گے اور ذرہ برابر بھی اجر و ثواب کے دینے میں کمی نہیں کریں گے۔

درس نمبر (۷۸۷) الانفال: ۶۱۔۶۲۔۶۳

اگر کوئی صلح پیش کرے تو اسے قبول کرلیں

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ اور اگر جَنَحُوْا وہ جھکیں لِلسَّلْمِ صلح کے لیے فَاجْنَحْ تو آپ بھی جھک جائیں لَهَا اس کے لیے وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کیجئے عَلَى اللهِ اللہ پر إِنَّهٗ هُوَ بے شک وہی السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ہے O وَإِنْ اور اگر يُرِيْدُوْا وہ ارادہ کریں أَنْ يَّخْدَعُوْكَ کہ آپ کو دھوکہ دیں فَإِنَّ تو بے شک حَسْبَكَ اللّٰهُ کافی ہے آپ کو اللہ هُوَ وہی ہے الَّذِىْ جس نے أَيَّدَكَ آپ کی تائید کی بِنَصْرِهٖ اپنی مدد سے وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کے ذریعے سے O وَأَلَّفَ اور اس نے الفت ڈال دی بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں کے درمیان لَوْ اگر أَنْفَقْتَ آپ خرچ کر دیتے مَا جو کچھ فِي الْأَرْضِ زمین میں ہے جَمِيْعاً سارا مَّا (تو) نہیں أَلَّفْتَ الفت ڈال سکتے تھے آپ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں کے درمیان وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ اور لیکن اللہ ہی نے الفت ڈال دی بَيْنَهُمْ ان کے درمیان إِنَّهٗ بیشک وہ عَزِيْزٌ نہایت غالب حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے O اور اگر یہ چاہیں کہ تمہیں فریب دیں تو اللہ تمہیں کفایت کرے گا وہی تو ہے جس نے تمہیں اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی O اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے مگر اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی بیشک وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اگر وہ لوگ صلح کے لئے جھک جائیں تو آپ بھی جھک جاو۔

۲۔ اس معاملہ میں اللہ پر بھروسہ کرو۔

۳۔ بے شک وہ اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

۴۔ اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو اللہ آپ کے لئے کافی ہے۔

۵۔ اللہ وہی ہے کہ جس نے آپ کی تائید کی اپنی اور مومنین کی مدد کے ذریعہ۔

۶۔ اللہ نے انکے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔

۷۔ اگر آپ سارا مال خرچ کر کے بھی انکے دلوں میں الفت پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

۸۔ لیکن اللہ نے انکے دلوں میں الفت ڈالدی۔

۹۔ وہ اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

یہ آیتیں بنو قریظہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں جو کہ اہل کتاب تھے، انکے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ آپ سے صلح کرنا چاہیں، چاہے کسی بھی طریقہ سے ہو اسلام لا کر یا فدیہ دیکر یا کسی اور طریقہ سے تو آپ ان سے صلح کر لیں اور یہ صلح جب ہو جائے تو ان سے مطمئن نہ ہو جایئے بلکہ اللہ پر بھروسہ کیجئے کہ اگر وہ دھوکہ دہی کریں یا غداری کریں تو ایسے موقع پر اللہ آپکی مدد فرمائے گا۔ آپ اللہ پر بھروسہ کر لیجئے وہ اللہ ان معاملات کو سننے والا ہے جو تمہارے آپس میں ہوئے ہیں اور ان باتوں کو جاننے والا ہے جو انکے دلوں میں چھپی ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے یعنی اس آیت کا حکم اب باقی نہیں رہا اس آیت کو منسوخ کرنے والی آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ:۵) ہے جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، لیکن امام طبری کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں بنو قریظہ کا معاملہ بیان کیا گیا ہے جو کہ اہل کتاب تھے۔ لہٰذا یہ آیت اس آیت سے منسوخ نہیں ہوئی بلکہ اسکا حکم بھی باقی ہے۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر یہ لوگ جن سے آپ نے صلح کی ہے اس صلح کے بعد آپکو دھوکہ دینا چاہیں اور آپکے ساتھ چالبازی کا ارادہ کریں تو آپ گھبرایئے مت اللہ آپکی مدد کرنے اور آپکو انکے مکر سے بچانے کے لئے کافی ہے اور وہ آپ کے دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کرنے پر بھی قادر ہے، اور اپنے کلمہ کو اونچا اور اپنے دشمنوں کے کلمہ کو نیچا کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے، دیکھئے یہ وہی اللہ ہے جس نے آپکی تائید کی اپنی مدد سے اور مومنین کی مدد سے تو آپ نہ

گھبرائیں اگر وہ دھوکہ دیتے ہیں تو دھوکہ دیں اس سے آپکو کوئی نقصان نہیں ہو پائے گا۔اس آیت میں مومنین سے مراد انصار ہیں کہ اللہ نے آپکو انصار کے ذریعہ قوت وطاقت عطاء کی۔پھر آگے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کے دلوں کو جوڑ دیا، جوڑا بھی ایسا کہ اب وہ پھر کبھی ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہوں گے،ایسی الفت ان کے دلوں میں ہے کہ ساری دنیا کا خزانہ خرچ کر کے بھی پیدا کرنا چاہے تو نہیں کر سکتے جسے اللہ نے بس اپنے ایک لفظِ کُنْ سے کر دیا، اللہ تو جو چاہے وہ کر سکتا ہے اسکی قوت سے باہر کوئی چیز نہیں ہے وہ زبردست اور حکمت والا ہے جو بھی وہ کرتا ہے اس میں حکمت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے جسے ہم انسان نہیں جان سکتے۔امام طبری نے کہا کہ اس آیت سے مراد اوس اور خزرج کے قبیلے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے لیکن اسلام لانے کے بعد یک جان اور بھائی بھائی بن گئے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ جب آدمی اپنے بھائی سے ملتا اور سلام ومصافحہ کرتا ہے تو اسکے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں،تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ تو ایک معمولی عمل ہے پھر بھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟ تو مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ کیا تم نے اللہ کے کلام کو نہیں سنا اس نے کہا ہے: اگر تم ساری دنیا کا خزانہ خرچ کر کے انکے دلوں کو جوڑنا چاہو تو نہیں جوڑ سکتے لیکن اللہ نے اسے جوڑ دیا۔

درس نمبر (۷۸۸) **بیس ثابت قدم آدمی دوسو پر بھاری** الانفال:۶۴۔۶۵۔۶۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۴ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۶۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی! حَسْبُكَ اللّٰهُ کافی ہے آپ کو اللہ وَمَنِ اور وہ جنہوں نے اتَّبَعَكَ آپ کی پیروی کی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے ○ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی! حَرِّضِ اُبھاریئے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو عَلَى الْقِتَالِ لڑائی پر اِنْ يَّكُنْ اگر ہوں گے مِّنْكُمْ تم میں سے عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ بیس صبر کرنے والے يَغْلِبُوْا (تو) وہ غالب آئیں گے مِائَتَيْنِ دوسو پر وَاِنْ يَّكُنْ اور اگر ہوں گے مِّنْكُمْ تم میں سے مِّائَةٌ ایک سو يَّغْلِبُوْۤا تو وہ غالب آئیں گے أَلْفًا ہزار پر مِّنَ الَّذِيْنَ ان میں سے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِأَنَّهُمْ اس لیے کہ وہ قَوْمٌ ایسے لوگ ہیں لَّا يَفْقَهُوْنَ جو نہیں سمجھتے ○ اَلْـٰٔنَ اب خَفَّفَ اللّٰهُ اللہ نے تخفیف کر دی عَنْكُمْ تم سے وَعَلِمَ اور اس نے جان لیا أَنَّ کہ بے شک فِيْكُمْ تمہارے اندر ضَعْفًا کمزوری ہے فَاِنْ لہٰذا اگر يَّكُنْ ہوں گے مِّنْكُمْ تم میں سے مِّائَةٌ سو صَابِرَةٌ صبر کرنے والے يَغْلِبُوْا (تو) وہ غالب آئیں گے مِائَتَيْنِ دوسو پر وَاِنْ يَّكُنْ اور اگر ہوں گے مِّنْكُمْ تم میں سے أَلْفٌ ہزار يَغْلِبُوْا (تو) وہ غالب آئیں گے أَلْفَيْنِ دوہزار پر

بِإِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے وَاللّٰهُ اور اللہ مَعَ الصَّابِرِيْنَ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

ترجمہ: اے نبی! اللہ تمہیں اور مومنوں کو جو تمہارے پیروکار ہیں کافی ہے O اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو کافروں پر غالب رہیں گے اور اگر سو (ایسے) ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے اس لئے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے O اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ (ابھی) تم میں کسی قدر کمزوری ہے پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے نبی! تمہارے لئے تو بس اللہ اور وہ مومن لوگ کافی ہیں جنہوں نے تمہاری پیروی کی ہے۔

۲۔ اے نبی! مومنوں کو جنگ پر ابھارو۔

۳۔ اگر تمہارے بیس آدمی ایسے ہوں گے جو ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دوسو پر غالب آ جائیں گے۔

۴۔ اگر تمہارے سو آدمی ہوں گے تو وہ کافروں کے ایک ہزار پر غالب آ جائیں گے۔

۵۔ کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

محلّہ کا کوئی دادا، کسی ملک کا کوئی بادشاہ یا کوئی بڑا عہدیدار کسی آدمی سے اس کی پریشانی کے لمحات میں یوں کہہ دے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تمہارے لئے کافی ہیں تو اس آدمی کا حوصلہ آسمان کو چھونے لگتا ہے۔ اگر زمین و آسمان کا خالق اور مالک، سورج اور چاند، سمندر اور پہاڑ، انس و جن کا پیدا کرنے والا اگر رسولِ رحمت ﷺ سے مخالفت کے طوفان میں اور جنگ کے ماحول میں یہ کہتا ہو کہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اے نبی! اللہ آپ کے لئے کافی ہے اور نہ صرف آپ کے لئے بلکہ ایمان والوں میں سے جنہوں نے بھی آپ (ﷺ) کی اتباع کی ان سب کے لئے کافی ہے، تو نبی (ﷺ) کی تسلی اور حوصلہ کیلئے رب کعبہ کی قسم! کسی اور سہارے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصل مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے جو حقیقی مدد ہے، جس کی مدد کے بعد کسی اور کی مدد کی حاجت ہی نہیں ہے۔ تسلی اور طمانیت دینے والی یہ آیت کب اور کہاں نازل ہوئی، زمخشری نے کشاف میں حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جنگِ بدر کے موقع پر قتال سے پہلے بیداء نامی مقام پر نازل ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت نازل ہوئی۔ یہ آیت مکی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت نازل ہوئی، اس لئے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی دعوت پر تینتیس مرد اور چھ عورتوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھتی رہی اور مسلمانوں کی شان و شوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔

مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اس کی زبان یہ اعلان کرتی ہے: وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران: ۱۷۳) اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ زبانِ مومن کا ورد یہ ہوتا

ہے: وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (التوبہ:۵۹) اور کہہ دیتے ہیں کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی، ہم تو اللہ کی ذات سے ہی توقع رکھنے والے ہیں۔

رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ کہلوایا گیا کہ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (التوبہ:۱۲۹) پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳۸ میں کہا گیا: قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے، توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہئے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اے نبی! آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔ ظاہر ہے کہ باطل جب سر چڑھ کر بولنے لگے تو اہلِ حق کا کام یہ ہے کہ وہ کھل کر باطل کو کچلنے کی کوشش کریں۔ دشمن کی سرکوبی کے لئے جنگ ایک ضرورت ہوتی ہے۔ جنگ کبھی بھی خواہ مخواہ نہیں کی جاتی۔ جنگ تو ضرورت پر ہی کی جاتی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ایمان والوں میں جذبۂ جہاد برقرار رکھیں، انہیں جہاد کی ترغیب دیں، انہیں اس بات کا شوق دلائیں کہ وہ حق کی خاطر اپنی جان دینے اور ضرورت پڑنے پر اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے لئے بھی تیار رہیں۔

اس آیت میں پہلے جنگ میں مسلمانوں کی تعداد کے سلسلہ میں یہ بات بتلائی گئی کہ اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم ہیں تو وہ دوسو کافروں پر بھاری ہوں گے۔ اگر ایک سو ثابت قدم ہیں تو ایک ہزار کافروں پر بھاری ہوں گے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو یہ بات بڑی بھاری سی معلوم ہوئی کہ دشمن کے افراد دس گنا زیادہ ہوں جب بھی ان سے مقابلہ کرنا چاہئے اور ایسی صورت میں بھی پیٹھ پھیر کر بھاگنا نہیں چاہئے۔ یہ بات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تشویش کا باعث ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں تخفیف کا معاملہ فرمایا اور اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ کے ذریعہ گنجائش دی گئی اور یہ کہا گیا کہ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ اگر تم میں سو افراد ثابت قدم ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے۔ اس تخفیف میں دس گنا کے بجائے صرف دوگنی تعداد مقرر کی گئی اور وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کہہ کر حوصلہ اور ہمت کی مہر لگا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم جیسے صابر اور ثابت قدم لوگوں کے ساتھ ہیں تو تمہیں فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

درس نمبر (۷۸۹) **اللہ تمہارے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے** الانفال:۶۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَا كَانَ نہیں ہے (لائق) لِنَبِیٍّ کسی نبی کے اَنْ يَّكُوْنَ کہ ہوں لَهٗ اس کے پاس اَسْرٰى قیدی

(اور وہ انہیں قتل نہ کرے) حَتّٰی یہاں تک کہ یُثْخِنَ وہ خوب خون ریزی کر لے فِی الْاَرْضِ زمین میں تُرِیْدُوْنَ تم ارادہ کرتے ہو عَرَضَ الدُّنْیَا سامانِ دنیا کا وَاللّٰہُ اور اللہ یُرِیْدُ ارادہ کرتا ہے الْاٰخِرَۃَ آخرت کا وَاللّٰہُ اور اللہ عَزِیْزٌ نہایت غالب حَکِیْمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ بات کسی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہیں۔

۲۔ جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کا خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو۔

۳۔ تم دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو۔

۴۔ اللہ تمہارے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

۵۔ اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی۔

ہم سب جانتے ہیں کہ جنگِ بدر میں ستر مشرکین تو ہلاک ہو گئے تھے اور ستر مشرکوں کو قیدی بنا کر مدینۂ منورہ لایا گیا تھا۔ اب معاملہ ان ستر قیدیوں کا تھا کہ ان کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے؟ رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ اہم معاملات میں وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کریں: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔ (آل عمران: ۱۵۹) اور ان سے اہم معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسولِ رحمت ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو ہمارے قابو میں دیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ ان کی گردنوں کو مار دیجئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ فرمائیں اور ان سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے۔ بعض دوسرے صحابہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔ چونکہ زیادہ تر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی تھی تو رسولِ رحمت ﷺ نے ان قیدیوں کو معاف کر دیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور قیدیوں کو فدیہ لے کر معاف کر دینے والے فیصلہ کو ناپسند قرار دیا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت کی گئی کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام تو رواداری، عفو و درگزر، احسان و ایثار کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر جنگِ بدر کے قیدیوں کے ساتھ اس قدر سخت رویہ کا حکم آخر کیوں دیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ جنگِ بدر کا مقصد ہی یہ تھا کہ اسلام کا رعب اور دبدبہ عرب کے سارے مشرکوں پر پڑے اور حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ظاہر و باہر ہو جائے۔ اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت اور طاقت کا علم و احساس بھی مشرکین کو ہو جائے۔ اس لئے جنگِ بدر کے تقاضوں کے پس منظر میں ان قیدیوں کے ساتھ نرمی اور عفو و درگزر کو ناپسند قرار دیا گیا اور ان کو قتل کرنے ہی کو انصاف اور مصلحت قرار دیا گیا۔ چونکہ مکہ کے مشرکین نے برسہا برس

تک مسلمانوں کے ساتھ ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا تھا۔ وحشیانہ مظالم مسلمانوں پر ڈھائے تھے۔ یہی وقت تھا کہ مشرکوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے۔ اس لئے کہا گیا کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ کسی نبی کی شایانِ شان نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی رہیں، جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کا خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ مقدر میں تو ان قیدیوں کا رِہا ہونا ہی لکھا تھا اور ان قیدیوں میں سے بعض کی قسمت میں مسلمان ہونا بھی لکھا تھا، جو نوشتۂ تقدیر تھا وہی ہوا۔ چنانچہ جن قیدیوں کو رسولِ رحمت ﷺ نے فدیہ لے کر معاف کر دیا تھا ان میں سے بعض کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی محبت بیٹھ گئی تھی۔ جو حسنِ سلوک مسلمانوں نے ان قیدیوں کے ساتھ کیا تھا اور ان کے دلوں کو رام کر لیا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ قیدیوں کو قتل کرنے کا یہ حکم صرف جنگِ بدر کے سلسلہ میں تھا، ورنہ بعد میں خود اللہ تعالیٰ نے احسان یا فدیہ کی گنجائش کا حکم دیا۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۴ کا مطالعہ کیجئے جس سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے ساتھ احسان یا ان سے فدیہ لینے کی بات کہی گئی ہے: فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر ان قیدیوں کو چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کی تھی۔

مفسرین نے یہاں یہ بات بھی لکھی ہے کہ قیدیوں کا قتل اولیٰ اور بہتر تھا اور رسول اللہ ﷺ نے جو کیا وہ اپنے اجتہاد سے کیا کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر رہا کر دیا اور یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر ایک آدمی کے اجتہاد میں درست اور خطا دونوں کا امکان ہوتا ہے۔ مگر نبی کا اجتہاد ایسا ہے کہ اس میں غلطی اور خطا کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہاں متنبہ کیا گیا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ تم دنیا کو چاہتے ہو اور اللہ چاہتا ہے کہ تم آخرت کے طالب بنو۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۴ میں بھی کہا گیا کہ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا تم دنیوی زندگی کا سامان حاصل کرنے کی خواہش میں اس کو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۹ میں بھی یوں کہا گیا يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى مگر ان کا حال یہ تھا کہ اس ذلیل دنیا کا ساز و سامان لیتے۔

ان آیات کے ذریعہ مومنوں کی ذہن سازی کی جا رہی ہے کہ مومن و مسلمان کا ہدف اور اس کی زندگی کا اولین مقصد آخرت ہو۔ دنیا کی خواہش اور محبت نہ ہو۔ اس لئے کہ دنیا ایک ضرورت ہے اور آخرت ایک مقصد ہے۔ مقصد دل و دماغ پر چھایا رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مقصد کو فراموش کرتے ہوئے ضرورت ہی کے پیچھے پڑ جائیں۔

درس نمبر (۷۹۰) **انسان وہی پاتا ہے جو مقدر میں لکھا ہوتا ہے** الانفال: ۶۸-۶۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۶۸ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۶۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَوْ لَا اگر نہ (ہوتی) كِتَابٌ (ایک بات) لکھی ہوئی مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے سَبَقَ پہلے ہی

لَمَسَّكُمْ تو تمہیں پہنچتا فِيمَا اس (کے بدلے) میں جو أَخَذْتُمْ تم نے لیا عَذَابٌ عَظِيمٌ بہت بڑا عذاب O فَكُلُوا چنانچہ تم کھاؤ مِمَّا اس سے جو غَنِمْتُمْ لیا تم نے غنیمت کا مال حَلٰلًا طَيِّبًا حلال پاکیزہ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا O تو جو مالِ غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لئے) حلال طیب (ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ آ چکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آ جاتی۔

۲۔ لہٰذا اب تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اسے پاکیزہ حلال مال کے طور پر کھاؤ۔

۳۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔

۴۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

جنگِ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو مشورہ دیا اور رسولِ رحمت ﷺ نے جو فیصلہ فرمایا کہ ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے اور معاف کر دیا جائے، دراصل اس اجتہاد کی وجہ سے تھا جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا، اس لئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور رسولِ رحمت ﷺ کی نظر اس جانب گئی کہ اگر ان قیدیوں کو آج معاف کر دیا جائے گا تو یہ لوگ مستقبل میں اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام ضرور قبول کریں گے اور ہوا بھی یہی کہ ان قیدیوں میں سے بعض احباب نے اسلام قبول کیا اور صحابی کا درجہ پایا۔ یہ صحابۂ کرام کا اجتہاد تھا اور اجتہاد کا قانون اور دستور یہ ہے کہ اجتہاد کرنے والا اگر غلطی کرتا ہے اور اس سے خطا ہو جاتی ہے تو اس پر اس کو سزا نہیں دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کے کاغذ پر یہ بات پہلے سے لکھ دی تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے گا، جو مقدر میں ان کے تھا وہ ہوا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جو فیصلہ کیا گیا اس پر بڑا عذاب پہنچ جاتا۔

اس آیت میں لَّوْلَا كِتٰبٌ میں جو لفظ کتاب یعنی نوشتہ ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں چونکہ یہ لکھ دیا تھا کہ مالِ غنیمت امتِ مسلمہ کے لئے حلال ہوں گے، جس میں قیدیوں سے فدیہ لینا بھی شامل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے عذاب کو روک لیا۔ صاحبِ روح المعانی نے جلد نمبر ۶ اور صفحہ نمبر ۲۴ پر لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات لکھی ہوئی نہ ہوتی کہ جب تک کسی قوم کے لئے بطور امر و نہی واضح طور پر حکم بیان نہ ہو جائے اس وقت تک عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب نہ ہوگا تو عذاب آ جاتا، چونکہ واضح طور پر فدیہ لینے کی ممانعت بیان نہیں ہوئی تھی اس لئے عذاب روک دیا گیا۔ ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات مقرر اور مقدر ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا، جیسا کہ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اے پیغمبر! اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کو اس حالت میں عذاب دے جب آپ ان کے درمیان موجود ہوں اور اللہ اس حالت میں بھی ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب وہ استغفار کرتے ہوں۔ ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول کی زبانی یہ اعلان ہو چکا تھا کہ جو لوگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کی مغفرت کر دی گئی۔ اس لئے عذاب نہیں آیا۔ ایک قول یہ بھی ہیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چونکہ یہ مقرر تھا کہ جو فدیہ تم نے لیا ہے وہ تمہارے لئے حلال کر دیا جائے گا اس لئے عذاب نہیں بھیجا۔

جنگِ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی اس مرضی کا اعلان تو کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دینا چاہئے تھا، لیکن چونکہ آپسی مشورہ اور اجتہاد کے بعد رسولِ رحمت ﷺ نے ان سے فدیہ لے کر رہا کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اب سوال اور اضطراب اس بات پر تھا کہ جو بطور فدیہ مشرک قیدیوں سے مال لیا گیا وہ حلال ہے یا حرام؟ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس اضطراب اور بے چینی کو یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا تم کھاؤ اس میں سے جو تمہیں بطور غنیمت مل گیا حلال پاکیزہ ہونے کی حالت میں۔ مشرک قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے فدیہ لے کر چھوڑ دینے پر عتاب اپنی جگہ ہے، وہ الگ مسئلہ ہے اور غنیمت کا یہ مال جو بطور فدیہ کے قیدیوں سے لیا گیا اس کے حلال یا حرام ہونے کا مسئلہ الگ ہے۔ اس عتاب کی وجہ سے غنیمت کے اس مال کا حرام ہونا لازم نہیں آتا۔ لہٰذا جو مال فدیہ کے طور پر لیا گیا ہے اس کو حلال اور پاکیزہ سمجھا جائے اور استعمال کیا جائے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے حلال روزی کھانے اور طلب کرنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے روایت ہے کہ رزق حلال تلاش کرنا بھی ایک فرض ہے فرائض کے بعد۔ (المعجم الکبیر) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اللہ سے رزق مانگے تو چاہئے کہ حلال رزق مانگے اس لئے کہ اللہ حلال و حرام دو قسم کا بھی رزق دیتا ہے۔ (ذخیرۃ الحفاظ) پھر وَاتَّقُوا اللّٰهَ کہہ کر یاد دلایا گیا کہ زندگی میں اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی نہ ہو۔ یہ بات یاد رکھو کہ بندوں سے جو خطا ہو جاتی ہے جو گناہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کے گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کرنے والا اور اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

درس نمبر (۷۹۱) اگر تمہارے دلوں میں نیکی ہے الانفال: ۷۰۔۷۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی! قُلْ کہہ دیجئے لِّمَنْ ان سے جو فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں میں (گرفتار) ہیں مِّنَ الْاَسْرٰۤى قیدی اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ اگر جانے گا اللہ فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں خَيْرًا بھلائی يُّؤْتِكُمْ (تو) وہ دے گا تمہیں خَيْرًا زیادہ بہتر مِّمَّا اس سے جو (فدیے میں) اُخِذَ لیا گیا مِنْكُمْ تم سے وَيَغْفِرْ

اوروہ بخش دے گا لَكُمْ تمہیں وَاللّٰهُ اوراللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہےO وَإِنْ اور اگر يُّرِيْدُوْا وہ ارادہ کریں خِيَانَتَكَ آپ سے خیانت کا فَقَدْ تو تحقیق خَانُوا اللّٰهَ وہ خیانت کر چکے ہیں اللہ سے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ تو اس (اللہ) نے انہیں گرفتار کروادیا وَاللّٰهُ اوراللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: اے پیغمبر! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں (گرفتار) ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو جو (مال) تم سے چھن گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عنایت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے O اور اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو یہ پہلے ہی اللہ سے دغا کر چکے ہیں تو اس نے ان کو (تمہارے) قبضے میں کردیا اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے نبی! تم لوگوں کے ہاتھ میں جو قیدی ہیں اور جنہوں نے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہے ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں بھلائی دیکھے گا تو جو مال تم سے فدیہ میں لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا۔

۲۔ تمہاری بخشش کردے گا۔

۳۔ اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

۴۔ اگر ان لوگوں نے تم سے خیانت کرنے کا ارادہ کیا تو یہ اس سے پہلے اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں۔

۵۔ جس کے نتیجہ میں اللہ نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا۔

۶۔ اللہ کا علم بھی کامل ہے حکمت بھی کامل ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے جنگ بدر میں پکڑے گئے قیدیوں سے جب فدیہ لیا تو ان قیدیوں کو یہ بات شاق گزری کہ ان سے فدیہ کی رقم لی گئی۔ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ بات لکھی ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو مسلمان تھا اور میرا مال جنگ بدر میں لے لیا گیا ہے۔ اس کو میری جان کے فدیہ میں لگا لیا جائے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اصول کی بنیاد پر چچا ہونے کے باوجود ان کی اس بات کا انکار کردیا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اور مزید تین آدمیوں کا فدیہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اے نبی! جو قیدی آپ کے قبضہ میں ہیں ان سے فرمادیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دلوں میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور ہو کر رہتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۲۲ میں ہے وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۱۶ میں یوں ہے كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا یہ وہ ذمہ دارانہ وعدہ ہے جو تمہارے رب نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے

مطابق جو قیدی بعد میں مل کر اسلام میں داخل ہو گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بہتر عطا فرمایا جو ان سے بطور فدیہ لیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بیس اوقیہ کے بدلہ میں بیس غلام عطا فرمائے ہیں۔ یہ وعدہ صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ان تمام قیدیوں کے لئے ہے جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا۔ ان کے لئے مغفرت کا بھی وعدہ کیا گیا کہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ اللہ تمہاری مغفرت کردے گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہیکہ وہ اپنے بندوں کو بخش دیتا ہے اوران پر مہربانی فرماتا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسولِ رحمت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ آیت دنیا و مافیہا سے محبوب ہے يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخشتا ہے اور بیشک وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (مسند احمد: ۲۲۳۶۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب غزوۂ بدر ہو چکا تو نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ ہی کی قوم اور گھرانے کے لوگ ہیں، انہیں زندہ رہنے دیجئے اور ان سے مانوس ہونے کی کوشش کیجئے، شاید اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کو نکالا اور آپ کی تکذیب کی، انہیں قریب بلا کر ان کی گردنیں اتار دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ! کوئی ایک وادی تلاش کیجئے جہاں لکڑیاں زیادہ ہوں، انہیں اس وادی میں داخل کر کے ان لکڑیوں کو آگ لگا دیں۔ اس پر عباس کہنے لگے کہ تم نے رشتہ داری کو ختم کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جواب دیئے بغیر اندر چلے گئے۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ نبی ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے۔ کچھ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کچھ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیئے جانے کی رائے ظاہر کی۔ تھوڑی دیر بعد نبی رحمت ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے معاملے میں بعض لوگوں کے دلوں کو نرم کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ کچی اینٹ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا سخت کر دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور ابو بکر! آپ کی مثال حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا کہ جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو آپ بڑے بخشنے والے مہربان ہیں اور ابو بکر! آپ کی مثال حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا اگر آپ انہیں سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو آپ بڑے غالب، حکمت والے ہیں اور عمر! تمہاری مثال حضرت نوح (علیہ السلام) کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا، پروردگار! زمین پر کافروں کا کوئی گھر بھی باقی نہ چھوڑ اور عمر تمہاری مثال حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی سی ہے جنہوں نے دعاء کی تھی کہ پروردگار! ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ یہ ایمان ہی نہ لا سکیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔ تم لوگ ضرورت مند ہو اور ان میں سے کوئی شخص فدیہ یا قتل کے بغیر واپس نہیں جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے منہ سے نکل گیا رسول اللہ! ﷺ سوائے سہیل بن بیضاء کے، کیونکہ میں نے انہیں اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے؟ اس پر نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔ مجھے اس دن سے زیادہ کبھی اس بات کا خوف محسوس نہیں ہوا کہ کہیں آسمان سے مجھ پر کوئی پتھر نہ گر پڑے، یہاں تک کہ

خود نبی ﷺ نے بھی فرمادیا سوائے سہیل بن بیضاء کے، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نبی ﷺ کے لئے یہ بات مناسب نہ تھی کہ اپنے پاس قیدی رکھیں، یہاں تک کہ زمین میں خون ریزی نہ کرلیں۔تم دنیا کا سازوسامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ بڑا غالب، حکمت والا ہے۔اگر اللہ کے یہاں پہلے سے فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو تمہارے فدیہ لینے کے معاملے میں تم پر بڑا سخت عذاب آ جاتا۔(مسند احمد:۳۶۳۲)

درس نمبر (۷۹۲) مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے وارث ہیں الانفال:۷۲-۷۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا اور جہاد کیا بِأَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ذریعہ وَأَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے (ساتھ) فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے اٰوَوْا (مہاجرین کو) جگہ دی وَّنَصَرُوْا اور (ان کی) مدد کی اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں بَعْضُهُمْ (کہ) ان کے بعض اَوْلِيَآءُ حمایتی ہیں بَعْضٍ بعض کے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَلَمْ يُهَاجِرُوْا اور ہجرت نہیں کی انہوں نے مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّن وَّلَايَتِهِمْ ان کی حمایت سے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی حَتّٰى یہاں تک کہ يُهَاجِرُوْا وہ ہجرت کریں وَإِنِ اور اگر اسْتَنْصَرُوْكُمْ وہ تم سے مدد طلب کریں فِي الدِّيْنِ دین (کے کام) میں فَعَلَيْكُمُ تو تم پر واجب ہے النَّصْرُ مدد کرنا إِلَّا مگر عَلٰى قَوْمٍ اس قوم کے مقابلے میں بَيْنَكُمْ (کہ) تمہارے درمیان وَبَيْنَهُمْ اور ان کے درمیان مِّيْثَاقٌ کوئی عہد ہو وَاللّٰهُ اور اللہ بِمَا اس کو جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے○ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بَعْضُهُمْ ان کے بعض أَوْلِيَاءُ حمایتی ہیں بَعْضٍ بعض کے إِلَّا اگر (مسلمانو!) تَفْعَلُوْهُ نہ کرو گے تم ایسا (باہم حمایت) تَكُنْ (تو برپا) ہوگا فِتْنَةٌ فتنہ فِي الْأَرْضِ زمین میں وَفَسَادٌ اور فساد كَبِيْرٌ بہت بڑا

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے وہ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنا لازم ہے مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (مدد نہیں کرنی

چاہیئے) اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے O اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو (مومنو!) اگر تم یہ (کام) نہ کروگے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے ہجرت کی ہے۔

۲۔ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔

۳۔ جنہوں نے ان کو مدینہ میں آباد کیا اور ان کی مدد کی۔

۴۔ یہ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

۵۔ جو لوگ ایمان لائے مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی۔

۶۔ جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں اے مسلمانو! تمہارا ان سے وراثت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

۷۔ ہاں! اگر دین کی وجہ سے تم سے کوئی مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے۔

۸۔ سوائے اس صورت کے جبکہ وہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف ہو جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ ہے۔

۹۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے اچھی طرح دیکھتا ہے۔

۱۰۔ جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں۔

۱۱۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔

پچھلی آیتوں میں کافروں کے ساتھ جنگ اور صلح سے متعلق ہدایات اور قیدیوں کے ساتھ سلوک کی تفصیلات تھیں۔ سورۂ انفال کی ان آخری آیات میں مومنوں کی آپسی قرابت اور حسنِ تعلق سے متعلق اہم باتیں بتلائی جارہی ہیں اور کافروں کے آپس میں ایک دوسرے کی دوستی کے مقابلہ میں مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کا ولی اور دوست قرار دیا جارہا ہے۔ ان آیات کی تشریح سے پہلے بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں محفوظ رہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی زندگی کے دو دور گزرے ہیں مکی اور مدنی۔ رسولِ رحمت ﷺ پیدائش سے لے کر ۵۳ سال تک مکۂ مکرمہ میں رہے جس میں تیرہ سال نبوت کے ملنے کے بعد کے ہیں اور باقی دس سال مدینۂ منورہ میں رہے۔ جن ایمان والوں نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اور اس کے بھیجے ہوئے دین کی نسبت سے دارِ کفر یعنی مکۂ مکرمہ کو چھوڑا اور دارالاسلام یعنی مدینۂ منورہ کی طرف چلے گئے، ان مقدس شخصیات کو مہاجر کہا جاتا ہے اور ان کے اس پاکیزہ عمل کو ہجرت کہا جاتا ہے۔

دوسری طرف مدینۂ منورہ کے وہ لوگ جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کا مدینۂ منورہ کی سرزمین میں استقبال کیا اور آپ ﷺ کو طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ کے ذریعہ خوش آمدید کہا انہیں انصار کہا جاتا ہے جن کی نصرت نے مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حوصلہ بخشا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی بھائی کا رشتہ قائم کیا اور ان کی ان قربانیوں اور ایثار و ہمدردی اور محبت و الفت کی بنیاد پر انہیں ایک دوسرے کا وارث بھی بنادیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ سے یہی مراد لیا ہے کہ وہ سب ایک

دوسرے کے وارث ہیں۔ اس اعتبار سے اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے وطنوں کو چھوڑ کر مدینۂ منورہ کی جانب ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے مکۂ مکرمہ سے ہجرت کرتے ہوئے مدینۂ منورہ آنے والوں کو ٹھکانہ دیا، اپنی جگہیں دیں اور ان کی ہر طرح سے مدد کی۔ یہ سارے کے سارے ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ ایک دوسرے کے وارث ہونے کی بنیاد ہجرت پر رکھی گئی کہ مہاجر اور انصار ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو ہجرت نہیں کرے گا باوجود یہ کہ وہ مومن ہے وہ وارث نہیں ہوگا، اگرچہ کہ آپس میں رشتہ داری ہو۔ حالات کے تقاضے کے مطابق یہ ایک ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک اس کی ضرورت تھی اس سلسلۂ وراثت کو باقی رکھا۔ جب مکہ فتح ہوگیا اور حالات میں تبدیلی رونما ہوگئی تو اب وراثت کو نسبی رشتہ داری سے جوڑ دیا گیا اور وراثت کے وہ احکامات جاری کئے گئے جو سورۂ نساء میں موجود ہیں۔

تیسری قسم ان مومنوں کی ہے جنہوں نے ہجرت نہیں کی، جن کے بارے میں اس آیت میں یوں کہا گیا کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے لیکن انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ ہاں! اگر یہ لوگ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تمہارے ذمہ ہے کہ تم ان کی مدد کرو۔ یہ مدد تم پر لازم ہے۔ ایسے ایمان والوں کی کافروں کے مقابلہ میں مدد کرنا ضروری ہے۔ ہاں! اتنی بات کا دھیان رہے کہ جس کسی قوم سے تمہارا کوئی معاہدہ ہے اور آپس میں یہ طئے ہے کہ مثلاً اتنے عرصہ تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے تو پھر ان کے درمیان رہنے والے اہل ایمان کی مدد طلب کرنے کے باوجود ان پر حملہ نہ کیا جائے تاکہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ یہ ہے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کہ معاہدہ کی پاسداری کا ایسے حالات میں بھی لحاظ رکھنے کی تلقین کی گئی۔

چوتھی قسم ان مومنوں کی ہے جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی جن کا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ میں تذکرہ کیا گیا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ کے ذریعہ یہ بات کہی جا رہی ہے کہ جو لوگ کافر ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ کافروں کے درمیان آپس میں میراث جاری ہوگی۔ کوئی مومن کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مومن کا وارث نہیں ہوسکتا اور یہ قانون قیامت تک کیلئے ہے اور یہ بات بھی بیان کی گئی کہ اگر ان باتوں پر عمل نہیں کروگے اور خلاف ورزی کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوگا یعنی اگر اپنے دینی بھائیوں کی مدد کے جوش اور جذبہ میں معاہدہ کی خلاف ورزی کروگے اور کافروں کو اپنا ولی اور وارث سمجھ لوگے تو اس کے نتائج بہت خطرناک ہوں گے۔ جب ہجرت کی بنیاد پر وراثت کے احکام تھے تو مہاجرین اور انصار آپس میں ایک دوسرے سے معاہدہ کر لیتے تھے کہ تو میرا وارث ہوگا اور میں تیرا وارث رہوں گا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (الانفال: ۷۵) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی بھائی کا رشتہ قائم کیا جس کو مواخات کہتے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جنگِ احد میں کعب کو دیکھا ہے کہ وہ زخمی ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر کعب مر جائے اور دنیا کو اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر

چلا جائے تو میں اس کا وارث ہو جاؤں گا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (تفسیر قرطبی) اس کے بعد وراثت، ہجرت اور نصرت کی بنیاد پر نہیں رہی بلکہ رشتہ داری اور قرابت کی بنیاد پر وراثت کا دستور بنایا گیا۔

ان آیات کی روشنی میں مسلمانوں کی چار قسمیں ہوتی ہیں:

(۱) وہ مہاجرین جن کو سبقت کا شرف حاصل ہوا، جنہوں نے غزوۂ بدر سے پہلے سے لے کر صلح حدیبیہ کے واقعہ تک ہجرت کی (۲) وہ مدینہ والے جنہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو ٹھکانہ دیا (۳) وہ مومن جنہوں نے ہجرت نہیں کی بلکہ مکۂ مکرمہ ہی میں رہ گئے (۴) وہ مومن جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی۔

پہلی قسم مومنوں کی وہ مقدس ہستیاں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، جنہوں نے جنگِ بدر سے پہلے سے لے کر صلح حدیبیہ کے واقعہ تک یعنی چھ سن ہجری تک ہجرت کی، جنہوں نے اللہ کے دین کو قائم رکھنے کے لئے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنا سب کچھ مکۂ مکرمہ ہی میں چھوڑ دیا۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو تمام پر افضل ہیں۔ مسلمانوں کی دوسری قسم وہ قدسی صفات صحابۂ کرام ہیں جنہیں تاریخ اسلام انصار سے یاد کرتی ہے، جنہوں نے بے یارو مددگار مہاجرین کی ایسے وقت میں مثالی اور تاریخی مدد کی جس وقت ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ انصار نے انہیں ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی۔ اس دوسری قسم کو اس آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا سے یاد کیا گیا۔ ان دونوں قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کا بھائی اور وارث قرار دیا گیا۔

درس نمبر (۷۹۳) ## حقیقی مومن کون ہے؟ الانفال: ۷۴-۷۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا اور جہاد کیا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَالَّذِيْنَ اور (اسی طرح) وہ لوگ جنہوں نے اٰوَوْا (مہاجرین کو) جگہ دی وَّنَصَرُوْٓا اور (ان کی) مدد کی اُولٰٓئِكَ هُمُ یہی ہیں الْمُؤْمِنُوْنَ مومن حَقًّا سچے لَهُمْ انہی کیلئے ہے مَّغْفِرَةٌ مغفرت وَرِزْقٌ اور روزی كَرِيْمٌ باعزت ۝ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے مِنْۢ بَعْدُ بعد میں وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا اور جہاد کیا مَعَكُمْ تمہارے ساتھ (مل کر) فَاُولٰٓئِكَ تو یہ لوگ مِنْكُمْ تم ہی میں سے ہیں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ اور رشتہ دار بَعْضُهُمْ بعض ان میں سے اَوْلٰى زیادہ حقدار ہیں بِبَعْضٍ بعض کے فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ کی کتاب میں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ بِكُلِّ شَىْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے O اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار اللہ کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے انہیں آباد کیا اور ان کی مدد کی وہ سب صحیح معنی میں مومن ہیں۔

۲۔ ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔

۳۔ جنہوں نے بعد میں ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا تو وہ بھی تم میں شامل ہیں۔

۴۔ ان میں سے جو لوگ پرانے مہاجرین کے رشتہ دار ہیں وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کی میراث کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہیں۔

۵۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور ان لوگوں کو جنہوں نے ان مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد و نصرت کی یہ خوشخبری دی ہے کہ **اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا** یہ دونوں جماعتیں سچے مسلمان ہیں۔ ان مہاجرین اور انصار کے لئے یہ آفاقی سرٹیفکیٹ ہے جو رب ذوالجلال کی طرف سے بہت بڑا شاہی اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حیات ہی میں ان کے حق میں یہ مہر ثبت کر دی کہ **اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا** یہ واقعی ایمان والے ہیں۔ اس کے بعد مزید ان کے حق میں یہ جملہ کہا گیا کہ **لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ** ان کے لئے مغفرت بھی ہے اور عزت کی روزی بھی ہے۔ جو عزت کی روزی انہیں جنت میں پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ دی جائے گی۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴ میں بھی رزق کریم کا یہ جملہ موجود ہے: **اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ** یہی لوگ ہیں جو حقیقت میں مومن ہیں، ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور باعزت رزق ہے۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۵۰ میں بھی رزق کریم کا تذکرہ ہے: **فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ** پھر جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے تو ان کے لئے مغفرت ہے اور باعزت رزق ہے۔

پچھلی آیت میں مومنوں کی جو چار قسمیں بیان کی گئی تھیں ان میں جو چوتھی قسم تھی اس کا ذکر اس آیت میں ہے: **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ** جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا، یہ لوگ بھی تم ہی میں سے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے جو ایمان لائے اور ہجرت کی ان کو اولیت کی فضیلت حاصل ہے۔ وہ اس ریس میں سب سے آگے ہیں اور جنہوں نے بعد میں ہجرت کی اگرچہ کہ اس کے بعد کا ان کا درجہ ہے مگر ان کا شمار بھی تم ہی میں سے ہے، صرف مرتبہ کا فرق ہے اور میراث کے احکام میں تو سب برابر

ہیں۔اس کے بعد وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کے ذریعہ وہ حکم منسوخ ہوگیا جو ہجرت کے شروع میں مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کے بعد جاری کیا گیا تھا کہ یہ مہاجرین اور انصار سب ایک دوسرے کے وارث ہیں۔اب وہ سلسلہ ختم ہوگیا۔اب نسبی رشتہ داری کی بنیاد پر وراثت کی تقسیم ہوگی جس کی تفصیل پچھلی آیت کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

سورۃ التوبہ مَدَنِيَّةٌ

یہ سورت سولہ رکوع اور ایک سوانتیس آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر (۷۹۴) **مشرکوں کو چار مہینے کی مہلت** التوبہ:۱۔۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: بَرَآءَةٌ (یہ) دست برداری ہے مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی جانب سے وَرَسُوْلِهٖٓ اور اس کے رسول (کی جانب سے) اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں سے کہ عٰهَدْتُّمْ تم نے عہد کررکھا تھا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (ان) مشرکین سے O فَسِيْحُوْا چنانچہ (اے مشرکو!) تم چلو پھرو فِي الْاَرْضِ زمین میں اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ چار مہینے وَّاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّكُمْ کہ بیشک تم غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ عاجز نہیں کرنے والے اللہ کو وَاَنَّ اللّٰهَ اور (یہ کہ) بلاشبہ اللہ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو

ترجمہ: (اے اہلِ اسلام! اب) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے O تو (مشرکو! تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کرسکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے دستبرداری کا اعلان ہے۔
۲۔ ان تمام مشرکین کے خلاف جن سے تم نے معاہدہ کیا ہوا ہے۔
۳۔ لہٰذا اے مشرکو! تمہیں چار مہینے تک کی اجازت ہے کہ تم عرب کی سرزمین میں آزادی سے گھومو پھرو۔
۴۔ یہ بات جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے۔
۵۔ یہ بات بھی کہ اللہ اب کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات میں مشرکین سے دستبرداری (براءت) کا اعلان ہے۔غور کیجئے کہ جس مکہ کی سرزمین میں

رسولِ رحمت ﷺ کو اور آپ کے دستِ حق پرست پر ایمان لانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ستایا گیا' اس سرزمین کو مسلمانوں کے حق میں تنگ کردیا گیا اور ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ فتح مکہ کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر ترقی، غلبہ، عزت، سربلندی اور فتح نصیب ہوئی کہ مسلمان اس موقف پر آ چکے کہ ان مشرکین سے دستبرداری کا اعلان کیا جائے۔ ایک دور وہ تھا کہ مکہ کی سرزمین مسلمانوں کے لئے تنگ کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو ایسا غلبہ عطا فرمایا کہ عرب کی سرزمین مشرکین کے لئے تنگ ہوگئی۔

سورۂ توبہ کی ان آیات کو سمجھنے کیلئے بنیادی طور پر ان باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ جزیرۂ عرب کو اسلام کا مرکز بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ کچھ عرصہ کی مہلت کے بعد کوئی مشرک مستقل طور پر جزیرۂ عرب میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ان آیتوں میں ان مشرکین سے دستبرداری کا اعلان کیا گیا ہے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے ان مشرکین کی چار قسمیں تھیں۔

پہلی قسم ان مشرکین کی تھی جن کے ساتھ مسلمانوں نے جنگ بندی کا کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا۔ ایسے مشرکین کو چار مہینے کی مہلت دی گئی کہ ان چار مہینوں میں وہ اگر اسلام لانا چاہیں تو اسلام لے آئیں اور اگر جزیرۂ عرب سے باہر کہیں جانا چاہیں تو اُس کا انتظام کرلیں۔ اگر یہ دونوں کام نہ کرسکیں تو اُن کے خلاف ابھی سے اعلان کردیا گیا ہے کہ ان کو جنگ کا سامنا کرنا ہوگا۔ (ترمذی، کتاب الحج، حدیث نمبر ۸۷۱)

دوسری قسم ان مشرکین کی تھی جن کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ تو تھا لیکن اُس کی کوئی مدت متعین نہیں تھی۔ ان کے بارے میں بھی یہ اعلان کردیا گیا کہ اب وہ معاہدہ چار مہینے تک جاری رہے گا۔ اس دوران اُن کو بھی وہی کام کرنے ہوں گے جن کا ذکر پہلی قسم کے بارے میں کیا گیا۔ سورۂ توبہ کی پہلی اور دوسری آیت ان دو قسموں سے متعلق ہے۔

تیسری قسم ان مشرکین کی تھی جن کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے معاہدہ تو کیا تھا لیکن اُنہوں نے بدعہدی کی اور معاہدہ توڑ دیا، جیسے کفارِ قریش کے ساتھ حدیبیہ میں معاہدہ ہوا تھا، لیکن انہوں نے اُس کی خلاف ورزی کی اور اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرکے اُسے فتح کرلیا تھا۔ ان لوگوں کو کوئی مزید مہلت تو نہیں دی گئی، لیکن چونکہ دستبرداری کا یہ اعلان حج کے موقع پر کیا گیا تھا جو خود حرمت والے مہینے میں ہوتا ہے اور اس کے بعد محرم کا مہینہ بھی حرمت والا ہے اور اُس میں جنگ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے ان کو محرم کے آخر تک کی مہلت مل گئی۔ انہی کے بارے میں آیت نمبر ۵ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد اگر یہ نہ ایمان لائیں اور نہ جزیرۂ عرب سے باہر جائیں تو ان کو قتل کردیا جائے۔

چوتھی قسم اُن مشرکین کی تھی جن کے ساتھ کسی خاص مدت تک کے لئے مسلمانوں نے جنگ بندی کا معاہدہ رکھا تھا اور انہوں نے کوئی بدعہدی بھی نہیں کی تھی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں آیت نمبر ۴ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اُن کے معاہدے کی جتنی بھی مدت باقی ہے اُس کو پورا کیا جائے اور اس پوری مدت میں اُن کے ساتھ کسی قسم کا چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔ مثلاً قبیلۂ کنانہ کے دو چھوٹے قبیلے بنوضمرہ اور بنومدلج کے ساتھ آپ کا ایسا ہی معاہدہ تھا اور اُن کی طرف سے کوئی بدعہدی سامنے نہیں آئی

تھی۔ اُن کے معاہدے کی مدت ختم ہونے میں اس وقت نو مہینے باقی تھے۔ چنانچہ اُن کو نو مہینے کی مہلت دی گئی۔

ان چاروں قسم کے اعلانات کو براءت یا دستبرداری کے اعلانات کہا جاتا ہے۔

دستبرداری کا یہ حکم تو آچکا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں سے انصاف کی خاطر ان مختلف مدتوں کی ابتدا اُس وقت سے فرمائی جب اُن کو ان سارے احکام کی اطلاع ہو جائے۔ پورے عرب میں اعلان کا سب سے مؤثر ذریعہ یہ تھا کہ یہ اعلان حج کے موقع پر کیا جائے، کیونکہ اُس وقت سارے عرب کے لوگ حجاز میں جمع ہوتے تھے اور اُس وقت تک مشرکین بھی حج کے لئے آتے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جو حج سن ۹ ہجری میں ہوا۔ اُس سال آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس تو حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔ اُن کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسی مقصد سے روانہ فرمایا کہ وہ ان احکام کا سب کے سامنے اعلان کر دیں، وجہ یہ تھی کہ اہلِ عرب میں یہ معمول تھا کہ اگر کسی شخص نے کوئی معاہدہ کیا ہوتا اور وہ اُسے ختم کرنا چاہتا تو یہ ضروری سمجھا جاتا تھا کہ معاہدہ ختم کرنے کا اعلان یا تو وہ خود کرے یا اُس کا کوئی قریبی رشتہ دار کرے۔ اس لئے رسولِ رحمت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔
(الدر المنثور، ص ۱۱۴، ج ۴)

واضح رہے کہ ''حجِ اکبر'' ہر حج کو اس لئے کہتے ہیں کہ عمرہ چھوٹا حج ہے اور اس کے مقابلے میں حج بڑا حج ہے۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر حج جمعہ کے دن آجائے تو وہ ''حجِ اکبر'' ہوتا ہے، اُس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ جمعہ کے دن حج ہو تو بیشک دو فضیلتیں جمع ہو جاتی ہیں، لیکن صرف اُسی کو ''حجِ اکبر'' قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ یہ لقب ہر حج کا ہے، چاہے وہ کسی بھی دن ہو۔

درس نمبر (۷۹۵) اللہ کا حکم مشرکوں کے لیے التوبہ: ۳۔۴

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَذَانٌ اور اعلان ہے مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی جانب سے وَرَسُوْلِهٖۤ اور اس کے رسول (کی جانب سے) اِلَى النَّاسِ لوگوں کی طرف يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ حجِ اکبر کے دن اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ بَرِيْٓءٌ دست بردار ہے مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین سے وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول (بھی) فَاِنْ تُبْتُمْ پھر اگر تم توبہ کرلو فَهُوَ خَيْرٌ تو یہ بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور اگر تم نے منہ پھیرے رکھا فَاعْلَمُوْۤا تو جان لو اَنَّكُمْ کہ بیشک تم غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ عاجز کرنے والے نہیں اللہ کو وَبَشِّرِ اور خوشخبری دے دیجئے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

دردناک عذاب کی O إِلَّا الَّذِينَ مگر وہ لوگ جن سے عٰهَدتُّمْ تم نے عہد کر رکھا ہے مِّنَ الْمُشْرِكِينَ مشرکین میں سے ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ پھر کمی نہیں کی انہوں نے تمہارے ساتھ شَيْئًا ذرا بھی وَلَمْ يُظَاهِرُوا اور نہ مدد کی انہوں نے عَلَيْكُمْ تمہارے خلاف أَحَدًا کسی کی فَأَتِمُّوا سو تم پورا کرو إِلَيْهِمْ ان کے ساتھ عَهْدَهُمْ ان کا عہد اِلٰى مُدَّتِهِمْ ان کی مدت (مقررہ) تک اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ متقیوں کو پسند کرتا ہے

ترجمہ: اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دستبردار ہے) پس اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو (اور اللہ سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے اور (اے پیغمبر!) کافروں کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو O البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا ہو اسے پورا کرو (کہ) اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حجِ اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام انسانوں کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔

۲۔ اللہ بھی مشرکین سے دستبردار ہو چکا ہے۔

۳۔ اے مشرکو! اگر تم توبہ کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہوگا۔

۴۔ اگر تم نے اب بھی منہ موڑے رکھا تو یاد رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

۵۔ تمام کافروں کو ایک دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

۶۔ البتہ اے مسلمانو! جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا

۷۔ پھر ان لوگوں نے تمہارے ساتھ عہد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

۸۔ تمہارے خلاف کسی کی مدد بھی نہیں کی۔

۹۔ تو ان کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کی مدت کو پورا کرو۔

۱۰۔ بیشک اللہ تعالیٰ احتیاط کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مشرکین سے دستبرداری سے متعلق اہم اور بنیادی باتیں گزشتہ درس میں بیان کی جا چکی ہیں۔ باقی وہ جزئیات جن کا ذکر باقی ہے انہیں یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔ شرک اور مشرکوں سے براءت کا اظہار قرآنِ مجید کی متعدد آیتوں میں کیا گیا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۹ میں یوں ہے: قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ کہہ دو کہ وہ تو صرف ایک خدا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کی خدائی میں شریک ٹھہراتے ہو میں ان سب سے بیزار ہوں۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵۴ میں یوں ہے: قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ حضرت ہود علیہ السلام نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم اللہ کے سوا جس کو اس کی خدائی میں شریک مانتے ہو میں اس سے بری ہوں۔ ان مشرکوں کو یہ اختیار

دیا جا رہا ہے کہ اب بھی تمہارے لئے یہ موقع ہے کہ تم توبہ کرلو، اگر تم توبہ کرلو گے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ دنیا کے اعتبار سے بھی کہ اسلامی حکومت کی طرف سے جو عتاب ہوگا اور جو قید و بند کی تکلیف ہوگی اس سے بھی بچ جاؤ گے اور آخرت کے عذاب سے بھی بچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر بندے کے لئے اس بات کی گنجائش رکھی ہے کہ وہ توبہ کرلے اور اپنی دنیا اور آخرت سنوار لے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۹ میں کہا گیا: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا ۟ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ البتہ جو لوگ اس سب کے بعد بھی توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا: اِنَّمَا التَّوۡبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِیۡبٍ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوۡبُ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ اللہ نے توبہ قبول کرنے کی جو ذمہ داری لی ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی سے کوئی برائی کر ڈالتے ہیں، پھر جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۶ میں کہا گیا کہ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ البتہ جو لوگ توبہ کرلیں گے اپنی اصلاح کرلیں گے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیں گے اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لئے بنالیں گے تو ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

ہر بندہ کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ وہ بندہ ہے، اس کے لئے بندگی ہی سزاوار ہے اور اس کے مقابلہ میں اس کا خالق و معبود برحق حاکم اور مالک ہے۔ مختار و قادر ہے۔ اس کے لئے تو بادشاہیت ہی سزاوار ہے۔ ایک کمزور اور حقیر بندہ جس کی زندگی اور موت خود اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، جس کی بیماری اور تندرستی خود اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، جس کی عزت و ذلت خود اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، وہ زمین و آسمان کے خالق و مالک کو عاجز نہیں کرسکتا۔ اسی حقیقت کو یہاں بیان کیا گیا: وَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ غَیۡرُ مُعۡجِزِی اللّٰہِ اگر تم اعراض کرو گے تو یہ جان لو کہ بلاشبہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۴ میں بھی کہا گیا: وَمَا أَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ اور تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۷ میں کہا گیا: لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡأَرۡضِ یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اپنالیا ہے وہ زمین میں کہیں بھاگ کر ہمیں بے بس کردیں گے۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا کہ وَمَا أَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡأَرۡضِ اور تمہاری مجال نہیں ہے کہ زمین میں اللہ کو عاجز کرسکو۔

جن مشرکین سے کسی خاص میعاد کے لئے صلح کا معاہدہ کیا گیا تھا وہ اس معاہدہ پر قائم رہے اور عہد کو نہیں توڑا تو ان کے بارے میں یہاں یہ حکم دیا گیا کہ فَأَتِمُّوۡا اِلَیۡہِمۡ عَہۡدَہُمۡ ان کے معاہدہ کو تم اس کی مدت تک پورا کرو۔ معلوم یہ ہوا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی گنجائش اسلامی تعلیمات میں نہیں ہے۔

درس نمبر (۷۹۶) مشرکوں سے متعلق مسلمانوں کو ہدایات التوبہ: ۵-۶

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡہُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَیۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡہُمۡ وَ خُذُوۡہُمۡ وَ احۡصُرُوۡہُمۡ وَ

اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝۵ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِذَا چنانچہ جب انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ گزر جائیں مہینے الْحُرُمُ حرمت والے فَاقْتُلُوْا تو تم قتل کرو الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین کو حَيْثُ جہاں کہیں وَجَدْتُّمُوْهُمْ تم پاؤ انہیں وَخُذُوْهُمْ اور پکڑو انہیں وَاحْصُرُوْهُمْ اور گھیرے میں لیے رکھو انکو وَاقْعُدُوْا لَهُمْ اور بیٹھو ان کی تاک میں كُلَّ مَرْصَدٍ ہر گھات کی جگہ فَاِنْ تَابُوْا پھر اگر وہ توبہ کرلیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کریں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوۃ دیں فَخَلُّوْا تو چھوڑ دو سَبِيْلَهُمْ ان کا راستہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہےO وَاِنْ اور اگر أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین میں سے کوئی اسْتَجَارَكَ آپ سے پناہ مانگے فَأَجِرْهُ تو آپ اسے پناہ دے دیں حَتّٰى يَسْمَعَ تا کہ وہ سنے كَلٰمَ اللّٰهِ اللہ کا کلام ثُمَّ اَبْلِغْهُ پھر آپ پہنچا دیں اس کو مَاْمَنَهٗ اس کے امن کی جگہ پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس سبب سے کہ وہ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ لوگ علم نہیں رکھتے

ترجمہ: جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہےO اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو تا کہ کلامِ الٰہی سننے لگے پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو اس لئے کہ یہ لاعلم لوگ ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو جنہوں نے تمہارے ساتھ بدعہدی کی جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو۔
۲۔ انہیں گھیرو اور انہیں پکڑنے کے لئے ہر گھات کی جگہ تاک لگا کر بیٹھو
۳۔ ہاں! اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔
۴۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔
۵۔ اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے اس وقت تک پناہ دو جب تک وہ اللہ کا کلام سن لے۔
۶۔ پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔
۷۔ یہ اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں علم نہیں ہے۔

صاحب تفسیر المنیر نے اس آیت کو آیتِ سیف قرار دیا یعنی تلوار کی آیت۔ اس لئے کہ اس آیت میں قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ مشرکین سے براءت کے اعلان کے بعد جو چار ماہ کی مہلت مشرکوں کو دی گئی تو اس کے بعد ایمان والوں کو کیا کرنا ضروری ہے؟ وہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہیکہ یہ مشرکین جہاں کہیں پائے جائیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ فَاِذَا انْسَلَخَ

اَلۡاَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ جب اشہر حرم یعنی حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکوں کو قتل کرو، جہاں بھی انہیں تم پالو۔ اشہر حرم سے مراد کونسے مہینے ہیں؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے مختلف قول ہیں۔ حضرت مجاہد اور ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں جن حرمت والے مہینوں کا ذکر ہے ان سے وہی مہینے مراد ہیں جن کا شروع سورت میں ذکر آیا ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ مدت کی تعیین کے بغیر کوئی معاہدہ تھا اور جن سے کوئی عہد و معاہدہ ہی نہ تھا ان کو چار ماہ کی مہلت دی گئی اور جنہوں نے عہد کو توڑ دیا یعنی مکہ کے قریش تو ان کو چار ماہ کی مدت میں سے بیس دن ذی الحجہ کے اور محرم الحرام کا پورا مہینہ گزر جانے کی مہلت دی گئی۔ صاحبِ روح المعانی نے یہ بات لکھی ہے کہ حرمت والے مہینوں سے وہ مہینے یہاں مراد نہیں ہیں جو عرب میں مشہور و معروف تھے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ جس وقت براءت کا اعلان ہوا تھا اس وقت ان چار مہینوں میں سے صرف بیس دن ذی الحجہ کے اور ایک مہینہ محرم ہی کا باقی رہ گیا تھا اور رجب کے مہینہ تک پہنچنے کے لئے درمیان میں پانچ مہینوں کا فاصلہ تھا۔ اگر ان پانچ مہینوں کو بھی حساب میں لے لیا جائے تو میعاد لمبی ہو جاتی، حالانکہ چار مہینوں سے زیادہ کسی کو مہلت نہیں دی گئی۔

اس آیت میں مشرکین کو صرف قتل ہی کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ پوری شدت کے ساتھ یہ حکم دیا گیا کہ ان کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو، ان کو پکڑو، ان کو گھیر و اور ان کی تاک میں گھات کے ہر موقع پر بیٹھو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ ان کو قلعہ میں بند کر دو۔ (التفسیر البسیط) باہر نکلنے سے ان کو روک دو اور ان کے لئے ہر گھات کی جگہ میں بیٹھ جاؤ یعنی مکۂ مکرمہ کے راستوں میں بیٹھو اور مشرکوں کو مکہ میں داخل ہونے نہ دو۔ ان مشرکوں کے لئے نجات اور سلامتی کی ایک صورت باقی رکھی گئی کہ فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ ہاں! اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ عرب کے مشرکوں سے قتال اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ جب وہ اپنے کفر اور شرک سے توبہ کر لیں گے اور نماز اور زکوٰۃ کے پابند ہو جائیں گے تو پھر ان کو اس کے راستہ پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اس آیت سے نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے نماز کے چھوڑنے والے کو قتل کا فیصلہ کیا ہے اور امام جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے یعنی أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ آتَوُا الزَّكَاةَ سے نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کو قبول کرنا مراد لیا ہے۔ عمل مراد نہیں کہ اگر مشرکین توبہ کر لیں اور نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کے لزوم کو تسلیم کر لیں تو پھر انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ اگر کوئی مشرک رسولِ رحمت ﷺ سے پناہ مانگے تو آپ ﷺ اس کو پناہ دے دیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، یعنی اگر کوئی مشرک دین اسلام کی سچائی اور حقانیت کو سمجھنا چاہے اور قرآنِ مجید کو سننا اور سمجھنا چاہے تو ایسا نہیں کیا جائے گا کہ اس کو موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے بلکہ دین اسلام کو سمجھنے کا موقع اسے دیا جائے گا۔ وہ اس نیت سے امان طلب کرے تو اسے امان دی جائے گی۔ دین اسلام کا مقصد قتل و قتال نہیں ہے۔ قتل تو ضرورت کیلئے ہوتا ہے۔ اسلام کا مقصد خونریزی نہیں ہے۔ دین اسلام یہ چاہتا ہے کہ سامنے والے کو توحید و نبوت کے دلائل کو سنجیدگی سے سمجھنے کا موقع دیا جائے۔ اگر وہ سمجھ لے اور مان

لے تو پھر اس کو امن کی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔ یہی حکم اس آیت میں دیا گیا ہے۔ اس آیت میں یہی کہا گیا کہ اگر مشرکین میں سے کوئی پناہ مانگے، امان طلب کرے تو اس کو پناہ دینی چاہئے اور امان کا پروانہ حوالے کر دینا چاہئے تا کہ وہ اسلام کو کھلے دل سے بغیر کسی دباؤ کے سمجھ سکے اور پھر اپنی مرضی سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہو جائے اور جب وہ دین اسلام کو سمجھ لے اور مان لے تو پھر وہ جب اپنے وطن کو جہاں اسکو امن حاصل ہو لوٹ جانا چاہے تو اس کو واپس جانے کیلئے امان دی جائے تا کہ وہ امن کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹ جائے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکوں کا ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر کوئی آدمی ہم میں سے یہ چاہے کہ وہ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے تا کہ وہ اللہ کا کلام سنے تو کیا ہوگا؟ کیا اس کو قتل کر دیا جائے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں! بلکہ اس کو امان دی جائے گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو تم اس کو پناہ دے دو۔ (التفسیر البسیط) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی کہ چونکہ ان مشرکین کو حق کا علم نہیں ہے۔ عرب کی اس قوم کی یہی حالت ہے کہ یہ جاہل قوم ہیں۔ اس لئے ان کو اس کا موقع دیا جانا چاہئے کہ وہ دین اسلام کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ ایسی صورت میں ان کو امن دینا اور ان کی حمایت کرنا واجب ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقصد کو پا لیں اور ایسے موقع پر جبکہ وہ امان طلب کریں انہیں قتل کرنا اور ان پر ظلم کرنا حرام ہے۔

درس نمبر (۷۹۷) کس قسم کا عہد پورا کیا جائے التوبہ: ۷-۸

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ۝٨

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَيْفَ کیوں کر يَكُونُ ہوسکتا ہے لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ مشرکوں کے لیے عہد عِندَ اللَّهِ اللہ کے نزدیک وَعِندَ رَسُولِهِ اور اس کے رسول کے نزدیک إِلَّا الَّذِينَ سوائے ان لوگوں کے جن سے عَاهَدتُّمْ تم نے عہد کیا تھا عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے نزدیک فَمَا پھر جب تک اسْتَقَامُوا وہ سیدھے رہیں لَكُمْ تمہارے لیے فَاسْتَقِيمُوا تو تم بھی سیدھے رہو لَهُمْ ان کے لیے إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ متقیوں کو پسند کرتا ہے ○ كَيْفَ کیوں کر (رہ سکتا ہے عہد)؟ وَإِن اور اگر يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ وہ تم پر غالب آجائیں لَا يَرْقُبُوا تو وہ خیال نہیں کریں گے فِيكُمْ تمہارے بارے میں إِلًّا رشتے داری کا وَلَا ذِمَّةً اور نہ کسی عہد کا يُرْضُونَكُم وہ تمہیں خوش کرتے ہیں بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے وَتَأْبَىٰ اور انکار کرتے ہیں قُلُوبُهُمْ ان کے دل وَأَكْثَرُهُمْ اور اکثر ان کے فَاسِقُونَ نافرمان ہیں

ترجمہ: بھلا مشرکوں کے لئے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے ہاں! جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول وقرار (پر) قائم رہو بیشک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے O (بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب ان کا یہ حال ہے) کہ اگر وہ تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا وہ لوگ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ان مشرکین سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کوئی معاہدہ کیسے باقی رہ سکتا ہے؟

۲۔البتہ جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے قریب معاہدہ کیا ہے۔

۳۔جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو۔

۴۔بیشک اللہ متقی لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

۵۔لیکن دوسرے مشرکین کے ساتھ کیسے معاہدہ برقرار رہ سکتا ہے جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی تم پر غالب آجائیں تو تمہارے معاملہ میں نہ کسی رشتہ داری کا خیال کریں اور نہ کسی معاہدے کا؟

۶۔یہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے راضی کرنا چاہتے ہیں۔

۷۔حالانکہ ان کے دل انکار کرتے ہیں۔

۸۔ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

گزشتہ آیتوں میں مشرکوں سے برأت کا اظہار کیا گیا اور چار ماہ کی مدت کی مہلت انہیں دی گئی اور ان میں سے کوئی امان طلب کرے تو امان دینے کی ہدایت دی گئی۔ان آیات میں مشرکوں کی بدعہدی کی کیفیت اور رشتہ داری کے سلسلہ میں ان کی بے حسی کا ذکر کیا جارہا ہے۔

عہد توڑنے میں ماہران مشرکوں کے عہد کی اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ کَیۡفَ یَکُوۡنُ لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ عَہۡدٌ کے ذریعہ یہی حقیقت سوالیہ انداز میں بیان کی جارہی ہے کہ اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیسے رہے گا؟ جس طرح ہم کسی سے کہتے ہیں کیا ہم دیوانے ہیں؟ اس سوال کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم دیوانے نہیں ہیں۔بالکل اسی طرح کَیۡفَ یَکُوۡنُ لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ کا مطلب یہ ہے کہ ان مشرکوں کے عہد کا اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی مقام اور حیثیت ہی نہیں ہے۔اس لئے کہ ان مشرکوں کی صرف زبانوں پر عہد و معاہدہ کی باتیں ہوتی ہیں۔اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں عہد توڑنے کے ناپاک ارادے ہوتے ہیں۔ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے بغض وعداوت ہے۔ان کی حالت یہ ہے کہ اگر یہ مسلمانوں پر غالب آجائیں تو یہ نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ رکھیں گے اور نہ ہی کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا لحاظ رکھیں گے۔یہ صرف اپنی زبان سے مسلمانوں کو راضی رکھنا چاہتے ہیں۔ان میں کے اکثر تو ایسے ہیں جن کے دلوں میں شرارت بھری ہوئی ہے۔انفرادی طور پر ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا بھی ہو جو عہد و پیمان اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ رکھے،مگر ان میں کی اکثریت تو

بدعہدی کرنے والے اور رشتہ داری کا لحاظ نہ رکھنے والے ہی ہیں۔

یہاں ایک استثنائی حکم بھی بتلایا گیا کہ وہ لوگ جن سے مسجد حرام کے قریب عہد ہوا تھا اور جو اپنے عہد پر قائم رہے اور ان کے معاہدہ کی مدت باقی بھی تھی جیسے بنی کنانہ اور بنی ضمرہ کے لوگ تھے تو ان کے بارے میں الگ حکم ہے کہ ان کے عہد و پیمان کی رعایت رکھی جائے گی۔ عہد و پیمان کی پاسداری کے سلسلہ میں ایک اصول یہ بیان کیا جارہا ہے کہ **فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ** جب تک وہ مشرکین تمہارے ساتھ سیدھے رہیں اور عہد و پیمان کی خلاف ورزی نہ کریں تو تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو یعنی تم بھی ان کے ساتھ کئے گئے عہد کی خلاف ورزی نہ کرو، اس لئے کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے کہ دین اسلام تو ایسی گھٹیا تعلیم ہرگز نہیں دیتا کہ اچھے لوگوں کے ساتھ بھی بُرا برتاؤ کیا جائے۔ اگر وہ مشرکین تمہارے ساتھ سیدھے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو۔ اللہ تعالیٰ اس اصول کو بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کی توجہ تقویٰ کی طرف مبذول فرمارہے ہیں کہ **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ** بیشک اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۴ میں **فَأَتِمُّوْا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ** کہا گیا کہ ان کے ساتھ کئے گئے معاہدے کی مدت کو پورا کرو۔

جب یہ بات کہی گئی کہ مشرکین رشتہ داری کا لحاظ نہیں رکھتے تو اس سے رشتہ داری کی اہمیت بھی محسوس ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہونی چاہئے کہ وہ آپسی رشتہ داری کا لحاظ رکھیں۔ ہمارا کلچر جیسے جیسے مغربی تہذیب کی طرف دوڑتا جارہا ہے ویسے ویسے رشتہ داری کا پاس ولحاظ بھی کمزور ہوتا جارہا ہے۔ بہت سے مسلمان بھی مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر اسلامی اقدار اور تہذیب سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اسلام نے جس خاندانی نظام کی بنیاد رکھی اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ننھیالی، ددھیالی اور سسرالی ان تینوں رشتوں کا لحاظ رکھیں۔ بعض مسلمان ددھیالی رشتوں کو اہمیت دیتے ہیں تو ننھیالی رشتہ داروں سے دور ہوجاتے ہیں۔ بعض ننھیالی رشتوں کی محبت میں ددھیالی رشتہ داروں سے دور ہوجاتے ہیں۔ بعض لوگ سسرالی رشتہ داروں کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے، حالانکہ ان میں کا ہر رشتہ، رشتہ ہی ہے جس کے پاس ولحاظ رکھنے کی تعلیم رسولِ رحمت ﷺ نے دی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ جب فلاں رشتہ دار ہمارے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرتے تو ہم بھی ان کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ صلہ رحمی کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا کمال نہیں ہے، کمال تو یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **صِلْ مَنْ قَطَعَكَ** جو تم سے قطع رحمی کرے تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (مسند احمد: ۱۷۳۳۴)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں، میں ان سے درگزر کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر واقعتاً حقیقت اسی طرح ہے جیسے تم نے بیان کی تو گویا تم انہیں جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم اپنی روش پر قائم رہو گے اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔ (مسند احمد: ۶۹۴۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (جامع الصغیر للسیوطی)

درس نمبر (۷۹۸) **سب سے برا عمل اللہ کے نزدیک** التوبہ:۹-۱۰-۱۱-۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۞ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِشْتَرَوْا انہوں نے بیچا بِآيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کو ثَمَناً قَلِيْلاً تھوڑے مول پر فَصَدُّوْا پھر انہوں نے (لوگوں کو) روکا عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے سے اِنَّهُمْ سَآءَ بے شک وہ برا ہے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ عمل کرتے تھےO لَا يَرْقُبُوْنَ وہ خیال نہیں کرتے فِيْ مُؤْمِنٍ کسی مومن کے بارے میں اِلًّا رشتے داری کا وَّلَا ذِمَّةً اور نہ کسی عہد کا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ اور یہی وہ لوگ ہیں الْمُعْتَدُوْنَ جو حد سے نکل جانے والے ہیںO فَاِنْ تَابُوْا پھر اگر وہ توبہ کرلیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کریں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیں فَاِخْوَانُكُمْ تو وہ تمہارے بھائی ہیں فِي الدِّيْنِ دین میں وَنُفَصِّلُ اور ہم مفصّل بیان کرتے ہیں الْاٰيٰتِ (اپنی) نشانیاں لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَعْلَمُوْنَ جو علم رکھتے ہیںO وَاِنْ اور اگر نَّكَثُوْا وہ توڑ دیں أَيْمَانَهُمْ اپنی قسمیں مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ بعد اپنے عہد کے (لینے کے) وَطَعَنُوْا اور طعن کریں فِيْ دِيْنِكُمْ تمہارے دین میں فَقَاتِلُوْا تو تم لڑو أَئِمَّةَ الْكُفْرِ (ان) سردارانِ کفر سے اِنَّهُمْ بے شک لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ نہیں (معتبر) ان کی قسمیں لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ تا کہ وہ باز آجائیں

ترجمہ: یہ لوگ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیںO یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیںO اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کے لئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیںO اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ وہ اپنی حرکات سے باز آجائیں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے دنیا کی تھوڑی سی قیمت لے لینا پسند کرلیا ہے۔

۲۔ اس کے نتیجہ میں لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکا ہے۔

۳۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے کرتوت بہت برے ہیں۔

۴۔ یہ کسی بھی مومن کے معاملہ میں کسی رشتہ داری یا معاہدے کا پاس نہیں کرتے۔
۵۔ یہی ہیں جو حدیں توڑنے والے ہیں۔
۶۔ لہٰذا اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔
۷۔ ہم احکام کی یہ تفصیل ان لوگوں کے لئے بیان کررہے ہیں جو جاننا چاہیں۔
۸۔ اگر ان لوگوں نے اپنا عہد دے دینے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالی ہوں۔
۹۔ تمہارے دین کو طعنے دیئے ہوں۔
۱۰۔ ایسے کفر کے سربراہوں سے اس نیت سے جنگ کرو کہ وہ باز آجائیں۔
۱۱۔ کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی قسموں کی کوئی حقیقت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آیتیں بیش قیمت سرمایہ ہوتی ہیں، انہیں دنیا کی اس بے قیمت چیز کے بدلہ بیچا یا خریدا نہیں جاسکتا۔ اس آیت میں مشرکین کے اس گھٹیا عمل کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلہ دنیا کی تھوڑی سی قیمت لے لینا پسند کرلیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر عمل کرنیکے بجائے دنیا کے حقیر فائدے حاصل کرنے کو انہوں نے ترجیح دی ہے۔ اس سلسلہ میں قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر ہدایات دی گئی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۱ میں ہے: وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَناً قَلِيلاً تم میری آیتوں کو معمولی سی قیمت لے کر نہ بیچو۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی یہی حکم موجود ہے۔

اس آیت میں مشرکین کے دوسرے بُرے عمل کا تذکرہ کیا گیا کہ فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ انہوں نے اللہ کے راستہ سے روک دیا۔ قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر اس جرم کا ذکر موجود ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۹ میں اہلِ کتاب سے مواخذہ کیا گیا: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ کہہ دیجئے پیغمبر! کہ اے اہلِ کتاب! اللہ کے راستہ سے تم کیوں روکتے ہو؟ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶۰ میں یہودیوں سے متعلق یوں کہا گیا: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ كَثِيراً یہودیوں کی سنگین زیادتی کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال کی گئی تھیں اور اس لئے کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے تھے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳ میں اللہ کے راستہ سے روکنے والوں کو بڑے دور کی گمراہی میں مبتلا قرار دیا گیا: الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجاً أُوْلَئِكَ فِي ضَلاَلٍ بَعِيدٍ وہ لوگ جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور دوسروں کو راستے پر آنے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے ہیں، وہ بڑے دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں کو معمولی قیمت پر خرید رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں وہ کوئی اچھا کام نہیں کررہے ہیں۔ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یہ بہت بُرا کام کررہے ہیں۔ حضرت عبداللہ زرقی سے روایت ہے کہ جنگِ احد کے دن جب مشرکین شکست کھا کر بھاگے تو رسولِ رحمت ﷺ نے ایک طویل دعاء فرمائی جس میں یہ جملے بھی شامل تھے: اے اللہ! ان کافروں کو کیفر کردار تک خود ہی پہنچا جو آپ کے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کے راستے سے روکتے ہیں اور ان پر اپنا عذاب مسلط فرما۔ (مسند احمد: ۱۵۴۹۲)

مشرکوں کی اس بدعملی کا تذکرہ بھی یہاں کیا گیا کہ لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً وہ کسی مومن کے بارے میں کسی قرابتداری کا اور کسی ذمہ داری کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے۔ایسے ہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ان مشرکین کے لئے نجات وفوز وفلاح کی ایک سبیل بتلائی گئی کہ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ اگر یہ لوگ کفر سے توبہ کرلیں اور نماز قائم کرلیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ایسی صورت میں یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ذرا غور کیجئے کہ ہمارے ملک میں ذات پات کا کس قدر گھٹیا تصور ہے کہ اس ملک کے برہمنوں نے اس بدترین عقیدہ سے کس قدر انسانیت کی توہین کی کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین:۴) کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ان برہمنوں نے ان انسانوں کو ذات پات میں تقسیم کردیا اور یوں فساد اور بگاڑ پیدا کیا کہ فلاں ذات کا انسان سر سے پیدا ہوا،فلاں منہ سے پیدا ہوا،فلاں گھٹنے سے پیدا ہوا۔فلاں پیر سے پیدا ہوا۔(نعوذ باللہ) اس طرح اس مسئلہ کو اچھوت بنادیا اور دلت،لنگایت،چمار جیسے الفاظ استعمال کئے اور انسانوں کو ذلت کے دلدل میں پھنسادیا۔دوسری طرف اسلام وہ پیارا مذہب ہے جو مساوات کی پیاری تعلیم دیتا ہے کہ اگر کوئی مشرک کافر اور منافق دائرۂ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے تو ''فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں'' کی سندِ فضیلت عطا کرتا ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے معاہدہ کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ دیں تو تم کفر کے ان سرغنوں سے جنگ کرو۔ بلاشبہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے یہاں قسموں کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ جنگ ان سے اس لئے کی جائے تاکہ یہ اپنی شرارتوں سے باز آئیں۔عہد شکنی کے سلسلہ میں سورۂ فتح کی آیت نمبر ۱۰ میں کہا گیا: فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا جس نے عہد شکنی کی وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔مشرکوں کے اس بُرے عمل کا بھی یہاں تذکرہ ہے کہ وہ طعنہ دیتے تھے۔ان مشرکوں نے تمہارے دین کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا۔یہ مشرکین جو خود شرارت وخباثت میں پڑے ہوئے تھے،خود ان کا دامن شرک وکفر کی نجاست سے بھرا ہوا تھا۔مگر یہ پاکیزہ اور نقص سے پاک دین اسلام پر طعنہ زنی کرتے تھے اور طرح طرح کے طعنے دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے اس جرم کا بھی تذکرہ یہاں فرمایا ہے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۶ میں بتلایا گیا ہے کہ دین میں طعنہ دینے کی عادت یہودیوں میں بھی تھی: وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ اور دین میں طعنہ دیتے ہیں۔

درس نمبر (۷۹۹) اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو التوبہ:۱۳۔۱۴۔۱۵

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۳ قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَیُخْزِهِمْ وَیَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۴ وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۱۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَا تُقَاتِلُوْنَ کیا تم نہیں لڑو گے قَوْمًا ان لوگوں سے کہ نَّكَثُوْٓا انہوں نے توڑ دیں اَيْمَانَهُمْ اپنی قسمیں وَهَمُّوْا اور انہوں نے ارادہ کیا تھا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ رسول کو نکالنے کا وَهُمْ اور انہوں نے ہی بَدَءُوْكُمْ (لڑائی) شروع کی تم سے اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلے پہل؟ اَتَخْشَوْنَهُمْ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ فَاللّٰهُ اَحَقُّ چنانچہ اللہ زیادہ حقدار ہے اَنْ تَخْشَوْهُ کہ تم اس سے ڈرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو O قَاتِلُوْهُمْ تم ان سے لڑو يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ کہ اللہ انہیں عذاب دے بِاَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں سے وَيُخْزِهِمْ اور رسوا کرے انہیں وَيَنْصُرْكُمْ اور مدد کرے تمہاری عَلَيْهِمْ ان کے مقابلے میں وَيَشْفِ اور شفا بخشے صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ مومن قوم کے سینوں کو O وَيُذْهِبْ غَيْظَ اور وہ دور کر دے غصہ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں کا وَيَتُوْبُ اللّٰهُ اور اللہ توجہ فرماتا ہے عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر (الٰہی) کے جلاوطن کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتداء کی کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ تعالیٰ ہے بشرطیکہ ایمان رکھتے ہو O ان سے (خوب) لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا O اور ان کے دلوں سے غصہ دُور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا؟

۲۔ رسول کو وطن سے نکالنے کا ارادہ کیا۔

۳۔ وہی ہیں جنہوں نے تمہارے خلاف چھیڑ چھاڑ کرنے میں پہل کی۔

۴۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟

۵۔ اگر ایسا ہے تو اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

۶۔ اگر تم مومن ہو۔

۷۔ ان سے جنگ کرو تا کہ اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے۔

۸۔ انہیں رسوا کرے اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے اور مومنوں کے دل ٹھنڈے کر دے۔

۹۔ ان کے دل کی کڑھن دور کر دے۔

۱۰۔ جس کی چاہے توبہ قبول کرے۔

۱۱۔ اللہ کا علم بھی کامل ہے حکمت بھی کامل ہے۔

پچھلی آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ تم کفر کے ان سرغنوں سے جنگ کرو۔ ان سے

جنگ کا حکم جو دیا گیا تو اس کی وجہ یہاں یہ بتلائی جا رہی ہے کہ ان سرغنوں سے اس لئے جنگ کی جائے گی کہ انہوں نے مسلمانوں سے کئے ہوئے عہد کو توڑ ڈالا۔ مسلمانوں کے ساتھ حد سے تجاوز کیا اور خود ہی مسلمانوں سے جنگ کی ابتداء کی اور رسولِ رحمت ﷺ کو مکۂ مکرمہ کی سرزمین سے نکالنے کا ناپاک ارادہ کیا۔ اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور بنی خزاعہ (جو مسلمانوں کے اتحادی دوست تھے) کے مقابلہ میں ان مشرکین نے بنی بکر کی مدد کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت مکہ کے ان کافروں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے صلح حدیبیہ کے عہد و پیمان کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور بنی خزاعہ کے مقابلہ میں بنی بکر کی مدد کی۔ (التفسیر المنیر) اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہیکہ عام کافروں کے مقابلہ میں ان کافروں سے قتال کرنا اولیٰ ہے جو عہد کو توڑتے ہیں۔

جن مشرکین سے قتال کا حکم دیا جا رہا ہے یہ وہ مشرکین تھے جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کے خلاف سازشیں کیں اور آپ ﷺ کو مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ ہجرت کرنے پر مجبور کیا، جس کا ذکر سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳۰ میں یوں ہے: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا اور سورۂ ممتحنہ کی آیت نمبر ۱ میں یوں ہے يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۶ میں یوں ہے: وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا۔ جن مشرکین سے قتل کا حکم دیا جا رہا ہے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے جنگِ بدر کے دن مسلمانوں سے قتال کرنے میں پہل کی تھی، جنہوں نے پورے غرور و گھمنڈ سے یہ کہا تھا کہ ہم اس وقت تک میدانِ بدر سے نہیں لوٹیں گے جب تک کہ محمد کو اور اس کے ساتھ والوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک نہ دیں۔ اسی طرح جنگِ احد اور جنگِ خندق جیسی تاریخی جنگوں میں بھی مشرکین ہی نے قتال کرنے میں پہل کی تھی۔ انہی وجوہات کی بنیاد پر مسلمانوں کو ان مشرکین سے قتال کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے سوال کر رہے ہیں کہ أَتَخْشَوْنَهُمْ کیا تم ان مشرکین سے ڈرتے ہو؟ اور اس ڈر کی وجہ سے جنگ کرنے سے باز آجاتے ہو؟ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اور اس رب ذو الجلال کا حکم مانو اور اس کے حکم کے مطابق ان مشرکین سے قتال کرو۔ اگر واقعی تم مومن ہو تو تمہارا ایمان تم سے یہ تقاضہ کرتا ہے کہ تم اللہ سے ڈرتے ہوئے قتال کے لئے میدانِ کارزار میں اتر جاؤ۔

مسلمانوں کے حوصلوں کو بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دوبارہ حکم دیا کہ قَاتِلُوهُمْ تم ان سے قتال کرو۔ تم یہ مت سمجھو کہ جب تم ان مشرکوں سے لڑوگے تو تمہارا رب تم سے اپنا تعلق نہیں رکھے گا بلکہ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ان مشرکین کو عذاب دے گا اور ان مشرکوں کو ذلیل و رسوا کرے گا اور ان مشرکین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد و نصرت کرے گا اور تمہارے دلوں میں جو رنج و غم ہے اس جنگ میں تمہیں غلبہ دے کر اس رنج و غم کو بھی دور کر دے گا۔ ایمان والوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ ایسی شفاء عطا فرمائے گا کہ جس سے ان کے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے، اس لئے کہ جنگ کے نتیجہ میں کافر قتل کئے جائیں گے اور ذلیل و خوار ہوں گے اور مسلمان اپنی آنکھوں سے ان کافروں کا بُرا انجام دیکھ لیں گے۔ یہاں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ مسلمانوں کے دلوں کو شفاء عطا کرے گا اور دوسرے وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ اور ان کے دلوں کی جلن کو دور فرما دے گا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی

بات سے یعنی دلوں کے شفاء سے مراد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اس مدد سے خوشی ومسرت حاصل ہوگی جس مدد کے وہ منتظر تھے اور دلوں کی جلن دور ہونے سے مراد ان کے دلوں میں جو کیفیتیں چھا گئی تھیں وہ اللہ تعالیٰ ختم کردے گا۔

وَیَتُوۡبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ کے ذریعہ یہ حقیقت بھی بتلادی گئی کہ اے مومنو! تمہیں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ تم کرو۔ تمہارا کام دشمن سے مقابلہ کرنا ہے اور قضاء وقدر کا جو معاملہ ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اسلام کی توفیق عطا فرمادے اور ان کے کفر چھوڑنے کی وجہ سے ان کی توبہ قبول کرلے، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل وکرم ہوگا، وہ جس پر چاہے فضل فرمادے، جیسا کہ ان مشرکین میں سے بعض جو مسلمانوں کے خلاف صف آراء تھے وہ بعد میں مسلمان ہوگئے۔ ابوسفیان حضرت ابوسفیان ہوگئے۔ عکرمہ بن جہل حضرت عکرمہ اور سہیل بن عمرو حضرت سہیل بن عمرو ہوگئے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) جو شخص باطل سے اپنا رخ موڑ لیتا ہے، نافرمانی سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اور جس توبہ کے دروازہ کو رب ذوالجلال نے کھلا رکھا ہے اس دروازہ میں داخل ہونے کی تڑپ اپنے دل میں پیدا کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! مرنے سے پہلے اللہ کی جناب میں توبہ کرو اور مشغولیت سے پہلے نیک اعمال میں سبقت کرو۔ جو رشتہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ہے اسے جوڑو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کو خوب یاد کرو اور خفیہ وعلانیہ طور پر زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرو۔ تمہیں تمہارے رب کی جانب سے رزق دیا جائے گا۔ تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری گرتی حالت سنبھال دی جائے گی۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ کو اس مقام، اس دن اور اس مہینہ میں فرض کیا ہے اور اس سال سے تا قیامت فرض ہے۔ لہٰذا جس نے جمعہ کو میری زندگی میں یا میرے بعد حقیر ومعمولی جان کر یا اس کا انکار کرکے چھوڑ دیا، حالانکہ امام موجود ہو خواہ وہ عادل ہو یا ظالم تو اللہ تعالیٰ اس کے اتحاد کو پارہ پارہ کردے گا اور اس کے کام میں برکت نہ دے گا۔ سن لو! اس کی نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور کوئی بھی نیکی قبول نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ لہٰذا جس نے توبہ کی اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ سن لو! کوئی عورت کسی مرد کی، کوئی اعرابی (دیہاتی) کسی مہاجر کی، کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرے۔ ہاں! جب وہ کسی ایسے حاکم سے مغلوب ہوجائے جس کی تلوار اور کوڑوں کا ڈر ہو۔ (ابن ماجہ: ۱۰۸۱)

درس نمبر (۸۰۰) **کیا آزمائش کے بغیر جنت میں داخلہ ہوجائے گا؟** التوبہ: ۱۶۔۱۷۔۱۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تُتۡرَكُوۡا وَ لَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَلَمۡ يَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوۡلِهٖ وَلَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ لِيۡجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۠ مَا كَانَ لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ اَنۡ يَّعۡمُرُوۡا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ بِالۡكُفۡرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ ۖۚ وَفِى النَّارِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ ۝ اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ قف فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم نے گمان کرلیا ہے اَنْ تُتْرَكُوْا کہ (یوں ہی) تم چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ جبکہ ابھی تک نہیں جانا اللہ نے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے جٰهَدُوْا جہاد کیا مِنْكُمْ تم میں سے وَلَمْ يَتَّخِذُوْا اور انہوں نے نہیں بنایا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا وَلَا رَسُوْلِهٖ اور نہ اس کے رسول کے (سوا) وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ اور نہ مومنوں کے (سوا) وَلِيْجَةً کوئی دلی دوست وَاللّٰهُ اور اللہ خَبِيْرٌ خوب خبردار ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ ان سے جو تم عمل کرتے ہو ۝ مَا كَانَ نہیں ہے (لائق) لِلْمُشْرِكِيْنَ واسطے مشرکوں کے اَنْ يَّعْمُرُوْا یہ کہ وہ آباد کریں مَسٰجِدَ اللّٰهِ اللہ کی مسجدوں کو شٰهِدِيْنَ شہادت دیتے ہوئے عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں پر بِالْكُفْرِ کفر کی اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں حَبِطَتْ (کہ) برباد ہوگئے اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل وَفِي النَّارِ اور آگ میں هُمْ خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ صرف وہی آباد کرتا ہے مَسٰجِدَ اللّٰهِ اللہ کی مسجدیں مَنْ اٰمَنَ جو ایمان لایا بِاللّٰهِ اللہ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یومِ آخرت پر وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور اس نے نماز قائم کی وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کی وَلَمْ يَخْشَ اور وہ نہیں ڈرا اِلَّا اللّٰهَ مگر اللہ ہی سے فَعَسٰٓى سو امید ہے کہ اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا وہی ہوں گے مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے

ترجمہ: کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ (بے آزمائش) چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو جدا کیا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دِلی دوست نہیں بنایا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ۝ مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں ان لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ۝ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟

۲۔ حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون جہاد کرتے ہیں؟

۳۔ اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی اور کو خصوصی راز دار نہیں بناتے۔

۴۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

۵۔ مشرکین اس بات کے اہل نہیں ہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔

۶۔ حالانکہ وہ خود اپنے گھر کے گواہ بنے ہوئے ہیں۔

۷۔ان لوگوں کے تو اعمال ہی غارت ہو چکے ہیں۔
۸۔دوزخ ہی میں ان کو ہمیشہ رہنا ہے۔
۹۔اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔
۱۰۔ایسے ہی لوگوں سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔

دنیا کی یہ مختصری زندگی امتحان ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ میں فرمایا گیا: وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ہم تمہاری آزمائش کریں گے خوف، بھوک، مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ۔سورۂ ملک کی آیت نمبر۲ میں ہے: الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے؟ گزشتہ آیتوں میں بدعہدی کرنے والے مشرکین سے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔اس آیت میں بھی نئے انداز میں ترغیب دی جا رہی ہے کہ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور تمہارا امتحان نہ ہوگا؟ یہ بات ذہن میں رہے کہ مومن و مسلمان کا امتحان صرف نماز ، روزہ، زکوٰۃ، حج اور قربانی جیسی سہل عبادتوں کی حد تک نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی آزمائش ایسی صورت میں بھی کرتے ہیں جس میں انسانوں کو مشقت، تکلیف اور گرانی ہو۔وہ امتحان بھی کیسا امتحان ہے جس میں تکلیف اور بوجھ نہ ہو؟ جب مومن سے اس کی جان اور اس کے مال کا مطالبہ ہو کہ وہ اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرے تو اس کے مومن و مخلص ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اس امتحان میں پورا اترے اور دین حق کی سربلندی کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنا مال بھی خرچ کرے اور اپنی جان بھی نچھاور کردے۔اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ بتلا رہے ہیں کہ اے مومنو! جس حالت میں ہو اسی حالت میں تم کو چھوڑ نہیں دیا جائے گا کہ مفت میں اللہ کی رضا، مغفرت اور جنت کی بیش بہا نعمتیں مل جائیں۔ جب تک کہ تم میں مخلص کون ہے اور غیر مخلص کون ہے پہچان نہ لے؟ اس وقت تک تم کو چھوڑا نہیں جائے گا۔سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر۲ میں کہا گیا: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعویٰ پر کہ ہم ایمان لائے، ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے چھوڑ دیں گے؟ جہاد کے حکم کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کی سرکوبی ہو اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ ایمان والوں کی آزمائش ہو۔کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو، مخلص اور غیر مخلص اور مومن و منافق کے درمیان فرق واضح ہو۔جس نے جم کر جہاد کیا وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوگیا اور جس نے جہاد سے جی چرایا اس کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا۔ جہاد کی حکمت اپنے بندوں کی آزمائش ہے کہ کون اطاعت کرتا ہے اور کون منہ موڑتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے بھی معلوم ہے اور بعد میں بھی۔امتحان سے پہلے بھی اللہ کو معلوم ہے اور امتحان کے بعد بھی کہ کون کتنے پانی میں ہے؟ یہ حجت کے طور پر ہے کہ واقعہ کے صادر ہونے سے کھل کر سب کے سامنے بات آجاتی ہے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون ہے؟ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۱۷۹ میں یہی بات بتائی گئی: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى

يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ اللہ ایسا نہیں کرسکتا کہ مومنوں کو اس حالت پر چھوڑ رکھے جس پر تم لوگ اس وقت ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے۔ بالخصوص ایسے ماحول میں جبکہ ایک قوم کا دوسری قوم کے درمیان جنگ کا ماحول ہو۔ کسی بھی قوم کے تحفظ کے لئے یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے کہ قوم کے افراد راز کی باتوں کو قوم تک ہی محدود رکھیں۔ اگر قوم کا کوئی فرد دوسری قوم کے افراد کو اپنی راز کی باتیں بتلاتا ہو تو یہ خیانت اور بے وفائی ہے۔ جنگ کے ماحول میں مسلمانوں کی یہ بھی ایک آزمائش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا راز دار نہ بنالیں۔ اسی بات کو وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً کے ذریعہ بتایا گیا کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے علاوہ کسی کو دوست نہیں بنایا۔

جو مسلمان مشرکوں کو اپنا راز دار بناتا ہے اور مسلمانوں کی راز کی باتوں کی اطلاعات دیتا ہے اور مسلمانوں کے اہم امور کی خبر دیتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں مخلص مسلمان نہیں ہے۔ یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح کسی مسلمان کو جہاد کا حکم دے کر آزماتے ہیں کہ وہ جہاد کرتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مسلمان کی آزمائش رازداری کے باب میں بھی کی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے راز کو محفوظ رکھتا ہے یا مشرکوں تک پہنچاتا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد یعنی رسولِ رحمت ﷺ کے چچا حضرت عباس جو جنگِ بدر کے موقع پر قیدی بن کر آئے تھے اور اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم کو اسلام، ہجرت اور جہاد کرنے میں ہم پر سبقت ہے تو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نیکی کے کاموں میں تم سے آگے ہیں، اس لئے کہ ہم نے مسجد حرام کی تعمیر کی ہے، حاجیوں کو پانی پلایا ہے اور قیدیوں کو رہائی دی ہے۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ الخ۔ (التفسیر المنیر) مشرکین اس کے اہل نہیں ہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں کہ وہ اپنے بارے میں کافر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہوگئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرے۔ توقع ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔

ایک دوسری روایت اس سلسلہ میں یہ ہے کہ مہاجر اور انصار بدر کے قیدیوں کے پاس آئے اور ان کو ان کے شرک پر عار دلائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو قیدیوں میں تھے ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے) کی زجر و توبیخ کی اس بات پر کہ انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے قتال کیا، رشتہ داری کا بھی لحاظ نہ رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بات میں سختی فرمائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تم ہماری برائیاں گنا رہے ہو اور ہماری خوبیوں اور اچھائیوں کو چھپا رہے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تمہارے اندر بھی کچھ خوبیاں ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اجر کے اعتبار سے تم سے افضل ہیں۔ ہم نے مسجد حرام کی تعمیر کی ہے اور کعبۃ اللہ کی دربانی کی ہے، حاجیوں کو پانی پلایا ہے اور قیدیوں کو رہا کیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر البغوی) اس آیت کے ذریعہ واضح کردیا گیا کہ مشرکین کے لئے اب درست

نہیں ہے کہ وہ اللہ کے گھروں کی تعمیر کریں یا آباد کریں اور مسجد حرام میں عبادت کے لئے کھڑے ہوں یا اس کی خدمت اور حفاظت کریں، اور نہ ہی یہ مشرکین حج یا عمرہ کے لئے اس میں داخل ہوسکیں گے، اس لئے کہ وہ کفر کی حالت میں ہیں۔ مسجدیں تو وہ آباد کرتے ہیں جن کے دل میں اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو اور وہ نماز بھی قائم کریں اور زکوٰۃ بھی دیں اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈریں، ڈریں تو اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ ایسے صفات کے حامل افراد ہی ہدایت پر قائم ہیں، جن کے اندر یہ اوصاف نہیں ہیں وہ ہدایت سے محروم ہیں اور گمراہی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

درس نمبر (۸۰۱) کونسا عمل اللہ کے نزدیک بڑا اجر والا ہے؟ التوبہ:۱۹۔۲۰۔۲۱۔۲۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَجَعَلْتُمْ کیا تم نے ٹھہرالیا ہے سِقَايَةَ الْحَآجِّ حاجیوں کے پانی پلانے کو وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجدِ حرام کے آباد کرنے کو كَمَنْ مانند اس شخص کے (عمل کے) جو اٰمَنَ بِاللّٰهِ اللہ پر ایمان لایا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یوم آخرت پر وَجَاهَدَ اور اس نے جہاد کیا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں لَا يَسْتَوٗنَ برابر نہیں ہوسکتے وہ (دونوں) عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک وَاللّٰهُ اور اللہ لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ظالم لوگوں کو O اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو آمَنُوْا ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجَاهَدُوْا اور جہاد کیا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں بِأَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَأَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے (ساتھ) اَعْظَمُ دَرَجَةً (وہ) درجہ میں سب سے بڑھ کر ہیں عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور یہی لوگ کامیاب ہیں O يُبَشِّرُهُمْ خوش خبری دیتا ہے ان کو رَبُّهُمْ ان کا رب بِرَحْمَةٍ رحمت کی مِّنْهُ اپنی طرف سے وَرِضْوَانٍ اور رضامندی کی وَجَنَّاتٍ اور ایسے باغوں کی کہ لَّهُمْ ان کے لیے فِيْهَا نَعِيْمٌ ان میں نعمت ہے مُّقِيْمٌ ہمیشہ رہنے والی O خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَآ اَبَدًا اس میں ابد تک اِنَّ اللّٰهَ بےشک اللہ عِنْدَهٗٓ اسی کے پاس ہے اَجْرٌ عَظِيْمٌ بہت بڑا اجر

ترجمہ: کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا O جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں

ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں O ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمت ہائے جاودانی ہے O (اور وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا صِلہ (تیار) ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے اعمال کے برابر سمجھ رکھا ہے؟

۲۔ جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لایا ہے اور جس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہے۔

۳۔ اللہ کے نزدیک یہ سب برابر نہیں ہو سکتے۔

۴۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

۵۔ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کی ہے اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے۔

۶۔ وہ اللہ کے نزدیک درجے میں کہیں زیادہ ہیں اور وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

۷۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی طرف سے رحمت اور خوشنودی کی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

۸۔ یقیناً اللہ ہی ہے جس کے پاس عظمت والا اجر موجود ہے۔

یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل ایمان کی قدر و قیمت ہے۔ ایمان کے بعد اعمالِ صالحہ ہیں۔ ایمان بنیاد کی طرح ہے اور اعمال عمارت کے مانند ہیں۔ اگر کسی کے پاس ایمان کی بنیاد ہی نہیں ہے تو اس کے عمل پر جزاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دورِ جاہلیت میں مشرکین کچھ اچھے کام ضرور کرتے تھے، مثلاً حاجیوں کو پانی پلاتے تھے، کعبۃ اللہ کی دربانی کرتے تھے، اپنے طریقہ سے حج کیا کرتے تھے، کعبۃ اللہ کا طواف کیا کرتے تھے، مسجد حرام کی تعمیر کرتے تھے، قیدیوں کو رہا کرتے تھے وغیرہ۔ لیکن وہ ایمان سے محروم تھے۔ بغیر ایمان کے ان تمام اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس آیت میں مشرکین کے اس زعم اور خوش فہمی کو ختم کیا گیا ہے کہ کیا تم نے حج کرنے والوں کو، پانی پلانے والوں کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے والوں کو اس شخص کے برابر بنا دیا جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک یہ لوگ برابر نہیں ہیں۔

حضرت لقمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں حجاج کو پانی پلاؤں اور اس کے بعد دوسرا کوئی نیک عمل نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا کہ اگر میں مسجد حرام کو آباد کرنے کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں تو مجھے دوسرے اعمال کے چھوٹ جانے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تیسرے شخص نے کہا کہ تم نے جو اپنے اعمال کے بارے میں کہا ان اعمال سے بڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ان لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھڑک دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کے قریب آوازیں بلند نہ کرو۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نماز سے فارغ

ہوکر رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس بارے میں دریافت کروں گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل) اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان اور جہاد یہ دو دونوں حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی دیکھ بھال کرنے سے زیادہ افضل ہیں۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ سے مراد یہ کہ جو لوگ شرک پر قائم رہ کر حق اور سچی بات کو نہیں مانتے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا۔ اس کے بعد ایمان، ہجرت اور جہاد ان تینوں اوصاف کے حامل افراد یعنی مومن، مہاجر اور مجاہد لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں یہ درجہ میں بہت بڑے ہیں اور یہ لوگ پورے کے پورے کامیاب ہیں۔ یہ آفاقی سند رب ذوالجلال کی طرف سے دی جا رہی ہیکہ مومن مہاجر اور مجاہد یہ کامیاب ترین لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں صرف کامیابی کی سند نہیں دی بلکہ بڑی تفصیل کے ساتھ انہیں یوں بشارت دی کہ (۱) **يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ** (۲) **وَرِضْوَانٍ** (۳) **وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ** (۴) **خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا** (۵) **اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ**۔ ان مومن مہاجرین ومجاہدین کے لئے کامیابی کے ساتھ ساتھ یہ پانچ خوشخبریاں بھی دی گئیں کہ: (۱) انہیں وسیع رحمت عطا فرمائی جائے گی۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی کامل رضامندی کی نعمت عطا کی جائے گی۔ (۳) اور ایسے باغات دیئے جائیں گے جس میں باقی رہنے والی نعمتیں ہوں گی۔ (۴) اور وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے (۵) اس کے علاوہ اللہ کے ہاں انہیں اجر عظیم بھی ملے گا۔ ایمان، اعمالِ صالحہ، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے جو انہوں نے رب ذوالجلال کی مرضی کے لئے انجام دیئے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے کہیں گے اہلِ جنت! وہ کہیں گے لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ بتایئے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے کیا تم خوش ہو؟ وہ کہیں گے ہمیں کیا ہوا کہ ہم خوش نہ ہوں۔ آپ نے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرمایا جو آپ کی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے میں تم کو اس سے بھی زیادہ عطا کروں گا۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! کونسی چیز اس سے بھی زیادہ افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ میں نے تم پر اپنی رضامندی کو واجب کر دیا ہے۔ اس کے بعد کبھی بھی میں تم پر غصہ نہیں کروں گا۔ (بخاری: ٦٥٤٩) بہرحال مجاہدین کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔ اللہ کے ہاں تمام درجوں سے بڑھ کر مجاہدین کا درجہ ہے۔ مجاہدین وہ نجات پانے والے کامیاب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بشارتیں دی ہیں۔

درس نمبر (٨٠٢) سب سے زیادہ محبت کس سے ہونی چاہیے؟ التوبہ: ٢٣-٢٤

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ

اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَجِہَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو جو آمَنُوْا ایمان لائے ہو! لَا تَتَّخِذُوْا نہ بناؤ تم اٰبَآءَ کُمْ اپنے باپوں کو وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اور اپنے بھائیوں کو دوست اِنِ اسْتَحَبُّوْا اگر وہ پسند کریں الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ کفر کو ایمان پر وَمَنْ اور جو یَّتَوَلَّھُمْ دوستی رکھے گا ان سے مِّنْکُمْ تم میں سے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ تو یہی لوگ ظالم ہیں O قُلْ اِنْ کَانَ کہہ دیجئے! اگر ہیں اٰبَآؤُکُمْ تمہارے باپ وَاَبْنَآؤُکُمْ اور تمہارے بیٹے وَاِخْوَانُکُمْ اور تمہارے بھائی وَاَزْوَاجُکُمْ اور تمہاری بیویاں وَعَشِیْرَتُکُمْ اور تمہارا کنبہ قبیلہ وَاَمْوَالُ اور (وہ) مال جو اقْتَرَفْتُمُوْھَا تم نے کمائے وَتِجَارَۃٌ اور (وہ) تجارت تَخْشَوْنَ (کہ) تم ڈرتے ہو کَسَادَھَا اس کے مندا پڑ جانے سے وَمَسَاکِنُ اور (وہ) گھر (کہ) تَرْضَوْنَھَا تم انہیں پسند کرتے ہو اَحَبَّ زیادہ محبوب ہیں اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ تمہیں اللہ سے وَرَسُوْلِہٖ اور اس کے رسول سے وَجِھَادٍ اور جہاد کرنے سے فِیْ سَبِیْلِہٖ اس کی راہ میں فَتَرَبَّصُوْا تو تم انتظار کرو حَتّٰی یہاں تک کہ یَاْتِیَ اللّٰہُ اللہ لے آئے بِاَمْرِہٖ اپنا حکم وَاللّٰہُ اور اللہ لَا یَھْدِیْ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ ان لوگوں کو جو الْفَاسِقِیْنَ نافرمانی کرنے والے ہیں

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں O کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بھائی کفر کو ایمان کے مقابلہ میں ترجیح دیں تو ان کو اپنا سرپرست نہ بناؤ۔

۲۔ جو لوگ ان کو سرپرست بنائیں گے وہ ظالم ہوں گے۔

۳۔ اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے اور وہ کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔

۴۔ تو انتظار کرو یہاں تک اللہ اپنا فیصلہ صادر فرما دے۔

۵۔ اللہ نافرمانوں کو منزل تک نہیں پہنچاتا۔

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۱ میں مومن مرد اور مومن عورتوں کے بارے میں کہا گیا کہ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں

یہود ونصاریٰ کے بارے میں کہا گیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَھُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ سورۃ انفال کی آیت نمبر ۷۳ میں کافروں کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ان آیات سے معلوم یہ ہوا کہ کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ یہود ونصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور مومن آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ سورۃ ممتحنہ کی آیت نمبر ۱ میں ایمان والوں کو صاف طور پر یہ حکم دیا گیا: یَا أَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ أَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ إِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو ایسا دوست مت بناؤ کہ ان کو محبت کے پیغام بھیجنے لگو۔ خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کو اس پیمانہ کا دوست نہ بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس بات سے روکا ہے کہ اگر ان کے باپوں اور بھائیوں نے ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کیا ہے تو وہ ان باپوں اور بھائیوں سے دوستی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ یہاں یہ بتلا رہے ہیں کہ اے وہ لوگو جو اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہو تم اپنے ان باپوں اور بھائیوں کو دوست مت بناؤ اس طرح کہ تم قتال میں ان کی مدد کرو اور ان باپوں اور بھائیوں کی وجہ سے ان کافروں کی تائید کرو یا باپوں اور بھائیوں کی محبت میں عام مسلمانوں اور جنگ سے متعلق راز کی باتیں ان کافروں کو بتلا دو، جن باپوں اور بھائیوں نے تمہارے دین کا پاس ولحاظ نہیں رکھا اور انہوں نے ایمان کے مقابلہ میں کفر کو اختیار کیا اور اسلام کے مقابلہ میں شرک کو اپنا لیا کیا تم ان کی اس رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہو اور ایسے لوگوں سے تم دوستی اور تعلق رکھتے ہو؟ یہ بات یاد رکھو کہ تم میں سے جو لوگ ان سے دوستی رکھیں گے تو وہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہوں گے۔ کفر سے محبت رکھنے والوں سے دوستی کرنا ظلم ہے۔ جب تم اللہ کے ہو گئے تو تمہیں اس کے حکموں کا لحاظ رکھنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو ایسے باپوں اور بھائیوں سے دوستی رکھتا ہے جو ایمان کے مقابلہ میں کفر سے محبت رکھتے ہیں تو وہ بھی انہی جیسا ہے، اس لئے کہ وہ اپنے باپوں اور بھائیوں کے شرک سے راضی اور خوش ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہی میں داخل ہے، جیسے فسق سے راضی ہونا فسق میں داخل ہے۔ سورۃ ممتحنہ کی آیت نمبر ۹ میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ اِنَّمَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَاَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَظٰھَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡھُمۡ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں ملک سے نکال دیا اور ملک سے نکال دینے والوں کی مدد کی، جو لوگ ایسے کافروں سے محبت کریں گے وہ ظالم ہیں۔

وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ہجرت نہیں کی تھی کہنے لگے کہ اگر ہم ہجرت کرتے ہیں تو ہمارے مال ضائع ہو جائیں گے ہماری تجارتیں ختم ہو جائیں گی، ہمارے گھر ویران ہو جائیں گے اور ہماری رشتہ داریاں کٹ جائیں گی۔ جب یہ بات کہی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی: قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَاَبۡنَآؤُکُمۡ وَاِخۡوَانُکُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ وَعَشِیۡرَتُکُمۡ۔ الخ۔ کہہ دیجئے پیغمبر! اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے نہ چلنے سے تم

ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اِس آیت میں آٹھ چیزوں کا تذکرہ ہے: (۱) باپ (۲) بیٹے (۳) بھائی (۴) بیویاں (۵) کنبہ (رشتہ داریاں) (۶) مال (۷) تجارت (۸) گھر۔ یعنی اگر تم ان آٹھ چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں زیادہ ترجیح دو گے اور اسکے راستہ میں جہاد کرنے سے اگر یہ آٹھ چیزیں تمہیں زیادہ محبوب ہوں تو بس تم انتظار کرو اللہ کے اس حکم کا یعنی جلد آنے والی سزا یا دیر سے آنے والے عذاب کا۔ ان آٹھ چیزوں میں پہلی پانچ چیزوں کا تعلق رشتہ داری سے ہے، باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، کنبہ۔ باقی تین چیزوں کا تعلق مال سے ہے یعنی کمائے ہوئے مال کو جمع کر کے رکھنے کا رجحان، تجارت کے مال کو حاصل کرنے کی رغبت اور مکانات بنانے کی رغبت۔ طبعی طور پر آدمی کی رغبت بیوی بچے، ماں باپ، بھائی بہن اور خاندان کے دیگر افراد کی جانب ہوتی ہے۔ اس کے بعد مال و دولت، کاروبار اور گھر بار کی جانب رغبت ہوتی ہے۔

سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر۲۲ بھی اس کی تائید کرتی ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۔الخ۔ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، چاہے وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ قبیلے کے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں، یہ خدائی لشکر ہے۔ آگاہ رہو! بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔

درس نمبر (۸۰۳) التوبہ: ۲۵۔۲۶۔۲۷

جنگِ حنین کے موقع پر اللہ کی مدد

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ تحقیق اللہ نے تمہاری مدد کی فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ بہت سی جگہوں میں وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اور حنین کے دن (بھی) اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ جبکہ تمہیں خوش فہمی میں ڈال دیا تھا كَثْرَتُكُمْ تمہاری کثرت نے فَلَمْ تُغْنِ چنانچہ نہ وہ کام آئی عَنْكُمْ شَيْئًا تمہارے کچھ بھی وَضَاقَتْ اور تنگ ہوگئی عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ تم پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود فراخی کے ثُمَّ وَلَّيْتُمْ پھر تم لوٹے مُّدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیرتے ہوئے O ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ پھر اللہ نے نازل

کی سَکِیۡنَتَهٗ اپنی سکینت عَلٰی رَسُوۡلِهٖ اپنے رسول پر وَعَلَی الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اورمومنوں پر وَأَنۡزَلَ اوراس نے نازل کیے جُنُوۡدًا ایسے لشکر لَّمۡ تَرَوۡهَا تم نے انہیں نہیں دیکھا وَعَذَّبَ اور عذاب دیا الَّذِيۡنَ ان لوگوں کو جنھوں نے كَفَرُوۡا کفر کیا وَذٰلِكَ جَزَآءُ اور یہی سزا ہے الۡكٰفِرِيۡنَ کافروں کی O ثُمَّ يَتُوۡبُ اللّٰهُ پھر اللہ توجہ فرمائے گا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ اس کے بعد عَلٰی مَنۡ يَّشَآءُ جس پر چاہے گا وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُوۡرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيۡمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہیں مدد دی ہے اور (جنگِ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرور تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے O پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے O پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی ہے۔
۲۔ خاص طور پر حنین کے دن بھی جب تمہاری تعداد کی کثرت نے تمہیں مگن کر دیا تھا۔
۳۔ مگر وہ کثرتِ تعداد تمہارے کچھ کام نہ آئی۔
۴۔ زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی۔
۵۔ پھر تم نے پیٹھ دکھا کر میدان سے رخ موڑ لیا۔
۶۔ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل کی۔
۷۔ ایسے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہیں آئے۔
۸۔ جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا تھا اللہ نے ان کو سزا دی۔
۹۔ ایسے کافروں کا یہی بدلہ ہے۔
۱۰۔ پھر اللہ جس کو چاہے توبہ نصیب کر دے۔
۱۱۔ اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

جو شخص صدقِ دل سے اپنے دل میں ایمان کو جگہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی شان سے اس کی مدد کرتے ہیں۔ یہ رب ذوالجلال کا آفاقی دستور ہے کہ وہ ایمان والوں کی رکھوالی کرتا ہے، ان کی مدد و نصرت کرتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں فرمایا: مَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ میں کہا گیا: حَتّٰی يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ وہ یہاں تک جھنجوڑے

گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا گیا: وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۰ میں فرمایا گیا: اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۲۳ میں جنگِ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی مدد کا ذکر یوں ہے: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے۔ ایمان والوں کی مدد دنیا میں بھی کی جائے گی اور آخرت میں بھی۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۱ میں یہ حقیقت یوں بتلائی گئی: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یقین رکھو کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان لانے والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی مدد کریں گے جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

سورۂ توبہ کی اس آیت میں جس کی تشریح کی جارہی ہے اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر کی گئی مددِ الٰہی کا ذکر کیا ہے۔ بالخصوص حنین کے دن کی گئی مدد کا یہاں ذکر ہے، جس دن مسلمانوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہو گیا تھا۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ۔ الخ۔ یہ واقعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی جب تمہیں اپنی کثرت پر گھمنڈ ہو گیا، پھر اس کثرت نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر قلبی اطمینان نازل فرمایا اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے۔

حُنَيْن مکۂ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ ۸ھ ہجری کو مکۂ مکرمہ فتح ہوا اور رسولِ رحمت ﷺ فتح مکہ کے بعد بنی ہوازن کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ بڑی جماعت تھی۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں سے اس وقت یہ جملہ نکل گیا کہ آج ہم کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے یعنی آج ہم زیادہ تعداد میں ہیں، اس لئے غالب آکر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں سے یہ جملہ پسند نہ آیا اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ مسلمانوں کو پہلے مرحلہ میں شکست ہوگئی اور مسلمانوں کو بہت زیادہ پریشانی ہوئی اور چند افراد کے علاوہ سارے لوگ بھاگ کھڑے ہوگئے۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں خیال ہوا کہ انہیں اپنے سوا نبی ﷺ کے دیگر صحابہ پر فضیلت و برتری حاصل ہے تو رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد اس کے کمزور لوگوں کی دعاؤں اور اخلاص کی بدولت فرماتا ہے۔ (نسائی: ۳۱۷۸) حضرت سدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے حنین کے دن کہا، یارسول اللہ! آج ہم پر وہ لوگ غالب نہیں آسکتے جو تعداد میں کم ہیں اور لوگوں کی کثرت ان کو بہت اچھی معلوم ہوئی جو کہ وہ لوگ بارہ ہزار تھے۔ پھر رسولِ رحمت ﷺ چل پڑے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان صحابی کی بات پر یقین کرلیا تو صحابہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے، سوائے حضرت عباس، حضرت ابوسفیان بن حارث اور ایمن بن ام

ایمن جو اس روز شہید ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آواز دی کہ انصار کہاں ہیں، وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت لی؟ پھر صحابہ دوڑ کر واپس آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدد کے لئے فرشتوں کو اتارا اور مشرکین اس دن شکست کھا گئے اور اسی کے بارے میں اللہ کا قول ہے: ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ۔ (تفسیر طبری)

درس نمبر (۸۰۴) **اگر تم کو مفلسی کا خوف ہے تو!** التوبہ: ۲۸۔۲۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ فَلَا يَقۡرَبُوا الۡمَسۡجِدَ الۡحَـرَامَ بَعۡدَ عَامِهِمۡ هٰذَا ۚ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً فَسَوۡفَ يُغۡنِيۡكُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖۤ اِنۡ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ۝۲۸ قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَلَا يَدِيۡنُوۡنَ دِيۡنَ الۡحَـقِّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ حَتّٰى يُعۡطُوا الۡجِزۡيَةَ عَنۡ يَّدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ ۝۲۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيۡنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوۡۤا ایمان لائے ہو! إِنَّمَا بلاشبہ الۡمُشۡرِكُوۡنَ مشرکین (تو) نَجَسٌ ناپاک ہیں فَلَا يَقۡرَبُوۡا لہٰذا قریب نہ جائیں وہ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ مسجد حرام کے بَعۡدَ عَامِهِمۡ هٰذَا اپنے اس سال کے بعد وَإِنۡ اور اگر خِفۡتُمۡ تم خوف کرتے ہو عَيۡلَةً مفلسی کا فَسَوۡفَ يُغۡنِيۡكُمُ اللّٰهُ تو عنقریب غنی کردے گا تم کو اللہ مِنۡ فَضۡلِهٖۤ اپنے فضل سے اِنۡ شَآءَ اگر اس نے چاہا اِنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ عَلِيۡمٌ خوب جاننے والا حَكِيۡمٌ بڑا حکمت والا ہے O قَاتِلُوۡا تم لڑو الَّذِيۡنَ ان لوگوں سے جو لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ایمان نہیں لاتے بِاللّٰهِ اللہ پر وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اور نہ یومِ آخرت پر وَلَا يُحَرِّمُوۡنَ اور نہ وہ حرام سمجھتے مَا اس چیز کو جس کو حَرَّمَ اللّٰهُ حرام ٹھہرایا اللہ نے وَرَسُوۡلُهٗ اور اس کے رسول نے وَلَا يَدِيۡنُوۡنَ اور قبول نہیں کرتے وہ دِيۡنَ الۡحَقِّ دینِ حق کو مِنَ الَّذِيۡنَ ان لوگوں میں سے جنہیں اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ کتاب دی گئی حَتّٰى یہاں تک کہ يُعۡطُوا الۡجِزۡيَةَ وہ جزیہ دیں عَنۡ يَّدٍ اپنے ہاتھ سے وَّهُمۡ اس حال میں کہ وہ صَاغِرُوۡنَ ذلیل ہوں

ترجمہ: مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانۂ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں اور اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہو تو اللہ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا بیشک اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے O جو لوگ اہلِ کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! مشرک لوگ تو سراپا ناپاکی ہیں۔

۲۔ لہٰذا وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔

۳۔ مسلمانو! اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو اگر اللہ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے مشرکین سے بے نیاز کردے گا۔

۴۔ بیشک اللہ کا علم بھی کامل ہے حکمت بھی کامل۔

۵۔وہ اہل کتاب جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یومِ آخرت پر۔

۶۔جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے۔

۷۔نہ دینِ حق کو اپنا دین مانتے ہیں۔

۸۔ان سے جنگ کرو۔

۹۔یہاں تک کہ وہ خوار ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس آیت میں اس حقیقت سے باخبر کررہے ہیں کہ **اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ** مشرکین پلید ہی ہیں۔ان کے عقائد میں فساد و بگاڑ ہے۔وہ نجاست میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ان کے نجس ہونے کی یا تو یہ وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں گندگی ہے اور عقیدہ کا بگاڑ ہے، اس لئے کہ وہ بتوں اور مورتیوں کی عبادت کرتے ہیں یا اس لئے وہ نجس ہیں کہ ان کے ساتھ شرک ہے جو نجاست کی مانند ہے، جس سے بچنا واجب ہے یا مشرکین اس لئے نجس ہیں کہ وہ پاک نہیں رہتے اور نہ غسل کرتے ہیں اور نہ حسی نجاستوں سے اجتناب کرتے ہیں۔جب وہ اس قدر نجس اور پلید ہیں تو انہیں مسجد حرام جیسی پاکیزہ جگہ میں داخل نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی انہیں ننگے ہوکر کعبۃ اللہ کا طواف کرنا چاہئے۔اس آیت میں دراصل ایمان والوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ مشرکوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے اس سال کے بعد یعنی ہجرت کے نویں سال کے بعد روکیں۔اکثر مفسرین کے نزدیک مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے سارے ہی کافر مراد ہیں۔اس آیت کی بنیاد پر کہ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ** ۔(النساء:۴۸) بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرتے اس کے علاوہ جس کو چاہے وہ معاف کردے۔

۹رسن ہجری کو حج کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ جن ہدایات کا اعلان کیا گیا ان میں یہ آیت بھی شامل ہے یعنی اس وقت مشرکوں کے نجس ہونے اور مسجد حرام سے اس سال سے قریب ہونے سے روکنے کا بھی اعلان کیا گیا۔یہ اعلان بھی کیا گیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی ننگا ہونے کی حالت میں طواف کرے گا۔مشرکین ننگے ہوکر کعبۃ اللہ کا طواف کیا کرتے تھے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد حرام میں نہ آنے دینے کا مطلب حج نہ کرنا ہے کہ آئندہ سے مشرک حج نہیں کریں گے۔اس کا مطلب یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد حرام میں یا کسی بھی مسجد میں مشرک کے داخل ہونے کی اجازت ہے اور نجس ہونے سے مراد ان کی اندرونی نجاست اور ناپاکی ہے۔امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی کافر کو کسی بھی صورت میں مسجد حرام میں داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں میں مشرکوں کے داخلہ کے سلسلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دوسری مسجدوں میں کافروں کے داخلہ کی اجازت کے قائل ہیں۔ابوداود میں ہے کہ بنی ثقیف کا وفد جب رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے مسجد کے آخری حصہ میں ایک قبّہ لگوایا تاکہ وہ مسلمانوں کی نمازیں اور ان کے

رکوع وسجود دیکھ سکیں۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ انہیں مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ زمین ناپاک نہیں ہوتی،ابن آدم ناپاک ہوتا ہے۔

ہمارے ملک ہندوستان کی مساجد کے ذمہ داران اور ائمہ وخطباء کو اس روایت پر غور کرنا چاہئے اور برادرانِ وطن کے لئے مسجد سے متصل ایسی جگہ مقرر کی جائے جہاں بیٹھ کر وہ مسلمانوں کی ان عبادتوں کا نظارہ کرسکیں۔مساجد کے ذمہ داران اپنے محلّہ کے غیر مسلموں کو یکے بعد دیگرے جمعہ کی نماز کے موقع پر بحیثیت مہمان خصوصی بلائیں۔ان کے لئے خصوصی نشست کا انتظام کیا جائے۔ان کی خاطر مدارات کی جائے اور جمعہ کے موقع پر کیا جانے والا بیان انہیں سنایا جائے۔امام صاحب یا خطیب صاحب جو تقریر کریں اس میں انسانیت،رواداری،محبت والفت،ایثار وہمدردی سے متعلق آیات اور احادیث نیز رسولِ رحمت ﷺ کے واقعات بیان کریں تاکہ اسلام اور مسلمانوں سے متعلق ان کے ذہنوں میں موجود غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان نفرت کا ماحول ختم ہوسکے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا،اگر وہ چاہے۔بات مشرکین کی نجاست کی ہوئی اور اس کے فوری بعد یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو عنقریب اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا تو اس کا اس سے کیا تعلق ہے؟اس کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول اس روایت سے سمجھ میں آئے گا کہ مشرکین جب حج کے لئے آتے تھے تو اپنے ساتھ غلہ گیہوں،جَو وغیرہ بھی لے آتے تھے اور اس کو فروخت کرتے تھے۔جب حج کے لئے مشرکوں کا آنا روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا کہ اب ہمیں کفار کی چیزیں کہاں سے ملیں گی؟اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان سے وعدہ فرمایا کہ اللہ اگر چاہے تو اپنے فضل سے تمہیں غنی کردے گا۔(تفسیر الرازی) اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ مسلمان،کافروں کے مال تجارت سے بے نیاز ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے رزق کے دوسرے دروازے کھول دیئے اور جس فقر وفاقہ کا اندیشہ تھا اسے دور فرمادیا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔پچھلی آیتوں میں مشرکوں سے قتال کا حکم دیا گیا تھا۔اس آیت میں اہلِ کتاب سے قتال کرنے کا حکم ہے۔اسلام کا دستور اور قانون یہی ہے کہ کافروں کو اسلام کی پہلے دعوت دی جائے۔اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان سے جنگ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان کو دین سکھایا جائے گا اور اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ جزیہ دو یعنی جب یہ سلطنت ہماری ہے اور تم اس میں رہتے ہو تو ہم تمہاری حفاظت کریں گے اور تمہیں اس سلطنت میں رہنے کے لئے جزیہ دینا ہوگا۔اگر ہماری سلطنت پر کوئی حملہ کرے گا تو تمہیں بھی ہمارے ساتھ مل کر لڑنا ہوگا۔اگر یہ کافر جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو پھر ان سے قتال کیا جائے گا۔اس آیت میں اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا،اس لئے کہ یہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی دین حق کو قبول کرتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جنہیں آسمانی کتاب ہدایت دی گئی تھی،مگر انہوں نے اس میں خیانت کا معاملہ کیا۔ان اہلِ کتاب سے لڑنے کا حکم دیا گیا،یہاں تک

کہ وہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہوجائیں اور ماتحتی کی زندگی گزارنے کیلئے بھی تیار ہوجائیں۔ یہ اہلِ کتاب ایسے مجرم ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کو یہ حرام بھی نہیں سمجھتے۔

درس نمبر (۸۰۵) یہود ونصاریٰ کا شرک التوبہ: ۳۰۔۳۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ٰابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ج يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَتِ اور کہا الْيَهُوْدُ یہودیوں نے عُزَيْرُ ٰابْنُ اللّٰهِ عزیراللہ کا بیٹا ہے وَقَالَتِ النَّصٰرَى اور نصاریٰ نے کہا الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ مسیح اللہ کا بیٹا ہے ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ یہ بات ہے بِاَفْوَاهِهِمْ ان کے مونہوں کی يُضَاهِئُوْنَ (یوں) مشابہت کرتے ہیں وہ قَوْلَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی بات کی جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا مِنْ قَبْلُ (ان سے) پہلے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ہلاک کرے ان کو اللہ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں؟O اِتَّخَذُوْا انہوں نے بنالیا اَحْبَارَهُمْ اپنے علماء کو وَرُهْبَانَهُمْ اور اپنے درویشوں کو اَرْبَابًا (اپنا) رب مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کو چھوڑکر وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اور مسیح ابنِ مریم کو (بھی) وَمَآ اُمِرُوْٓا حالانکہ وہ حکم نہیں دیئے گئے تھے اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا مگر یہ کہ وہ عبادت کریں اِلٰهًا وَّاحِدًا (صرف) ایک معبود کی لَآ اِلٰهَ نہیں ہے کوئی معبود اِلَّا هُوَ سوائے اس کے سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں

ترجمہ: اور یہود کہتے ہیں کہ عزیراللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی انہیں کی طرح کرنے لگے ہیں اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟O انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابنِ مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ عزیراللہ کے بیٹے ہیں۔

۲۔ نصرانی یہ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

۳۔ یہ سب ان کی منہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

۴۔ یہ ان لوگوں کی سی باتیں کررہے ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں۔

۵۔ اللہ کی مار ہو ان پر۔

۶۔ یہ کہاں اوندھے بہکے جارہے ہیں؟

۷۔ انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے احبار یعنی یہودی علماء اور راہبوں یعنی عیسائی درویشوں کو خدا بنالیا ہے۔

۸۔ مسیح ابن مریم کو بھی خدا بنالیا ہے۔

۹۔ حالانکہ ان کو ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

۱۰۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۱۱۔ وہ ان کی مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک ہے۔

دینِ حق کی بنیاد توحید پر ہے۔ دینِ حق میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَد ہے۔ وہ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی کسی کا باپ۔ جن لوگوں نے بتوں کو معبود بنالیا وہ بھی مشرک ہیں۔ جنہوں نے کسی انسان کو اللہ کا بیٹا قرار دیا وہ بھی مشرک ہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں ہی دینِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سلام بن مشکم، نعمان بن ابی اوفیٰ، محمد بن دحیہ، شاس بن قیس اور مالک بن ضیف یہ سب رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی کیسے اتباع کریں جبکہ آپ نے ہمارے قبلہ کو ہی چھوڑ دیا ہے۔ آپ یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں؟ جب یہ بات انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ الخ (تفسیر الرازی) یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کی باتیں ہیں جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح باتیں کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر اختیار کیا۔ یہود و نصاریٰ کی یہ باتیں صرف ان کے منہ سے نکلتی ہوئی یعنی خود سے گھڑی ہوئی باتیں ہیں جن کا حق اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ایسی باتیں کر رہے ہیں جس کی ان کے پاس کوئی سند اور دلیل نہیں ہے۔ ان یہود و نصاریٰ کی باتیں ان کی باتوں کی طرح ہی ہیں جنہوں نے اس سے قبل کفر کیا، یعنی یہ لوگ ان مشرکوں کی طرح ہیں جن مشرکوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر کفر اور شرک کیا، جس کو سورۂ نحل کی آیت نمبر ۵۷ میں یوں کہا گیا: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ اور اللہ کے لئے انہوں نے بیٹیاں گھڑ رکھی ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے۔ ان یہود و نصاریٰ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اللہ انہیں غارت کرے، کدھر الٹے پھر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ سے لعنت مراد لی ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ یہ کدھر الٹے پھرے جارہے ہیں؟ انہیں تو حق کی دعوت دی گئی تھی، ان سے توحید کی بات کہی گئی تھی۔ مگر یہ حق اور توحید کو چھوڑ کر باطل اور شرک کی طرف جارہے ہیں۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۷۵ میں بھی یہ بات کہی گئی: اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ آپ دیکھئے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلیلیں رکھتے ہیں اور پھر غور کیجئے کہ کس طرح وہ الٹے پھرے جاتے ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۵ میں بھی کہا گیا: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ یہ ہے تمہارا اللہ پھر تم کہاں الٹے چلے جارہے ہو؟ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی یہ بات کہی گئی: قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟

اسلام وہ معتدل مذہب ہے جس میں غلو کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غلو سے منع کیا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں اہلِ کتاب ہی سے کہا گیا کہ یَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِى دِينِكُمۡ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، یعنی غلو نہ کرو۔ غلو یہ ہے کہ کسی انسان کو خدا کا بیٹا بنا دیا جائے۔ غلو یہ بھی ہے کہ کسی مذہبی پیشوا کو رب کا درجہ دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے اس غلو کا ذکر یہاں کیا ہے کہ اِتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَـٰنَهُمۡ أَرۡبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار یعنی علماء کو اور اپنے راہبوں یعنی درویشوں کو اپنا رب بنا لیا ہے۔

یہودیوں کے مذہبی پیشوا جو علماء تھے انہیں احبار کہا جاتا ہے اور نصاریٰ میں جو مذہبی پیشوا تھے انہیں رھبان کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ کے جو راہب تھے دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر وہ ان گھروں میں رہتے تھے جو وہ جنگلوں میں بنا لیتے تھے، یعنی یہ درویش قسم کے لوگ تھے۔ یہودیوں اور نصرانیوں کے مذہبی پیشواؤں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے خود سے اپنی ایک شریعت بنالی تھی، جس کا آسمانی ہدایات سے تعلق نہ تھا۔ وہ حرام کو حلال قرار دیتے تھے اور حلال کو حرام قرار دیتے تھے اور ان پیشواؤں کے ماننے والے ان احبار ورھبان کی اطاعت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کو چھوڑ دیتے تھے۔ ترمذی (۳۰۹۵) کی روایت ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے بیان کیا کہ میں رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ اِتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَـٰنَهُمۡ أَرۡبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جن چیزوں کو وہ حلال کہتے تھے انہیں حلال سمجھتے تھے اور جن چیزوں کو وہ حرام کر دیتے تھے ان کو حرام مان لیتے تھے۔ (درِمنثور)

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض امتوں کے لئے بعض چیزیں حرام قرار دیں۔ یہ اللہ کے اختیار میں ہیکہ وہ جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس چیز کو چاہے حرام قرار دے۔ کسی بندے کے اختیار میں یہ نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۹ میں فرمایا گیا: قُلۡ أَرَءَيۡتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُم مِّنۡهُ حَرَامًا وَحَلَـٰلًا ط قُلۡ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمۡ أَمۡ عَلَى ٱللَّهِ تَفۡتَرُونَ کہہ دو بھلا بتاؤ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تھا تم نے اپنی طرف سے اس میں سے کسی کو حرام اور کسی کو حلال قرار دے دیا۔ ان سے پوچھو کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صرف اور صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی عبادت کی کوئی گنجائش دینِ اسلام میں نہیں ہے۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا گیا: وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا اور انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ صرف ایک ہی معبود کی عبادت کریں یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت میں مشغول ہوں۔ سورۂ بینہ کی آیت نمبر ۵ میں بھی یہی بات کہی گئی: وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر یہی کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔

درس نمبر (٨٠٦) **اللہ کے نور کو مٹانا ناممکن ہے** التوبہ:٣٢-٣٣

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں اَنْ يُّطْفِئُوْا کہ بجھا دیں نُوْرَ اللّٰهِ اللہ کا نور بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے وَيَاْبَى اللّٰهُ اور انکار کرتا ہے اللہ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ مگر یہ کہ پورا کرلے نُوْرَهٗ اپنا نور وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اگرچہ کافر ناخوش ہوں ۝ هُوَ الَّذِيْ وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بھیجا اپنا رسول بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور دینِ حق کے (ساتھ) لِيُظْهِرَهٗ تاکہ غالب کرے اس کو عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سب دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ مشرک ناخوش ہوں

ترجمہ: یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو بُرا ہی لگے ۝ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔

٢۔ حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے۔

٣۔ چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔

٤۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔

٥۔ تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے۔

٦۔ چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی ہی ناپسند ہو۔

دینِ اسلام کی اپنی ایک تاریخ ہے کہ اس دین کو مٹانے کی ہمیشہ ہی سازشیں کی گئیں۔ جس گھڑی اسلام کے اس پاک کلمہ کی آواز مکۂ مکرمہ میں لگائی گئی اسی گھڑی سے مخالفتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دین کو مٹانے کی کوششیں اور سازشیں ہوتی رہیں۔ مگر ان کوششوں اور سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا صرف ارادہ کافی ہے۔ کمزور مخلوق کے منصوبوں پر ہمیشہ ہی خالق کائنات کا منصوبہ کامیاب ہوتا آیا ہے۔ جس رب ذوالجلال نے اس دین کو اپنے ارادہ اور منصوبہ سے آسمان سے اتارا ہے اس ارادہ اور منصوبہ کو دنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں بنا سکتی۔ دینِ اسلام ایک چیلنج ہے اور یہ قیامت تک کے لئے چیلنج ہے۔ جب تک یہ دین باقی ہے، یہ دنیا باقی ہے۔ جس دن یہ دین ختم ہو جائے گا یہ دنیا اپنے وجود سے محروم ہو جائے گی۔ رسولِ رحمت ﷺ

نے ارشاد فرمایا: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دنیا میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا۔ (مسلم: ۱۴۸) یہ اللہ اللہ کیا ہے، یہی دینِ حق ہے کہ جس کو ماننے والے اور جس کا نام لینے والے جب تک دنیا میں رہیں گے یہ دنیا قائم رہے گی۔ جس دن اس دین کے ماننے والے اور اس رب کا نام لینے والے ختم ہوجائیں گے، یہ دنیا بھی ختم ہوجائے گی اور قیامت قائم ہوجائے گی۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرمارہے ہیں کہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھادیں۔ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ حالانکہ اللہ کو اس کے علاوہ کوئی بات منظور نہیں کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔

بین الاقوامی سطح پر پوری دنیا کی سلطنتیں اور قومیں اسلام اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کی درپردہ سازشوں میں اپنی بھرپور توانائیاں صَرف کررہی ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ (ابوداود: ۴۲۹۷) میڈیا جس نے آج اپنی طاقت کا لوہا منوالیا ہے۔ یہ میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے میں کبھی اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹاتا۔ ہر دن کوئی نہ کوئی نیا شوشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چھوڑا جاتا ہے اور کسی نہ کسی طرح اسلام کے اس نور کو مٹانے یا مدھم کرنے اور اس دین کے ماننے والوں کو رسوا اور ذلیل کرنے کی اوچھی حرکتیں ہوتی رہی ہیں۔ انہیں اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہو کہ اس کا دین پھیلتا پھولتا رہے اور یہ دین تمام دینوں پر غالب رہے تو دنیا کی وہ کونسی طاقت ہے جو اس کی طاقت کو کمزور کردے اور اس کو مغلوب کردے؟ ع

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مکہ کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ نے منصوبے تیار کئے اور اپنی ساری توانائیاں صَرف کیں کہ اسلام کے اس نور کو مٹادیں جس نور کو رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ بھیجا گیا۔ ان کافروں اور یہود و نصاریٰ نے حق کے اس شعلہ کو اور ہدایت کے اس چراغ کو بجھانے کی کوشش کی تاکہ پوری انسانیت کو حق کے اجالے سے محروم کردیں اور گمراہی کے اندھیرے میں پہنچادیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو پامال کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے اس نور کی بقاء اس کے تحفظ اور اس کو کامل و مکمل بنانے کا فیصلہ فرمالیا۔ اسلام کا پھیلنا، پھولنا اور اسلام کی سربلندی اگرچہ کہ کافروں کو ناگوار لگ رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کو پورا کرکے دکھایا۔ یہ دینِ اسلام ڈیڑھ ہزار سال کی طویل مدت سے اپنی آن بان اور شان کے ساتھ دنیا کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ میں موجود ہے۔ اس کی اپنی ایک الگ پہچان ہے، جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اسلام کو مٹانے کی مکہ کے مشرکین نے بھی کوشش کی۔ مدینہ کے یہود و نصاریٰ نے بھی کوشش کی اور منافقوں کی جماعت نے اس دین کو کھوکھلا کرنے اور اس کی طاقت کو ختم کرنے کی سازش کی، مگر کسی کو بھی اپنے مقصد میں کامیابی نہ مل سکی اور وہی ہوا جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (الاسراء: ۸۱) اور کہہ دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بیشک باطل مٹنے ہی والا تھا۔ اسلام کا یہ نور کامل و مکمل ہوا۔ یہ بات چاہے کافروں کو بُری لگے چاہے مشرکوں کو، اللہ تعالیٰ تو اپنا کام پورا کرکے

رہے گا۔ یہاں وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ بھی کہا گیا اور وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ بھی۔ دینِ اسلام کا یہ نور وہ اسلامی نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت اور ایسا دینِ حق اپنے رسول کے ذریعہ بھیجا جس دینِ حق اور ہدایت کو نہ کوئی چیز بدل سکتی ہے اور نہ کوئی چیز اسکو باطل کرسکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ دین سچائی پر مبنی دین ہے، جھوٹ کی کوئی آمیزش اس دین میں نہیں ہے۔ یہ دین بالکل صحیح اور درست ایمان اور نافع علم سے جڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس دین کے ذریعہ غرض یہ ہے کہ یہ دین تمام دینوں پر غالب آجائے، چاہے اس دین کے غالب آنے سے مشرکوں کو بُرا لگے۔ کسی کو بُرا لگنے سے دین کی حقانیت پر کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں جو وعدے فرمائے ہیں ان وعدوں کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دکھایا۔ دینِ اسلام غالب بھی ہے اور کامل بھی۔ دین اسلام کے کامل و مکمل ہونے کی دلیل اس آیت سے ملتی ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (المائدہ:۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ دینِ اسلام غالب بھی ہے جس کا ثبوت اس آیت میں ہے کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وہی ہے اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے۔

یہ دین صرف چند سالوں یا چند صدیوں تک غالب نہیں رہے گا بلکہ یہ ہمیشہ سے غالب رہا ہے اور ہمیشہ غالب رہے گا۔ دنیا کے کافر، مشرک، منافق، زندیق، بت پرست، آتش پرست، یہودی، نصاریٰ، ملحد، مجوسی جو بھی ہوں وہ اگر اپنے دعویٰ کو لے کر آئیں گے تو دین اسلام کے سامنے اپنے حق ہونے کو ثابت نہ کرسکیں گے۔ یہ دین تمام دینوں پر حجت قائم کرچکا ہے۔ اس کی حجت کامل ہے۔ یہ دین اسلام جو رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ بھیجا گیا ہے۔ یہ اپنے مضبوط دلائل کی وجہ سے ممتاز ہے۔ اس کے معجزات سچے ہیں۔ یہ دینِ حق سچائی اور درستگی اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ دین حکمت کے مطابق ہے اور دنیا اور آخرت کی منفعت کے بھی موافق ہے۔ دنیا کے تمام دین اس دین اسلام کے سامنے مغلوب اور بے بس ہیں۔ یہ دین علمی اعتبار سے بھی مدلل ہے اور عقلی اعتبار سے بھی۔ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ دین اسلام ہمیشہ غالب رہا ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں یہودی جزیرۃ العرب سے ذلت کے ساتھ نکالے گئے۔ ملک شام وغیرہ میں مسلمانوں نے نصاریٰ کو مغلوب کردکھایا اور مجوسی بھی مسلمانوں کے سامنے مغلوب ہوگئے۔ ترک ودیگر ممالک میں بتوں کی پوجا کرنے والے مسلمانوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوگئے۔

صاحب التفسیر المنیر یوں لکھتے ہیں: وَقَدْ تَحَقَّقَ وَعْدُ اللّٰهِ وَنَصْرُہٗ: کَمَا ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَیَبْلُغُ مُلْکُ اُمَّتِیْ مَازَوٰی لِیْ مِنْهَا۔ اللہ کا وعدہ اور اس کی نصرت ثابت ہوگئی، جیسا کہ صحیح میں رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے کہ آپ نے کہا: اللہ نے میرے لئے تمام زمین مشرق ومغرب کو سمیٹ دیا اور عنقریب میری امت کی حکمرانی وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک میرے لئے اس (زمین) کو سمیٹا گیا۔

وَرَوَى الْإِمَامُ اَحْمَد (۲۳۸۱۴) عَنِ الْمِقْدَادِبْنِ الْاَسْوَدَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا يَبْقَىٰ عَلَىٰ وَجْهِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا دَخَلَتْهُ كَلِمَةُ الْاِسْلَامِ يَعِزُّ عَزِيْزًا وَيَذِلُّ ذَلِيْلًا، اَمَّايَعِزُّ هُمُ اللّٰهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِّنْ اَهْلِهَا وَاَمَّا يَذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا ۔امام احمد نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا کہ: روئے زمین پر کوئی پکا اور کچا گھر ایسا نہیں بچے گا کہ جس میں اسلام داخل نہ ہو، عزت والے کو عزت دے گا اور ذلت والے شخص کو رسوا کرے گا، جس کو اللہ عزت دے گا تو اس کو (اہل ایمان) اس میں سے بنادے گا اور جس کو رسوا کرے گا تو وہ لوگ اس کے آگے جھک جائیں گے۔

مسند احمد (۱۸۲۶۰) میں ہی عدی بن حاتم کی روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ ضرور اس دین کو مکمل کرے گا، یہاں تک کہ ایک (حودج والی) عورت (شہر) حیرہ سے نکلے گی اور کسی محافظ کے بغیر بیت اللہ کا طواف کرے گی اور عنقریب کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح ہوں گے۔ میں نے (تعجب سے) کہا کسریٰ بن ہرمز کے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! کسریٰ بن ہرمز کے اور (بہت سارا) مال خرچ کیا جائے گا لیکن اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

درس نمبر (۸۰۷) **یہود ونصاریٰ کے علماء اور مشائخین کا انجام** التوبہ: ۳۴۔۳۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۴ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝۳۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْۤا ایمان لائے ہو! اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ بیشک بہت سے علماء وَالرُّهْبَانِ اور درویش لَيَأْكُلُوْنَ البتہ کھاتے ہیں أَمْوَالَ النَّاسِ لوگوں کے مال بِالْبَاطِلِ باطل طریقے سے وَيَصُدُّوْنَ اور وہ روکتے ہیں (لوگوں کو) عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستہ سے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَكْنِزُوْنَ جمع کر کے رکھتے ہیں الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ سونا اور چاندی وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا اور خرچ نہیں کرتے اسے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں فَبَشِّرْهُمْ تو انہیں خوشخبری دے دیجئے بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ دردناک عذاب کی O يَوْمَ جس دن (کہ) يُحْمٰى عَلَيْهَا تپایا جائے گا اُس (مال) کو فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ میں فَتُكْوٰى بِهَا پھر داغا جائے گا اس سے جِبَاهُهُمْ ان کی پیشانیوں کو وَجُنُوْبُهُمْ اور ان کے پہلوؤں کو وَظُهُوْرُهُمْ اور ان کی پیٹھوں کو هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ جو تم جمع کر کے رکھتے تھے لِاَنْفُسِكُمْ اپنے نفسوں کے لیے فَذُوْقُوْا سو مزا چکھو تم مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ اس کا جو تم جمع کر کر کے رکھتے تھے

ترجمہ: مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے عذابِ الیم کی خوشخبری سنا دو O جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! یہودی احبار اور عیسائی راہبوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں۔

۲۔ دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

۳۔ جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں

۴۔ اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔

۵۔ ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

۶۔ جس دن اس دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔

۷۔ پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔

۸۔ کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔

۹۔ اب چکھو اس خزانے کا مزہ جو تم جوڑ کر رکھا کرتے تھے۔

پچھلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ اور ان کے علماء اور مشائخین کی مشرکانہ حرکتوں کا ذکر کیا گیا اور اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کا بھی تذکرہ کیا گیا۔ ان آیتوں میں یہودیوں کے علماء اور نصاریٰ کے درویشوں کی حرام خوری یعنی باطل طریقہ سے لوگوں کے مال کھانے اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے سے متعلق جرائم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے اکثر علماء اور مشائخین لوگوں سے رشوت لیا کرتے تھے۔ اکثر کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء اور مشائخین میں کچھ لوگ پرہیز گار بھی تھے جو باطل طریقہ سے لوگوں کا مال نہیں کھاتے تھے۔ ان علماء اور مشائخین کا باطل طریقہ سے مال کھانے کی شکل یہ تھی کہ جب لوگ ان سے تورات اور انجیل کے احکام پوچھتے تھے تو تورات و انجیل کے مطابق احکام و مسائل بتلانے کے بجائے اپنی طرف سے یعنی اپنی مرضی سے احکام بتلاتے تھے اور اس میں دریافت کرنے والوں کی خوشنودی کے لئے اور ان سے مال ہڑپنے کے لئے ان کی مرضی کا بھی لحاظ رکھا کرتے تھے۔ اس طرح مال و دولت کمانے کی حرص و لالچ نے انہیں اندھا بنا دیا تھا۔ مادیت کا بھوت ان پر سوار تھا۔ وہ دنیا حاصل کرنے کے لئے دین کو ڈھال بنا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے علماء اور نصاریٰ کے مشائخین کی برائیوں کا ذکر اس لئے کیا تاکہ اہلِ کتاب کو ان کی حقیقت کا علم ہو جائے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ جن کی اقتداء کر رہے ہیں وہ کس قدر خطا کار اور مجرم ہیں؟ اسی طرح مسلمانوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ان یہودیوں کے علماء اور نصاریٰ کے درویشوں کی حقیقت کیا ہے؟

عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم (ﷺ) کے پاس آیا، میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: عدی! اس بت کو نکال کر پھینک دو، میں نے آپ (ﷺ) کو سورۂ توبہ کی آیت اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللَّهِ ۔(التوبہ:۲۵) پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ ان کی عبادت نہ کرتے تھے، لیکن جب وہ لوگ کسی چیز کو حلال کہہ دیتے تھے تو وہ لوگ اسے حلال جان لیتے تھے اور جب وہ لوگ ان کے لیے کسی چیز کو حرام ٹھہرادیتے تو وہ لوگ اسے حرام جان لیتے تھے۔ (ترمذی: ۳۰۹۵)

باطل طریقہ سے مال کھانے سے قرآنِ مجید میں متعدد بار منع کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۹ میں ایمان والوں کو ناحق طریقہ سے مال کھانے سے یوں روکا گیا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ۔ یہودیوں کے ان علماء اور درویشوں کا ایک اور جرم یہ تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے، یعنی ان لوگوں کو حق کی اتباع کرنے سے روکتے تھے۔ اس کی یہ صورت اختیار کرتے تھے کہ اسلام کے پیغام کو جھٹلادیتے تھے یا اسلام کے بنیادی عقائد اور احکام میں شکوک وشبہات پیدا کردیتے تھے یا رسولِ رحمت ﷺ کی ذاتِ گرامی اور قرآنِ مجید کے سلسلہ میں طرح طرح کے طعنے دیتے تھے۔ یہ ان یہودی علماء اور نصرانی راہبوں کا حال تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں اور نصرانیوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے اندر شدید قسم کا بخل تھا۔ وہ انتہائی درجہ کے بخیل تھے اور اپنے مالوں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے۔ ان کی بخیلی کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ سونے اور چاندی کے خزانے بناکر رکھتے تھے اور اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تھے۔ ان کا کام کسی بھی طرح سے ہو مال جمع کرنا تھا، چاہے وہ حلال کا ہو یا حرام کا، چاہے حق طریقہ سے کمایا ہو چاہے ناحق طریقہ سے، مالوں کے ذخیرے اپنے گھروں میں بناتے تھے اور جو واجب حقوق ہیں وہ ادا نہیں کرتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیغمبر! سونے اور چاندی کے خزانے بنانے والوں کو اور اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ نہ کرنے والوں کو آپ دردناک عذاب کی خوشخبری سنادیجئے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ دردناک عذاب کی یہ وعید صرف یہود کے احبار اور نصاریٰ کے رھبان کے لئے ہے بلکہ یہ مسلمانوں کے لئے بھی ہے جو سونے اور چاندی کے خزانے بناکر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کے لئے بھی دردناک عذاب ہے۔ سونے اور چاندی کا خزانہ بنانے والوں کے لئے جو دردناک عذاب کی خبر دی گئی اس کی نوعیت بتلائی جارہی ہے کہ یہ عذاب انہیں کس طرح دیا جائے گا؟ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ کہ جس دن ان کو دوزخ میں تپایا جائے گا پھر ان کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاندی سونے کا مالک تھا جس میں سے اس کا حق ادا نہیں کرتا تھا یعنی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا تو جب قیامت کا دن ہوگا اس کے لئے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی، پھر ان تختیوں کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان کے ذریعہ اس کے پہلو اور اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو

داغ دیا جائے گا، جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو ان کو پھر سے گرم کر کے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ یہ اس دن میں ہوتا رہے گا جو پچاس ہزار سال کا ہوگا، پھر نتیجہ میں وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا۔ (مسلم: ۹۸۷)

اس آیت میں صرف سونے چاندی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سونا اور چاندی کو بین الاقوامی سطح پر اصل ثمن (قیمت) ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے جس قسم کا بھی مال ہوگا اس کو سونے چاندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ جو کرنسی نوٹ ہیں چونکہ ان کے ذریعہ سے سونا چاندی خریدا جاسکتا ہے اس لئے ان کرنسی نوٹوں کا بھی یہی حکم ہے اور تجارت کا مال بھی سونے چاندی ہی کے حکم میں ہے۔

اس آیت سے زکوٰۃ کی اہمیت وفرضیت کا بھی علم ہوتا ہے۔ زکوٰۃ فرض ہے، جس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اس کا ادا نہ کرنے والا فاسق ہے۔ زکوٰۃ نہ دینا مشرکوں کا شیوہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۶ اور ۷ میں فرمایا گیا: وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كَافِرُوْنَ خرابی ہے مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مشرک اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والا ہی زکوٰۃ دینے سے جی چراتا ہے، جس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے وہ ضرور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔

مسلمان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ دینِ حق کا طالب بنا رہے اور خوب مال جمع کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس لئے کہ مال ضرورتِ زندگی ہے اور دین مقصدِ زندگی ہے۔ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورت کے بقدر مال حاصل کرے اور ضرورت سے زائد مال جمع نہ کرے۔ مال کی کثرت مال کے طلب کرنے میں حرص کی کثرت کا ذریعہ ہے۔ مال کی کثرت بعض اوقات نافرمانی اور سرکشی کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔

درس نمبر (۸۰۸) مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک کتنی ہے؟ التوبہ: ۳۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ بے شک مہینوں کا شمار عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بارہ مہینے ہیں فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ کی کتاب میں يَوْمَ خَلَقَ جس دن (کہ) اس نے پیدا کیے السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آسمان اور زمین مِنْهَا ان میں سے اَرْبَعَةٌ چار (مہینے) حُرُمٌ حرمت والے ہیں ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی ہے سیدھا دین فَلَا تَظْلِمُوْا چنانچہ تم ظلم نہ کرو فِيْهِنَّ ان میں اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں پر وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً اور تم مشرکوں سے اکٹھے لڑو كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً جیسے وہ تم سے اکٹھے لڑتے ہیں وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ کہ بیشک اللہ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

ترجمہ: اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے) کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا کتابِ الٰہی میں (برس کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں یہی دین کا سیدھا رستہ ہے تو ان مہینوں میں (قتالِ ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہیں۔

۲۔ جو اللہ کی کتاب یعنی لوحِ محفوظ کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔

۳۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے مہینے ہیں۔

۴۔ یہی دین کا سیدھا سادہ تقاضا ہے۔

۵۔ لہٰذا ان مہینوں کے معاملہ میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

۶۔ تم سب مل کر مشرکوں سے اسی طرح لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

۷۔ یقین رکھو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سال کے مہینوں کے سلسلہ میں اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ اللہ کے علم اور اس کے حکم میں مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کو لکھ دیا ہو اور مقرر کردیا ہو کہ سال کے بارہ ہی مہینے ہیں تو اس کو اختیار کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی وقت سے یہ سال کے بارہ مہینے بھی مقرر فرمادیئے۔ اس وقت سے آج تک یہی نظام چل رہا ہے کہ ہر زمانہ میں سال کے بارہ مہینے ہی مانے گئے۔ مہینے دو طرح کے ہوتے ہیں، شمسی اور قمری۔ شمسی مہینے جس کو ہم انگریزی تاریخ کہتے ہیں جس کے بارہ مہینے یہ ہیں: جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر۔ قمری مہینے جس کو ہم ہجری یا اسلامی مہینے کہتے ہیں، وہ یہ ہیں: محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوقعدہ اور ذُوالحجہ۔ قمری مہینوں کا حساب رویتِ ہلال سے ہوتا ہے۔ قمری مہینوں میں ہر ماہ کے تیس یا انتیس دن ہوتے ہیں، جس کا فیصلہ رویتِ ہلال کمیٹی کرتی ہے۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں جن کا مِنۡهَآ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ میں تذکرہ ہے۔ چار میں سے تین ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں اور چوتھا ماہِ رجب ہے۔ ان چار مہینوں کو اشہرِ حرم کہا جاتا ہے، جس طرح دنوں میں جمعہ، یومِ عرفہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کو فضیلت حاصل ہے۔ شہروں میں بلدِ محترم، مکۂ مکرمہ کو فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح حرمت اور عظمت والے ان چار مہینوں کو دوسرے مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ روایتوں میں ہے کہ ان مہینوں میں گناہ کرنا زیادہ سزا کا موجب ہے اور ان مہینوں میں اطاعت کے کام زیادہ ثواب کا باعث ہیں۔ ان چار مہینوں میں صدیوں سے قتال بھی حرام تھا، حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے زمانہ ہی سے یہ حکم تھا۔ اہلِ عرب نے اس حرمت کو باقی رکھا۔ اس

کے بعد اس کی حرمت وعظمت منسوخ ہوگئی اور ان مہینوں میں قتال کرنا حلال ہوگیا۔

حجۃ الوداع کے دن رسولِ رحمت ﷺ نے یوں خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! زمانہ گھوم کر اپنی اس ہیئت پر آ گیا کہ جس دن اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا، سال بارہ مہینوں کا ہے کہ جن میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، تین (مہینے) لگاتار ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جو دونوں جمادی اور شعبان کے بیچ ہیں، یعنی مہینے لوٹ آئے اس ہیئت پر جو ان کی ترتیب تھی اور حج ذوالحج میں لوٹ کر آ گیا اور نبی ﷺ نے اس (ترتیب یا رسم) کو باطل کر دیا جو زمانۂ جاہلیت میں تھی، تو حج ذوالحج (کے مہینہ کے) موافق ہوگیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج ذوالقعدہ میں تھا۔ پھر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔ ہم نے سمجھا کہ آپ اس کو کوئی اور نام دیں گے، پھر آپ ﷺ نے کہا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ تو ہم نے کہا ہاں، پھر آپ نے کہا کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، پھر آپ خاموش ہوگئے، ہم نے سمجھا کہ آپ اسے کوئی اور نام دیں گے۔ پھر آپ نے کہا کہ کیا یہ ذوالحج نہیں ہے؟ ہم نے کہا ہاں، پھر آپ نے کہا کہ یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ کیا یہ شہر (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا ہاں، پھر آپ نے فرمایا کہ یقیناً تمہارے خون تمہارے مال۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے فرمایا تمہاری عزتیں حرام ہیں تم پر جیسا کہ تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں۔ عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا تو تم لوگ میرے بعد کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو۔ سنو! کہ حاضر شخص غائب کو پہنچادے، ہوسکتا ہے کہ یہ بات جس کو پہنچائی جائے وہ اس کو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو اس شخص سے کہ جس سے اس نے یہ بات سنی ہو۔ (بخاری:۴۴۰۶)

ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ یہ دین مستقیم ہے، یعنی سال میں بارہ مہینوں کا ہونا اور چار مہینوں کا حرمت والے مہینوں کے لئے مخصوص ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ چیز ہے۔ یہ دین صحیح ہے۔ یہ بات اس پس منظر میں کہی جارہی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ کبھی سال کے مہینوں کی تعداد لیتے تھے اور کبھی ان چار مہینوں کی تخصیص کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنی طرف سے بعض مہینوں کو حلال اور بعض مہینوں کو حرام قرار دیتے تھے اور سال کے بارہ مہینے کے بجائے تیرہ مہینے کر دیتے تھے۔

فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِیۡهِنَّ اَنۡفُسَکُمۡ کے ذریعہ یہ بتلایا جارہا ہے کہ ان سب مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو یعنی گناہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری نہ چھوڑو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اللہ کا کوئی نقصان نہیں بلکہ خود اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے۔ بعض مفسرین نے فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِیۡهِنَّ اَنۡفُسَکُمۡ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حلال مہینوں کو حرام مت بناؤ اور حرام مہینوں کو حلال مت بناؤ۔ پھر مسلمانوں کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وَقَاتِلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ تمام کافروں سے جنگ کرو جیسا کہ وہ تم سب سے جنگ کرتے ہیں، یعنی جس طرح یہ مشرکین جب جنگ کرتے ہیں تو تمہارے خلاف جنگ کرنے کیلئے وہ جس طرح جمع ہوکر جنگ کرتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے سب کے سب جمع ہوجاؤ۔ وہ جس طرح قتال

کرتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ قتال کرو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ کے ذریعہ ذہن سازی کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید، مدد ونصرت ان متقی دوستوں کے لئے ہے جو اس کے حکم کی مخالفت سے بچتے ہیں۔

درس نمبر (۸۰۹) اللہ کی مقررہ ترتیب کو الٹنے کا انجام التوبہ:۳۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِی الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّمَا بیشک النَّسِیْٓءُ (مہینوں کو) آگے پیچھے کرنا زِيَادَةٌ زیادتی ہے فِی الْكُفْرِ کفر میں يُضَلُّ گمراہ کیے جاتے ہیں بِهِ اس کی وجہ سے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا يُحِلُّوْنَهٗ وہ حلال کر لیتے اس کو عَامًا (ایک) سال وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ اور حرام کر دیتے ہیں اس کو عَامًا (دوسرے) سال لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ تاکہ وہ گنتی پوری کریں مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ان (مہینوں) کی جو حرام ٹھہرائے اللہ نے فَيُحِلُّوْا تو وہ حلال کر لیتے ہیں مَا حَرَّمَ اللّٰهُ جس کو اللہ نے حرام کیا زُيِّنَ لَهُمْ مزیّن کر دیئے گئے ان کیلئے سُوْٓءُ أَعْمَالِهِمْ ان کے بُرے عمل وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی اور اللہ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ کافر قوم کو

ترجمہ: امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ ادب کے مہینوں کی جو اللہ نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کر لیں اور جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں، ان کے بُرے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ نَسِیْءُ یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا تو کفر میں ایک مزید اضافہ ہے۔

۲۔ جس کے ذریعہ کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ لوگ اس عمل کو ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال حرام قرار دے دیتے ہیں۔

۴۔ تاکہ اللہ نے جو مہینے حرام قرار دیئے ہیں ان کی بس گنتی پوری کر لیں۔

۵۔ اس طرح اللہ نے جو بات حرام قرار دی تھی اسے حلال سمجھ لیں۔

۶۔ ان کی بدعملی ان کی نگاہ میں خوشنما بنادی گئی ہے۔

۷۔ اللہ ایسے کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔

حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ سال کو بجائے بارہ مہینوں کے تیرہ مہینے کر دیتے تھے، یعنی ایک ماہ بڑھا دیتے تھے، یعنی محرم کو صفر بنادیتے تھے۔ چونکہ محرم اشہر حرم میں ہوتا تھا، اس کو صفر قرار دینے کی وجہ سے وہ چیزیں جو اشہر حرم میں

حرام تھیں ان کو وہ اس مہینہ میں حلال کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا۔ الخ (تفسیر الطبری) مہینوں کی حرمت کو آگے بڑھا دینا کفر میں ترقی کرنا ہے، جس سے کافر لوگ گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس مہینہ کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام قرار دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں۔ عرب کے یہ مشرکین پہلے سے تو مشرک تھے ہی، اپنے اس غلط طریقہ سے ان کے کفر میں ترقی ہوتی ہی گئی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مہینہ کو حرمت والا قرار دیا اس کو بدل دینا یقیناً کفر میں ترقی ہے۔

اشہر حرم یعنی حرمت والے مہینوں کا تذکرہ پہلے بھی آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کو حرام قرار دیا تھا، جن چار مہینوں میں قتل وقتال کی اجازت نہیں تھی۔ مگر جنگ بھی چل رہی ہوتی تو ان چار مہینوں میں جنگ روک دی جاتی تھی۔ مکہ کے قریش حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی تھے اور کعبۃ اللہ کے متولی بھی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں سے جو باتیں باقی رہ گئی تھیں ان میں کعبۃ اللہ اور چار مہینوں کی حرمت بھی تھی۔ ان چار مہینوں میں قتل وقتال کو حرام تسلیم کرتے تھے۔ مکہ کے قریش اور عرب کے دوسرے قبیلوں کے درمیان قتل وقتال کا معاملہ ہمیشہ گرم رہتا تھا۔ جب ان میں لڑائی ٹھن جاتی تھی اور مزید جنگ کی ضرورت ہوتی تو ان چار مہینوں میں سے کسی مہینہ میں یہ محسوس ہوتا کہ لڑائی ناگزیر ہے تو کسی مہینہ کو موخر کر دیتے تھے۔ مثلاً ماہِ محرم میں انہیں جنگ کرنا ہوتا تو یوں کہتے تھے کہ یہ محرم کا مہینہ نہیں ہے بلکہ صفر کا مہینہ ہے، محرم اس کے بعد کا مہینہ ہوگا۔ اس طرح محرم کو صفر قرار دے کر جنگ کر لیتے تھے اور بجائے محرم کے صفر کے مہینہ کو شہر حرام قرار دیتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ مہینہ میں تبدیلی کرتے تھے۔ اس کے باوجود انہیں یہ غرور بھی تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ اسی طرح حج کا مہینہ ذوالحجہ ہے۔ اس کو آگے بڑھاتے بڑھاتے یہاں تک پہنچا دیتے تھے کہ حج بھی ذوالحجہ کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ہوتا تھا۔ سن ۱۰ ہجری کو جب رسولِ رحمت ﷺ نے حج ادا فرمایا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں تو وہ ٹھیک نو ذی الحجہ کو واقع ہوا تھا اور آپ ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو خطبہ دیا۔

شیطان نے ان کو ان کے یہ بُرے عمل مزین کر کے دکھلائے اور اپنے بُرے عمل کو وہ بھلا سمجھنے لگے۔ اسی حقیقت کو یوں ارشاد فرمایا گیا: زُیِّنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ اَعۡمَالِہِمۡ ان کے لئے ان کے بُرے اعمال مزین کر دیئے گئے جنہیں وہ اچھا سمجھتے ہیں۔ جس طرح مشرکین اپنی اولاد کے قتل کو بہتر عمل سمجھتے تھے جس کو سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۷ میں یوں بیان کیا گیا: وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ لِکَثِیۡرٍ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ قَتۡلَ اَوۡلَادِہِمۡ شُرَکَآؤُہُمۡ اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے۔

درس نمبر (۸۱۰) **کیا تم دنیوی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟** التوبہ:۳۸

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ؕ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ

الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيۡلٌ ﴿۳۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو! مَا لَكُمْ کیا ہے تمہیں؟ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ جب کہا جاتا ہے تم سے انْفِرُوْا (کہ) کوچ کرو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں اثَّاقَلْتُمْ (تو) بوجھل ہو جاتے (اور گرے جاتے) ہو تم اِلَى الْاَرْضِ زمین کی طرف اَرَضِيْتُمْ کیا تم نے پسند کرلیا ہے بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کو مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت کے مقابلے میں فَمَا مَتَاعُ چنانچہ فائدہ نہیں ہے الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کا فِي الْاٰخِرَةِ آخرت کے مقابلے میں اِلَّا قَلِيْلٌ مگر بہت تھوڑا

ترجمہ: مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب سے) زمین پر گرے جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے) کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو؟ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔

تشریح: اِس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے کوچ کرو تو تم بوجھل ہو کر زمین سے لگ گئے؟

۲۔ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟

۳۔ اگر ایسا ہے تو یاد رکھو کہ دنیوی زندگی کا مزہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں مگر بہت تھوڑا۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے اس آیت کی روشنی میں جامع انداز میں بہت قیمتی باتیں لکھی ہیں جن کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے: یہاں سے غزوۂ تبوک کے مختلف پہلوؤں کا بیان شروع ہو رہا ہے جو اس سورت کے تقریباً آخر تک چلا گیا ہے۔ واقعہ مختصراً یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو کچھ عرصہ بعد شام سے آنے والے کچھ سوداگروں نے مسلمانوں کو بتایا کہ رومی سلطنت کا بادشاہ ہرقل مدینہ منورہ پر ایک زوردار حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے جس کے لئے اُس نے ایک بڑا لشکر شام اور عرب کی سرحد پر جمع کرلیا ہے اور اپنے فوجیوں کو سال بھر کی تنخواہ پیشگی دے دی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اب تک بہت سی جنگیں لڑ چکے تھے، مگر وہ سب جزیرۂ عرب کے اندر تھیں، یہ پہلا موقع تھا کہ دنیا کی جانی مانی ایک بڑی طاقت سے مقابلہ پیش آرہا تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ ہرقل کے حملے کا انتظار کئے بغیر خود پیش قدمی کی جائے اور خود وہاں پہنچ کر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے تمام مسلمانوں کو اس جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اوّل تو دس سال کی متواتر جنگوں کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ فتح مکہ کے بعد سکون کے کچھ لمحات میسر آئے تھے۔ دوسرے جس وقت اس جنگ کے لئے روانہ ہونا تھا وہ ایسا وقت تھا کہ مدینہ منورہ کے نخلستانوں میں کھجوریں پک رہی تھیں۔ انہی کھجوروں پر اہلِ مدینہ کی سال بھر کی معیشت کا دارومدار تھا۔ ایسی حالت میں باغات کو چھوڑ کر جانا نہایت مشکل تھا۔ تیسرے یہ عرب میں گرمی کا سخت ترین موسم تھا

جس میں آسمان سے آگ برستی اور زمین سے شعلے نکلتے محسوس ہوتے ہیں۔ چوتھے تبوک کا سفر بہت لمبا تھا اور تقریباً آٹھ سو میل کا یہ پورا راستہ لق و دق صحراؤں پر مشتمل تھا۔ پانچویں سفر کے لئے سواریاں کم تھیں۔ چھٹے اس سفر کا مقصد رومی سلطنت سے ٹکر لینا تھا جو اُس وقت نہ صرف یہ کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی بلکہ اُس کے طریق جنگ سے بھی اہلِ عرب پوری طرح مانوس نہیں تھے۔ غرض ہر اعتبار سے یہ انتہائی مشقت، جان و مال اور جذبات کی قربانی کا جہاد تھا، جس کے لئے آنحضرت ﷺ تیس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کے ساتھ تبوک روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہرقل اور اُس کے لشکر پر آپ ﷺ کی اس جرأت مندانہ پیش قدمی کا ایسا رُعب طاری فرمادیا کہ وہ سب واپس چلے گئے اور مقابلہ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مذکورہ بالا مشکل حالات کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بھاری اکثریت ماتھے پر بل لائے بغیر جاں نثاری کے جذبے سے اس مہم میں شریک ہوئی۔ البتہ کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جنہیں یہ سفر بھاری معلوم ہوا اور شروع میں انہیں کچھ تردد رہا لیکن آخر کار وہ لشکر میں شامل ہوگئے۔ چند ایسے بھی تھے جو اس تردد کی وجہ سے آخر تک فیصلہ نہ کرسکے اور سفر میں شرکت سے محروم رہے۔ دوسری طرف وہ منافقین تھے جو ظاہری طور پر تو مسلمان ہوگئے تھے لیکن اندر سے مسلمان نہیں تھے۔ ایسی سخت مہم میں مسلمانوں کا ساتھ دینا اُن کے لئے ممکن ہی نہیں تھا، اس لئے وہ مختلف حیلوں بہانوں سے مدینہ منورہ میں رُک گئے اور ساتھ نہیں گئے۔ اس سورت کی آنے والی آیات میں ان سب قسم کے لوگوں کا ذکر آیا ہے اور اُن کے طرزِ عمل پر تبصرہ فرمایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۳۸ میں جن لوگوں کو ملامت کی گئی ہے اُن سے مراد منافقین بھی ہوسکتے ہیں۔ اس صورت میں ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو'' اُن کے ظاہری دعوے کے مطابق فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب اُن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے ہو جن کے دل میں تردد پیدا ہوا تھا۔ البتہ آیت نمبر ۴۲ سے تمام تر بیان منافقین ہی کا ہے۔

اللہ کی راہ میں نکلنے کا حکم سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۱ میں بھی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا اے مسلمانو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر گروہ گروہ بن کر کوچ کرو یا سب کے سب اکٹھے ہو کر نکل کھڑے ہو۔ جو منافقین جنگِ تبوک کے موقع پر اپنے گھروں سے نہیں نکلے اور زمین سے چپکے بیٹھے رہے۔ ایسے منافقین سے کہا جارہا ہے کہ تم آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی سے خوش ہوگئے۔ تم کو دنیا زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ تمہارے پاس دھن دولت کی قدر ہے، آخرت کے اجر و ثواب کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے؟ یاد رکھو کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی یہ زندگی بہت تھوڑی ہے۔ آخرت سمندر ہے اور دنیا قطرہ ہے۔ آخرت پہاڑ ہے اور دنیا اس کا ایک پتھر ہے۔ آخرت وسیع و عریض باغ ہے اور دنیا اس کے مقابلہ میں اس کی شاخوں میں کسی ایک شاخ کا ایک پتہ ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۵ میں دنیا کی حقیقت یوں بیان کی گئی: وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ جنت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

درس نمبر (۸۱۱) **اللہ کی نصرتوں کا بیان** التوبہ: ۳۹۔۴۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۙ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

قَدِیْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِلَّا تَنْفِرُوْا اگر تم کوچ نہ کروگے یُعَذِّبْكُمْ تو وہ تمہیں عذاب دے گا عَذَابًا اَلِیْمًا دردناک عذاب وَیَسْتَبْدِلْ اور وہ بدل کرلے آئے گا قَوْمًا کسی اور قوم کو غَیْرَكُمْ سوائے تمہارے وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا اور کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے تم اس کا وَاللّٰهُ اور اللہ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ اگر تم اس کی مدد نہ کروگے فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ تو تحقیق اللہ نے اس (پیغمبر) کی مدد کی اِذْ اَخْرَجَهُ جب کہ اس کو نکال دیا تھا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ثَانِیَ اثْنَیْنِ (وہ) دوسرا تھا دو میں سے اِذْ هُمَا جب وہ دونوں فِی الْغَارِ غار میں تھے اِذْ یَقُوْلُ جب کہ وہ کہہ رہا تھا لِصَاحِبِهٖ اپنے ساتھی سے لَا تَحْزَنْ تو غم نہ کر اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ مَعَنَا ہمارے ساتھ ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ پھر اللہ نے نازل کی سَكِیْنَتَهٗ اپنی سکینت عَلَیْهِ اس پر وَاَیَّدَهٗ اور اس کی مدد کی بِجُنُوْدٍ ایسے لشکروں سے لَّمْ تَرَوْهَا کہ تم نے ان کو نہیں دیکھا وَجَعَلَ كَلِمَةَ اور بات کردی الَّذِیْنَ ان لوگوں کی جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا السُّفْلٰى نیچی وَكَلِمَةُ اللّٰهِ اور اللہ کی بات هِیَ الْعُلْیَا وہی بالا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ عَزِیْزٌ نہایت غالب حَكِیْمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں بڑی تکلیف کا عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کردے گا (جو اللہ کے پورے فرمانبردار ہوں گے) اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ○ اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابوبکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تیرہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تم کوچ نہیں کروگے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا۔

۲۔ تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا۔

۳۔ تم اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔

۴۔ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

۵۔ اگر تم ان (رسولِ رحمت ﷺ) کی مدد نہیں کروگے تو ان کا کچھ نقصان نہیں۔

۶۔ کیونکہ اللہ ان کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب ان کو کافر لوگوں نے ایسے وقت مکہ سے نکالا تھا جب وہ دو آدمیوں

میں سے دوسرے تھے۔

۷۔جب وہ دونوں غار میں تھے۔

۸۔جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

۹۔چنانچہ اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔

۱۰۔ان کی ایسے لشکروں سے مدد کی جو تمہیں نظر نہیں آئے۔

۱۱۔کافر لوگوں کا بول نیچا کر دکھایا۔

۱۲۔بول تو اللہ ہی کا بالا ہے۔

۱۳۔اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی۔

اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نہ نکلنے پر یہاں وعید بیان کی جارہی ہے کہ اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں عذاب سے مراد دنیا میں بارش کا روک لینا ہے کہ اگر تم جہاد کے تقاضہ پر اللہ کی راہ میں نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش روک لیں گے۔بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول زیادہ موزوں اور مناسب اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ جنگِ تبوک کے موقع پر چونکہ کھیتیوں اور باغوں کی پیداوار جمع کرنے کا وقت آ گیا تھا اور اسے چھوڑ کر جانا شاق گزر رہا تھا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتا دیا گیا کہ اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو یاد رکھو کہ بارش روک دی جائے گی۔اگر اس سال تمہیں پھل حاصل بھی ہو گئے تو بارش کے رکنے کی وجہ سے آئندہ برسوں میں ان چیزوں سے تم محروم ہو جاؤ گے۔

اِس آیت میں سخت قسم کی دھمکی بھی ہے اور اللہ کی راہ میں نکلنے سے رُکے رہنے پر عذاب کی سخت وعید بھی ہے۔رب ذوالجلال کا دستور یہ ہے کہ عذاب یا عقاب کسی واجب کو چھوڑنے پر ہی ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنگِ تبوک کیلئے مسلمانوں کا نکلنا واجب اور ضروری تھا۔اسی لئے نہ جانے پر عذاب کی وعید بیان کی گئی۔کافروں سے قتال کے لئے نکلنا اور جہاد کرنا اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے ہوتا ہے۔جب جنگ میں جانے کا تقاضا ہو تو مسلمانوں کی شوکت کو بڑھانے کیلئے نکلنا ضروری ہوتا ہے۔یہ تو جنگِ تبوک کے لئے تھا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کے نازل ہونے کے بعد منسوخ ہو گئی جس میں یوں کہا گیا: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً اور مسلمانوں کے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ ہمیشہ سب کے سب جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں۔اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جہاد فرضِ کفایہ ہو گیا۔بعض محققین نے اس آیت کو منسوخ تسلیم نہیں کیا۔اس لئے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے نکلنے کا حکم دیا یا جن کا نکلنا پسند کیا اور وہ نہیں نکلے۔یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جنگِ تبوک کے لئے نکلنے میں جن لوگوں نے سستی دکھائی وہ بہت قلیل تعداد میں تھے، کثیر تعداد تو اس جنگ کے لئے نکل گئی، جیسا کہ جنگِ تبوک کے لئے نکلنے والوں کی تعداد تیس ہزار بتلائی جاتی ہے۔سستی تو چند افراد سے ہوئی، لیکن خطاب سارے ہی ایمان والوں سے کیا گیا تاکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو سبق ملتا رہے اور وہ اللہ کی راہ میں خوشدلی سے نکلیں اور اس معاملہ میں سستی نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ کے ذریعہ یہ حقیقت اُجاگر کردی ہے کہ اگر تم رسول کی مدد ایسے مواقع پر نہیں کروگے تو نبی تمہاری مدد کے محتاج نہیں ہیں۔ نبی کے لئے تو ان کے رب کی مدد حاضر ہے۔ رب ذوالجلال ان کی مدد و نصرت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو نبی کی مدد اس وقت بھی کی جب نبی کے ساتھ بہت کم لوگ تھے۔ جنگِ بدر میں ہزاروں کی تعداد نہیں تھی۔ وہاں تو صرف تین سو تیرہ افراد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے مقابلہ میں نبی کو غلبہ اور فتح عطا فرمائی اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب نبی مکۂ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کررہے تھے۔ اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو مدینہ منورہ جاچکے تھے۔ چند بچے کچے مسلمان مکۂ مکرمہ میں رہ گئے تھے اور اس وقت جب نبی مکۂ مکرمہ سے نکل رہے تھے اس وقت بھی آپ ﷺ کی مدد کی گئی۔ ہجرت کے ہر مرحلہ میں نبی رحمت ﷺ کی مدد و نصرت کی گئی۔ آپ کی حفاظت اور نگرانی کی گئی۔ نبی اپنے حقیقی رب کی حفاظت میں غارِ ثور پہنچ گئے۔ آپ ﷺ اپنے رفیقِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور دشمن گھات لگا کر غار کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ! اگر ان دشمنوں میں سے کوئی ایک شخص بھی اپنے قدموں کی طرف نظر کرلے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ رسولِ رحمت ﷺ رب ذوالجلال پر کامل و مکمل توکل کی کیفیت میں ڈوب کر فرمارہے ہیں: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ابوبکر! غمگین نہ ہو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ بعض روایتوں سے رب ذوالجلال کی مدد و نصرت کا یہ نظارہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ غارِ ثور میں داخل ہوگئے تو مکڑی نے غار کے دروازہ پر جالا تن دیا۔ اسے دیکھ کر دشمنوں نے سمجھا کہ اگر محمد غار کے اندر گئے ہوتے تو یہ جالا ٹوٹ چکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا رسولِ رحمت ﷺ پر ایک خاص فضل یہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلبِ مبارک پر تسلی نازل فرمائی۔ اسی سکینہ کا نتیجہ تھا کہ رسولِ رحمت ﷺ نے بے چینی اور بے قراری کے اظہار کے بجائے نہایت ہی اطمینان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلی دی کہ تم غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ پس اللہ نے ان پر اپنا سکینہ نازل فرمایا۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا۔ ابنِ عربی بھی کہتے ہیں کہ علیہ کی ضمیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب لوٹانا ہی زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی رحمت ﷺ کی جان کی فکر تھی جو ان کو بے چینی میں مبتلا کررکھی تھی۔ ایک نکتہ یہاں یہ بھی بیان کیا گیا کہ اگر اس سکینہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ پر کی جائے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر خود رسول اللہ ﷺ خوف میں مبتلا رہتے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیسے تسلی دیتے؟

وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا سے وہ مدد یاد دلائی جارہی ہے جو جنگِ بدر کے موقع پر فرشتوں کے نزول کے ذریعہ کی گئی، ایسے لشکروں سے اللہ تعالیٰ نے نبی کی مدد کی جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد خاص سے کافروں کے کلمہ کو پست کردیا، یعنی کافروں کو ذلیل و رسوا کردیا۔ انہیں ناکام و نامراد بنادیا اور رسولِ رحمت ﷺ کے دین حق کو تمام دینوں پر غالب کردیا۔

وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا اور اللہ کا کلمہ تو ہے ہی بلند، اللہ تعالیٰ خود بلند ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (البقرہ:۲۵۵) اور وہ بڑا عالی مقام صاحبِ عظمت ہے۔ جب وہ عالی مقام ہے تو اس کا کلمہ بھی عالی مقام ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک

بھی ہے اور بالا و برتر بھی۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا يَصِفُوْنَ (الانعام:۱۰۰) وہ ان سب باتوں سے پاک اور بالا و برتر ہے جو یہ کرتے ہیں۔

درس نمبر (۸۱۲)

منافقوں کی حالتوں کا بیان

التوبہ:۴۱۔۴۲۔۴۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنْفِرُوْا تم کوچ کرو خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ہلکے (بھی) اور بھاری (بھی) وَجَاهِدُوْا اور جہاد کرو بِأَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَأَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں کے (ساتھ) فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں ذٰلِكُمْ خَيْرٌ یہ بہت بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم علم رکھتے ہو ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا اگر مال ہوتا قَرِيْبًا جلدی مل جانے والا وَّسَفَرًا قَاصِدًا اور سفر (بھی) درمیانہ لَّاتَّبَعُوْكَ تو وہ ضرور آپ کی پیروی کرتے وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ اور لیکن دور دکھائی دی عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ مسافت ان کو وَسَيَحْلِفُوْنَ اور عنقریب وہ قسمیں کھائیں گے بِاللّٰهِ اللہ کی لَوِ اسْتَطَعْنَا اگر ہم استطاعت رکھتے لَخَرَجْنَا تو ہم ضرور نکلتے مَعَكُمْ تمہارے ساتھ يُهْلِكُوْنَ وہ ہلاک کر رہے ہیں أَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کو وَاللّٰهُ اور اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے إِنَّهُمْ کہ بلاشبہ وہ لَكَاذِبُوْنَ البتہ جھوٹے ہیں ۝ عَفَا اللّٰهُ معاف کر دیا اللہ نے عَنْكَ آپ کو لِمَ اَذِنْتَ آپ نے کیوں اجازت دی لَهُمْ ان کو؟ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے لَكَ آپ کے لیے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو صَدَقُوْا سچے تھے وَتَعْلَمَ اور آپ جان لیتے الْكَاذِبِيْنَ جھوٹوں کو

ترجمہ: تم سبک بار ہوں یا گراں بار (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت، گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے لڑو یہی تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو ۝ اگر مالِ غنیمت سہل الحصول اور سفر بھی ہلکا سا ہوتا تو تمہارے ساتھ (شوق) سے چل دیتے لیکن مسافت ان کو دُور (دراز) نظر آئی (تو عذر کریں گے) اور اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے یہ (ایسے عذروں سے) اپنے تئیں ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں ۝ اللہ تمہیں معاف کرے تم نے اس سے پہلے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟

تشریح: ان تین آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل۔

۲۔اپنے مال وجان سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔
۳۔اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔
۴۔اگر دنیا کا سامان کہیں قریب ملنے والا ہوتا اور سفر درمیانہ قسم کا ہوتا تو یہ منافق لوگ ضرور تمہارے پیچھے ہو لیتے۔
۵۔لیکن یہ کٹھن فاصلہ ان کے لئے بہت دور پڑ گیا۔
۶۔اب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔
۷۔اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکل جاتے۔
۸۔یہ لوگ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔
۹۔اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔
۱۰۔اے پیغمبر! اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔
۱۱۔مگر تم نے ان کو جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت اس سے پہلے ہی کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنہوں نے سچ بولا تھا؟
۱۲۔تم جھوٹوں کو بھی اچھی طرح جان لیتے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کے دین کی سربلندی کیلئے جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا ہے کہ **اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا** یعنی جنگ کے مال واسباب ہوں یا نہ ہوں ہر حال میں جہاد کے لئے نکل جاؤ، تمہارے جہاد کی بنیاد مال واسباب نہیں، مال و اسباب تو سبب کا درجہ رکھتے ہیں۔اصل تو تمہارا امتحان اور دین اسلام کی سربلندی ہے، اس لئے تمہیں ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکل پڑنا چاہئے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۱ میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ الگ الگ دستوں کی شکل میں یا سب لوگ اکٹھے ہو کر نکل جاؤ: **یَـٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِ انۡفِرُوۡا جَمِیۡعًا** اے ایمان والو! دشمن سے مقابلہ کے وقت اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو پھر الگ الگ دستوں کی شکل میں جہاد کے لئے نکلو یا سب لوگ اکٹھے ہو کر نکل جاؤ۔جنگِ تبوک کے وقت مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا اور یہ عام اعلان تھا کہ رومیوں کے خلاف قتال کے لئے نکل جاؤ اور ایمان والوں پر لازم کر دیا گیا کہ وہ رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ ہر حال میں نکل جائیں۔چنانچہ مسلمانوں کی بھاری تعداد اس جنگ کے لئے تیار ہوئی۔بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مجبوری کی وجہ سے جانہ سکے۔

وَجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔
قرآنِ مجید میں جہاد کا حکم متعدد مقامات پر ہے۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۵ میں یوں ہے: **وَجَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ** اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح حاصل ہوگی۔سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۸ میں یوں ہے: **وَجَاهِدُوۡا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ** اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔کافروں سے جہاد کا مطلب ان دشمن کافروں سے جہاد ہے جو مسلمانوں سے قتال کرتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو بھی کافر نظر آ جائے اس پر حملہ کرنے لگ جاؤ۔جس جہاد کا حکم ایمان والوں کو دیا جا رہا ہے کہیں یہ بات ذہن میں نہ آئے کہ یہ مسلمانوں کے لئے کوئی شر کی چیز ہے،

نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ اللہ کے راستہ میں نکلنے اور دشمنوں سے جہاد کرنے ہی میں ایمان والوں کیلئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ خیر ہی خیر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان دنیا میں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ (۱) وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے، پھر اس میں انہیں شک نہ ہوا اور وہ اپنی جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہے۔ (۲) وہ لوگ جن کی طرف سے لوگوں کی جان اور ان کے مال محفوظ ہوں۔ (۳) وہ لوگ جنہیں کسی چیز کی طمع پیدا ہوا اور پھر وہ اسے اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ دیں۔ (مسند احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک اعرابی نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ! کون شخص سب سے اچھا ہے؟ فرمایا کہ وہ شخص جس نے اپنی جان اور مال کے ذریعہ جہاد کیا اور وہ شخص جو کسی پہاڑ کی کھوہ میں ٹھہرا ہوا اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی برائی سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری:۲۷۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ضمانت لیتا ہے اس شخص کی جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرے، اگر اسے موت آتی ہے تو اس بات کی ضمانت لیتا ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے یا اس کو اس کے گھر لوٹائے اس چیز کے ساتھ کہ جس کو اس شخص نے پایا۔ (مسلم:۱۸۷۶۔ نسائی:۵۰۳۰)

اس آیتِ جہاد سے سب پر حج کے لئے نکلنا فرض ہو گیا تھا۔ لیکن سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۱ **لَّيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى** (کہ کمزوروں پر اور بیماروں پر کوئی حرج نہیں) اس رعایت والی آیت کی وجہ سے یہ آیت منسوخ ہو گئی، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ مگر امام قرطبی نے اس آیت کو منسوخ قرار نہیں دیا ہے۔ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیئے جانے کے بعد ان لوگوں کی زجر و توبیخ کی گئی جو جہاد میں جانے سے جی چرا رہے تھے۔ اس کے بعد منافقوں کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اگر قریب ہی میں سامان ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی ہوتا تو یہ منافق آپ کے ساتھ جہاد میں چلتے، لیکن ان منافقین کو مسافت دور دراز نظر آئی یعنی ان منافقوں کو غنیمت کا مال آسانی سے ملنے کی امید ہوتی اور قریب ہی جگہ سے خوب مال و متاع کے ملنے کا یقین ہوتا اور سفر بھی آسان ہوتا جس میں کوئی مشقت نہ ہوتی تو ضرور یہ منافقین اے پیغمبر! آپ کے پیچھے پیچھے چلتے یعنی آپ کے ساتھ آتے اور ایسے جہاد میں چلنے میں جلدی بھی کرتے۔ لیکن ان منافقوں نے سستی دکھائی اور پیچھے رہ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سفر بھی مشکل ہے اور مسافت بھی لمبی ہے اور جن سے لڑائی ہے وہ بھی زبردست طاقتور قوم ہے یعنی اہلِ روم ہیں تو ان پر بزدلی چھا گئی اور اپنی راحت اور اپنی سلامتی کی فکر نے انہیں جنگ کی سعادت سے محروم کر دیا۔ یہ منافق مادیت کے پجاری ہیں۔ یہ چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والے منافق ہیں۔ ان کو صرف دنیا چاہیئے، آخرت کے اجر کی کوئی آرزو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ منافقوں کی ایک غلطی تو یہ تھی کہ پہلے تو وہ جہاد میں گئے ہی نہیں اور دوسری غلطی اور قصور ان کا یہ تھا کہ جب رسولِ رحمت ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ان منافقوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم میں جانے کی قوت و طاقت نہ تھی۔ اگر ہم میں سکت ہوتی اور ہمارے بس میں ہوتا تو ہم ضرور آپ کے ساتھ جہاد میں چلتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کا پول کھول دیا: **وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ** وہ اللہ کی

قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے۔ یہ منافق جہاد میں جانے سے ہلاک نہیں ہو رہے ہیں بلکہ جہاد سے جی چرانے اور جھوٹے عذر کرتے ہوئے اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ کو پورا علم ہے کہ یہ منافق حقیقت میں جھوٹے ہیں۔ یہاں منافقوں کی ہلاکت کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنا رہے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانۂ مبارک میں منافقین میں سے بعض ایسے تھے کہ جب نبی ﷺ غزوہ کے لئے نکلے تو وہ پیچھے رہ گئے اور نبی ﷺ کے خلاف بیٹھ جانے سے خوش ہوئے۔ جب نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ سے معذرت کی اور قسم اٹھائی اور انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انہوں نے سرانجام نہیں دیئے تو آیت لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ أَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ (آل عمران:۱۸۸) نازل ہوئی۔ اپنے کئے پر خوش ہونے والے لوگوں کو مت گمان کرو جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ ان کی تعریف کی جائے ایسے اعمال پر جو انہوں نے سرانجام نہیں دیئے، پس آپ ﷺ ان کے بارے میں عذاب سے نجات کا گمان نہ کریں۔ (مسلم: ۲۷۷۷)

منافقوں نے تبوک نہ جانے کا فیصلہ پہلے ہی سے کر لیا تھا، لیکن رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر پیش کرتے رہے اور جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت لیتے رہے۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت بھی دے دی۔ اس اجازت پر اللہ تعالیٰ نے بہت ہی نرم لہجہ میں رسولِ رحمت ﷺ سے پوچھا کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے ان منافقوں کو کیوں اجازت دی، جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جب تک آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے؟ یہاں غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے سے یہ پوچھنے سے پہلے کہ آپ نے ان منافقوں کو کیوں اجازت دی؟ یہ اعلان کر دیا کہ جو کچھ آپ سے اس سلسلہ میں ہوا پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا۔ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّد ﷺ) حضرت عمرو بن میمون نے فرمایا کہ رسولِ رحمت ﷺ نے دو کام ایسے کئے جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہ تھا۔ اول یہ کہ آپ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقوں کے عذر سن کر شرکت نہ کرنے کی اجازت دے دی اور دوسرے یہ کہ آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بدلہ فدیہ لینے والی رائے کو اختیار فرما لیا تھا۔ ان دونوں باتوں پر رسولِ رحمت ﷺ سے پوچھا گیا۔ (الدر المنثور) اندازہ لگایئے کہ اللہ تعالیٰ کو نبی ﷺ کی دلداری کا کس قدر خیال ہے کہ پوچھنے سے پہلے ہی معافی کا اعلان کر دیا، ورنہ عموماً حاکم اپنے محکوم سے پہلے پوچھتا ہے پھر اس کے بعد معافی کا اعلان ہوتا ہے۔

درس نمبر (۸۱۳)

آپ سے کون اجازت مانگتے ہیں؟

التوبہ: ۴۴-۴۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝۴۴ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝۴۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَا يَسْتَأْذِنُكَ اجازت نہیں مانگتے آپ سے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یومِ آخرت (پر) اَنْ يُّجَاهِدُوْا کہ وہ جہاد کریں بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے (ساتھ) وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے بِالْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کو O اِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ آپ سے صرف وہی اجازت مانگتے ہیں الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں رکھتے بِاللّٰهِ اللہ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یومِ آخرت (پر) وَارْتَابَتْ اور شک میں پڑے ہوئے ہیں قُلُوْبُهُمْ ان کے دل فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ تو وہ اپنے شک میں پڑے يَتَرَدَّدُوْنَ تردّد کررہے ہیں

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اجازت نہیں مانگتے (کہ پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور اللہ ڈرنے والوں سے واقف ہے O اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے شک میں ڈانوا ڈول ہورہے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ جو لوگ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال و جان سے جہاد نہ کرنے کے لئے آپ سے اجازت نہیں مانگتے۔

٢۔ اللہ متقی لوگوں کو خوب جانتا ہے۔

٣۔ تم سے اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

٤۔ ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

٥۔ وہ اپنے شک کی وجہ سے ڈانوا ڈول ہیں۔

مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے سامنے اپنا سر جھکا دیتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا اگر جائزہ لیں تو ہر شخص یہ محسوس کرے گا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کو بجالایا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کی۔

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں کوئی نیکی اور گناہ ایسا نہیں چھوڑوں گا جس کے متعلق نبی ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ جب میں وہاں پہنچا تو نبی ﷺ کے پاس بہت سے لوگ موجود تھے۔ میں لوگوں کو پھلانگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ لوگ کہنے لگے وابصہ! نبی ﷺ سے پیچھے ہٹو، میں نے کہا کہ میں وابصہ ہوں، مجھے ان کے قریب جانے دو، کیونکہ مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے قریب ہونا پسند ہے۔ نبی ﷺ نے بھی مجھ سے فرمایا وابصہ! قریب آجاؤ۔ چنانچہ میں اتنا قریب ہوا کہ میرا گھٹنا نبی ﷺ کے گھٹنے سے لگنے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا وابصہ تم مجھ سے کیا پوچھنے کے لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی بتائیے، نبی ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے کے لئے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! نبی ﷺ نے اپنی تین انگلیاں اکٹھی کیں اور ان سے

میرے سینے کو کرید تے ہوئے فرمایا وابصہ! اپنے نفس سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہوتی ہے جس میں دل مطمئن ہوتا ہے اور نفس کو سکون ملتا ہے اور گناہ وہ ہوتا ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتا ہے اور دل میں تردد رہتا ہے۔ اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیتے رہیں۔

(مسند احمد: ۱۸۰۰۱)

یہ تو مسلمانوں کی شان ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۱ میں مومنوں کے کئی اوصاف بیان کئے گئے، جن میں سے ان کا ایک وصف یہ بھی ہے: وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس منافقوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں سے جی چراتے ہیں۔ ایمان والے کبھی ایسی حرکت نہیں کرتے کہ جہاد کا اعلان کیا جائے اور وہ بغیر کسی عذر کے جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگیں اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کس کے دل میں تقویٰ ہے اور کس کے دل میں تقویٰ نہیں ہے؟ جہاد میں نہ جانے کی اجازت تو یہ منافق مانگتے ہیں جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ منافق وہ ہیں جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے اور اسی شک میں وہ حیران ہیں۔ منافقوں کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے دلوں میں تردد رہتا ہے اور اسی تردد اور شک میں ان کی زندگی گزر جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لی تھی کہ ہم جہاد میں نہ جائیں گے اور ان کا کوئی عذر بھی نہ تھا۔ بعض روایتوں کے مطابق یہ ۳۹ آدمی تھے۔

درس نمبر (۸۱۴) منافقوں کا جہاد میں نکلنا اللہ نے پسند نہیں کیا التوبہ: ۴۶-۴۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اَرَادُوْا اور اگر وہ ارادہ کرتے الْخُرُوْجَ نکلنے کا لَاَعَدُّوْا تو ضرور تیار کرتے لَهٗ عُدَّةً اس کیلئے کچھ سامان وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ اور لیکن اللہ نے پسند نہیں کیا انْبِعَاثَهُمْ ان کے اُٹھنے (جانے) کو فَثَبَّطَهُمْ لہٰذا اس نے ان کو سست کر دیا (روک دیا) وَقِيْلَ اور کہہ دیا گیا اقْعُدُوْا تم بیٹھے رہو مَعَ الْقَاعِدِيْنَ بیٹھنے والوں کے ساتھ ○ لَوْ خَرَجُوْا اگر وہ نکلتے فِيْكُمْ تم میں (شامل ہو کر) مَّا زَادُوْكُمْ زیادہ نہ کرتے تمہارے لیے اِلَّا خَبَالًا مگر خرابی (ہی) وَّلَا اَوْضَعُوْا اور البتہ وہ دوڑاتے (اپنے گھوڑے) خِلٰلَكُمْ تمہارے درمیان يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ تمہارے اندر فتنہ تلاش کرتے ہوئے وَفِيْكُمْ اور تم میں (کچھ وہ ہیں) سَمَّاعُوْنَ جو سنتے ہیں لَهُمْ ان کے لیے (باتیں) وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے بِالظَّالِمِيْنَ ظالموں کو

ترجمہ: اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لئے سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا (اور نکلنا) پسند نہ کیا

تو ان کو ملنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں (معذور) بیٹھے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو O اگر وہ تم میں (شامل ہوکر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور تم میں فساد ڈلوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو اس کے لئے انہوں نے کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوتی۔

۲۔ لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند ہی نہیں کیا۔

۳۔ اس لئے پڑا رہنے دیا۔

۴۔ کہہ دیا گیا کہ جو اپاہج ہونے کی وجہ سے بیٹھے ہیں ان کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔

۵۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے تو سوائے فساد پھیلانے کے تمہارے درمیان کوئی اور اضافہ نہ کرتے۔

۶۔ تمہارے لئے فتنہ پیدا کرنے کی کوشش میں تمہاری صفوں کے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے۔

۷۔ خود تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کے مطلب کی باتیں خوب سنتے ہیں۔

۸۔ اللہ ان ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

منافقوں کے بارے میں یہاں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ بظاہر یہ منافقین کوئی عذر بیان کرتے ہوئے جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگ رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان کا پہلے ہی سے جہاد کیلئے نکلنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا۔ اگر ان کے دلوں میں جہاد کا جذبہ ہوتا اور اللہ کی راہ میں جانے کا ارادہ ہوتا تو وہ جہاد کی پہلے ہی سے تیاری کرتے۔ اس جہاد کے لئے ہتھیار، توشہ اور سواری کا انتظام پہلے ہی سے کر لیتے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ سے اجازت ان کے لئے ایک بہانہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت مل گئی، چلو چھٹی ہوگئی۔ اگر اللہ کے رسول انہیں اجازت نہ دیتے اور کہہ دیتے کہ نہیں! تمہیں چلنا ضروری ہے تو جب بھی یہ جہاد میں نہ جاتے، ان کو تو بہر صورت جانا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ پسند نہیں تھا کہ یہ منافق جہاد میں جائیں **وَّلٰكِنۡ كَرِهَ اللّٰهُ انۢبِعَاثَهُمۡ** لیکن اللہ نے ان کے جانے کو پسند نہیں فرمایا **فَثَبَّطَهُمۡ** پس ان کو جہاد میں جانے سے روک دیا **وَقِيۡلَ اقۡعُدُوۡا مَعَ الۡقٰعِدِيۡنَ** اور ان سے کہا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ ان منافقوں کے جہاد میں جانے کو اس لئے ناپسند کیا گیا کہ اگر یہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں جاتے تو وہاں فساد اور بگاڑ کے سوا کوئی اور کام نہ کرتے۔ ان کا جانا دین اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصاندہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد سے پہلے ہی ان منافقوں کے دلوں میں جان کا خوف ڈال دیا اور ان کے اندر سستی اور کمزوری ڈال دی اور ان منافقوں سے رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ کہا گیا کہ عورتوں، بچوں، بیماروں، بوڑھوں اور معذوروں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۸۷ میں اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے کہ **رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ** یہ لوگ اس بات پر راضی ہوگئے کہ گھروں میں بیٹھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، وہ لوگ نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا اور اس بات کی وضاحت کر دی کہ ان منافقوں کا نہ نکلنا لشکرِ اسلام

کیلئے فائدہ مند ہی تھا اور مصلحت اسی میں تھی کہ یہ منافقین جہاد میں نہ آئیں، اس لئے کہ ان منافقوں کے جنگ میں شریک ہونے سے مسلمانوں کو کوئی قوت وطاقت ملنے والی نہیں تھی بلکہ وہ لشکر اسلام میں بے چینی پیدا کر دیتے اور نظام جہاد میں فساد و بگاڑ پیدا کر دیتے اور مسلمانوں کے درمیان بغض پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور اختلاف اور انتشار کا بیج بو دیتے اور دشمنوں کا خوف مسلمانوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیتے۔ فِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی کہ تمہارے اندر ایسے لوگ ہیں جو ان کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔ اگرچہ کہ وہ جنگ میں تمہارے ساتھ آ گئے ہیں لیکن وہ جہاد کی نیت سے نہیں آئے ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہیکہ تمہارے اندر گھل مل کر تمہاری خبر لینا اور ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو تمہارے ساتھ نہیں آئے ان لوگوں کا یہی مشغلہ ہے۔ اللہ ظالموں سے پوری طرح باخبر ہے اور جب اللہ کو ظالموں کا علم ہے تو ان کو ان کے ظلم کا بدلہ ضرور دے گا۔

درس نمبر (۸۱۵) ایک منافق کا واقعہ کہ جس نے نہ چلنے کی اجازت مانگی التوبہ: ۴۸-۴۹-۵۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۴۸ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۴۹ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ تحقیق انہوں نے فتنہ تلاش کیا تھا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے (بھی) وَقَلَّبُوْا اور الٹ پلٹ کرتے رہے لَكَ الْاُمُوْرَ آپ کے لیے معاملات کو حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ یہاں تک کہ حق آ گیا وَظَهَرَ اور غالب ہو گیا اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم وَهُمْ جبکہ وہ كٰرِهُوْنَ ناپسند کرنے والے تھے○ وَمِنْهُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ يَّقُوْلُ وہ ہے جو کہتا ہے ائْذَنْ لِّيْ مجھے اجازت دیجئے وَلَا تَفْتِنِّيْ اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں اَلَا آگاہ رہو! فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا فتنے میں (تو) وہ گر چکے ہیں وَاِنَّ جَهَنَّمَ اور بے شک جہنم لَمُحِيْطَةٌ یقیناً گھیرنے والی ہے بِالْكٰفِرِيْنَ کافروں کو ○ اِنْ تُصِبْكَ اگر پہنچتی ہے آپ کو حَسَنَةٌ کوئی بھلائی تَسُؤْهُمْ (تو) وہ انہیں بُری لگتی ہے وَاِنْ تُصِبْكَ اور اگر پہنچتی ہے آپ کو مُصِيْبَةٌ کوئی مصیبت يَّقُوْلُوْا (تو) وہ کہتے ہیں قَدْ اَخَذْنَآ تحقیق ہم نے تو (احتیاط) اختیار کر لی تھی اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ اپنے معاملے میں پہلے ہی وَيَتَوَلَّوْا اور وہ پھرتے ہیں وَّهُمْ اس حال میں کہ وہ فَرِحُوْنَ شاداں وفرحاں ہوتے ہیں

ترجمہ: یہ پہلے بھی طالبِ فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لئے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہوا اور وہ بُرا مانتے ہی رہ گئے ○ اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیجئے اور آفت میں نہ ڈالئے دیکھو یہ آفت میں پڑ گئے ہیں اور دوزخ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ○ (اے پیغمبر!) اگر تمہیں آسائش حاصل ہوتی ہے تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر کوئی مشکل پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی (درست) کر لیا

تھا اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ ان لوگوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

٢۔ یہ تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے معاملات کی الٹ پھیر کرتے رہے ہیں۔

٣۔ یہاں تک کہ حق آیا، اللہ کا حکم غالب ہوا اور یہ کُڑھتے رہ گئے۔

٤۔ انہی میں وہ صاحب بھی ہیں جو کہتے ہیں مجھے اجازت دے دیجئے اور مجھے فتنے میں نہ ڈالئے۔

٥۔ ارے فتنے ہی میں تو یہ خود پڑے ہوئے ہیں۔

٦۔ یقین رکھو کہ جہنم سارے کافروں کو گھیرے میں لینے والی ہے۔

٧۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں دکھ ہوتا ہے۔

٨۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آ پڑے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا۔

٩۔ یہ کہہ کر بڑے خوش خوش واپس چلے جاتے ہیں۔

فتنوں کے بارے میں اس آیت میں یہ بات بیان کی جا رہی ہے کہ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ جنگِ تبوک کے موقع پر اس طرح کا فتنہ کھڑا کیا گیا ہو۔ اس سے پہلے بھی منافقوں نے فتنہ کیا ہے۔ جنگِ احد کے موقع پر بھی یہ منافقین راستہ ہی سے واپس چلے گئے تھے۔ جنگِ تبوک میں جھوٹے عذر بیان کرتے ہوئے جنگ میں نہ جانے کی اجازت مانگ کر فتنہ کیا اور جنگِ احد میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی عین جنگ سے قبل ایک تہائی لشکر کو اپنے ساتھ میدانِ جنگ سے نکال کر لے چلا گیا تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ منافقین تم کو نقصان پہنچانے کے لئے معاملات کی الٹ پھیر بھی کرتے رہے ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کی کاروائیوں میں الٹ پھیر اور طرح طرح کی مکاریاں اور ایذاء پہنچانے کی تدبیریں کرتے رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیروں اور مکاریوں کو ان کے منہ پر مار دیا اور ان کے باطل ارادوں کو اکارت کر دیا اور اللہ کا حکم اور فیصلہ غالب آ گیا۔ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ آ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب آ گیا۔ اگرچہ کہ اللہ کا یہ فیصلہ ان منافقوں کو ناگوار گزر رہا تھا۔ اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ان منافقوں کی تدبیریں، شرارتیں اور مکاریاں پہلے سے جاری ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی مکاریوں سے محفوظ فرما دیا۔ پیغمبر! آپ ان کی مکاریوں اور فتنہ و فساد کی کاروائیوں کو دل پر نہ لیجئے اور اس جنگِ تبوک میں آپ کے ساتھ ان منافقوں کے نہ آنے سے آپ رنجیدہ بھی نہ ہوں۔ یہ منافق اپنا کام کرتے رہیں گے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سربلندی کے لئے اپنا کام کر رہا ہے اور نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، منافقوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا جنگ کے لئے پہلے سے تیار نہ ہونا اس بات کی علامت ہےکہ ان منافقوں نے پہلے ہی سے جنگ میں نہ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ نہ جانے کی اجازت رسمی طور پر تھی، جس میں صرف دکھاوا تھا، حقیقت نہیں تھی۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جنگ میں جانے سے پہلے اس کی تیاری بھی لازمی ہے۔ ایسا نہیں کہ اٹھے اور چلے گئے بلکہ جس طرح جنگ

ضروری ہے ویسے ہی جنگ کی تیاری بھی ضروری ہے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۰ میں اس کا حکم بھی دیا گیا: وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَّمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ اور مسلمانو! جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاونیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو۔

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ان میں سے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جدّ بن قیس ایک منافق تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اسے جنگ تبوک میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: کیا تجھے رومیوں میں جنگ کرنے سے رغبت ہے؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا حال یہ ہے کہ عورتوں سے مجھے عشق ہے اور عورتوں کو دیکھ کر میں قابو میں نہیں رہتا۔ رومیوں کی گورے رنگ کی لڑکیوں کو دیکھ کر مجھ سے صبر نہ ہوگا۔ آپ مجھے یہیں رہ جانے کی اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ میں مال سے امداد کرتا ہوں۔ (تفسیر قرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس نے یہ بہانہ تلاش کیا تھا اور اس کا عذر جھوٹا اور منافقانہ تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا اور اس کو گھر میں ہی رہ جانے کی اجازت دے دی۔ رسولِ رحمت ﷺ پر ایمان نہ لانا اور منافقت پیدا کرنا ہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔

یہاں منافقوں کا ایک اور جرم بتلایا گیا ہے کہ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُونَ اگر آپ کو اچھی حالت پیش آ جائے تو ان منافقوں کو بُری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ منافق یوں کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنا کام سنبھال لیا تھا اور پشت پھیر کر خوش ہوتے ہوئے چل دیتے ہیں۔ اس سے منافقوں کے دل میں اسلام اور مسلمانوں سے کس قدر نفرت، عداوت، بغض اور کینہ تھا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہنچنے والی تکلیف اور مصیبت سے انہیں خوشی ہوتی تھی۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو خوشی پہنچتی تو یہ بات ان کو بہت بُری لگتی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو منافقین جنگِ تبوک کے موقع پر رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ نہ گئے وہ لوگوں سے کہتے رہے کہ محمد اور ان کے ساتھی تو بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ انہوں نے بڑی مشقت کا سفر اختیار کیا۔ اب یہ ہلاک ہو کر ہی رہیں گے۔ پھر جب انہیں یہ خبر ملی کہ دشمن مرغوب ہو گیا ہے اور رسولِ رحمت ﷺ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ واپس تشریف لا رہے ہیں تو انہیں یہ بُرا لگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور) سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۰ میں بھی یہ مضمون موجود ہے: إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو ان کو بُرا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی گزند پہنچے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ یہاں کفار اور مشرکین مراد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کے بارے میں کفار و مشرکین کے دلوں میں بھی نفرت اور بغض ہے اور منافقوں کے دلوں میں بھی نفرت اور بغض ہے۔

درس نمبر (۸۱۶) جو مقدر میں ہے وہی ملتا ہے التوبہ: ۵۱-۵۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ

بِنَآ اِلَّآ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ ؕ وَنَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمۡ اَنۡ يُّصِيۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا ۖؗ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ ۝۵۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لَّنۡ يُّصِيۡبَنَآ ہرگز ہمیں نہیں پہنچے گا اِلَّا مَا مگر وہی جو كَتَبَ اللّٰهُ اللہ نے لکھ دیا ہے لَنَا ہمارے لیے هُوَ مَوۡلٰٮنَا وہی ہے ہمارا کارساز وَعَلَى اللّٰهِ اوراللہ ہی پر فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ پس چاہیے کہ مومن بھروسہ رکھیں ○ قُلْ کہہ دیجئے هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ تم انتظار نہیں کرتے بِنَآ ہمارے معاملے میں اِلَّآ اِحۡدَى مگر ایک کا الۡحُسۡنَيَيۡنِ دو بھلائیوں میں سے وَنَحۡنُ اور ہم نَتَرَبَّصُ انتظار کرتے ہیں بِكُمۡ تمہارے حق میں اَنۡ يُّصِيۡبَكُمُ اللّٰهُ کہ اللہ پہنچائے تمہیں بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اپنے پاس سے عذاب اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا یا ہمارے ہاتھوں سے فَتَرَبَّصُوۡۤا لہٰذا تم انتظار کرو اِنَّا بلاشبہ ہم (بھی) مَعَكُمۡ تمہارے ساتھ مُّتَرَبِّصُوۡنَ انتظار کرنے والے ہیں

ترجمہ: کہہ دو کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہو وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہئے ○ کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے) تو تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے ہمیں اس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔

۲۔ وہ ہمارا رکھوالا ہے۔

۳۔ اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

۴۔ کہہ دو کہ تم ہمارے لئے جس چیز کے منتظر ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ آخر کار دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے۔

۵۔ ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔

۶۔ بس اب انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مصیبت یا راحت جو بندوں کو پہنچتی ہے وہ کسی انسان کے چاہنے نہ چاہنے پر موقوف نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کسی سے حسد اور بغض رکھتا ہو اور چاہتا ہو کہ اس پر مصیبت آئے تو صرف اس کے چاہنے سے کسی پر مصیبت نہیں آتی۔ مصیبت تو وہی آتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ مصیبت کا تعلق مقدر سے ہے اور مقدر کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور فیصلہ سے ہے۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ قُلْ پیغمبر! آپ ان منافقوں سے کہہ دیجئے جن کو تمہارا مصیبت میں مبتلا ہونا اچھا لگتا ہے کہ لَّنۡ يُّصِيۡبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ہمیں وہی حالت پیش آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرما دی ہے۔ کسی بھی انسان کی خوشحالی اور بدحالی، بیماری یا صحت، مصیبت یا راحت، غم یا خوشی یہ سب کچھ اللہ

تعالیٰ کی طرف سے مقدر اور مقرر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ سے طاعون کے متعلق پوچھا گیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک عذاب تھا، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس پر اس کو بھیجتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے امتِ محمدیہ کے لئے رحمت بنا دیا۔ اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے اس کے سوا اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور پھر طاعون میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے شہید جیسا ثواب ملے گا۔ (بخاری: ۳۴۷۴) بندہ کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پر راضی اور خوش رہے۔ ہم سب اللہ کے بندے اللہ کی مشیت یعنی ارادے اور اس کی قدرت وطاقت کے دائرہ میں ہیں۔ ہماری بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اس کے فیصلہ پر شکوہ وشکایت یا احتجاج یا مایوسی کے بجائے اس کے فیصلہ پر راضی اور خوش ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسولِ رحمت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا۔ (ترمذی: ۲۶۲۳) جو شخص اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوا اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔

اس کے بعد مزید یہ بات بھی بتلا دی گئی کہ هُوَ مَوْلٰنَا ج وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا کارساز یعنی ہمارے کاموں کو بنانے والا ہے اور ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں۔ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ (النساء: ۲۸) اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔ انسان اپنا کام کر تو سکتا ہے مگر اپنا کام بنا نہیں سکتا۔ مثلاً، انسان تجارت کر سکتا ہے مگر تجارت میں نفع تو صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتے ہیں۔ انسان جہاد کر سکتا ہے مگر جہاد میں فتح وکامرانی اللہ تعالیٰ ہی دے سکتے ہیں۔ سورۂ انفال آیت نمبر ۴۰ میں کہا گیا کہ فَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰكُمْ جان لو کہ بیشک اللہ تمہارا کارساز ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے کاموں کو بنانے والے ہیں تو بندوں کو چاہیئے کہ وہ اسی رب ذوالجلال پر توکّل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد بار یہ حکم ایمان والوں کو دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کریں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۲ میں فرمایا: وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۱ میں یوں کہا گیا: وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۷۹ میں رسولِ رحمت ﷺ کو یوں حکم دیا گیا: فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر ۲۹ میں یہ تعلیم دی گئی: قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ آمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا کہہ دو کہ وہ رحمان ہے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔

مسلمانوں پر پہنچنے والی مصیبتوں پر منافقوں کو خوشی ہوتی تھی۔ رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ ان سے کہئے کہ تم ہمارے بارے میں یہی انتظار کرتے ہو کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تم پر اپنے پاس سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے۔ پس تم انتظار کرو، بلاشبہ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں۔ یعنی ان منافقوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا جا رہا ہے کہ اے منافقو! دنیا میں دو ہی حالتیں ہیں جو عموماً انسانوں کو پیش آتی رہتی ہیں یا تو اچھی صورتِ حال یا بُری صورتِ حال۔ تم لوگ ہمارے بارے میں انہیں دو حالتوں کے منتظر رہتے ہو کہ دیکھو! ان کو آگے بہتر حالت پیش آتی ہے یا یہ کسی مصیبت میں مبتلا

ہوتے ہیں؟ ہمارے لئے تو دونوں ہی حالتیں فائدہ کی ہیں۔ اگر کامیابی ملتی ہے تو غنیمت کا مال مل جاتا ہے یا بہتری کی دوسری کوئی صورت اللہ تعالیٰ عطا فرمادے تو وہ بھی ہمارے لئے بہتر ہے اور اگر کوئی تکلیف دہ صورت پیش آجائے تو یاد رکھو! اے منافقو! کہ وہ بھی ہمارے لئے خیر ہی ہے۔ اس لئے کہ اگر ہم جنگ میں قتل کئے جاتے ہیں تو شہادت کا اونچا درجہ پالیتے ہیں اور جنت ہمارا خیر مقدم کرتی ہے اور اگر کوئی دوسری مصیبت آپڑتی ہے تو اس مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے ہمیں اجر بھی ملتا ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ ہم تو تمہارے بارے میں اس بات کے منتظر ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ بالراست تم پر کوئی عذاب نازل کردے یا ہمارے ہی ہاتھوں سے تم کو کوئی سزا دے۔ اب تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں اور یہ بات یاد رکھو کہ انجام کے اعتبار سے بربادی ہماری نہیں بلکہ تمہاری ہے، اسلئے کہ نفاق ہلاکت و بربادی کی طرف لے جاتا ہے اور ایمان کا انجام اللہ تعالیٰ کی مغفرت، رحمت اور جنت ہے اور سب سے بڑھ کر تو اس کی رضامندی ہے۔

درس نمبر (۸۱۷) منافقوں کا صدقہ قابلِ قبول نہیں التوبہ: ۵۳-۵۴-۵۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۵۴ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۵۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اَنْفِقُوْا تم خرچ کرو طَوْعًا خوشی سے اَوْ كَرْهًا یا ناخوشی سے لَّنْ يُّتَقَبَّلَ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا مِنْكُمْ تم سے اِنَّكُمْ كُنْتُمْ کیونکہ تم ہی ہو قَوْمًا فٰسِقِيْنَ نافرمان قوم O وَمَا مَنَعَهُمْ اور مانع نہیں ہوا ان کے اَنْ تُقْبَلَ کہ قبول کیے جائیں مِنْهُمْ ان سے نَفَقٰتُهُمْ ان کے صدقات اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا مگر بلاشبہ انہوں نے کفر کیا بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَبِرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے ساتھ وَلَا يَاْتُوْنَ اور وہ نہیں آتے الصَّلٰوةَ نماز کو اِلَّا وَهُمْ مگر اس حال میں کہ وہ كُسَالٰى سست ہوتے ہیں وَلَا يُنْفِقُوْنَ اور وہ خرچ نہیں کرتے اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ مگر ناگواری کے ساتھ O فَلَا تُعْجِبْكَ چنانچہ حیرت میں نہ ڈالیں آپ کو اَمْوَالُهُمْ ان کے مال وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ اور نہ ان کی اولاد اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ یقیناً اللہ ارادہ کرتا ہے لِيُعَذِّبَهُمْ کہ عذاب دے ان کو بِهَا ان کی وجہ سے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی ہی میں وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ اور نکلیں ان کی جانیں وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اس حال میں کہ وہ کافر ہوں

ترجمہ: کہہ دو کہ تم (مال) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تم نافرمان لوگ ہو O اور ان کے خرچ (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ سے اور اس کے رسول سے کفر

کیا اور نماز کو آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے O تم ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ کہہ دو کہ تم اپنا مال چاہے خوشی خوشی چندے میں دو یا بددلی سے۔

٢۔ وہ تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

٣۔ تم ایسے لوگ ہو جو مسلسل نافرمانی کرتے رہے ہو۔

٤۔ ان کے چندے قبول کئے جانے میں رکاوٹ کی کوئی اور وجہ اس کے سوا نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کا معاملہ کیا ہے۔

٥۔ نماز میں آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر آتے ہیں۔

٦۔ کسی نیکی میں خرچ کرتے ہیں تو بُرا مانتے ہوئے خرچ کرتے ہیں۔

٧۔ تمہیں ان کے مال اور اولاد کی کثرت سے تعجب نہیں ہونا چاہئے۔

٨۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب دے۔

٩۔ ان کی جان بھی کفر ہی کی حالت میں نکلے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جد بن قیس نے جنگِ تبوک کے موقع پر رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر کہا کہ مجھے عورتوں پر قابو نہیں ہے۔ روم کی گوری لڑکیوں کو دیکھنے کے بعد مجھے خوف ہے کہ میں فتنہ میں نہ پڑ جاؤں۔ اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہیں رہ جاؤں، البتہ میں آپ کی مال کے ذریعہ مدد کروں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: **قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ** پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا۔ (الدر المنثور) یہ بات دوٹوک انداز میں کہہ دی گئی کہ منافقوں کا مال قبول نہ کیا جائے اور یہ فاسق یعنی نافرمان لوگ ہیں۔ منافقوں کے نیک کام آخرت میں انہیں کچھ بھی نفع نہیں دیں گے۔ اگر وہ جہاد کے موقع پر خرچ کرتے ہیں تو اس کا نفع ان کو آخرت میں کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ آخرت کا اجر و ثواب انہی کو ملتا ہے جن کے دلوں میں ایمان ہوتا ہے۔ آخرت میں ملنے والے بدلہ کی بنیاد ایمان ہے۔ یہ منافقین اگر خرچ بھی کرتے ہیں تو وہ ریاکاری کے لئے ہوتا ہے، اخلاص کا وہاں نام و نشان نہیں ہوتا اور وہ خرچ کرتے ہیں تو اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان کا نفاق چھپا رہے اور لوگوں میں ان کا پول نہ کھل جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کسی مومن سے ایک نیکی کا بھی ظلم نہیں کرے گا۔ دنیا میں اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا اور آخرت میں بھی اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا اور کافر کو دنیا میں ہی بدلہ عطا کر دیا جاتا ہے جو وہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے، یہاں تک کہ جب آخرت میں فیصلہ ہوگا تو اس کے لئے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جاتا۔ (مسلم: ٢٨٠٨)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کافر کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کی وجہ سے دنیا میں ہی اسے لقمہ کھلا دیا جاتا ہے اور مومن کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو آخرت تک کے لئے ذخیرہ کرتا رہتا ہے اور دنیا میں اپنی اطاعت پر اسے رزق عطا کرتا ہے۔ (مسلم: ۲۸۰۸)

ان منافقوں کی جانب سے ان کے خرچ کئے جانے کو قبول نہ کئے جانے کی ایک وجہ یہ بتلائی گئی کہ اَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ یہ ایک فطری حقیقت ہے جس کو ہم اپنے آپسی معاملات میں بھی محسوس کرتے ہیں۔ اگر بیوی اپنے شوہر کو شوہر ہی تسلیم نہ کرے یا شوہر اپنی بیوی کو بیوی ہی تسلیم نہ کرے اور دونوں صاف انکار کردیں کہ وہ میرا شوہر نہیں ہے یا وہ میری بیوی نہیں ہے، ایسی صورتِ حال میں کیا ان میں کا ایک دوسرے سے کوئی ہدیہ قبول کرے گا؟ جب یہ منافقین اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کا انکار کردیں، اس کے بندے ہونے سے منہ موڑلیں تو کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ان کے مال کو قبول کرلیں گے؟ ہرگز نہیں! ان منافقوں کا کفران کے اس رویہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان پر کوئی مصیبت آگئی ہے، چونکہ وہ دل سے نماز نہیں پڑھتے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں۔ اس لئے نماز میں سستی کرتے ہیں۔ نمازوں میں دیر سے آتے ہیں اور رکوع اور سجدہ بھی ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتے اور ان کی دھن یہ رہتی ہیکہ جلدی جلدی نماز سے نمٹ جائیں۔ بعض اوقات ہم بھی کہتے ہیں چلو جلدی جلدی نماز پڑھ کر اطمینان سے کھانا کھائیں گے۔ ایسا کیوں نہیں کہا جاتا کہ چلو جلدی جلدی کھانا کھالو اطمینان سے نماز پڑھ لیں گے۔ یہ ہے نماز کہ بندہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوتا ہے۔ اس سے باتیں کرتا ہے۔ اس کے تصور میں بندہ بن کر قیام کرتا ہے، رکوع اور سجدہ کرتا ہے اور اس کی تعریف و تسبیح میں مشغول ہوجاتا ہے۔ ایک متقی مومن و مسلمان کو نماز میں لذت اور مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔ جبکہ منافق کو نماز بھاری محسوس ہوتی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۵ میں یہی بات کہی گئی: وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ نماز بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں کے لئے نہیں۔ جس کے دل میں خشیتِ الٰہی موجزن ہوتی ہے اس کے لئے دیر تک رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہونا اور لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا بھی بھاری محسوس نہیں ہوتا۔ ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب خرچ کرتے ہیں تو بددلی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، ان کے دلوں میں خرچ کرتے ہوئے ثواب کا تصور ہی نہیں ہوتا، اس لئے انہیں خرچ کرنے میں مزہ ہی نہیں آتا بلکہ دل کی تنگی کے ساتھ وہ خرچ کرتے ہیں۔

رسولِ رحمت ﷺ کو یہ بات کہی جارہی ہیکہ پیغمبر! آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ انہیں دنیا والی زندگی میں ان چیزوں کے ذریعہ عذاب دے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکل جائیں کہ وہ کفر کی حالت میں ہوں۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اس لئے آپ کو تعجب میں نہیں ڈالنا چاہئے کہ یہ مال اور اولاد اللہ کے نزدیک مقبولیت کی دلیل نہیں ہیں۔ کسی کے پاس بہت زیادہ مال کا ہوجانا اور اسکے پاس کثرت سے اولاد کا ہوجانا اس کے رب ذوالجلال کی نگاہوں میں محبوب و مقبول ہونے کی علامت نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہیکہ جس کے پاس مال اور اولاد نہ ہو وہ اللہ کو پسند ہی نہیں۔ کوئی شخص ہرگز یہ نہ سمجھے کہ اگر یہ کافر اور منافق اللہ کے ہاں مردود ہوتے تو ان کے مالوں اور اولاد میں کثرت نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوب مال اور کثرت سے اولاد دے کر انہیں آزماتے ہیں۔ جب یہ اپنے مال اور اپنی اولاد پر اتراتے ہیں تو یہ مال اور اولاد ان کے لئے عذاب کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

درس نمبر (۸۱۸) **یہ منافق تم میں سے نہیں ہیں** التوبہ:۵۶۔۵۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْمَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلاً لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَحْلِفُوْنَ اوروہ قسمیں کھاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ کی اِنَّهُمْ کہ بے شک وہ لَمِنْكُمْ تم ہی میں سے ہیں وَمَا هُمْ حالانکہ نہیں ہیں وہ مِّنْكُمْ تم میں سے وَلٰكِنَّهُمْ لیکن وہ (تو) قَوْمٌ ایسے لوگ ہیں يَفْرَقُوْنَ جو ڈرتے ہیں O لَوْ يَجِدُوْنَ اگر وہ پائیں مَلْجَاً کوئی جائے پناہ اَوْمَغٰرٰتٍ یا غاریں اَوْ مُدَّخَلاً یا کوئی اور گھس بیٹھنے کی جگہ لَّوَلَّوْا تو وہ ضرور بھاگ جائیں اِلَيْهِ اس کی طرف وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ رسیاں تڑواتے ہوئے

ترجمہ: اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں O اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ (جیسے قلعہ) یا غار یا (زمین کے اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرح رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں۔

۲۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔

۳۔ بلکہ وہ ڈرپوک لوگ ہیں۔

۴۔ اگر ان کو کوئی پناہ گاہ مل جاتی یا کسی قسم کے غار مل جاتے یا گھس بیٹھنے کی کوئی جگہ تو یہ بے لگام بھاگ کر ادھر ہی کا رخ کر لیتے۔

یہاں منافقوں کی جھوٹی قسموں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تم ہی میں سے ہیں۔ کوئی بھی شخص قسم کھا کر یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو وہ مومن نہیں ہو جاتا، اس لئے کہ ایمان کا تعلق زبان کے ساتھ دل سے بھی ہے۔ اِقْرَارٌ بِاللِّسَان کہ زبان سے اقرار بھی ہو اور جو اقرار کر رہا ہے تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْب دل سے اس کی تصدیق بھی ہو۔ کسی بھی مومن کو قسم کھا کر کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ وہ مومن ہے۔ مومن اپنے حالات، معاملات، اعمال، اخلاق و کردار سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ منافق تو بار بار قسمیں کھاتے ہیں۔ منافقوں کے قسمیں کھانے کا ذکر قرآنِ مجید میں مختلف جگہوں پر آیا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۲ میں کہا گیا: ثُمَّ جَآؤُوْكَ يَحْلِفُوْنَ پھر وہ آپ کے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۲، ۶۲، ۹۵، ۹۶ اور ۱۰۷ میں بھی ان منافقوں کی جھوٹی قسموں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ یہ منافق تم میں سے نہیں ہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۳ میں ان منافقوں کے بارے میں کہا گیا کہ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ یہ منافق کفر و ایمان کے درمیان ڈانواڈول ہیں، نہ پورے طور پر ان مسلمانوں کی طرف ہیں اور نہ ہی ان کافروں کی طرف۔ معلوم یہ ہوا کہ منافقوں کا تعلق ملتِ اسلامیہ سے نہیں ہے۔

تمہارے دینِ حق سے ان کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ وہ تو شک اور نفاق والے ہیں اور ایمان اس کی ضد ہے۔ ایمان میں یقین کی کیفیت ہوتی ہے۔ مومن یقین میں ڈوب کر زندگی بسر کرتا ہے۔ جبکہ منافق تردد، تذبذب اور شک کی کمزور رسّی سے لٹکے ہوئے اِدھر سے اُدھر جھولتا رہتا ہے۔ ان منافقوں کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۴ میں کہا گیا کہ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ اور جب یہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لاچکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب یہ اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مذاق کررہے تھے۔

ان منافقوں کی اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم ایمان کا دعویٰ نہ کریں تو ہمارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو مشرکوں اور یہودیوں کے ساتھ ہوا۔ جب مدینۂ منورہ دارالاسلام بن گیا تو کافر بن کر جینے کا موقع ہاتھ سے نکل گیا تو ان منافقوں نے اپنے ایمان واسلام کا جھوٹا دعویٰ پیش کرنا شروع کیا تاکہ ان کا مال اور ان کی جان محفوظ رہے اور مسلمانوں کو جو مراعات حاصل ہوتی ہیں ان کو بھی وہ مراعات حاصل ہوں۔ اپنے جھوٹے دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کیلئے انہیں جھوٹی قسمیں بار بار کھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔

پھر یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلاً لَّوَلَّوْا اِلَیْہِ وَھُمْ یَجْمَحُوْنَ اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار مل جائے یا گھس بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ حاصل ہوجائے تو پیٹھ پھیر کر جلدی سے اسی کی طرف دوڑے چلے جائیں۔ چونکہ ان منافقین کے پاس کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں ہے، اس لئے مجبوری میں مسلمانوں سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعت سے منسوب کرتے ہیں۔ اگر انہیں اب بھی کوئی ٹھکانہ مل جائے جس میں وہ پناہ لے سکیں یا انہیں کوئی ایسا غار مل جائے جس میں وہ چھپ سکیں یا داخل ہونے کے لئے کوئی دوسری جگہ مل جائے تو تیزی کے ساتھ اس میں چلے جائیں گے اور مسلمانوں سے اپنی نظریں پھیرلیں گے۔ ان منافقوں کے دلوں میں نہ اسلام سے محبت ہے اور نہ ہی مسلمانوں سے کوئی رغبت ہے، بس قسمیں کھا کھا کر مسلمانوں کو مطمئن کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

درس نمبر(۸۱۹) طعنہ دینا منافقوں کی خصلت ہے التوبہ:۵۸۔۵۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّلْمِزُکَ فِی الصَّدَقٰتِ ج فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْھَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْھَآ اِذَا ھُمْ یَسْخَطُوْنَ ۵۸
وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ لا اِنَّآ اِلَی
اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۵۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنْھُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں جو یَّلْمِزُکَ طعن کرتے ہیں آپ پر فِی الصَّدَقَاتِ صدقات میں فَاِنْ اُعْطُوْا سو اگر وہ دیئے جائیں مِنْھَا ان میں سے رَضُوْا تو وہ راضی ہوتے ہیں وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا اور اگر وہ نہ دیئے جائیں مِنْھَا اس میں سے اِذَا ھُمْ یَسْخَطُوْنَ تو جھٹ وہ ناراض ہوجاتے ہیں○ وَلَوْ اور (کیا

اچھا ہوتا) اگر اَنَّهُمۡ رَضُوۡا بلاشبہ وہ راضی رہتے مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ اس پر جو دیا ان کو اللہ نے وَرَسُوۡلُهٗ اور اس کے رسول نے وَقَالُوۡا اور وہ کہتے حَسۡبُنَا اللّٰهُ اللہ کافی ہے ہمارے لیے سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ اللہ عنقریب دے گا ہمیں مِنۡ فَضۡلِهٖ اپنے فضل سے وَرَسُوۡلُهٗۤ اور اس کا رسول (بھی) اِنَّاۤ بے شک ہم اِلَى اللّٰهِ اللہ ہی کی طرف رٰغِبُوۡنَ رغبت کرنے والے ہیں

ترجمہ: اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں اگر ان کو اس میں سے (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش رہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں O اور اگر وہ اس پر خوش رہتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور اللہ اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر (اپنی مہربانی سے) ہمیں (پھر) دے دیں گے اور ہمیں تو اللہ ہی کی خواہش ہے (تو ان کے حق میں بہتر ہوتا)۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ انہی منافقین میں وہ بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم کے بارے میں آپ کو طعنہ دیتے ہیں۔

۲۔ چنانچہ اگر انہیں صدقات میں سے ان کی مرضی کے مطابق دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اگر اس میں سے انہیں نہ دیا جائے تو ذراسی دیر میں ناراض ہو جاتے ہیں۔

۴۔ جو کچھ بھی انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دے دیا تھا کیا اچھا ہوتا کہ یہ اس پر راضی رہتے؟

۵۔ یہ کہتے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔

۶۔ آئندہ اللہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا اور اس کا رسول بھی۔

۷۔ ہم تو اللہ ہی سے لو لگائے ہوئے ہیں۔

جس کا دل دنیا کی محبت میں رچ بس جاتا ہے اور وہ دنیا کی محبت میں اسی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اس کے دل میں ایمان اور اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ایسے بدبختوں کو اس بات پر خوشی نہیں ہوتی کہ ان کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ منافقوں کا یہی حال تھا، ان کو صرف دنیا کی دولت سے مطلب تھا۔ دین، حق، ایمان اور نیک اعمال سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ جب رسولِ رحمت ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوۂ حنین سے واپس ہوئے اور غنیمت کا مال تقسیم فرمایا تو منافقوں میں سے ایک منافق کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ تو ایسی تقسیم ہے جس کے ذریعہ اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ غنیمت کے مال کی تقسیم کے سلسلہ میں فلاں نے یہ بات کہی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ انہیں اس سے زیادہ تکلیف دی گئی۔ پھر انہوں نے صبر سے کام لیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ۔ الخ۔ (التفسیر الوسیط) اور ان منافقین میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جو صدقات کے بارے میں رسولِ رحمت ﷺ پر طعن کرتے ہیں۔ پیغمبر! اگر اس میں سے ان کو دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو اس میں

سے نہ دیا جائے تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں جو اللہ نے اور اس کے رسول نے انہیں دیا اور وہ یوں کہیں کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے، عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے گا اور اس کا رسول، بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہو دینار کا غلام اور درہم کا غلام اور چادر کا غلام، اگر کچھ دے دیا جائے تو خوش ہو جائے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے۔ یہ شخص ہو اور اوندھے منہ گرے اور جب اسے کانٹا لگ جائے تو خدا کرے اس کا کانٹا نہ نکلے۔ (بخاری: ٢٨٨٧) اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں بخاری (٦٩٣٣) اور مسلم (١٠٦٥) کی ایک اور روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس درمیان کہ رسولِ رحمت ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اتنے میں آپ ﷺ کے پاس ذوالخویصرہ تمیمی نامی ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا خرابی ہو تیری۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پیغمبر! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس لئے کہ اس کے کچھ اپنے ساتھی ہوں گے کہ جن کی نماز کے آگے تم اپنی نماز کو کمتر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے آگے تم اپنے روزوں کو کمتر سمجھو گے، لیکن وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسا کہ تیر کسی جانور کو لگ کر آر پار ہو جاتا ہے۔

داود بن عاصم سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں صدقہ کا مال آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو تقسیم کر دیا اِدھر اُدھر یہاں تک کہ وہ مال ختم ہو گیا۔ انصار میں سے ایک شخص نے یہ منظر دیکھا تو کہا، یہ کیا انصاف ہے؟ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر الطبری) بہر حال ان تمام احادیث سے اور آیت کی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منافقین کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ یہ منافقین اپنے ایمان کی کمزوری اور دنیا کی محبت میں رسولِ رحمت ﷺ پر طعنے دیتے تھے اور آپ ﷺ پر خیانت کا الزام یہ کہہ کر لگاتے تھے کہ یہ محمد تو اپنے رشتہ داروں اور اپنے چاہنے والوں میں جس کو چاہے دے دیتے ہیں اور یہ کہتے تھے کہ یہ تو انصاف کی رعایت ہی نہیں کرتے۔ نعوذ باللہ من ذالک

ان منافقوں کے لئے بہتر یہی تھا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے انہیں دیا اس پر راضی اور خوش ہو جاتے اور یوں کہتے کہ عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے گا اور اس کا رسول دے گا اور انہیں یوں بھی کہنا چاہئے تھا کہ بے شک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں، جو کچھ بھی مل جائے وہ اس پر خوش رہتا ہے۔ مگر منافق تھوڑے مال پر راضی نہیں ہوتا، اس کی طمع اور حرص اس کے دل و دماغ میں اور اور کی تڑپ پیدا کرتے ہیں۔ وہ چونکہ مال کی برکتوں سے بھی ناواقف ہوتا ہے، اس لئے اس کی زندگی کا مقصد ہی مال بن جاتا ہے اور اس مال کی محبت میں اس پر مادیت کا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ پھر دینِ حق اور ایمان اور اعمالِ صالحہ کی کوئی قدر و قیمت اس کے دل میں نہیں ہوتی۔

درس نمبر (۸۲۰) **زکوٰۃ کے اصل مستحق یہ ہیں** التوبہ:۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّـمَا الصَّدَقَاتُ زکوٰۃ تو صرف لِلْفُقَرَآءِ فقیروں کے لیے وَالْمَسَاكِيْنِ اور مسکینوں کے لیے وَالْعَامِلِيْنَ اور ان اہل کاروں کے لیے ہے جو عَلَيْهَا اس (کی وصولی) پر مقرر ہیں وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ اور (ان کیلئے) جن کی تالیف قلب مقصود ہے وَفِى الرِّقَابِ اور گردنوں (کے چھڑانے) میں وَالْغَارِمِيْنَ اور تاوان (اور قرض) ادا کرنے والوں میں وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ میں وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں میں فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ (یہ) فریضہ ہے اللہ کی طرف سے وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا حَكِيْمٌ بڑی حکمت والا ہے

ترجمہ: صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں، مسکینوں اور ان اہل کاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں۔

۲۔ ان کا جن کی دلداری مقصود ہے، نیز ان غلاموں کو آزاد کرنے میں اور قرضداروں کے قرضے ادا کرنے میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔

۳۔ اللہ علم کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی۔

جب منافقوں نے رسولِ رحمت ﷺ کو صدقات کی تقسیم میں طعنے دیئے تو اللہ تعالیٰ نے صدقات کے سلسلہ میں آٹھ قسم کے مصارف بتلا ہی دیئے کہ زکوٰۃ کا مال کن کن کو دیا جائے گا؟ وہ کون ہیں جو زکوٰۃ کے حقیقی مستحق ہیں؟ تاکہ کسی اعتراض کرنے والے کو اعتراض کا حق ہی نہ ہو اور نہ طعن و تشنیع اور تنقید کا موقع ملے۔ جن جن لوگوں نے بھی رسولِ رحمت ﷺ پر صدقات کے سلسلہ میں اعتراض کیا وہ مجرم اور خطا کار ہیں اور رسولِ رحمت ﷺ نے جو کچھ کیا وہ اپنے عمل میں حق بجانب ہیں۔ یہ آیت فیصلہ کر رہی ہے کہ اصل بیماری تو ان منافقوں کی ہے جن کے دلوں میں دنیا کی حرص اور طمع بیٹھ گئی ہے۔

زکوٰۃ کے سلسلہ میں اس آیت میں واضح انداز میں پوری رہنمائی کی گئی ہے کہ زکوٰۃ کے حقیقی حقدار کون ہیں؟ مالداروں کو راہ بتلا دی گئی کہ انہیں ان مستحقین کے علاوہ کسی اور کو زکوٰۃ نہیں دینا ہے۔ یہ آیت قیامت تک کے مالداروں کو متنبہ کرتی ہے اور کرتی رہے گی اور نصیحت کرتی رہے گی کہ انہیں ان آٹھ قسم کے مستحق افراد ہی میں اپنی زکوٰۃ دینا ہے۔ اس آیت کے

ذریعہ اس جانب بھی اشارہ ہے کہ یہ حریص منافقین زکوٰۃ کے حقیقی مستحق نہیں ہیں۔ یہ زکوٰۃ کے مصارف سے بہت دور ہیں۔ ان کی حرص اور طمع کی وجہ سے یہ خود مالدار ہیں۔ دولت کی حرص نے ان کو پہلے ہی سے مالدار بنا دیا ہے، اب یہ کیسے زکوٰۃ کے مستحق ہو سکتے ہیں؟

اس آیت میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ کی رقم یا زکوٰۃ کا مال صرف انہی آٹھ قسم کے لوگوں کو ہی دیا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی ہے۔ اس آیت میں زکوٰۃ کے لئے الصدقہ کا لفظ نہیں استعمال کیا گیا بلکہ الصدقات یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف کسی ایک مال پر واجب نہیں ہوتی بلکہ وہ مال کی کئی قسموں میں واجب ہوتی ہے۔ زکوٰۃ سونا چاندی، مالِ تجارت، مویشی، نقد رقم وغیرہ پر واجب ہے تو اس لئے الصدقات کا لفظ استعمال کیا گیا۔

ایک شخص نے رسولِ رحمت ﷺ سے زکوٰۃ کے مال میں سے عطا کرنے کا سوال کیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مالوں کے بارے میں نبی اور غیر نبی کسی کا بھی فیصلہ منظور نہیں فرمایا بلکہ خود ہی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا اور اس کے آٹھ مصارف مقرر فرما دیئے۔ اگر تو ان آٹھ مصارف میں سے ہے تو میں تجھے زکوٰۃ کا مال دے سکتا ہوں۔ (مشکوٰۃ:۱۸۳۵)

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ فرض زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ صدقات ہیں۔ وہ ان آٹھ قسم کے مصارف کے علاوہ دوسروں کو دیئے جا سکتے ہیں۔ وہ آٹھ مصارف جن کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، یہ ہیں:

(۱) فقراء: فقراء فقیر کی جمع ہے۔ ہمارے ہاں ہر بھیک مانگنے والے کو فقیر کہتے ہیں۔ لیکن شریعت میں فقیر اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ موجود ہو، مگر وہ زکوٰۃ کے نصاب سے کم ہو۔ فقیر سے حقیقی فقیر مراد ہیں، وہ پیشہ ور فقیر نہیں جن کی یومیہ آمدنی دیگر عام لوگوں کی ماہانہ آمدنی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر آپ سگنلوں، بینکوں، بس یا ریلوے اسٹیشنوں وغیرہ کے پاس بھیک مانگنے والوں کا تھوڑی دیر ٹھہر کر جائزہ لیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ عام آدمی جو اوسط درجہ کا ہے وہ گھنٹوں میں جو کماتا ہے یہ فقیر اتنی مقدار منٹوں میں کما لیتے ہیں۔ بعض پیشہ ور فقیر جن کی مصنوعی اداؤں پر ترس کھا کر آپ سو روپے یا پچاس روپے ان کے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں، اس سے زیادہ قابلِ رحم تو بعض اوقات آپ ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس کے پاس دولت کا انبار اور آپ کے پاس قرض کا انبار ہوتا ہے۔ پیشہ ور فقیروں کا ایک مافیا ہوتا ہے جو خفیہ طور پر ایک نظام چلاتا ہے جس سے راستہ چلتی عوام بے خبر ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے فقیروں کو تلاش کیجئے اور ان کو زکوٰۃ دیجئے جو حقیقی فقیر ہونے کے باوجود کسی کے سامنے اپنی بپتا سنانے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتے، جو فقر و فاقہ کے غم میں اندر ہی اندر گھلتے رہتے ہیں، جن کی عزتِ نفس ان کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اجازت نہیں دیتی۔

(۲) مساکین: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ مسکین کو دوسروں سے سوال کرنے یعنی مانگنے کی اجازت ہے، اس لئے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، مگر فقیر کو مانگنے کی اجازت نہیں، اس لئے کہ فقیر اس کو کہتے ہیں جس کے پاس ایک دن کی خوراک (کھانے پینے کی چیزیں) ہوں اور تن ڈھانکنے کو کپڑا ہو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ مال کی وہ کتنی مقدار ہے جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس ایک دن

کے صبح وشام کے کھانے کی ضرورت پورا کرنے کے لئے کچھ موجود ہو اس کو سوال کرنا درست نہیں ہے۔ (ابوداود: ۱۶۲۹) مسکین اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے وقتی طور پر سوال کرے، مگر اس کی عادت نہ بنالے، اس لئے جب مسکین میں مانگنے کی عادت پڑ جاتی ہے تو وہ مسکین، مسکین ہی نہیں رہتا۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ وہ چند برسوں میں لکھ پتی یا کروڑ پتی بن جاتا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ پیسے والے کے لئے اور قوت والے تندرست آدمی کے لئے حلال نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ: ۱۸۳۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو گھومتا رہتا ہے اور لوگوں کے اردگرد پھرتا رہتا ہے، پھر ایک لقمہ یا دولقمہ یا ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر لوٹ جاتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول پھر مسکین کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسکین وہ ہے جو اتنا مالدار نہ ہو جس سے ضرورت پوری کر سکے اور نہ لوگ اسے مسکین تصور کرتے ہوں کہ اس کو صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے۔ (مسلم: ۱۰۳۹)

(۳) العاملین علیہا: زکوٰۃ کے تیسرے مستحق عاملین ہیں۔ عاملین سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں امیر المومنین صدقات اور عشر وصول کرنے پر مقرر کرے۔ ان لوگوں کو ان کی مشغولیت کی وجہ سے زکوٰۃ میں سے اتنا مال انہیں دے دیا جائے جو ان کی محنت اور عمل کی حیثیت کے مطابق ہو اور ان کے ماتحت کام کرنے والے ہوں، ان کی تنخواہیں بھی ان کی محنت کے اندازے سے دے دی جائیں۔ فقہاء کرام نے یہاں یہ وضاحت کی ہے کہ زکوٰۃ میں جو مال وصول ہو اس میں سے آدھے حصہ تک عاملین اور ان کے معاونین کی تنخواہوں میں دیا جاسکتا ہے۔ نصف سے زائد مال انہیں زکوٰۃ کے مال میں سے نہیں دیا جاسکتا۔ ابوحمید الساعدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی سلیم کے صدقات کی وصولی کے لئے بنی اسد کے ایک آدمی کو عامل بنایا جس کو ابن اللُّتبیّہ کہا جاتا تھا۔ جب وہ مالِ زکوٰۃ لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے حساب لیا۔ (بخاری: ۱۵۰۰)

(۴) المولفۃ قلوبھم: مولفۃ القلوب وہ لوگ تھے جنہیں رسولِ رحمت ﷺ ان کی تالیفِ قلب (دل جوئی) کے لئے زکوٰۃ کا مال عطا فرمایا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے سردار اور ذمہ دار تھے۔ ان سرداروں سے امید ہوتی تھی کہ یہ اگر اسلام لائیں گے تو ان کے قبیلوں کے لوگ بھی اسلام قبول کرلیں گے اور ان سرداروں میں ایک قسم وہ بھی تھی جن کے شر کو دفع کرنے کیلئے انہیں زکوٰۃ کا مال دیا جاتا تھا۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے اسلام قبول تو کرلیا تھا مگر ان کے دین میں ابھی تک کوئی پختگی نہیں آئی تھی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان کو بھی زکوٰۃ اس لئے دی تاکہ وہ دینِ اسلام میں جم جائیں اور ان میں پختگی آجائے۔ بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ نے کسی غیر مسلم کو تالیفِ قلبی کے لئے زکوٰۃ کا مال نہیں دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مولفۃ القلوب کی ان تمام قسموں میں سے کسی کو بھی زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جائے گا۔ ان کا حصہ اب ختم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ اب بھی ان کو زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ ﷺ پر موٹے کناروں والی نجرانی چادر تھی۔ آپ ﷺ کو ایک دیہاتی ملا۔ اس نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی چادر کے ساتھ بہت

شدت وسختی کے ساتھ کھینچا جس سے رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کی کناری کا نشان پڑ گیا اور یہ کناری کا نشان اس کے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے پڑا۔ پھر اس نے کہا، اے محمد ﷺ اللہ کے مال میں سے جو تیرے پاس ہے میرے لئے حکم کرو۔ آپ ﷺ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے پھر اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا۔ (بخاری:٥٨٠٩)

(۵) وفی الرقاب: رقاب رقبہ کی جمع ہے۔ یہ لفظ مملوک کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی جب کوئی شخص کسی کی ملکیت میں غلام کی حیثیت سے ہو اور وہ اس غلام کو مکاتب بنادے یعنی یوں کہہ دے کہ اگر تو اتنا مال دے تو آزاد ہے۔ ایسے شخص کو مکاتب کہتے ہیں۔ جب کسی آقا نے اپنے کسی غلام کو مکاتب بنادیا اور اب اسے اپنی آزادی کے لئے مال کی ضرورت ہے تو اس مکاتب کو زکوٰۃ کا مال دینا درست ہے۔

(٦) الغارمین: مقروض، ایسے لوگ جن کے ذمہ قرض ہو اور ان کے پاس ادائیگی کا انتظام نہ ہو۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جس آدمی پر قرضہ ہو اس کی ملکیت میں اتنا مال نہ ہو جس سے قرضہ ادا کرنے کے بعد نصاب کے بقدر مال بچ جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ بہت سے لوگوں پر قرضے ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس مال بھی ہوتا ہے، اس مال سے وہ قرضے ادا کردیں تو قرضے ادا ہو کر بھی بقدر نصاب یا اس سے بھی بڑھ کر مال بچ سکتا ہے تو ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

(۷) وفی سبیل اللہ: اللہ کے راستہ میں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جو جہاد کے لئے نکلے تھے وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور ان کے پاس خرچ کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ان کو کھانے پینے اور وطن پہنچنے کے لئے مال کی ضرورت ہے تو ان کو زکوٰۃ دے دی جائے۔ امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد ایسے حجاج کرام ہیں جو اپنے قافلہ سے بچھڑ جائیں اور ان کے پاس مال نہ ہو۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد طالب علم ہیں جو دینی تعلیم حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ صاحبِ بدائع فرماتے ہیں کہ وفی سبیل اللہ سے وہ سارے لوگ مراد ہیں جو کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نیکی کے کاموں میں لگے ہوئے ہوں اور وہ محتاج ہوں۔

(۸) ابن السبیل: عربی زبان میں ابن السبیل مسافر کو کہتے ہیں۔ ایسا مسافر جو ضرورت مند ہو۔ اس کے پاس سفر میں مال موجود نہ ہو، اس کو زکوٰۃ دی جائے گی۔ اگر چہ کہ اس کے گھر میں کتنا ہی مال ہو۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ بعض ایسے پروفیشنل مسافر ہیں جو ہمیشہ مسافر ہی رہتے ہیں، ان کی زندگی سفر ہی میں گزرتی ہے۔ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے نظر آتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہمیں بمبئی جانا ہے یا بنگلور جانا ہے۔ وہ برسوں سے بمبئی یا بنگلور جارہے ہیں مگر ابھی تک پہنچ نہیں پائے ہیں۔ ایسے دھوکہ باز مسافروں کے جال میں نہ پھنسیں۔ ہم نے کئی مسافروں کو ٹکٹ کا پیسہ دے کر ان کی متعلقہ بس یا ٹرین میں ٹکٹ بنوا کر بھیجا، مگر دوسرے ہی دن شہر کی کسی دوسری مسجد میں حضرت والا اسی حالت میں ٹھہرے ہوئے نظر آئے۔

زکوٰۃ کے مسائل علماء کرام سے معلوم کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ آپ کی زکوٰۃ ان مستحق افراد تک پہنچے۔ زکوٰۃ کا مقصد غریب کی غربت کو دور کرنا ہے، دھوکہ باز فقیر نما بھکاری کو کروڑ پتی بنانا نہیں ہے۔

درس نمبر (۸۲۱) رسول ﷺ کو تکلیف دینے کا انجام التوبہ:۶۱-۶۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنْهُمْ اور بعض ان میں سے الَّذِيْنَ وہ ہیں جو يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ نبی کو ایذا دیتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں هُوَ اُذُنٌ وہ (تو) کان ہے قُلْ اُذُنُ کہہ دیجئے (وہ) کان ہے خَيْرٍ لَّكُمْ تمہارے لئے بھلائی کا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے وَيُؤْمِنُ اور یقین رکھتا ہے لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں (کی باتوں) پر وَرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّلَّذِيْنَ ان کے لیے جو آمَنُوْا ایمان لائے مِنْكُمْ تم میں سے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے ہیں رَسُوْلَ اللّٰهِ رسول اللہ کو لَهُمْ ان کے لیے ہے عَذَابٌ اَلِيْمٌ بہت دردناک عذاب O يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ کی لَكُمْ تمہارے سامنے لِيُرْضُوْكُمْ تاکہ وہ تمہیں راضی کریں وَاللّٰهُ حالانکہ اللہ وَرَسُوْلُهٗۤ اور اس کا رسول اَحَقُّ زیادہ حق دار ہے اَنْ يُّرْضُوْهُ کہ وہ اس کو راضی کریں اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ اگر وہ مومن ہیں

ترجمہ: اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے (ان سے) کہہ دو کہ (وہ) کان (ہے تو) تمہاری بھلائی کے لئے وہ اللہ کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لئے عذاب الیم تیار ہے O مومنو! یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں خوش کر دیں حالانکہ اگر یہ (دل سے) مومن ہوتے تو اللہ اور اس کے پیغمبر خوش کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ انہی منافقین میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی کو دکھ پہنچاتے ہیں۔

۲۔ ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ تو سراپا کان ہیں۔

۳۔ کہہ دو کہ وہ کان ہیں اس چیز کے لئے جو تمہارے لئے بھلائی ہے۔

۴۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کی بات کا یقین کرتے ہیں۔

۵۔ تم میں سے جو ظاہری طور پر ایمان لے آتے ہیں ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

۶۔ مسلمانو! یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں اس لئے کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں۔

۷۔حالانکہ اگر یہ واقعی مومن ہوں تو اللہ اور اس کے رسول اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ ان کو راضی کریں۔

فی نفسہ کسی کو بھی اذیت پہنچانا یعنی تکلیف دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کی ترسٹھ سالہ زندگی پر غور کریں۔آپ ﷺ نے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ آپ ﷺ نے نہ کسی کا دل دکھایا، نہ کسی کی عزت پر حملہ کیا، نہ کسی پر تہمت لگائی اور نہ کسی کا دل توڑا اور نہ کسی کو ناحق مارا پیٹا اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی پر ظلم کیا۔ایک ہے عام آدمی کو ایذاء پہنچانا اور دوسرا ہے کہ کسی اللہ کے مقبول بندے کو ایذاء پہنچانا، جس کو اللہ تعالیٰ نے بلند منصب اور مقام عطا کیا ہو، جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء امت، علماء دین اور ائمۂ مساجد وغیرہ کہ ان کو ایذاء پہنچانا اور بڑا جرم بن جاتا ہے۔ مکہ کے مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ کو اور آپ پر ایمان لانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذاء پہنچائی۔ گزری ہوئی قوموں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ایذاء پہنچائی۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۴ میں یہ بات کہی گئی: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا اور حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا، پھر جس طرح انہیں جھٹلایا گیا اور تکلیفیں دی گئیں اس سب پر انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچ گئی۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں پر لعنت کی خبر دی گئی۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۷ میں ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶۹ میں ایمان والوں سے کہا گیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت بن جانا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان باتوں سے بری کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں اور میرے بعد انہیں ہدف ملامت نہ بنانا، جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انہیں ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی اس نے اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی تو قریب ہے کہ وہ اسے اپنی گرفت میں لے لے۔ (ترمذی: ۳۸۶۲)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیتیں پہنچا چکا ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت بخش دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہاں! راوی نے بیان کیا کہ پھر محمد بن مسلمہ کعب یہودی کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے تو ہمیں تھکا دیا اور ہم سے آپ ﷺ زکوٰۃ مانگتے ہیں۔ کعب نے کہا کہ قسم اللہ کی! ابھی کیا ہے ابھی اور مصیبت میں پڑو گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس پر کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کی پیروی کر لی ہے۔

اس لئے اس وقت تک ان کا ساتھ چھوڑنا ہم مناسب بھی نہیں سمجھتے جب تک ان کی دعوت کا کوئی انجام ہمارے سامنے نہ آ جائے۔ غرض محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس سے اسی طرح باتیں کرتے رہے۔ آخر موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ (بخاری:۳۰۳۱)

اس آیت میں منافقوں کے سلسلہ میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ وہ رسولِ رحمت ﷺ کو کس طرح اذیت پہنچاتے تھے؟ منافق آپ ﷺ کے حق میں نازیبا کلمات بھی کہتے تھے جس سے آپ ﷺ کو ذہنی تکلیف ہوتی۔ جو منافق آپ ﷺ کے پیچھے بدگوئی کرتے تھے اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا کہ یہ تو تکلیف دینے والی باتیں ہیں، رسول اللہ ﷺ تک اگر پہنچ جائیں گی تو آپ ﷺ کو تکلیف ہوگی تو منافقوں میں سے بعض منافق یوں جواب دیتے تھے کہ کوئی بات نہیں، ان کو راضی کر لینا اور سمجھا لینا آسان کام ہے، وہ تو بس ''کان'' ہیں، یعنی جو کہو سن لیتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں۔ اگر ہماری بات ان تک پہنچ بھی گئی تو ہم دوسری بات بنا کر کہہ دیں گے اور وہ ہماری بات کا یقین کر لیں گے۔ نبتل بن حارث نامی ایک منافق تھا جو بدصورت بھی تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ سے باتیں سن کر منافقوں کے پاس جاتا تھا۔ اس کی نیت اچھی نہیں تھی۔ چغل خوری اس کا مقصد تھا اور منافقوں کو یہ بتاتا تھا کہ دیکھو! تمہارے بارے میں ایسے ایسے مشورے ہو رہے ہیں۔ جب اس سے کہا جاتا کہ ایسا نہ کر، تیرے اس طرزِ عمل سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوگی تو اس پر اس نے کہا کہ ان کو سمجھانا آسان ہے، وہ تو ہر بات سن لیتے ہیں اور مان لیتے ہیں، ان کی شخصیت تو بس کان ہی کان ہے، یعنی وہ نہ تکذیب کرتے ہیں نہ غور و فکر کرتے ہیں۔ (تفسیر القرطبی) اس کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اونچ نیچ کی کچھ خبر نہیں ہے۔ اس طرح رسولِ رحمت ﷺ کی گستاخی کی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقوں کی ایک جماعت نے رسولِ رحمت ﷺ کا تذکرہ نامناسب انداز میں کیا۔ کسی نے کہا ایسا نہ کرو ہم کو ڈر ہے کہ کہیں وہ بات رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچ جائے جو ہم نے کہی ہے۔ جلاس بن سوید بن صامت نے کہا کہ ہم جو چاہے کہیں گے، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں گے اور ہم قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے ایسا کہا ہی نہیں اور وہ ہماری بات مان لیں گے، محمد تو بس کان ہیں کان۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو نبی کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس وہ تو کان ہیں۔ (تفسیر بغوی) آپ فرما دیجئے کہ وہ تمہارے لئے خیر کا کان ہیں۔ وہ ایمان لائے ہیں اللہ پر اور یقین کرتے ہیں مومنوں کی بات پر اور وہ ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم میں سے مومن ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کریں۔

ان آیتوں سے سبق ملتا ہے کہ ایمان والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کا ہدف یہ بنائیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش رکھیں گے۔ ایک مومن کے لئے سب سے بڑا سرمایہ یہی ہے کہ اس کا رب اور اس کے آخری رسول اس سے راضی اور خوش رہیں۔ سعادتمند اور خوش نصیب وہ ہے جس سے اس کا رب اور اس کا رسول راضی ہو۔ پوری دنیا جس سے خوش ہو مگر اس کا رب اور اس کا نبی اس سے ناراض ہو تو وہ دنیا کا سب سے بدنصیب اور بدترین انسان ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو امت کے دیگر تمام افراد پر فوقیت و فضیلت اسی لئے ہے کہ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ (المائدہ:۱۱۹) اللہ ان سے

راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۲ میں فرمایا گیا کہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی طرف سے رضا مندی تو سب سے بڑی چیز ہے۔

درس نمبر (۸۲۲) **جہنم میں داخلہ رسوائی کا سبب** التوبہ: ٦٣۔٦٤

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا انہیں معلوم نہیں ہوا اَنَّهٗ کہ بے شک مَنْ يُّحَادِدِ جو مخالفت کرے اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اللہ اور اس کے رسول کی فَاَنَّ لَهٗ تو بلاشبہ اس کے لیے ہے نَارَ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ خَالِدًا وہ ہمیشہ رہے گا فِيْهَا اس میں ذٰلِكَ یہ ہے الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ بہت بڑی رسوائی ۝ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ الْمُنَافِقُوْنَ منافق ڈرتے ہیں اَنْ تُنَزَّلَ اس بات سے کہ نازل کر دی جائے عَلَيْهِمْ ان پر سُوْرَةٌ کوئی سورت تُنَبِّئُهُمْ جو انہیں بتا دے بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے قُلِ اسْتَهْزِءُوْا کہہ دیجیے تم مذاق کرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ مُخْرِجٌ ظاہر کرنے والا ہے مَّا وہ بات جس سے تَحْذَرُوْنَ تم ڈرتے ہو

ترجمہ: کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار) ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے ۝ منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کر دے کہہ دو کہ ہنسی کئے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کر دے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے ٹکرلے تو یہ بات طے ہے کہ اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

۲۔ یہ بڑی بھاری رسوائی ہے۔

۳۔ منافق لوگ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کہیں کوئی ایسی سورت نازل نہ کر دی جائے جو انہیں ان منافقین کے دلوں کی باتیں بتلا دے۔

۴۔ کہہ دو کہ اچھا تم مذاق اڑاتے رہو۔

۵۔ اللہ وہ بات ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی زجر و توبیخ کی ہے کہ کیا ان منافقوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے

رسول کی مخالفت کرے گا اور اللہ اور اس کے رسول سے ٹکرلے گا اور نبی کی تعظیم و محبت سے متعلق جو حدود مقرر ہیں ان سے تجاوز کرے گا اور زکوٰۃ و صدقات کی تقسیم میں رسولِ رحمت ﷺ پر لعن طعن کرے گا اس کو یہ بات جان لینا چاہئے کہ اس کی سزا دوزخ ہے جس دوزخ میں وہ ہمیشہ رہے گا اور دردناک اور ذلت آمیز عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور وہ عذاب بڑی ذلت والا عذاب ہوگا اور ان لوگوں کی بڑی بدبختی ہوگی۔

منافقوں کی حالت یہ ہے کہ انہیں خود اپنے معاملہ کی حقیقت معلوم ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آسمان سے رسول رحمت ﷺ پر اترنے والی وحی کے بارے میں وہ شک اور تردد میں مبتلا ہیں۔ ان منافقین کو ہمیشہ یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی سورت رسولِ عربی پر نازل نہ ہوجائے جس میں ان کے اندر کی حقیقت کا پردہ کہیں فاش نہ ہوجائے اور ان کے رازوں کا انکشاف نہ ہوجائے، جیسا کہ خود یہ سورۂ توبہ ہے جس سورت میں منافقوں کے دلوں کی باتوں کو مسلمانوں کے سامنے ظاہر و باہر کردیا گیا اور ان کے نفاق کا بھانڈا پھوڑا گیا۔ اسی لئے سورۂ توبہ کے یہ نام بھی ہیں الکاشفہ، والفاضحہ، والمنبئہ۔ یعنی رازوں کو کھولنے والی اور اندر کی حقیقتوں سے آگاہ کرنے والی۔ اس سورت نے مسلمانوں کو وہ باتیں بتلادیں جو ان منافقوں کے دلوں میں تھیں۔ یہ منافقین اپنی مجلسوں میں رسولِ رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بتلایا گیا کہ یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَیۡهِمۡ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہوجائے جو ان باتوں کو بتادے جو ان کے دلوں میں ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ تم مذاق اڑالو بلاشبہ اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔

جس قدر منافقین ان کے رازوں کے فاش ہونے کے سلسلہ میں ڈر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اس قدر ان کے رازوں کو فاش کردیا اور ان کی اندرونی شرارتوں اور خباثتوں سے رسولِ رحمت ﷺ کو اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بتلادیا۔ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۵ میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ كُبِتُوۡا كَمَا كُبِتَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلۡكٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ یقین رکھو کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ہی ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے تھے اور ہم نے واضح نشانیاں نازل کردی ہیں اور کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۲۰ میں یوں کہا گیا: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہیں۔

درس نمبر (۸۲۳) منافقوں کا عذر قابلِ قبول نہیں التوبہ: ۶۵-۶۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۶۵ لَا

تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَئِنۡ اور البتہ اگر سَأَلۡتَهُمۡ آپ ان سے پوچھیں لَيَقُوۡلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے إِنَّمَا كُنَّا ہم تو تھے صرف نَخُوۡضُ شغل کے طور پر باتیں کرتے وَنَلۡعَبُ اور دل لگی کرتے قُلۡ کہہ دیجئے اَبِاللّٰهِ کیا اللہ کے ساتھ وَاٰيٰتِهٖ اور اس کی آیتوں وَرَسُوۡلِهٖ اور اس کے رسول کے (ساتھ) كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ تم مذاق کرتے تھے؟O لَا تَعۡتَذِرُوۡا (اب) تم عذر پیش نہ کرو قَدۡ كَفَرۡتُمۡ یقیناً تم نے کفر کیا ہے بَعۡدَ إِيۡمَانِكُمۡ اپنے ایمان کے بعد اِنۡ نَّعۡفُ اگر ہم معاف بھی کر دیں عَنۡ طَآئِفَةٍ ایک گروہ کو مِّنۡكُمۡ تم میں سے نُعَذِّبۡ (تو) ہم عذاب دیں گے طَآئِفَةً ایک گروہ کو بِأَنَّهُمۡ بسبب اس کے کہ بلاشبہ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ وہ مجرم ہیں

ترجمہ: اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟O بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ راگر تم ان سے پوچھو تو یہ یقیناً یوں کہیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔

۲۔ کہو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ دل لگی کر رہے تھے؟

۳۔ بہانے نہ بناؤ تم ایمان کا اظہار کرنے کے بعد کفر کے مرتکب ہو چکے ہو۔

۴۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معافی دے بھی دیں تو دوسرے گروہ کو ضرور سزا دیں گے۔

۵۔ کیونکہ وہ مجرم لوگ ہیں۔

منافقین ہمیشہ رسولِ رحمت ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔ تبوک کے سفر میں منافقین ایک دن آپس میں یوں کہہ رہے تھے کہ یہ شخص (محمد ﷺ) اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ملک شام کے محلات اور قلعے اس کے لئے فتح ہو جائیں گے، یہ تو کبھی بھی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں کی خبر رسولِ رحمت ﷺ کو دے دی۔ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ان لوگوں کو روک لو۔ جب آپ ﷺ ان کے پاس پہنچ گئے تو ان سے فرمایا تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اس پر ان منافقوں نے اقرار تو کر لیا لیکن بات بناتے ہوئے اور عذر پیش کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ تو یونہی زبانی باتیں تھیں جو آپس میں دل لگی کے طور پر ہو رہی تھیں۔ یعنی سفر میں وقت گزاری کے لئے ہم یہ باتیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے تھے؟ منافقوں نے ایک گناہ تو یہ کیا کہ رسول عربی ﷺ کا مذاق اڑایا اور جب باز پرس کی گئی تو اس پر معذرت کرنے، معافی مانگنے اور اپنے جرم کا اعتراف کرنے کے بجائے بات بنانے لگے اور عذر کرنے لگے۔ فارسی کا مشہور مقولہ ہے: عذرِ گناہ بدتر از گناہ۔ گناہ پر عذر کرنا گناہ سے بدتر گناہ ہے۔ یہ بات جان لیں کہ دینِ اسلام کا مذاق اڑانا، اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں کا مذاق اڑانا، اس کی کتابوں کا مذاق اڑانا یہ کفر کے

برابر جرم ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ کہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کا کام کیا ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ ہم تم میں سے بعض کو اسلام قبول کر نیکی سعادت سے مالا مال کر کے معاف کر دیں گے اور ان کی کفریہ باتوں سے درگزر کر دیں گے اور ایک جماعت کو ان کے جرائم کی وجہ سے عذاب بھی دیں گے۔

بعض اوقات ہم اپنے بے تکلف دوستوں میں مذاق کے دوران ایسی باتیں بھی کہہ دیتے ہیں جن باتوں میں دینِ اسلام کا مذاق ہوتا ہے یا اللہ اور اس کے رسول کا مذاق ہوتا ہے۔ کامیڈی شو کے نام پر ہو یا کسی اور مزاحیہ کلام کے نام پر، ایسے موقعوں پر اسٹیج سے متعلقہ ذمہ دار افراد ہوں یا اس میں شریک ہونے والے سامعین۔ یہ بات یاد رکھیں کہ کامیڈی شو یا مزاحیہ مجلس کے نام پر مسلمان کوئی ایسی بات نہ کہے اور نہ سنے جس سے دینِ اسلام کے مذاق کا ارتکاب ہو۔ ہم مسلمانوں کیلئے سب سے زیادہ اہمیت اللہ اور اس کے رسول اور وہ دینِ حق ہے جس پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم اس میدان میں کسی بھی قسم کا سمجھوتہ کرنے کیلئے تیار نہ ہوں۔ ایسے موقعوں پر جب ایسی مجلسوں میں ہمارے دین کا مذاق اڑانا محسوس ہو تو ہماری غیرت ایمانی جاگ جانا چاہیئے اور ہمیں برملا اس پر اعتراض کرنا چاہیئے اور ایسے جملوں پر معذرت خواہی کا مطالبہ بھی کرنا چاہیئے اور اگر اتنی سکت نہیں ہے تو ایسی مجلسوں کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے یا خاموشی ہی سے سہی وہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کا مذاق ہو اور اس دوران ہماری دلچسپی اور تفریح کا سامان ہو، یہ ہرگز ہمارا ایمان ویقین اور اللہ اور اس کے رسول سے ہمارا رشتہ برداشت نہیں کرسکتا۔ دل لگی، ہنسی مذاق، انجوائمنٹ، وقت گزاری، تفریح طبع اور ٹائم پاس کیلئے کوئی ایسا سطحی موضوع تلاش کریں جس کا اللہ اور اس کے رسول اور اسکے دین سے تعلق نہ ہو۔ بعض ادبی مشاعروں میں بھی نئی روشنی اور پرانے اندھیرے کے حامل افراد اہلِ علم کا مذاق اڑاتے ہیں اور پورے مشاعرے ہی کو بے ادب بنا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دیندار لوگ اور بالخصوص علماء کرام بہت کھٹکتے ہیں۔ یہ لوگ مشاعروں کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے اشعار کے ذریعہ علماء کرام کی توہین کرتے ہیں۔ سادہ لوح مسلمان بڑی شان سے صرف اس لئے داد دیتے ہیں کہ قافیہ اور ردیف بہت اچھا تھا۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے نالائقوں کا قافیہ تنگ کر دیں۔ اہلِ علم کا مذاق علم کا مذاق ہے اور علم کا مذاق اڑانا نبی ﷺ کا مذاق اڑانا ہے اور نبی کا مذاق اڑانا جبرئیل امین علیہ السلام کا مذاق اڑانا ہے اور جبرئیل امین کا مذاق اڑانا رب ذوالجلال کا مذاق اڑانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ایسے جرائم سے محفوظ رکھے۔ آمین

درس نمبر (٨٢٤) منافقین ایک دوسرے کے دوست ہیں التوبہ: ٦٧-٦٨

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٦٧ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٦٨

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الْمُنَافِقُوْنَ منافق مرد وَالْمُنَافِقَاتُ اور منافق عورتیں بَعْضُهُمْ ان کے بعض مِّنْ بَعْضٍ بعض

سے (یعنی ایک جیسے ہی) ہیں یَأْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں بِالْمُنْكَرِ بُرے کام کا وَيَنْهَوْنَ اور وہ روکتے ہیں عَنِ الْمَعْرُوْفِ نیک کام سے وَيَقْبِضُوْنَ اور بند رکھتے ہیں أَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ (خرچ کرنے سے) نَسُوا اللّٰهَ بھلا دیا انہوں نے اللہ کو فَنَسِيَهُمْ تو اس نے بھی بھلا دیا ان کو اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ بے شک منافقین هُمُ الْفٰسِقُوْنَ وہی نافرمان ہیں ○ وَعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا ہے اللہ نے الْمُنَافِقِيْنَ منافق مردوں وَالْمُنَافِقَاتِ اور منافق عورتوں وَالْكُفَّارَ اور کافروں سے نَارَ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ کا خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا اس میں هِيَ حَسْبُهُمْ وہ (عذاب) انہیں کافی ہے وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ اور لعنت کی ان کو اللہ نے وَلَهُمْ اور ان کے لیے عَذَابٌ مُّقِيْمٌ دائمی عذاب ہے

ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ بُرے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا بیشک منافق نافرمان ہیں ○ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتشِ جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ وہی ان کے لائق ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب تیار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔

٢۔ وہ برائی کی تلقین کرتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔

٣۔ اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔

٤۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔

٥۔ بلاشبہ یہ منافق بڑے نافرمان ہیں۔

٦۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے۔

٧۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی ان کو راس آئے گا۔

٨۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر پھٹکار ڈال دی ہے۔

٩۔ ان کے لئے اٹل عذاب ہے۔

منافقوں کی خرابیوں اور برائیوں کا بیان گزشتہ چند آیتوں سے مسلسل چل رہا ہے۔ اس آیت میں منافقوں اور مومنوں کے درمیان واضح فرق بتلایا گیا ہے۔ عربی کا مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ٦٧، ٦٨، اور ٦٩ میں منافقوں کی خرابیاں بیان کی ہیں۔ آیت نمبر ٧١ میں ایمان والوں کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ منافقوں کی خرابیوں اور برائیوں کو اس لئے بیان کیا گیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نفاق اور منافق کی حقیقت کیا ہے؟ منافقوں کی ان خرابیوں سے خود بخود اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کے برعکس جو کام ہوتا ہے وہ ایمان والوں کا کام ہوتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو ان سے پہلے گزرے ہوئے منافقوں اور کافروں سے تشبیہ دی اور ان

منافقوں کی حالت ان گزرے ہوئے کافروں اور منافقوں کی حالت کے مانند قرار دیا۔ یہاں اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ یعنی منافق مرد اور منافق عورتیں دونوں کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ ان بُرے اوصاف، بُری عادتوں اور خرابیوں میں منافق مرد اور منافق عورتیں دونوں برابر ہیں۔ منافق مرد جس طرح خبیث ہیں منافق عورتیں بھی اسی طرح خبیث ہیں۔ منافق اور مومن دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ منافقوں کا قبلہ، ہدف اور مقصدِ حیات، طریقۂ زندگی، خیالات، ارادے اور اعمال و اخلاق الگ ہیں اور مومنوں کا قبلہ، ہدف اور مقصدِ حیات، طریقۂ زندگی، خیالات، ارادے اور اعمال و اخلاق الگ ہیں۔ منافق مرد اور عورتیں برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روکتے ہیں۔ اللہ اور اسکے رسول کے حکموں کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ جبکہ ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اللہ کے راستے میں کھلا رکھتے ہیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں وغیرہ۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یعنی منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ یعنی یہ سب نفاق میں ایک جیسے ہیں اور ایمان سے دوری میں بھی ایک جیسے ہیں۔ یعنی یہ منافق چاہے مرد ہوں یا عورتیں سب ایک دوسرے کے جیسے ہیں۔ یہ بات اس لئے کہی گئی ہے کہ منافقوں کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم مسلمانوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۶ میں نفی کی کہ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ یہ منافقین تم میں سے نہیں۔ وہ منافق تم مسلمانوں کی طرح نہیں ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے جیسے تو ہو سکتے ہیں مگر وہ مسلمانوں کے جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ ان منافقوں کی زندگی کا رخ ہی الگ ہے اور مسلمانوں کی زندگی کا رخ ہی الگ ہے۔ انسان کی سلیم طبیعت اور اس کی صحیح عقل اس بات کا حکم دیتی ہے کہ وہ دوسروں کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ مگر ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ یہ لوگوں کو بھلائی سے روکتے ہیں اور برائی کا حکم دیتے ہیں۔ آدمی کے گھٹیا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ لوگوں کو بُرائی سے روکنے کا کام چھوڑ کر برائیوں کے کرنے کا حکم دیتا رہے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۰ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بتلایا گیا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۔الخ۔ بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا اور رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔ غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خود بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ جو کام اللہ تعالیٰ خود کرتے ہیں اور جس کام کا اپنے بندوں کو حکم دیتے ہیں یہ منافق اس کے خلاف کرتے ہیں کہ لوگوں کو بھلائی سے روکتے ہیں اور برائی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ منافق شیطانی کام کر رہے ہیں، اس لئے کہ شیطان بھی برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ نور کی آیت نمبر ۲۱ میں یہ بات بتائی گئی: وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ اگر کوئی شخص شیطان کے پیچھے چلے تو شیطان تو ہمیشہ بے حیائی اور بدی کی تلقین کرے گا۔ منافقوں کی ایک خرابی یہ بھی تھی کہ وہ بخل کرتے تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سخاوت کا تعلق عقیدہ اور ایمان سے ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے تو اسی لئے خرچ کر رہا ہے کہ اس کے پاس آخرت کے اجر و ثواب کا تصور ہے۔ یہ منافق اللہ کی راہ میں کیوں خرچ کریں گے؟ ان کو تو آخرت کے اجر و ثواب کا یقین ہی نہیں ہے۔ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ یہ منافقین اپنے

ہاتھوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں خرچ ہی نہیں کرتے۔ کنجوسی اور بخل ان منافقوں کا شیوہ ہے۔ مال و دولت کے یہ پجاری دولت کے خزانے تو بنا سکتے ہیں لیکن اس دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر سکتے۔ بس اپنے ہاتھوں کو ہمیشہ سمیٹے رہتے ہیں۔ سورۂ منافقوں کی آیت نمبر ۷ میں خرچ کرنے کے سلسلہ میں خود ان کا قول نقل کیا گیا ہے: هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ اِدھر اُدھر ہو جائیں۔ ان منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ یہ منافق اللہ کو بھول گئے، یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ بیٹھے۔ اس کے بھیجے ہوئے دین سے پیٹھ پھیر لی اور منہ موڑ لیا ہے۔ جب ان منافقوں نے اللہ کو فراموش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو بھولنے والا کیا کرتا ہے اور ان منافقوں کو اپنی مہربانی، فضل و کرم سے محروم کر دیا۔ منافقوں کے بارے میں یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ بیشک منافق نافرمان ہی ہیں، یعنی یہ منافق حق کے راستہ سے خارج ہیں اور گمراہی کے راستہ میں داخل ہو چکے ہیں اور کفر میں مضبوط اور ہر خیر سے دور ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ان منافقوں کے بارے میں دوزخ کی آگ کا وعدہ فرمایا گیا کہ جس میں یہ منافق ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے یہ دوزخ کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

درس نمبر (۸۲۵) منافقوں کے اعمال اکارت ہو گئے التوبہ:۶۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۶۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَالَّذِيْنَ (منافقو! تم) ان کی طرح ہو جو مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے ہوئے كَانُوْٓا اَشَدَّ وہ زیادہ سخت تھے مِنْكُمْ تم سے قُوَّةً قوت میں وَاَكْثَرَ اور زیادہ تھے اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا مال اور اولاد میں فَاسْتَمْتَعُوْا لہٰذا فائدہ اُٹھایا انہوں نے بِخَلَاقِهِمْ اپنے حصے کے ساتھ فَاسْتَمْتَعْتُمْ اور فائدہ اُٹھایا تم نے (بھی) بِخَلَاقِكُمْ اپنے حصے کے ساتھ كَمَا اسْتَمْتَعَ جیسے فائدہ اُٹھایا تھا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے تھے بِخَلَاقِهِمْ اپنے حصے کے ساتھ وَخُضْتُمْ اور تم بھی فضول بحث میں الجھے كَالَّذِيْ خَاضُوْا جیسے وہ فضولیات میں الجھے رہے اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ یہ لوگ ہیں (کہ) برباد ہو گئے اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل فِي الدُّنْيَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَاُولٰۗىِٕكَ اور یہی لوگ ہیں هُمُ الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانے والے

ترجمہ: (تم منافق لوگ) ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں وہ تم سے بہت طاقتور اور مال و اولاد میں کہیں زیادہ تھے تو وہ اپنے حصے سے بہرہ یاب ہو چکے سو جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اسی طرح

تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھالیا اور جس طرح وہ باطل میں ڈوبے رہے اسی طرح تم باطل میں ڈوبے رہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ منافقو! تم ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

۲۔ وہ طاقت میں تم سے مضبوط تر اور مال و اولاد میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔

۳۔ چنانچہ انہوں نے اپنے حصے کے مزے اڑا لئے۔

۴۔ پھر تم نے اسی طرح اپنے حصے کے مزے اڑا لئے جیسے تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے کے مزے اڑائے تھے۔

۵۔ تم بھی ویسی ہی بے ہودہ باتوں میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے۔

٦۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو گئے۔

۷۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے خسارے کا سودا کیا۔

اس آیت میں منافقوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ تم بھی انہی لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے تھے۔ اے منافقو! تم بھی ان لوگوں کے جیسے ہی ہو جو فانی دنیا کی محبت میں پڑ کر دھوکہ کھا گئے تھے۔ لیکن تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ تم سے زیادہ طاقتور تھے۔ ان کے پاس تم سے زیادہ طاقت و قوت تھی۔ تم سے زیادہ وہ صاحبِ مال اور صاحبِ اولاد تھے۔ جس طرح وہ لوگ دنیا کی محبت میں ڈوب گئے تھے اور دنیا حاصل کرنے میں غرق ہو گئے تھے، تمہاری حالت بھی انہی جیسی ہے، تم بھی انہی لوگوں کی طرح مال اور اولاد حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہو۔ زائل ہونے والی لذتوں اور دنیا کے مزوں نے تم کو نشہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ دنیا کی ان ساری نعمتوں نے تم کو اللہ کے کلام سے اور اس کے رسول کی ہدایت سے محروم اور غافل کر دیا ہے۔ تم ان تمام بُرے اعمال کے بُرے انجام سے بے خبر ہو۔ تم کو آخرت کی کامیابی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ خیر اور بھلائی تم سے رخصت ہو چکی ہے، جس طرح پچھلی قوموں کے لوگوں سے خیر اور بھلائی رخصت ہو گئی تھی۔ تم ان گزرے ہوئے لوگوں سے زیادہ بدتر حالت میں ہو اور ان سے زیادہ عذاب کے مستحق ہو۔ جس طرح وہ لوگ باطل میں ڈوب گئے تھے، تم بھی باطل میں ڈوب چکے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے اور آخرت میں بھی اکارت ہو گئے۔ جس طرح گزرے ہوئے کافروں کا انجام ہوا کہ ان کے اعمال ضائع ہو گئے، تمہارے بھی اعمال ضائع ہو گئے۔ ان کافروں اور منافقوں کی وہ کوششیں اور ظاہری نیک اعمال ان کے نفاق کی وجہ سے باطل ہو گئے، اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ دکھاوا تھا، ریاکاری تھی۔ انہوں نے جس مقصد سے کیا تھا کہ لوگ ان کی نیکیوں کو دیکھیں، وہ تو ان کو مل گیا۔ اس لئے ان کو آخرت میں اس کے عوض میں کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے۔ ان کے اعمال اس لئے بھی اکارت اور ضائع ہو گئے کہ ان کے پاس ایمان ہی نہیں تھا اور اعمال پر اجر و ثواب اسی وقت ملتا ہے جبکہ ایمان ہو اور یہ منافق ایمان سے خالی اور عاری ہیں۔ یہ منافق حقیقت میں مومن نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے بارے میں ایمان کو ظاہر کیا اور اپنے دل میں موجود کفر کو چھپایا۔ یہ ایسے خسارے اور نقصان میں ہیں کہ انہوں نے گمان کر لیا تھا کہ وہ نفع اور فائدے میں ہیں، حقیقت میں یہ نقصان میں ہیں۔

گزری ہوئی قوموں کے زیادہ طاقتور اور مضبوط ہونے کا اشارہ قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں سے بھی ہوتا ہے۔سورۂ قصص کی آیت نمبر ٧٨ میں یوں ہے: اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَکْثَرُ جَمْعًا بھلا کیا اسے اتنا بھی علم نہیں تھا کہ اللہ نے اس سے پہلی نسلوں کے ایسے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا تھا جو طاقت میں بھی اس سے زیادہ مضبوط تھے۔سورۂ روم کی آیت نمبر ٩ میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے: اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں تا کہ وہ یہ دیکھتے کہ ان سے پہلے جو لوگ تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ طاقت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے اور انہوں نے زمین کو بھی جوتا تھا اور جتنا ان لوگوں نے اسے آباد کیا اس سے زیادہ انہوں نے اس کو آباد کیا تھا۔سورۂ فاطر کی آیت نمبر ٤٤ میں بھی ہے: وَکَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً جبکہ وہ طاقت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے۔

قرآنِ مجید اس بات کی بار بار آواز دیتا ہے کہ کفر، نفاق اور شرک یہ ایسے اعمال ہیں جن سے ان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ٢١٧ میں ارتداد یعنی مرتد ہو جانے کو اعمال کے اکارت ہونے کا ذریعہ قرار دیا گیا: وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو جائیں گے۔مشرکین کی بارے میں سورۂ توبہ کی آیت نمبر ١٧ میں یوں کہا گیا: اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یہ وہ ہیں کہ ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔سورۂ کہف کی آیت نمبر ١٠٥ میں یوں کہا گیا: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی آیتوں کا اور اس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا اس لئے ان کا سارا کیا ہوا اکارت ہو گیا۔

درس نمبر (٨٢٦) **گزری قوموں کے واقعات نصیحت کا سبب** التوبہ:٧٠

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِکٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَمْ یَاْتِهِمْ کیا نہیں آئی ان کو نَبَاُ الَّذِیْنَ ان لوگوں کی خبر جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے ہوئے قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح وَعَادٍ اور عاد وَثَمُوْدَ اور ثمود وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ اور قوم ابراہیم وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ اور مدین والوں وَالْمُؤْتَفِکٰتِ اور الٹی بستیوں والوں کی اَتَتْهُمْ آئے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ فَمَا کَانَ اللّٰهُ چنانچہ نہیں ہے اللہ لِیَظْلِمَهُمْ کہ ظلم کرتا ان پر وَلٰکِنْ اور لیکن کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے

ترجمہ: کیا ان کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم اور ابراہیم کی اور مدیَن والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے ان کے پیغمبران کے پاس نشانیاں لے کر آئے اور اللہ ایسا تو نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا ان منافقوں کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزرے ہیں؟

۲۔ نوح کی قوم اور عاد وثمود، ابراہیم کی قوم، مدین کے باشندے اور وہ بستیاں جنہیں الٹ ڈالا گیا۔

۳۔ ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے۔

۴۔ پھر اللہ ایسا نہیں تھا کہ ان پر ظلم کرتا۔

۵۔ لیکن یہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے۔

قرآنِ مجید کتابِ ہدایت وموعظت ہے۔ بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ راست پر لانے اور انہیں گمراہی سے بچانے کی ایک موثر تدبیر یہ بھی ہے کہ انہیں گزری ہوئی قوموں اور اشخاص کے حال احوال بتلائے جائیں اور گزری ہوئی قوموں کی تباہی اور تباہی کی وجوہات بتلائی جائیں تاکہ ان سے سبق وعبرت حاصل کیا جائے اور اپنے آپ کو گمراہی سے بچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ تدبیر بھی استعمال فرمائی۔ موقع بموقع اور جا بجا گزری ہوئی قوموں کا تذکرہ فرمایا اور ان کی ہلاکت کی خبریں دیں۔ میری معلومات کی حد تک قرآنِ مجید میں مندرجہ ذیل اقوام کا تذکرہ ہے: قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، قومِ یونس، قومِ ابراہیم، قومِ موسیٰ وعیسیٰ (بنی اسرائیل)، اصحابِ مدین، قومِ تبع، اصحابِ الرس، اصحابِ حجر اور اصحابِ ایکہ وغیرہ۔ ان اقوام سے متعلق مزید تفصیلات آیاتِ قرآنی کی روشنی میں سمجھنے کے متلاشی احقر کی کتاب ''روحِ قرآن (مکمل)'' کے صفحہ نمبر ۱۲۳۰ تا ۱۲۴۵ کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سوال کھڑا کیا ہے کہ کیا ان کو ان لوگوں کے حالات کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ ابراہیم، اصحابِ مدین اور الٹی بستیوں والے، یعنی وہ قومِ لوط جن کی بستیوں کو الٹ کر رکھ دیا گیا۔ یہ ساری قومیں وہ قومیں ہیں جن کے پاس ان کے رسول آئے تھے۔ قومِ نوح کے پاس حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے تھے جن کی بعثت ورسالت اور ان کے مشن اور ان کی محنت کا تذکرہ سورۂ نوح میں مفصل موجود ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ۔ الخ۔

قومِ عاد جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا جن کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۵، سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۲۱، سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵۰ اور ۵۸ میں موجود ہے۔ قومِ ثمود جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا جن کا ذکر سورۂ نمل کی آیت نمبر ۴۵، سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۴۲ اور سورۂ شمس کی آیت نمبر ۱۳ وغیرہ میں موجود ہے۔ قومِ ابراہیم جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا جن کا ذکر قرآنِ مجید کی بیشتر سورتوں اور آیتوں میں ہے۔ مثلاً البقرہ (۱۲۴، ۲۵۸، ۲۶۰)، آل عمران (۶۷)، النساء (۵۴)، الانعام (۷۵، ۱۶۱)، التوبہ (۱۱۴)،

ہود(٦٩)، ابراہیم(٣٥)، الحجر(٥١)، النحل(١٢٠) اور مریم(٤١) وغیرہ میں ہے۔ اصحابِ مدین جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا جن کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ٨٥، سورۂ ہود کی آیت نمبر ٨٤ اور سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ٢٦ وغیرہ میں ہے۔ وَالْمُؤْتَفِکَاتِ سے وہ بستیاں مراد ہیں جو الٹ دی گئیں یعنی قومِ لوط کی بستیاں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا جن کا تذکرہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ٨٠، سورۂ ہود کی آیت نمبر ٧٧، سورۂ حجر کی آیت نمبر ٦١، سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ٢٨ اور سورۂ نمل کی آیت نمبر ٥٤ وغیرہ میں موجود ہے۔ ان تمام قوموں کے پاس ان کے رسول آئے اور ان رسولوں نے انہیں پیغامِ حق دیا، توحید کا سبق سکھایا، آخرت کا تصور پیش کیا، رب ذوالجلال کی قدرت و طاقت بتلائی۔ ان کے رسول ہونے کی کھلی دلیلیں پیش کیں، معجزات دکھلائے، نافرمانی پر عذاب کی خبریں دیں، مگر ان قوموں نے ان نبیوں کو جھٹلایا۔ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا کَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ○ فَقَدْ کَذَّبُوْا فَسَیَاْتِیْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ اور ان کے پاس رحمان کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اس سے روگردانی کرنے والے بن گئے ○ ان لوگوں نے جھٹلایا اب ان کے پاس جلدی سے اس کی خبریں آ جائیں گی جس کے ساتھ وہ مسخراپن کر رہے تھے۔ (الشعراء:٥،٦) اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التغابن:٥) کیا تمہارے پاس اس سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ ان قوموں کو ہلاک و تباہ کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ انصاف کیا ہے ظلم نہیں کیا۔ وما کان اللہ لیظلمھم اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی یہ ہے کہ وہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (النساء:٤٠) اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ انہوں نے جرائم کا ارتکاب کرتے ہوئے رسولوں کو جھٹلاتے ہوئے اور حق کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ یہ ہلاکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہیں ہے بلکہ ان کے جرائم کی سزا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ٥٧ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے: وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ انہوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ١١٧ میں فرمایا گیا: وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰکِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

درس نمبر (٨٢٧) نیک کام کرنا اور برائیوں سے روکنا مومنوں کی شان التوبہ:٧١

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن مرد وَالْمُؤْمِنَاتُ اور مومن عورتیں بَعْضُهُمْ ان کے بعض اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ بعض کے دوست ہیں یَأْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں بِالْمَعْرُوْفِ نیک کام کا وَیَنْهَوْنَ اور روکتے ہیں عَنِ

الْمُنْكَرِ بُرے کام سے وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کرتے ہیں وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے ہیں وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ اور وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں وَرَسُولَهٗ اور اس کے رسول کی اُولٰٓئِكَ یہ لوگ ہیں سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اللہ ان پر ضرور رحم فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ عَزِيزٌ نہایت غالب حَكِيمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

۲۔ وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں

۳۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔

۴۔ یقیناً اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک ہے۔

قرآنِ مجید کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل چیزوں اور ایک دوسرے کی ضد کو یکے بعد دیگرے بیان کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کے اس اسلوب کو آپ خود دورانِ تدبر و تفکر محسوس و معلوم کر سکتے ہیں۔ عموماً جہاں مشرکوں کا ذکر ہوتا ہے وہیں موحدین کا ذکر ہوتا ہے۔ جہاں طیبات کا ذکر ہوتا ہے وہاں خبیثات کا ذکر ہوتا ہے۔ جہاں حلال کا ذکر ہوتا ہے وہاں حرام کا ذکر ہوتا ہے۔ جہاں حق کا ذکر ہوتا ہے وہاں باطل کا ذکر ہوتا ہے۔ جہاں ہدایت کا ذکر ہوتا ہے وہاں ضلالت کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ بالکل یہی اسلوب ان آیات میں بھی اختیار کیا گیا۔ پچھلی آیتوں میں ملعون و مذموم منافقوں کا ذکر کیا گیا اور ان کے لئے تیار کردہ عذاب کا ذکر ہوا۔ یہاں ایمان والوں کا ذکر ہے اور ان کے اوصاف کا تذکرہ ہے نیز وہ بشارتیں بھی جو ان کے حصے میں ہیں۔

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے بھی مومن کی تعریف اسی انداز میں فرمائی ہے: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ۔ (بخاری: ۲۴۴۶) ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہوتا ہے، جس طرح عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔ مومن کی شان بھی یہی ہونی چاہئے کہ وہ دوسروں کو مضبوط کرے۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے مصیبتوں میں ایک دوسرے کے کام آئیں اور محبت اور بھائی چارگی میں ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔ یعنی ان کے دلوں میں دشمنی، عداوت، بغض، کینہ، حسد اور رنجشیں ہرگز نہ ہوں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا، مومنوں کی مثال آپسی محبت اور رحمدلی میں ایک جسم کی طرح ہے، جب جسم کا ایک عضو درد میں مبتلا ہوتا ہے تو اس درد میں جسم کا ہر عضو بخار میں

اور رات کے جاگنے میں ساتھ دیتا ہے۔ انگلی کٹ جاتی ہے مگر آنکھ روتی ہے، زبان چیختی ہے، دل رنجیدہ ہوتا ہے، دماغ میں بحران پیدا ہوتا ہے، سارا جسم درد سے کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح دنیا جہاں کے سارے ایمان والوں کا درد ہر مسلمان کو بے چین کردے۔ اسی کا نام مومن ہے۔ اگر بھارت کے پچیس کروڑ مسلمان اس آیت کو اور اس سے متعلقہ احادیث کو سمجھ جائیں اور مسلمانوں کے اندر اس سطح کی محبت، مودت، دوستی، بھائی چارہ پیدا ہوجائے تو فرقہ پرستوں کی نیندیں اڑ جائیں۔ نیندیں کیا ان کے تو ہوش اڑ جائیں گے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اب رسمی محبتوں اور مسلکی جھگڑوں کو ختم کریں اور ملتِ اسلامیہ کی بنیاد پر ایک ہوجائیں اور حقیقی محبتیں پیدا کریں۔ سب کو اپنا سمجھیں۔ ہر حق اور ہر نیک کام کا تعاون کریں۔ سب کا ساتھ دیں۔ ان خبیث دیواروں کو توڑ دیں جن دیواروں سے نفاق کو شہ ملتی ہے اور ایمان کمزور ہوجاتا ہے اور ان عزائم کو بلند کریں جن سے ایمان کو تقویت ملتی ہو اور ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہو۔ مومنوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ منافقوں کی طرح برائیوں کا حکم نہیں دیتے، بھلائیوں سے نہیں روکتے بلکہ وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے امر بالمعروف یعنی بھلائی کا حکم دینے اور نہی عن المنکر یعنی برائیوں سے روکنے کی بار بار تلقین کی ہے۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۱ میں فرمایا گیا: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۴ میں فرمایا گیا: وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور بُرے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

مومنوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ان تینوں امور پر بیسیوں آیتیں موجود ہیں۔ وہ شخص مسلمان و مومن کیسے شمار کیا جائے جو نماز کو قائم ہی نہ کرے اور زکوٰۃ ادا ہی نہ کرے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی نہ کرے۔ مومن اللہ کا وہ بندہ ہوتا ہے جو اپنے رب کی محبت میں جوش و جذبہ کے ساتھ اس کی عبادت کے لئے نماز میں کھڑے ہوجاتا ہے۔ اس کا رب اس کو اپنی عبادت کے لئے بلائے اور وہ حاضر نہ ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا رب اس کو یہ حکم دے کہ وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے اور وہ بندۂ مومن زکوٰۃ ادا نہ کرے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا رب اس کو اس کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کی دعوت دے اور وہ بندۂ مومن اطاعت نہ کرے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ اوصاف کسی مومن میں نہیں ہیں کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس کے پاس ایمان کی وہ قدر نہیں ہے جو اللہ اپنے محبوب بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ یہ مومن بندے وہ خوش نصیب ہیں جو اللہ کی رحمت کے آغوش میں آجاتے ہیں اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ۔ منافقوں کو اللہ تعالیٰ بھول جاتے ہیں یعنی ان سے ایسے معاملہ کرتے ہیں جیسے بھولے ہوئے شخص سے کئے جاتے ہیں۔ مگر ایمان والوں کے ساتھ اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو اپنی رحمت کے آغوش میں لے لیتے ہیں۔

درس نمبر (٨٢٨) **مومنوں سے جنت کا وعدہ** التوبہ:٧٢

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا ہے اللہ نے الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں سے وَالْمُؤْمِنَاتِ اور مومن عورتوں سے جَنَّاتٍ ایسے باغوں کا تَجْرِيْ کہ بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ مکانوں کا فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ ہمیشگی کے باغوں میں وَرِضْوَانٌ اور رضامندی مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی أَكْبَرُ سب سے بڑھ کر ہے ذٰلِكَ هُوَ یہی ہے الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ بہت بڑی کامیابی

ترجمہ: اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بہشت ہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا (وعدہ کیا ہے) اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے وعدہ کیا ہے ان باغات کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

٢۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کیلئے پاکیزہ مکانات ہیں جو سدا بہار باغات میں ہوں گے۔

٣۔ اللہ کی طرف سے خوشنودی تو سب سے بڑی چیز ہے جو جنت والوں کو نصیب ہوگی۔

٤۔ یہی تو زبردست کامیابی ہے۔

پچھلی آیت میں ایمان والوں کے اوصاف جمیلہ بیان کئے جانے کے بعد ایک پیارے جملہ کا اضافہ کیا گیا تھا کہ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحمت فرمائے گا۔ جس رحمتِ خاص کا ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا اس رحمت کی جھلکیاں اس آیت میں بیان کی جارہی ہیں۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کو اپنی طرف منسوب فرما کر اس وعدہ کی قدر و قیمت اور حیثیت و کیفیت بتلا دی ہے کہ یہ کسی کمزور انسان کا وعدہ نہیں ہے۔ یہ کسی چکمہ دینے والے اور پانچ سال کے لئے روپوش ہو جانے والے سیاسی قائد کا وعدہ نہیں ہے۔ یہ وعدہ کسی جھوٹے تاجر اور دھوکہ باز آفیسر کا نہیں ہے۔ یہ وعدہ کسی شاطر انسان کا نہیں ہے بلکہ یہ وعدہ زمین و آسمان کے خالق و مالک اور بے عیب اور پاکیزہ ذاتِ اقدس کا ہے جو یکتا ہے، تنہا ہے اور بے مثال ہے۔ اس رب ذوالجلال نے اپنی رحمت سے ایمان والوں سے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ انہیں وہ بہت سی بھلائیاں عطا کرے گا، ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں عطا کرے گا۔ ایسے پھلوں اور پھولوں سے لدی شاخوں والے درختوں سے بھرے باغات عطا کرے گا، جو درخت زمین کی سطح کو چھپا دیں اور ایسا سایہ دیں جس سے ماحول خوشگوار ہو جائے۔ ایسے درخت عطا

کرے گا جس کے نیچے رہنے والے کو اس کا سایہ ڈھانپ لے گا۔ ایسی نہریں عطا کرے گا جو نہریں ان درختوں کے نیچے بہہ رہی ہوں گی، جن نہروں سے باغوں کا جمال دوبالا ہو جائے گا۔ یہ مومن مرد اور مومن عورتیں ان باغوں اور نہروں کے پاکیزہ اور نفیس ماحول میں انجوائے کریں گے۔ دنیا میں لوگ دس پندرہ یا ڈیڑھ سو دو سو درختوں اور ایک دو سوئمنگ پول میں انجوائے کرتے ہیں، مگر یہ مومن مرد و عورت جب انجوائے کریں گے تو یہ دنیا کے فارم ہاؤس اور فائی اسٹار اور سیون اسٹار ہوٹلس اور خوبصورت ریزارٹس سب کچھ بھول جائیں گے۔ وہ ایسے پاکیزہ ٹھکانوں میں ہوں گے جن ٹھکانوں کو دیکھ کر دل کو سکون، دماغ کو سرور اور جسم کو قرار نصیب ہو جائے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت مذکور ہے: جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَافِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا اِلَى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةٌ مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُوْلُهَاسِتُّوْنَ مِيْلًا فِي السَّمَاءِ لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا اَهْلُوْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمِ الْمُؤْمِنِ يَرىٰ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. (مسلم: ٢٨٣٨) (جنت میں) دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور تمام دوسری چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دو دوسرے باغ ہوں گے جن کے برتن اور تمام دوسری چیزیں سونے کے ہوں گے اور جنت عدن سے جنتیوں کے اپنے رب کے دیدار میں کوئی چیز سوائے کبریائی کی چادر کے جو اس کے منہ پر ہوگی، حائل نہ ہوگی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری حدیث میں) فرمایا: مومن آدمی کے لئے جنت میں ایک کھوکھلے موتیوں کا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی، مومن اور ان کے متعلقین اس میں رہیں گے، مومن اس کے اردگرد چکر لگائیں گے اور کوئی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجه اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيلِهِ بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ اَعْلَى الْجَنَّةِ وَمِنْهُ تُفَجِّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّة. (بخاری و مسلم) جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کئے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی حصہ اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔ یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں یوں کہا کہ اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔

اس آیت میں جنّت عدن کا لفظ ہے۔ جنت کے منازل میں سے ایک منزل کا نام جنّت عدن ہے، جیسے جنت الفردوس ہے۔ قرآنِ مجید میں جنت کے کئی نام آئے ہیں: (١) جنت النعیم (٢) جنت الفردوس (٣) جنت الماویٰ (٤) جنت عدن (٥) علیین (٦) دارالخلد (٧) دارالسلام (٨) جنت الخلد۔

یہ تو ایمان والوں کیلئے جنت کے تذکرے ہیں۔ اس کے بعد ایک اہم خوشخبری یہ دی گئی کہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ اللہ تعالیٰ کی رضامندی یہ بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائیں گے اے جنت والو! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تعمیلِ ارشاد کے لئے موجود ہیں اور ساری خیر آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں گے حالانکہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز عطا نہ کروں؟ وہ عرض کریں گے اے رب! اس سے افضل اور کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں، اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ (بخاری:٦٥٤٩)

ذَالِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اللہ تعالیٰ کی رضامندی مل جانا یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔ بندۂ مومن کو سب کچھ مل جائے مگر اللہ کی رضامندی نہ ملے تو سب کچھ مل کر بھی بے مزہ زندگی ہے۔ اس کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی محل میں عورت کو ساری نعمتیں میسر ہیں۔ سونا چاندی ہیرے موتی، عیش و آرام کا سارا سامان، لیکن اس کا شوہر اس سے راضی نہیں، کیا ایک سلیم الفطرت اور نیک عورت کو اس محل میں کچھ مزہ آئے گا؟ مزہ تو جب ہے کہ ان میں سے کچھ چیزیں نہ بھی ہوں تو چل جائے گا، مگر شوہر اگر راضی اور خوش ہے تو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی اور خوش ہو جائیں۔ ہم تو اللہ سے راضی ہیں، مگر یہ اصل کمال نہیں۔ اے اللہ! آپ ہم سے راضی ہو جائیں یہی تو اصل کمال ہے۔

درس نمبر (٨٢٩) **اگر وہ توبہ کرلیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے** التوبہ:٧٣-٧٤

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی! جَاهِدِ جہاد کیجئے الْكُفَّارَ کافروں وَالْمُنَافِقِيْنَ اور منافقوں سے وَاغْلُظْ اور سختی کیجئے عَلَيْهِمْ ان پر وَمَأْوٰهُمْ اور ان کا ٹھکانہ جَهَنَّمُ جہنم ہے وَبِئْسَ اور وہ بُری ہے الْمَصِيْرُ لوٹ کر جانے کی جگہ ○ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں مَا قَالُوْا کہ نہیں کہی انہوں نے (کوئی بات) وَلَقَدْ حالانکہ ضرور قَالُوْا کہی انہوں نے كَلِمَةَ الْكُفْرِ کفر کی بات وَكَفَرُوْا اور انہوں نے کفر کیا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ اپنے اسلام کے بعد وَهَمُّوْا اور انہوں نے ارادہ کیا تھا بِمَا اس کا جو لَمْ يَنَالُوْا وہ حاصل نہ کرسکے وَمَا نَقَمُوْا اور غصہ نہیں نکالا انہوں نے إِلَّا مگر اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ کہ غنی کر دیا انہیں اللہ نے وَرَسُوْلُهٗ اور اس کے رسول نے مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے فَاِنْ يَّتُوْبُوْا پھر اگر وہ توبہ کرلیں يَكُ خَيْرًا تو بہتر ہوگا لَّهُمْ ان کے لیے وَإِنْ

اور اگر يَتَوَلَّوْا وہ منہ پھیریں يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ تو عذاب دے گا ان کو اللہ عَذَابًا اَلِيْمًا بہت دردناک عذاب فِي الدُّنْيَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَمَا اور نہیں ہوگا لَهُمْ ان کے لیے فِي الْأَرْضِ زمین میں مِنْ وَّلِيٍّ کوئی دوست وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی مددگار

ترجمہ: اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے O یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولتمند کر دیا ہے تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔

٢۔ ان پر سختی کرو۔

٣۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

٤۔ یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلاں بات نہیں کہی۔

٥۔ حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی ہے۔

٦۔ اپنے اسلام لانے کے بعد انہوں نے کفر کیا ہے۔

٧۔ انہوں نے وہ کام کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جس میں یہ کامیابی حاصل کر نہ سکے۔

٨۔ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دیا ہے۔

٩۔ اب اگر یہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔

١٠۔ اگر یہ منہ موڑیں گے تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

١١۔ روئے زمین پر ان کا نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں: (١) کھلے دشمن سے جہاد (٢) شیطان سے جہاد (٣) نفس اور خواہشات سے جہاد۔ یہ تینوں بھی جہاد ہی ہیں جس کا حکم سورۂ حج کی آیت نمبر ٧٨ میں یوں دیا گیا: وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ اور تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ٤١ میں کہا گیا: وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔

مسند احمد (١٢٢٤٦)، ابوداود (٢٥٠٤) اور نسائی (٣٠٩٦) وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ مشرکین سے مالوں، جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو اور زبان سے۔ جہاد کا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ باطل کے خلاف اور حق کی موافقت میں دلائل قائم کئے جائیں اور دلائل و براہین سے حق کو ثابت کیا جائے تا کہ کسی کو حق کے خلاف آواز اٹھانے کی ہمت نہ ہو اور انہیں دندانِ شکن جواب مل جائے۔

کافروں اور منافقوں کے سلسلہ میں جو دوسرا حکم دیا گیا وہ یہ کہ ان کافروں اور منافقوں پر سختی کیجئے۔ ظاہر ہے کہ جنگ کے موقع پر پوری دلیری، بہادری، شجاعت اور جواں مردی کے ساتھ منافقوں اور کافروں کے ساتھ سخت مقابلہ کیا جائے گا۔ منافقوں کے ساتھ سختی کرنے کا مطلب یہ کہ ان پر شریعت کے احکام نافذ کرنے میں سختی کی جائے گی، جس طرح مسلمانوں پر شریعت کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ ان منافقوں پر بھی یہ احکام نافذ کئے جائیں۔ اس لئے کہ یہ منافق مسلمان ہونے ہی کا تو دعویٰ کرتے ہیں اور جب مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اسلام کے احکام پر عمل بھی ان پر ضروری ہے۔ ان منافقوں کے ساتھ شرعی حدیں قائم کرنے کی بات آئے تو ان پر بھی حد قائم کی جائے۔ ان منافقوں اور کافروں کا بُرا انجام بتلا دیا گیا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ دوزخ لوٹنے کی بہت بُری جگہ ہے۔ یہ کافر اور منافق اپنی زندگی گزارنے کے بعد جب لوٹ کر جائیں گے تو وہاں انہیں بدترین جگہ ملے گی اور وہ ہے دوزخ۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا یہ منافق قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے فلاں بات کہی ہی نہیں۔ اس آیت کے سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں کہ یہ کس واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی؟ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنگِ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین بھی تھے۔ دورانِ سفر جب منافق تنہائی میں ہو جاتے اور وہاں کوئی مسلمان نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے اور دین کے معاملہ میں طعنے دیتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان منافقوں کی یہ باتیں سن لیں اور رسول اللہ ﷺ کو بتلا دیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے کہا: اے منافقو! میرے پاس تمہارے سلسلہ میں کیا بات پہنچ رہی ہے؟ ان منافقوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جھوٹوں کی اس بات پر یہ آیت نازل فرمائی۔

صاحبِ معالم التنزیل (ص ۳۱۱، ج ۲) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص تمہارے پاس آنے والا ہے۔ وہ تمہیں شیطانی آنکھوں سے دیکھے گا۔ جب وہ آ جائے تو تم اس سے بات نہ کرنا۔ ذرا سی دیر بھی نہ گزری تھی کہ نیلی آنکھوں والا ایک شخص آ گیا۔ اُسے رسولِ اکرم ﷺ نے بلایا اور فرمایا، تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں بُرا کہتے ہیں؟ وہ فوراً گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا اور وہ سب لوگ قسم کھا گئے کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کہا اور دوسرا واقعہ یوں نقل کیا ہے کہ ایک دن تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور منافقین کا تذکرہ فرمایا اور اُن کو رجس یعنی ناپاک بتایا اور ان کی بُرائیاں بیان کیں۔ اس پر جلاّس بن سوید نامی ایک شخص نے کہا کہ محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں اگر یہ سچ ہو تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ اس کی اِس بات کو عمیر بن سعد (صحابی رضی اللہ عنہ) نے سُن لیا تھا۔ جب رسولِ رحمت ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کو جلاّس کی بات بتا دی۔ جلاس نے کہا کہ یا

رسول اللہ! اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اس پر آپ نے حکم فرمایا کہ دونوں منبر کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھائیں۔ جلّاس نے نماز عصر کے بعد منبر کے پاس قسم کھائی کہ میں نے نہیں کہا اور مجھ پر عمیر نے تہمت باندھی ہے۔ اس کے بعد عمیر کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ اس نے ضرور کہا ہے اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں باندھا۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ! ہم دونوں میں جو سچا ہے اس کی سچائی کو ظاہر فرمانے کے لئے اپنے نبی ﷺ پر کوئی آیت نازل فرمائیے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اور جو مومنین حاضر تھے سب نے آمین کہا۔ ابھی مجلس سے متفرق ہونے نہ پائے تھے کہ آیت شریفہ نازل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا یہ لوگ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ یہ واقعی بات ہے کہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے (دل سے تو پہلے بھی کافر تھے ظاہر میں جو اسلام کا دعویٰ کیا تھا اس دعویٰ کا جھوٹ ہونا علی الاعلان ثابت ہوگیا۔)

اس آیت کا ایک ٹکڑا وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا بھی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔ منافقین میں سے بارہ آدمی تبوک کے راستہ میں ایک گھاٹی پر ٹھہر گئے۔ انہوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزریں گے تو اچانک رات کی اندھیری میں آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیں گے۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے آپ کو ان کی نیتوں کا حال بتا دیا اور عرض کیا کہ ان لوگوں کے پاس کسی شخص کو بھیج دیں جو اُن کا رخ دوسری طرف کو موڑ دے۔ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے بھیج دیا۔ صاحبِ معالم التنزیل (ص ۳۱۲، ج ۲) نے بالاجمال یہ واقعہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ لیکن صاحب روح المعانی (ص ۱۳۹ ج ۱۰) نے بیہقی کی دلائل النبوہ سے قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسولِ رحمت ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو میں آپ کی اونٹنی کی باگ پکڑے ہوئے آگے آگے چل رہا تھا اور عمار پیچھے پیچھے جا رہے تھے یہاں تک کہ جب ایک گھاٹی آ گئی تو وہاں بارہ آدمیوں کو پایا جو سواریوں پر سوار تھے اور انہوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتا دی۔ آپ ﷺ نے جو زور سے آواز دی تو وہ لوگ پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے پہچانا کہ یہ کون لوگ تھے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نہیں پہچان سکے، کیونکہ یہ لوگ چہروں پر کپڑے باندھے ہوئے تھے۔ البتہ ہم نے اُن کی سواریوں کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ منافق تھے جو قیامت تک منافق ہی رہیں گے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان کا کیا ارادہ تھا؟ ہم نے عرض کیا نہیں! فرمایا، ان کا ارادہ یہ تھا کہ اللہ کے رسول (ﷺ) کو گھاٹی میں نیچے گرا دیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ان کے قبیلوں کے پاس یہ حکم نہیں بھیجتے کہ ان میں سے ہر ایک کا سر کاٹ کر بھیج دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات گوارا نہیں ہے کہ اہلِ عرب یوں باتیں کریں کہ محمد ﷺ نے ایک قوم کو ساتھ لے کر قتال کیا یہاں تک کہ جب اللہ نے ان کو غلبہ دے دیا تو ان لوگوں کو قتل کرنے لگے جو جہادوں میں ساتھ تھے۔ ان منافقین کی نیتوں اور حرکتوں کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا (انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جس میں کامیاب نہ ہوئے)۔

وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی کہ ان منافقوں کو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی برکت

سے سب کچھ ملا تھا اور ان کے ساتھ مسلمانوں نے اور رسول اللہ ﷺ نے نہ کوئی زیادتی کی اور نہ ظلم کیا۔ اس کے باوجود ان منافقوں نے اسلام اور مسلمانوں اور بالخصوص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی، حسد اور بغض رکھا اور ایسی حرکتیں کیں، اگر یہ توبہ کرلیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جلّاس بن سوید وہیں موجود تھا۔ اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور توبہ کی اور استغفار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم

درس نمبر (۸۳۰) اللہ نے اپنے فضل سے نوازا تو بخل کرنے لگے التوبہ: ۷۵-۷۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنْهُم اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں جنہوں نے عٰهَدَ اللّٰهَ عہد کیا اللہ سے لَئِنْ اٰتٰنَا البتہ اگر دیا ہمیں اس (اللہ) نے مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے لَنَصَّدَّقَنَّ تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے وَلَنَكُوْنَنَّ اور ضرور ہم ہو جائیں گے مِنَ الصَّالِحِيْنَ صالحین میں سے O فَلَمَّا پھر جب آتَاهُمْ اس نے نوازدیا ان کو مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے بَخِلُوْا تو انہوں نے بخل کیا بِهٖ اس کے ساتھ وَتَوَلَّوْا اور وہ پھر گئے وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ روگرداں تھے

ترجمہ: اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنی مہربانی سے (مال) عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے O لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور (اپنے عہد سے) رُوگردانی کر کے پھر بیٹھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے۔

۲۔ یقیناً نیک لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔

۳۔ لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ موڑ کر چل دیئے۔

سورۂ توبہ کی ان آیتوں میں تسلسل کے ساتھ منافقوں کے جرائم، شرارتیں اور خباثتیں بیان کی جارہی ہیں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۱ میں کہا گیا: وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ انہی میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۸ میں کہا گیا: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ان منافقوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم کے سلسلہ میں تمہیں طعنہ دیتے ہیں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۹ میں کہا گیا: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اور ان

میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ اس آیت کا مضمون بھی اسی سلسلہ کا ایک حصہ ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ اوران میں بعض ایسے ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ضرور ہم نیک آدمیوں میں شمار ہو جائیں گے۔

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی نبتل بن حارث، وجد بن قیس، معتب بن قشیر وغیرہ۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت کا ان لوگوں کے بارے میں نازل ہونا ہی زیادہ مناسب ہے، مگر یہ کہ اللہ کا قول ”اَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا“ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ جس نے اللہ سے وعدہ کیا تھا وہ پہلے منافق نہیں تھا، مگر معنی یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ نے ان کے نفاق میں اور اضافہ کیا، وہ اس پر اپنی موت تک رہے اور یہ اللہ کا قول ہے ”اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ“۔

درس نمبر (۸۳۱) اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرنے کا انجام التوبہ: ۷۷-۷۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَاَعْقَبَهُمْ تو اس (اللہ) نے انہیں سزا دی نِفَاقًا نفاق (ڈال کر) فِىْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں اِلٰى يَوْمِ اس دن تک کہ يَلْقَوْنَهٗ وہ ملیں گے اس سے بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ بہ سبب ان کی خلاف ورزی کرنے کے اللہ سے مَا وَعَدُوْهُ اپنے وعدے کی وَبِمَا اور بہ سبب اس کے جو كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ وہ جھوٹ بولتے تھے O اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا انہیں نہیں معلوم (کہ) اَنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے سِرَّهُمْ ان کے بھید وَنَجْوٰهُمْ اور ان کی سرگوشیاں؟ وَاَنَّ اللّٰهَ اور (یہ کہ) بے شک اللہ عَلَّامُ خوب جاننے والا ہے الْغُيُوْبِ غیب کی باتوں کو

ترجمہ: تو اللہ نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لئے جس میں وہ اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے O کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھیدوں اور مشوروں تک سے واقف ہے اور یہ کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ نتیجہ یہ کہ اللہ نے سزا کے طور پر نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کیلئے جما دیا ہے جس دن وہ اللہ سے جا کر ملیں گے۔

۲۔ کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔

۳۔ کیونکہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

۴۔ کیا انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ ان کی تمام پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو جانتا ہے؟

۵۔ اللہ کو غیب کی ساری باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

ایسے خبیث اور شریر منافقین جنہوں نے اپنی توانائی اسلام اور مسلمانوں کو کھوکھلا کرنے میں صَرف کی اور جو منافقین ہمیشہ رسولِ رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ذہنی تکلیف دیتے رہے، جن منافقین کی وجہ سے اسلام کی اجتماعیت کو کافی نقصان پہنچا ،ان منافقوں کے بارے میں ان کا انجام اس آیت میں بتلایا جارہا ہے کہ ان منافقوں کے نفاق کی سزا یہ ہے کہ قیامت تک کے لئے ان کے دلوں میں نفاق اس طرح داخل ہوگیا ہے کہ یہ اب ان کے دلوں سے نہیں نکلے گا یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔اس قدر سزا کی وجہ یہ ہے کہ ان منافقوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کی مخالفت کی اور دوسری وجہ یہ کہ یہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ان کے دلوں میں جو بات ہوتی تھی وہ کبھی اپنی زبانوں سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ان کا دل کفر سے بھرا ہوا تھا اور ان کی زبانوں پر اسلام کی باتیں تھیں۔ یہ دھوکہ باز اور عہد کی مخالفت پر تلے ہوئے منافق تھے، جن پر نفاق کی ایسی مہر لگادی گئی کہ تادم زیست ان پر یہ مہر لگی رہی، وہ اس دنیا سے اس نفاق کی بیماری کے ساتھ رخصت ہوگئے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جارہی ہے کہ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ کیا ان منافقوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے راز کو اور خفیہ مشورے کو جانتا ہے اور بیشک اللہ غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کو بھی جانتے ہیں اور جھوٹے لوگوں کو بھی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی جانتے ہیں جو وعدہ کی خلاف ورزی کی نیت ہی سے وعدہ کرتا ہے، جیسا کہ گزشتہ آیت میں ایک خاص منافق کا قصہ بیان کیا گیا کہ اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کے پاس مال و دولت آئے تو وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرے گا۔ پھر جب اس کے پاس خوب دولت آئی تو اپنے وعدہ سے مکر گیا۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے مکر وفریب اور وعدہ خلافی کو بھی جانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو ان کی شرارتوں کا بھی علم ہے جو وہ رسولِ رحمت ﷺ کے غائبانہ میں آپ ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں اور بُرا بھلا کہتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تنہائیوں میں آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ وہ ہر چھپی اور کھلی بات کو جانتے ہیں۔سورۂ انعام کی آیت نمبر۳ میں فرمایا: يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو جانتا ہے۔سورۂ ملک کی آیت نمبر۱۳ میں فرمایا: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ تم اپنی باتوں کو چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ تو سینوں کی پوشیدگیوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔

درس نمبر (۸۳۲) منافقوں کے حق میں رسولِ رحمت ﷺ کا استغفار بے فائدہ التوبہ:۷۹۔۸۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَلْمِزُوْنَ طعن کرتے ہیں الْمُطَّوِّعِيْنَ فراخ دلی سے خیرات کرنے والے مِنَ

الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں پر فِی الصَّدَقَاتِ (ان کے) صدقات میں وَالَّذِیْنَ اوران پر جو لَا یَجِدُوْنَ نہیں پاتے اِلَّا سوائے (تھوڑی سی) جُهْدَهُمْ اپنی محنت مزدوری کرکے فَیَسْخَرُوْنَ پس وہ ٹھٹھا کرتے ہیں مِنْهُمْ ان سے سَخِرَ اللّٰهُ ٹھٹھا کرے گا اللہ مِنْهُمْ ان سے وَلَهُمْ اوران کیلئے عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب ہے O اسْتَغْفِرْ (برابر ہے) آپ مغفرت مانگیں لَهُمْ ان کے لیے اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ یا مغفرت نہ مانگیں لَهُمْ ان کے لیے اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اگر آپ مغفرت مانگیں لَهُمْ ان کے لیے سَبْعِیْنَ مَرَّةً ستر مرتبہ (بھی) فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ تو ہرگز نہیں بخشے گا اللہ لَهُمْ ان کو ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لیے کہ بے شک كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَرَسُوْلِهٖ اوراس کے رسول کے (ساتھ) وَاللّٰهُ اوراللہ لَا یَهْدِی ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ نافرمان لوگوں کو

ترجمہ: جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو (بیچارے غریب) صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے (اوراس تھوڑی سی کمائی میں سے بھی خرچ کرتے) ہیں توان پر جو (منافق) طعن کرتے اور ہنستے ہیں اللہ ان پر ہنستا ہے اوران کے لئے تکلیف دینے والا عذاب (تیار) ہے O تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو (بات ایک ہے) اگر ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اوراس کے رسول سے کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ منافق وہی ہیں جو خوشی سے صدقہ کرنے والوں کو بھی طعنے دیتے ہیں اوران لوگوں کو بھی جنہیں اپنی محنت کی آمدنی کے سوا کچھ اور میسر نہیں ہے۔

۲۔ اس لئے وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۳۔ اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے۔

۴۔ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

۵۔ اے نبی! تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو۔

۶۔ اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کروگے تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا۔

۷۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اوراس کے رسول کے ساتھ کفر کا رویہ اپنایا ہے۔

۸۔ اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں پہنچاتا۔

ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسولِ رحمت ﷺ نے خطبہ دیا اور صدقات کے جمع کرنے کی خوب ترغیب دی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف چار ہزار درہم لے آئے اور رسولِ رحمت ﷺ سے کہا: میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے۔ میں نے اپنے لئے اوراپنے گھر والوں کے لئے چار ہزار درہم چھوڑے اور یہ چار

ہزار میں اپنے رب کو قرض دے رہا ہوں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا تو نے جو گھر والوں کو چھوڑا اور جو یہاں لے آئے اور دیا دونوں میں اللہ برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کی اس دعاء کو قبول فرمالیا، جس سے ان میں خوب برکت ہوئی۔ اس کے بعد اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ ستر وسق کھجور صدقہ میں لے آئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی عظیم صدقہ لے کر آئے اور ایک غریب صحابی حضرت ابو عقیل ایک صاع کھجور لے کر آئے اور رسولِ رحمت ﷺ سے اپنی بپتا سنائی کہ گزشتہ رات میں نے ایک صاحب کے پاس اس کے کھجور کے باغ کے لئے پانی سینچا اور مجھے اس محنت کی اجرت میں دو صاع کھجور ملے۔ میں نے ایک صاع کھجور اپنے گھر والوں کو دیا اور ایک صاع کھجور میرے رب کے دربار میں بطور قرض لے آیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان غریب صحابی کی عملاً حوصلہ افزائی یوں فرمائی اور حکم دیا کہ ان کے ایک صاع کھجوروں کو تمام صحابہ کے لائے ہوئے صدقات میں بکھیر دیئے جائیں یا اس میں رکھ دیئے جائیں۔ منافقوں نے طعنے دینے شروع کئے۔ جو لوگ بڑے صدقات لائے ان کے حق میں یہ طعنہ دیا کہ یہ سب لوگ ریا کاری اور نام و نمود کے لئے ایسا کر رہے ہیں اور ابو عقیل جو ایک صاع کھجور لائے تو ان کے حق میں یہ کہا کہ انہوں نے ایک صاع کھجور اس لئے دیا تاکہ ان کا نام بھی بڑے سخی لوگوں میں یاد کیا جائے اور اللہ تعالیٰ تو ان کے ایک صاع کھجور کا محتاج نہیں ہے وہ تو غنی ہے۔ منافقوں کی ان طعنہ والی باتوں پر یہ آیت نازل ہوئی: **اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ** یہ ایسے لوگ ہیں جو ان مومنوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقات دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو اپنی محنت کے علاوہ کچھ میسر نہیں آتا یہ ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ ان کے تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابو عقیل باوجود یہ کہ غریب تھے انہوں نے دل میں یہ خیال نہیں کیا کہ میں کیا اللہ کی راہ میں دے سکتا ہوں؟ میں تو غریب ہوں بلکہ انہوں نے غریب ہونے کے باوجود رات کے اندھیرے میں کھجور کے ایک باغ میں محنت مزدوری کی اور رات بھر کی محنت سے جو دو صاع کھجور میسر آئے تھے اس میں سے ایک صاع اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ آج کل بعض غریب لوگ صدقہ ہی نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام صرف لینا ہے دینا نہیں ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ غریب بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۴ میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو آسانی اور سختی دونوں مواقع پر خرچ کرتے ہیں: **اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ** جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔

اس کے بعد ان خبیث و شریر منافقوں کے بارے میں رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ **اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِیۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ** آپ ان منافقوں کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔ یعنی منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا کہ یہ منافق کافروں کی طرح ہیں، جس طرح کافر استغفار کے لائق نہیں یہ منافق بھی استغفار کے لائق

نہیں ہیں۔ان منافقوں کے حق میں نبی رحمت ﷺ کا استغفار بے فائدہ ہے۔اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں ان منافقوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا نہیں ہے۔سورۂ منافقون کی آیت نمبر ٦ میں بھی یہ حقیقت بتلائی گئی: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ برابر ہے آپ کا ان کے حق میں استغفار کرنا نہ کرنا، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

درس نمبر (٨٣٣) غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے منافقوں کا حال التوبہ:٨١۔٨٢

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۸۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَرِحَ خوش ہوئے الْمُخَلَّفُوْنَ وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے بِمَقْعَدِهِمْ اپنے بیٹھ رہنے پر خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ رسول اللہ (کے جانے) کے بعد وَكَرِهُوْٓا اورانہوں نے ناپسند کیا اَنْ يُّجَاهِدُوْا کہ وہ جہاد کریں بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَقَالُوْا اورانہوں نے کہا لَا تَنْفِرُوْا تم کوچ نہ کرو فِي الْحَرِّ (اس) گرمی میں قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ کہہ دیجئے جہنم کی آگ اَشَدُّ (اس سے بھی) زیادہ سخت ہے حَرًّا گرمی میں لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ اگر وہ سمجھتے ہوںO فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا لہٰذا چاہئے کہ وہ تھوڑا سا ہنسیں وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور زیادہ روئیں جَزَاۗءً (ان عملوں کے) بدلے میں بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ جو وہ کماتے ہیں

ترجمہ: جولوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر الٰہی (کی مرضی) کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند کیا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور (اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا (ان سے) کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے O یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں بہت سا رونا ہوگا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔جن لوگوں کو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے دیا گیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے سے بڑے خوش ہیں۔

٢۔ان کو یہ بات ناگوار تھی کہ وہ اللہ کے راستہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کریں۔

٣۔انہوں نے کہا تھا کہ اس گرمی میں نہ نکلو۔

٤۔کہو کہ جہنم کی آگ گرمی سے کہیں زیادہ سخت ہے۔

۵۔ کاش ان کو سمجھ ہوتی۔
۶۔ اب یہ لوگ دنیا میں تھوڑا بہت ہنس لیں۔
۷۔ پھر آخرت میں خوب روتے رہیں گے۔
۸۔ کیونکہ جو کچھ کمائی یہ کرتے ہیں اس کا یہی بدلہ ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ اپنے مخلص وجاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوۂ تبوک کے لئے چلے گئے اور یہ منافقین جھوٹے عذر کرتے ہوئے اپنے گھروں ہی میں بیٹھے رہے۔ اگر یہ حقیقی عذر کے ساتھ بیٹھ جاتے اور انہیں اپنے اس طرح بیٹھے رہنے پر رنج وافسوس ہوتا تو ایک بات تھی، ان منافقوں کا حال یہ تھا کہ وہ جنگ میں اپنے نہ جانے پر خوش اور مسرور بھی تھے، وہ خوشیاں منا رہے تھے کہ چلو! اچھا ہوا کہ ہم نہ گئے۔ ان منافقوں کو یہ بات بڑی گراں گزری کہ وہ اللہ کے راستہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کریں۔ ''کریلا نیم چڑھا'' کے مصداق ان منافقوں نے دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ میں جانے سے یہ کہہ کر روکا کہ مت نکلو، یہ وقت سخت گرمی کا ہے۔ یہ وقت گھر سے نکلنے کا نہیں ہے۔ ان خبیثوں کو دنیا کی گرمی کا تو خیال آیا مگر جہنم کی گرمی کا کوئی خیال ہی نہیں آیا۔ انہوں نے دنیا کی گرمی سے بچنے کے لئے جھوٹے عذر تلاش تو کر لیے، یہ تو دنیا کی گرمی ہے اس سے آدمی پگھل تو نہیں جاتا، وہاں دوزخ کی گرمی کا کیا ہوگا؟ انہیں اس کا کچھ بھی خیال نہ آیا۔ جو لوگ غزوۂ تبوک میں سخت گرمی کے باوجود گئے ان کا تو کچھ بھی نہیں بگڑا، وہ صحیح سلامت گئے بھی اور واپس بھی سلامتی کے ساتھ آ گئے۔ نقصان تو ان منافقوں کا ہوا جو جنگ کی اس سعادت سے محروم رہ گئے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دوزخ کی آگ کی برداشت بہت مشکل کام ہے جس آگ میں وہ اس جرم کی وجہ سے جھونک دیئے جائیں گے۔

اس آیت میں ان منافقوں کے اس جرم کو بتلایا جا رہا ہے کہ ان منافقوں کی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں جنگ میں گئے بغیر اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا اچھا معلوم ہوا اور وہ اس پر بہت خوش بھی ہیں اور جنگ میں انہیں جانا بہت بُرا لگا اور ان کی جانوں پر بڑا بھاری بوجھ محسوس ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں جائیں۔ ان منافقین کے لئے اس آیت میں مخلّفین کا بُرا خطاب دیا گیا یعنی جہاد میں جانے سے رک جانے والے اور بیٹھے رہ جانے والے بد بخت قسم کے یہ لوگ ہیں، جہاد میں نہ جانے پر خوشی اس بات کی علامت ہے کہ ان منافقین کے دلوں میں ایمان ہی نہیں ہے۔ اگر ان میں ایمان ہوتا تو جہاد کی خوبیوں اور بھلائیوں اور اس سے ملنے والے اجر وثواب کا یقین اور جہاد میں جانے کا شوق ان کے دل میں ہوتا۔ ان منافقوں کا جرم بالائے جرم یہ بھی ہوا کہ انہوں نے دوسروں کو بھی جہاد میں جانے سے روکا اور کہا کہ **لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ** گرمی میں مت نکلو اور وہ دَور پھلوں کے پکنے کا بھی تھا۔ دنیا کی محبت اور آرام وراحت کی خواہش نے ان منافقوں کو خود بھی جنگِ تبوک سے دور رکھا اور انہوں نے دوسروں کو بھی اس سے روکا۔ ان منافقوں سے کہا جا رہا ہے کہ **قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا** جہنم کی آگ اس سے بڑھ کر گرم ہے۔ تم دنیا کی آگ یعنی گرمی سے بھاگ کر دوزخ کی آگ میں کھڑے ہونے کی تیاری کر رہے ہو۔ بخاری (۲۸۴۳) اور مسلم (۳۲۶۵) کی روایت ہے: **نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ** دنیا کی آگ کی بہ نسبت دوزخ کی آگ میں ۷۰ درجہ زیادہ گرمی بڑھا دی گئی ہے۔ ہر درجہ کی گرمی اس قدر ہے جتنی دنیا کی

آ گ کی گرمی ہے۔ ایسے خبیث منافقوں کے لئے یہی اولیٰ اور بہتر ہے کہ وہ چند دن کی اس دنیا میں تھوڑا بہت ہنس لیں اور خوش ہو جائیں، اس لئے کہ ان کو تو آخرت میں ہمیشہ رونا ہی رونا ہے۔ ان کی یہ چند دن کی خوش گپیاں ہیں، ہنس لیں، ٹھٹھا اڑا لیں، مذاق اڑا لیں، کھیل لیں اور کود لیں، جب ہمارے قبضہ میں موت کے بعد آئیں گے، آخرت کا عذاب دیکھ کر انہیں رونا ہی رونا ہے، وہاں ہنسنے اور کھیل کود کرنے کا ان کے لئے کوئی موقع نہیں رہے گا۔

درس نمبر (٨٣٤) منافقوں کو جہاد میں نہ لے جانے کا حکم التوبہ: ٨٣

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِنْ پھر اگر رَّجَعَكَ اللّٰهُ واپس لے آئے آپ کو اللہ اِلٰى طَآئِفَةٍ کسی گروہ کی طرف مِّنْهُمْ ان (منافقین) میں سے فَاسْتَأْذَنُوْكَ تو وہ اجازت مانگیں آپ سے لِلْخُرُوْجِ نکلنے کی فَقُلْ تو کہہ دیجئے لَّنْ تَخْرُجُوْا تم ہرگز نہ نکلو گے مَعِيَ میرے ساتھ اَبَدًا کبھی بھی وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا اور ہرگز تم نہیں لڑو گے مَعِيَ میرے ساتھ (مل کر) عَدُوًّا دشمن سے إِنَّكُمْ بے شک تم رَضِيْتُمْ راضی ہو گئے تھے بِالْقُعُوْدِ بیٹھ رہنے پر أَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ فَاقْعُدُوْا سو بیٹھو (اب بھی) مَعَ الْخَالِفِيْنَ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ

ترجمہ: پھر اگر اللہ تم کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لے جائے اور وہ تم سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکلو گے اور نہ میرے ساتھ (مددگار ہو کر) دشمن سے لڑائی کرو گے تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ اگر اللہ آپ کو ان کی کسی جماعت کی طرف واپس لے جائے۔

٢۔ پھر وہ آپ سے نکلنے کی اجازت مانگیں۔

٣۔ آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز کبھی میرے ساتھ نہ نکلو گے۔

٤۔ ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔

٥۔ بیشک تم پہلی مرتبہ بیٹھنے پر راضی ہو گئے۔

٦۔ تم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

منافقوں کی بدقسمتی اور بدبختی پر ایک اور مہر ہے جو اس آیت میں لگائی جا رہی ہے۔ منافقوں کی ذلت و رسوائی کا بڑا سامان ان آیتوں میں ہے۔ اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ پیغمبر! اگر آپ جنگِ تبوک کے اس

سفر سے واپسی کے بعد ان منافقوں کے کسی گروہ کے پاس واپس جائیں جو منافقوں کا گروہ آپ کے مدینہ پہنچنے تک وہاں موجود ہو اور اس کے بعد آپ کو دوبارہ کسی جہاد میں جانا پڑے اور یہ منافق آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو آپ ڈنکے کی چوٹ پر ان منافقوں سے یہ کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ جہاد میں نہیں چلو گے اور نہ ہی تم لوگ آئندہ میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑو گے، تم اسی قابل ہو کہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو، تم نے جس طرح اس سے پہلے پیچھے رہ جانے اور اپنے گھروں میں عورتوں کے ساتھ بیٹھے رہ جانے کو پسند کیا ابھی بھی وہی پسند کرلو، تم پیچھے رہ جانے ہی کے لائق و قابل ہو۔ ہمارے ساتھ جنگ میں چلنے کے تم قابل نہیں ہو۔ تم میں اور بوڑھوں، بچوں اور عورتوں میں فرق یہ ہے کہ وہ سب عذر کی وجہ سے جنگ میں نہیں آئے اور تم عذر کے بغیر جنگ میں نہیں آئے۔ وہ لوگ عذر کی وجہ سے مجرم نہیں مگر تم تو اللہ کی نظر میں اور اس کے رسول کی نظر میں مجرم ہو کہ تم نے جہاد جیسی سعادت سے محروم ہو گئے۔ اب یہ محرومی تمہاری گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ تمہارے اوپر اس محرومی کا ٹھپہ پڑ چکا ہے، پڑے رہو اپنے گھروں میں، ہمارے ساتھ آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک سخت موقف بیان کیا گیا ہے منافقین کے بارے میں کہ آئندہ وہ رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ کبھی جہاد نہ کر پائیں گے۔ اس میں دینِ اسلام کا تحفظ بھی ہے اور ان کے شر سے بچنے کیلئے بے حد اہم آفاقی فیصلہ بھی ہے۔ اس لئے کہ مستقبل میں ان منافقوں کے جنگ میں چلنے سے فساد اور بگاڑ کا قطعی اندیشہ ہے۔ اس آیت میں اس کی وجہ بھی بتائی جا رہی ہے کہ **اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ** تم لوگ پہلی مرتبہ بیٹھنے پر راضی ہو گئے تھے۔ جب تم خود پہلی مرتبہ بیٹھنے پر راضی تھے تو اب تم لوگ کیوں جنگ میں میرے ساتھ چلنے کی اجازت مانگ رہے ہو؟ اب تو بس بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ: **فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ**۔

یہاں بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔ ایک قول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ بیٹھنے والے مرد منافقین کے ساتھ تم بھی بیٹھ جاؤ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ عورتوں، بچوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن جریر اس قول کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر عورتوں کے ساتھ بیٹھنا مراد ہوتا تو **فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخَوَالِف** کہہ دیا جاتا، مگر یہاں تو **فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ** کہا گیا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں **فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡفَاسِدِيۡنَ** مراد ہے کہ فساد و بگاڑ پیدا کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ جنگوں میں ایسے لوگوں کا ساتھ رہنا درست نہیں جو ایسی ذلیل حرکتیں کرتے ہیں اور فتنہ و فساد پیدا کرتے ہیں یا اسلامی فوج کو کھوکھلا کرنے کی عین وقت میں سازش رچاتے ہیں۔ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی ان منافقین سے یہ بات کہی گئی: **قُلۡ لَّنۡ تَتَّبِعُوۡنَا كَذٰلِكُمۡ قَالَ اللّٰهُ مِنۡ قَبۡلُ** اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چلو گے۔

درس نمبر (۸۳۵) **منافق کی نماز جنازہ مت پڑھیئے** التوبہ: ۸۴-۸۵

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ۝ وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ

اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ۝۸۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تُصَلِّ اور نہ آپ نماز پڑھیں عَلٰٓى أَحَدٍ کسی پر مِّنۡهُمۡ ان میں سے مَّاتَ جو مرجائے اَبَدًا کبھی بھی وَّلَا تَقُمۡ اور نہ آپ کھڑے ہوں عَلٰى قَبۡرِهٖ اس کی قبر پر إِنَّهُمۡ بے شک انہوں نے كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ کفر کیا وَرَسُوۡلِهٖ اور اس کے رسول کے (ساتھ) وَمَاتُوۡا اور وہ مرے وَهُمۡ اس حال میں کہ وہ فَاسِقُوۡنَ نافرمان تھے O وَلَا تُعۡجِبۡكَ اور آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں أَمۡوَالُهُمۡ ان کے مال وَاَوۡلَادُهُمۡ اور ان کی اولاد اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ محض چاہتا ہے اللہ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ کہ ان کو عذاب دے بِهَا ان کی وجہ سے فِى الدُّنۡيَا دنیا میں وَتَزۡهَقَ اور نکلیں أَنۡفُسُهُمۡ ان کی جانیں وَهُمۡ كَافِرُوۡنَ اس حال میں کہ وہ کافر ہی ہوں

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان (ہی مرے) O اور ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا ان چیزوں سے اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں عذاب دیں اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان منافقین میں سے کوئی شخص مرجائے تو آپ اس پر کبھی نماز نہ پڑھیں۔

۲۔ اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

۳۔ بیشک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔

۴۔ وہ اس حال میں مرگئے کہ نافرمان تھے۔

۵۔ آپ کو ان کے اموال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں۔

۶۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان کو ان چیزوں کے ذریعہ دنیا میں عذاب دے۔

۷۔ ان کی جانیں اس حالت میں نکل جائیں کہ وہ کافر ہوں۔

بخاری (۱۲۶۹) اور مسلم (۲۴۰۰) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوگیا تو اس کے بیٹے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور گزارش کی کہ آپ اپنا قمیص مبارک عطا فرمائیں تا کہ اس قمیص ہی سے عبداللہ بن ابی کو کفن دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ بھی ادا فرمادیں۔ رسولِ رحمت ﷺ اس ارادہ سے اٹھے کہ اس کی نماز جنازہ ادا کریں اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کی نماز جنازہ ادا کرنے سے روکا ہے؟ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ

سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو منافق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ اپنا قمیص مبارک اس کو یعنی عبداللہ بن ابی کو کیوں دیتے ہو؟ جبکہ وہ ناپاک اور نجس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا کرتہ تو اسے کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ میں نے تو یہ عمل اس لئے کیا ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں۔ (تفسیر المنیر) روح المعانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس عمل سے قبیلۂ بنی خزرج کے ایک ہزار سے زیادہ افراد مسلمان ہو جائیں گے۔ پھر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس امید کو پورا کر دیا اور ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو باوجود منافق ہونے کے اپنا کرتہ جو دیا تھا اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو جب بدر کے قیدیوں میں لایا گیا تھا تو اس وقت ان کے بدن پر کپڑا نہ تھا۔ قدآور اور بھاری بھرکم ہونے کی وجہ سے کسی کا کپڑا ان کے جسم پر نہیں آ رہا تھا۔ اس وقت عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اس احسان کے بدلہ میں عبداللہ بن ابی کے انتقال کے بعد اپنا کرتہ اس کے کفن میں شامل کرنے کے لئے عنایت فرما دیا تھا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو منافقوں کے ظاہری احوال کی اچھائی پر تعجب نہ کرنے کا حکم دیا: وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان کو مال کی کثرت اور اولاد کی بہتات کے ذریعہ دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔ بدانجامی کے نتائج سے ان کی نظریں غافل رہیں اور وہ دنیا کی نعمتوں میں مصروف رہیں اور ان کی روح کفر کی حالت میں ان کی جانوں سے نکالی جائیں، یہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔

درس نمبر (۸۳۶) ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں التوبہ: ۸۶۔۸۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۞ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَآ اور جب اُنْزِلَتْ نازل کی جاتی ہے سُوْرَةٌ کوئی سورت اَنْ اٰمِنُوْا کہ تم ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَجَاهِدُوْا اور جہاد کرو مَعَ رَسُوْلِهِ اس کے رسول کے ساتھ (مل کر) اسْتَاْذَنَكَ تو اجازت مانگتے

ہیں آپ سے اُولُوا الطَّوْلِ اصحاب حیثیت مِنْهُمْ ان میں سے وَقَالُوْا اوروہ کہتے ہیں ذَرْنَا ہمیں چھوڑ دیجئے نَكُنْ (کہ) ہوجائیں ہم مَّعَ الْقَاعِدِيْنَ بیٹھنے والوں کے ساتھ O رَضُوْا وہ راضی ہوگئے بِأَنْ اس پر کہ يَكُوْنُوْا وہ ہوجائیں مَعَ الْخَوَالِفِ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ وَطُبِعَ اور مہر لگادی گئی عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ لہٰذا وہ سمجھتے نہیں

ترجمہ: اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہوکر لڑائی کرو تو جو ان میں دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے کہ جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں O یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

٢۔ اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو۔

٣۔ تو ان میں مقدور والے لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔

٤۔ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے۔

٥۔ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہوجائیں۔

٦۔ یہ لوگ اس بات پر راضی ہوگئے کہ گھروں میں پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں۔

٧۔ ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی، وہ نہیں سمجھتے۔

جہاد سے متعلق منافقوں کے حیلے، بہانے اور جھوٹے عذر اور ان کی طرح طرح کی شرارتیں بیان کی جارہی ہیں۔ ان منافقوں کی ایک اہم بات اس آیت میں یہ بیان کی جارہی ہے کہ جب کوئی ایسی آیت نازل ہوتی ہے جس میں انہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے اور اپنے رسول کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو ان میں جو قدرت وطاقت رکھنے والے لوگ ہیں وہ آپ سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ عورتوں، بچوں، معذوروں اور کمزوروں کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔ منافقوں کی بزدلی، کم ہمتی اور پست ہمتی کی دلیل تھی کہ وہ جہاد جیسے اہم ترین فریضہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے۔ یہ بے غیرت منافق ایسے ہیں کہ بہادروں میں شامل اور شمار ہونے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں اور عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر گھروں میں بیٹھنے کیلئے صدفی صد تیار ہیں۔ ایسے منافقوں کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے، جس کی وجہ سے انہیں اپنا نفع اور نقصان کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

یہاں وَإِذَا أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ کہا گیا۔ ضروری نہیں کہ پوری سورت نازل ہو تو ہی منافقین کا اس طرح کا رویہ رہتا ہے۔ سورت سے مراد مکمل سورت یا اس کا بعض حصہ ہے۔ جس طرح قرآنِ مجید کی کسی ایک سورت کو بھی قرآن ہی کہا جاتا ہے اور

مکمل قرآن کو بھی قرآن ہی تصور کیا جاتا ہے۔سورۂ محمد کی آیت نمبر۲۰ میں بھی قرآنِ مجید کی کسی سورت کے نزول کے وقت ہونے والے تلخ رویہ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اور جولوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی صاف مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اوراس میں قتال کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بیہوشی طاری ہو، پس بہت بہتر تھا ان کے لئے فرمان کا بجالانا اوراچھی بات کا کہنا۔ جہاد کرنے اور رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ جہاد میں نکلنے سے باز آنے کے نتیجہ میں ان کے دل علم اور ہدایت کے نور کو قبول کرنے کے قابل نہیں رہے۔ پس وہ ناسمجھ ہوگئے۔ان کی یہ سمجھ ختم کردی گئی کہ وہ یہ فیصلہ لے سکیں کہ ان کے لئے کس چیز میں بھلائی ہے کہ وہ کام کرسکیں اور کس چیز میں برائی ہے کہ اس سے بچ سکیں؟ یہ بدنصیب اور بدبخت منافق جہاد سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کی حکمت اوراس کے رازورموز کو پانے سے بالکل محروم ہیں۔اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنَ النِّفَاقِ

درس نمبر(۸۳۷) ایمان اور جہاد کی فضیلت التوبہ:۸۸۔۸۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لٰکِنِ الرَّسُوْلُ لیکن رسول وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو آمَنُوْا ایمان لائے مَعَهٗ اس کے ساتھ جٰهَدُوْا انہوں نے جہاد کیا بِأَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَأَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کے ساتھ وَاُولٰٓئِکَ اور یہ لوگ ہیں لَهُمُ الْخَیْرٰتُ (کہ) ان کیلئے ہیں بھلائیاں وَاُولٰٓئِکَ هُمُ اور یہی لوگ ہیں الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والےO اَعَدَّ اللّٰهُ تیار کئے ہیں اللہ نے لَهُمْ ان کے لیے جَنّٰتٍ ایسے باغات (کہ) تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِیْهَا ان میں ذٰلِکَ یہ ہے الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ بہت بڑی کامیابی

ترجمہ: لیکن پیغمبر اور جولوگ ان کے ساتھ ایمان لائے سب اپنے مال اور جان سے لڑے انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں O اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے۔

۲۔انہوں نے اپنے مالوں اوراپنی جانوں سے جہاد کیا۔

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے خوبیاں ہیں۔

۴۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

۶۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

۷۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

ان دو آیتوں میں ایمان والوں کی اور ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کی فضیلت اور ان کی برتری بیان کی جارہی ہے۔ اور کس قدر خوش نصیب ہیں یہ مومن جن کا ذکر رسولِ رحمت ﷺ کے ذکر کے ساتھ کیا جارہا ہے کہ **لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ** لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ ایسے خوش نصیب افراد کے لئے یعنی رسولِ رحمت ﷺ اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے اور جہاد کرنے والوں کے لئے تین خوشخبریاں دی گئیں۔

پہلی خوشخبری یہ دی گئی کہ **وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ** یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے خوبیاں ہیں یعنی اللہ کے رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے مجاہدین کے لئے جنہوں نے اپنی جان کھپائی اور اپنا مال خرچ کیا ان کے لئے دنیوی اور اخروی منافع ہیں جو محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے نصرت یعنی مدد ہے اور اس کے ساتھ مالِ غنیمت ہے اور آخرت میں جنت ہے اور جنت کی نعمتیں ہیں، انہی دنیوی اور اخروی نعمتوں کو خیرات کہا گیا کہ ہر قسم کی خوبیاں اور بھلائیاں ان کے حصہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے دشمنوں کی نگاہوں کے سامنے اللہ کے رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بتلا دیا کہ کس طرح حق کو اختیار کرنے والوں کو فتح و کامیابی نصیب ہوئی اور کس طرح مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی؟ کس طرح دشمن بھاگنے پر مجبور ہوئے اور مسلمانوں کو غنیمت کا مال مل گیا۔ یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت الفردوس عطا فرمائیں گے اور بلند و بالا درجے عطا فرمائیں گے۔

دوسری خوشخبری یہ دی گئی کہ **وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کے قدموں کو کامیابی نے چوما اور آپ کے ساتھ جہاد کرنے والے مسلمانوں کے قدموں کو کامیابی نے بوسہ دیا اور کامیابی ان کی ہمنشیں ہوگئی۔ ان کے مقابلہ میں ایک طرف کافر و مشرک ناکام و نامراد ہوئے اور وہ منافق بھی نامراد ہوئے جن کی دل کی بیماری نفاق نے ان کو کہیں کا نہ رکھا۔ وہ نہ ہی اِدھر کے رہے کہ پورے مسلمان بنے رہے اور نہ اُدھر کے رہے کہ پورے ہی کافروں اور مشرکوں کے جتھے میں رہے۔ منافق صرف سمجھتے رہ گئے کہ ہم گرمی سے بچ گئے مگر ہمیشہ کے لئے دوزخ کی گرمی کا شکار ہوگئے۔

تیسری خوشخبری یہ دی گئی کہ **اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا** اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ جب اللہ کے رسول اور آپ کے ساتھ والے مومنین اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کا استقبال جنت کے باغات سے کرے گا۔ جنت کے

پیارے پیارے ایسے باغات جن کے پھلدار درختوں سے لدے سایہ دار شاخوں کے نیچے یہ جنتی براجمان ہوں گے اور ان باغوں کے نیچے شہد، خوشگوار پانی، دودھ اور شراب کی نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں انہیں محدود مدت تک کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے اس جنت میں چھوڑ دیا جائے گا اور اس جنت کے ملنے کو رب ذوالجلال نے بڑی کامیابی قرار دیا: ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہ ہے بڑی کامیابی۔ منافق تو یہ سمجھتے رہ گئے کہ جنگ میں جانے سے رہ جانے کی اجازت کیا مل گئی بڑی کامیابی مل گئی۔ ارے منحوسو! اصل کامیابی اور بڑی کامیابی یہ نہیں ہے جو تمہیں ملی۔ اصل کامیابی تو وہ ہے جو رسولِ رحمت ﷺ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ملی ہے۔

حقیقی معذور اور بناوٹی معذور کون ہیں؟

درس نمبر (۸۳۸) التوبہ:۹۰۔۹۱۔۹۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَآءَ اور آئے الْمُعَذِّرُوْنَ بہانہ کرنے والے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے لِيُؤْذَنَ تاکہ اجازت دی جائے لَهُمْ ان کو وَقَعَدَ اور بیٹھ گئے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَذَبُوْا جھوٹ بولا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اللہ اور اس کے رسول سے سَيُصِيْبُ عنقریب پہنچے گا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا مِنْهُمْ ان میں سے عَذَابٌ اَلِيْمٌ بہت دردناک عذاب O لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ ضعیفوں پر نہیں ہے وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى اور نہ بیماروں پر وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اور نہ ان لوگوں پر جو لَا يَجِدُوْنَ نہیں پاتے مَا يُنْفِقُوْنَ وہ چیز کہ خرچ کریں حَرَجٌ کوئی گناہ (پیچھے رہنے میں) اِذَا نَصَحُوْا جب وہ خیر خواہی کرتے ہیں لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اللہ کی اور اس کے رسول کی مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں پر نہیں مِنْ سَبِيْلٍ (گرفت کرنے کی) کوئی راہ وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے O وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اور نہ ان لوگوں پر کہ اِذَا مَآ اَتَوْكَ جب وہ آئے آپ کے پاس لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ آپ انہیں سواری دیں قُلْتَ تو آپ نے کہا لَاأَجِدُ میں نہیں پاتا مَا ایسی چیز کہ أَحْمِلُكُمْ میں سوار کروں تمہیں عَلَيْهِ اس پر تَوَلَّوْا تو وہ لوٹے وَّأَعْيُنُهُمْ جب کہ ان کی آنکھیں تَفِيْضُ بہتی تھیں مِنَ الدَّمْعِ آنسوؤں سے حَزَنًا اس غم سے اَلَّا يَجِدُوْا کہ وہ نہیں پاتے مَا يُنْفِقُوْنَ جو وہ خرچ کریں

ترجمہ: اور صحرا نشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے (تمہارے پاس) آئے کہ ان کو بھی اجازت دی جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھ رہے سو جو لوگ ان میں سے کافر ہوئے ہیں ان کو دکھ دینے والا عذاب پہنچے گاO نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں (کہ شریکِ جہاد نہ ہوں یعنی) جبکہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر اندیش (اور دل سے ان کے ساتھ) ہوں نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے O اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ تمہارے پاس آئے کہ ان کو سواری دو اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ دیہاتیوں میں سے کچھ بہانہ کرنے والے آئے تا کہ ان کو اجازت دے دی جائے۔

۲۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھے رہ گئے۔

۳۔ جو لوگ ان میں سے کفر پر ہی رہیں گے، انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔

۴۔ ضعیفوں اور مریضوں اور ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے۔

۵۔ جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے خلوص دل سے حاضر ہوں۔

۶۔ محسنین پر کوئی الزام نہیں ہے۔

۷۔ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

۸۔ ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو سواری دے دیں۔

۹۔ آپ نے کہہ دیا کہ میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کر دوں۔

۱۰۔ وہ اس حال میں واپس ہو گئے کہ اس رنج میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے۔

منافق دو جگہوں کے تھے۔ ایک تو وہ تھے جو شہر مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے، جن کا تذکرہ پچھلی آیتوں میں آ چکا ہے۔ دوسرے وہ منافق جو مدینہ کے اطراف دیہاتوں میں رہتے تھے۔ ان دیہاتی منافقوں نے رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آ کر جہاد میں نہ جانے اور گھروں ہی میں بیٹھے رہنے کی اجازت مانگی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان دیہاتی منافقوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے بارے میں یعنی تمہاری حقیقت بتلا دی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ قبیلۂ بنی اسد اور قبیلۂ بنی غطفان کے لوگ تھے اور بعض مفسرین نے بنی غفار کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان دیہاتیوں میں سے بعض وہ بھی تھے جو اپنے دعوئ ایمان میں جھوٹے تھے۔ وہ دیہاتی ایسے منافق تھے جو آئے تو تھے مگر انہوں نے عذر پیش ہی نہیں کیا بلکہ دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے گھروں میں ہی بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ان میں سے جو لوگ کفر پر رہیں گے ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ یہ عذابِ الیم دو شکلوں میں

ہوگا۔ ایک تو دنیا میں کہ ان کو قتل کر دیا جائے گا اور دوسرے آخرت میں کہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پہلے قسم کے لوگوں کو یہ سزا اس لئے دی جائے گی کہ انہوں نے ناحق عذر کیا اور دوسرے قسم کے لوگوں کو یہ سزا اس لئے کہ وہ جنگ میں جانے سے رہ گئے اور اپنے ہی گھروں میں بیٹھے رہے۔ دیہات کے دونوں قسم کے منافقوں کے بارے میں اس آیت میں وضاحت کر دی گئی جس نے ناحق عذر کیا اور جنہوں نے عذر ہی پیش نہیں کیا اور خاموش دلیری کے ساتھ گھروں میں بیٹھ گئے۔ ان سب کا انجام دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ بعض مفسرین نے مدینہ کے اطراف کے دیہاتی مسلمانوں کو جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے جنگ میں جانے سے معذرت کی تھی وہ سچے لوگ تھے اور پکے مسلمان تھے یا وہ بنی اسد اور بنی غطفان کے لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ سے عذر و معذرت کرنے آئے تھے، اپنی کمزوری اور جنگ میں جانے کی طاقت کے نہ ہونے کا اظہار کرنے کے لئے آئے تھے۔ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ ۔ اس آیت میں جو پہلی قسم ہے یہ نیک لوگ اور سچے تھے اور وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ میں ان دیہاتی منافقوں کا ذکر ہے جو جھوٹے تھے۔ ابنِ کثیر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

اس کے بعد ان مجبور و بے بس مخلص مسلمانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے عذر بنایا نہیں بلکہ وہ حقیقت میں معذور تھے۔ وہ کمزور اور بیمار تھے اور جن کے پاس جنگ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسے لوگوں کے لئے رخصت دی جا رہی ہے کہ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ ”جو لوگ ضعیف ہیں اور جو لوگ مریض ہیں اور جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں ہے ان پر غزوہ میں شریک نہ ہونے کا کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے سچے دل سے اور خلوص کے ساتھ حاضر ہوں۔

درس نمبر (۸۳۹) طاقت کے باوجود جہاد میں نہ جانے کا انجام التوبہ:۹۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّمَا السَّبِيْلُ (گرفت کی) راہ تو صرف عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر ہے جو يَسْتَاْذِنُوْنَكَ آپ سے اجازت مانگتے ہیں وَهُمْ اَغْنِيَآءُ حالانکہ وہ مالدار ہیں رَضُوْا وہ راضی ہو گئے بِاَنْ اس بات پر کہ يَّكُوْنُوْا وہ ہو جائیں مَعَ الْخَوَالِفِ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ وَطَبَعَ اللّٰهُ اور اللہ نے مہر لگا دی عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ چنانچہ وہ نہیں جانتے

ترجمہ: الزام تو ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور (پھر) تم سے اجازت طلب کرتے ہیں (یعنی) اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے پس وہ سمجھتے ہی نہیں۔

تشریح: پچھلی آیتوں میں ان مخلص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا جو واقعی عذر اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان کے دلوں میں جنگ وقتال میں جانے کے جذبات تھے، لیکن ان کے پاس یا تو سواری کا نظم نہیں تھا یا اخراجات نہیں تھے یا وہ کمزور یا بیمار تھے یا اور کوئی عذر انہیں لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ جنگ میں جانے سے قاصر تھے۔ ایسے افراد کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ایسے نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں ہے۔

اس آیت میں ان بدبختوں کا بیان ہے جن پر الزام ہے جن پر ملامت اور عتاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں جانے سے رُک جاتے ہیں اور گھروں میں بیٹھ جانے کے جھوٹے عذر تلاش کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس مال و دولت و مقدرت ہے۔ وہ اپنے پاس جنگ کے لئے ہتھیار بھی رکھتے ہیں، سواری اور توشہ بھی رکھتے ہیں، کسی بھی صورت میں انہیں عذر نہیں تھا، مگر اس کے باوجود اپنی بدبختی سے انہوں نے اپنے آپ کو جنگ وقتال کی سعادت اور اس سے حاصل ہونے والے اجر و ثواب اور نیک انجام سے محروم کر دیا۔ ان کو اللہ کی راہ میں اپنا مال اور اپنی جان کھپانا اچھا نہیں لگا ان کو تو بس یہی بات اچھی لگی کہ وہ اپنے گھروں میں عورتوں کے ساتھ بیٹھے رہیں اور بچوں، معذوروں، بیماروں اور جھوٹے عذر کرنے والوں کے ساتھ وقت گزاری کریں۔ یہ ان کی پست ہمتی اور بزدلی ہے کہ انہوں نے ان عورتوں وغیرہ کے ساتھ رہنے کو پسند کیا اور شجاعت، بہادری اور سرفروشی سے دور اور کنارہ کش رہے۔ عرب کی اصطلاح میں اور ان کی زبان میں ایسے لوگوں کی گھٹیا حرکتیں رسوائی اور ننگ و عار کا باعث ہیں۔ ان منافقوں کے اس جرم کی نقد سزا یہ بتلائی گئی کہ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تاکہ ایسے بدبختوں کے دلوں تک خیر پہنچ ہی نہ پائے اور ان کے دلوں کے اندر نور داخل نہ ہو پائے۔ اسی مہر کی وجہ سے یہ منافقین ہدایت نہیں پاتے اور انہیں اس جہاد کے دینی و دنیوی نفع اور فائدہ کا علم ہی نہیں ہو پاتا، اس لئے کہ یہ ایسے گناہوں اور خطاؤں میں محصور ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے ہر چیز کی حقیقت کو پانے سے محروم ہیں اور اپنے بُرے انجام تک پہنچ چکے ہیں۔

درس نمبر (۸۴۰) آپ کہہ دیجئے کہ عذر مت کرو التوبہ:۹۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۚ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَعْتَذِرُوْنَ وہ عذر پیش کریں گے اِلَيْكُمْ تمہارے سامنے اِذَا رَجَعْتُمْ جب تم لوٹو گے اِلَيْهِمْ ان کی طرف قُلْ فرما دیجئے لَّا تَعْتَذِرُوْا عذر مت پیش کرو تم لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ ہرگز ہم یقین نہیں کریں گے تمہارا قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ تحقیق ہمیں اللہ نے خبردار کر دیا ہے مِنْ اَخْبَارِكُمْ تمہارے حالات سے وَسَيَرَى اللّٰهُ اور عنقریب دیکھے گا اللہ عَمَلَكُمْ تمہارے عمل وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول (بھی) ثُمَّ تُرَدُّوْنَ پھر تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰى اس کی طرف عٰلِمِ جو جاننے والا ہے الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ چھپی اور کھلی (باتیں) فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا اس کی جو كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے تھے

ترجمہ: جب تم اُن کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے تم کہنا کہ عذر مت کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے اللہ نے ہمیں تمہارے سب حالات بتا دیئے ہیں اور ابھی اللہ اور اُس کا رسول تمہارے عملوں کو (اور) دیکھیں گے پھر تم غائب وحاضر کے جاننے والے (اللہ وحدہٗ لاشریک) کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جو تم عمل کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ جب تم ان منافقوں کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے۔

۲۔ آپ کہہ دیجئے کہ عذر مت کرو۔

۳۔ ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے سب حالات بتلا دیئے ہیں۔

۵۔ ابھی اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھیں گے۔

٦۔ پھر تم سب غائب وحاضر کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۷۔ جو تم عمل کرتے ہو وہ سب تمہیں بتلا دے گا۔

پچھلی آیات کی روشنی میں ہم کو یہ بات معلوم ہو چکی کہ جنگِ تبوک کے موقع پر منافقوں نے اس بات کو پسند کیا کہ وہ جہاد میں جانے کے بجائے اپنے ہی گھروں میں عورتوں، بچوں، معذوروں اور کمزوروں کے ساتھ رہیں۔ چنانچہ جب رسولِ رحمت ﷺ جنگ تبوک سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ واپس تشریف لا رہے تھے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ رحمت ﷺ کو اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ جب آپ جنگِ تبوک سے لوٹ کر ان منافقوں کے پاس جائیں گے تو یہ منافقین آپ کے سامنے جھوٹے عذر پیش کریں گے۔ آپ ان سے دوٹوک انداز میں یہ بات بتلا دیجئے کہ لَّا تَعْتَذِرُوْا تم لوگ عذر پیش مت کرو۔ ہم تمہاری بات کو سچی ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حالات کی اطلاع ہم کو پہلے ہی سے دے دی ہے اور یہ بات بھی اے منافقو! یاد رکھو کہ آئندہ بھی اللہ اور اس کے رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے، اس طرح تمہاری پول کھلتی رہے گی۔ تمہارے پول کے کھل جانے سے جو تمہاری بے عزتی ہوگی وہ تو اس فنا ہونے والی دنیا میں ہوگی۔ پھر جب تم زمین وآسمان کے خالق ومالک، حاضر وغائب کے جاننے والے رب العالمین کے پاس لوٹائے جاؤ گے تو اس رب کے کامل ومکمل علم کا عالَم یہ ہے کہ وہ ہر غیب اور ہر حاضر چیز کا جاننے والا ہے۔ وہ رب ذوالجلال ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو چیزیں ظاہر ہیں اور وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو کمزور مخلوق سے پوشیدہ ہیں۔ قیامت کا دن قائم ہوگا جس میں ہر ایک حاضر ہوگا۔ کوئی اس دن غائب ہونے یا غائب رہنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اس دن وہ تمہارے اعمال سے تمہیں باخبر کر دے گا۔ تم جو کچھ بُرے اعمال دنیا میں کرتے تھے وہ سارے اعمال تمہارے سامنے آجائیں گے۔

یہاں منافقوں کے جھوٹے عذروں کو قابلِ قبول نہ سمجھے جانے کا سبب بیان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی وحی کے

ذریعہ تمہاری حالتوں اور تم سے متعلق اہم باتوں کو بتلا دیا ہے۔یعنی تمہارے دلوں میں جو شر اور فساد ہے اور تمہارے دلوں میں حق کے خلاف جو باتیں چھپی ہوئی ہیں اللہ نے ان سے اپنے رسول کو آگاہ کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کو تمہارے مستقبل کا پورا پورا علم بھی ہے کہ تم مستقبل میں اسی نفاق پر قائم رہتے ہو یا اس نفاق سے توبہ کر لیتے ہو۔اگر تم توبہ کر لیتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور اگر تم جس نفاق پر اب تک تھے اسی پر برقرار رہو گے تو اللہ کے رسول تم سے وہی برتاؤ کریں گے جس کے تم مستحق ہو۔اس آیت میں منافقوں کو توبہ واصلاح کی ترغیب دی گئی ہے اور انہیں اپنے فیصلہ کے اظہار کی مہلت دی گئی ہے اور ان کی حالتوں کو سدھار لینے کا ایک سنہری موقع دیا گیا ہے۔پھر ان منافقوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا کہ تم سب کو حاضر اور غیب کے جاننے والے کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔وہ تمہارے اچھے اور بُرے کاموں کے بارے میں تمہیں قیامت کے دن آگاہ کرے گا اور تمہیں بدلہ دے گا۔وہ بدلہ کیا ہوگا؟ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۵ میں بتلایا گیا: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بیشک منافق تو جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے، وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا نا ممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو دیکھتا ہے، اس کی تصدیق یہ حدیث بھی کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں اس درخت کی جڑ میں بیٹھے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔اس درخت کی ٹہنیاں نبی ﷺ کی مبارک کمر سے لگ رہی تھیں۔ حضرت علی اور سہیل بن عمرو نبی ﷺ کے سامنے تھے۔نبی ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ، تو سہیل بن عمرو نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ ہم رحمان اور رحیم کو نہیں جانتے۔آپ اس معاملے میں وہی لکھئے جو ہم جانتے ہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھ دو۔پھر حضرت علی نے نبی ﷺ کے حکم سے یہ جملہ لکھا۔یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مکہ سے صلح کی ہے، تو سہیل بن عمرو نے دوبارہ ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم نے آپ پر ظلم کیا، آپ اس معاملے میں وہی لکھئے جو ہم جانتے ہیں۔چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر میں اللہ کا پیغمبر پھر بھی ہوں لیکن تم یوں لکھ دو کہ یہ وہ فیصلہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے اہلِ مکہ سے صلح کی ہے۔اسی اثناء میں تیس مسلح نوجوان کہیں سے آئے اور ہم پر حملہ کر دیا۔نبی ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی تو اللہ نے ان کی بینائی سلب کر لی اور ہم نے آگے بڑھ کر انہیں چھوڑ دیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اللہ وہی ہے جس نے بطن مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روکے رکھے، حالانکہ تم ان پر غالب آ چکے تھے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔(مسند احمد: ۱۶۸۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا۔اللہ نے فرمایا اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں اور فرمایا اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ پھر ایسے آدمی کا

ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال جسم گرد آلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے رب اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پہننا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟ (مسلم: ۱۰۱۵)

درس نمبر (۸۴۱) جھوٹی قسم ناراضگی کا سبب التوبہ: ۹۵-۹۶

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَيَحْلِفُوْنَ عنقریب وہ قسمیں کھائیں گے بِاللّٰهِ اللہ کی لَكُمْ تمہارے سامنے إِذَا جب انْقَلَبْتُمْ تم لوٹ کر جاؤ گے إِلَيْهِمْ ان کی طرف لِتُعْرِضُوْا تا کہ تم درگزر کرو عَنْهُمْ ان سے فَأَعْرِضُوْا چنانچہ تم درگزر (ہی) کرو عَنْهُمْ ان سے إِنَّهُمْ یقیناً وہ رِجْسٌ ناپاک ہیں وَمَأْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانا جَهَنَّمُ جہنم ہے جَزَآءً بدلے میں بِمَا ان (کاموں) کے جو كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھےO يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھائیں گے لَكُمْ تمہارے لیے لِتَرْضَوْا تا کہ تم راضی ہو جاؤ عَنْهُمْ ان سے فَاِنْ تَرْضَوْا سو اگر تم راضی (بھی) ہو جاؤ عَنْهُمْ ان سے فَاِنَّ اللّٰهَ تو یقیناً اللہ لَا يَرْضٰى راضی نہیں ہوگا عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ ان لوگوں سے جو فاسق ہیں

ترجمہ: جب تم اُن کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے رُوبرو اللہ کی قسمیں کھائیں گے تا کہ تم اُن سے درگزر کرو۔ سو اُن کی طرف التفات نہ کرنا، یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے رہے ہیں اُن کے بدلے اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے O یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم اُن سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم اُن سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب تم ان منافقوں کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے سامنے وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔

۲۔ تا کہ تم ان سے درگزر کرسکو۔

۳۔ ان کی طرف التفات مت کرو۔

۴۔ یہ ناپاک ہیں۔

۵۔ جو کام یہ کرتے رہے ہیں ان کے بدلہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

۶۔ یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے خوش ہو جاؤ۔

۷۔ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوگا۔

منافقوں کے سلسلہ میں مزید وضاحت کے ساتھ ان دو آیتوں میں یہ بات بیان کی جا رہی ہے کہ اے مسلمانو! جب تم سفر سے واپس ہو کر ان کے پاس پہنچو گے تو وہ تمہارے سامنے اس لئے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے درگزر کرو اور ان کو معاف کر دو۔ اللہ تعالیٰ ان منافقوں کے اس رویہ کے جواب میں مسلمانوں کو حکم دے رہے ہیں کہ تم ان سے اعراض کر لو اور ان کو درگزر کر دو، لیکن یہ اعراض خوشی اور رضامندی والا اعراض نہیں بلکہ ناراضگی والا اعراض ان منافقوں سے کرو۔ یہ تو اسی رویہ کے مستحق ہیں۔ ان منافقوں سے ناراضگی کے ساتھ منہ پھیر لینا اس لئے ہے کہ یہ منافق ناپاک ہیں۔ ان کے عقائد اور اعمال گندے ہیں اور ایسے منافقوں کا ٹھکانہ تو بس دوزخ ہے۔ یہ جو دوزخ ان منافقوں کو دی جائے گی وہ ان کے اُن اعمال کی وجہ سے ہے جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔

منافقوں کی جھوٹی قسموں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے سامنے صرف تمہیں راضی کرنے کیلئے قسمیں کھائیں گے۔ مسلمانو! تم ہرگز ان منافقوں سے راضی نہ ہونا۔ اگر بالفرض تم ان منافقوں سے راضی ہو بھی گئے تو تمہاری اس رضامندی سے ان منافقوں کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ مسلمانوں کی رضامندی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

صاحبِ معالم التنزیل تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت جد بن قیس اور معتّب بن قشیر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ کل اسّی (۸۰) آدمی تھے جو اپنے نفاق کی وجہ سے جنگِ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ جب رسولِ رحمت ﷺ مدینۂ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے ساتھ نہ اٹھیں اور نہ بیٹھیں اور نہ ہی ان سے بات کریں، گویا مسلمانوں کو ان منافقوں سے سماجی بائیکاٹ کا حکم دیا۔ یہ حکم رسولِ رحمت ﷺ نے اس لئے دیا تا کہ قرآنِ مجید کے اس حکم پر عمل ہو جائے کہ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ان سے اعراض کرو، ان سے منہ موڑو۔ یعنی ان سے دوری اختیار کرو۔

جنگِ تبوک میں بعض مخلص احباب کے شریک نہ ہونے پر مدینہ میں جو ماحول تھا اس کا منظر اور جھلکیاں اگلے مضمون میں ہیں۔ یہ مضمون بہت طویل ہے۔ جن کو سہولت ہو وہ درس نمبر ۸۵۶ میں وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ خُلِّفُوۡا کی تفسیر کے ذیل میں پڑھ لیں جہاں مفصل واقعہ تحریر کیا گیا ہے۔

درس نمبر (۸۴۲) | **منافق دیہاتیوں کی عادتوں کا ذکر** | التوبہ: ۹۷-۹۸

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ۝۹۷
وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝۹۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ بدوی (دیہاتی) زیادہ سخت ہیں كُفۡرًا کفر میں وَّنِفَاقًا اور نفاق میں وَاَجۡدَرُ اور زیادہ لائق ہیں اَلَّا يَعۡلَمُوۡا کہ وہ نہ جانیں حُدُوۡدَ ان احکام کو مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ جو اللہ نے نازل کیے عَلٰى

رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر وَاللّٰهُ اوراللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہےOوَمِنَ الْاَعْرَابِ اور کچھ بدوی مَنْ وہ ہیں جو يَتَّخِذُ خیال کرتے ہیں مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا اس کوتاوان خرچ جووہ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں) وَيَتَرَبَّصُ اوروہ انتظارکرتے ہیں بِكُمُ تم پر الدَّوَآئِرَ زمانے کی گردشوں کا عَلَيْهِمْ انہی پر ہے دَآئِرَةُ السَّوْءِ بری گردش وَاللّٰهُ اوراللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام (شریعت) اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اُن سے واقف (ہی) نہ ہوں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے O اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں اُنہی پر بُری مصیبت (واقع) ہو اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں۔

۲۔ اس قابل ہیں کہ جو احکامِ شریعت اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں ان سے واقف ہی نہ ہوں۔

۳۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

۴۔ بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں۔

۵۔ تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔

۶۔ انہی پر بُری مصیبت واقع ہو۔

۷۔ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ آیت یعنی اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا ۔الخ۔ بنی اسد اور بنی غطفان اور مدینہ حاضری دینے والے دیہاتیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان آیتوں میں دیہاتوں میں رہنے والوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ پہلی بات دیہاتیوں کے سلسلہ میں یہ بتلائی گئی کہ دیہاتی کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہوتے ہیں، چونکہ یہ دیہاتی علم کے ماحول اور تربیت کے زیر اثر نہیں ہوتے تو ظاہر ہے کہ ان کا حال یہی ہوگا، چونکہ ان دیہاتیوں کو اللہ کے دین کا علم نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ ان احکام سے واقف رہتے ہیں جو رسولِ رحمت ﷺ پر نازل فرمائے گئے۔ ظاہر ہے کہ آدمی ایمان ویقین اور علم وعمل کے پاکیزہ ماحول میں ہوتا ہے تو وہ کفر سے بھی بچتا ہے اور نفاق سے بھی بچتا ہے۔ علم اور عمل کے مرکز سے دور رہنے کی وجہ سے ایسے دیہاتیوں کے کفر میں بھی سختی ہوتی ہے اور ان کے نفاق میں بھی سختی ہوتی ہے۔ ویسے بھی دیہاتیوں میں عموماً سخت مزاجی بھی ہوتی ہے تاہم یہ ضروری نہیں۔ بعض دیہاتی سنجیدگی اور تہذیب میں شہریوں سے بھی آگے ہوتے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتبع الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى السُّلْطَانَ اُفْتُتِنَ جو شخص دیہات میں رہا وہ سخت مزاج ہوا اور جو شخص شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہوا اور جو شخص صاحبِ اقتدار کے پاس آتا جاتا رہا وہ فتنہ میں پڑ گیا۔ (نسائی: ۴۳۰۹۔ ترمذی: ۲۲۵۶) دیہاتی ماحول میں ایک طرح کی سختی آ ہی جاتی ہے۔ علم سے دوری کی وجہ سے عمل سے بھی محرومی ہو جاتی ہے اور اعلیٰ اخلاق واقدار سے عموماً ایسے لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔ یہاں یہ نکتہ ملحوظ رہے

کہ اس آیت میں دیہاتیوں کو طعنہ نہیں دیا گیا ہے بلکہ دیہاتیوں کے مزاج اور ان کے اوصاف کو بیان کیا گیا ہے۔اس لئے اس آیت کو بنیاد بنا کر کسی شہری کو حق نہیں ہے کہ وہ کسی دیہاتی کو طعنہ دے۔اللہ کے ہاں فضیلت واحترام تقویٰ کی بنیاد پر ہے: اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ تم میں زیادہ قابلِ اکرام وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔(الحجرات:۱۳) یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مہاجرین اور انصار دیہاتی نہیں ہیں، وہ تو پکے شہری ہیں اور وہ اصل عرب ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حُبُّ الۡعَرَبِ اِیۡمَانٌ عرب سے محبت بھی ایمان ہے (بعض نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے)۔(المعجم الاوسط)

اس کے بعد دیہاتیوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔پہلی قسم کی تفصیل ہم یہاں بیان کرتے ہیں اور دوسری قسم کے دیہاتیوں کی تفسیر وتشریح اگلے درس میں ہوگی۔

دیہاتیوں کی پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو جہاد وغیرہ میں کچھ خرچ کر دیتے تھے تو اسے ایک قسم کا جرمانہ اور تاوان سمجھتے تھے، چونکہ ان کے ذہنوں میں اجر وثواب کی امید اور اس کا تصور نہیں تھا تو یہ خرچ کرنا ان کیلئے بہت شاق اور گراں گزرتا تھا۔ اس خرچ کو یوں سمجھتے تھے کہ خواہ مخواہ کا یہ تاوان ہے۔اس کے علاوہ ان دیہاتیوں کی ایک برائی یہ تھی کہ یہ مسلمانوں کے لئے گردشوں کے منتظر رہتے تھے کہ ان مسلمانوں پر کوئی مصیبت پڑ جائے جس سے یہ مسلمان ختم ہی ہو جائیں۔(نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَلَیۡهِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ ان پر ہی بُری گردش پڑنے والی ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسلمانوں کو ترقی پر ترقی ملتی رہی۔مختلف ممالک فتح ہوتے گئے۔ادھر ایسے منافق جل بھن کر رہ گئے اور اس نفاق اور کفر کی وجہ سے ذلیل وخوار ہوتے گئے اور ان کی یہ آرزوئیں جو مسلمانوں کے خلاف تھیں وہ ان کے دل ہی دل میں رہ گئیں۔سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۲ میں اس کی وضاحت یوں موجود ہے: قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَآ اِلَّآ اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ۔الخ۔کہہ دیجئے کہ تم ہمارے بارے میں جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ چیزیں کرنے لگے تو اس پر مصیبت نازل ہوگی۔عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون کونسی چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب مالِ غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے، آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے، شر کے خوف سے آدمی کی عزت کی جائے، شراب پی جائے، ریشم پہنا جائے، (گھروں میں) گانے والی لونڈیاں اور باجے رکھے جائیں اور اس امت کے آخر میں آنے والے پہلے والوں پر لعنت بھیجیں تو اس وقت تم سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے اور صورت تبدیل ہونے کا انتظار کرو۔(ترمذی:۲۲۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مالِ غنیمت کو دولت، امانت کو مالِ غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے، دین کی تعلیم کسی دوسرے مقصد سے حاصل کی جائے، آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے، اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دور کرے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، فاسق و

فاجر آدمی قبیلہ کا سردار بن جائے، گھٹیا اور رذیل آدمی قوم کا لیڈر بن جائے، شر کے خوف سے آدمی کی عزت کی جائے، گانے والی عورتیں اور باجے عام ہو جائیں، شراب پی جائے اور اس امت کے آخر میں آنے والے اپنے سے پہلے والوں پر لعنت بھیجیں تو اس وقت تم سرخ آندھی، زلزلہ، زمین میں دھنسنے، صورت تبدیل ہونے، پتھر برسنے اور مسلسل ظاہر ہونے والی علامتوں کا انتظار کرو جو اس پرانی لڑی کی طرح مسلسل نازل ہوں گی جس کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو۔ (ترمذی:۲۲۱۱)

درس نمبر (۸۴۳) اللہ ان کو عنقریب رحمت میں داخل کرے گا التوبہ:۹۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ ؕ سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ اور کچھ بدوی مَنۡ وہ ہیں جو يُؤۡمِنُ ایمان لاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ پر وَالۡيَوۡمِ الآخِرِ اور یومِ آخرت پر وَيَتَّخِذُ اور خیال کرتے ہیں مَا يُنۡفِقُ اس کو جو وہ خرچ کرتے ہیں (دین کیلئے) قُرُبَاتٍ قربت کا ذریعہ عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں وَصَلَوَاتِ الرَّسُوۡلِ اور رسول کی دعائیں (لینے کا ذریعہ) اَلَاۤ آگاہ رہو! إِنَّهَا یقیناً یہ (خرچ کرنا) قُرۡبَةٌ قربت کا ذریعہ ہے لَّهُمۡ ان کے لیے سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ عنقریب داخل کرے گا ان کو اللہ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ اپنی رحمت میں اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ غَفُوۡرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيۡمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُس کو اللہ کی قربت اور پیغمبر کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں، دیکھو بلاشبہ وہ اُن کیلئے (موجبِ) قربت ہے اللہ اُن کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۔ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور پیغمبر کی دعاء کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

۳۔ دیکھو! بلاشبہ وہ ان کے لئے موجبِ قربت و نزدیکی ہے۔

۴۔ اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔

۵۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہیکہ یہ آیت بنی مُقَرِّن کے بارے میں نازل ہوئی جن کے بارے میں سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۲ بھی نازل ہوئی: وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو آپ کے پاس آتے ہیں اس درخواست کے ساتھ کہ آپ ان کے لئے سواری کا نظم کریں۔ یہی وہ بنو مقرن تھے جنہوں نے جنگِ تبوک میں سواری اور زادِ راہ نہ ملنے پر رسولِ رحمت ﷺ کے دربار سے اس

حال میں نکلے تھے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن معقل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بنی مقرن کے دس افراد تھے۔ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری) اس آیت میں ان دیہاتی مومنوں کا ذکرِ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کی قربت و نزدیکی کا اور رسولِ رحمت ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ خبردار! یہ ان کے لئے نزدیکی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عنقریب اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔

ان دیہاتی مسلمانوں کے ذہنوں میں اجر و ثواب کی امید ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور ان کے دلوں کی یہ تمنائیں ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ کی دعائیں انہیں ملیں۔ یہ مومن صحابہ جو بھی مال خرچ کرتے ہیں ان کے ذہنوں میں کبھی یہ بات نہیں آتی کہ یہ تاوان ہے، جرمانہ ہے بلکہ یہ جب بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو پوری بشاشت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ان کا یہ خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ خوش بخت صحابہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ کائنات کا شہنشاہ خود جب اعلان کر رہا ہو کہ ہم انہیں اپنی رحمت میں داخل کریں گے تو ان کی شان کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کو معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔ رحمت میں داخل کرنے کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی رضامندی عطا فرمائے گا۔ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ) سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۱ اور ۲۲ میں بھی یہ بات بتائی گئی: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ "ان کا رب اپنی طرف سے انہیں رحمت کی اور رضامندی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

درس نمبر (۸۴۴) التوبہ:۱۰۰

ہجرت میں سبقت کرنے پر اللہ کے انعام

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالسَّابِقُوْنَ سبقت کرنے والے (قبولِ اسلام میں) الْأَوَّلُوْنَ سب سے پہلے مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ مہاجرین اور انصار میں سے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے اتَّبَعُوْهُمْ ان کا اتباع کیا بِاِحْسَانٍ احسان کے ساتھ رَّضِيَ اللّٰهُ اللہ راضی ہوگیا عَنْهُمْ ان سے وَرَضُوْا اور وہ راضی ہوگئے عَنْهُ اس (اللہ) سے وَأَعَدَّ اور اس (اللہ) نے تیار کیے ہیں لَهُمْ ان کیلئے جَنَّاتٍ ایسے باغات تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَآ ان میں اَبَدًا ابد تک ذٰلِكَ یہ ہے الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ بہت بڑی کامیابی

ترجمہ: جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کیساتھ اُن کی پیروی کی اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اُس نے ان کیلئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ سب سے پہلے ایمان لائے مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہیں۔

۲۔ وہ سب اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں۔

۳۔ اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں۔

۴۔ جن باغات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۵۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

۶۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

گزشتہ آیت میں دیہاتی مسلمانوں کے فضائل اور اوصافِ جمیلہ بیان کئے گئے۔ اس آیت میں مسلمانوں میں رتبہ اور مقام کے اعتبار سے جو اعلیٰ وارفع ہیں ان کی فضیلت بیان کی جارہی ہے۔ وہ کون ہیں؟ وہ مقدس ہستیاں وہ ہیں جن کو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ یہ انصار اور مہاجرین کی جماعت تھی۔ ہجرت سے پہلے رسولِ رحمت ﷺ کے زمانۂ قیامِ مکۂ مکرمہ میں جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور دینِ حق کی محبت میں اپنا پیارا وطن چھوڑا، ضرورت پڑنے پر اپنا مال چھوڑ دیا، سخت حالات میں اپنے بیوی اور بچوں کو بھی چھوڑ دیا۔ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دی۔ دوسری طرف انصار کی وہ پاکیزہ جماعت تھی جو رسولِ رحمت ﷺ کی آمد کی منتظر تھی۔ انصار نے رسولِ رحمت ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کو مدینۂ منورہ میں ٹھکانہ دیا۔ دینِ حق کی سربلندی میں پورا پورا ساتھ دیا۔ اس آیت میں تین طبقات کا بیان ہوا، ان میں ایک طبقہ مہاجرین کا ہے۔ جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے صلح حدیبیہ سے قبل مدینۂ منورہ کی جانب ہجرت کی اور دوسروں کے مقابلہ میں ہجرت کرنے اور نصرت کرنے میں سبقت حاصل کی۔ ان میں سب سے بڑا رتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، جنہوں نے سب سے پہلے ایمان قبول کیا، ہجرت کی اور جہاد کیا اور اپنا مال خرچ کیا اور نصرت بھی کی۔ دوسرا طبقہ انصارِ مدینہ کا ہے۔ ۱۱رسنِ نبوت کو پہلی بیعتِ عقبہ ہوئی۔ اس میں جو شریک تھے جن کو اصحابِ بیعتِ عقبۂ اولیٰ کہا جاتا ہے اور وہ بارہ افراد تھے۔ اس کے بعد بیعتِ عقبۂ ثانیہ والے اصحاب ہیں اور وہ ستر مرد اور دو عورتیں ہیں۔ تیسرا طبقہ ان کا ہے جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان مہاجرین وانصار کی اتباع کی۔ مہاجرین اور انصار کا ذکرِ خیر قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۷ میں یوں ہے: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ

سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ۔الخ۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی توجہ فرمائی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ اس آیت میں مہاجرین و انصار کا ذکرِ خیر رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ ہے اور عین تنگی کے وقت جو انہوں نے ساتھ دیا اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ سورۂ حشر کی آیت نمبر ۸ میں مہاجر مسکینوں کے بارے میں یوں کہا گیا: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ مالِ فئی ان مہاجر مسکینوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی راست باز لوگ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی رحمت ﷺ کی وفات کا وقت (قریب) تھا اس وقت صحابہ نے اللہ کے نبی ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کوئی وصیت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں سب سے پہلے (ہجرت میں) سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور ان کے بعد آنے والے ان کی اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر تم لوگ اس طرح نہ کرو گے تو نہ تمہاری کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ ہی کوئی نفل۔ (معجم الاوسط للطبرانی)

ان تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ان پیارے الفاظ میں سند رضامندی دی گئی کہ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ سب سے پہلے تو ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ راضی ہو گیا اور معاملہ ایک طرفہ نہیں دو طرفہ بھی ہے کہ یہ صحابہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پہلے اپنی رضامندی کی بات کہی، اس لئے کہ بندہ کا اللہ سے راضی ہونا اس قدر فضیلت کی بات نہیں جس قدر فضیلت اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں سے راضی ہو جائے۔ یہ آفاقی اعزاز اللہ تعالیٰ نے ان صحابۂ کرام کو عطا فرمایا۔ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

اللہ تعالیٰ ان سے یعنی ان کی اطاعت اور ان کے اعمال سے راضی ہو گیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے راضی ہو گئے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں عطا فرمائیں اور آخرت کی نعمتوں کا وعدہ کیا اور ان نعمتوں کی بشارت دی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے رب سے اس لئے بھی راضی اور خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر و شرک سے بچایا اور حق و ہدایت کی رہبری اور توفیق دی اور دین اسلام کی نعمت سے ان کو عزتوں اور بلندیوں تک پہنچایا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات کی خوشخبری دی جن کے نیچے مختلف قسم کی نہریں ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اس نعمت کے ملنے کو بڑی کامیابی قرار دیا گیا: ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

درس نمبر (۸۴۵) **منافقوں پر دوہرا عذاب** التوبہ:۱۰۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝۱۰۱ ج

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِمَّنْ اور بعض ان لوگوں میں سے جو حَوْلَكُمْ تمہارے آس پاس ہیں مِّنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے مُنٰفِقُوْنَ منافق ہیں وَمِنْ اور بعض أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اہلِ مدینہ (بھی) مَرَدُوْا اڑے ہوئے ہیں عَلَى النِّفَاقِ نفاق پر لَا تَعْلَمُهُمْ آپ انہیں نہیں جانتے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ انہیں ہم ہی جانتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمْ عنقریب ہم انہیں عذاب دیں گے مَّرَّتَيْنِ دو مرتبہ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ پھر وہ لوٹائے جائیں گے اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ عذابِ عظیم کی طرف

ترجمہ: اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اَڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں، ہم انہیں دہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے گرد و پیش جو دیہاتی ہیں ان میں منافق ہیں۔

۲۔ اہلِ مدینہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو نفاق پر اَڑ گئے تھے۔

۳۔ آپ انہیں نہیں جانتے۔

۴۔ ہم انہیں جانتے ہیں۔

۵۔ ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔

۶۔ پھر وہ عذابِ عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

مہاجرین، انصار اور اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں کا ذکرِ خیر گزشتہ آیت میں کیا گیا۔ اس آیت میں مدینہ کے منافقوں کی ایک جماعت اور اسی طرح مدینہ کے اطراف کے دیہاتوں کے منافقوں کی ایک جماعت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ صاحبِ معالم التنزیل نے اس سلسلہ میں بنی مزینہ اور بنی جہینہ وغیرہ کے نام لکھے ہیں۔ یہ تو دیہات کے منافق تھے اور مدینہ منورہ کے منافقوں سے مراد اوس اور خزرج میں جو منافق تھے وہ مراد ہیں۔ یہاں ایک نکتہ ذہن میں رہے کہ مدینہ کے اطراف کے دیہاتیوں میں سے بعض اور مدینہ کے لوگوں میں سے بعض منافق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی تعداد کم تھی۔ عربی زبان میں مِنْ بعضیت کو بتلاتا ہے، یعنی بعض لوگ۔

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ جن منافقین کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں یہ اپنے نفاق پر اصرار کر رہے ہیں، یعنی اپنی منافقت میں مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مخلص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایمان میں جمے ہوئے ہیں اور مشرک کفر و شرک میں جمے ہوئے ہیں۔ ان منافقوں سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ صرف مدینہ میں رہ جانا کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ مدینۃ الرسول میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ رہیں۔ اب بھی مدینۂ منورہ میں بعض رافضی لوگ موجود ہیں جو انہی منافقوں کی نسل سے ہیں۔ دجال کے تذکرہ میں حدیثوں میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جب دجال مدینۂ منورہ کا رخ کرے گا تو شہر میں داخل نہ ہو سکے گا۔ احد پہاڑ کے پیچھے شور زمین میں ٹھہر جائے گا۔ اس وقت مدینۂ منورہ میں تین

مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے منافق مدینۂ منورہ سے نکل کر اس کے آس پاس پہنچ جائیں گے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

جو لوگ صرف مدینہ میں قیام ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور عقائد اور اعمال کی جانب توجہ نہیں دیتے وہ لوگ نہ صرف غلطی پر ہیں بلکہ شیطانی دھوکہ میں ہیں۔ ان منافقوں کی تعیین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ **لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ** آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں، یعنی بعض ایسے منافق ہیں جن کے بارے میں قطعی طور پر رسولِ رحمت ﷺ کو علم نہیں ہے کہ یہ منافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو اپنی حد تک رکھا ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ واقعی کون منافق ہے؟ اس میں اس کی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ ان منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے، یعنی دنیا میں مختلف قسم کے عذاب اور قبر کا عذاب اور **ثُمَّ يُرَدُّوۡنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيۡمٍ** یہ دوسرا عذاب اس وقت ہوگا جب وہ قیامت کے دن رب ذوالجلال کے روبرو پیش ہوں گے۔

اسود نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا۔ پھر کہا نفاق میں وہ جماعت مبتلا ہوگئی جو تم سے بہتر تھی۔ اس پر اسود بولے، سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ''منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد کے کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھ گئے اور آپ کے شاگرد بھی ادھر اُدھر چلے گئے۔ پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر کنکری پھینکی (یعنی مجھ کو بلایا) میں حاضر ہو گیا تو کہا کہ مجھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہنسی پر حیرت ہوئی، حالانکہ جو کچھ میں نے کہا تھا اسے وہ خوب سمجھتے تھے۔ یقیناً نفاق میں ایک جماعت کو مبتلا کیا گیا تھا جو تم سے بہتر تھی، اس لئے کہ پھر انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ نے بھی ان کی توبہ قبول کر لی۔ (بخاری: ۴۶۰۲)

صفوان بن محرز مازنی نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جا رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا، رسولِ رحمت ﷺ سے آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی) سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلائے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں، اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آ جائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں، چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔ لیکن کافر اور منافق کے متعلق ان پر گواہ

(ملائکہ، انبیاء اور تمام جن وانس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔ (بخاری:۲۴۴۱)

درس نمبر (۸۴۶) **غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے مومنوں کا ذکر** التوبہ:۱۰۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۰۲ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ آخَرُوْنَ اور (کچھ) دوسرے وہ ہیں اعْتَرَفُوْا جنہوں نے اعتراف کیا بِذُنُوْبِهِمْ اپنے گناہوں کا خَلَطُوْا انہوں نے ملایا عَمَلًا صَالِحًا ایک اچھا عمل وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا اور دوسرا (عمل) بُرا عَسَى اللّٰهُ امید ہے اللہ اَنْ يَّتُوْبَ کہ توجہ فرمائے گا عَلَيْهِمْ ان پر اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا دیا تھا قریب ہے کہ اللہ اُن پر مہربانی سے توجہ فرمائے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا صاف اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔

۲۔ انہوں نے اچھے اور بُرے اعمال کو ملا جلا دیا تھا۔

۳۔ قریب ہے کہ اللہ ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔

۴۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مدینۂ منورہ اور اس کے اطراف و اکناف موجود منافقوں کا ذکر پچھلی آیت میں کیا گیا تھا۔ اس آیت میں ایک ایسی جماعت اور گروہ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو مدینہ میں اور مدینہ کے اطراف رہا کرتے تھے۔ انہی کا ذکر یوں کیا گیا: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ۔ الخ۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا، انہوں نے ملے جلے عمل کئے جن میں نیک عمل بھی ہیں اور بُرے اعمال بھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے ایمان میں سچے ہوتے ہوئے سستی اور کاہلی کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت تو رہ گئے اور ساتھ میں نہ گئے، لیکن بعد میں پچھتائے اور نادم ہوئے کہ ہم عورتوں کے سایوں میں زندگی گزار رہے ہیں اور رسولِ رحمت ﷺ دھوپ کی گرمی اور سفر کی مشقت اور تکلیف میں ہیں۔ ہمارا جنگ میں پیچھے رہ جانا بالکل درست نہیں تھا۔ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف بھی کیا اور اپنے رب کے حضور اقرار بھی کیا۔ جب ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسولِ رحمت ﷺ کے غزوہ سے واپسی کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ دیا اور کہنے لگے کہ ہم اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دستِ مبارک سے

ہمیں نہ کھولیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کا جب ان کی طرف گزر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں جانے سے رہ گئے تھے۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ جب تک آپ ان کو نہ کھولیں گے اور ان سے راضی نہ ہوں گے اس وقت تک وہ بندھے ہی رہیں گے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں بھی نہیں کھولوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے کھولنے کا حکم نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑا اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نہ نکلے۔ لہٰذا مجھے اب ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ رحمت ﷺ نے ان کو کھول دیا۔ (تفسیر الرازی) چونکہ یہ حضرات مخلص مومن تھے اور اپنے گناہ کا اقرار بھی کرلیا تھا اور توبہ کا ایک بڑا عجز واعتراف اور اقرار ہے۔ ان صحابہ نے چونکہ توبہ بھی کرلی اور پہلے سے بھی وہ نیک عمل کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے غزوہ میں جانے کے بعد بھی مدینہ میں نیک کاموں اور فرائض کی ادائیگی میں لگے رہے۔ اس لئے ان کے بارے میں فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا اور نیک عمل کو بُرے عمل کے ساتھ ملا دیا۔

یہ آیت میں بار بار پڑھتا ہوں اور سورۂ توبہ کی یہ آیت اکثر میرے ذہن میں مرکوز رہتی ہے۔ اگر صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی نہ ہو تو مجھے میرے اعمال کو دیکھ کر ایسی امید جاگ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اچھے اور بُرے ملے جلے اعمال کو دیکھ کر اپنے فضل وکرم سے میری مغفرت فرمادے اور مجھے اللہ تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

امت کا ایک بڑا طبقہ نیک اور بُرے اعمال کے ساتھ مخلوط زندگی گزار رہا ہے، جیسے معاشرہ میں مخلوط تعلیم کی ایک اصلاح ہے جس میں لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، علم و جہالت کا یہ سنگم ہماری زندگیوں میں بھی جاری ہے۔ ہمارے نیک اور بُرے اعمال مسلسل جاری ہیں۔ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، رشوت کا مال بھی کھاتے ہیں، تسبیح وتلاوت بھی کرتے ہیں اور غیبت وگالی گلوچ بھی کرتے ہیں۔ ہم زکوٰۃ وصدقات بھی دیتے ہیں اور احسان بھی جتاتے اور ریاکاری بھی کرتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ فرما کر ان صحابۂ کرام کو حوصلہ بخشا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ معاف کرنے والے رحم کرنے والے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن بیلمانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کے چار صحابہ کہیں اکٹھے ہوئے تو ان میں سے ایک کہنے لگے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر بندہ مرنے سے پہلے بھی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ دوسرے نے کہا کیا واقعی آپ نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ پہلے نے جواب دیا جی ہاں! دوسرے نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی بندہ مرنے سے پہلے صرف آدھا دن پہلے بھی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ تیسرے نے پوچھا کیا واقعی آپ نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ دوسرے نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر تیسرے نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی بندہ مرنے سے چوتھائی دن پہلے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ چوتھے نے پوچھا کیا واقعی آپ نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تیسرے نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر چوتھے نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک بندے پر نزع کی کیفیت طاری نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (مسند احمد: ۱۵۴۹۹)

درس نمبر (۸۴۷) **غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے مومنوں کے صدقات کا حکم** التوبہ: ۱۰۳۔۱۰۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: خُذْ آپ لیجئے مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ان کے مالوں میں سے صدقہ تُطَهِّرُهُمْ (تاکہ) آپ انہیں پاک کریں وَتُزَكِّيهِمْ اوران کا تزکیہ کریں بِهَا اس کے ذریعے سے وَصَلِّ اور دعافرمائیں عَلَيْهِمْ ان کے حق میں اِنَّ صَلٰوتَكَ بلاشبہ آپ کی دعا سَكَنٌ (باعثِ) تسکین ہے لَّهُمْ ان کے لیے وَاللّٰهُ اور اللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے O اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا انہوں نے نہیں جانا (اس بات کو کہ) اَنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ وہی توبہ قبول کرتا ہے عَنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں کی وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ اور وہ صدقات لیتا ہے؟ وَاَنَّ اللّٰهَ اور (یہ کہ) بلاشبہ اللہ هُوَ التَّوَّابُ وہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا الرَّحِيْمُ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: اُن کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو کہ اس سے تم اُن کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا اُن کیلئے موجبِ تسکین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے O کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا اور صدقات (وخیرات) لیتا ہے اور بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو۔

۲۔ کہ اس سے تم ان کو ظاہر میں بھی پاک اور باطن میں بھی پاکیزہ کرتے ہو۔

۳۔ ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

۴۔ تمہاری دعاء ان کے لئے موجبِ تسکین ہے۔

۵۔ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

۶۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے۔

۷۔ صدقات وخیرات لیتا ہے۔

۸۔ بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

پچھلی آیت میں ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ تھا جو جنگ میں جانے سے رہ گئے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور توبہ کی۔ اس کے بعد ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ ہمارے پاس جو یہ مال

و دولت ہے اسی مال و دولت کی وجہ سے ہم جہاد میں شرکت سے رہ گئے تھے۔ لہٰذا ہم یہ مال صدقہ کرنا چاہتے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کی ذاتِ اقدس کا معاملہ یہ ہے کہ وہی کرتے اور کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی حکم دیا جاتا ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم:۳،۴) اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں مگر وہی جو وحی سے بتلا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ رسولِ رحمت ﷺ نے ان صحابہ کو جواب دیا کہ مجھے تم سے مال و دولت لینے کا حکم نہیں ہوا ہے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک اور صاف کر دیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اس بات کا بھی حکم دیا گیا کہ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ آپ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ کس قدر خوش نصیب صحابہ ہیں اور کس قدر دل کی گہرائی سے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی غلطیوں کا اعتراف و اقرار کیا تھا اور کس کیفیت میں ڈوب کر انہوں نے توبہ کی تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دعا کرنے کا اپنے حبیب کو حکم دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ صحابہ جنہوں نے مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا جنہیں رسولِ رحمت ﷺ نے آزاد کیا تھا ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی وہ حضرت ابولبابہ وغیرہ تھے۔ (تفسیر طبری)

اس کے بعد اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ کے ذریعہ یہ بات کہی جارہی ہے کہ کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بلاشبہ اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا کہ یہ توبہ کرنے والے صرف یہی نہیں بلکہ تمام ایمان والوں میں جو کوئی توبہ کرے گا اللہ ان کی توبہ کو قبول کرے گا اور ان کے گناہوں کو مٹا دے گا۔ سورۂ تغابن کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی فرمایا گیا: اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو گے یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ اسے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اللہ بڑا قدردان بڑا بردبار ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار کی ایک جماعت داخل ہوگی۔ ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی دھاری دار چادر سنبھالتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیے بھی دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے انہی میں سے بنا دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! عکاشہ کو بھی انہی میں سے بنا دے۔ اس کے بعد قبیلہ انصار کے ایک صحابی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے عکاشہ دعا کرا چکا۔ (بخاری:۵۸۱۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ترتیب دیا (جس میں، میں بھی تھا) میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے حق میں اللہ سے شہادت کی دعا کر دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! انہیں سلامت رکھ اور مالِ غنیمت عطا فرما۔ چنانچہ ہم مال غنیمت کے ساتھ صحیح سالم واپس آ گئے (دوبارہ لشکر ترتیب دیا تو پھر میں نے یہی عرض کیا اور نبی کریم ﷺ نے یہی دعا دی) تیسری مرتبہ جب لشکر ترتیب دیا تو میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ میں اس سے پہلے بھی دو مرتبہ آپ کے پاس آ چکا ہوں۔ میں نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ اللہ سے میرے حق میں شہادت کی دعا کر دیجئے، لیکن آپ نے سلامتی اور غنیمت کی دعا کی اور ہم مالِ غنیمت لے کر صحیح سالم واپس آ گئے۔ لہٰذا یا رسول اللہ! ﷺ اب تو میرے لئے شہادت کی دعا فرما دیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے پھر سلامتی اور غنیمت کی دعا کی اور ہم مالِ غنیمت لے کر صحیح سالم واپس آ گئے۔ اس کے بعد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کسی عمل کا حکم دیجئے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا اپنے اوپر روزے کو لازم کر لو (کیونکہ روزے کی حالت ہی میں ملے) کیونکہ روزے کا کوئی بدل نہیں ہے۔ پھر ابوامامہ اور ان کی اہلیہ اور ان کا خادم روزے کی ہی حالت میں ملتے اور اگر دن کے وقت ان کے گھر سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیتا تو لوگ سمجھ جاتے کہ آج ان کے یہاں کوئی مہمان آیا ہے۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عرصہ تک میں اس پر عمل کرتا رہا، جب تک اللہ کو منظور ہوا۔ پھر میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے مجھے روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا، مجھے امید ہے کہ اللہ نے ہمیں اس کی برکتیں عطا فرمائی ہیں۔ اب مجھے کوئی اور عمل بتا دیجئے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا، اس بات پر یقین رکھو کہ اگر تم اللہ کے لئے ایک سجدہ کرو گے تو اللہ اس کی برکت سے تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور ایک گناہ معاف کر دے گا۔ گزشتہ حدیث اس دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ (مسند احمد: ۲۲۱۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ صدقہ قبول کرتا ہے اور اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور اسے پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ لقمہ احد پہاڑ کے مثل ہو جاتا ہے۔ اس کی تصدیق اللہ کی کتاب (قرآن) سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ**'' کیا انہیں نہیں معلوم کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے اور ''**يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ**'' اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ (ترمذی: ۶۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لئے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری: ۱۴۱۰)

درس نمبر (۸۴۸) التوبہ: ۱۰۵۔۱۰۶

ان سے کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَاٰخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقُلِ اور کہہ دیجئے اعْمَلُوا تم عمل کرو فَسَيَرَى اللّٰهُ پس عنقریب دیکھے گا اللہ عَمَلَكُمْ تمہارے عمل کو وَرَسُولُهُ اوراس کا رسول وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومن (بھی) وَسَتُرَدُّونَ اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰى اس کی طرف عَالِمِ جوجاننے والا ہے الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ چھپی اور کھلی (باتوں کو) فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا ساتھ ان کے جو كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم عمل کرتے تھے O وَ آخَرُونَ اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں مُرْجَوْنَ جو چھوڑ دیئے گئے لِاَمْرِ اللّٰهِ اللہ کے حکم کے لیے اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یا تو وہ انہیں سزا دے گا وَ اِمَّا يَتُوبُ اور یا وہ متوجہ ہوگا عَلَيْهِمْ ان پر وَ اللّٰهُ اور اللہ عَلِيمٌ خوب جاننے والا حَكِيمٌ بڑا حکمت والا ہے

ترجمہ: اور ان سے کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ، اللہ اور اُس کا رسول اور مومن (سب) تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے اور تم غائب وحاضر کے جاننے والے (اللہ واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتا دے گا O اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا کام اللہ کے حکم پر موقوف ہے چاہے اُن کو عذاب دے اور چاہے معاف کر دے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان سے کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ۔

۲۔ اللہ اور اس کا رسول اور مومن سب تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے۔

۳۔ تم غائب وحاضر کے جاننے والے اللہ رب العزت کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۴۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتا دے گا۔

۵۔ کچھ اور لوگ ہیں جن کا کام اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔

۶۔ چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے معاف کر دے۔

۷۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! آپ ان توبہ کرنے والے مخلصین اور دوسروں سے کہئے کہ اعْمَلُوا تم عمل کیے جاؤ اس لئے کہ تمہارا عمل اللہ تعالیٰ پر اور اس کے بندوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ عمل چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا، یہ بات ذہن میں رہے کہ عمل سعادت مندی کی بنیاد ہے۔ اچھے عمل کرو گے تو نیک بختی اور سعادتمندی ملے گی اور اگر بُرے عمل کرو گے تو بدبختی کے سوا کچھ ملنے والا نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور اس کے رسول بھی اور دوسرے مومنین بھی دیکھیں گے۔ اس طرح ایک خاص قسم کی وعید ان کے حق میں بیان کی جا رہی ہے اور ڈرایا جا رہا ہے کہ گناہوں پر قائم رہنے کے انجام سے، ہر ایک کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوگا۔ سورۂ حاقہ کی آیت نمبر ۱۸ میں یہی بات بتائی گئی: يَوْمَئِذٍ

تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِيَةٌ' اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے۔ تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی کہا گیا: اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اگر تم کسی ایسی بند چٹان میں کوئی عمل کرو کہ جسے نہ دروازہ ہو اور نہ ہی کھڑکی تو اللہ اسے لوگوں کے سامنے لائے گا وہ جیسا بھی ہو (مشکاۃ: ۵۳۳۵) اور وارد ہوا ہے کہ زندوں کے اعمال مردوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جو رشتہ دار ہیں اور گھر والے ہیں برزخ میں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے اعمال رشتہ داروں اور گھر والوں کے سامنے ان کی قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ عمل نیک ہوتا ہے تو وہ لوگ اس عمل کے ذریعہ بشارت طلب کرتے ہیں اور اگر وہ عمل اس نیک عمل کے علاوہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ انہیں یہ الہام کر کہ وہ تیری اطاعت والے اعمال کریں۔ (مسند ابی داود الطیالسی)

حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ وعید کے طور پر فرمایا ہے۔ دنیا میں جو بھی کوئی شخص کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ کو تو بہر حال اس کا علم ہے وہ ازل سے سب کچھ جانتا ہے اور جب کوئی عمل کسی سے صادر ہو تو اس کے صادر ہونے کو بھی جانتا ہے اور لوگوں کے اعمال عموماً مخلوق سے بھی پوشیدہ نہیں رہے۔ اگر رسولِ رحمت ﷺ کی موجودگی میں ہوگا تو آپ بھی اسے جان لیں گے اور مومنوں کے سامنے جس کا جو عمل سامنے آئے گا وہ بھی اس سے واقف ہو جائیں گے۔ بعض مرتبہ دنیا میں بھی اس شخص کے بُرے عمل کی وجہ سے ذلت سامنے آجاتی ہے اور بعض دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد کہا گیا کہ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ قیامت کے دن تم اس رب ذوالجلال کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو تمہارے رازوں سے بھی واقف ہے اور تمہارے ظاہری اور علانیہ کاموں سے بھی باخبر ہے۔ وہ رب ذوالجلال تمہارے غائب اور حاضر سے بھی واقف ہے اور تمہارے باطن اور ظاہر سے بھی واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال بتلائے گا کہ دنیا میں تم نے یہ کیا تھا اور وہ کیا تھا۔ پھر ان اعمال پر جزاء یا سزا دی جائے گی۔ اگر اچھے عمل کیا تھا تو اچھا بدلہ اور اگر بُرا کیا تھا تو بُرا بدلہ دیا جائے گا۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی ہے۔ اس آیت سے کون مراد ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد وہ تین صحابۂ کرام ہیں جو غزوۂ تبوک میں سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ تین افراد یہ ہیں: مرارہ بن ربیع، کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ غزوۂ تبوک میں جانے سے جو لوگ رہ گئے تھے وہ تین قسم کے تھے۔

(۱) وہ منافق جو اپنے نفاق پر قائم رہے، غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے یہی زیادہ تعداد میں تھے (۲) وہ مسلمان جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے آپ کو مسجدِ نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا تھا، حضرت ابولبابہ وغیرہ (۳) وہ لوگ جن کا معاملہ موقوف تھا۔ انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے عذر بھی بیان نہیں کیا کہ وہ کیوں جنگ میں شریک نہیں ہوئے؟ پچاس دن اسی کشمکش میں گزر گئے۔ لوگوں نے ان سے رابطہ توڑ لیا۔ یہ وہی تین صحابہ تھے جن کا اوپر ذکر ہوا، انہی کا اس آیت میں ذکر ہے۔

درس نمبر (۸۴۹) **مسجدِ ضرار بنانے کا مقصد** التوبہ:۱۰۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ایک مسجد بنائی ضِرَارًا ضرر پہنچانے وَّكُفْرًا اور کفر پھیلانے وَّتَفْرِيْقًا اور تفرقہ ڈالنے کے لیے بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے مابین وَاِرْصَادًا اور انتظار کرنے کے لیے لِّمَنْ اس شخص کا جس نے حَارَبَ اللّٰهَ اللہ سے لڑائی کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول سے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلَيَحْلِفُنَّ اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے اِنْ اَرَدْنَاۤ (کہ) ہم نے ارادہ نہیں کیا تھا اِلَّا الْحُسْنٰى مگر اچھائی کا وَاللّٰهُ اور اللہ يَشْهَدُ گواہی دیتا ہے اِنَّهُمْ کہ بلاشبہ وہ لَكٰذِبُوْنَ بالکل جھوٹے ہیں

ترجمہ: اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں اُن کیلئے گھات کی جگہ بنائیں۔ اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں۔

۲۔ کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں۔

۳۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کے لئے گھات کی جگہ بنائیں۔

۴۔ وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی۔

۵۔ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

گزشتہ آیتوں میں منافقوں کے اوصافِ خبیثہ بیان کئے گئے اور ان کے نفاق کی مختلف شکلیں بیان کی گئیں۔ انہی منافقین کا ایک بُرا کام اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ جن منافقوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے ایک جماعت نے مدینۂ منورہ میں مسجد قباء کے قریب ایک مسجد تعمیر کی جس کو قرآنِ مجید نے مسجدِ ضرار کا نام دیا۔ یہ مسجد بنانے والے اوس وخزرج کے بارہ آدمی تھے۔ ان منافقوں نے جو مسجدِ ضرار تعمیر کی ان کے چار مقاصد تھے:

(۱) مسجد قباء سے جڑے ہوئے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا، جس مسجد قباء کو رسولِ رحمت ﷺ نے مدینۂ منورہ پہنچتے ہی تعمیر فرمایا تھا۔ (۲) رسولِ رحمت ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کا انکار کرنا اور اس مسجد کی آڑ میں رسولِ رحمت ﷺ اور اسلام پر طعنہ زنی کرنا۔ (۳) اس مسجد کو فتنہ اور نفاق کا مرکز بنانا اور منافقوں کا اڈہ بنانا تا کہ نماز کی ادائیگی سے بچا جاسکے۔ اس مسجد ضرار کے ذریعہ جو مسلمان رسولِ رحمت ﷺ کے پیچھے ایک ہی مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں ان میں تفرقہ ڈالنا۔ رسولِ

رحمت ﷺ کے پیچھے سارے صحابہ نماز پڑھا کرتے تھے، مسجد قباء کے علاوہ یہ ایک مسجد نبوی تھی۔ پھر ضرورت پڑنے پر دوسرے محلّہ جات میں مسجدوں کی تعمیر کی گئی۔ (۴) رسولِ رحمت ﷺ کے مخالفین کے قیام کا سامان تیار کرنا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کا موقع آئے تو اس مسجد کے ذریعہ مقابلہ کرنا۔

ان چار مقاصد کے پیشِ نظر یہ مسجد منافقوں نے تعمیر کی جس کی طرف اشارہ اس آیت میں بھی ہے۔ اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ مدینۂ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے قبیلہ بنوخزرج میں سے ایک شخص (جسے ابو عامر کہا جاتا تھا) زمانۂ جاہلیت میں نصرانی بن گیا تھا۔ وہ راہب تھا اور عبادت گزار تھا۔ اس نے اہلِ کتاب سے علم بھی حاصل کرلیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور اسلام کا کلمہ بلند ہوگیا تو اس ملعون کو بہت ہی ناگوار ہوا۔ (جیسا کہ منافقین نے دشمنی کا مظاہرہ کیا) یہ مدینۂ منورہ سے فرار ہوکر مکہ معظّمہ پہنچ گیا۔

وہاں اس نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا، جس کی وجہ سے وہ لوگ دیگر قبائل کے ساتھ مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے کے لئے آگئے اور اس کے نتیجے میں اُحد کا معرکہ پیش آیا۔ کہتے ہیں کہ اسی لعین نے وہاں چند گڑھے کھود دیئے تھے، جس میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے تھے جو آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہونے اور دندانِ مبارک شہید ہونے کا سبب بنا۔ (جس کا ذکر سورۂ آل عمران کی تفسیر میں گزر چکا ہے) جب اُحد میں مومنوں اور کافروں کا مقابلہ شروع ہوا تو ابو عامر اپنی قوم (یعنی انصار) کی طرف بڑھا اور ان کو اپنی مدد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ ان حضرات نے اسے بہت بُرا کہا اور اس سے کہا کہ تو اللہ کا دشمن ہے اور اس کی بات ماننے سے انکار کردیا اور اس کا ساتھ نہیں دیا۔ تفسیر ابنِ کثیر اور معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ ابو عامر (جو حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کا باپ تھا) زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور اس نے رہبانیت اختیار کرلی تھی۔ ٹاٹ کے کپڑے پہنا کرتا تھا۔ جب نبی رحمت ﷺ ہجرت فرما کر مدینۂ منورہ تشریف لائے تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کون سا دین لے کر آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں ملتِ حنیفہ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی ملت لے کر آیا ہوں۔ ابو عامر نے کہا ہم دونوں میں سے جو بھی جھوٹا ہو اللہ اسے ایسی جگہ موت دے جہاں وہ تنہا ہو، پردیسی ہو، دور پھینکا ہوا ہو، اس پر آپ نے آمین فرمایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شخص اپنی بددعا کے مطابق شام میں جا کر مر گیا۔ جہاں کوئی اس کی خبر لینے والا نہ تھا۔ معالم التنزیل میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ابو عامر نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جو لوگ بھی آپ سے جنگ کریں گے میں ان کے ساتھ مل کر آپ سے لڑوں گا۔ اس کے بعد وہ آپ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ مل کر برابر آپ کے مقابلہ میں آتا رہا اور غزوۂ حنین تک اس نے اس پر عمل کیا۔ جب حنین میں بنی ہوازن کو شکست ہوگئی تو یہ نا اُمید ہوگیا اور شام کی طرف بھاگ نکلا۔ وہاں سے اس نے منافقین کو پیغام بھیجا کہ جہاں تک ممکن ہو قوت اور ہتھیار جمع کرلو اور میرے لئے ایک مسجد بنالو۔ میں قیصر کے پاس جارہا ہوں جو روم کا بادشاہ ہے۔ میں رومیوں کا لشکر لے کر آؤں گا اور محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مدینہ سے نکال دوں گا۔ اس کا یہ پیغام آنے پر مسجد قباء کے قریب ہی مسجد ضرار بنائی گئی۔

چونکہ مدینۂ منورہ میں مسلمانوں کا غلبہ ہو چکا تھا جس کی وجہ سے منافقین نے ظاہر میں اسلام قبول کرلیا تھا اور کُھل کر

اسلام کے خلاف کوئی مشورہ نہیں کیا جاسکتا تھا اور نہ کوئی مرکز بنایا جاسکتا تھا، اس لئے ان لوگوں نے اسلام ہی کے نام سے اپنا مرکز بنایا، یعنی مسجد کے عنوان سے ایک جگہ لی جو مسجد قباء کے قریب تھی۔

وہ منافق جنہوں نے مسجد ضرار کی تعمیر کی انہوں نے قسمیں کھا کر یہ بات کہی کہ اِنۡ اَرَدۡنَآ اِلَّا الۡحُسۡنٰی ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا، یعنی ہم نے یہ مسجد صرف اس لئے بنائی کہ مسلمانوں کے ساتھ مہربانی ہو اور کمزوروں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں آسانی ہو اور بارش کے دنوں میں مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ یہ منافق اپنے اس دعویٰ میں اور اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ انہوں نے صالح اور اچھی نیت سے یہ مسجد تعمیر نہیں کی۔

درس نمبر (۸۵۰)

مسجد تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کی جائے

التوبہ: ۱۰۸۔۱۰۹۔۱۱۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَا تَقُمۡ فِيۡهِ اَبَدًا ؕ لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِيۡهِ ؕ فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُطَّهِّرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنۡ اَسَّسَ بُنۡيَانَهٗ عَلٰى تَقۡوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٍ خَيۡرٌ اَمۡ مَّنۡ اَسَّسَ بُنۡيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانۡهَارَ بِهٖ فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنۡيَانُهُمُ الَّذِىۡ بَنَوۡا رِيۡبَةً فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَقَطَّعَ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۱۱۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَا تَقُمۡ آپ نہ کھڑے ہوں فِيۡهِ اس (مسجد ضرار) میں اَبَدًا کبھی بھی لَمَسۡجِدٌ البتہ وہ مسجد اُسِّسَ (کہ) جس کی بنیاد رکھی گئی ہے عَلَى التَّقۡوٰى تقویٰ پر مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ پہلے ہی دن سے اَحَقُّ زیادہ حقدار ہے اَنۡ تَقُوۡمَ (اس کی) کہ آپ کھڑے ہوں فِيۡهِ اس میں فِيۡهِ اس میں (تو) رِجَالٌ ایسے لوگ ہیں يُحِبُّوۡنَ جو پسند کرتے ہیں اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا (اس بات کو) کہ وہ پاک ہوں وَاللّٰهُ اور اللہ يُحِبُّ پسند کرتا ہے الۡمُطَّهِّرِيۡنَ پاک رہنے والوں کو O اَفَمَنۡ کیا پھر وہ شخص جس نے اَسَّسَ بنیاد رکھی بُنۡيَانَهٗ اپنی عمارت کی عَلٰى تَقۡوٰى مِنَ اللّٰهِ اللہ کے تقویٰ پر وَرِضۡوَانٍ اور رضامندی پر خَيۡرٌ (وہ) بہتر ہے اَمۡ مَّنۡ یا وہ شخص کہ جس نے اَسَّسَ بنیاد رکھی بُنۡيَانَهٗ اپنی عمارت کی عَلٰى شَفَا جُرُفٍ اوپر کنارے کھوکھلے هَارٍ گرنے والے کے فَانۡهَارَ چنانچہ وہ (گڑھا) لے ہی گرا بِهٖ اس (شخص) کو فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ میں وَاللّٰهُ اور اللہ لَا يَهۡدِى ہدایت نہیں دیتا الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ظالم قوم کو O لَا يَزَالُ ہمیشہ رہے گی بُنۡيَانُهُمُ ان کی عمارت الَّذِىۡ وہ جو بَنَوۡا انہوں نے بنائی تھی رِيۡبَةً شک ڈالنے والی فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ان کے دلوں میں اِلَّاۤ اَنۡ تَقَطَّعَ مگر یہ کہ پاش پاش ہو جائیں قُلُوۡبُهُمۡ ان کے دل وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيۡمٌ خوب جاننے والا حَكِيۡمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ: تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اُس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔ اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے

والوں ہی کو پسند کرتا ہےO بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اُس کی رضا مندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اُس کو دوزخ کی آگ میں لے گری۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ اُن کے دلوں میں (موجب) خلجان رہے گی (اور اُن کو متردد رکھے گی) مگر یہ کہ اُن کے دل پاش پاش ہو جائیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم اس مسجد میں کبھی جا کر کھڑے بھی نہ ہونا۔

۲۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا کرو۔

۳۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

۴۔ بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضا مندی پر رکھی۔

۵۔ وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ میں لے گرے۔

۶۔ یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں موجبِ خلجان رہے گی۔

۷۔ مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

یہ منافق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے مسجد بنائی ہے آپ اس میں نماز ادا فرمالیں اور مقصد ان کا یہ تھا کہ جب آپ ﷺ اس میں نماز پڑھ لیں گے تو مسلمانوں کو اس کے مسجد ہونے کا یقین ہو جائے گا اور اس طرح کا کوئی شک وشبہ نہ کر سکیں گے کہ یہ مسجد کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ مسجد ہم نے ضعیف اور بیمار لوگوں کے لئے بنائی ہے تاکہ سردی اور بارش کی راتوں میں یہ لوگ قریب ہی نماز پڑھ سکیں، دور جانا نہ پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تو ہم سفر میں جا رہے ہیں، جب واپس آئیں گے تو ان شاء اللہ تمہاری فرمائش پوری کر دی جائے گی۔ آپ ﷺ تبوک کے سفر میں تشریف لے گئے۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو مدینہ منورہ پہنچنے میں ابھی ایک دن یا اس سے کم مسافت باقی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے خبر دے دی کہ یہ مسجد، مسجد ضرار ہے جس کا مقصد اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور کفر پر جما رہنا اور مومنین کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے کہ جو لوگ مسجد قباء میں نماز پڑھتے ہیں ان کی جماعت کے کچھ لوگ اس مسجد ضرار میں آنے لگیں اور انہیں اپنے ڈھنگ پر ڈالا جا سکے۔

رسولِ رحمت ﷺ ابھی مدینۂ منورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ راستہ ہی سے آپ ﷺ نے بعض صحابۂ رضی اللہ عنہم کو بھیج دیا، جنہوں نے مسجد ضرار کو آگ لگادی اور اُسے گرادیا، جن حضرات نے یہ کام کیا وہ مالک بن دخشم اور معن بن عدی رضی اللہ عنہما تھے۔ بعض حضرات نے معن کے بھائی عامر بن عدی کا بھی نام لیا ہے۔ معالم التنزیل میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد ضرار کو جلانے کا حکم دے کر یہ بھی حکم دیا تھا کہ اس کو کوڑا ڈالنے کی جگہ بنا لیا جائے، جس میں مُردہ جانور اور بدبودار چیزیں ڈالی جایا کریں۔

چونکہ یہ مسجد ضرار اس مسجد قباء کے قرب وجوار میں بنائی گئی تھی جس قباء کے اطراف واکناف مخلص صحابۂ کرام رضی اللہ

عنہم سکونت پذیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزگی وطہارت کی تعریف فرمائی کہ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اس میں ایسے لوگ ہیں جو یہ پسند کرتے ہیں کہ خوب پاکی حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ بہت پاکی حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ حضرت ابوایوب، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے انصار کی جماعت! بے شک اللہ نے پاکی اختیار کرنے کے بارے میں تمہاری تعریف فرمائی ہے تو بتاؤ تمہاری کیا پاکیزگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت ہو جائے تو غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا یہی بات ہے، لہٰذا تم اس کے پابند رہو۔ (ابن ماجہ: ۳۵۵) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انصار نے فرمایا کہ ہم پہلے پتھروں سے استنجاء کرتے ہیں پھر پانی سے دھوتے ہیں۔ عام طور پر اہلِ عرب پتھروں سے استنجاء پر اکتفاء کرتے تھے۔ قباء کے اطراف واکناف رہنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پتھروں سے استنجاء کرنے کے بعد پانی استعمال کرنے کا طریقہ بھی اختیار کیا جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد قباء کی جگہ ایک عورت کی تھی جس کا نام لبہ تھا جہاں وہ اپنا گدھا باندھتی تھی۔ وہاں پر حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ نے مسجد بنائی تو مسجد ضرار بنانے والوں نے کہا کہ ہم ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں لبہ کے گدھے باندھنے کی جگہ ہے، نہیں! ہم تو ایک الگ مسجد بنائیں گے، پھر اس میں نماز پڑھیں گے۔ (فتوح البلدان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنی خدرہ کے ایک شخص اور بنی عمرو بن عوف کے ایک شخص کے درمیان بحث ہوگئی کہ کونسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی، لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ ۔الخ۔ تو حضرت خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی مسجد یعنی مسجد نبوی ہے۔ دوسرے نے کہا وہ مسجد قباء ہے، چنانچہ وہ دونوں اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا وہ یہ مسجد ہے؟ یعنی مسجد نبوی اور اس میں یعنی مسجد قباء میں بھی بہت خیر وبرکت ہے۔ (ترمذی: ۳۲۳)

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى ۔الخ۔ یہاں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ کیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے پر اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گھاٹی کے کنارے پر رکھی ہو جو گرنے کے قریب ہو، پھر وہ عمارت اس بنانے والے کو دوزخ کی آگ میں لے کر گر پڑے۔ یعنی ایسی کھوکھلی جگہ جس کا گرنا یقینی ہو۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ باطل نیت کے ساتھ جس مسجد کی تعمیر ہوگی وہ بہت جلد گر جاتی ہے، نہ صرف مسجد گرے گی اس کے بنانے والے بھی گریں گے اور ایسے لوگ یہاں وہاں نہیں دوزخ میں گریں گے اور اللہ ایسے ظالموں کو جو مسجد جیسی جگہ کو اپنی خبیث نیتوں سے جوڑتے ہیں ہدایت نہیں دیتا، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ ۔الخ۔ کے ذریعہ یہ بات بتائی گئی کہ ان منافقوں نے جو عمارت بنائی ہمیشہ یہ عمارت ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی، اس لئے کہ انہوں نے جس فاسد نیت سے یہ مسجد بنائی تھی ان کی یہ غرض ادھوری رہ گئی، پھر وہ مسجد منہدم بھی کردی گئی۔ ان کے دلوں کی کھٹک موت تک ختم نہیں ہوگی۔

درس نمبر (۸۵۱) **اللہ نے مومنوں کے جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے** التوبہ:۱۱۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ نے اشْتَرٰی خرید لیا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں سے أَنفُسَهُمْ ان کی جانوں کو وَأَمْوَالَهُمْ اوران کے مالوں کو بِأَنَّ بدلے اس کے کہ بے شک لَهُمُ الْجَنَّةَ ان کیلئے جنت ہے یُقَاتِلُوْنَ وہ (مومن) لڑتے ہیں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں فَیَقْتُلُوْنَ تو وہ قتل کرتے ہیں وَیُقْتَلُوْنَ اور قتل کیے جاتے ہیں وَعْدًا (یہ) وعدہ ہے عَلَیْهِ حَقًّا اس (اللہ) کے ذمے سچا فِی التَّوْرٰىةِ تورات میں وَالْاِنْجِیْلِ اور انجیل (میں) وَالْقُرْاٰنِ اور قرآن (میں) وَمَنْ اور کون اَوْفٰی زیادہ پورا کرنے والا ہے بِعَهْدِهٖ اپنے عہد کو مِنَ اللّٰهِ اللہ سے (بڑھ کر)؟ فَاسْتَبْشِرُوْا لہٰذا تم خوش ہو جاؤ بِبَیْعِكُمُ اپنے اس سودے پر الَّذِیْ بَایَعْتُمْ وہ جو تم نے سودا کیا بِهٖ اس (اللہ) سے وَذٰلِكَ هُوَ اور یہی ہے الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ بہت بڑی کامیابی

ترجمہ: اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں اُن کیلئے جنت (تیار کی) ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اُسے ضرور ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے، تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔

۲۔ اس کے عوض میں ان کے لئے جنت تیار کی ہے۔

۳۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔

۴۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے۔

۵۔ اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟

۶۔ تو جو سودا تم نے اللہ سے کیا ہے اس سے خوش رہو۔

۷۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

پچھلی آیتوں میں منافقوں کے اوصاف اور ان کی خبیث حرکتوں کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنے ایمان میں سچے تھے اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں آگے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ایک

خاص انداز میں جہاد کی ترغیب دی ہے اور مسلمانوں کو اس کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال خرچ کرنے پر ابھارا ہے اور اس کے بدلہ میں انہیں اپنے فضل و احسان سے جنت دینے کا وعدہ کیا ہے اور اس کو ایک تجارت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی چھوٹی چیزیں جان اور مال لے کر انہیں ایک بڑی چیز یعنی جنت دینے کا اعلان فرمایا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں، اس عوض میں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی قیمت جنت کی شکل میں عطا فرمائے گا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ مومن اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو کس طرح بیچیں گے؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ یہ مومن اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، پھر کافروں کو قتل کرتے ہیں اور اللہ کی محبت میں لڑتے لڑتے خود بھی مقتول ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں مومن کیلئے خیر ہیں۔ قتل کرتا ہے تو غازی اور مجاہد ہے اور مقتول ہوتا ہے تو مجاہد اور شہید ہے جس کی فضیلت پر آیات و احادیث بکثرت ہیں۔ اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں معالم التنزیل میں یہ منقول ہے کہ لیلۃ العقبہ میں انصارِ مدینہ رسولِ رحمت ﷺ سے بیعت کرنے لگے۔ وہ ستر افراد تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے جو چاہیں مشروط فرمالیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے رب کے لئے اس بات کو مشروط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بناؤ گے اور اپنے لئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری اسی طرح حفاظت کرو گے جیسی تم اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر ہم ان شرطوں کو پورا کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ اس سوال پر رسولِ رحمت ﷺ نے جواب دیا کہ تمہیں جنت ملے گی۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو نفع کا سودا ہے۔ ہم اس معاملہ کو فسخ نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس کے عوض کہ ان کے لئے جنت ہے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک نیز قادر و مختار ہیں۔ اس کے بندوں کے پاس جو کچھ ہے ان سب کا وہی مالک ہے۔ ہماری جان بھی اسی کی ہے، ہمارا مال بھی اسی کا ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی حوصلہ افزائی اور ان کی جانوں اور مالوں کو اپنی انمول اور بیش قیمت وسیع و عریض جنت عطا فرمانے کا اعلان کیا۔ بندے کو صرف اسی رب کی دی ہوئی جان کھپانا ہے، اسی کا دیا ہوا مال خرچ کرنا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کے عوض وہ ابدی نعمت عطا فرماتے ہیں جس کے اندر موجود نعمتوں کا دنیا میں بندہ تصور نہیں کرسکتا، جس طرح ماں کے پیٹ میں موجود بچہ دنیا کی نعمتوں کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والے اور دشمنوں کو قتل کرنے والے افراد کیلئے اجرِ عظیم کی بشارت بھی قرآنِ مجید میں دی گئی ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۴ میں فرمایا گیا: وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پالے یا غالب آجائے یقیناً ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے گھر سے نکلا اور اس کا یہ نکلنا کسی دنیوی مقصد کے لئے نہیں تھا صرف اللہ کی رضامندی کے لئے اور اللہ کے کلمات کی تصدیق کرتے ہوئے نکلا ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا یا اس کو ثواب اور غنیمت

کے مال کے ساتھ اس کے گھر واپس لوٹا دے گا، جہاں سے وہ گیا تھا۔ (موطا مالک:۱۲۸۴۔ بخاری:۳۱۲۳)

اس جہاد پر اللہ کا وعدہ ہے جو وعدہ تورات میں بھی ہے، انجیل میں بھی ہے اور قرآنِ مجید میں بھی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ بس تم اپنی اس تجارت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم نے معاملہ کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سب سے بڑی کامیابی والا کاروبار وہ ہے جس میں خریدار رب ہو جو اپنی شان سے اس کی قیمت عطا فرمائے گا۔

درس نمبر (۸۵۲) ## مومنوں کے اوصاف التوبہ:۱۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلتَّآئِبُوْنَ وہ (مومن) توبہ کرنے والے الْعَابِدُوْنَ عبادت کرنے والے الْحَامِدُوْنَ حمد کرنے والے السَّآئِحُوْنَ روزہ رکھنے والے الرَّاكِعُوْنَ رکوع کرنے والے السَّاجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا حکم کرنے والے وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برائی سے روکنے والے وَالْحَافِظُوْنَ اور حفاظت کرنے والے ہیں لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اللہ کے حدود کی وَبَشِّرِ اور خوشخبری سنا دیجئے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو

ترجمہ: توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا حکم کرنے والے اور بُری باتوں سے منع کرنے والے، اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے (یہی مومن لوگ ہیں) اور اے پیغمبر! مومنوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو۔

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ توبہ کرنے والے۔

۲۔ عبادت کرنے والے

۳۔ حمد کرنے والے

۴۔ روزہ رکھنے والے

۵۔ رکوع کرنے والے

۶۔ سجدہ کرنے والے

۷۔ نیک کاموں کا حکم کرنے والے

۸۔ بُری باتوں سے روکنے والے

۹۔ اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے

۱۰۔ یہی مومن لوگ ہیں۔ اے پیغمبر! مومنوں کو جنت کی خوشخبری سنا دو۔

پچھلی آیت میں ان مومنوں کا ذکرِ خیر ہوا جنھوں نے اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ اللہ تعالیٰ کی محبت میں قربان کیا اور اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اس کے عوض جنت عطا فرمائی۔ ان ایمان والوں کی کچھ صفتیں بڑے پیارے انداز میں اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔

ان ایمان والوں کی پہلی صفت یہ کہ یہ توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ کفر سے حقیقی معنی میں توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توحید کے ذریعہ رجوع ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والی ہر چیز کو چھوڑ دیتے ہیں۔ توبہ گناہوں کی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ ہوتا ہے۔ کافر کی توبہ یہ ہے کہ وہ کفر سے منہ پھیر لے اور منافق کی توبہ یہ ہے کہ وہ نفاق کو چھوڑ دے اور گنہگار کی توبہ یہ ہے کہ اس سے جو کچھ ہوا اس پر شرمندہ ہو اور مستقبل میں اس جرم کے نہ کرنے کا عزم وارادہ کرلے۔ غافل کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنے بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جس کا وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اللہ کی قسم! اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا تم میں سے کوئی اپنی گمشدہ سواری کو جنگل میں پالینے سے خوش ہوتا ہے۔ (مسلم: ۲۶۷۵)

اَلْعٰبِدُوْنَ : یہ مومن بندے اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ خالص ایک رب کی عبادت یکسوئی سے کرتے ہیں۔ سورۂ فاتحہ پورے قرآنِ مجید کا خلاصہ ہے اور **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** پورے سورۂ فاتحہ کا خلاصہ ہے، جس میں ایک بندہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو حکم دیا ہے کہ **يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔

اَلْحٰمِدُوْنَ : یہ مومن بندے جہاں اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہیں رب ذوالجلال کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تعریف کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشحالی اور فراوانی عطا فرمائی اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ کو جب کوئی خوشی کی بات پہنچتی تو یوں فرماتے **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ** اور جب کوئی ناپسند معاملہ پیش آتا تو فرماتے **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ**۔ (ابن ماجہ: ۳۸۰۳)

اَلسّٰٓئِحُوْنَ : یہ مومن بندے روزے رکھنے والے ہوتے ہیں۔ بعض مفسرین نے **اَلسّٰٓئِحُوْنَ** سے جہاد کے لئے سفر کرنے والے یا علم کی طلب میں سفر کرنے والے یا حلال رزق کے لئے سفر کرنے والے مراد لیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں **اَلسَّائِحُوْنَ هُمُ الصَّائِمُوْنَ** روزہ دار مراد ہیں۔ (الجامع الصغیر وزیادتہ) اس لئے کہ روزہ دار لذتوں اور شہوتوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں چھوڑ دیتے ہیں۔

اَلرّٰكِعُوْنَ ،السّٰجِدُوْنَ : یہ مومن بندے رکوع اور سجدہ کرنے والے ہوتے ہیں، یعنی مراد اس سے فرض نماز کا ادا کرنا

ہیکہ پنج وقتہ نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہاں نماز کیلئے رکوع اور سجدہ کے الفاظ اختیار کئے گئے، اس لئے کہ نماز میں سب سے زیادہ عاجزی کا اظہار رکوع اور سجدہ ہی میں ہوتا ہے۔ نماز کے تمام ارکان میں رکوع اور سجدہ کو زیادہ درجہ حاصل ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۳ میں کہا گیا: وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ رکوع اور سجدہ کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور طواف کرنے والوں کے لئے بیت اللہ کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں ہے: اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ: یہ مومن بندے لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ یعنی یہ لوگوں کو ایمان اور اطاعت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور شرک، کفر اور دیگر گناہوں سے روکتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر گویا ایک ہی خصلت ہے۔ صرف بھلائی کا حکم دینا کمال نہیں کمال یہ ہے کہ آدمی بھلائی کا بھی حکم دے اور برائی سے بھی روکے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ میں امت محمدیہ کو اس لئے خیر امت کہا گیا کہ وہ لوگوں کی نفع رسانی کے لئے نکالی گئی اور اس امت کے افراد بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ الخ۔

اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ: یہ مومن بندے اللہ تعالیٰ کے فرائض اور شریعت کے تمام احکام کی حفاظت کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۷ میں کہا گیا: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا یہ اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ آخر میں فرمایا: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ خوشخبری تو ان مومنوں کے لئے ہے جو ان مذکورہ اوصاف کی رعایت کرتے ہیں۔

درس نمبر (۸۵۳) التوبہ: ۱۱۳-۱۱۴

مشرکین کیلئے استغفار کی ممانعت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ نہیں ہے (لائق) نبی کے وَالَّذِيْنَ اور (نہ) ان لوگوں کے جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا کہ بخشش طلب کریں وہ (اللہ سے) لِلْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں کے لیے وَلَوْ اور اگرچہ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى وہ قرابت دار ہی ہوں مِنْۢ بَعْدِ مَا بعد اس کے کہ تَبَيَّنَ واضح ہوگیا لَهُمْ ان کے لیے أَنَّهُمْ یہ کہ بلاشبہ وہ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ دوزخی ہیںO وَمَا كَانَ اور نہیں تھا اسْتِغْفَارُ بخشش طلب کرنا إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کا لِأَبِيْهِ اپنے باپ کے لیے اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ مگر بوجہ ایک وعدے کے وَعَدَهَا جو وعدہ کیا تھا اس (ابراہیم) نے إِيَّاهُ اس (باپ) سے فَلَمَّا پھر جب تَبَيَّنَ واضح ہوگیا لَهٗٓ اس (ابراہیم) کے لیے اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ کہ وہ اللہ کا دشمن ہے

تَبَرَّاَ (تو) وہ (ابراہیم) بیزار ہو گیا مِنۡهُ اس سے اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ بے شک ابراہیم لَاَوَّاهٌ البتہ بہت آہ و زاری کرنے والے حَلِيۡمٌ بُردبار تھے

ترجمہ: پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہلِ دوزخ ہیں تو اُن کیلئے بخشش مانگیں گو وہ اُن کے قرابت دار ہی ہوں O اور ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اُس سے کر چکے تھے لیکن جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اُس سے بیزار ہو گئے، کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پیغمبر اور مسلمانوں کے شایانِ شان نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک دوزخی ہیں تو ان کیلئے بخشش مانگیں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ ان سے کر چکے تھے۔

۳۔ لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔

۴۔ کچھ شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور متحمل تھے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے عموماً تین واقعات نقل کیے ہیں۔

پہلا واقعہ بخاری شریف میں یوں ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسولِ رحمت ﷺ ابو طالب کے پاس گئے۔ وہاں اس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ دونوں موجود تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اپنے چچا جان سے فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے۔ میں اس کو آپ کی سفارش کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کروں گا۔ رسولِ رحمت ﷺ برابر یہ بات فرماتے رہے، لیکن یہ دونوں شخص جو سامنے موجود تھے یعنی ابو جہل اور عبدا بن ابی امیہ ابو طالب سے کہتے رہے کیا تم عبدالمطلب کے دین سے ہٹ رہے ہو۔ بالآخر ابو طالب نے یہ کہہ دیا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ پھر اسی پر ابو طالب کی موت آ گئی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہوں گا، جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کیا جائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ يَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ۔ الخ۔ نبی کو اور دوسرے مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں۔

ترمذی (۳۱۸۸) میں ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہہ دو میں قیامت کے دن تمہارے لئے گواہی دوں گا تو اس پر ابو طالب نے کہا کہ اگر قریش مجھے یہ عار نہ دلاتے کہ گھبراہٹ میں اس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا تو میں اسے پڑھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ رسولِ رحمت ﷺ کے دل میں بڑی خواہش تھی کہ ابو طالب اسلام قبول کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ (القصص: ۵۶) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اجازت دی گئی۔تم قبروں کی زیارت کرو وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔ (دلائل النبوہ۔للبیہقی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترمذی (۳۱۰۱) نے یہ روایت کیا ہے کہتے ہیں: میں نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ اپنے ماں باپ کے لئے استغفار کر رہا تھا جب کہ وہ دونوں مشرک تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا تم اپنے ماں باپ کے لئے استغفار کرتے ہو جبکہ وہ دونوں مشرک ہیں؟ اس نے کہا: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے تو اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جبکہ ان کے باپ مشرک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس واقعہ کا ذکر رسولِ رحمت ﷺ سے کیا۔ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ رہی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے مشرک باپ کے حق میں استغفار کی تو اس کا جواب یوں دیا گیا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ ۔الخ۔ اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس لئے تھا کہ انہوں نے اپنے باپ سے ایک وعدہ کر لیا تھا، پھر جب حضرت ابراہیم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے، بیشک حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بڑے رحم دل اور برداشت کرنے والے تھے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۶ میں وہ دعا موجود ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے حق میں کی تھی: وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ میرے باپ کی مغفرت فرما دے وہ گمراہوں میں سے تھا۔

درس نمبر (۸۵۴) **اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے** التوبہ: ۱۱۵۔۱۱۶

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور نہیں ہے اللہ لِيُضِلَّ (ایسا) کہ گمراہ کردے قَوْمًا کسی قوم کو بَعْدَ اِذْ بعد اس کے کہ هَدٰىهُمْ اس نے ان کو ہدایت دی حَتّٰى یہاں تک کہ يُبَيِّنَ واضح کردے لَهُمْ ان کے لیے مَّا وہ چیزیں کہ جن سے يَتَّقُوْنَ وہ بچیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جانتا ہےO اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَهٗ اسی کے لیے ہے مُلْكُ بادشاہی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی يُحْيٖ وہی زندہ کرتا ہے وَيُمِيْتُ اور وہی مارتا ہے وَمَا اور نہیں ہے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ کوئی دوست وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی مددگار

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے جب تک اُن کو وہ چیز نہ بتادے جس سے وہ پرہیز کریں بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہےO اللہ ہی ہے جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی زندگی بخشتا اور (وہی) موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے۔

۲۔ جب تک ان کو وہ چیز نہ بتا دے جس سے وہ پرہیز کریں۔

۳۔ بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

۴۔ اللہ ہی ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔

۵۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔

۶۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔

پچھلی آیت میں مشرکین کیلئے استغفار کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اس آیت میں ان مسلمانوں کو ایک خاص انداز میں تسلی دی جا رہی ہے جنہوں نے اپنے مشرک ماں باپ یا دیگر رشتہ داروں کے حق میں مغفرت کی دعا کی تھی کہ تم نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کام سے روکنے سے پہلے تھا، تمہیں اپنے مشرک رشتہ داروں کے حق میں مغفرت کی دعا کرنے سے روکا نہیں گیا تھا اور تم نے استغفار کیا تھا اس لئے اس بات پر تمہارا مواخذہ نہیں ہے اور قدرت کا قانون اور دستور رحیمانہ ہے وہ کسی ہدایت پر قائم قوم کے ساتھ وہ سلوک نہیں کرتا جو سلوک کسی گمراہ آدمی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے حکم دیتے ہیں اور اس پر عمل نہ کیا جائے تو اس کا مواخذہ کرتے ہیں۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بتلایا گیا کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ۔ الخ۔ اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے۔ جب تک کہ ان چیزوں کو واضح طور پر بیان نہ فرما دے جن سے وہ بچتے رہیں۔ صاحبِ روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس میں ان مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے جنہوں نے ممانعت نازل ہونے سے پہلے مشرکین کے لئے استغفار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے۔ وہ ایسا نہیں ہے کہ اہلِ ایمان کی مذمت اور ان کا مواخذہ فرمائے کہ تم نے مشرکین کے لئے استغفار کیوں کیا؟ جبکہ ان کا یہ استغفار کرنا استغفار کرنے کی ممانعت نازل کرنے سے پہلے تھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو گمراہی قرار نہیں دے گا، جنہوں نے اپنے مشرک رشتہ داروں کے حق میں استغفار کیا ہے۔ ہاں! اب اس کے بعد اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اپنے کسی مشرک رشتہ دار کے حق میں مغفرت کی دعا کرے۔ اب اگر کوئی کرے گا تو وہ باعثِ مذمت عمل ہوگا اور مواخذہ کا سبب بھی ہوگا۔

حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ کے ذریعہ یہی حقیقت بتلائی گئی ہے کہ جن کاموں پر گرفت ہو سکتی ہے وہ کام وہی ہیں جن کی پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح طور پر ممانعت کر دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اتباع کرنے والے کو پناہ دی اس بات سے کہ وہ دنیا میں بھٹک جائے یا آخرت میں تنگیوں میں مبتلا ہو، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ گمراہ نہیں ہوگا دنیا میں اور سختیوں میں مبتلا نہیں ہوگا آخرت میں۔

اس کے بعد دوسری آیت میں یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ مدد و نصرت تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی

ممکن ہے، اس لئے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمان وزمین کی ساری سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اسی کے ہاتھ میں سارے نفوس کی زندگی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ساری مخلوقات کی موت ہے۔ وہ جس کو چاہے زندہ کرے اور جس کو چاہے موت دے اور اے مسلمانو! یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کے علاوہ تمہارا نہ کوئی یار ہے اور نہ ہی کوئی مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر موجود چیز کا مالک ہے اور تمام امور کا نگہبان ہے۔ وہی غالب اور محافظ ہے۔ سارے کام اسی کے اختیار میں ہیں۔ اس کے فیصلہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ کسی کی مدد کسی کے حق میں نہیں ہوسکتی سوائے اس رب ذوالجلال کے ارادہ کے۔ یاد رکھو! تمہارے یہ مشرک رشتہ دار قیامت کے دن تمہارے کام نہیں آئیں گے، نہ وہ تمہاری مدد کر پائیں گے اور نہ ہی وہ تمہارے دوست بن سکیں گے۔ اس دن تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلے گا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں بھی یہ بات بتلائی گئی: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ کیا تجھے علم نہیں کہ زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوگا، پھر کہے گا کہ میں بادشاہ ہوں۔ (بخاری: ۷۴۱۲)

حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: "اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے۔ تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لئے مناسب ہے۔ آسمان اور زمین ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لئے ہے اور تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے۔ تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء سچے ہیں۔ محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں۔ تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم (جج) بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری: ۱۱۲۰)

درس نمبر (۸۵۵) **اللہ تعالیٰ نے پیغمبر، مہاجرین وانصار پر مہربانی فرمائی** التوبہ: ۱۱۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ البتہ تحقیق توجہ فرمائی اللہ نے عَلَى النَّبِيِّ نبی پر وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین اور انصار پر الَّذِيْنَ وہ (مہاجرین وانصار) کہ جنہوں نے اتَّبَعُوْهُ آپ کا اتباع کیا فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

تنگی کی گھڑی میں مِنۢ بَعۡدِ مَا بعداس کے کہ کَادَ قریب تھا یَـزِیۡغُ قُلُوۡبُ (کہ) ٹیڑھے ہوجاتے دل فَرِیۡقٍ ایک فریق کے مِّنۡهُمۡ ان میں سے ثُمَّ تَابَ پھرتوجہ فرمائی (اللہ نے) عَلَیۡهِمۡ ان پر اِنَّهٗ بلاشبہ وہ (اللہ) بِهِمۡ ان پر رَءُوۡفٌ بہت شفقت کرنے والا رَّحِیۡمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: بیشک اللہ نے پیغمبر پرمہربانی کی اور مہاجرین اور انصار پر باوجوداس کے کہ اُن میں بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے، مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کیساتھ رہے پھراللہ نے اُن پر مہربانی فرمائی بیشک وہ ان پرنہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے پیغمبر پرمہربانی فرمائی۔

۲۔ مہاجرین وانصار پربھی باوجوداس کے کہ ان میں بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے۔

۳۔ مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے۔

۴۔ پھراللہ نے ان پرمہربانی فرمائی۔

۵۔ بیشک وہ ان پرنہایت شفقت کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

بنیادی طور پرایک بات یہاں سمجھ لیناضروری ہے کہ تَابَ یَتُوۡبُ کے اصل معنی تو رجوع کرنے کے ہیں تاہم اگر یہ لفظ بندے کی طرف منسوب کریں تو اسے تائب کہتے ہیں، یعنی توبہ کرنے والا۔ مطلب یہ کہ اس بندہ نے گناہ کے بعداللہ تعالیٰ سے رجوع کیااور اگر یہی لفظ رب ذوالجلال کی طرف منسوب ہوجیسا کہ کہا جاتا ہے اِنَّـهٗ هُـوَالتَّـوَّابُ الـرَّحِیۡم اس میں اَلتَّوَّابُ کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پراپنی مہربانی کے ساتھ متوجہ ہوا۔ اَلتَّوَّابُ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پرفضل فرماتے ہیں۔ توبہ کی توفیق عطافرماتے ہیں اور بندوں کی توبہ کوقبول فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمتﷺ اور مہاجرین وانصار پرمہربانی اور فضل فرمایا اور ان کے معاملہ میں آسانی عطا فرمائی جنھوں نے اس کے بعد تنگی کے وقت نبی کا ساتھ دیا جبکہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں تزلزل ہوچلا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پرتوجہ فرمائی۔ یہاں تاب کے معنی گناہ کو معاف کرنے کے نہیں ہیں بلکہ فضل فرمانے اورتوجہ فرمانے کے ہیں، اس لئے کہ اگر یہاں تاب کے معنی گناہ کو معاف کرنا مراد لیا جائے تو نبی رحمتﷺ اور مہاجرین وانصار سے گناہ صادر ہونے کا امکان ثابت ہوگا جبکہ اس موقع پر نہ ہی نبی سے کوئی گناہ ہوا اور نہ ہی مہاجرین وانصار سے گناہ صادر ہوا بلکہ اس آیت میں تو مہاجرین وانصار کی ایک طرح سے تعریف کی گئی ہے کہ ان مہاجرین وانصار نے سختی اور مشکل کی اس گھڑی میں رسولِ رحمتﷺ کی اتباع کی۔ اب رہی یہ بات کہ وہ سختی اورمشکل کی گھڑی کونسی تھی جس وقت ان مہاجرین وانصار نے اتباع کی؟ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا وہ سختی کی وہ گھڑی کیا تھی جس کا قرآنِ مجید کی اس آیت میں ذکر ہے: فِیۡ سَـاعَةِ الۡعُسۡرَةِ؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم رسولِ رحمتﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ ایک منزل پر اترے تو ہمیں سخت پیاس لگی۔ پیاس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ہم

یہ سمجھتے تھے کہ ہماری گردنیں ابھی کٹ کر گر پڑیں گی۔ اگر کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے بھی جاتا تھا تو واپس آنے میں پیاس کی شدت کی وجہ سے یہ سمجھ لیتا تھا کہ میری گردن کٹ کر گرنے والی ہے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہاں تک کیا کہ اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیا اور تری حاصل کرنے کے لئے اس کو اپنے پیٹ پر رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعا کرنے کا عمل عطا فرمایا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے مبارک ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ ابھی آپ نے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ بارش ہونی شروع ہوگئی اور خوب بارش ہوئی جس سے حاضرین نے اپنے سارے برتن بھر لئے، پھر ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ بارش کہاں تک ہے تو معلوم ہوا کہ وہ لشکر کے حدود سے آگے نہیں بڑھی۔ (مجمع الزوائد)

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہے رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی آیا، اپنی اونٹنی بٹھائی، اسے باندھا اور نبی رحمت ﷺ کے پیچھے نماز میں شریک ہوگیا۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ اپنی سواری کے پاس آیا، اس کی رسی کھولی اور اس پر سوار ہوگیا، پھر اس نے بلند آواز سے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور اپنی اس رحمت میں ہمارے ساتھ کسی کو شریک نہ فرما۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: بتاؤ کہ یہ شخص زیادہ نادان ہے یا اس کا اونٹ؟ تم نے سنا نہیں کہ اس نے کیا کہا ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دینا چاہا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں جن میں سے ایک رحمت نازل فرمادی، اس کا نتیجہ ہے کہ تمام مخلوقات جن وانس اور جانور تک ایک دوسرے پر رحم اور مہربانی کرتے ہیں اور بقیہ ننانوے رحمتیں اسی کے پاس ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ زیادہ نادان ہے یا اس کا اونٹ؟ (مسند احمد:۱۸۷۹۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ جنت اور جہنم میں باہمی مباحثہ ہوا۔ جنت کہنے لگی کہ پروردگار! میرا کیا قصور ہے کہ مجھ میں صرف فقراء اور کم تر حیثیت کے لوگ داخل ہوں گے؟ اور جہنم کہنے لگی کہ میرا کیا قصور ہے کہ مجھ میں صرف جابر اور متکبر لوگ داخل ہوں گے؟ اللہ نے جہنم سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، میں جسے چاہوں گا تیرے ذریعے سے اسے سزا دوں گا اور جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے، میں جس پر چاہوں گا تیرے ذریعہ سے رحم کروں گا اور تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھر دوں گا۔ چنانچہ جہنم کے اندر جتنے لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا، جہنم یہی کہتی رہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے پاؤں کو اس میں رکھ دیں گے۔ اس وقت جہنم بھر جائے گی اور اس کے اجزاء سمٹ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور وہ کہے گی بس، بس، بس اور جنت کے لئے تو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق نئی مخلوق پیدا فرمائے گا۔ (مسند احمد:۱۱۰۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے عمل کراتا ہے۔ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! کیسے عمل کراتا ہے؟ آپ نے فرمایا: موت سے پہلے اسے عمل صالح کی توفیق دیتا ہے۔ (ترمذی:۲۱۴۲)

درس نمبر (۸۵۶) **وہ تین صحابہ جو جنگِ تبوک میں شریک نہیں ہوئے** التوبہ:۱۱۸-۱۱۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۱۱۸ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۱۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تینوں پر الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا جو چھوڑ دیئے گئے تھے (حکمِ الٰہی کے انتظار میں) حَتّٰۤى یہاں تک کہ اِذَا ضَاقَتْ جب تنگ ہوگئی عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ ان پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود فراخی کے وَضَاقَتْ اور تنگ ہوگئیں عَلَيْهِمْ ان پر اَنْفُسُهُمْ ان کی جانیں وَظَنُّوْۤا اور یقین کرلیا انہوں نے اَنْ لَّا مَلْجَاَ کہ نہیں ہے کوئی جائے پناہ مِنَ اللّٰهِ اللہ (کی ناراضی) سے اِلَّاۤ اِلَيْهِ مگر اسی کی طرف ثُمَّ تَابَ پھر اس (اللہ) نے توجہ فرمائی عَلَيْهِمْ ان پر لِيَتُوْبُوْا تاکہ وہ توبہ کرلیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ هُوَ وہی ہے التَّوَّابُ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا الرَّحِيْمُ نہایت رحم کرنے والا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو! اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو وَكُوْنُوْا اور ہو جاؤ مَعَ الصَّادِقِيْنَ سچ بولنے والوں کے ساتھ

ترجمہ: اور اُن تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہوگئی اور اُن کی جانیں بھی اُن پر دوبھر ہوگئیں اور اُنہوں نے جان لیا کہ اللہ (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر اللہ نے اُن پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۝ اے اہلِ ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کیساتھ رہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان تینوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔

۲۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی۔

۳۔ ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں۔

۴۔ انہوں نے جان لیا کہ اللہ کے ہاتھ سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں

۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں۔

۶۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

۷۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔

۸۔ سچوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت میں ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے۔ ان کا غزوہ میں نہ جانا نفاق کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ غفلت اور سستی کی وجہ سے تھا اور راحت اور آرام کو ترجیح دینے کی وجہ سے تھا۔ وہ تین صحابہ یہ تھے: ہلال

ابن امیہ، کعب بن مالک اور مرارہ بن ربیع۔ یہ تینوں انصاری صحابہ تھے۔ جنگِ تبوک کے بعد مدینہ کی سرزمین ان کے لئے تنگ ہوگئی تھی۔ ان کا سماجی بائیکاٹ ہوگیا تھا۔ مدینہ کی زمین دوسرے تمام لوگوں کے لئے وسیع وعریض تھی، مگر ان تینوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تنگی اور گھٹن کا سامان تھی، اس لئے کہ ان تینوں صحابہ کو اپنے انجام کا خوف ہونے لگا تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ کے ان سے اعراض کی وجہ سے دلوں میں غم کی لہریں دوڑ گئی تھیں اور مسلمانوں کی ان کے ساتھ گفتگو ختم ہوگئی تھی۔ ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویوں کو بھی ان سے الگ تھلگ رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ پچاس دن تک ان پر یہی حالت رہی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور ان کو معاف کردیا گیا۔

ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم پر کیا گزری اس کی تفصیل یہ ہے۔ جو حضرات اس تفصیل سے باخبر ہونا چاہتے ہوں وہ اس کو اس درس کا ضمیمہ سمجھ کر پڑھیں، یقیناً یہ واقعہ ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ پڑھیں اور اپنے ایمان کو تازہ کریں:

عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب جو حضرت کعب کو نابینا ہونے کی حالت میں لے کر چلنے والے حضرت کعب بن مالک سے سنا انہوں نے اپنی وہ حدیث بیان کی جب وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے کعب بن مالک نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں سے غزوہ تبوک کے علاوہ کسی بھی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا اور غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا لیکن آپ ﷺ نے اس میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی شخص پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے قافلہ کو لوٹنے کے ارادہ سے نکلے یہاں تک کہ اللہ نے مسلمان اور ان کے دشمنوں کے درمیان غیر اختیاری طور پر مقابلہ کروادیا اور میں بیعت عقبہ کی رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا جب ہم نے اسلام پر وعدہ و میثاق کیا تھا اور مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ میں اس رات کے بدلے جنگ بدر میں شریک ہوتا گو غزوۂ بدر لوگوں میں اس رات سے زیادہ معروف و مشہور ہے اور غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جانے کا میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اس غزوہ کے وقت جتنا مالدار اور طاقتور تھا اتنا اس سے پہلے کسی غزوہ میں نہ تھا اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں یہاں تک کہ میں نے دو سواریوں کو اس غزوہ میں جمع کرلیا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے سخت گرمی میں جہاد کیا اور بہت لمبے سفر کا ارادہ کیا اور راستہ جنگل بیابان اور دشوار تھا اور دشمن بھی کثیر تعداد میں پیش نظر تھے پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ان معاملات کی پوری پوری وضاحت کردی تاکہ وہ ان کے ساتھ جنگ کے لئے مکمل طور پر تیاری کرلیں اور جس طرف آپ ﷺ کا ارادہ تھا واضح کردیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان کثیر تعداد میں تھے اور انہیں کسی کتاب و رجسٹر میں درج نہیں کیا گیا تھا کعب نے کہا بہت کم لوگ ایسے تھے جو اس گمان سے اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتے ہوں کہ ان کا معاملہ آپ ﷺ سے مخفی و پوشیدہ رہے گا جب تک اللہ رب العزت کی طرف سے اس معاملہ میں وحی نہ نازل کی جائے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت کیا تھا جب پھل پک چکے تھے اور سائے بڑھ چکے تھے اور مجھے ان چیزوں کا بہت شوق تھا پس رسول اللہ ﷺ نے تیاری کی اور مسلمانوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ (تیاری کی) لہٰذا میں نے بھی صبح کو ارادہ کیا تاکہ میں بھی ان (دیگر مسلمانوں) کے ساتھ تیاری کروں لیکن میں ہر روز واپس آجاتا اور کوئی فیصلہ نہ کرپاتا اور اپنے دل ہی دل میں کہتا کہ

میں اس بات پر قادر ہوں جب جانے کا ارادہ کروں گا چلا جاؤں گا پس برابر میرے ساتھ اسی طرح ہوتا رہا اور لوگ مسلسل اپنی کوشش میں مصروف رہے پس رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح مسلمانوں کو ساتھ لیا اور چل دیئے لیکن میں اپنی تیاری کے لئے کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا میں نے صبح کی تو واپس آ گیا اور کچھ بھی فیصلہ نہ کر پایا پس میں اسی کشمکش میں مبتلا رہا یہاں تک کہ مجاہدین آگے بڑھ گئے اور غزوہ شروع ہو گیا پس میں نے ارادہ کیا کہ میں کوچ کروں گا اور ان تک پہنچ جاؤں گا کاش میں ایسا کر لیتا لیکن یہ بات میرے مقدر میں نہ تھی رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد جب میں باہر لوگوں میں نکلتا تو یہ بات مجھے غمگین کر دیتی کہ میں کسی کو پیروی کے قابل نہ پاتا تھا سوائے ان لوگوں کے جنہیں نفاق کی تہمت دی جاتی تھی یا وہ آدمی جسے کمزوری اور ضعیفی کی وجہ سے اللہ نے معذور قرار دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچنے تک میرا ذکر نہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا؟ بنی سلمہ میں سے ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کی چادر نے اس کو روک رکھا ہے اور اس کے دونوں کناروں کو دیکھنے نے روکا ہے اس آدمی سے معاذ بن جبل نے کہا تم نے جو کہا اچھا نہیں کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ہم اس کے بارے میں سوائے بھلائی کے کوئی بات نہیں جانتے (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے اس دوران آپ ﷺ نے ایک سفید لباس میں ملبوس آدمی کو دھول اڑاتے ہوئے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (شاید) ابوخیثمہ ہو؟ وہ واقعتاً ابوخیثمہ انصاری ہی تھے اور یہ وہی تھے جنہیں منافقین نے کھجور کا ایک صاع صدقہ کرنے پر طعنہ دیا تھا۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آ رہے ہیں تو میرا غم دوبارہ تازہ ہو گیا اور میں جھوٹی باتیں گھڑنے کے لئے سوچنے لگا اور میں کہتا تھا کہ کل میں رسول اللہ کی ناراضگی سے کیسے بچ سکوں گا اور میں نے اس معاملہ پر اپنے گھر والوں میں سے ہر ایک سے مدد طلب کی جب مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ قریب پہنچ چکے ہیں تو میرے دل سے جھوٹے بہانے اور عذر نکل گئے اور میں نے جان لیا کہ میں آپ ﷺ سے کسی جھوٹی بات کے ذریعہ کبھی نجات حاصل نہیں کر سکتا لہٰذا میں نے سچ بولنے کی ٹھان لی اور رسول اللہ ﷺ اگلی صبح تشریف لے آئے اور آپ جب بھی سفر سے تشریف لاتے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے دو رکعت نماز ادا کرتے پھر لوگوں سے دریافت کرنے کے لئے تشریف فرما ہوتے لہٰذا جب آپ ﷺ یہ کر چکے تو پیچھے رہ جانے والے آپ ﷺ کے پاس آئے اور قسمیں اٹھا کر آپ ﷺ سے اپنے عذر پیش کرنے لگے اور ایسے لوگ اسّی (۸۰) سے کچھ زائد تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہر عذروں کو قبول کر لیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے لئے مغفرت طلب کی اور ان کے باطنی معاملہ کو اللہ عزوجل کے سپرد کر دیا یہاں تک کہ میں حاضر ہوا میں نے جب سلام کیا تو آپ ناراض آدمی کے مسکرانے کی طرح مسکرائے پھر فرمایا ادھر آؤ تو میں چلتا ہوا آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تجھے کس بات نے پیچھے کر دیا کیا تو نے اپنی سواری نہ خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر میں آپ ﷺ کے علاوہ دنیا والوں میں سے کسی کے پاس بیٹھا ہوتا تو مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ کر نکل جاتا کیونکہ مجھے قوت گویائی عطا کی گئی ہے۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج کے

دن آپ ﷺ کو راضی کرنے کے لئے جھوٹی بات بیان کروں جس کی وجہ سے آپ ﷺ مجھ سے راضی ہو بھی جائیں تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کردے اور اگر میں آپ ﷺ سے سچ بات بیان کروں جس کی وجہ سے آپ ﷺ مجھ پر ناراض ہو جائیں پھر بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا انجام اچھا کردے گا۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر درپیش نہ تھا۔ اللہ کی قسم! میں جب آپ سے پیچھے رہ گیا تو کوئی بھی مجھ سے زیادہ طاقتور اور خوشحال نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا پس تم اٹھ جاؤ یہاں تک کہ اللہ تیرے بارے میں فیصلہ فرمائے لہٰذا میں کھڑا ہوا اور بنوسلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے آئے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو اب تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے عذر پیش کیوں نہ کیا؟ جیسا کہ اور پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کیا حالانکہ تمہارے لئے رسول اللہ کا استغفار کرنا ہی کافی ہو جاتا چنانچہ اللہ کی قسم وہ مجھے مسلسل اسی طرح متنبہ کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوٹ کر اپنے آپ کی تکذیب وتردید کردوں پھر میں نے ان سے کہا کیا کسی اور کو میری طرح کا معاملہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ کے ساتھ دو اور آدمیوں کو بھی یہ معاملہ درپیش ہے۔ انہوں نے بھی آپ ہی کی طرح کہا میں نے پوچھا وہ دونوں کون کون ہیں؟ انہوں نے مرارہ بن ربیعہ عامری اور ہلال بن امیہ واقفی کا ذکر کیا۔ انہوں نے مجھے ایسے دو نیک آدمیوں کا ذکر کیا جو بدر میں شریک ہو چکے تھے اور وہ دونوں میرے لئے نمونہ تھا۔ لہٰذا میں اپنی بات پر پختہ ہو گیا۔ جب انہوں نے مجھے ان دو آدموں کا ذکر کیا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم تین آدمیوں سے گفتگو کرنے سے منع کردیا دیگر پیچھے رہنے والوں کو چھوڑ کر۔ چنانچہ لوگوں نے پرہیز کرنا شروع کردیا۔ وہ ہمارے لئے غیر ہو گئے یہاں تک کہ میں بھی میرے لئے اجنبی محسوس ہونے لگا اور زمین مجھے اپنی جان پہچان والی ہی معلوم نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا ہم نے پچاس راتیں اسی حالت میں گزاریں۔ بہر حال میرے دونوں ساتھی عاجز ہو کر اپنے گھروں میں ہی بیٹھے روتے رہے، لیکن میں نوجوان تھا اور ان سے زیادہ طاقتور تھا اس لئے میں باہر نکلتا، نماز میں حاضر ہوتا اور بازاروں مس چکر لگاتا، لیکن کوئی بھی مجھ سے گفتگو نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرتا جب نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے ہوتے پھر میں اپنے دل میں کہتا کہ آپ نے سلام کے جواب کے لئے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی ہے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز ادا کرتا اور آنکھیں چرا کر آپ ﷺ کو دیکھتا جب میں اپنی نماز پر متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے اعراض کر لیتے یہاں تک کہ جب مسلمانوں کی سختی مجھ پر طویل ہو گئی تو میں چلا یہاں تک کہ میں اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھا اور وہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ چنانچہ میں نے انہیں سلام کیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے میرے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ میں نے ان سے کہا اے ابوقتادہ! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ انہیں قسم دی وہ خاموش ہی رہے پھر میں نے دوبارہ انہیں قسم دی تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور میں دیوار سے اتر کر واپس آ گیا۔ اسی دوران میں مدینہ کے پاس ہی چل رہا تھا کہ

ایک شامی جو مدینہ میں غلہ بیچنے کے لئے آیا تھا کہہ رہا تھا کوئی شخص مجھے کعب بن مالک کا پتہ دے تو لوگوں نے میری طرف اشارہ کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ میرے پاس آیا اور مجھے غسان کے بادشاہ کی طرف سے ایک خط دیا چونکہ میں پڑھا لکھا تھا میں نے اسے پڑھا اس میں تھا اما بعد! ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کے ساتھی نے آپ پر زیادتی کی ہے اور اللہ نے تجھے ذلت کے گھر میں اور ضائع ہونے کی جگہ پیدا نہیں کیا۔ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ ہم تمہاری خاطر داری اور دلجوئی کریں گے۔ میں نے جب اسے پڑھا تو کہا یہ بھی ایک اور آزمائش ہے چنانچہ میں نے اسے تنور میں ڈال کر جلا ڈالا یہاں تک کہ جب پچاس دن گزر گئے اور ایک دن رسول اللہ کا قاصد میرے پاس آیا اور کہا رسول اللہ تجھے حکم دیتے ہیں کہ تو اپنی بیوی سے جدا ہو جا۔ میں نے کہا میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ انہوں نے کہا نہیں! بلکہ اس سے علحدہ ہو جا اور اس کے قریب نہ جا پھر آپ ﷺ نے میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی اسی طرح کا پیغام بھیجا تو میں نے اپنی بیوی سے کہا تو اپنے رشتہ داروں کے پاس چلی جا اور انہیں کے پاس رہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا فیصلہ کر دے چنانچہ حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں ان کا کوئی خادم بھی نہیں ہے کیا آپ ﷺ اس کی خدمت کرنے کو بھی ناپسند کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن وہ تیرے ساتھ صحبت نہ کرے انہوں نے عرض کیا اللہ کی قسم! اسے کسی چیز کا خیال تک نہیں ہے اور اللہ کی قسم! جب سے اس کا یہ معاملہ پیش آیا ہے اس دن سے لے کر آج تک وہ رو ہی رہا ہے تو مجھے میرے بعض گھر والوں نے کہا تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو جیسا کہ آپ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو اس کی خدمت کی اجازت دے دی ہے میں نے کہا میں اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب نہ کروں گا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟ جس وقت میں آپ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لوں گا حالانکہ میں نوجوان آدمی ہوں لہٰذا میں اسی طرح دس راتیں ٹھہرا رہا چنانچہ ہمارے لئے پچاس راتیں اس وقت سے پوری ہو گئیں جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہماری گفتگو کو منع فرمایا تھا پھر میں نے پچاسویں رات کی صبح کو فجر کی نماز اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر ادا کی تو اسی دوران میں اپنے حال پر بیٹھا ہوا تھا جو اللہ نے ہمارے بارے میں ذکر کیا ہے تو یقیناً میرا دل تنگ ہونے لگا اور زمین مجھ پر باوجود وسیع ہونے کے تنگ ہو گئی تو میں نے اچانک سلع پہاڑ کی چوٹی سے ایک چلانے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے پکار رہا تھا اے کعب بن مالک! خوش ہو جا میں اسی وقت سجدہ میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ تنگی دور ہونے کا وقت آ گیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھنے کے بعد لوگوں میں اعلان کیا کہ ہماری توبہ قبول ہو گئی ہے چنانچہ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کیلئے چل پڑے اور کچھ صحابہ میرے دونوں ساتھیوں کو خوشخبری دینے چلے گئے اور ایک آدمی نے میری طرف گھوڑے کی ایڑ لگائی قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے آواز دی چنانچہ اس کی آواز گھوڑے کے پہنچنے سے قبل ہی پہنچ گئی تو جب میرے پاس وہ صحابی آئے جن کی میں نے خوشخبری دینے والی آواز سنی تھی تو میں نے خوشی میں اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیئے۔ اللہ کی قسم! اس دن میرے پاس ان دو کپڑوں

کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی اور میں نے دو کپڑے ادھار لے کر خود پہنے پھر میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے روانہ ہوا تو صحابہ مجھے فوج درفوج ملے جو مجھے توبہ کی قبولیت کی مبارک باد دے رہے تھے کہتے تھے کہ اللہ کا تمہاری توبہ قبول کرنا تمہیں مبارک ہو یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ آپ کے اردگرد موجود تھے چنانچہ طلحہ بن عبداللہ جلدی سے اٹھے یہاں تک کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی بھی نہ اٹھا۔ اسی وجہ سے کعب (رضی اللہ عنہ) حضرت طلحہ کو کبھی نہ بھولے تھے۔ کعب نے کہا جب میں نے رسول اللہ کو سلام کیا تو آپ کا چہرۂ اقدس خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے مبارک ہو تمہیں ایسی بھلائی والے دن کی اس جیسی خوشی کا دن تجھ پر تیری ماں کے پیدا کرنے سے آج تک نہیں گزرا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ عزوجل کی طرف سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! بلکہ اللہ کی طرف سے اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ اور منور ہو جاتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس علامت کو پہچانتے تھے جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں بطور صدقہ پیش کردوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ یہ تیرے لئے بہتر ہے تو میں نے عرض کیا میں خیبر سے اپنے حصے کے مال کو اپنے لئے رکھتا ہوں اور میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بیشک اللہ نے مجھے سچائی کے ذریعہ نجات عطاء فرمائی ہے اور میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا کبھی سچ کے علاوہ بات نہ کروں گا اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کو بھی اللہ عزوجل نے سچ بولنے کی وجہ سے (ایسی) آزمائش میں ڈالا ہو اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی اس آزمائش کی خوبی کا ذکر کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور میں امید کرتا ہوں کہ جب تک میری زندگی باقی ہے اللہ مجھے محفوظ رکھے گا تو اللہ رب العزت نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ تحقیق کہ اللہ نے نبی ﷺ، مہاجرین اور انصار پر رحمت سے رجوع فرمایا جنہوں نے آپ ﷺ کی تنگی کے وقت میں اتباع کی اس کے بعد قریب ہے کہ ان میں سے ایک جماعت کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی بیشک وہی ان کے ساتھ مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے اور ان تینوں پر بھی جو پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی اور انہیں یقین تھا کہ اللہ کے سوا کوئی ان کے لئے پناہ کی جگہ نہیں ہے پھر اللہ نے ان پر رحمت فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ حضرت کعب نے کہا اللہ کی قسم اللہ کی مجھ پر نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت اسلام کے بعد میرے نزدیک میرے سچ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سچ بولا اور اگر

میں جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہوجاتا جیسے جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے بیشک اللہ نے جب وحی نازل کی جتنا اس میں جھوٹ بولنے والے کے شر کو بیان کیا کسی اور کے شر کو اتنا بڑا کر کے بیان نہیں کیا اور اللہ رب العزت نے فرمایا عنقریب یہ تم سے اللہ کے نام پر قسمیں کھائیں گے جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو لہٰذا تم ان کی طرف سے اعراض کرو بیشک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کرتے ہیں وہ آپ سے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ آپ ان سے راضی ہوجائیں۔ چنانچہ اگر آپ ان سے راضی ہوبھی گئے تو بیشک اللہ نافرمانی کرنے والی قوم سے راضی نہیں ہوتا۔ کعب نے کہا ہم تینوں آدمیوں کو ان لوگوں سے پیچھے رکھا گیا جن کا عذر رسول اللہ ﷺ نے قبول کیا جب انہوں نے آپ ﷺ سے قسمیں اٹھائیں تو ان سے بیعت کی اور ان کے لئے استغفار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کردیا یہاں تک کہ اللہ نے اس بارے میں فیصلہ فرمایا اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان تینوں پر بھی رحمت فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا۔

درس نمبر (۸۵۷) اللہ کی راہ میں نکلنے کا اجر التوبہ:۱۲۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَا كَانَ نہیں ہے لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لائق اہلِ مدینہ کے وَمَنْ اور (ان کے) جو حَوْلَهُمْ ان کے آس پاس ہیں مِّنَ الْأَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا کہ وہ پیچھے رہ جائیں (جہاد میں) عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ رسول اللہ سے وَلَا يَرْغَبُوْا اور نہ (یہ جائز ہے کہ) وہ رغبت رکھیں بِأَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں سے (بے پرواہوکر) عَنْ نَّفْسِهٖ اس (رسول اللہ) کی جان سے ذٰلِكَ یہ اس لیے کہ بِأَنَّهُمْ بے شک وہ لوگ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ انہیں نہیں پہنچتی پیاس وَّلَا نَصَبٌ اور نہ تھکاوٹ وَّلَا مَخْمَصَةٌ اور نہ بھوک فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں وَلَا يَطَئُوْنَ اور نہیں روندتے (طے کرتے) وہ مَوْطِئًا کسی مقام کو يَغِيْظُ جو غضب ناک کردے الْكُفَّارَ کافروں کو وَلَا يَنَالُوْنَ اور حاصل نہیں کرتے وہ مِنْ عَدُوٍّ دشمن سے نَّيْلًا کوئی کامیابی (غنیمت وغیرہ) اِلَّا كُتِبَ مگر لکھا جاتا ہے لَهُمْ ان کے لیے بِهٖ اس کے بدلے عَمَلٌ صَالِحٌ عمل صالح اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ احسان کرنے والوں کا اجر

ترجمہ: اہلِ مدینہ کو اور جو اُن کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں یہ اس لئے نہیں کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر اُن کیلئے نیک عمل

لکھا جاتا ہے کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اہلِ مدینہ کو اور جو اُن کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کے شایانِ شان نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں۔

۲۔ نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔

۳۔ یہ اس وجہ سے کہ انہیں جو بھی کوئی پیاس یا تھکن یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے۔

۴۔ وہ کسی جگہ جو قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو جلن ہوتی ہے

۵۔ دشمن سے جو بھی کوئی چیز لے لیتے ہیں تو اس سب کی وجہ سے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔

۶۔ بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

پچھلی آیت کے آخر میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے دو کاموں کا حکم دیا گیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ سچوں کے ساتھ ہونا کس طرح ممکن ہے؟ اس کا جواب اس آیت میں ہے کہ تمہارا غزوات میں نبی کے ساتھ اور ان کے مخلص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہونا ہی تمہارا سچوں کے ساتھ ہونا ہے۔ اسی لئے اس آیت میں کہا گیا کہ مدینہ میں رہنے والے مخلص مسلمانوں اور اطراف واکناف کے دیہاتی مسلمانوں کے لئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ جنگ میں جانے سے رہ جائیں۔ غازی اور مجاہد بننے کے بجائے اپنے گھروں میں کمزوروں، ضعیفوں، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے ساتھ بیٹھ جائیں اور نہ ہی ان کے لئے یہ زیبا دیتا ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو لے کر بیٹھ جائیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی جان ان کی تمام جانوں سے بڑھ کر ہے۔ جب رسولِ رحمت ﷺ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر جنگ میں چلے گئے تو تمہیں کیا ہوا کہ تم اپنی جانوں کی فکر میں اپنے گھروں میں بیٹھ گئے؟ جب نبی رحمت ﷺ خود غزوہ میں شریک ہوں، خود سفر کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہوں تو تمہیں کیا ہوا کہ تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہو؟ تمہارے ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ سب کے سب رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ نکل جاتے، البتہ معذوروں وغیرہ کے لئے تو گنجائش ہے۔ تمہارا اپنے گھروں میں ایسے وقت بیٹھ جانا ایمانی تقاضے کے خلاف ہے۔ ہاں! جسے رسول اللہ ﷺ نے خود ہی اپنی جانب سے مدینہ طیبہ کا امیر بنا دیا تاکہ آپ کے پیچھے انتظام سنبھالے یا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کے لئے اپنے پیچھے چھوڑ دیا تھا (یہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے یا جو حضرات معذورین تھے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں)۔ آیت شریفہ کا سیاق اور طرزِ بیان اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جہاد میں جائیں تو کسی کیلئے بھی یہ جائز نہیں کہ آپ کے پیچھے رہ جائے۔ اسی لئے بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جہاد کرنا فرض عین تھا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب مسلمان کم تھے۔ جب مسلمان تعداد میں زیادہ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

جو تین حضرات مومنین مخلصین میں سے پیچھے رہ گئے تھے ان کا واقعہ تفصیل سے چند صفحات پہلے گزر چکا ہے۔ پیچھے رہ جانے والے مخلصین میں حضرت ابو خیثمہ بھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کو لے کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو منافقین بھی بُرے دل سے ساتھ لگ گئے تھے۔ پھر وہ راستہ سے واپس ہوتے رہے۔ راستہ سے واپس ہونے والوں میں حضرت ابو خیثمہ

بھی تھے۔ سخت گرمی اور دھوپ کی وجہ سے یہ بھی راستہ سے واپس آ گئے تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ واپس آئے تو دیکھا کہ باغ میں دو چھپروں کے نیچے ان کی بیویوں نے پانی چھڑک رکھا ہے اور کھانا تیار کر رکھا ہے۔ ابھی دروازہ ہی میں کھڑے تھے کہ اپنی دونوں بیویوں اور انہوں نے جو کچھ تیار کر رکھا تھا اس سب پر نظر پڑی، اس کو دیکھ کر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ تو سخت گرمی میں ہیں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سایہ میں ہے؟ اس کے لئے کھانا حاضر ہے اور اس کی خوبصورت بیوی سامنے موجود ہے، یہ انصاف کی بات نہیں۔ اللہ کی قسم میں ان میں سے کسی ایک چھپر میں بھی داخل نہ ہوں گا۔ میں روانہ ہوتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچتا ہوں۔ دونوں بیویوں نے سفر کا سامان تیار کیا۔ انہوں نے اپنا اونٹ لیا اور روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ تبوک میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوخیثمہ! یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے اپنا قصہ سنایا اور آپ ﷺ نے اُن کے لئے خیر کی دعا فرمائی۔ (دلائل النبوہ۔ للبیہقی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا سامان اپنی کمر پر لادا، پھر پیدل ہی چل دیئے اور راستہ ہی میں ایک منزل پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ (البدایہ والنہایہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے کا ایمانی تقاضا تو تھا ہی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اجروثواب کا بھی وعدہ فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے: ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ" یہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کو جو بھی پیاس، تھکن اور بھوک اللہ کے راستہ میں پہنچتی ہے اور جہاں بھی قدم رکھتے ہیں جس سے دشمنوں کو جلن ہوتی ہے اور دشمنوں کو جو کچھ تکلیف پہنچاتے ہیں، یہ سب ان کے اعمالِ صالحہ کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مدینہ والوں پر اور ان کے اطراف رہنے والے عرب کے قبیلوں پر جہاد فرض ہے۔ کسی بھی مومن کے لئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ اپنی جان کو نبی ﷺ کی جان سے افضل سمجھے۔ ایمان کی تکمیل محبتِ رسول ﷺ پر موقوف ہے اور نبی ﷺ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ کیلئے اپنی جان اور اپنا مال قربان کیا جائے۔ ہر مجاہد کو اس کی ساری قربانیوں کا اجر دیا جائے گا۔

اس آیت سے ہر ایک پر جہاد فرض عین ہونا معلوم ہوا، لیکن یہ آیت بعد میں اس لئے منسوخ ہوگئی کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگیا تو اب تمام مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں ہوگا۔ چنانچہ وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً جو آگے آیت آ رہی ہے اس میں اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ سارے لوگ جہاد میں نہیں نکلیں گے۔ اس آیت مذکورہ نے مَا کَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَةِ والی آیت کو منسوخ کردیا۔

درس نمبر (۸۵۸) **اللہ کی راہ میں مشقتیں اُٹھانے پر اجر** التوبہ:۱۲۱۔۱۲۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا یُنْفِقُوْنَ اور وہ خرچ نہیں کرتے نَفَقَةً کوئی خرچ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً چھوٹا اور نہ بڑا وَّلَا

يَقْطَعُوْنَ اور وہ طئے نہیں کرتے وَادِيًا کوئی وادی اِلَّا كُتِبَ مگر لکھا جاتا ہے وہ (سب) لَهُمْ ان کے لیے لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ تاکہ اللہ انہیں جزا دے اَحْسَنَ بہترین (جزا) مَا اس کی جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے ○وَمَا كَانَ اور نہیں ہے (لائق) الْمُؤْمِنُوْنَ مومنوں کو لِيَنْفِرُوْا یہ کہ نکلیں وہ (جہاد کے لیے) كَآفَّةً سارے کے سارے فَلَوْلَا نَفَرَ چنانچہ کیوں نہیں نکلا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ ہر فرقے سے مِّنْهُمْ ان میں سے طَآئِفَةٌ ایک گروہ لِّيَتَفَقَّهُوْا تاکہ وہ سمجھ حاصل کریں فِي الدِّيْنِ دین میں وَلِيُنْذِرُوْا اور تاکہ وہ ڈرائیں قَوْمَهُمْ اپنی قوم کو اِذَا رَجَعُوْٓا جب وہ لوٹ کر جائیں اِلَيْهِمْ ان کی طرف لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تاکہ وہ (پیچھے رہنے والے بھی) ڈریں

ترجمہ: اور (اسی طرح) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ اُن کیلئے (اعمالِ صالحہ میں) لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے ○ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ بچیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اسی طرح وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یا کوئی میدان طئے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کے لئے اعمال صالحہ میں لکھ لیا جاتا ہے۔

۲۔ تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے۔

۳۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔

۴۔ تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے؟

۵۔ تاکہ دین کا علم سیکھتے اور اس میں سمجھ پیدا کرتے۔

۶۔ جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ بچیں۔

اس آیت میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ صرف جنگ کرنا اور ہتھیار چلانا ہی جہاد نہیں ہے بلکہ اس راستہ میں جو تکلیفیں بھی دورانِ سفر پیش آئیں اس پر بھی اجر وثواب ملے گا۔ اس جہاد کے دوران جو بھوک لگتی ہے اور جو پیاس لگتی ہے اور جو قدم بھی اٹھتے ہیں اور جو دکھ بھی پہنچتا ہے اور جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اور جتنی وادیوں کو سفر کے دوران پار کرتے ہیں ان سب میں اجر وثواب ہے۔ دورانِ سفر کسی ایک وادی کا پار کرنا کوئی آسان کام نہیں، اس کی مشقت کا وہی تصور کر سکتا ہے جس نے کوئی وادی پار کی ہو۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بتلایا گیا کہ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور وہ لوگ جو بھی کوئی چھوٹا بڑا خرچہ کرتے ہیں اور جس کسی میدان (وادی) کو قطع کرتے یعنی پار کرتے ہیں تو یہ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کا اچھے سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور مدینۂ منورہ کے قریب ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پورے سفر میں تمہارے ساتھی تھے، تم جو بھی

راستہ چلے اور جس میدان کو بھی تم نے قطع کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ ہی رہے یعنی اجر وثواب میں وہ بھی تمہارے برابر کے شریک ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا یا رسول اللہ! وہ مدینہ میں رہتے ہوئے بھی ہمارے ساتھی تھے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا ہاں! وہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی تمہارے ساتھی تھے۔ وہ عذر کی وجہ سے رک گئے تھے۔ (بخاری:۴۴۲۳) اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات آدمی عمل نہ کرے محض نیت اور عزم ہو تو اس کے عزم وارادے پر بھی اس کو اجر و ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے کہ بغیر عمل کے صرف نیتوں پر بھی اجر عطا فرمائے: **وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ**۔ (ابراہیم:۲۰)

دوسری آیت میں جہاد سے متعلق یہ اصول بتلایا گیا کہ ضروری نہیں کہ سارے ہی لوگ جہاد میں نکل جائیں، ہاں! بعض صورتیں ایسی پیش آجاتی ہیں کہ سب پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے جبکہ دشمن کسی علاقہ پر دھاوا بول دے۔ عام حالات میں جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ دینِ اسلام کامل ومکمل دین ہے۔ اس کے مختلف شعبے بھی ہیں اور متعدد تقاضے بھی ہیں اور دین کی دوسری ضرورتیں بھی ہیں۔ جس طرح جہاد ضروری ہے، تعلیم وتعلم یعنی سیکھنا سکھانا بھی ضروری ہے، تزکیہ وتلاوت بھی ضروری ہے، تہذیب وتمدن کی بھی ضرورت ہوتی ہے، دعوت وتبلیغ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی مزاج بنایا جا رہا ہے کہ **وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً** مومنوں کو یہ نہ چاہئے کہ وہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ پھر مواخذہ ہو رہا ہے کہ **فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ**۔ الخ۔ کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت ہر بڑی جماعت میں سے تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں جبکہ وہ ان کے پاس آجائیں؟۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ **اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا** (توبہ:۳۹) اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ دردناک سزا دے گا۔ کچھ دیہاتی لوگ جنگ میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے جو اپنی قوم کو دین کی تعلیم دینے میں لگے ہوئے تھے۔ منافقوں نے کہنا شروع کیا کہ دیہاتوں میں کچھ لوگ جنگ میں جانے سے رہ گئے۔ یہ دیہات کے رہنے والے ہلاک ہوگئے۔ جب منافقوں نے یہ بات کہی تو قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: **وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً** اور مومنوں کو یہ نہ چاہئے کہ وہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ (الدرالمنثور) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق سرایا سے ہے یعنی اس وقت جبکہ رسولِ رحمت ﷺ مدینہ منورہ میں ہوں اور آپ کسی جنگ کیلئے لشکر بھیجیں تو سارے ہی مسلمانوں کو مدینۂ منورہ سے نہیں چلے جانا چاہئے، اس طور پر کہ مدینہ میں صرف رسولِ رحمت ﷺ ہوں اور دوسرا کوئی نہ ہو۔ غزوہ کے لئے یہ حکم نہیں اور غزوہ کہتے ہیں جس میں رسولِ رحمت ﷺ بھی بنفسِ نفیس شریک ہوں۔ (تفسیر طبری) اس آیت سے علم کی ضرورت واہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

ابو ہارون کہتے ہیں کہ ہم ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) کے پاس (علمِ دین حاصل کرنے کے لیے) آتے تو وہ کہتے: اللہ کے رسول (ﷺ) کی وصیت کے مطابق تمہیں خوش آمدید۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: لوگ تمہارے پیچھے ہیں، کچھ لوگ تمہارے پاس زمین کے گوشہ گوشہ سے علمِ دین حاصل کرنے کے لیے آئیں گے تو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (ترمذی: ۲۶۵۰) حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں: ہمارے بازار میں کوئی خرید و فروخت نہ کرے جب تک کہ وہ دین میں خوب سمجھ نہ پیدا کر لے۔ (ترمذی:۴۸۷)

درس نمبر (۸۵۹) **کافروں سے قتال کا حکم** التوبہ: ۱۲۳۔۱۲۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو! قَاتِلُوْا لڑو تم الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو يَلُوْنَكُمْ تمہارے آس پاس ہیں مِّنَ الْكُفَّارِ کافروں میں سے وَلْيَجِدُوْا اور چاہئے کہ وہ پائیں فِيْكُمْ غِلْظَةً تمہارے اندر سختی وَاعْلَمُوْا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ یقیناً اللہ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ متقیوں کے ساتھ ہےO وَاِذَا مَا اور جب بھی اُنْزِلَتْ نازل کی جاتی ہے سُوْرَةٌ کوئی سورت فَمِنْهُمْ تو کچھ ان (منافقوں) میں سے مَّنْ يَّقُوْلُ وہ ہیں جو (بطورِ استہزاء) کہتے ہیں اَيُّكُمْ تم میں سے کون ہے زَادَتْهُ جس کو زیادہ کیا ہو هٰذِهٖٓ اس (سورت) نے اِيْمَانًا ایمان میں؟ فَاَمَّا الَّذِيْنَ پس لیکن وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے فَزَادَتْهُمْ تو زیادہ کیا اس (سورت) نے ان کو اِيْمَانًا ایمان میں وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ اور وہ خوش ہوتے ہیں

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو اور چاہیئے کہ وہ تم میں (اپنے لئے) سختی معلوم کریں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کیساتھ ہے O اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (مذاق کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے رہنے والے کافروں سے جنگ کرو۔

۲۔ چاہئے کہ وہ تم میں اپنے لئے سختی معلوم کریں۔

۳۔ جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

۴۔ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟

۵۔ جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

اس آیت میں ایمان والوں سے جو پہلی بات کہی گئی بلکہ حکم دیا گیا کہ جو کافر لوگ تمہارے آس پاس رہتے ہیں ان سے تم قتال کرو اور تم اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی اس طرز سے گزارو کہ وہ کافر لوگ تمہارے اندر سختی محسوس کریں اور تم اس قدر تیاری میں رہو اور جنگ کا سامان فراہم کرنے میں مشغول رہو کہ وہ تمہیں اپنی طرف سے غافل نہ سمجھیں۔ اس آیت میں ایمان والوں کو جو حکم دیا گیا وہ یہ کہ پہلے ان کافروں سے جنگ کرو جو نزدیک ہیں۔ یہ جنگ کا اصول ہے، جس میں حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اسی طرز پر کام بھی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اپنی قوم سے قتال کیا۔ جنگِ بدر اور جنگِ احد وغیرہ اس کی گواہی دیتی ہیں۔ پھر رسولِ رحمت ﷺ نے بنو قریظہ، بنو نضیر اور خیبر میں بسنے والے یہودیوں سے قتال کیا۔ اس کے بعد روم سے قتال ہوا، اس کے بعد عراق

والوں سے وغیرہ۔ دین کی دعوت کا نظام بھی اسی ترتیب پر رہا۔ رسولِ رحمت ﷺ کو پہلے حکم دیا گیا کہ وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (الشعراء:۲۱۴) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ اس کے بعد جزیرۃ العرب کی باری آئی۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۲ میں کہا گیا: وَ لِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَ مَنۡ حَوۡلَهَا اور تاکہ ڈرائیں آپ مکہ والوں کو اور ان کو جو اس کے اطراف ہیں۔ اس کے بعد سورۂ فتح کی آیت نمبر ۱۶ میں کہا گیا: سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ تُقَاتِلُوۡنَهُمۡ اَوۡ یُسۡلِمُوۡنَ تم جلد ایک سخت جنگجو قوم کے ساتھ جنگ کے لیے بلائے جاؤ گے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۹ میں کہا گیا: وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِهٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔ دعوت اور قتال دونوں کی ترتیب اَلۡاَقۡرَبُ فَالۡاَقۡرَب پہلے سب سے قریب اس کے بعد، اس کے بعد کا قریب اس ترتیب پر ہے۔ اس لئے کہ شفقت اور اصلاح کا زیادہ حقدار وہ ہے جو زیادہ قریبی ہے۔ قتال اور جہاد کی سیاست یہ ہوتی ہے کہ ایمان والوں کے دلوں میں مقابل افراد کے حق میں سختی ہو اور شدت ہو اور اظہارِ قوت ہو اور حمیت بھی ہو اور قتال کے دوران برداشت اور تحمل بھی ہو اور جرأت و ہمت، بہادری اور شجاعت کا مادہ بھی ہو۔ یہی جنگ کی فطرت اور قتال کی مصلحت ہوتی ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۷۳ میں رسولِ رحمت ﷺ سے یوں کہا گیا: یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنَافِقِیۡنَ وَ اغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

صاحبِ معالم التنزیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ یَلُوۡنَکُمۡ مِّنَ الۡکُفَّارِ یعنی جو لوگ تم سے قریب ہیں (بنو قریظہ، بنو نضیر اور خیبر میں بسنے والے یہودی مراد ہیں) اور جو لوگ ان کے آس پاس تھے۔ بعض مفسرین نے روم کے لوگ مراد لیا کیونکہ وہ شام میں تھے اور وہاں قیصرِ روم کی حکومت قائم تھی اور شام عراق کے مقابلہ میں مدینۂ منورہ سے قریب ہے۔

وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ اس بات کو جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ جب وہ تمہارے ساتھ ہے تو دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد و نصرت فرمائے گا۔ جب تم اللہ کے حکموں کی اتباع کرو گے اور اس کی طرف سے جن چیزوں سے روکا گیا ان سے رکو گے تو تم متقی قرار پاؤ گے اور جب تم متقی ہو جاؤ گے تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے جس قدر ممکن ہو دشمن کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا ہے: وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک بُری حرکت کا تذکرہ کیا گیا جو قرآنِ مجید سے متعلق ہے کہ وَ اِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ اَیُّکُمۡ زَادَتۡهُ هٰذِهٖۤ اِیۡمَانًا جب قرآنِ مجید کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ آپس میں دل لگی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ اس سورت کے ذریعہ تمہارے ایمان میں کیا ترقی ہوئی؟ اور کیا اضافہ ہوا؟ ان منافقوں کی اس دل لگی کا زبردست آفاقی جواب یوں دیا گیا کہ: فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا وَّ هُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ جو ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ قرآنِ مجید کے نزول سے مسلمانوں کے دلوں کا ایمان بڑھتا چلا گیا اور ان کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

درس نمبر (۸۶۰) **دل میں نفاق کا ہونا کفر کی علامت** التوبہ: ۱۲۵-۱۲۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَتۡهُمۡ رِجۡسًا اِلٰی رِجۡسِهِمۡ وَ مَاتُوۡا وَ هُمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَ لَا یَرَوۡنَ اَنَّهُمۡ

يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَمَّا اور لیکن الَّذِيْنَ وہ لوگ کہ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں مَّرَضٌ روگ ہے فَزَادَتْهُمْ تو زیادہ کردیا ان کو (اس سورت نے) رِجْسًا پلیدی میں اِلٰى رِجْسِهِمْ ساتھ ان کی (پہلی پلیدی کے) وَمَاتُوْا اور وہ مرے وَهُمْ اس حال میں کہ وہ كٰفِرُوْنَ کافر تھے O اَوَلَا يَرَوْنَ کیا وہ (مومن) نہیں دیکھتے اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ يُفْتَنُوْنَ (منافق) فتنہ میں مبتلا کیے جاتے ہیں فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً ہرسال ایک بار اَوْ مَرَّتَيْنِ یادوبار ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ پھر (بھی) وہ توبہ نہیں کرتے وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں

ترجمہ: اور جن کے دلوں میں مرض ہے اُن کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر O کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا۔

۲۔ وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔

۳۔ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں؟

۴۔ پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔

عربی زبان میں ''قلب'' دل کو کہتے ہیں اور عربی زبان میں قلب کے معنی پلٹنے کے ہیں۔ انسان کے دل کی مثال احادیث میں اس پر کی دی گئی جو صحراء میں پڑا ہوا ہو جو ہوا کے چلنے پر ادھر سے اُدھر پلٹتا رہتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۸۸) انسان کا دل بھی اس پر کی طرح ہے، کبھی انسان کا دل کفر کی طرف دوڑتا ہے، کبھی شرک کی طرف دوڑتا ہے، کبھی اس دل میں نفاق آجاتا ہے اور کبھی اس دل میں ایمان کا نور پیدا ہو جاتا ہے۔ کبھی اس دل میں آخرت کی فکر پیدا ہو جاتی ہے، کبھی اس کا دل دنیا کی محبت کے نشہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ دل ہدایت کی طرف مائل ہوتا ہے، کبھی یہ دل گمراہی کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ کبھی یہ دل روتا ہے تو کبھی یہ دل ہنستا ہے۔ یہ دل کبھی آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے اور کبھی یہ دل چہروں پر مسکراہٹیں بکھیرتا ہے۔ پچھلی آیت میں مومن کی بات کہی گئی کہ جب مومن کے سامنے کسی سورت کا نزول ہوتا ہے تو اس کا دل ایمان سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں ان بدبخت قسم کے منافقوں کی بات کہی جارہی ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے تو اس سورت نے ان کی گندگی پر اور گندگی کو بڑھا دیا اور وہ اس حال میں مرگئے کہ وہ کافر ہیں۔

درس نمبر (۸۶۱) اللہ کے حکم کو نظر انداز کرنا دل کی تباہی کا ذریعہ التوبہ: ۱۲۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا مَآ اور جب بھی أُنْزِلَتْ نازل کی جاتی ہے سُوْرَةٌ کوئی سورت نَّظَرَ بَعْضُهُمْ (تو)

دیکھتا ہے ایک ان کا اِلٰی بَعۡضٍ دوسرے کی طرف هَلۡ يَرٰكُمۡ (کہ) کیا دیکھ رہا ہے تمہیں مِّنۡ أَحَدٍ کوئی شخص (مومنوں میں سے) ثُمَّ انۡصَرَفُوۡا پھر وہ پھر جاتے ہیں صَرَفَ اللّٰهُ اللہ نے پھیر دیا قُلُوۡبَهُمۡ ان کے دلوں کو بِأَنَّهُمۡ بوجہ اس کے کہ بے شک وہ قَوۡمٌ ایسے لوگ ہیں جو لَّا يَفۡقَهُوۡنَ نہیں سمجھتے

ترجمہ: اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟ پھر پھر جاتے ہیں، اللہ نے اُن کے دلوں کو پھیر رکھا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔

۲۔ پوچھتے ہیں کہ بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟

۳۔ پھر، پھر جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر رکھا ہے۔

۵۔ کیونکہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔

قرآنِ مجید کی کسی سورت کے نزول پر منافقوں کا ایک اور ناپاک اور گھٹیا منافقانہ رویہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو چپکے سے فرار ہونے کیلئے ایک دوسرے کی طرف کن آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس تاک میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کوئی انہیں کھسکتے ہوئے کہیں دیکھ نہ لے۔ پھر آپس میں یہ منافق یوں کہتے ہیں کہ دیکھو! کہیں کوئی ہمیں دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ اگر کوئی مسلمان انہیں دیکھ رہا ہوتا تو وہیں مجلس میں بیٹھے رہتے تھے اور جب دیکھتے تھے کہ کسی کی بھی نظر نہیں پڑ رہی ہے تو چپکے سے چل دیتے تھے اور اس کو بڑی ہوشیاری سمجھتے تھے۔ ان کی اس گھٹیا حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کے دلوں کو ایمان سے پھیر دیا۔ صاحبِ معالم التنزیل فرماتے ہیں کہ منافقوں کا یہ رویہ ایسے وقت ہوتا تھا جب کوئی آیت ان منافقوں کے بارے میں ایسی نازل ہوتی جس میں ان کو ڈانٹ ڈپٹ ہوتی تھی اور جن آیتوں میں ان کا پول کھول دیا جاتا تھا اور ان کے عیبوں کو بتلا دیا جاتا تھا۔ منافقوں کا یہ بُرا انجام اس لئے ہوا کہ یہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اگر یہ منافق حق بات کو سمجھتے اور حقیقت کو سمجھتے تو منافقانہ رویہ اختیار نہ کرتے اور نہ ہی ایسی بدترین حرکتیں کرتے جس سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی آدم کے دل (تمام انسان) اللہ تبارک وتعالیٰ کے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کے مانند ہیں۔ وہ اسے جیسے چاہے پھیرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو بھی اپنی اطاعت کی جانب پھیر دے۔ (مسند احمد: ۶۵۶۹) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی باتوں کو گھمانا اس لیے سیکھے کہ اس سے آدمیوں یا لوگوں کے دلوں کو حق بات سے پھیر کر اپنی طرف مائل کرلے تو اللہ قیامت کے دن اس کی نہ نفل (عبادت) قبول کرے گا اور نہ فرض۔ (ابوداود)

درس نمبر (۸۶۲) — التوبہ: ۱۲۸۔۱۲۹

کہہ دیجئے کہ اللہ میرے لئے کافی ہے

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝۱۲۸ فَاِنۡ

تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدْ جَآءَكُمْ یقیناً آ گیا ہے تمہارے پاس رَسُوْلٌ ایک (عظیم) رسول مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تم ہی (انسانوں) میں سے عَزِيْزٌ شاق (گراں) ہے عَلَيْهِ اس پر مَا عَنِتُّمْ تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا حَرِيْصٌ بہت حریص ہے عَلَيْكُمْ تمہاری بھلائی پر بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے ساتھ رَءُوْفٌ نہایت شفیق رَّحِيْمٌ بہت مہربان ہے O فَاِنْ پھر (بھی) اگر تَوَلَّوْا وہ منہ موڑیں فَقُلْ تو کہہ دیجئے حَسْبِيَ اللّٰهُ کافی ہے مجھے اللہ لَآ اِلٰهَ نہیں ہے کوئی معبود (برحق) اِلَّا هُوَ مگر وہی عَلَيْهِ اسی پر تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا وَهُوَ اور وہی ہے رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ عرشِ عظیم کا رب

ترجمہ: (لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں! تمہاری تکلیف اُن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں O پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں (اور نہ مانیں) تو کہہ دو کہ اللہ مجھے کفایت کرتا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔

۲۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ تمہاری بھلائی کے وہ بہت خواہشمند ہیں۔

۴۔ مومنوں پر وہ نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

۵۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں اور نہ مانیں تو کہہ دو کہ اللہ مجھے کفالت کرتا ہے۔

۶۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۷۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔

۸۔ وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

کافروں اور منافقوں کے سلسلہ میں مختلف و متعدد اہم ترین باتوں کے بیان کرنے کے بعد سورۂ توبہ کا اختتام ان اہم ترین باتوں پر ہو رہا ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے یہ حقیقتیں بیان فرما رہے ہیں کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ بلاشبہ تمہارے پاس رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ رسول تم ہی میں سے ہیں یعنی تمہاری جنس میں سے ہیں یعنی انسان ہیں۔ اس کا دوسرا مطلب بھی مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جس طرح تم اہلِ عرب ہو رسولِ رحمت ﷺ بھی اہلِ عرب ہیں۔ یہ تمہارے ہم زبان ہیں۔ وہ تمہاری باتوں کو سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی امت کیلئے یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ اس کی طرف ایسے شخص کو نبی بنا کر بھیجا جائے جو اس قوم کی زبان سے باخبر اور واقف ہو اور اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی رسولوں کو بھیجا انہیں اس قوم کی زبان جاننے والا بنا کر بھیجا: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم: ۴) اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہ اپنی قوم کی زبان بولتا تھا۔ اس کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ نبی

نسب کے اعتبار سے اور مل جل کر رہنے کے اعتبار سے تم ہی میں سے ہیں۔ یہ رسول عربی ہیں قریشی ہیں جو تم ہی میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنا وہ عظیم احسان جتایا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئے ہیں۔ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۲ میں بھی یہ مضمون ہے: هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ وہی ہے وہ اللہ جس نے امیوں میں بھیجا ایک ایسا رسول جو انہی میں سے ہے۔

اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کے پانچ اوصاف بیان کئے گئے ہیں:

پہلا وصف مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تم ہی میں سے ہے، جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

دوسرا وصف یہ ہے عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ یہ ایسے رسول ہیں کہ تمہیں جو تکلیف پہنچے وہ ان کیلئے نہایت گراں ہوتی ہے۔ یعنی اے ایمان والو! تم کو کوئی مشقت، گرانی، تکلیف، مصیبت اور رنج کی کوئی چیز پہنچتی ہے تو نبی رحمت ﷺ کو وہ بات گراں محسوس ہوتی ہے۔ نبی کے دل پر ایک قسم کا بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ وہ نبی تمہارے رنجیدہ ہونے پر رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور تمہارے خوش ہونے پر خوش ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ وہ تم ہی میں سے ہیں۔ یہی انسانیت ہے اور اسی کا نام ہمدردی و خیر خواہی ہے۔

حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ نبی رحمت ﷺ کا تیسرا وصف یہ ہے کہ نبی تمہارے نفع کیلئے حریص ہیں۔ نبی کو خود کھانے پینے اور عیش و آرام اور مال و دولت کی حرص نہیں ہے۔ ان کی حرص یہ ہے کہ وہ ہمیشہ چاہتے ہیں کہ تم مسلمانوں کو نفع ملے، آرام، خوشی، غلبہ، قوت و طاقت، فتح و کامرانی، صحت اور تندرستی ملے اور ہر قسم کی بھلائی تمہیں دنیا میں بھی ملے اور آخرت میں بھی۔

چوتھی اور پانچویں صفت ایک ساتھ بیان کی گئی کہ نبی کی شان یہ ہے کہ وہ ایمان والوں کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔ نبی کا دل مومنوں کے حق میں انتہائی نرم اور مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو نام اپنے نبی کو عطا فرمائے۔ آپ جانتے ہیں کہ رؤف بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور رحیم بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں یہ دو صفاتی نام اپنے پیارے رسول کی طرف بھی منسوب فرما دیئے کہ نبی ایمان والوں کے حق میں شفقت کرنے والے بھی ہیں اور مہربانی کرنے والے بھی ہیں۔ یہاں یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ اگر یہ مشرکین اور منافقین آپ سے اور آپ کی رسالت پر ایمان لانے سے منہ موڑیں تو پیغمبر! آپ کا اس میں کیا نقصان ہے۔ آپ کو یہ کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نقصان تو ان کا ہے۔ آپ ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کر دیجئے کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی بتلا دیجئے کہ میں نے اسی رب ذوالجلال پر بھروسہ کیا ہے اور وہ رب ذوالجلال تو معمولی ذات نہیں۔ وہ تو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

الحمدللہ آج بتاریخ ۳۰ رمئی ۲۰۲۱ء مطابق ۱۷ رشوال المکرّم ۱۴۴۲ھ جلد دوم کی تفسیر مکمل ہوئی۔

تَمَّتْ بِالْخَیْر

منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا کے اغراض ومقاصد

(۱) ہر علاقہ کے عام مسلمانوں کو مسجد کے منبر ومحراب سے جوڑنا اور سماج کے اہم ترین معاملات میں عملاً مسجد کو مرکزِ اسلامی قرار دینا

(۲) مساجد کے ائمہ وخطباء کو للناس اماما کا مصداق بنانا اوران میں اپنے اپنے علاقہ کے ان مسلمانوں سے بھی رابطہ بڑھانے کی فکریں کرنا جو مسجد سے دور ہیں نیز برادرانِ وطن کے ذہنوں میں موجود غلط فہمی کو دور کرنا اوران تک اسلامی پیغام پہنچانا

(۳) ہماری مسجدوں کو مسجد نبوی کے طرز پر کار بند رکھنے کی کوشش کرنا

(۴) مساجد کے ائمہ اور خطباء کو ملک کے بدلتے حالات اور چیلنجس سے باخبر رکھنا اور ہر جمعہ کیلئے ایسے مضامین تیار کرنا جس کی اس وقت ضرورت ہے اوراس کو ہر چہارشنبہ کو بذریعہ واٹس ایپ ترسیل کرنا

(۵) مالی پریشانیوں میں مبتلا ائمہ، خطباء اور موذنین کی مالی امداد کرنا اور ہنگامی حالات میں ان کی ہنگامی طبی امداد فراہم کرنا

(۶) لڑکیوں کو بے راہ روی سے روکنے اور خواتین کو دینِ اسلام سے جوڑے رکھنے اوران کے ایمان وعقائد کی مضبوطی کے لئے وسیع پیمانہ پر مختلف محلّہ جات میں ملکی سطح پر مکاتب قائم کرنا

(۷) اسلام کے پیغامِ محبت، اخوت، ہمدردی ومساوات کو آیاتِ قرآنی اور احادیثِ شریفہ کے ذریعہ عام کرنا، مساجد کے باب الداخلہ پر اور آٹو ز کی پشت پر اور دیگر عوامی مقامات پر ان مضامین پر مشتمل بیانرس آویزاں کرنا

(۸) ایک ایسا پلاٹ فارم تیار کرنا جس کے ذریعہ عوام وخواص کو مل بیٹھ کر درپیش مسائل کو حل کرنے کی راہیں ہموار ہوسکیں

(۹) مسلک ومکتبِ فکر سے بالاتر ہوکر ملی مسائل میں ائمہ وخطباء میں اتحاد پیدا کرنا۔

منبر ومحراب فاؤنڈیشن نے اب تک کیا کیا؟

حیدرآباد کے مختلف محلّہ جات میں مسلم نوجوان طالبات اور خواتین کیلئے ساٹھ سے زائد مکاتب قائم ہوچکے ہیں اور مزید چالیس مکاتب کا فی الفور ارادہ ہے۔ حیدرآباد کے علاوہ نرمل، ظہیرآباد، کاماریڈی، کرنول، بیدر، گنٹور، بلڈانہ وغیرہ میں بھی مکاتب قائم ہوچکے ہیں۔ ہر زون کے لئے کوآرڈنیٹرس مقرر ہیں جو موقع بموقع ان مکاتب کا دورہ کرتے ہوئے جائزہ لیتے ہیں، ہر مکتب کی روزانہ حاضری واٹس ایپ کے ذریعہ مرکزی دفتر منبر ومحراب فاؤنڈیشن پہنچ جاتی ہے جس کو دفتر کے آرگنائزر کمپیوٹرائزڈ کرتے ہیں۔ ان مکاتب میں ڈیڑھ ہزار سے زائد خواتین وطالبات روزانہ دو گھنٹہ کی ترتیب پر تعلیم وتربیت حاصل کررہی ہیں۔ طالبات وخواتین کے لئے دو سالہ مسلمات کورس تیار کیا گیا ہے جس کی تفصیلات یہ ہیں۔

(۱) روزانہ عام فہم درسِ قرآن (مؤلف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب) کا ایک درس جس میں عموماً دو یا تین آیتوں کی تفسیر ہوتی ہے اوران آیتوں کا لفظی ترجمہ اور ترجمہ اور خلاصہ سمجھایا جاتا ہے۔

(۲) روزانہ عام فہم سیرت رسولِ رحمت ﷺ (مؤلف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب) کا ایک سبق پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے اوراس سے متعلقہ سوالات وجوابات ذہن نشین کروائے جاتے ہیں۔

(۳) روزانہ دینی مسائل سے متعلقہ کتاب ''چراغِ دینیات'' (مؤلف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب) کا ایک سبق پڑھایا جاتا ہے جس میں وضو، تیمّم، غسل، نماز، روزہ وغیرہ سے متعلقہ جزوی کئی مسائل موجود ہیں۔

(۴) شب و روز کی سنتیں اور آداب (جو مولانا غیاث احمد رشادی صاحب کی نگرانی میں تالیف کی گئی ہے) کا ایک سبق پڑھایا جاتا ہے جس میں زندگی کے مختلف کاموں سے متعلق آداب اور سنتیں مذکور ہیں۔

(۵) اس کے علاوہ نماز وغیرہ کی عملی مشق بھی کروائی جاتی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ مختلف موضوعات پر بیانات کا سلسلہ بھی ہے۔

آٹوز کی پشت پر اور مساجد کے باب الداخلہ پر مختلف موضوعات پر بیانرس آویزاں

منبر ومحراب فاؤنڈیشن کے تحت مختلف موضوعات پر مساجد کے باب الداخلہ پر اور شہر حیدر آباد کے مختلف علاقوں کے ہزاروں آٹوز پر انسانیت، ہمدردی، محبت، اخوت اور اخلاقِ حسنہ پر مختلف احادیث چسپاں کئے جارہے ہیں۔

کورونا وائرس کے موقع پر لاک ڈاؤن کے دوران احتیاطی تدابیر بھی شہر کی مختلف مسجدوں میں آویزاں کئے گئے۔

ہزاروں ائمہ وخطباء کے لئے ایک سو ستاسی (187) جمعہ کے بیانات کی ترسیل

منبر ومحراب فاؤنڈیشن سے ملک کے سات ہزار سے زائد ائمہ وخطباء منسلک ہیں۔ ملک کے بدلتے حالات اور چیلنجس سے نمٹنے کے لئے جن موضوعات پر مضامین کی ضرورت ہوتی ہے منبر ومحراب فاؤنڈیشن ہر جمعہ کیلئے ہر چہارشنبہ کی عصر کو بذریعہ واٹس ایپ مضمون کی پی ڈی ایف فائیل روانہ کرتا ہے جس کا مطالعہ کرتے ہوئے ائمہ وخطباء اپنی اپنی مساجد میں بوقتِ جمعہ بیانات کرتے ہیں۔ اب تک الحمدللہ منبر ومحراب فاؤنڈیشن گزشتہ ساڑھے تین سال سے پابندی کے ساتھ ایک سو اسی مضامین ارسال کرچکا ہے۔ الحمدللہ سینکڑوں علماء کرام اس سلسلہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر چہارشنبہ کی عصر کا بے چینی سے انتظار کرتے ہیں تاکہ وہ ان نئے موضوعات پر جمعہ میں بیان کرسکیں۔ چند اہم موضوعات جو اب تک ارسال کرچکے ہیں:

(۱) جھوٹ کی قباحت اور ہمارا معاشرہ (۲) برادرانِ وطن کو دین کی دعوت کیوں نہیں دیتے؟

(۳) حفاظتِ قرآن کا خدائی وعدہ اور دشمنانِ اسلام کی سازشیں (۴) جہیز کے بڑھتے مطالبات اور مسلم سماج

(۵) فتنوں کے دور میں راہِ عمل (۶) خدارا اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کریں

(۷) ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے! (این آر سی اور شہریت ترمیمی بل کیخلاف پُرامن احتجاج کی ضرورت)

(۸) ملک کے موجودہ حالات؛ مسلمان کیا کریں؟ (این آر سی اور شہریت ترمیمی بل کے پس منظر میں)

(۹) ووٹ کی شرعی حیثیت اور ہماری ذمہ داری (۱۰) اپنے ووٹ کا صحیح استعمال ہی روشن مستقبل کی ضمانت

(۱۱) جمہوری نظام اور اس کا تحفظ

معاشی پسماندگی کا شکار ائمہ وخطباء کی خاموش امداد

لاک ڈاؤن کے موقع پر منبر ومحراب فاؤنڈیشن نے خاموش انداز میں ائمہ وخطباء کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے سینکڑوں ائمہ وخطباء کی مالی امداد کی۔ منبر ومحراب فاؤنڈیشن کا تعلق بطورِ خاص چونکہ ائمہ وخطباء سے ہے اور یہ ادارہ چونکہ ائمہ وخطباء کا نمائندہ

ادارہ ہے اس لئے یہ ادارہ ان ائمہ وخطباء کی معاشی پستی پر خاموش رہ نہیں سکتا۔ بلڈانہ مہاراشٹرا کے پچیس علماء کرام کو گزشتہ ڈیڑھ سال سے مسلسل ہر ماہ جزوی امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ان شاء اللہ ماہِ رمضان المبارک میں بھی ایسے ائمہ وخطباء جن کی معاشی پستی کی اطلاع ہوگی بعد تحقیق خاموش انداز میں ان کی امداد کی جائے گی۔

امداد کے آسان طریقے

(۱) ایک مرکز نسوان کی کفالت : ماہانہ 7000 روپئے سالانہ 84000 روپئے

ہر اسپانسر کو ان سے متعلقہ سنٹر کا نمبر دیا جائے گا اور ہر ماہ اس مکتب کی حاضری اور ماہانہ امتحانات کے نتائج وغیرہ بذریعہ واٹس ایپ ارسال کئے جائیں گے تا کہ کفالت لینے والوں کو اطمینان بھی ہو اور خوشی بھی۔ واضح ہو کہ ہر سنٹر پر پچیس سے تیس طالبات وخواتین عموماً تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

(۲) ایک سو آٹو ز پر آیات واحادیث کے پوسٹرس آویزاں کرنے کیلئے 6000 روپئے

دوسو پوسٹرس کے لئے 12000 روپئے

چارسو پوسٹرس کے لئے 24000 روپئے

(۳) حیدرآباد کے علاوہ ملک کی مختلف ریاستوں کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں مکاتب ومراکز کیلئے درکار کتابوں کی اشاعت کیلئے تعاون۔

جو حضرات بھی ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیں گے ان کا نام کتاب کے ٹائٹل پر دیا جائے گا تا کہ دوسروں کو بھی اشاعت میں حصہ لینے کی ترغیب ہو، بشرطیکہ کم از کم ایک ہزار کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیں۔

ہندوستان بھر میں اس نصاب کو وسیع پیمانہ پر پھیلانے کیلئے ہزاروں کتابوں کی شدید ضرورت ہے۔ منبر ومحراب فاؤنڈیشن اضلاع اور دیہاتوں میں مراکز نسواں قائم کرنے والوں کو نصاب کی مندرجہ ذیل کتابیں مفت دینے کا عزم رکھتا ہے۔

طباعت کے اخراجات کی تفصیلات یہ ہیں:

(۱) عام فہم سیرت رسولِ رحمت ﷺ۔ صفحات 144

تعداد اشاعت	اخراجات
1000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	29000 روپئے
2000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	49000 روپئے

(۲) شب وروز کی سنتیں اور آداب۔ صفحات 96

1000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	20000 روپئے
2000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	34000 روپئے

(۳) چراغِ دینیات (مسائل کی کتاب)۔صفحات 84

1000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	19000 روپئے
2000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	32000 روپئے

منبر ومحراب فاؤنڈیشن سے دینی کتابوں کی اشاعت

(۱) **عام فہم درسِ قرآن۔ جلد اول۔ صفحات 704۔ جلد دوم صفحات 752**: منبر ومحراب فاؤنڈیشن سے عام فہم درسِ قرآن جلد اول اور دوم کی اشاعت ہو چکی ہے۔ پہلا ایڈیشن دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا اور منبر ومحراب فاؤنڈیشن کے تمام مراکزِ نسواں میں یہ نصاب میں داخل ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مساجد میں نمازوں کے بعد بطور درسِ قرآن پڑھی جارہی ہے۔ عام فہم درسِ قرآن کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ امت کے عوام اس کو آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکیں جس کا انداز انتہائی سلیس ہے۔ عام طبقہ آسانی سے قرآنِ مجید کو سمجھ سکتا ہے۔ فصاحت و بلاغت اور علمی موشگافیوں سے احتراز کرتے ہوئے سادہ انداز میں تفسیر لکھی گئی ہے۔ جو حضرات عام فہم درسِ قرآن کی اشاعت میں مالی طور پر تعاون کرنا چاہتے ہوں وہ ضرور ادارہ سے ربط کریں۔

(۲) **عام فہم سیرت رسولِ رحمت ﷺ**: جس میں رسولِ رحمت ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے حالات کو مختصر اور سادہ انداز میں سلیس اردو میں پیش کیا گیا ہے جو مولانا غیاث احمد رشادی کی اہم تصنیفات میں سے ایک ہے جو اب تک تین ایڈیشنس میں دس ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔

(۳) **چراغِ دینیات**: جس میں ایمان، عقائد، طہارت، وضو، تیمّم، غسل اور نماز وغیرہ کے واجبات اور سنتیں ہیں نیز روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی اور اخلاقِ حسنہ پر مختصر و مدلل اہم باتیں درج ہیں۔ الحمدللہ چراغِ دینیات اب تک پچیس ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور ہزاروں لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہے۔ یہ اہم اور بنیادی مسائل کا ایک اہم مجموعہ ہے۔

(۴) **شب و روز کی سنتیں اور آداب**: جس کو مولانا خواجہ امتیاز سبیلی صاحب نے مولانا غیاث احمد رشادی صاحب کی ایماء پر انہی کی نگرانی میں تالیف کی ہے جس میں سونے اٹھنے، پہننے، اوڑھنے، کھانے پینے، لوگوں سے ملنے، سفر و حضر میں زندگی بسر کرنے کی سنتیں اور آداب ہیں۔ یہ کتاب 1000 کی تعداد میں پہلی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

نوٹ: جو حضرات اپنے ماں باپ کے ایصالِ ثواب کیلئے یہ کتابیں شائع کرنا چاہتے ہوں وہ ربط کریں، ان شاءاللہ کتاب کے آخر میں دعاءِ مغفرت و رفعِ درجات کے دعائیہ کلمات کے ساتھ کتاب مطلوبہ تعداد میں شائع کی جائے گی۔

(۵) منبر ومحراب فاؤنڈیشن کے تحت **''امام و خطیب، منصب تقاضے اور ذمہ داریاں''** نامی کتاب بھی شائع کی گئی ہے جس کے مولف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب ہیں جس میں ائمہ و خطباء کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ نیز ائمہ و خطباء کے منصب و مقام سے بھی باخبر کیا گیا ہے۔